هذا بصائر للناس وهدى ورحمة لقوم يوقنون

الحمد لله والمنة کہ بعد کشاکش یک عالم رنج وغم وتراکم مصائب پیہم کہ بوجہ انتقال دو فرزندان نوجوانان کہ یکے بسن ہیجدہ سالگی ودوم بسن بست ویک سالگی داغ مفارقت خویش بر قلب مجروح مترجم گزاشتند

ہز ہائنس کرنیل نواب سر سید محمد حامد علی خان صاحب بہادر زیدی الواسطی البارہوی ستعد جنگ

ضمیمہ جات ترجمۂ مقبول

مرتبہ ومؤلفہ ومترجمہ عالیجناب فضائل مآب مہبط فیوض ربانی دقیقہ شناس رموز فرقانی نکتہ سنج حقائق قرآنی متکلم ومناظر لاثانی حضرت مولانا مولوی حکیم سید مقبول احمد صاحب قبلہ دہلوی مدظلہم العالی ودام فیوضہم

بسعی کارپردازان مقبول پریس دهلی مطبوع گردید

عرضِ حال و معذرت

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ضمیمہ قرآن مجید مکمل آپ حضرات کی خدمات میں پہنچا دیا گیا اور اس وقت انڈکس حاضرِ خدمت کیا جاتا ہے۔ قرآنِ مجید کو دورانِ ترجمہ میں اور شائع کرنے سے قبل جن جن مشکلات کا سامنا ہوا انکا کسی قدر پہلے ظاہر کیا جا چکا ہے لیکن ضمیمہ کی اشاعت و انطباع میں بھی کچھ کم مشکلات کا سامنا نہیں ہوا سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ جناب مولانا مدظلّہ العالی کو ادھر تو خود عدیم الفرصتی رہی اور اسکے ساتھ جناب موصوف کے صاحبزادوں کے انتقال نے عرصہ تک جناب موصوف کے قلب پر خاص اثر رکھا، اور جس کو ہر صاحبِ اولاد بہتر سمجھ سکتا ہے۔ یہ جنابِ موصوف کی ہمت ہی ہمت تھی کہ ایسی حالت میں بھی اس کام سے غافل نہ رہے اور جو وقت ملتا رہا اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد سب سے زیادہ اہم اور ضروری بات یہ ملحوظ رکھی گئی کہ کوئی تفسیری مضمون بغیر کسی مجتہد کے ملاحظہ سے گذرائے شائع نہیں کیا گیا اور اس مقصد کے حصول میں کافی تاخیر ہو گئی، جوں توں کر کے اس اہم فرض سے بھی سبکدوشی حاصل کی اور ضمیمۂ مذکور کے تفسیری مضامین پارۂ اوّل سے پارہ ۱۰ تک جتنا کہ حصۂ اوّل مرتب شائع ہوا ہے وہ جناب مولانا مولوی السید نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد کو ملاحظہ کرائے گئے۔ پارہ نمبر ۱۱ لغایۃ ۲۴ کے تفسیری مضامین جناب مولانا مولوی السید ظہور حسین صاحب قبلہ مجتہد کو دکھائے گئے پارۂ نمبر ۲۵ لغایت ۲۸ و ۳۰ کے تفسیری مضامین جناب مولانا مولوی السید یوسف حسین صاحب قبلہ مجتہد کی نظرِ فیض اثر سے گذرانے گئے۔ باقی رہا پارہ نمبر ۲۹ وہ جناب مولانا مولوی السید سبط نبی صاحب قبلہ مجتہد کو لفظ بلفظ سنا دیا گیا۔ جب اس کام سے اطمینان ہو گیا تو طبع میں ہر چیز کی گرانی سے بہت کچھ مشکلات کا سامنا ہوا۔ خدا خدا کر کے جس طرح بھی ممکن ہوا چھپوا یا گیا۔ لیکن اس تعویق نے جو

بیحد معذوری کی وجہ

سے تھی بہت سے خریداروں کو کم کر دیا۔ مومنین کے لیے اتنا ہی اشارہ کافی ہے۔ ہمارے کرنے کا کام تھا وہ تو ہم نے انجام دیا اب اس قرآن مجید کو۔ اس ضمیمہ کو اور اس انڈکس کو دیگر حضرات مومنین خاصکر اپنے عزیز اور قریبیوں کو دکھانا اور اُن کو اس امر پر آمادہ کرنا کہ وہ ان چیزوں سے منتفع ہوں آپ حضرات کا کام ہے اس لیے کہ یہ امر تو یقینی اور ہے کہ کوئی دوسرا قرآن مجید فرقۂ حقۂ اثنا عشریہ میں ایسے مقبول ترجمہ کے اس صفت سے موصوف نہ ملیگا کہ اسکے ترجمہ بھی ایک ایک لفظ اور اسکی تفسیر کا بھی ایک ایک حرف حضرات ائمۂ معصومین علیہم السلام کی احادیث صحیحہ سے لیا گیا ہو۔ کسی کی رائے اور خیال کو بھی پاس نہیں پھٹکنے دیا گیا۔ وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝

نیازمند جوہر منیجر

منشی سید ظفریاب علی جوہر پرنٹر اینڈ پبلشر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ضمیمہ جات متعلق پارۂ اوّل

صفحہ ۳ ضمیمہ نوٹ نمبر ۱

تفسیر برہان میں بحوالۂ تفسیر عیاشی بروایت محمد ابن قیس منقول ہے کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ حیی اور ابو یاسر اخطب کے بیٹے مع نجران کے یہودیوں کے ایک گروہ کے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور یہ عرض کی کہ جو کچھ آپ پر نازل ہونا بیان کیا جاتا ہے اُس میں الٓمّٓ بھی ہے ؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں ہے۔ اُنہوں نے عرض کی کہ آیا جبرئیلؑ خدا کے پاس سے آپ کے پاس یہ حروف لائے ہیں ؟ فرمایا ہاں ! لائے ہیں !! اُنہوں نے عرض کی آپ سے پہلے بہت نبی مبعوث ہو چکے مگر ہم سوائے آپ کے ایسے ایک نبی کو بھی نہیں جانتے جس نے اپنی شریعت کے تسلط کا زمانہ اور اپنی اُمّت کے قیام کی مدت بتلا دی ہو۔ یہ کہکر حیی ابن اخطب اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا دیکھو الف کا عدد ایک ہے لام کے تیس ۳۰ اور میم کے چالیس ۴۰۔ کل اکہتّر برس ہوئے۔ اُن لوگوں سے تعجب ہے جو اپنے دین کو چھوڑیں اور ایسی اُمّت میں داخل ہوں جس کو کل اکہتّر برس رہنا ہے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ اے محمدؐ۔ آیا کوئی اور حرف بھی اِس کے ساتھ نازل ہوا ہے ؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور نازل ہوا ہے۔ عرض کی تو بیان کیجیے ؟ آپ نے فرمایا کہ المٓصٓ اُس نے کہا ہاں یہ تو زیادہ طویل اور زیادہ گراں ہے۔ الف۔ ایک۔ لام تیس ۳۰۔ میم۔ چالیس ۴۰ اور صاد۔ نوّے ۹۰۔ یہ تو ۱۶۱ ہو گئے۔ پھر اُس نے جناب رسولِ خدا سے عرض کی کہ کیا اِس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے ؟ فرمایا ضرور ہے۔ اُس نے عرض کی تو اُسے بھی بیان کیجیے۔ فرمایا الٓمّٓرٰ اُس نے کہا کہ یہ تو بہت زیادہ گراں اور طویل ہو گیا۔ الف۔ ایک۔ لام تیس ۳۰۔ میم۔ چالیس ۴۰۔ رے۔ دو سو ۲۰۰ یہ حساب لگانے کے بعد اُس نے کہا کہ اِس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے ؟ فرمایا ہے۔ اِس پر اُس نے عرض کی کہ

آپ کا معاملہ ہماری سمجھ سے باہر ہو گیا۔ ہم نہیں جانتے آپ کو کیا کیا کچھ دیا گیا ہے۔ پھر حضرتؐ کے پاس سے اٹھکر باہر آیا تو اُسوقت ابو یاسر نے حیّ ابن اخطب سے کہا کہ تم کو کیا خبر ہے شاید محمدؐ کے لیے اِن سب کا مجموعہ مدت مقرر ہوئی ہو یا اُس سے بھی زیادہ۔ راوی بیان کرتا ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے یہ واقعہ بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ یہی وہ آیتیں ہیں جنکے بارے میں ارشاد ہوا ہی مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ (یعنی کچھ آیتیں تو صاف صاف ہیں اور وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ گول گول ہیں) پھر فرمایا کہ حیؔ اور ابو یاسر اور اُنکے اصحاب نے جو تاویل سوچی تھی اُن کی تاویل اِس کے علاوہ ہے اور اور بھی بہت سی وجہیں نکلتی ہیں۔ جناب امام حسن عسکری علیہ السلام سے منقول ہے کہ قوم قریش اور یہود نے قرآن مجید کو جھٹلایا اور کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے اِس کو اِنھوں نے خود بنا لیا ہے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ۔ یعنی اے محمدؐ کہدو یہ کتاب جو میں نے تم پر نازل کی وہ حروفِ مقطعات میں ہے از انجملہ الٓمّٓ بھی ہے اور وہ تمہارے لغت میں اور تمہارے ہی حروفِ ہجا میں ہے۔ پس اگر تم سچّے ہو تو تم بھی ایسی ہی بنا لاؤ اور اِس بنانے کے بارے میں اپنے سارے گواہوں سے بھی مدد لو۔ پھر یہ بھی بیان فرما دیا کہ وہ اِس پر ہرگز قادر نہونگے چنانچہ ارشاد ہے کہ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۴۶۴ سطر ۱۸) پھر خدائے تعالےٰ نے فرمایا الٓمّٓ یہی وہ قرآن ہے جس کا آغاز الٓمّٓ سے ہوا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ یہی وہ کتاب ہے جس کی بابت میں نے خود موسیٰ علیہ السّلام کو اور اُنکے بعد اور انبیاء کو خبر دی اور اُنھوں نے بنی اسرائیل کو خبر پہنچائی کہ اے محمدؐ عنقریب میں تم پر عربی زبان میں ایک ایسی زبردست کتاب نازل کرونگا کہ نہ گذشتہ کے متعلق اُس کی خبریں غلط ہوں گی اور نہ آیندہ کے متعلق۔ وہ حکمت والے لائقِ تعریف خدا کی طرف سے اُتاری ہوئی ہے۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ کا یہ مطلب ہے کہ اِس میں اُن کو شک و شبہ کا موقع نہیں ہے اِس لیے کہ یہ بات اُن پر ظاہر ہو چکی ہے جس طرح کہ اُن کے انبیاء اُن کو برابر خبر دیتے رہے تھے کہ محمدؐ پر ایک کتاب نازل ہوگی جس کو باطل مٹا نہ سکیگا اور وہ خود اور اُن کی اُمّت اُس کتاب کو ہمیشہ ہر حال میں تلاوت کرتے رہینگے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ اِس کا یہ مطلب ہے کہ وہ ضلالت کا حال اُن لوگوں کے لیے کھولکر بیان کرنے والی ہوگی جو ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچتے رہتے ہیں اور اس سے بھی پرہیز کرتے ہیں کہ اپنے نفس پر سفاہت کو اور حماقت کو غالب ہو جانے دیں یہانتک کہ جب وہ اُن چیزوں کو سمجھ لیتے ہیں جن کا علم اُن پر لازم ہو تو عمل ایسا کرنے لگتے ہیں جس سے اُن کے پروردگار کی رضامندی اُن کے لیے واجب و لازم ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ الف حروفِ ہجا میں سے ایک حرف ہے جو تمہارے اللہ کہنے پر دلالت کرتا ہے اور لؔ سے لفظ ملک العظیم سمجھ میں آتا ہے یعنی وہ ایسا بڑا بادشاہ ہے کہ اپنی ساری مخلوق پر غالب ہے اور میمؔ سے مجید و محمود کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اپنے تمام افعال میں تعریف کے قابل ہے اور اُس نے اپنے اِس قول الٓمّٓ سے یہودیوں پر حجت تمام فرمائی ہے اور وہ اِسطرح کہ جب خدائے تعالےٰ نے موسیٰ ابن عمرانؑ کو مبعوث فرمایا اور پھر اُن کے بعد بنی اسرائیل میں سے اور انبیاء بھیجے تو اُن میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے اپنی اپنی اُمّت اور اپنی اپنی قوم سے اِس بات پر عہد و پیمان نہ لیے ہوں کہ

وہ محمدؐ عربی و اُمّی پر ضرور بالضرور ایمان لائیں جو مکّہ میں مبعوث ہوں گے پھر ہجرت کر کے مدینہ چلے جائینگے اور ایسی کتاب لیکر آئینگے جس کی بعض بعض سورتوں کا آغاز حروفِ مقطعات سے ہوگا اُنکی اُمت اُس کتاب کو حفظ کرلیگی اور اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اُس کتاب کو پڑھا کریگی اور خدائے تعالےٰ اُسکا حفظ کرنا اُن کے لیے آسان کردیگا اور وہ جناب حضرت محمدؐ مصطفےٰ کے ساتھ ساتھ اُن کے بھائی اور اُن کے وصی علیؑ ابن ابیطالب علیہ السلام کو بھی مانتے ہونگے کہ تمام علوم کو اُنہی سے حاصل کرینگے اور ہر امر میں اُنہی کی پیروی کرینگے اور جو شخص محمدؐ مصطفےٰ کا مخالف بنے گا اپنی سیفِ قاطع سے اُس کو ذلیل کرینگے اور جو شخص آنحضرتؐ سے بمجادلہ و مخاصمہ پیش آئیگا اُس کو اپنی زبردست دلیلوں سے خاموش کردینگے تنزیلِ کتابِ خدا پر بندگانِ خدا سے یہاں تک لڑینگے کہ چاروناچار لوگ اُسکو مان لیں پھر جب جناب محمدؐ مصطفےٰ رضوانِ خدا کی طرف انتقال فرمائیں گے اور بہت سے وہ لوگ جو ظاہر ایمان لائے ہونگے مرتد ہوجائینگے وہ اُس کتاب کی تاویلوں میں تحریف کرینگے اور اُس کے معنی اور مطالب کو بدل ڈالینگے اور جو معنی اُس سے پیدا ہوتی ہونگی اُس کے خلاف لوگوں کو سمجھائینگے تو جناب علیؑ مرتضےٰ اُس کتاب کی تاویل پر اُن لوگوں سے جہاد فرمائینگے یہاں تک کہ ابلیس ملعون جو اُن لوگوں کا بہکانے والا اور اُن کا رسوا کرنے والا ہے وہ خود ذلیل و مطرود و مغلوب ہوجائیگا پھر فرمایا کہ جسوقت خدائے تعالےٰ نے محمدؐ مصطفےٰ کو مبعوث فرمایا اور مکّہ میں آنحضرتؐ کو ظاہر کیا پھر وہاں سے اُن کو مدینۂ منوّرہ بھیجدیا اور وہاں اُن کو علم عطا فرمایا اور اپنی کتاب اُن پر نازل فرمائی اور اُس کی سب سے بڑی سورت کے شروع میں آیت الٓمٓ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ قرار دی (یعنی یہ وہی کتاب ہے) جس کا مطلب یہ ہے کہ الٓمٓ یہ وہی کتاب ہے جسکی بابت میں نے اپنے انبیائے سابقین کو خبر دیدی ہے پس اے محمدؐ میں عنقریب وہی کتاب تمپر نازل کرنے والا ہوں لَا رَیۡبَ فِیۡہِ کا مطلب یہ ہے کہ خبر انبیا کی تصدیق ہوگئی یعنی محمدؐ مصطفےٰ پر ایک ایسی برکت والی کتاب نازل کی جائیگی جسے باطل مٹا نہ سکیگا اور آنحضرتؐ اور آن کی ساری اُمت اُس کتاب کو ہر حالت میں تلاوت کرتے رہینگے پھر یہودی خلافِ مقصودِ خدا اُس کی تاویل کرینگے اور اُس میں تحریف کریں گے اور کھینچ تان کر اُس میں وہ علم داخل کرنا چاہینگے جو خدائے تعالےٰ نے اُن سے سلب کرلیا ہوگا یعنی اِس اُمّت کے لیے مدّتیں تمام زد کرینگے اور یہ کہ اِس کا تسلط کتنے دن رہیگا چنانچہ اُن کا ایک گروہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا آپ نے جناب علیؑ مرتضےٰ کو اُن کا جواب دینے پر مامور فرمایا اُسوقت اُن کے کہنے والے نے یہ کہا کہ اگر محمدؐ اپنے بیان میں سچّے ہیں تو اُن کی اُمّت کا تسلط ہم خوب سمجھ گئے کہ کُل اکہتر برس رہیگا کیونکہ الف-۱-ل-۳۰-م-۴۰ علیؑ مرتضےٰ نے فرمایا پھر تم الٓمٓصٓ کو کیا کروگے وہ بھی تو اُنہی حضرتؐ پر نازل ہوا ہے- اُنہوں نے کہا ایک سو اکسٹھ[۱۶۱] برس سہی فرمایا کہ الٓرٰ کو کیا کروگے یہ بھی تو آنحضرتؐ پر نازل ہوئی اُنہوں نے کہا یہ تو سب میں زیادہ ہے یہ تو دو سو اکتیس[۲۳۱] ہوگئے جناب علیؑ مرتضےٰ نے فرمایا کہ پھر الٓمٓرٰ یہ بھی آنحضرتؐ پر نازل ہوا ہے وہ بولے یہ تو دو سو اکہتر[۲۷۱] برس ہوگئے اس پر حضرتؐ نے فرمایا آیا ان میں سے کوئی ایک اس اُمّت کے بارے میں ہے یا سب کے سب ؟ اب یہاں اُن میں خود اختلاف پڑگیا کوئی کہتا تھا کہ ایک ہے کوئی کہتا تھا

کہ سب اور سب کا مجموعہ سات سو چونتیس ہوتے ہیں۔ پھر سلطنت اور تسلط دین یہود کا ہوگا جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ آیا خدائے تعالے کی کوئی کتاب اِس بات کو بتاتی ہے یا تمہاری اپنی رائیں اور عقلیں ایسا بتلاتی ہیں؟ بعض تو اُن میں سے کہنے لگے کہ کتاب خدا ایسا ہی کہتی ہے اور دوسروں نے کہا کہ نہیں ہماری رائیں ایسا بتلاتی ہیں پہلوں سے تو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ ہمیں وہ خدا کی کتاب دکھلاؤ جس کے الفاظ تمہارے قول کے بموجب ہوں وہ تو اُس کے پیش کرنے سے عاجز رہے دوسروں سے یہ فرمایا کہ یہ رائے صحیح کیونکر ہے اِسکی دلیل پیش کرو اُنہوں نے عرض کی کہ ہماری رائے کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ حساب جُمل کے مطابق ہی جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کچھ تم کہتے ہو حساب جُمل اِس پر دلالت کیونکر کرتا ہے حالانکہ اِن حروف میں کوئی ایسی خبر نہیں ہے جو تم خود بخود بیان کرتے ہو جبتک کہ تم واضح طور پر سمجھا نہ سکو بھلا خیال تو کرو اگر تم سے یہ کہا جائے کہ یہ حروف اُمتِ محمدؐ کا تسلط بیان نہیں کرتے بلکہ اِن میں کا ہر حرف اِس بات کو بتلاتا ہے کہ ہر ایک کے عدد کے موافق ہم میں اور تم میں سے ہر ایک کو اتنے اِتنے درہم یا دینار ملیں گے۔ یا اِس بات کو بتاتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے ذمہ اِس عدد کے حساب کے موافق علیؑ ابن ابیطالبؑ کے اِتنے دینار قرض ہیں یا تم میں سے ہر ایک پر اِتنی ہی مرتبہ لعنت کی گئی ہے جتنے حروف کے عدد ہیں۔ وہ بولے کہ اے ابوالحسن جو کچھ آپ فرماتے ہیں اِس پر الٓمٓ والمٓصٓ والٓرٰ والمٓرٰ میں سے تو کوئی نص نہیں دلالت کرتی۔ پس اگر ہمارا قول باطل ہے تو آپ کا قول بھی باطل ہوا اُن کا بولنے والا کہنے لگا کہ اے علیؑ اگر ہم اپنے دعوے پر حجّت نہ لاسکے تو تم اِس پر خوش نہ ہو اسلیے کہ آپ بھی تو اپنے دعوے پر کوئی حجّت نہیں پیش کر سکے سوائے اِس کے کہ آپ نے ہمارے عجز کو اپنے لیے حجّت قرار دیا پس اب نہ ہمارے لیے ہمارے قول کی دلیل ہے نہ تمہارے لیے تمہارے قول کی یہ سُنکر جناب علی مرتضےٰؑ نے فرمایا کہ ہم تم برابر نہیں ہماری حجّت تو کھُلا معجزہ موجود ہے پھر حضرت نے اُن یہودیوں کے اونٹوں کو آواز دی کہ اے یہود کے اونٹو تم محمد مصطفےٰؐ اور اُن کے وصیؑ کے بارے میں گواہی دو۔ پس وہ اونٹ بے تامّل بول اُٹھے کہ اے وصیِّ محمد مصطفےٰ آپ سچّے ہیں آپ سچّے ہیں اور یہ یہودی سراسر جھوٹے اِس پر جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اِن یہودیوں سے تو یہ جانور اچھّے ہیں پھر فرمایا کہ اے یہودیوں کے کپڑو تم بھی محمد مصطفےٰ اور اُن کے وصیؑ کے بارے میں شہادت دو پس کُل کپڑے گویا ہوئے کہ یا علیؑ آپ سچّے ہیں آپ سچّے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد مصطفےٰ خدا کے برحق رسول ہیں اور اے علیؑ آپ اُن کے برحق وصی ہیں جو بزرگی ہمیشہ سے جناب محمد مصطفےٰ کے لیے ثابت ہے آپ بھی ویسی ہی بزرگی حاصل کرنے کے ہے اُنہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں پس نورِ خدا کی چمک سے آپ دو نو بھائی پیدا ہوئے۔ خدائے تعالےٰ نے اپنی مصلحت سے (ظاہر میں) آپ دونو کو علیحدہ علیحدہ قرار دیا حالانکہ فضائل میں آپ دونو شریک ہیں فرق اتنا ہے کہ محمد مصطفےٰ کے بعد نبی کوئی نہ ہوگا یہ شہادت سُنکر یہودیوں کی زبان بند ہو گئی اور اِس واقعہ کے سُننے اور دیکھنے والوں میں سے بعض آنحضرتؐ پر ایمان لائے اور اکثر یہودیوں پر اور باقی دیکھنے والوں پر شقاوت و بدبختی غالب

آگئی۔ **قولِ مترجم** الٓمٓ بظاہر حروفِ تہجی میں سے تین حرف ہیں اور حروفِ تہجی کی کل تعداد اٹھائیس ہے
اُن میں سے جتنے حروف قرآنِ مجید میں اِس شان سے وارد ہوئے ہیں کہ گو لکھنے میں ملے ہوئے لکھے جائیں مگر
پڑھنے میں ایک ایک حرف جُدا جُدا کرکے پڑھا جاتا ہے پہلے تو ہم اُن سب کی ایک فہرست لکھتے ہیں جس سے
اُن کی تعداد معلوم ہو جائے۔ بعد میں انشاء اللہ کچھ اور دلچسپ باتیں بھی تحریر کرینگے۔ وہ فہرست یہ ہے۔

الٓمٓ۔ الٓمٓ۔ الٓرٰ۔ الٓرٰ۔ الٓرٰ۔ الٓمٓرٰ۔ الٓرٰ۔ الٓرٰ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ۔ طٰہٰ۔ طٰسٓمٓ
طٰسٓ۔ طٰسٓمٓ۔ الٓمٓ۔ الٓمٓ۔ الٓمٓ۔ الٓمٓ۔ یٰسٓ۔ صٓ۔ حٰمٓ۔ حٰمٓ۔ حٰمٓعٓسٓقٓ۔ حٰمٓ۔ حٰمٓ
حٰمٓ۔ حٰمٓ۔ قٓ۔ نٓ۔

بنا بر مشہور موجودہ ترتیب میں ایکسو چودہ سورتیں موجود ہیں حالانکہ بنا بر تقسیمِ اجزائے قرآن یہ بات صاف
نہیں ہے کیونکہ پہلا پارہ جہاں سے شروع ہوتا ہے وہ الٓمٓ یعنی آغازِ سورۂ بقرہ ہے اور تیسواں یا آخری
پارہ جس سورہ پر ختم ہوتا ہے وہ سورۂ النّاس ہے۔ الحمد بہرصورت علیحدہ رہی اور وہ فی الحقیقت ہے بھی
الگ رہنے کے لائق اِس لیے کہ اُس کی عظمت تمام قرآنِ مجید سے بدرجہا زیادہ ہے اور چونکہ اُس کا نام
سورۂ فاتحہ ہے اِس لیے اِس کا ذکر دیباچہ میں انشاء اللہ علیحدہ آئیگا۔ اب رہیں باقی ایکسو تیرہ سورتیں اِن میں
اٹھائیس ایسی ہیں جو حروفِ مقطعات سے شروع ہوتی ہیں۔ ان حروفِ مقطعات کی کل تعداد چوہتر حروف ہیں جب اِن کے
حروف کی تلخیص کی جائے۔ یعنی جتنے حروف مکرر تحریر ہیں وہ سب گرائے جائیں تو مندرجۂ ذیل چودہ حروف باقی
رہتے ہیں۔ ا۔ ل۔ م۔ ر۔ ک۔ ہ۔ ی۔ ع۔ ص۔ ط۔ س۔ ح۔ ق۔ ن۔ اِن حروف کو اگر ترتیب
دیا جائے تو اٹھتاسی ارب سترہ کروڑ بیاسی لاکھ اکیانوے ہزار دو سو طرح سے ہو سکتی ہے مگر ایسی بامعنی عبارت
جس سے نکتہ لطیف پیدا ہو اور حق کا نور ہویدا ہو یہی ہے۔ صِرَاطُ عَلِیٍّ حَقٌّ نُمْسِکُہٗ (علی کا راستہ برحق
ہے جس کی ہم پیروی کرتے ہیں) یہ بات تمام دنیا میں مسلّمات سے ہے کہ کسی سلطنت کے بادشاہ اور اُس کے
ارکانِ دولت کے مابین ایک خط رموز میں ہوتا ہے جس کے اشارات اور کنایات غیر لوگ نہیں سمجھ سکتے یہ کلام چونکہ
معجزہ ہے اِسلیے خدائے تعالےٰ نے خود اپنے اور اپنے رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے مابین معمولی حروف کو رمز قرار
دیدیا اور اُس رمز کو سوائے اُن کے کما حقہٗ کوئی نہیں سمجھا ہاں جو اُن سے تعلق رکھنے والے ہیں وہ کم از کم
اتنا تو سمجھے کہ یہ حروف کتنی مرتبہ ترتیب دیے جا سکتے ہیں اور بامعنی عبارتیں کیا کیا پیدا ہوتی ہیں جو اُن کے ایمان
اور اطمینان کے لیے کافی ہے۔ نیز اِن حروف کے چودہ ہونے نے بھی یہ اشارہ کیا کہ اُن رموز کے لیے چودہ
ہی منتخب کیے گئے ہیں ان چودہ حروف میں بھی تین نقطہ دار ہیں اور گیارہ بے نقط جس سے یہ اشارہ پایا جاتا
ہے کہ چودہ میں بھی تین کی عزت خاص ہے از آنجملہ نون سے صاف صاف نبیؐ مراد ہیں تو قاف سے علیؑ۔
کوتاہ فہموں کے نزدیک بے ادبی معلوم ہوتی ہے کہ نون کے عدد پچاس اور قاف کے سو یعنی ظاہر بظاہر
دو چند کا فرق مگر جب علی مرتضےٰ علیہ السّلام کو دوشِ رسولؐ پر کعبۃ اللہ میں دو بالا دیکھے گا تو پچاس کا دو چند

سنّا ہو جائیگا نیز اعداد احاد میں نو۹ کا عدد کامل اور اشرف سمجھا گیا ہے ثبوت اِس کا یہ ہے کہ جس طرح شریف آدمی خواہ کسی درجہ پر پہنچ جائے اپنی شرافت کو نہیں چھوڑتا یہی حالت نو۹ کے عدد کی ہے مثلاً اُس کا دو چند لیا جائے اٹھارہ۱۸ ہوگا اب اِس کے ظاہری عدد کا مجموعہ وہی آٹھ اور ایک نو۹۔ سہ چند لیا جائے ستائیس۲۷ ہوا ظاہری عدد کا مجموعہ سات اور دو نو۹۔ چہار چند لیا جائے تو چھتیس۳۶ ہوا جس کا مجموعہ ۶ و ۳ نو۹۔ پانچ گُنا لیا جائے تو پینتالیس۴۵ ہوا مجموعہ پانچ اور چار کا نو۹۔ چھ گُنا لیا جائے تو چوّن۵۴ مجموعہ چار۴ اور پانچ۵ نو۹۔ سات گُنا لیا جائے تو ۶۳ ہوا مجموعہ ۳ اور ۶ کا ۹ ہوا۔ آٹھ گُنا لیا جائے تو بہتّر۷۲ ہوا اور مجموعہ ۲ اور ۷ کا نو۹ ہوا۔ نو گُنا لیا جائے تو ۸۱ مجموعہ ایک۱ اور آٹھ۸ کا نو۹ ہوا۔ دس۱۰ گُنا لیا جائے تو ۹۰ ہوا مجموعہ صفر اور ۹ کا نو۹ ہوا۔ گیارہ گُنا لیا جائے تو ۹۹ جس کا مجموعہ ۹ اور ۹ اٹھارہ۱۸ کا پھر لیا جائے تو آٹھ۸ اور ایک کا نو۹۔ بارہ گُنا لیا جائے تو ۱۰۸ جس کا مجموعہ ۹۔ تیرہ۱۳ گُنا لیا جائے تو ۱۱۷ جس کا مجموعہ ۹ ہوا۔ چودہ۱۴ گُنا لیا جائے تو ۱۲۶ جس کا مجموعہ ۹ ہوا۔ اب دوسرے ہندسہ کو مثلاً دیکھیے مثلاً آٹھ۸ کو لیجیے اِس کا دو گُنا ہوا سولہ۱۶ جس کا مجموعہ ۷ رہگیا اب سہ چند لیجیے تو وہ ہوا ۲۴ جس کا مجموعہ ۶ ہوا چہار چند لیجیے تو ہوا ۳۲ اُس کا مجموعہ ۵ ہی رہگیا پانچ گُنا لیجیے تو ۴۰ ہوا جس کا مجموعہ ۴ رہگیا چھ۶ گُنا لیجیے تو ہوا ۴۸ جس کا مجموعہ ہوا ۱۲ مگر اُس کا آیندہ مجموعہ ہوا تین۳ اور سات گُنا لیجیے تو ۵۶ جس کا مجموعہ گیارہ یعنی ایک اور ایک دو۲ اور آٹھ گُنا لیجیے تو ۶۴ جس کا مجموعہ ہوا دس۱۰ صفر خالی باقی ایک ہی رہ گیا گویا اپنی مقدار تک بڑھکر ایک ہی رہگیا۔

عدد نو۹ کے کمال اور شرافت کا اِس سے پتہ لگ گیا۔ اب قاف کے عدد ہیں ۱۰۰ یعنی ایک عدد اور دو۲ اضافی نقطے یا درجے اب اِس میں سے گیارہ۱۱ مرتبہ نو۹ برآمد ہو سکتا ہے اور پھر عدد ایک کا ایک رہتا ہے اور چونکہ قاف سے اشارہ ہے علی مرتضےٰؑ کی طرف جس سے معلوم ہوا کہ اُن کی نسل سے گیارہ۱۱ کامل اور اشرف انسان پیدا ہونگے ق اور ي دونوں دو۲ دو۲ نقطے والے ہیں مگر فرق اتنا ہی ہے کہ قؔ کے نقطے فوقانی اور یا کے تحتانی جس سے یہ اشارہ پایا گیا کہ علیؑ اور فاطمہؑ ہمرتبہ ہیں صرف مرد و عورت کا فرق ہے اور نون کے ایک نقطہ ہونے نے یہ تبلایا کہ نبی نہ فقط تمام مخلوقات میں بلکہ انبیاء میں بھی فرد و یکتا ہیں جن کا ثانی ہی نہیں اور اِن چودہ۱۴ حروف میں صرف پانچ۵ نقطہ ہونا اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چودہ۱۴ میں سے پانچ۵ کا اجتماع ایک وقت میں ہوجائیگا اور اُن تینوں نقطہ والے حرفوں کو ترتیب جمع کریں تو لفظ نقي پیدا ہوتا ہے جس سے یہ پتہ لگا کہ چودہ۱۴ میں سے یہ تین چیدہ ہیں اگر کسی کو اِس نکتہ میں کلام ہو کہ نقطہ سے ذاتِ معصوم مراد لی ہے تو وہ جناب امیر علیہ السلام کی اِس حدیث کو دیکھے کہ وہ حضرتؑ فرماتے ہیں اَنَا النُّقْطَةُ تَحْتَ الْبَاءِ (کہ بائے بسم اللہ کے نیچے کا نقطہ میں خود ہوں) جس کے متعلق شاعر نے خود حقیر کی فرمائش سے یہ شعر موزوں کیا ہے ؎

علیؑ ہیں نقطۂ زیبائے بائے بسم اللہ   جبھی کلام ہوا اس میں وہ آئے بسم اللہ

چونکہ بعض روایتوں سے اس کا بھی پتہ لگتا ہے کہ اِن میں سے ایک ایک حرف خدائے تعالےٰ کے ایک ایک نام کا بتانے والا ہے اِس سبب سے اِن حروف کے اسرار لاتعد و لاتحصےٰ ہو جاتے ہیں۔ جن میں سے

صرف ایک حرفِ الف کے متعلق یہاں کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ الف کے ملفوظی اعداد ایک سو گیارہ ۱۱۱ ہوتے ہیں یعنی ایک اکائی۔ ایک دہائی اور ایک سیکڑہ جس سے باقاعدہ تین حرف پیدا ہوئے۔ الف۔ یاء۔ قاف اور جب اُس کو دُگنا کیا تو دوسو بائیس ۲۲۲ ہوئے جس سے باء۔ کاف۔ راء پیدا ہوئے اور سہ چند کیا تو تین سو تینتیس ۳۳۳ ہوئے جس سے جیم۔ لام۔ شین پیدا ہوئے اور چوگنا کرنے سے چار سو چوالیس ۴۴۴ یعنی دال۔ میم۔ تاء۔ پانچ گنا کرنے سے پانچ سو پچپن ۵۵۵ ہوئے جس سے ہاء۔ نون۔ ثاء پیدا ہوئے چھ گنا کرنے سے چھ سو چھیاسٹھ ۶۶۶ ہوتے ہیں ان سے واؤ۔ سین۔ خاء۔ سات گنا کرنے سے سات سو ستتر ہوئے جس سے زاء۔ عین۔ ذال۔ آٹھ گنا کرنے سے آٹھ سو اٹھاسی ہوئے جس سے حاء۔ فاء۔ ضاد پیدا ہوئے۔ نو۹ گنا کرنے سے نو سو ننانوے ۹۹۹ ہوئے جس سے طاء۔ صاد۔ ظاء پیدا ہوئے اِس طرح ستائیس ۲۷ حرف پیدا ہوگئے اب رہا اٹھائیسواں اُس کے عدد ایک ہزار ہیں ہزار کو عربی میں الف کہتے ہیں۔ الف و الف میں تجنیس خطی ہے تو وہ بھی گویا الف سے ہی پیدا ہوا۔ اب تمام علوم اِن اٹھائیس ۲۸ حروف ہی میں بند ہیں اور یہ ہم نے ثابت کر دیا کہ یہ سب ایک حرفِ الف سے نکلے ہیں تو معلوم ہوا کہ سب علوم کا سرچشمہ صرف حرفِ الف ہے تشبیہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ ذات واحد فرد ہونے میں الف سے مشابہ ہے توجس طرح الف مصدرِ جمیع علوم ثابت ہوا اسی طرح ذات واجب الوجود بھی مصدرِ جمیع موجودات ثابت ہے۔ ہاں بین و باریک فرق اتنا ضرور موجود ہے کہ یہاں الف مثل اور حرفوں کے خود بھی الف ہی سے پیدا ہوا ہے اور وہاں اُس کے حکم و قدرت سے تو سب کچھ پیدا ہوا لیکن وہ خود کسی سے پیدا نہیں ہوا اور نہ پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے کوئی اُس کے مثل و مانند ہو سکتی ہے تَعَالَی اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ الٓمّٓ کی تفسیر ایک اور صرف ایک ہو سکتی ہے اور تفسیر وہ ہے جو فرمودۂ رسولؐ سے ثابت ہو۔ اِس لیے کہ مہبطِ وحی بھی جنابِ رسولِ خدا ہیں اور مفسر اور معلمِ تفسیر بھی آنحضرت ہی ہیں۔ یعنی الٓمّٓ سے مراد آلِ محمدؐ ہیں تو اب آیت کا منشاء یہ ہوا کہ آلِ محمدؐ اور وہ کتاب جس میں کسی قسم کا شک نہیں متقیوں کے لیے ہدایت ہیں۔ اب فرمودۂ رسولؐ کو دیکھیے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں مَعْشَرَ النَّاسِ اِنِّیْ تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ وَاِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ۔ (اے گروہِ انسان میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑنے والا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی اولاد جب تک تم اِن دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز ہرگز کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گی جب تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس نہ پہنچیں) اِس حدیث کو جو فریقین کے نزدیک مسلم ہے سُننے کے بعد اگر الٓمّٓ کے معنی آلِ محمدؐ نہیں ہیں تو نتیجہ یہ نکلیگا کہ فقط کتاب متقین کی راہبر اور راہنما ہو سکتی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

صفحہ ۱ ضمیمہ نوٹ نمبر ۱

کافی میں جناب امام محمد باقر یا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ آدم علیہ السلام نے یہ کلمات عرض کیے تھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ عَمِلْتُ سُوْٓءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ٥ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
اَنْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ عَمِلْتُ سُوْٓءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاَنْتَ خَيْرُ
الرَّاحِمِيْنَ ٥ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ عَمِلْتُ سُوْٓءً وَّظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ
وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ٥ ترجمہ "یا اللہ سوائے تیرے معبود نہیں ہے تو منزّہ ہے
اور تیری تعریف کرنے پر بھروسہ ہے میں نے بُرا کیا اور اپنی ذات پر ظلم کیا ہے پس تو میری توبہ قبول کر اور
میری خطا بخشدے حالانکہ تو سب سے اچھا بخشنے والا ہے۔ یا اللہ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں ہے تو منزّہ
ہے اور تیری تعریف کرنے پر بھروسہ ہے میں نے بُرا کیا اور اپنی ذات پر ظلم کیا ہے پس تو مجھے بخشدے
اور تو مجھ پر رحم کر بے شک تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ یا اللہ سوائے تیرے
کوئی معبود نہیں ہے تو منزّہ ہے اور تیری تعریف کرنے پر بھروسہ ہے میں نے بُرا کیا اور اپنی ذات پر ظلم
کیا ہے پس تو میری توبہ قبول فرما بے شک تو سب سے بڑا توبہ قبول کرنے والا اور سب سے بڑا رحم کرنیوالا
ہے" اور دوسری روایت کے بموجب اُن کے ساتھ یہ لفظ بھی تھے بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّعَلِيٍّ وَّفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ
وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اور ایک تیسری روایت کے بموجب الفاظ یہ تھے بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔
تفسیر جناب امام حسن عسکری علیہ السلام میں منقول ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے یہ ترک اولےٰ سرزد
ہوا اور اُنھوں نے اپنے پروردگار سے معذرت چاہی اور یہ عرض کی یَا رَبِّ تُبْ عَلَيَّ وَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ
وَاَعِدْنِيْ اِلٰى مَرْتَبَتِيْ وَارْفَعْ لَدَيْكَ دَرَجَتِيْ فَلَقَدْ تَبَيَّنَ نَقْصُ الْخَطِيْئَةِ وَذُلُّهَا بِاَعْضَائِيْ
وَسَائِرِ بَدَنِيْ ترجمہ "اے میرے پروردگار میری توبہ قبول کر اور میرا عذر سُن اور میرے رُتبے پر مجھے
پہنچادے اور میرا درجہ اپنے حضور میں بلند کر اسلیے کہ اِس ترک اولےٰ کی خرابی اور اُس کی ذلت میرے تمام
اعضا اور میرے سارے بدن سے ظاہر ہو گئی" منجانب اللہ ارشاد ہوا کہ اے آدم آیا تم کو ہمارا یہ حکم یاد نہیں کہ جب
تم پر مصیبتیں۔ سختیاں اور بلائیں نازل ہوں تو تم ہم سے محمدؐ اور اُن کی آلِ پاک کا واسطہ دیکر دعا مانگنا آدم علیہ السلام
نے عرض کی کہ خدایا بے شک (مجھے خیال نہ رہا تھا) پھر خدائے تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و
حسنؑ و حسینؑ کا خصوصیت سے واسطہ دیکر ہم سے دعا مانگو ہم تمہاری درخواست کو قبول کرلینگے اور تمہاری
خواہش سے زیادہ تم کو عطا کرینگے" آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ پروردگارا! اُن کا درجہ اسقدر بڑا
ہے کہ اُن کے توسّل سے تو میری توبہ بھی قبول کریگا اور میرا ترک اولےٰ بھی بخشدیگا۔ حالانکہ مجھے تو نے یہ درجہ
عطا فرمایا ہے کہ اپنے فرشتوں سے مجھے سجدہ کرایا اور اپنی جنّت مجھے رہنے کو عنایت فرمائی اور اپنی کنیز خاص حوّا
میرے نکاح میں دی اور اپنے معزّز فرشتوں سے میری خدمت کرائی خدائے تعالےٰ نے فرمایا کہ اے آدمؑ!
میں نے جو فرشتوں کو تعظیماً تمہارے سجدہ کا حکم دیا تو وہ اُنھی انوار کے باعث تھا جو کہ تم میں قرار دیے گئے
ہو اور اگر تم اِس ترکِ اولےٰ سے پہلے اِنھی کا واسطہ دیکر ہم سے یہ سوال کرتے تو ہم اِس ترک اولےٰ سے

بھی تمہیں بچالیں اور یہ کہ تمہارا دشمن ابلیس تمہارے برخلاف کوئی چال نہ چلنے پائے کہ تم اُس سے محفوظ رہو تو ہم ایسا ہی کرتے۔ لیکن ہمارے علم سابق میں ایسا ہی گزر چکا تھا تو تمہیں وہ خیال ہی کیوں آتا۔ سو اب تم انہی کا واسطہ دیکر ہم سے دعا کرو ہم قبول کر لینگے۔ اِس پر آدم علیہ السّلام نے وہ دعا مانگی جو صفحہ ۱ نوٹ نمبر ا میں درج ہو چکی ہے۔ تفسیر برہان میں حسنؔ ابن راشد سے منقول ہے کہ جب تم سوتے سے اُٹھو تو وہ کلمات کہہ لیا کرو جو حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے پرور دگار کی طرف سے ملے تھے اور وہ یہ تھے۔ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوحِ سَبَقَتْ رَحْمَتُكَ غَضَبَكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ۝ ترجمہ فرشتوں کا اور روح کا مالک بڑا پاک و پاکیزہ ہے۔ تیری رحمت تیرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں نے بے شک اپنی ذات پر ظلم کیا سو تو مجھے بخشدے اور مجھ پر رحم فرما بیشک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا۔ بڑا رحم کرنے والا اور بڑا بخشنے والا ہے۔"

صفحہ ۲ ضمیمہ نوٹ نمبر ۱

عثمان نے کہا کہ ہاں آپ نے رسول اللہؐ سے میرے بارے میں یعنی میری قوم (بنی اُمیّہ) کے بارے میں کیا سُنا ہے؟ حضرت ابوذرؓ غفاری نے فرمایا کہ میں نے خود آنحضرتؐ کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جب آلِ ابوالعاص کی تعداد تیس ۳۰ مرد تک پہنچ جائیگی مالِ خدا پر ہتھ پھیر کرینگے اور کتاب خدا کو (معانی و مطالب بدلکر) پھانسنے کا جال بنائیں گے اور بندگانِ خدا کو لونڈی غلام قرار دیں گے نیک لوگوں سے جنگ کریں گے اور بدکاروں کو اپنی ٹولی بنائینگے۔" عثمان نے کہا کہ اے گروہِ اصحابِ محمدؐ آیا تم میں سے کسی نے جناب رسولِ خدا سے یہ حدیث سُنی ہے؟ سب نے (ایمان نگل کر عثمان کی خاطر سے صاف) کہدیا کہ ہم نے تو جناب رسولِ خدا سے یہ نہیں سُنی۔ اِس پر عثمان بولا کہ ذرا علیؑ کو تو بلا لو۔ چنانچہ جناب امیرالمومنین علیہ السّلام اُس کے پاس آئے تو عثمان نے اُن سے کہا کہ یا ابا الحسنؑ ذرا سُنیئے تو سہی یہ جھوٹا بڈھا کیا بکتا ہے؟ جناب امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا کہ اے عثمان! اِن کو جھوٹا نہ کہہ کہ میں نے خود جناب رسولِ خداؐ کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ آسمان نے کسی شخص پر سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے کسی ایسے کو اُٹھایا نہیں ہے جو ابوذرؓ سے زیادہ سچ بولنے والا ہو" (تصریح معصومینؑ اِس سے مستثنے ہیں غیر معصومین کا ذکر ہے) اصحابِ رسول اللہ نے (جو اُسوقت موجود تھے) اقرار کیا کہ علی مرتضےؑ سچ فرماتے ہیں ہم نے بھی جناب رسولِ خدا سے یہ حدیث سُنی ہے۔ اِس پر حضرت ابوذرؓ رو پڑے اور فرمایا کہ وائے ہو تم پر تم میں سے ہر ایک نے اپنی گردن اِس مال کی طرف دراز کر لی تھی اور تم میری نسبت یہ گمان کرتے تھے کہ میں اور جناب رسولِ خدا کے برخلاف جھوٹ بولتا ہوں (گویا مقصد یہ تھا کہ یہ علی مرتضےؑ ہیں جن کے تشریف لانے نے تم جیسے دنیا طلب لوگوں کو میری تصدیق پر مجبور کیا) پھر اُن کی طرف نظر ڈالی اور دریافت کیا تم میں سب سے بہتر کون ہے؟ سب بولے کہ آپ تو اِس بات کے قائل ہیں کہ آپ ہی ہم سب سے بہتر ہیں فرمایا ہاں! میں نے اپنے حبیب جناب رسولِ خداؐ کو جسوقت وداع کیا ہے تو میں یہی جُبّہ پہنے ہوئے تھا اور اب تک میں اُسی جُبّہ میں ہوں (تصریح۔ مقصد یہ ہے کہ جس حال پر میں اُس وقت تھا اُسی

حال پر اب تک ہوں یعنی جیسے لباس ظاہر کو نہیں بدلا ہے ویسے ہی باطن بھی نہیں بدلا ہے) اور تم لوگوں نے تو بڑے
بڑے احداث کیے ہیں جن کی بابت خدائے تعالےٰ تم سے باز پُرس کریگا اور مجھسے کچھ باز پُرس نہ فرمائے گا۔
اس پر عثمان نے (بات کاٹ کر) کہا کہ اے ابوذرؓ! میں جناب رسولِ خداؐ کے حق کی قسم دیکر تم سے دریافت کرتا
ہوں کہ جو کچھ بھی تم سے پوچھنے والا ہوں اُس کی بابت مجھے ٹھیک ٹھیک خبر دینا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا
کہ واللہ اگر تو جناب رسولِ خداؐ کے حق کی قسم دیے بغیر بھی مجھسے پوچھتا تو میں تجھے ٹھیک ہی ٹھیک خبر دیتا (عثمان
کے ایمان و یقین کا اندازہ کرنے کے لیے یہ بات کافی ہے) یہ سُنکر بولا کہ وہ تمہیں سب سے زیادہ پسند کونسا شہر ہے
کہ تم اُس میں رہا کرو؟ فرمایا مکۂ معظمہ جو اللہ کا بھی حرم ہے اور اللہ کے رسولؐ کا بھی حرم ہے۔ میں اپنی موت کے آنے
تک اُسی میں خدا کی عبادت کیا کرونگا۔ عثمان نے کہا نہیں خدا تمہاری یہ مُراد پوری نہ کرے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ
نے فرمایا تو پھر مدینہ! جو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرم ہے۔ عثمان نے کہا نہیں یہ بھی تمہیں میسّر
نہ ہو۔ راوی حدیث جناب امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ سُنکر حضرت ابوذرؓ خاموش ہو گئے! اب
عثمان نے دریافت کیا کہ وہ شہر کونسا ہے جس میں رہنا تم سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہو؟ فرمایا وہ ربذہ
ہے جس میں میں دینِ اسلام میں آنے سے پہلے رہتا تھا۔ عثمان نے کہا تو اچھا جاؤ وہیں چلے جاؤ۔ حضرت
ابوذرؓ نے فرمایا کہ تو نے مجھسے جو سوال کیا میں نے اُس کا سچا سچا جواب دیدیا اب میں جو سوال تجھسے کرتا
ہوں اُس کا تو بھی مجھے ٹھیک ٹھیک جواب دیجیو! اُس نے کہا اچھا! فرمایا اگر تو نے مجھے اپنے اور اصحاب
کے ساتھ مشرکوں سے لڑنے کے لیے بھیجا ہوتا اور وہ مجھے قید کر لیتے اور یہ کہتے کہ ہم اس کو اُسوقت تک
نہ چھوڑینگے جب تک کہ تو اپنے تمام مال واملاک کی تہائی نہ دیدے (تو تُو کیا کرتا)؟ کہنے لگا کہ میں ضرور
اتنا ہی فدیہ دیکر آپ کو چھُڑا لیتا۔ فرمایا اور اگر وہ یہ کہتے کہ ہم تو تیرے مال واملاک کا نصف لیکر ان کو چھوڑینگے
(تب کیا کرتا) کہا اُس حال میں بھی میں فدیہ دیکر آپ کو چھُڑا لیتا۔ فرمایا اور اگر وہ یہ کہتے کہ ہم تو اس کو
چھوڑینگے ہی نہیں جب تک کہ تو اپنی کُل ملکیت اس کے فدیہ میں ہمیں نہ دے دے (تب کیا ہوتا) کہا میں
سب کچھ آپ کے فدیہ میں دے دیتا اور آپ کو چھُڑا لیتا (فرمایا وہ فدیہ دینا زیادہ ہوتا یا مجھے مکّہ یا مدینے
میں رہنے دینا؟ کہا یہ کسی طرح منظور نہیں) اس پر ابوذرؓ نے فرمایا کہ اللہ اکبر! مجھسے میرے حبیب جناب محمدؐ
نے ایک دن فرمایا تھا کہ اے ابوذرؓ اُس دن تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم سے یہ کہا جائے گا کہ تمہیں
کونسا شہر زیادہ پسند ہے کہ تم اُس میں رہا کرو اور تم یہ کہوگے کہ مکۂ معظمہ جو اللہ کا حرم اور اللہ کے رسولؐ
کا حرم ہے میری خواہش ہے کہ میں اپنی موت آنے تک اُسی میں اللہ کی عبادت کرتا رہوں اُسوقت
کہا جائیگا کہ نہیں خدا تمہاری یہ مُراد پوری نہ کرے پھر تم کہوگے کہ مدینۂ منورہ جو اللہ کے رسولؐ کا حرم ہے
اُسوقت تم سے کہا جائیگا کہ نہیں خدا تم کو یہ بھی میسّر نہ کرے پھر تم سے دریافت کیا جائیگا کہ وہ کونسا شہر ہے
جس میں رہنا تمہیں سب سے زیادہ ناپسند ہے تو تم کہوگے کہ ربذہ جس میں میں دینِ اسلام میں داخل

ہونے سے پہلے رہتا تھا۔ اُسوقت تم سے کہا جائے گا کہ تم وہیں چلے جاؤ۔ میں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ یہ واقعہ یونہی ہونے والا ہے فرمایا ہاں اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ ضرور واقع ہونے والا ہے میں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ آیا میں اُسوقت اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھکر اُس سے قدم قدم پر اُن کو نہ ماروں؟ فرمایا نہیں! (جو کچھ بھی تجھے کہا جائے) سُن اور خاموش رہ گو غلام حبشی کی اطاعت کرنی پڑے۔ اور اے ابوذرؓ اللہ تعالےٰ نے تیرے بارے میں اور تیرے دشمن عثمان کے بارے میں ایک آیت نازل فرمائی ہے میں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ خدائے تعالے کا یہ قول ہے اور پھر حضرتؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

صفحہ ۲۱ ضمیمہ نوٹ نمبر ۲

کافی میں یہ ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا فرمایا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے مابین کے زمانے میں یہ کچھ لوگ تھے جو بت پرستوں کو آنحضرتؐ کے نام سے ڈرایا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ ضرور بالضرور ایک ایسا نبیؐ مبعوث ہوگا جو تمہارے بتوں کو توڑ ڈالے گا اور تمہاری ایسی اور ایسی گت بنائیگا مگر جب آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تو اُنہی لوگوں نے آنحضرتؐ کا انکار کردیا اور تفسیر قمیؔ میں ہے کہ یہودی آنحضرتؐ کی تشریف آوری سے پہلے عربوں سے یہ کہا کرتے تھے کہ اے عرب دیکھو اب اُس نبیؐ کے ظہور کا وقت قریب ہے جو مکّہ سے مبعوث ہوگا اور ہجرت کرکے مدینہ آئیگا وہ سب نبیوں سے آخر اور سب سے افضل ہوگا اُس کی دونوں آنکھوں میں سُرخی ہوگی اور دونوں شانوں کے بیچ میں نبوّت کی مُہر ہوگی۔ ردا اوڑھے گا اور اپنی غذا میں چند لقموں اور چند خرموں پر اکتفا کیا کرے گا بغیر ساز و زین کے گدھے پر سوار ہوا کریگا بہت ہنس مکھ ہوگا لڑائی کے وقت اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھے گا اور مقابلہ میں کوئی بھی آجائے اُسکی پروا نہ کرے گا اُس کے قوی دلائل ربع مسکوں میں اِس سرے سے اُس سرے تک پہنچ جائیں گے اے گروہِ عرب ہم اُس نبیؐ کے ساتھ ہوکر ضرور تم سب کا قتل عام کرینگے مگر جب اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو اِنہی صفات کے ساتھ مبعوث فرمایا تو اُنہی یہودیوں نے آنحضرتؐ سے حسد کیا اور کافر ہوگئے جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ الخ (دیکھو صفحہ ۲۱ سطر ۳)

اور تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں بروایت جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام منقول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو یہودیوں کے اُس ایمان کی اطلاع دی تھی جو وہ آنحضرتؐ کے ظہور سے پہلے اُن پر رکھتے تھے اور اِس بات کی بھی اطلاع دی تھی کہ آنحضرتؐ کا ذکر کرکے اور آنحضرتؐ پر اور اُن کی آلؑ پر درود بھیج بھیج کر اپنے دشمنوں کے برخلاف اُن پر فتح پانے کی دعائیں کیا کرتے تھے چنانچہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے یہودیوں کو جناب موسےٰؑ کے زمانے میں اور اُن کے بعد یہ حکم دیا تھا کہ جب اُن پر کوئی سخت مصیبت پڑے یا کوئی بلا نازل ہو تو وہ جناب محمد مصطفےٰؐ اور اُن کی آلِ پاک کا واسطہ دیکر اللہ تعالےٰ سے دعا کیا کریں اور اُنکے ذریعہ سے مدد مانگا کریں اور وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے یہاں تک کہ مدینہ کے رہنے والے یہودی جناب مصطفےٰؐ

کے ظہور سے برسوں پہلے یہی عمل کیا کرتے تھے اور بڑی بڑی سخت بلاؤں اور مصیبتوں کو اسی عمل سے روک دیتے
تھے اور آنحضرتؐ کے ظہور سے دس برس پہلے بنی اسد و بنی غطفان اور مشرکوں کا ایک گروہ یہودیوں کا دشمن
ہو گیا تھا اور اُن کو ایذا پہنچانے کے درپے رہا کرتا تھا پس یہ اُن کے شر سے بچنے کے لیے اور اس بلا سے محفوظ
رہنے کے لیے اپنے پروردگار سے جناب محمد مصطفےٰؐ اور اُن کی آلِ پاک کا واسطہ دیکر دعا کرتے رہتے تھے یہانتک
کہ ایک موقعے پر بنی اسد و بنی غطفان نے تین ہزار سواروں سے حوالی مدینہ میں جو یہودیوں کے مواضعات
تھے اُن کو جا گھیرا یہودی اُن سے بمقابلہ پیش آئے حالانکہ اُن کے سوار کل تین سو تھے مگر اُنہوں نے محمدؐ و
آلِ محمدؐ کا واسطہ دیکر دعا مانگی اور اُن تین ہزار میں سے ایک حصّہ کو تو کاٹ ڈالا اور باقی کو شکست دیکر بھگا دیا
اب بنی اسد و بنی غطفان نے ایک دوسرے سے یہ کہا کہ آؤ اب ہم کل قبیلوں سے اِن کے برخلاف مدد مانگیں
چنانچہ اُنہوں نے قبیلوں سے اِن کے برخلاف مدد مانگی وہ لوگ آکر بکثرت جمع ہوئے یہانتک کہ تیس ہزار سوار ہو گئے
اور اُن سب نے یہ قصد کیا کہ ان تین سو کو ان کے گانوں ہی میں قتل کر دیں یہ تین سو اپنے اپنے گھروں میں پناہ گزین
ہو گئے اور اُن تیس ہزار نے اِن کا پانی بند کر دیا یعنی وہ نہر کاٹ دی جو ان کے گانوں میں آتی تھی اور اِن کا کھانا
بھی روک دیا (یعنی رسد بند کر دی) یہودیوں نے امان مانگی تو اُن کو امان بھی نہیں دی اور یہ کہا کہ تمہارے لیے
کوئی چارہ نہیں ہے سوائے اِس کے کہ ہم تم کو قتل کرینگے قید کرینگے اور غارت کرینگے۔ اب یہودیوں نے ایک
دوسرے سے مشورہ کیا کہ ہم کیا کریں اُن میں سے جو برابر والے تھے اور جو صاحبانِ بزرگی و رائے تھے اُنہوں نے
یہ کہا کہ موسےٰ علیہ السّلام تمہارے بزرگوں کو اور تمہارے آباؤ اجداد میں سے جو بزرگ تھے اُن کو یہ حکم دیگئے تھے
کہ جب تم پر وقت آ پڑے تو تم محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دیکر گڑگڑا گڑگڑا کر خدائے تعالےٰ سے دعا کرنا لوگ کہنے لگے
کہ ہاں کہہ تو گئے تھے اُنہوں نے کہا بس تو اب دعا کرو چنانچہ اُنہوں نے یہ دعا کی کہ "یا اللہ محمدؐ اور اُن کی
آلِ طاہرہ کا واسطہ دیکر عرض کرتے ہیں کہ جیسا تو نے ہمیں پانی پلایا تھا ان ظالموں نے ہمارا پانی بند کر دیا ہے
ہمارے بوڑھے کمزور و ضعیف ہو گئے ہیں اور ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے اِس سے سخت پریشان ہو گئے ہیں
اور ہم ہلاکت کے قریب پہنچ گئے ہیں" پس خدائے تعالےٰ نے اُن پر موسلا دھار مینھ برسایا جس سے اُن
کے حوض و تالاب نہریں اور برتن سب پُر ہو گئے اُنہوں نے کہا کہ دو خوبیوں میں سے ایک تو ہم کو یہ حاصل ہوئی
پھر چھتوں پر چڑھ کے محاصرہ کرنے والے لشکروں کی حالت دیکھی تو معلوم ہوا کہ مینھ نے اُن کو بہت ہی تکلیف
دی ہے اُن کے اموال و اسباب و ہتھیار سب خراب ہو گئے ہیں اور اسی سبب سے کچھ اُن میں سے
چلے بھی گئے ہیں چونکہ یہ مینھ خلافِ موسم سخت گرمی میں آیا تھا جس وقت عموماً مینھ نہیں ہوتا اب اِس لشکر
میں سے جو باقی رہ گئے تھے اُنہوں نے کہا کہ خیر پانی تم کو مل گیا تو کھانا کہاں سے کھاؤ گے اور اگر یہ لوگ
چلے بھی گئے تو ہم تو اُس وقت تک نہ جائینگے جب تک کہ تم کو اور تمہارے بال بچوں کو مغلوب و مقیّد نہ کر لیں
اور تمہارے مال لوٹ نہ لیں اور اِس طرح اپنی تشفی خاطر نہ کر لیں یہودیوں نے کہا کہ جس نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا

واسطہ دیکر دعا کرنے سے پانی عطا فرمایا ہے وہ اِس پر بھی قادر ہے کہ ہم کو کھانا دے اور جس نے اتنے لوگوں کو بھگا دیا ہے وہ اِس پر بھی قادر ہے کہ باقی جو رہے ہیں اُن کو بھی بھگا دے۔ پھر اُنہوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دیکر یہ دعا کی کہ خدا اُن کو کھانا بھی پہنچائے پس ایک بڑا قافلہ اناج لیکر آیا ان کے پاس دو ہزار اونٹ اور خچر اور گدھے گیہوں اور ستّوؤں سے بھرے ہوئے تھے قافلہ والوں کو لشکروں کی کچھ خبر نہ ہوئی مگر جب ان کے پاس پہنچے تو ان سب کو سوتا پایا اور لشکر والوں کو ان کی خبر نہ ہوئی اِس لیے کہ خدائے تعالےٰ نے اُن کی نیند گہری کر دی تھی قافلہ والے بستی میں آگئے اُن کو کوئی روکنے والا نہ تھا۔ اپنا مال لاکر ڈالا اور سب فروخت کر دیا اور چل دیے۔ اہلِ لشکر کو اب بھی سوتا ہی چھوڑ گئے اِن کا کوئی جاسوس بھی بیدار نہ تھا جو اُن کو دیکھتا جب وہ دُور نکل گئے تب یہ لشکر والے بیدار ہوئے اور یہودیوں سے لڑنے پر آمادہ ہوئے ایک دوسرے سے کہتا تھا آؤ آؤ جلد آؤ ان کو تو بھوک نے خوب ستا رکھا ہے اب یہ ہمارے سامنے ذلیل ہو جائیں گے۔ یہودیوں نے اُن سے کہا کہ ایسا خیال بھی نہ کرنا ہمیں ہمارے پروردگارِ عالم نے کھانا پہنچا دیا اور تم سوتے ہی رہے ہم کو اس طرح اور اس طرح رزق پہنچ گیا اور اگر سوتے میں ہم تم کو قتل کرنا چاہتے تو یہ بھی ہمارے لیے آسان تھا۔ لیکن ہم نے تم پر زیادتی کرنا خود ہی پسند نہ کیا اب بھی خیر سے تم ٹھنڈے ٹھنڈے چلے جاؤ ورنہ ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دیکر تمہارے برخلاف بددعا کرینگے اور خدائے تعالےٰ سے طالبِ نصرت ہوں گے کہ تم کو اسی طرح ذلیل ورسوا کرے جیسے کہ ہم کو پانی اور کھانا پہنچایا ہے اُنہوں نے از رُوئے سرکشی انکار کیا انہوں نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کا واسطہ دیکر بددعا کی اور اُن کے برخلاف نصرت مانگی پھر یہی تین سو اُن تیس ۳۰ ہزار کے برخلاف نکل کھڑے ہوئے کتنوں کو تو اُن میں سے قتل کیا اور کتنوں کو قید کیا اور کتنوں ہی کو کچل ڈالا اور کتنوں کو اُن کے قیدیوں کے ہاتھوں سے بندھوا دیا وہ اُن قیدیوں کو کچھ تکلیف یوں نہیں پہنچاتے تھے کہ اس سے ڈرتے تھے کہ یہودی ہم کو ایذا پہنچائینگے (دس۱۰ برس پہلے تو یہ حالت تھی) مگر جب آنحضرتؐ کا ظہور ہوا تو وہی یہودی آنحضرتؐ سے حسد کرنے لگے اور آنحضرتؐ کو جھٹلانے لگے اِس لیے کہ آنحضرتؐ عرب سے تھے؛

جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ" اللہ تعالےٰ مشرکوں کے برخلاف یہودیوں کی مدد اس لیے فرمایا کرتا تھا کہ وہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو یاد کرکے دعا مانگا کرتے تھے۔ پس اے اُمّتِ محمدؐ تم بھی مصیبت و تکلیف کے وقت میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کو یاد کیا کرو تاکہ اللہ تعالےٰ اپنے فرشتوں کے ذریعے سے اُن شیاطین کے برخلاف جو تمہیں ایذا پہنچانے کا قصد رکھتے ہوں تمہاری مدد فرمایا کرے اِس لیے کہ تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک فرشتہ تو اُسکے داہنی طرف رہتا ہے جو اُس کی نیکیاں لکھتا جاتا ہے اور ایک فرشتہ بائیں طرف ہوتا ہے جو اُس کی بدیاں لکھتا جاتا ہے اور ابلیس کی طرف سے دو شیطان اُس کے ساتھ رہتے ہیں جو اُسے اغوا کرتے رہتے ہیں پس جب وہ اُس کے دل میں وسوسہ ڈالتے ہیں اُسے چاہیے کہ اللہ تعالےٰ کو یاد کرے اور یہ کہے لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود

بھیجے تو دونوں شیطان دبک جاتے ہیں اور چھپ جاتے ہیں۔"

صفحہ ۱۴ ضمیمہ نوٹ نمبر ۳

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ اور دونوں کسی کو وہ سحر اور اُس کے باطل کرنے کا طریقہ اُسوقت تک نہ سکھائیں حَتّٰى يَقُوْلَ جب تک کہ سیکھنے والے سے یہ نہ کہدیں اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ ہم بندوں کے لیے ایک آزمایش ہیں تاکہ وہ جو کچھ بھی سیکھتے ہیں اُس میں خدائے تعالٰے کے احکام کی اطاعت کریں کہ اُس کے ذریعے سے جادو کی تدبیر کو باطل کردیں اور خود جادو نہ کریں۔ فَلَا تَكْفُرْ اس کا یہ مطلب تھا کہ تو اِس جادو کا استعمال کرکے اور اِس کے ذریعے سے کسی کو ضرر پہنچا کے یا لوگوں کو یہ جتلا کے کہ تو اِس کے ذریعے سے موت و حیات پر قادر ہے اور ایسی چیزیں کرسکتا ہے جو سوائے خدا کے کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا کیونکہ اِس قسم کی سب باتیں کفر ہیں کافر نہ ہو۔ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا پس جو جادو سیکھنے کے طالب ہوتے تھے پس وہ ان دونوں قسموں میں سے یعنی اِس سے بھی جسکو خدا نے فرمایا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ اور اُس سے بھی جسکو خدائے تعالٰے نے فرمایا مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ یعنی ان دونوں قسموں کا جادو سیکھتے تھے۔ مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ مطلب یہ ہے کہ ایسی چیزیں سیکھتے تھے جن سے آدمیوں کو ضرر پہنچائیں یعنی طرح طرح کے حیلوں سے اور چغل خوریوں سے شک ڈالنے سے اور یہ کہنے سے کہ فلاں طلسم فلاں جگہ دفن کیا گیا ہے اور فلاں عمل اس اس طرح کیا گیا ہے تاکہ عورت کا دل مرد کی طرف سے پھٹ جائے اور مرد کا دل عورت کی طرف سے بیزار ہو جائے اور اِس طرح اُن دونوں میں کوئی جدائی کی صورت پیدا ہو۔ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ اسکا مطلب یہ ہے کہ ایسے سیکھنے والے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر یہ کہ خدا اُسکو جانتا ہے اور اُن سے مزاحمت نہیں کرتا اِسلیے کہ اگر چاہے تو جبراً اور قہراً روک دے وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اُنہوں نے یہ سحر اِسلیے سیکھا کہ اُس سے جادو کریں اور نقصان پہنچائیں تو ضرور اُنہوں نے ایسی چیز سیکھی جس سے وہ اپنے دین کے بارے میں نقصان اُٹھائیں اور نفع دینی کچھ بھی نہ پائیں بلکہ دینِ خدا سے بالکل نکل جائیں وَلَقَدْ عَلِمُوْا یعنی ایسے سیکھنے والے جانتے ہیں لَمَنِ اشْتَرٰىهُ یعنی جس نے اپنے دین کو بیچکر یہ سحر سیکھ لیا ہو مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ثوابِ جنت اُس کے حصّہ میں کچھ نہیں ہے۔

عیون اخبار الرضا میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے "چونکہ اُن کے اعتقاد میں آخرت کوئی چیز نہ تھی لہٰذا وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جب آخرت ہوگی ہی نہیں تو دنیا کے بعد دارِ آخرت میں اُن کا کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور اگر دنیا کے بعد آخرت ہو بھی جیسے کہ واقعی ہے تو بوجہ اِس کے کہ وہ آخرت کے منکر تھے اُن کا حصہ آخرت میں کچھ بھی نہ ہوگا۔ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اِس کا یہ مطلب ہے کہ اُنہوں نے اپنی جانیں دیکر عذاب خدا خرید لیا لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش وہ اِسے سمجھتے کہ اُنہوں نے آخرت کی بہبودی فروخت کردی اور جنت میں جو اُن کا حصّہ تھا اُسے چھوڑ بیٹھے اِس لیے کہ اِس سحر کو جن لوگوں نے ضرر پہنچانے کی نیت سے سیکھا اُن کے اعتقاد میں نہ خدا تھا نہ رسول نہ قیامت ابھی جنت۔ ملوکوں کا بیان ہے

کہ میں نے جناب امام حسن عسکری علیہ السلام سے عرض کی کہ ہمارے ہاں ایک قوم ایسی رہتی ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ جب بنی آدم کے گناہ زیادہ ہو گئے تو فرشتوں نے ہاروت و ماروت دو فرشتوں کو (زمین پر بھیجنے کے لیے) منتخب کیا اور اللہ نے ایک تیسرے کے ساتھ اُن کو دنیا میں بھیجا اور وہ دونوں کے دونوں زُہرہ نام ایک عورت پر مفتون ہو گئے اور اُن دونوں نے اُس سے زنا کا ارادہ کیا۔ شراب پی۔ اور ناحق ایک شخص کو قتل کر دیا اور یہ کہ اللہ تعالےٰ اُن کو (چاہِ) بابل میں عذاب دے رہا ہے اور یہ کہ جادوگر اُنہی سے جادو سیکھتے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اُس عورت کو مسخ کر کے ستارہ بنا دیا اور ستارہ زُہرہ وہی ہے۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا۔ مَعَاذَ اللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ! خدا کے فرشتے معصوم ہیں اور خدائے تعالےٰ کے الطاف و عنایات سے ہر قسم کی بُرائی سے اور کفر سے محفوظ ہیں خدائے تعالےٰ خود اُن کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (دیکھو صفحہ ۹۵ سطر ۲) نیز فرماتا ہے وَلَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَہٗ (یَعْنِی الْمَلٰٓئِكَۃَ) لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَ یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ ○ (دیکھو صفحہ ۵۱۰ سطر ۵) نیز فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ ○ لَا یَسْبِقُوْنَہٗ بِالْقَوْلِ وَھُمْ بِاَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ ۔۔۔۔ تا ۔۔۔۔ مُشْفِقُوْنَ ○ (دیکھو صفحہ ۵۱۱ سطر ۶) (جن کی نسبت خدائے تعالےٰ ایسا فرمائے اُن سے ایسے افعالِ ناشائستہ سرزد نہیں ہو سکتے)

العیون میں ہے کہ جناب امام رضا علیہ السّلام سے زُہرہ کی بابت جیسا کچھ کہ لوگ روایت کرتے ہیں دریافت کیا گیا یعنی وہ ایک عورت تھی جس کی وجہ سے ہاروت و ماروت کی آزمائش کی گئی نیز سُہیل کی بابت جیسا کہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ وہ ملک یمن کا عشّار یعنی دسواں حصّہ حقِ سلطانی وصول کرنے والا تھا اُس کی نسبت بھی حضرتؑ سے دریافت کیا گیا تو حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ جو کچھ بکتے ہیں سب غلط ہے یہ دونوں تو ستارے ہیں اور اسی نام کے دو بحری جانوروں میں سے تھے پس لوگوں نے غلط طور پر خلط ملط کر لیا اور یہ گمان کر لیا کہ جانور اور ستارے ایک ہی چیز ہیں پس یہ خدا کا کام نہیں ہے کہ اپنے دشمنوں کو مسخ کر کے نورانی بنائے پھر اُن کو آسمان اور زمین کے باقی رہنے تک باقی رکھے۔ یہ بھی فرمایا کہ جو مسخ ہوئے وہ تین دن سے زیادہ باقی نہیں رہے مر گئے اور اُن سے کوئی نسل بھی پیدا نہیں ہوئی اور آج روئے زمین پر کوئی مسخ شدہ موجود نہیں ہے اور جو جانور ایسے باقی ہیں کہ اُن پر مسخ کا نام وارد ہوتا ہے جیسے بندر۔ سؤر اور ریچھ وغیرہ یہ حقیقت میں اُن کے ہم صورت ہیں جن لوگوں کو خدائے تعالےٰ نے مسخ کر دیا تھا اور اُن پر غضب و لعنتِ خدا بوجہ اِس کے نازل ہوئی تھی کہ انہوں نے توحیدِ خدا کا انکار کیا تھا اور اُس کے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ رہے ہاروت و ماروت یہ دو فرشتے تھے جو لوگوں کو جادو اِس لیے سکھلاتے تھے کہ وہ جادوگروں کے شر سے محفوظ رہیں اور اُن کی چال کو باطل کر دیا کریں اور انہوں نے جب کسی کو کوئی چیز سکھلائی تو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَۃٌ فَلَا تَکْفُرْ (دیکھو صفحہ ۲۴ سطر ۵) اب کچھ لوگ

ایسے بھی تھے جنہوں نے اُن چیزوں کا استعمال کیا جن سے انکو منع کیا گیا تھا اور اس طرح کافر ہوگئے اور مرد و عورت میں جُدائی ڈلوانے لگے۔

قول صاحب تفسیر صافی عوام الناس میں ہاروت و ماروت کا اور زہرہ کے مسخ ہونے کا قصہ جس شان سے مشہور ہے اُس کا بُطلان تو آپ کو اوپر کی روایتوں سے معلوم ہوگیا مگر تفسیر قمی و تفسیر عیاشی میں حضرات ائمہ علیہم السلام سے وہ قصہ بھی منقول ہے جو عوام الناس میں رائج ہے پھر اِس تکذیب و تصدیق کا اختلاف کیونکر رفع ہو سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ عوام الناس کی حکایات کو حضرات معصومینؑ نے کسی مصلحت سے باقی رکھا اور اُن کے رموز سمجھا دیے مگر جب یہ دیکھا کہ لوگوں کے اعتقاد پر اُس کے ظاہری لفظوں کے معنوں سے بُرا اثر پڑتا ہے تو اصل قصہ کی تکذیب فرما دی۔

قول مترجم بعض روایتیں اہلبیتِ اطہارؑ سے ایسی بھی وارد ہوگئی ہیں جن سے قول مشہور کی موافقت کا توہم ہوتا ہے لیکن غور و تدبر کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ اُن احادیث کا مطلب قولِ مشہور کے موافق ہرگز نہیں ہے مثلاً اِنہی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ فرشتے ملکی شان سے ہٹا کر انسانی حیثیت میں داخل کرکے دنیا میں بھیجے گئے تھے لہذا اُن سے اگر معاصی کا صدور ہوا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اِس لیے کہ معصومیت تو اُن کو ملکی حیثیت میں حاصل تھی اور جب وہ بغرض امتحان بھیجے گئے تو وہ حیثیت ہی سلب کر لی گئی تھی۔

تمام شد ضمیمۂ پارۂ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارۂ دوم

صفحہ ۳۳ بقیہ نوٹ نمبر ۱ اور یہودیوں کا ایک گروہ جناب رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُنہوں نے عرض کی کہ اے محمدؐ! یہ قبلہ بیت المقدس جسکی طرف چودہ برس آپ نے نماز پڑھی اور اب آپ اُسے چھوڑ بیٹھے تو آیا یہ برحق تھا؟ اور اب آپ اُس کو چھوڑ کر (معاذاللہ) باطل کی طرف ہو گئے اِس لیے کہ حق کے جو کچھ مخالف ہو وہی باطل ہے یا (معاذاللہ) وہ قبلہ ہی باطل تھا جسکی طرف اتنی مدت تک آپ نماز پڑھتے رہے تو اس کا کیا اطمینان ہے کہ اب آپ باطل پر نہیں ہیں؟ جناب رسولخدا نے جواب میں فرمایا کہ وہ بھی حق تھا اور یہ بھی حق ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ (دیکھو صفحہ ۳۳ سطر ۲) اے بندگان خدا جب اُسنے تمہاری بہتری اِس میں سمجھی کہ تمہارے مُنہ مشرق کی طرف رہیں تو تم کو اِس کا حکم دیدیا اور جب تمہاری بہتری اِس میں جانی کہ تمہارے رُخ مغرب کی طرف رہیں تو تم کو اُس کا حکم دیدیا بس اللہ تعالےٰ جو تدبیریں اپنے بندوں کے لیے کرتا ہے اور جن جن اُمور میں اُن کی مصلحتیں سمجھتا ہے تمکو اُس میں چون وچرا کرنے کا حکم نہیں ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا کہ تم لوگ سبت کے دن کام چھوڑ دیتے ہو پھر اُس کے بعد اور دنوں میں وہ سارے کام کرتے ہو پھر سبت کے دن اُن کاموں کو چھوڑ دیتے ہو پھر اُس کے بعد سب کام کرتے ہو تو آیا تم حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف جاتے ہو یا باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف آتے ہو یا باطل کو چھوڑ کر باطل کی طرف جاتے ہو یا حق کو چھوڑ کر حق کی طرف آتے ہو اب جو جی چاہے جواب میں کہو وہی محمدؐ (مصطفےٰ) کا قول اور اُنکا بھی جواب تمہارے لیے ہوگا۔ یہودی کہنے لگے کہ سبت کے دن کام چھوڑنا بھی حق ہے اور اُس کے بعد کام کرنا بھی حق ہے۔ جناب رسولخدا نے فرمایا کہ بس اِسی طرح بیت المقدس کا قبلہ ہونا بھی اپنے وقت میں حق تھا اور کعبہ کا قبلہ ہونا بھی اپنی جگہ برحق ہے۔ اب وہ کہنے لگے کہ اے محمدؐ! جیسا تمہارے خیال کے بموجب تمہارے خدا تعالےٰ نے تم کو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا تو جب اُسے بدلکر کعبہ کی طرف نماز کا حکم دیدیا تو کیا خدا کو بداء واقع ہوا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اِس میں خدا کو کوئی بداء واقع نہیں ہوا اِسلیے کہ جو کاموں کے انجام کا جاننے والا ہو وہ اپنی ذات میں کوئی غلطی نہیں پکڑ سکتا اور نہ پہلے کے خلاف کوئی رائے قایم کیا کرتا ہے اُس کی شان اس سے کہیں زیادہ رفیع ہے نہ اُس کے لیئے کوئی ایسا مانع ہو سکتا ہے جو اُسکے مقصود و مراد سے اُس کو روکے اور نہ ایسے اوصاف والے کے لیے بداء واقع ہو سکتا ہے اُسکی شان تو اس سے کہیں زیادہ بلند ہے کہ اُس سے کسی غلطی کے واقع ہونے کا احتمال ہو سکے۔ پھر جناب رسولخدا

نے فرمایا کہ اے یہودیو! ذرا مجھے یہ تو بتاؤ کہ خدائے تعالےٰ کسی کو بیمار بنا دیتا ہے اور پھر اُسی کو تندرست کر دیتا ہے اور کسی کو تندرست کرتا ہے اور پھر اُسی کو بیمار بنا دیتا ہے آیا اُس میں اُسے بداء واقع ہو جاتا ہے؟ اُنہوں نے عرض کی کہ نہیں تو فرمایا بس اِسی طرح اُس نے اپنے نبی محمد مصطفےٰ کو حکم دیا کہ کعبہ کی طرف نماز پڑھا کریں بعد اِس کے کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دے چکا تھا۔ پس اُس کے پہلے حکم میں کوئی بداء واقع نہیں ہوا۔ پھر فرمایا کہ آیا ایسا نہیں ہوتا کہ وہ گرمی کے بعد جاڑا لے آتا ہے اور جاڑے کے بعد گرمی کیا اِن میں سے ہر موسم کے لانے میں اُس کو بداء واقع ہوتا ہے؟ اُنہوں نے کہا نہیں! فرمایا پس اِسی طرح قبلہ کی تبدیلی میں بھی بداء واقع نہیں ہوا۔ پھر فرمایا کہ آیا اُس نے جاڑے میں تم پر یہ واجب نہیں کیا ہے کہ موٹے کپڑے پہنکر سردی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو اور گرمی میں اپنے آپ کو حرارت سے بچایا کرو آیا گرمی میں اُسے بداء واقع ہو جاتا ہے کہ تم کو اُس حکم کے خلاف حکم دینے لگتا ہے جو حکم وہ جاڑے میں دے چکا تھا؟ اُنہوں نے عرض کی کہ نہیں! فرمایا بس اِسی طرح وہ تمہاری صلاح کے موجب تمکو ایک حکم دیتا ہے اور دوسرے وقت میں دوسری صلاح کے بموجب دوسرا حکم دیتا ہے اگر تم دونوں حالتوں میں خدا کی اطاعت کروگے تو ضرور تم خدا کے ثواب کے مستحق ہوگے۔ اِسی کے بارے میں خدا نے یہ آیت نازل کی ہے لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (دیکھو صفحہ ۲۷ سطر ۸) جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نے اُس کے حکم کی بجا آوری کی طرف توجہ کی ہے تو جو رضا حاصل کرنا تمہارا مقصود ہے اور جو ثواب ملنے کی تمہیں امید ہے تو وہ ایسی ہی توجہ سے میسر ہوگی۔ پھر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے بندگانِ خدا تم لوگ مثل مریض کے ہو اور اللہ تمام عالم کا پروردگار مثل طبیب کے ہے اور مریض کی خیر و صلاح اُسی میں ہے جو کچھ طبیب اُس کو بتلائے اور اُس کے لیئے تجویز کرے۔ اُس میں جسکو مریض کا دل چاہے اور مریض اُس کی فرمائش کرے آگاہ ہو کہ تمکو خدا کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے کہ اسی سے تم کامیاب ہوگے۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۳۶ نوٹ نمبر ۵

(قولِ مترجم۔ اِس آیت کے تمام الفاظ سے عام امتحان کا حتمی وعدہ ظاہر بظاہر صاف صاف معلوم ہوتا ہے اور خاص بندوں کے خاص امتحان کا خاص اشارہ اِس خاص شان سے موجود ہے کہ وعدۂ امتحان نون ثقیلہ کے ساتھ کیا گیا ہے جو چودہ صیغوں پر داخل ہوتا ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ چودہ بندوں کا امتحان خاص ہوگا۔ یہ ذکر تو چہاردہ معصومین علیہم السّلام کے امتحان کا تھا۔ اب خاص مومنین کے خاص امتحان کا ذکر کتاب کمال الدین میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اِس آیت میں جن آزمائشوں کا ذکر ہے قائم آل محمدؑ کے ظہور کی علامتیں ہیں کہ اسوقت مومنین کا خدا کی طرف سے امتحان ہوگا۔ یہ جو خدا نے فرمایا ہے بِشَیْءٍ

بنی اُمیہ کے اُن بادشاہوں سے ہوگا جو اُن کے غلبہ کے آخر زمانہ میں ہوں گے اور یہ جو فرمایا وَالْجُوْعِ تو اُس زمانے میں نرخ حد سے زیادہ مہنگے ہو جانے سے دیگا اور یہ جو فرمایا وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ یہ تجارتوں کے خراب ہو جانے سے اور فصلوں کے کم ہو جانے سے ہوگا۔ اور یہ جو فرمایا وَالْاَنْفُسِ یہ طرح طرح کی موت کے واقع ہونے سے ہوگا اور وَالثَّمَرَاتِ جو فرمایا ہے یہ جو کچھ زراعت کرینگے اُس میں کمی پیداوار کی وجہ سے ہوگا اور یہ جو فرمایا وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ یہ خوشخبری اُن لوگوں کو دیے جانے کا حکم ہے جو ان مصیبتوں کے وقت میں قائم آلِ محمدؐ کے خروج کے منتظر ہوں گے پھر فرمایا کہ یہ جو کچھ ہمنے بیان کیا ہے اِس آیت کی تاویل ہے اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ ؕ

(دیکھو صفحہ ۱۷ سطر ۳)

صفحہ ۳۶ نوٹ نمبر ۲

(قول مترجم) مناسکِ حج میں یہ بھی داخل ہے کہ صفا و مروہ کے درمیان ہرولہ کرکے دوڑے۔ حج کے تمام احکام معلوم کرنے کے لیے تحفۃ المقبول کتاب الحج ملاحظہ کیجیے۔ یہاں خصوصیت کے ساتھ اِس آیت کی تفصیل کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کی بابت سوال کیا گیا تھا کہ آیا یہ واجب ہے یا سُنّت؟ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ واجب ہے۔ پھر کسی نے عرض کی کہ آیا خدا تعالےٰ یہ نہیں فرماتا کہ لَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا جس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اُس پر کچھ الزام نہیں ہے کہ اِن دونوں کے مابین سعی کرے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ جو مطلب تم سمجھے ہو وہ عمرۂ قضا سے متعلق تھا اور واقعہ اُس کا یہ ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے مشرکینِ مکہ سے شرط کرلی تھی کہ آنحضرتؐ کے عمرہ بجا لانے کے وقت وہ صفا و مروہ پر سے بتوں کو ہٹا لینگے۔ پس ایک شخص اُن دنوں میں اور کاموں میں مشغول رہا اور سعی نہ بجا لایا دن ختم ہوگئے بُت پھر اپنی جگہ لوٹا دیے گئے لوگوں نے آکر عرض کی کہ فلاں شخص نے صفا و مروہ کے مابین سعی نہیں کی اور جب بت اپنی جگہ لوٹا دیے گئے ہیں اِس پر خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ پہاڑ تو درحقیقت خدا کی نشانیوں میں داخل ہیں فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ جب وہ اپنے قضا شدہ مناسک ادا کرے تو گو اُن پہاڑوں پر بت بھی رکھے ہوں لیکن چونکہ اس کی نیت میں تعمیلِ حکمِ خدا ہے اِس لیے ایسی حالت میں بھی کرنے کے باعث اُس پر کوئی الزام نہیں۔ اور تفسیر قمیؒ میں ہے کہ قریش نے اپنے بت صفا و مروہ کے مابین قائم کرلیے تھے اور جب سعی کرتے تو اُن کو بھی چھو لیا کرتے تھے۔ سببِ غزوۂ حدیبیہ میں جناب رسولِ خدا سے صلح قرار پائی اور اُس وقت آنحضرتؐ کو بیت اللہ کی زیارت سے روکا تو یہ شرط کرلی تھی کہ سالِ آئندہ بیت اللہ کو آنحضرتؐ کے لیے خالی کردینگے تاکہ آپ تین دن عمرہ بجا لائیں اور پھر وہاں سے چلے آئیں چنانچہ سنہ ۷ ہجری میں جب آنحضرتؐ عمرہ بجا لانے کے لیے داخلِ مکہ ہوئے تو

قریش سے فرمایا کہ اپنے بتوں کو صفا و مروہ کے درمیان سے ہٹا لو تاکہ میں سعی کروں چنانچہ اُنھوں نے اُنکو ہٹا لیا الی آخر الحدیث۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مسلمان یہ گمان کیا کرتے تھے کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا مشرکین کا فعل ہے لہٰذا خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی نیز انہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ صفا و مروہ کے مابین دوڑنا خدا تعالےٰ نے گردن کشوں کی کسرِ شان کے لیے قرار دیا ہے۔

صفحہ ۴۹ نوٹ نمبر ۴ کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ (اوپر والی آیت میں جن شخص کا ذکر ہے اور جن کی تفصیل ہم نوٹ نمبر ۳ کے حاشیہ میں لکھ چکے ہیں) وہ اپنے ظلم اور اپنی بدیوں سے زراعت کو بھی برباد کریں گے اور مخلوقِ خدا کو بھی۔ صاحب تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ اُن کے ظلم کی شومی سے خدا تعالےٰ بارش روک لیگا جس سے مخلوقِ خدا بھی ضائع ہو گی اور کھیتی باڑی بھی برباد ہو گی اور ظلم کے ایسے ہی اور نتیجے بھی نکلینگے۔

صفحہ ۵۰ نوٹ نمبر ۱ اہلسنت کے امام ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور ابن عقبہ نے اپنی کتاب ملحمہ میں اور ابو السعادات نے اپنی کتاب فضائل العشرہ میں اور امام غزالی نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں اپنی اپنی روایتوں سے ابو الیقظان سے اور ہمارے علماء اثنا عشری کے گروہ نے مثل علامہ ابن بابویہ القمی اور ابن شاذان اور کلینی اور طوسی اور ابن عقدہ اور برقی اور ابن فیاض اور عبدکی اور صفوانی اور ثقفی نے اپنی اپنی سندوں سے ابن عباس سے ابی رافع سے اور ہند ابن ابی ہالہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو وحی فرمائی کہ میں نے تم دونوں کو بھائی بھائی بنا دیا ہے اور ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ قرار دی ہے پس تم دونوں میں سے کونسا ایسا ہے جو اپنے بھائی کی خاطر موت کو قبول کرے اور اُس کی زندگی کا طالب ہو دونوں میں سے ہر ایک نے موت کو ناپسند کیا (اور اپنے بھائی کی خاطر جان دینا نہ چاہا) اس پر خدا تعالےٰ نے اُن دونوں کی طرف وحی فرمائی کہ تم میرے ولی علی ابن ابیطالبؑ کے مانند کیوں نہیں بنتے کہ میں نے اُس میں اور اپنے نبی محمد مصطفےٰ میں مواخات قرار دی ہے تو علی مرتضےٰ نے محمد مصطفےٰ کی جان بچانے کی خاطر اپنی جان خطرہ میں جھونک دی ہے اور اس کے بچھونے پر بجاے اُس کے جان دینے کے لیے اسوقت لیٹا ہے اور سو رہا ہے تم دونوں اسی وقت زمین پر جاؤ اور اُس کے دشمنوں سے اُس کی حفاظت کرو۔ بس جبرئیلؑ اُتر کر اُن حضرتؑ کے سرہانے بیٹھے اور میکائیلؑ پائینتی کے قریب بیٹھے اور جبرئیلؑ یہ کہنے لگے۔ کہ اے فرزند ابو طالب! مبارک ہو مبارک ہو آپ کا مثل و مانند کون ہو سکتا ہے کہ آپ کی وجہ سے خدا تعالےٰ فرشتوں پر فخر فرماتا ہے الی آخرہ

بارے میں خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ الخ
تفسیر برہان میں امجالس کی روایت سے منقول ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ راوی ہیں کہ ابن الخطاب کے
مقرر کیے ہوئے شورے کے بموجب جب جناب امیر علیہ السلام اور عثمان اور طلحہ و زبیر اور عبدالرحمن ابن عوف
وسعد ابن ابی وقاص ایک مکان میں داخل ہوئے اور دروازہ اُس کا بند کردیا گیا اور امرِ خلافت میں باہم
مشورہ دینے لگے تو چونکہ اُسنے تین دن کی مدت مقرر کردی تھی اور یہ قرار دیدیا تھا کہ پانچ ایک بات پر متفق
ہوجائیں اور ایک رائے سے علیحدہ رہے تو اُسے قتل کردیا اور چار متفق ہوجائیں اور دو الگ رہیں تو
اُن دو کو قتل کردینا مگر جب سب ایک رائے پر متفق ہوئے تو جناب علیؑ ابن ابیطالب نے اُن سے
فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں تم سے کہوں وہ تم سن لو اگر وہ حق ہو تو اُسے قبول کرنا اور باطل ہو
تو اُس کا انکار کردینا۔ سب نے کہا فرمائیے تو حضرتؑ نے اپنے فضائل بیان کرنا شروع کیے اور وہ سب
کے سب قبول کرتے جاتے تھے اُسوقت جناب امیرؑ نے منجملہ اور فضائل کے یہ بھی فرمایا کہ آیا تم میں کوئی شخص
ایسا ہے جس کے بارے میں آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ الخ نازل ہوئی ہو اور آیا میرے
سوا کوئی اور تھا جو شب ہجرت جناب رسولخداؐ کی بچانے کے لیے اُن کے فرشِ خواب پر سویا ہو۔ اُن
پانچوں نے اقرار کیا کہ آپ کے سوا کوئی اور نہ تھا اور یہ آیت آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔
(قولِ مترجم) اہلسنت کی ۹ کتب احادیث میں اور اہل تشیع کی گیارہ کتب میں معتمد اور معتبر راویوں
سے یہ حدیث منقول ہے کہ یہ آیت جناب امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ مگر تعصب
کا خدا بھلا کرے کہ متاخرین میں ایسے بے حیا بھی پیدا ہوئے جو اس حدیث کے بارے میں شکوک پیدا
کرتے ہیں اور علی مرتضیٰؑ کی کوئی فضیلت متنا پسند نہیں کر سکتے بلکہ حضرتؑ کے ذکر سے انگاروں پر
لوٹ جاتے ہیں۔

صفحہ ۶۱ نوٹ نمبر ۳

کافی میں جناب امام جعفر صادق اور جناب امام محمد باقر علیہما السلام سے منقول
ہے کہ یہ لوگ شام کے شہروں میں سے ایک شہر کے رہنے والے تھے
اور ان کے ستّر ہزار گھر تھے جن میں طاعون ہر ہمیشہ واقع ہوتا رہتا تھا پس جب اُسے آتا معلوم کرتے
اُس شہر کے دولتمند تو بوجہ اپنی قوت کے شہر کے باہر چلے جاتے اور مفلس بوجہ اپنے افلاس و کمزوری کے
شہر میں رہتے اور جو لوگ شہر میں رہتے اُن میں موت زیادہ تر واقع ہوتی اور جو شہر سے نکل جاتے اُن میں
کم واقع ہوتی۔ پس نکلجانے والے یہ کہا کرتے کہ اگر ہم شہر میں رہے ہوتے تو ہم میں بھی زیادہ مری پھیل جاتی اور
جو رہجانے والے ہوتے وہ یہ کہا کرتے کہ اگر ہم نکل گئے ہوتے تو ہم میں سے مزید کم مرتے حضرت فرماتے
ہیں کہ ایک موقعہ پر اُن سب نے باہم اتفاق کرکے یہ رائے طے کرلی کہ اب جب طاعون واقع ہو اور
مرض محسوس ہو تو ہم سب شہر سے نکل جائینگے۔ چنانچہ جب طاعون محسوس ہوا وہ سب نکل گئے اور موت

کے ڈر سے طاعون سے بچنے کے لیے کسی طرف کو چلدیے پھر جہانتک خدا کو منظور تھا وہ شہر بشہر سفر کرتے چلے گئے یہانتک کہ ایک اُجڑی ہوئی بستی کے پاس سے گزرے جس کے باشندے کچھ تو اُس سے نکل گئے تھے اور بقیہ کو طاعون نے فنا کردیا تھا پس یہ لوگ اُس میں جا اُترے پس جب اپنے اسباب ٹھکانے سے لگا چکے اور مطمئن ہوگئے تو خداتعالےٰ نے اُن کو حکم دیا کہ تم سب مرجاؤ چنانچہ وہ اُسی ساعت میں سب مرگئے اور خاک ہوگئے جو گلیتی تھی اور یہ شاہرا ؟ پر مرے پڑے تھے۔ پس آنے جانے والوں نے اُن کو بٹور کر ایک جگہ جمع کردیا۔ اور وہاں انبیاء بنی اسرائیل میں سے خرقیلؑ نامی ایک نبی کا گزر ہوا۔ اُنہوں نے یہ ہڈّیاں دیکھیں تو بہت روئے اور عرض کی کہ اے پروردگار اگر تو چاہے تو ایک ہی ساعت میں اِن کو زندہ بھی کرسکتا ہے جیسے کہ تو نے اِن کو موت دیدی کہ یہ تیرے شہروں کو آباد کرینگے اور تیرے بندے اِن سے پیدا ہوں گے اور یہ جو دوبارہ زندگی پائینگے نئے پیدا ہونے والوں کے ساتھ ملکر تیری عبادت کیا کریں گے خداتعالےٰ نے بذریعۂ وحی ان سے دریافت کیا کہ آیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ ہم اِن کو زندہ کردیں؟ اُنہوں نے عرض کی کہ پروردگارا! ... چنانچہ خداتعالےٰ نے اُن سب کو زندہ کردیا اور صورت اُسکی یہ ہوئی کہ اُن نبیؑ کو وحی فرمائی کہ تم فلاں فلاں الفاظ اپنی زبان پر جاری کرو اُنہوں نے حکم کے مطابق وہ الفاظ جاری کیے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ الفاظ اسم اعظم تھے جیسے ہی حضرت خرقیلؑ نے وہ الفاظ ادا کیے دیکھا کہ وہ ہڈّیاں دوڑ دوڑ کر ایک دوسرے سے مناسب و موزوں مقامات پر مل گئیں اور وہ سب لوگ زندہ ہوکر لگے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے! اور خداتعالےٰ کی تسبیح و تکبیر و تہلیل کرنے اُسوقت حضرت خرقیلؑ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ ہر چیز پر (پوری پوری) قدرت رکھنے والا ہے۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے یہ قصہ بیان کرکے ارشاد فرمایا کہ انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

الغوالی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ایک حدیث مذکور ہے جس میں اہل فارس کی عید نوروز کا ذکر کیا گیا ہے اُس میں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ انبیائے بنی اسرائیل میں سے ایک نبیؑ نے اپنے پروردگار سے یہ عرض کی تھی کہ اُن لوگوں کو زندہ کردے جو اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں موت کے خوف سے نکل گئے تھے اور پھر تو نے اُن کو بھی موت دی تھی اللہ تعالےٰ نے اُن نبیؑ کو وحی فرمائی کہ تم اُن کی قبروں پر پانی چھڑک دو چنانچہ اُنہوں نے اِسی نوروز کے دن اُنپر پانی چھڑکا تھا اور وہ زندہ ہوگئے تھے اور وہ تعداد میں تیس ہزار تھے۔ یہیں سے نوروز کے دن پانی چھڑکنا قدیم زمانے کی سنّت ثابت ہے۔ سوائے راسخون فی العلم کے اور کوئی اِس کا سبب نہیں جانتا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے انہی لوگوں کے بارے میں سوال کیا گیا تھا

جنکو خدا نے حکم دیا تھا کہ مرجاؤ اور پھر اُن کو زندہ کیا تھا یہاں تک کہ لوگوں نے اُن کو زندہ دیکھا تھا
تو آیا پھر اُن کو موت دیدی تھی یا اُنہیں دنیا میں رہنے کی مہلت دی تھی کہ وہ مکانوں میں آباد رہے
ہوں اور کھانا کھاتے ہوں ؟ فرمایا موت نہیں دی تھی بلکہ اُن کو دنیا میں بھیج دیا تھا کہ وہ مکانوں میں
بھی آباد رہے اور اُنہوں نے کھانے بھی کھائے اور عورتوں
سے مباشرت بھی کی اور جتنی مدت خدا
کو منظور تھا دنیا میں رہے بھی
پھر اپنی اپنی موت
سے (مختلف
اوقات میں)
مر بھی گئے

تمام شد ضمیمہ پارۂ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارہ سوم

صفحہ ۶۷ نوٹ نمبر ۵ تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب بنی اسرائیل نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی اور نافرمانی زیادہ کی تو خدا تعالےٰ نے ارادہ فرمایا کہ اُن پر ایسے شخص کو مسلط کرے جو اُن کو ذلیل بھی کرے اور قتل بھی کرے۔ پس حضرت ارمیا علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے ارمیا یہ شہر کتنا بُرا ہے کہ جس کو میں نے اپنے شہروں میں سے منتخب کیا پھر اُس میں اچھا سے اچھا پودا لگایا اور وہ ایسا بُرا نکلا کہ اُس سے خرنوب پیدا ہوا۔ حضرت ارمیا علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے نیک لوگوں کو اِس امر سے اطلاع دی تو اُنہوں نے عرض کی کہ آپ بارگاہ الٰہی میں پھر عرض کیجیے کہ ہم کو اس مثل کے معنی بتلائے۔ پس حضرت ارمیا علیہ السلام نے سات دن روزے رکھے (پھر عرض معروض کی) تو وحی الٰہی ہوئی کہ اے ارمیا! شہر سے مراد بیت المقدس ہے اور جو کچھ میں نے اُس میں بویا ہے وہ بنی اسرائیل ہیں جن کو میں نے اُس شہر میں آباد کیا مگر وہ نافرمانی کو کام میں لائے میرے تواعدکو اُنہوں نے بدل دیا اور میری نعمت کا احسان ماننے کے بدلے کفر کیا پس میں نے اپنی ذاتِ مقدس کی قسم کھائی کہ میں سخت آزمایش سے اُن کو آزماؤنگا کہ بڑے بڑے دانا بھی اُس میں حیران رہ جائیں اور اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو جس کی ولادت بھی بہت ہی بُرے طریقہ سے ہوئی ہو اور جس کا کھانا بھی بہت ہی بُرا اور ذلیل کھانا ہو اُن پر مسلط کرونگا اور وہ جبراً اور قہراً اُن کے اوپر غلبہ حاصل کریگا پھر جو اُن میں سے لڑنے کے قابل ہوگا اُن کو قتل کریگا اور اُن کی عورتوں کو قید کریگا اور سامنے جس بیتِ مقدس پر وہ نازاں ہیں اُس کو وہ برباد کر دیگا اور جس پتھر کی وجہ سے وہ تمام بنی نوع انسان پر اپنا فخر جتلاتے ہیں اُس کو وہ گھورے پر ڈالدیگا اور سو برس وہ وہیں پر رہے گا۔ ارمیا علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے نیک لوگوں کو یہ خبر پہنچائی تو اُنہوں نے عرض کی کہ آپ پھر اپنے پروردگار کی حضور میں رجوع کریں اور یہ عرض کریں کہ جو لوگ فقیر و مسکین و ضعیف ہیں اُن کا کیا قصور ہے (یہ تو گیہوں کے ساتھ گھن بھی پسا جاتا ہے) حضرت ارمیا نے پھر روزہ رکھا اس کے بعد شام کو کھانا کھایا تو کوئی وحی نہ ہوئی پھر سات دن روزے رکھے (اور عرض معروض کی) تو اللہ تعالےٰ نے وحی فرمائی کہ تم اس معاملہ میں سکوت اختیار کرو ورنہ میں تمہارے چہرے کو پشت کی طرف پھیر دونگا۔ پھر وحی کی گئی کہ تم ان (مساکین و فقرا) سے کہدو کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ تمنے بدی کو دیکھا اور اُس سے روکا نہیں ارمیا نے عرض کی اے میرے پروردگار مجھے یہ تو جتلا دے کہ وہ شخص کون ہے؟ تاکہ میں اُسکے پاس جاؤں اور اپنی ذات کے لیے اور اپنے اہلبیت کے لیے اُس سے امان لے لوں۔ فرمایا کہ فلاں فلاں موقع پر جاؤ وہاں تم ایک لڑکے کو

دیکھوگے کہ پُرانی سے پُرانی سخت بیماری اُس کو عارض ہے اور ولادت کی رو سے بھی وہ بہت ہی خبیث ہوگا۔ اور جسم میں سب سے زیادہ کمزور اور غذا بھی اُس کی سب سے بدتر ہوگی پس وہی وہ شخص ہے“ حضرت ارمیا اُس شہر میں پہنچے تو یکایک ایک لڑکے کو ایک پُرانی سرائے کے بیچوں بیچ ایک مزبلے پر سخت پُرانی بیماری کی حالت میں پڑے ہوئے دیکھا اور یکایک اُس کی پالنے والی کو بھی دیکھا کہ ایک پیالے کے ٹھیکرے میں کچھ ٹکڑے سوکھے ہوئے اُس نے ڈال رکھے ہیں اور اُن کے اوپر مادہ سؤر کا دودھ ڈوہ رہی ہے اِس کے بعد اُسے وہ اُس لڑکے کے قریب لاتی ہے اور وہ اُسے کھالیتا ہے“ حضرت ارمیا علیہ السلام نے خیال کیا کہ جس شخص کی حالت خدا تعالےٰ نے بیان کی تھی ہو بہو دنیا میں تو وہ یہی ہوسکتا ہے چنانچہ اُس کے قریب آئے اور اُس سے دریافت کیا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اُس نے عرض کی بخت نصر! (نام سنکر) پہچان لیا کہ یہ وہی ہے پھر اُس کا علاج کیا یہاں تک کہ وہ اچھا ہوگیا۔ پھر اُس سے فرمایا کہ تو مجھے پہچانتا ہے؟ اُس نے کہا کہ جانتا تو نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ آپ بڑے نیک شخص ہیں فرمایا کہ میں بنی اسرائیل میں سے ایک نبی ہوں ارمیا میرا نام ہے اللہ تعالےٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب وہ تجھکو بنی اسرائیل پر مسلط فرمائیگا سو تو ان کے مردوں کو تو قتل کریگا اور جو کچھ بھی تجھے کرنا ہے اُن کے ساتھ سبھی کچھ کر گزریگا۔ امام فرماتے ہیں کہ اُسوقت وہ لڑکا یہ باتیں سنکر اپنے دل میں حیران رہ گیا۔ پھر حضرت ارمیا نے فرمایا کہ تو اپنی طرف سے ایک نوشتہ میرے لیے امان کا لکھدے چنانچہ اُس نے ایک نوشتہ لکھدیا اور اب راتوں کو یہ لڑکا پہاڑ دن میں جاتا اور وہاں سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لاتا اور شہر میں لاکر اُن کو بیچا کرتا آخر یہ نوبت پہنچی کہ لوگوں کو بنی اسرائیل سے لڑنے کے لیے بلانے لگا بنی اسرائیل کا صدر مقام اُسوقت بیت المقدس تھا لوگ کثرت سے اِس کے بلانے پر جمع ہوگئے اور بخت نصر اُن سب کو لیکر بیت المقدس کی طرف بڑھا جب حضرت ارمیا کو اُسکے بیت المقدس کی طرف آنے کی خبر ہوئی تو وہ ایک گدھے پر سوار ہوکر اُس کے استقبال کے لیے چلے اور بخت نصر نے جو امان کی اُن کو لکھکر دیدیا تھا وہ اُن کے پاس تھا مگر اُس کے لشکر اور مصاحبوں کی کثرت کے سبب حضرت ارمیا اُس تک نہ پہنچ سکے اِس لیے اُنہوں نے وہ امان نامہ ایک لکڑی پر باندھکر اُسے بلند کیا۔ بخت نصر نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ فرمایا میں وہی ارمیا نبی ہوں جس نے تجھے اِس بات کی بشارت دی تھی کہ تو عنقریب بنی اسرائیل پر مسلط ہوجائیگا۔ اور یہ تیرا امان نامہ ہے جو تو نے میرے لیے دیا تھا اُسنے کہا کہ بہت اچھا آپ کو تو میں نے امان بخشی! اب رہے آپ کے اہلبیت! تو میں اسی جگہ سے بیت المقدس کی طرف ایک تیر پھینکتا ہوں۔ اگر میرا وہ تیر بیت المقدس تک پہنچ گیا تو میں اُن کو امان نہ دونگا اور اگر نہ پہنچا تو وہ سب مامون ہونگے۔ یہ کہتے ہی اُس نے کمان کھینچی اور بیت المقدس کی طرف ایک تیر سر کیا ہوا نے اس کا تیر بیت المقدس تک پہنچادیا کہ وہ اُس کے پردے میں جا اٹکا۔ بخت نصر نے

کہا کہ اب میں اُن کو امان نہیں دے سکتا۔ ساتھ ہی اُس کی نظر مٹی کے ایک ٹیلے پر پڑی جو شہر کے
بیچوں بیچ تھا۔ دیکھتا کیا ہے کہ اُس کے بیچوں بیچ سے خون جوش مار مار کر نکل رہا ہے اور جتنی مٹی اُس پر
ڈالی جاتی ہے خون اور زیادہ اُبلتا ہے۔ بخت نصر نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے لوگوں نے کہا کہ یہ
اللہ کا ایک نبی تھا جس کو بنی اسرائیل کے بادشاہوں نے قتل کر دیا یہ اُس کا خون اُبلتا ہے اور
جتنا بھی ہم اِس کے اوپر مٹی ڈالتے ہیں وہ اور زیادہ جوش کھا کھا کر نکلتا ہے۔ بخت نصر نے کہا تو میں بھی
بنی اسرائیل کو اُسوقت تک قتل کیے ہی جاؤنگا جب تک یہ خون نہ تھمے اور وہ خون حضرت یحییٰ
ابن حضرت زکریا علیہما السلام کا تھا۔ اُن حضرت کے زمانے میں ایک بڑا ظالم بادشاہ تھا جو بنی اسرائیل
کی عورتوں سے زنا کیا کرتا تھا اور کبھی کبھی حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پاس سے بھی گزرا کرتا تھا
حضرت یحییٰ علیہ السلام اُس سے فرمایا کرتے تھے کہ اے بادشاہ یہ فعل تیرے لیے جائز نہیں ہے
اِس سے پرہیز کر ایک موقعہ پر اُن عورتوں میں سے جس سے وہ زنا کرتا تھا ایک عورت نے نشہ کی
حالت میں اُس سے کہدیا کہ اے بادشاہ یحییٰ کو قتل کر دے۔ چنانچہ اُس نے حکم دیدیا کہ یحییٰ علیہ السلام
کا سر اُس کے سامنے لایا جائے سو یحییٰ علیہ السلام کا سر ایک طشت میں رکھکر اُس کے سامنے لایا گیا۔ سامنے
آتے ہی وہ سر اُس سے باتیں کرنے لگا اور یہ کہنے لگا کہ اے شخص اللہ سے ڈر یہ فعل تیرے لیے جائز
نہیں ہے پھر خون اُس طشت سے اُبلا یہاں تک کہ زمین پر پہنچا۔ پھر زمین سے اُبلا اور اُس وقت سے
ابتک اُبلے جاتا ہے ٹھہرتا ہی نہیں۔ حالانکہ یحییٰ علیہ السلام کے قتل اور بخت نصر کے خروج کے مابین
سو برس کا زمانہ گزر چکا تھا۔ اب بخت نصر اُن کے قتل پر تل پڑا گاؤں گاؤں میں جاتا تھا اور مردوں
عورتوں، بچوں اور اُن کے جانوروں تک کو قتل کرتا تھا لیکن وہ خون کسی طرح نہیں ٹھہرتا تھا یہانتک
کہ جتنے بھی اُس ملک میں تھے اُس نے سب فنا کر دیے۔ پھر اُس نے دریافت کیا کہ آیا اِس
ملک میں اب کوئی باقی ہے لوگوں نے کہا کہ ہاں فلاں موضع میں ایک بڑھیا باقی ہے کسی کو بھیجا اور اُس
نے جا کر خود اُس خون کے اوپر بڑھیا کی گردن کاٹ کر ڈال دی اُس وقت خون ٹھہرا۔ یہ بڑھیا باقی رہنے
والوں میں سب سے زیادہ آفت تھی۔ اُس کے بعد بخت نصر ارض بابل میں آیا اور یہاں اُس نے ایک
شہر بنایا اُسی میں اقامت اختیار کی اور ایک کنواں کھدوایا جس میں حضرت دانیال علیہ السلام کو ڈلوادیا
اور ان کے ساتھ ایک شیرنی بھی اُسی میں ڈلوادی یہ شیرنی تو کنوئیں کی مٹی کھاتی تھی اور حضرت دانیال اسکا
دودھ پیتے تھے اسی طرح ایک مدت گزر گئی پھر اللہ تعالےٰ نے اُس نبی کو جو اُسوقت بیت المقدس میں
تھے یہ وحی فرمائی کہ تم یہ کھانا اور پانی لیکر دانیال کے پاس جاؤ اور اُن کو ہمارا سلام پہنچاؤ۔ اُنہوں نے
عرض کی کہ اے میرے پروردگار وہ ہیں کہاں؟ ارشاد ہوا کہ فلاں فلاں موقع پر چاہِ بابل میں ہیں
امام فرماتے ہیں کہ وہ نبی چاہِ بابل پر آئے اور کنوئیں میں جھک کر آواز دی کہ اے دانیال! حضرت

دانیالؑ نے جواب دیا لبیک! یہ آواز تو عجیب ہے نبیؑ سے کہا کہ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے
ور آپ کے لیے کھانا اور پانی بھیجا ہے پھر ڈول کی طرح لٹکا کر وہ چیزیں انہیں پہنچائیں اسوقت حضرت
دانیال علیہ السّلام نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَا يَنْسٰى مَنْ ذَكَرَهٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَا يُخَيِّبُ مَنْ
دَعَاهُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ مَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ كَفَاهُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ مَنْ وَثِقَ بِهٖ لَمْ
يَكِلْهُ اِلٰى غَيْرِهٖ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَجْزِيْ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَجْزِيْ
بِالصَّبْرِ نَجَاةً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ يَكْشِفُ ضُرَّنَا عِنْدَ كُرْبَتِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هُوَ
ثِقَتُنَا حِيْنَ يَنْقَطِعُ الْحِيَلُ مِنَّا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هُوَ رَجَاؤُنَا حِيْنَ سَاءَ ظَنُّنَا بِاَعْمَالِنَا
(ترجمہ) سب تعریف اُس خدا کے لیے زیبا ہے جو اپنے یاد کرنے والے کو ترک نہیں فرماتا۔
سب تعریف اُسی خدا کے لیے زیبا ہے جو اپنے دعا مانگنے والے کو نااُمید نہیں فرماتا۔ سب تعریف
اُس اللہ کے لیے زیبا ہے جو اُس شخص کے لیے کفایت فرماتا ہے جو اس پر بھروسہ کرے۔ سب
تعریف اُس اللہ کے لیے زیبا ہے جو اپنے او پر پختہ بھروسہ کرنے والے کو کسی غیر کے سپرد نہیں فرماتا۔
سب تعریف اُس اللہ کے لیے زیبا ہے جو نیکی کا بدلہ نیک ہی دیتا ہے۔ سب تعریف اُس اللہ کے لیے زیبا ہے جو صبر
کے لیے نجات دیتا ہے۔ سب تعریف اُس اللہ کے لیے زیبا ہے جو ہماری سخت تکلیف کے وقت ہماری مصیبت کو
رفع کر دیتا ہے اور سب تعریف اُسی اللہ کے لیے زیبا ہے جو ہماری تدبیروں قطع ہونے کے وقت ہمارا سہارا ہوتا ہے اور
سب تعریف اُسی اللہ کے لیے زیبا ہے جو اُسوقت ہماری اُمیدگاہ ہوتا ہے جبکہ ہم اپنی بداعمالی کے سبب بدگمان ہوتے ہیں۔
امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اسی موقع پر خدا تعالےٰ نے بخت نصر کو سوتے میں ایک خواب
دکھلایا کہ اُس کا سر لوہے کا ہو گیا ہے اور اُس کے دونوں پاؤں تانبے کے اور اُسکا سینہ سونے کا
حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اُس نے منجموں کو بلایا اور اُن سے پوچھا کہ بتاؤ میں نے کیا خواب دیکھا؟ وہ بولے
کہ ہم کیا جانیں حضور نے کیا دیکھا؟ ہاں جو کچھ حضور نے دیکھا ہو ارشاد فرمائیے (تو ہم کچھ تعبیر دے سکیں)
بادشاہ نے (غصہ ہو کر) کہا کہ میں تمہیں اتنی مدت سے تنخواہیں یوں ہی دے رہا ہوں اور تم اتنا بھی نہیں
جانتے کہ میں نے خواب میں کیا دیکھا ہے۔ اُسی وقت حکم دیا گیا اور وہ سب قتل کیے گئے۔ حضرتؑ
فرماتے ہیں کہ اُسوقت کسی مصاحب نے یہ عرض کی کہ اِس خواب کو اگر کوئی بتا سکتا ہے تو وہ بتا سکتا
ہے جو کنوئیں میں قید ہے اِس لیے کہ (یہ معجزہ تو اُس کا ظاہر ہو چکا) آجتک شیرنی نے اُس سے کوئی تعرض نہیں
کیا بلکہ خود مٹی کھاتی ہے اور اُسے دودھ پلاتی ہے بادشاہ نے فوراً کسی کو بھیجکر حضرت دانیالؑ کو نکلوایا
ن سے دریافت کیا کہ بتلائیے میں نے خواب میں کیا دیکھا ہے؟ فرمایا کہ اے بادشاہ! تو نے خواب میں
یکھا ہے کہ سر تیرا فلاں چیز کا ہو گیا ہے اور پاؤں تیرے فلاں چیز کے ہو گئے ہیں اور سینہ تیرا فلاں چیز
ہو گیا ہے۔ اُس نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے یہی دیکھا ہے۔ اب بتلائیے اِس کی تعبیر کیا ہے فرمایا

تیری سلطنت ختم ہوگئی تو تین دن میں قتل کردیا جائیگا - اور تجھکو فارس کا ایک شخص قتل کریگا۔ اُس نے کہا میرے گرداگرد سات شہر ہیں اور ہر شہر کے دروازے پر نگہبان ہیں اور میں اتنے پر بھی مطمئن نہیں ہوا بلکہ ہر شہر کے دروازے پر تانبے کی ایک بطخ بنا کر رکھدی ہے کہ جب کوئی پردیسی اس دروازے میں گھستا ہے تو وہ چیختی ہے اور جب تک وہ پکڑ نہ لیا جاوے وہ چیختی رہتی ہے - امام فرماتے ہیں کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے کہا کہ ہونا تو وہی ہے جو کچھ میں کہچکا اُسی وقت بخت نصر نے بہت سے سوار فصیل کے گرداگرد پھیلا دیے اور یہ حکم دیدیا کہ جو تمہیں ملے اُسے قتل کردو وہ کوئی کیوں نہ ہو اور دانیال علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ تم ان تین دن کہیں نہ جاؤ میرے ہی پاس بیٹھے رہو اگر (مجھ پر) تین دن (خیر سے) گزر گئے تو تمہیں قتل کردونگا - چنانچہ جب تیسرے دن شام ہونے کو ہوئی تو بخت نصر کے دل پر ایک غم طاری ہوگیا وہ مکان سے باہر نکلا اور اُسے ایک لڑکا ملا جو اہل فارس میں سے تھا اور اس کے بیٹے کی خدمتگاری کرتا تھا - مگر بادشاہ کو یہ خبر نہ تھی کہ وہ اہل فارس سے ہے بادشاہ نے اپنی تلوار اُسے دی اور یہ کہا کہ اے لڑکے آج مخلوق خدا میں سے جو بھی تجھے ملے اُسے قتل کردیجیو - اور اگر میں بھی تجھے ملجاؤں تو مجھے بھی قتل کردیجیو لڑکے نے تلوار لیلی اور فوراً بخت نصر کے ایک ضرب لگائی اور وہیں اُسے قتل کردیا - اُسوقت حضرت ارمیا علیہ السّلام اپنے گدھے پر سوار ہوئے اُن کے پاس کچھ انجیر بطور ناشتے کے تھے اور کچھ شیرہ - اُسوقت اُنہوں نے خشکی کے درندوں کو بھی دیکھا اور تری کے درندوں کو اور ہوا کے درندوں کو دیکھا کہ مردار جسموں کو نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اُسی وقت ایک ساعت غور و فکر کی اور پھر اپنے دل میں یہ کہا کہ اللہ اِس کو دوبارہ کیونکر پیدا کریگا حالانکہ مختلف درندے اسے کھا گئے ہیں خدا تعالےٰ نے فوراً اُسی جگہ اُن کو موت دیدی اِسی کا ذکر خدا تعالےٰ فرماتا ہے " اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيِيْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ " (دیکھو صفحہ ۲ سطر ۶)

ثُمَّ بَعَثَهٗ کے یہ معنی ہیں کہ اُن کو پھر زندہ کیا - پھر جب خدا تعالےٰ نے بنی اسرائیل پر رحم کیا اور بخت نصر کو ہلاک کردیا تو مقتولین بنی اسرائیل کو پھر زندہ کرکے دنیا میں بھیجا اور بخت نصر کو جس وقت اللہ نے بنی اسرائیل پر مسلط کیا تھا اُسوقت حضرت عزیرؑ بھاگ کر ایک چشمہ میں چلے گئے تھے اور غائب ہوگئے تھے اور حضرت ارمیاؑ اس طرح سو برس تک مرے پڑے رہے تھے پھر اللہ تعالےٰ نے اُن کو زندہ کیا تو سب سے پہلے اُن کی آنکھوں میں جان ڈالی تیلیوں میں جان اسی طرح آئی جس طرح انڈے کی زردی میں ہوتی ہے - پھر بذریعہ وحی اُن سے دریافت کیا کہ كَمْ لَبِثْتَ ط اُنہوں نے عرض کی لَبِثْتُ يَوْمًا پھر سورج کی طرف نظر ڈالی اور دیکھا کہ اونچا ہوگیا ہے تو عرض کی اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ط اُسوقت خدا تعالےٰ نے فرمایا بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ

وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا (دیکھو صفحہ ۶۰ سطر ۱۲) اب لگے وہ گلی ہوئی چورا چورا ہڈیوں کی طرف دیکھنے کہ وہ کیونکر جمع ہوتی جاتی ہیں اور وہ گوشت جسے درندے کھا گئے تھے کیونکر ہڈیوں پر چڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ خود بھی کھڑے ہو گئے اور گدھا بھی کھڑا ہو گیا آخر بول اٹھے اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ (دیکھو صفحہ ۶۰ سطر ۱۳)

تفسیر مجمع البیان میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام پچاس برس کی عمر میں اپنے اہل و عیال سے جدا ہو کر کہیں تشریف لے چلے زوجہ اُن کی حاملہ تھیں (راستہ میں اُن پر ایسا ہی واقعہ گزرا جیسا اوپر کی آیتوں میں بیان ہو چکا ہے یعنی) خدا تعالے نے اُن کو سو برس کے لیے موت دی اس کے بعد از سر نو زندہ کیا تو وہ تو اپنے بال بچوں میں اس طرح پلٹ کر آئے کہ پچاس ہی برس کے تھے اور بیٹا اُن کا سو برس کا تھا تو اس طرح اُن کا بیٹا اُن سے سن میں بڑا تھا۔ یہ خدا تعالے کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ ابن الکوا نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کی کہ یا امیر المومنین اہل دنیا میں کوئی بیٹا ایسا بھی ہوا ہے جو اپنے باپ سے سن میں بڑا ہو؟ فرمایا ہاں وہ حضرت عزیر علیہ السلام کا بیٹا تھا جبکہ اُن کا گزر ایک اجڑی ہوئی بستی پر سے ہوا تھا۔ اور اسی موقع پر بیٹا بھی ایک عورت سے پیدا ہوا تھا۔ یہ اُس وقت گدھے پر سوار تھے اِن کے پاس ایک ٹوکری تھی جس میں انجیر تھے اور ایک کوزہ تھا جس میں کچھ شیرہ بھرا ہوا تھا۔ اُس اجڑی ہوئی بستی پر سے گزرے تو فرمایا اَنّٰى يُحْيِیْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا چنانچہ سو برس کے لیے خدا نے خود انہیں موت دیدی یہاں اُن کا بیٹا بڑا ہوا اور اُس سے اولاد پیدا ہوئی بلکہ اولاد در اولاد پھر خدا نے اُن کو زندہ کیا تو وہ پلٹ کر اپنے گھر آئے تو یہ وہ بیٹا تھا جو اپنے باپ سے سن میں بڑا تھا اور روایت میں یہ بھی وارد ہے کہ جب وہ اپنے لوگوں کے پاس اپنے اُسی گدھے پر سوار ہوئے آئے اور یہ کہا کہ میں عزیر ہوں تو انہوں نے اُن کی تہذیب کی تب اُنہوں نے ساری توریت حفظ سنائی اور توریت کو حضرت عزیر کے سوا اور کسی نے حفظ کیا ہی نہیں تھا۔ اسی سے لوگوں نے انہیں پہچان لیا اور بہت سے کہنے لگے کہ بیا ابن اللہ ہیں اور ایک قول کے بموجب جب وہ اپنے گھر پلٹ کر آئے تو یہ خود تو جوان تھے اور ان کے بیٹے پوتے بڑھے۔ جب وہ اُن سے کوئی بات کہتے تو وہ کہتے کہ یہ تو سو برس کی بات ہے۔

قول صاحب تفسیر صافی ظاہراً ان روایتوں میں اختلاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ حضرت ارمیا علیہ السلام کے لیے یہ قصہ لکھا ہے اور دوسری جگہ حضرت عزیر علیہ السلام کے لیے اور ایک جگہ

حضرت عزیرؑ کے غائب ہونے کا حال لکھا ہے اور دوسری جگہ موت کا۔ مگر یہ اختلاف اس طرح رفع ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت ارمیا علیہ السلام کے لیے بھی ایسا واقعہ ہوا ہو اور حضرت عزیر علیہ السّلام کے لیے بھی۔ نیز کسی نے حضرت عزیر علیہ السلام کا غائب ہونا خیال کیا ہو اور اسی طرح روایت کر دی ہو اور بعد میں انہوں نے آ کر اپنی موت کا اظہار کیا ہو۔ ایک یہ امر بھی خیال کے قابل ہے کہ تفسیر میں بخت نصر کا بنی اسرائیلؑ کو حضرت یحییٰؑ ابن زکریا کے خون پر قتل کرنا بیان کیا گیا ہے اور بعض روایتوں اور کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کی ولادت بخت نصر کے واقعہ کے بعد ہوئی ہے تو یہ تعجب بھی اس طرح رفع ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کوئی یحییٰ ابن زکریا پہلے بھی گزرے ہوں وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ عِنۡدَ اللّٰہِ۔

صفحہ ۲۷ نوٹ نمبر ۲

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے الاختصاص میں اپنی اسناد سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے سوال کیا کہ یا علیؑ تم نے آج کی رات میں کوئی عمل کیا ہے انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ حضرت یہ سوال کیوں فرماتے ہیں۔ فرمایا تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ نے چار معنی نازل فرمائے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں میرے پاس چار درہم تھے میں نے ان میں سے ایک درہم رات کو خیرات کیا اور ایک دن میں اور ایک درہم چھپا کر دیا۔ اور ایک ظاہر بظاہر۔ فرمایا اسی سبب سے خدا تعالیٰ نے تمہارے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (دیکھو صفحہ ۲۷ سطر [illegible])

قول مترجم۔ ہمارے علماء میں سے صاحب تفسیر عیاشی و صاحب تفسیر مجمع البیان و علامہ ابن بابویہ القمی علیہ الرحمہ نے اپنی اپنی کتابوں میں یہی مضمون نقل کیا ہے تو ہم اثنا عشریوں کے تو چار عالموں نے نقل کیا ہے اور چار یاریوں کے بارہ راوی ہیں ازانجملہ اوّل ابو المؤید موفق ابن احمد دوسرے امام ثعلبی جنہوں نے ایک روایت ضحاک سے لی ہے اور دوسری مجاہد سے تو یہ کل تین ہوئے چوتھے ابراہیم ابن محمد الحموینی پانچویں صاحب فصول المہمہ مالکی انہوں نے واحدی مفسر سے نقل کی ہے پھر چار روایتیں حافظ ابو نعیم اصفہانی کی ہیں پہلی عبدالوہاب ابن مجاہد سے دوسری سلمہ سے تیسری یحییٰ ابن الیمان سے چوتھی احمد ابن علی سے یہاں تک نو ہوئے دسویں ابن مغازلی شافعی جنہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے گیارھویں علامہ ابن شہر آشوب جنہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس سدی۔ مجاہد۔ کلبی۔ ابو صالح واحدی۔ طوسی۔ ثعلبی۔ طبری۔ ماوردی۔ قشیری۔ ثمالی۔ نقاش۔ فتال۔ عبداللہ ابن الحسین۔ علی ابن حرب طائی۔ مفسرین سے روایت ہے کہ ان سب نے اپنی اپنی تفسیروں میں یہ

مضمون لکھا ہے کہ جناب علی ابن ابیطالبؑ کے پاس چار درہم چاندی کے تھے پس ایک آنحضرتؐ نے رات میں خیرات کیا اور ایک دن میں ایک پوشیدہ خیرات کیا اور ایک ظاہر تھا ہر میں اللہ تعالےٰ نے آیۃ الذین الخ مذکورۂ بالا نازل فرمایا اور ایک ایک درہم کو مال کے نام سے نامزد کیا اور آنحضرتؐ کو اس خیرات کے قبول کرنے کی بشارت دی علامہ نطنزی نے اپنی کتاب خصائص میں اس کا ذکر کیا ہے۔ بارھویں علامہ ابن ابی الحدید معتزلی ہیں جو علماے عامہ میں فرقہ معتزلہ کے بہت بڑے عالم ہیں انہوں نے نہج البلاغہ کی شرح لکھی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے استاد ابوجعفر اسکافی نے جاحظ کی رد میں فرمایا کہ تم خود دیکھتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے آیہ نجوےٰ نازل فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىکُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِکَ خَیْرٌ لَّکُمْ الخ (دیکھو صفحہ ۲۶ سطر ۲) تو اس پر سواے علی ابن ابیطالبؑ کے اور کسی نے بھی عمل نہیں کیا حالانکہ تم خود اقرار کرتے ہو کہ علی ابن ابیطالبؑ فقیر تھے اور اُن کا ہاتھ خالی تھا اور ابوبکر کے پاس وسعت مال کی وہ حالت تھی جس کا پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں مگر پھر بھی وہ صدقہ دینے کے خوف سے راز میں باتیں کرنے سے باز رہا پھر اسی کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں پر عتاب فرمایا اور یوں ارشاد کیا۔ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىکُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ الخ (دیکھو صفحہ ۲۶ سطر ۳) اِن آخری لفظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے اُن کے صدقہ دینے سے باز رہنے کو گناہ قرار دیا پھر ہم کیسے اِس بات کو تسلیم کر لیں کہ ابوبکر نے کسی وقت میں بقول تمہارے چالیس ہزار درہم راہ خدا میں خرچ کیے ہوں گے جبکہ جناب رسول خداؐ سے بعینہٖ راز بات کرنے میں ایک دو درہم کے خرچ کرنے کے لیے بھی اپنے نفس کو راضی نہ کر سکا۔ رہے علی علیہ السلام اُن کے بارے میں خدا فرماتا ہے کہ اُنہوں نے باوجود خواہش طعام ہونے کے اپنا کھانا مسکین و یتیم و اسیر کو کھلا دیا (اور ایسا ہی عمل اُن کی زوجہ۔ اُن کی دو بیٹوں اور اُن کی لونڈی فضہ نے بھی کیا) جس کے سبب سے خدا تعالےٰ نے خود اُن کی شان میں اِن کی زوجہ محترمہ کی شان میں اور اُن کے دونوں بیٹوں کی شان میں قرآن مجید کی ایک پوری سورت نازل فرمائی اور وہی ایسے ہیں کہ جن کے پاس کل چار درہم تھے تو اُن میں سے ایک درہم پوشیدہ خیرات کیا اور ایک علانیہ پھر ایک دن میں خیرات کیا اور ایک رات میں جس کے سبب سے اللہ تعالےٰ نے اُن کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ الخ (دیکھو صفحہ ۲۵ سطر ۳) اور وہی ہیں کہ جنہوں نے راز میں بات کرنے سے پہلے صدقہ پر صدقہ دیا جس حال میں کہ کل مسلمانوں نے اِس حکم کی تعمیل سے روگردانی کی اور وہی ہیں کہ جنہوں نے رکوع کی حالت میں اپنی انگوٹھی خیرات میں دی جس کے سبب سے خدا تعالےٰ نے اُن کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ

الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۱۸۵ سطر ۵)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ صفحہ ۷۶

احتجاج طبرسی میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے بروایت اپنے آبائے کرام کے خود جناب امیر المومنین علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے جس میں جناب رسولخدا کے مناقب بیان کیے گئے ہیں از آنجملہ یہ ذکر بھی ہے کہ آنحضرتؐ کو جب شب معراج مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک لیجایا گیا جو ایک مہینہ بھر میں طے ہونے کا فاصلہ ہے اور پھر وہاں سے آسمانی سلطنتوں کی سیر کرائی گئی جو پچاس ہزار برس میں طے ہونے کا فاصلہ ہے مگر ایک تہائی رات سے کم میں آنحضرتؐ وہاں پہنچائے گئے یہاں تک کہ ساق عرش کے قریب پہنچے اور جھٹ سے رفرف سبز آپ کے قریب آگیا اور نور نے بعبارت پر احاطہ کر لیا اُسوقت اپنے پروردگار کی عظمت کو آپ کی آنکھوں نے دیکھا اور ظاہری آنکھوں سے کچھ نہ دیکھا اور قرب کی یہ نوبت پہنچی جسے خود باریتعالےٰ ارشاد فرماتا ہے فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی اور اُسوقت جو ارشادات ہوئے اُن کی نسبت فرماتا ہے فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی پس اُس وقت آنحضرتؐ کی طرف خدا تعالےٰ نے جو وحی فرمائی تھی اُس میں سورۂ بقرہ کی یہ آتیں بھی داخل تھیں۔ جو ترتیب موجودہ میں اُس سورہ کا رکوع آخر ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (دیکھو صفحہ ۷۶ سطر ۱۴) یہ آیت آدم علیہ السلام سے لیکر اُسوقت تک کہ آنحضرتؐ مبعوث ہوئے ہر ہر نبی پر اور اُن کی اُمتوں پر پیش کی گئی تھی اور اُن سب نے اِس حکم کی سنگینی کے باعث اِس کے قبول سے انکار کیا تھا الاّ جناب رسولخدا نے اِسے خود بھی قبول کر لیا اور جب اپنی اُمت پر اُسے پیش کیا تو اُمت نے بھی اُسے قبول کر لیا جب خدا تعالےٰ نے یہ دیکھا کہ باوجود برداشت کی طاقت کم ہونے کے اُنہوں نے اسے قبول کر لیا ہے اور خود آنحضرتؐ ساق عرش تک پہنچے تو یہ کلام آنحضرتؐ پر دوبارہ بذریعۂ وحی کے نازل فرمایا تاکہ اُس عالم میں بھی اچھی طرح سمجھ لیں پس جب آنحضرتؐ نے وہاں بھی قبول فرما لیا تو منجانب جناب باری عزاسمہ ارشاد ہوا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ اُسوقت آنحضرتؐ نے خود اپنی طرف سے اور اپنی اُمت کی طرف سے جواباً عرض کیا وَالْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ قف خدا تعالےٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اُن کے اِس قبول کرنے پر اُن کے لیے مغفرت و جنت قرار دی گئی آنحضرتؐ نے عرض کی چونکہ تو نے یہ عنایت فرمائی غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ ۝ مصیر کے معنی ہیں کہ آخرت میں بھی تیرے ہی حضور میں بازگشت ہوگی خدا تعالےٰ کی طرف سے جواب آیا کہ ہم نے تمہارے لیے بھی منظور کیا اور تمہاری اُمت کے لیے بھی پھر ارشاد ہوا کہ

چونکہ تم نے آیتِ اوّل کو باوجود اِس کی سختی اور عظمت کے قبول کر لیا حالانکہ ہم پہلی اُمّتوں پر اسکو پیش کر چکے تھے اور اُنہوں نے اُس کے قبول کرنے سے انکار کیا تھا اور تمہاری اُمّت نے بھی قبول کر لیا لہٰذا ہم پر حق ہے کہ ہم تمہاری اُمّت کے لیے اِس حکم میں تخفیف کر دیں چنانچہ حکم تخفیف یوں ارشاد ہوا لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا ۔ لَہَا مَا کَسَبَتْ یعنی نیکیوں میں سے وَ عَلَیْہَا مَا اکْتَسَبَتْ یعنی بدیوں میں سے پس آنحضرتؐ نے جب یہ سُنا تو عرض کی کہ پروردگارا جب تو نے میرے ساتھ اور میری اُمّت کے ساتھ ایسا معاملہ فرمایا ہے تو مجھے کچھ اور بھی عطا فرما ارشاد ہوا مانگو آنحضرتؐ نے عرض کی رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ بوجہ تمہاری عزت و کرامت کے میں تمہاری اُمّت سے بھول چوک کے معاملہ میں مواخذہ نہ کروں گا حالانکہ پہلی اُمّتوں کی یہ حالت تھی کہ اگر اُن باتوں کو جن کے بارے میں اُن کو نصیحت کی جاتی تھی وہ بھول جاتے تو اُن پر عذاب کے دروازے کھول دیے جایا کرتے تھے۔ یہ بات میں نے تمہاری اُمّت سے ہٹا لی نیز پہلی اُمّتوں کے لوگ جب خطا بھی کرتے تھے تو اُس خطا کے بارے میں بھی ماخوذ کیے جاتے تھے اور اُن پر عذاب کیا جاتا تھا تمہاری کرامت و عزت کے سبب یہ بات بھی میں نے تمہاری اُمّت سے دور کر دی آنحضرتؐ نے عرض کی کہ بارالٰہا! جب تو نے مجھے یہ عطا فرمایا ہے تو کچھ اور بھی بڑھا خدا تعالےٰ کا ارشاد ہوا مانگو عرض کی رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا اِس میں اِصْر سے مراد احکام کی سختیاں ہیں جو کہ پہلے لوگوں پر تھیں چنانچہ باریتعالےٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اچھا ہم نے تمہاری اُمّت پر سے وہ سب سختیاں دور کیں جو پہلی اُمّتوں پر تھیں مثلاً میں اُن لوگوں کی نمازیں قبول نہ کرتا تھا سوائے اِس صورت کے کہ زمین کے خاص خاص حصّوں میں جو میں اُن کے لیے پسند کر دیتا تھا پڑھا کریں گو (ان کے مکانوں سے) وہ کتنی ہی دور ہوں حالانکہ تمہاری اُمّت کے لیے میں نے تمام روے زمین کو مسجد اور (پانی نہ ملنے کی حالت میں) پاک کرنے والا قرار دیا ہے یہ منجملہ اُن سخت احکام کے ہے جو پہلی اُمّت پر تھے اور تمہاری اُمّت سے ہم نے رفع کر دیے دوسرے پہلی اُمّتوں کے لیے یہ حکم تھا کہ جب نجاست اُن کے بدن پر کہیں لگ جاتی تو اُس حصّہ جسم کی وہ کھال قینچی سے کاٹ کر دور کر دیں اور تمہاری اُمّت کے لیے ہم نے پانی کو پاک کرنے والا قرار دیدیا۔ لہٰذا یہ بھی منجملہ اُن سخت احکام کے جو اُن پر تھے ہم نے تمہاری اُمّت سے رفع کر دیا نیز پہلی اُمّت کے لوگ اپنی اپنی قربانیاں اپنی گردن پر لاد کر بیت المقدس میں لایا کرتے تھے پس اُن میں سے جس کو میں قبول کرتا تھا تو اُس کے لیے ایک آگ بھیج دیتا تھا جو اُس قربانی کو کھا جایا کرتی تھی اور قربانی والا خوش خوش اپنے گھر لوٹ آیا کرتا تھا۔ اور جس کی قربانی میں قبول نہ کرتا وہ روتا پیٹتا واپس آتا اور آپ کی اُمّت کی قربانی کو میں نے فقیروں اور مسکینوں کے پیٹ میں جگہ دی ہے پس جس کو میں

اِن میں سے قبول کرلوں گا اُس کے لیے تو چند درچند بڑھا دوں گا اور جس کے لیے قبول نہ کرونگا اُس سے اُس کی دنیا کی مصیبتیں دفع کردونگا بہرحال آپ کی اُمّت پر سے وہ سختی دور کردی گئی جو پہلی اُمت پر تھی۔ نیز پہلی اُمّتوں کی واجب نمازیں رات کے گھپ اندھیرے میں اور دن میں ٹھیک دوپہر کے وقت (تراتے کی گرمی تک میں) تھیں یہ منجملہ اُن سخت احکام کے ہے جو میں نے آپ کی اُمّت پرسے ہٹا دیا اور اُنپر میں نے ایسی نمازیں واجب کی ہیں جو وہ اپنے آرام اور فرصت کی اوقات میں ادا کرسکتے ہیں یعنی رات کے بھی اطراف میں اور دن کے بھی اطراف میں اور پہلی اُمّتوں پر میں نے پچاس نمازیں پچاس وقتوں میں واجب کی تھیں یہ بھی اُن سختیوں میں سے ہے جو میں نے آپ کی اُمت پر سے رفع کردیں کہ میں نے اُن کے لیے صرف پانچ نمازیں پانچ وقتوں میں مقرر کی ہیں جن کی (واجبات ونافلہ ملاکر) کل اکیاون رکعتیں ہیں اور ان پانچ ہی نمازوں کے لیے پچاس نمازوں کا اجر مقرر کردیا ہے نیز پہلی اُمّتوں کے لیے یہ تھا کہ اُن کی ایک نیکی کے بدلے میں ایک نیکی اور ایک بدی کے بدلے میں ایک بدی ملتی تھی یہ بھی اُن سختیوں میں سے تھی جو میں نے آپ کی اُمت سے رفع کردیں کہ آپ کی اُمّت میں میں نے ایک نیکی کا بدلہ دس اور ایک بدی کا بدلہ ایک قرار دیا پہلی اُمّتوں میں یہ بھی تھا کہ جب اِن میں سے کوئی کسی نیکی کا ارادہ کرتا پھر اُسے بجا نہ لاتا تو اُس کے لیے کچھ نہ لکھا جاتا اور اگر اُسے بجا لاتا تو اُس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی اور آپ کی اُمت میں سے جب کوئی شخص کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اُسے بجا نہیں لاتا تب بھی اُس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اُسے بجا لاتا ہے تو اُس کے لیے (کم ازکم) دس لکھی جاتی ہیں یہ بھی اُن سختیوں میں سے ہے جو پہلی اُمّتوں پر تھیں اور آپ کی اُمت پر نہیں ہے نیز پہلی اُمّتوں میں سے جب کوئی شخص کسی بدی کا ارادہ کرتا پھر اُس کا مرتکب نہ ہوتا تو اُس کے ذمہ کچھ نہ لکھا جاتا اور اگر اُس کا مرتکب ہوجاتا تو اُس کے لیے ایک بدی کا وبال لکھا جاتا اور آپ کی اُمّت کی یہ حالت ہے کہ اِن میں سے جب کوئی شخص کسی بدی کا ارادہ کرتا ہے پھر اُس کا مرتکب نہیں ہوتا تو بھی اُس کے لیے ایک نیکی لکھی جاتی ہے یہ بھی اُن سختیوں میں سے ہے جو پہلی اُمّتوں پر تھیں اور آپ کی اُمّت سے ہم نے رفع کردی۔ نیز پہلی اُمّتوں کے لوگ جب گناہ کرتے تو میں اُن کے گناہ اُن کے دروازوں پر لکھ دیتا تھا اور گناہوں سے اُن کی توبہ یہ قرار دی تھی کہ جس کھانے کو وہ سب سے زیادہ پسند کرتے توبہ کے بعد میں اُسی کو اُن پر حرام کردیتا یہ بات میں نے تمہاری اُمّت سے مرتفع کردی ہے اور اُن کے گناہوں کو اپنے اور اُن کے مابین قرار دیا ہے اور دوسرے لوگوں سے گہری پردہ پوشی کی ہے اور اُن کی توبہ بغیر کسی عقوبت کے قبول کرلیتا ہوں یہ نہیں کرتا کہ عقوبت میں اُن کے پسندیدہ طعام کو اُن پر حرام کردوں پہلی اُمّتوں کے لیئے یہ بھی تھا کہ اُن میں کا ایک ایک شخص بعض اوقات ایک ایک گناہ کے عوض میں سَو سَو برس اَسّی اَسّی برس پچاس پچاس برس توبہ کرتا تھا جب بھی میں اُس کی توبہ بغیر اِس کے کہ میں دنیا میں

اُسے کچھ عقوبت پہنچے ن قبول کرتا تھا۔ یہ پہلی اُمتوں پر سختی تھی اور آپ کی اُمت سے میں نے اسے دور کر دیا ہے اور آپ کی اُمت کا ایک ایک شخص بیس بیس برس تیس تیس برس چالیس چالیس برس سَو سَو برس گناہ کیے جائے پھر ایک پل بھر کے لیے خالص دل سے توبہ کرلے اور نادم ہو جائے تو میں اُس کے کُل گناہ بخشدونگا۔ آنحضرتؐ نے عرض کی کہ الہ العالمین جب تو نے اتنا کچھ مجھے عطا فرمایا ہے تو کچھ اور بھی بڑھا ارشاد ہوا کہ مانگو عرض کی رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ؕ خدائے تبارک وتعالےٰ نے فرمایا ہم نے تمہارے بارے میں بھی اسے منظور کیا اور تمہاری اُمت کے بارے میں بھی اور ہم نے پہلی اُمتوں کی بڑی بڑی بلائیں تمہاری اُمت سے رفع کر دیں اور یہ حکم ہمارا تمام اُمتوں کے بارے میں رہا ہے کہ کسی مخلوق کو اُس کی طاقت سے زیادہ میں تکلیف نہیں دیتا پھر آنحضرتؐ نے عرض کی وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا خدائے تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کی اُمت میں سے جو لوگ توبہ کرنے والے ہوں گے اُن سب کے بارے میں۔ میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر آنحضرتؐ نے عرض کی فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ؕ خدائے جل اسمہٗ نے فرمایا کہ تمہاری اُمت روئے زمین پر ایسی ہوگی جیسے سیاہ بیل کے جسم پر ایک سفید داغ تاہم وہ غالب رہیں گے قادر رہیں گے دوسروں سے خدمت لیں گے اور اُن سے کوئی خدمت نہ لے سکیگا اس وجہ سے کہ تمہاری عزت میری نظر میں ہے اور میرے اوپر اس بات کا حق ہے کہ تمہارے دین کو تمام ادیان پر غالب کرونگا یہاں تک کہ مشرق و مغرب میں سوائے تمہارے دین کے اور کوئی دین باقی نہ رہے گا اور جو باقی رہا وہ تمہاری اُمت کو جزیہ دیتا رہیگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ صفحہ ۷ کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالےٰ یہ ارادہ فرماتا ہے کہ کسی ایسے نطفہ کو جس سے عہد و پیمان لے چکا تھا صلب آدم سے پیدا کرے (خلقت تامہ عطا فرمائے) یا جو مصلحت ہو اور اُسے رحم میں جگہ دے تو خدا تعالےٰ مرد کو جماع کے لیے حرکت دیتا ہے اور رحم کو وحی فرماتا ہے کہ تو اپنا دروازہ کھول دے کہ میری مخلوق تیرے اندر آ ئے اور میری قضا و قدر اُس کے بارے میں جاری ہو جائے۔ (اس حکم کی تعمیل میں) رحم اپنا دروازہ کھول دیتا ہے اور نطفہ رحم میں پہنچ جاتا ہے اور چالیس دن اُس میں اُلٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے۔ پھر علقہ یا بستہ پانی سا ہو جاتا ہے۔ چالیس دن اسی حالت میں رہتا ہے پھر لوتھڑا بن جاتا ہے۔ چالیس دن اس حالت میں رہتا ہے پھر گوشت بن جاتا ہے جس میں رگوں کا جال سا پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ پھر خدائے تعالےٰ پیدائش کا کام انجام دینے والے دو فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ وہ خدائے تعالےٰ کی مشیت کے مطابق عورتوں کے رحم میں پیدائش ہی کا کام انجام دیا کرتے ہیں۔ یہ عورت کے منہ کی طرف سے اُس کے پیٹ میں جاتے ہیں اور رحم تک پہنچتے

ہیں جس میں مردوں کے صُلب اور عورتوں کے رحم سے منتقل ہو کر آنے والی روحِ قدیمہ (یعنی نفسِ نباتیہ) پہلے سے موجود ہوتی ہے یہ دونوں اس میں بقاؤ زندگی کی روح پھونک دیتے ہیں اور کان آنکھیں کل اعضا اُسی لوتھڑے میں سے (چیر پھاڑ کر) کھینچ تان کر حکم خدا سے بنا دیتے ہیں اور اسی طرح کُل وہ اعضا جو پیٹ کے اندر ہیں پھر خدا تعالےٰ اُن فرشتوں کو وحی فرماتا ہے کہ اس مخلوق کے بارے میں میری قضاؤ قدر اور میرا حکم جو نافذ ہونے والا ہے لکھدو اور جو کچھ تم لکھو اس میں یہ شرط لکھدینا کہ جیسی مصلحت ہوگی کیا جائیگا وہ دونوں عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کیا لکھیں امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ اُن دونوں کو وحی کرتا ہے کہ تم دونوں اپنے اپنے سر اُٹھا کر اس کی ماں کے سر کی طرف دیکھو وہ دونوں جب اپنے اپنے سر اُٹھاتے ہیں تو یکایک ایک لوح کو اُس کی ماں کی پیشانی سے ٹکراتا ہوا دیکھتے ہیں جب اُس میں غور سے نظر کرتے ہیں تو اُس لوح میں اس بچہ کی صورت اس کی زینت اس کی مدت اور اس کا عہد اور یہ کہ وہ شقی ہوگا یا سعید اور اسی طرح کل حال لکھا ہوا پاتے ہیں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اُسوقت اُن دونوں فرشتوں میں سے ایک اپنے ساتھی کو بتاتا جاتا ہے اور جو کچھ اُس لوح میں ہے وہ دونوں لکھتے جاتے ہیں اور جو کچھ لکھتے ہیں اُس میں بداء یعنی مصلحتِ خدا کی شرط لکھتے جاتے ہیں پھر اس نوشتہ کو بند کرکے مُہر لگاتے ہیں اور اُسے اس بچہ کی دونوں آنکھوں کے مابین رکھدیتے ہیں پھر اُس کو اُس کی ماں کے پیٹ میں سیدھا کھڑا کر دیتے ہیں امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ بچہ سرکشی کرکے اُلٹا ہو جاتا ہے لیکن ایسا عموماً نہیں ہوتا سوائے کسی بڑے سرکش شریر کی حالت کے۔ پھر جب اس بچے کے نکلنے کا وقت پہنچتا ہے خواہ پورا نکلنے والا ہو خواہ ادھورا تو خدا تعالےٰ رحم کو وحی فرماتا ہے کہ تو اپنا دروازہ کھول دے کہ میری یہ مخلوق میری زمین پر نکلے اور اُس کے بارے میں میرا حکم جاری ہو کہ اس کے نکلنے کا وقت آن پہنچا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ رحم ولادت کا دروازہ کھول دیتا ہے اور خدا تعالےٰ ایک فرشتے کو جسکا نام زاجر ہے بھیجدیتا ہے یہ آتے ہی ایسی سخت جھڑکی دیتا ہے کہ بچہ اُس سے ڈر کر منقلب ہو جاتا ہے یعنی اُس کے پیر اوپر ہو جاتے ہیں اور سر نیچے (مصلحت اس میں یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ عورت پر ولادت کو اور بچہ کے لیے نکل آنے کو آسان کردے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ (منقلب ہونے کے بعد) بچہ پھر ٹھہر جاتا ہے تو وہ فرشتہ ایک ڈانٹ اور بتاتا ہے جس سے ڈر کر یہ بچہ روتا ہوا زمین پر آپڑتا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ صفحہ ۸۴ (بسلسلۂ قولِ مترجم) آیۂ مذکورہ سے منجانب اللہ دو شخصوں کی اصطفا کا اعلان ہونا پایا جاتا ہے اور دو گروہوں کے اصطفا کا۔ وہ دونوں شخص حضرت آدم صفی اللہ اور حضرت نوح نجی اللہ علی نبینا وعلیہما السلام ہیں اور دو گروہ آلِ ابراہیم و آلِ عمران ہیں اصطفا کے لغوی معنی ہیں برگزیدہ کرلینا چھانٹ لینا اور اصطلاحی معنی چند معلوم ہوتے

ہیں از انجملہ ایک یہ کہ خصوصیتِ خاصّہ سے تمام نوع پر فضیلت دینا جو بات جناب رسولِ خدا کو حاصل
تھی کہ نوعِ بشر میں ایسی خصوصیت و فضیلتِ خاص رکھتے ہیں کہ فعلِ اصطفا کسی نبیؐ یا رسولؑ کے نام کا
جزو نہیں بنا آج تک کسی مسلمان نے نہ سنا ہوگا کہ عام طور سے آدمؑ مصطفٰے کہا جائے یا نوحؑ مصطفٰے یا
ابراہیمؑ مصطفٰے یا موسیٰؑ مصطفٰے یا عیسیٰؑ مصطفٰے مگر محمدؐ مصطفٰے اس کثرت اور تواتر کے ساتھ کہا جاتا
ہے کہ خالی محمدؐ کہنے والا شاید ہزاروں میں کوئی ایک مسلمان ہو دوسرے اصطلاحی معنی اصطفا کے یہ ہوسکتے
ہیں کہ کسی خاص زمانے اور خاص گروہ کی ہدایت کے لیے برگزیدہ کرنا اور کسی خاص واقعہ ہدایت کا
اُس سے متعلق ہونا اور کسی خاص زمانہ تک اُس کا عمل درآمد رہنا جیسا کہ اس آیت سے بھی پایا جاتا ہے
اصطفائے آدم کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ آدم علیہ السّلام جیسے اوّل بشر تھے ویسے ہی اوّل نبی اوّل
رسول اور اوّل صاحبِ شریعت بھی تھے جن کی شریعت پر نوح علیہ السّلام کے مبعوث ہونے تک پورا
پورا عمل درآمد رہا۔ اصطفائے نوحؑ کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ طوفانِ نوحؑ نے سوائے نوحؑ اور تابعین
نوحؑ کے سب کو صاف کر دیا اور بعدِ طوفانِ نوحؑ اولادِ نوحؑ کے سوا جتنے بھی ایسے ایمان لانے والے
تھے وہ سب لاولد فوت ہو گئے اور تمام عالم کی موجودہ آبادی حضرتِ نوحؑ کی نسل سے ہے جن کو
اس حساب سے آدمِ ثانی کہنا زیبا ہے۔ بعثتِ نوحؑ سے لیکر بعثتِ ابراہیمؑ تک نوحؑ کی شریعت ہی پر عملدرآمد
رہا۔ تو بڑا واقعہ یہ ہے کہ نوح علیہ السّلام ہی کی اولاد باقی رہی اور نوح علیہ السلام ہی کی شریعت تیسرے
نمبر پر چاہیے تھا کہ اصطفائے ابراہیم علیہ السلام کا اعلان کیا جاتا مگر نہ کیا گیا بلکہ آلِ ابراہیمؑ کے اصطفا
کا کیا گیا جس کی بابت تفحص کرنے سے کتب سماوی و سیر و تواریخ و احادیث سے یہ پتہ لگا کہ ابراہیم علیہ السلام
سے خدا تعالےٰ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ آیندہ نبوت و امامت تمہاری نسل میں محدود رہیگی یہ مطلب
موجودہ محرفہ مترجمہ توریتِ مقدس میں بھی موجود ہے اور قرآن مجید میں بھی دیکھو صفحہ ۱۳ سطر ۶ اور صفحہ ۲۱ سطر ۹
و ۱۰ اور صفحہ ۹۷ سطر ۶ و ۷۔ اب موسےٰ علیہ السّلام ہوں تو اور عیسےٰ علیہ السّلام ہوں تو کہ اوّل الذکر
عمران کے بیٹے ہیں اور آخر الذکر عمران ثانی کے ظاہراً نواسے اور حکماً بیٹے اگر اُنکے اصطفا کا اعلان ویسی ہی
خصوصیّتِ خاصّہ اور فضیلتِ خاصّہ کے باعث ہوتا جیسا کہ جنابِ رسولِ خدا کا ہوا تو یہ بھی موسےٰ مصطفٰے اور
عیسےٰ مصطفٰے کے ناموں سے موسوم کئے ہوتے مگر ایسا نہیں ہوا تو سمجھ میں یہ آتا ہے کہ آلِ ابراہیمؑ میں اسمٰعیل
و اسحٰق کی نسل میں جتنے نبی گزرے ہیں سب کے اصطفا کا اعلان عام ہے اسی لیے موسیٰ و عیسےٰ کی
تخصیص نہیں ہوسکتی۔ قرآن مجید کے ترتیب دینے والوں نے وہ آیات جن میں حضرتِ مریم علیہا السلام
کی ولادت اور کفالت اور تربیت کی کیفیتیں درج ہیں سب اس سورہ میں لاکر جمع کر دی ہیں تا کہ یہ
امر لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے کہ آلِ عمران سے مراد عمران بن ماثان کے بیٹے وغیرہ ہیں لیکن
جسے خدا نے نورِ ایمان عطا کیا ہو اُسے صاف نظر آئیگا کہ آلِ ابراہیمؑ کے اصطفا کا جب عام اعلان ہے

ہو گیا تو آلِ عمرانؑ سے موسیٰ و عیسےٰؑ ہرگز مراد نہیں ہو سکتے تا وقتیکہ کوئی خصوصیت خاصّہ اُن کی نہ دکھلائی جائے اور وہ خصوصیتِ خاصّہ اور فضیلتِ خاصّہ جناب محمد مصطفےٰؐ کی اُن دونوں نبیّوں سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدائے تعالےٰ آلِ ابراہیمؑ کے اصطفا کا عام اعلان کر کے موسےٰ یا عیسےٰؑ کے اصطفا کا خصوصیت کے ساتھ اعلان کرے اور جناب محمد مصطفےٰؐ کے اصطفا کا اعلان چھوڑ دے لہٰذا وہ دونوں عمران یہاں مراد نہیں ہو سکتے بلکہ یہ کوئی تیسرے عمران ہیں جن کا پتہ کتبِ اسلام کے دیکھنے سے یہ لگا کہ وہ عمران جناب رسالتمآبؐ کے بڑے چچا ہیں جن کی کنیّت ابوطالب تھی اور جن کا نام عمران۔ اس مضمون کے سمجھ لینے میں عمران کے معنی صاف ہو گئے۔ اور تفسیر قمیؒ میں جو لفظ آلِ محمدؐ لکھا تھا اُس کا مطلب یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ آلِ عمران کی تفسیر ہے کیونکہ حضرت ابوطالب کی اولاد میں اصطفا کے لائق علیؑ اور ائمہ معصومینؑ ہیں جو اولاد علی علیہ السّلام سے ہیں اور یہی آلِ محمد علیہم السلام بھی ہیں اور اِن کی خصوصیتِ خاصّہ اور فضیلتِ خاصّہ ظاہر و باہر ہے تاہم معترضین کی تشفی کے لیے یہ ثابت کرنا ضرور ہے کہ وہ اہم واقعہ کیا تھا جس نے باوجود آلِ ابراہیمؑ کے اصطفا کے عام اعلان ہو جانے کے ان کے خاص اصطفا کا اعلان کرایا وہ اہم واقعہ جناب محمد مصطفےٰؐ پر نبوت کا ختم ہونا ہی اور اِس اعلان کا یہ مطلب ہے کہ مخلوقِ خدا نبوت ختم ہو جانے سے اِس دھوکے میں نہ پڑے کہ ختمِ نبوت کے بعد ہدایت بھی ختم ہو گئی اور اب کوئی ہادی باقی نہیں ہے۔ بلکہ نبیؐ آخر الزمان کے ذریعہ سے پروردگار عالم نے ہدایت کو مکمل فرما دیا اور اپنی رضامندی کا ایسا جامع اور مانع قانون بھیج دیا جس میں ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہیں لیکن اُمّت کا ہر کس و ناکس اُس کی تفسیر و تشریح کبھی نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ نبی آخر الزمان کے مقرر کیے ہوئے مفسّر سے حاصل نہ کرے لہٰذا وہ ہادی جس کو کتابِ خدا کی تفسیر سپرد کی گئی اور تمام اُمّت کو اُن سے معنی اخذ کرنے کا اور اُن کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا وہ آلِ عمران یا آلِ محمدؐ ہیں جو کتابِ خدا کے ساتھ ایسے وابستہ ہیں کہ حوضِ کوثر تک جدا نہ ہوں گے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ صفحہ ۹۰ روایت میں وارد ہے کہ جب نصارائے نجران کو مباہلہ کے لیے بلایا گیا تو اُنھوں نے کہا کہ ہمیں ذرا سوچ لینے دیجیے پھر غور و فکر کرنے کے بعد اُنھوں نے عاقب سے دریافت کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے یہ سب میں زیادہ عقیل و فہیم سمجھا جاتا تھا اُس نے کہا کہ خدا کی قسم تم اِس شخص کی نبوت کو تو پہچان چکے اور تمہارے آقا (عیسےٰ علیہ السّلام) کے بارے میں قولِ فیصل بیان کر چکا ہے خدا کی قسم جس قوم نے نبی کے ساتھ مباہلہ کیا وہ ضرور ہلاک ہو گئی۔ پس اگر تمہارے دین کی محبت تمہیں ہٹ دھرمی پر مجبور کرتی ہے تو اِس شخص سے مصالحت کر لو اور پلٹ چلو چنانچہ (یہ رائے مستحکم کر کے) وہ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے صبح کا وقت تھا اور آنحضرتؐ اِس شان سے برآمد ہوئے تھے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو گود میں لیے ہوئے تھے

اور جناب امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام آنحضرتؐ کے پیچھے
پیچھے چل رہی تھیں اور جناب علی مرتضٰے علیہ السلام اُن کے پیچھے پیچھے تھے اور آنحضرتؐ اِن سب بزرگواروں
سے یہ فرما رہے تھے کہ جب میں دعا کر چکوں تم سب آمین کہنا اب (جب نصرانیوں نے اِن حضرات کو
اِس شان سے دیکھا تو) اُن کے بڑے بڑے پادریوں نے اُن سے کہا کہ اے گروہ نصاریٰ ہم ایسے
چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر یہ خدا سے پہاڑ کو اُس کی جگہ سے ہٹا دینے کا بھی سوال کرینگے تو وہ اُس کو ضرور
ہٹا دے گا پس تم اِن سے مباہلہ نہ کرو ورنہ تم ضرور ہلاک ہو جاؤ گے پس اُنہوں نے آنحضرتؐ کی بزرگی
تسلیم کی اور دو ہزار سرخ حلّے اور تیس فولادی زرہیں بطور جزیہ دینی قبول کرلیں اُسوقت آنحضرتؐ نے
فرمایا کہ اُس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو مسخ ہو کر بندر اور
سؤر بنجاتے اور اِن کا تمام میدان آگ سے بھرجاتا اور خدائے تعالےٰ نجران والوں کی بیخکنی کردیتا
یہاں تک کہ نجران کے درختوں کے بیٹھنے والے پرند بھی مرجاتے یہ روایت اہلسنت کی کتب سے
لی گئی ہے یہ آنحضرتؐ کی نبوت کی بھی دلیل ہے اور آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ کے شرف و فضیلت کی بھی
اِس لیے کہ اِس سے اہلبیتؑ کا ایسا شرف ثابت ہوا جس میں مخلوقِ خدا میں سے کوئی بڑھ ہی نہیں سکتا
اِس لیے کہ اِس آیت میں علیؑ مرتضٰے کو نفسِ رسولؐ قرار دیا ہے ۔ تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق
علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب نصارائے نجران کا گروہ جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا
اور اُن کے سردار اُہتم عاقب اور سید تھے اِن لوگوں کی نماز کا وقت آیا تو لگے ناقوس بجانے اور
نماز پڑھنے تب اصحابِ رسولؐ (بگڑے اور) عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ یہ (بدعت اور) آپ کی
مسجد میں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا تم اِن سے کوئی غرض نہ رکھو (یہ میرے مہمان ہیں) جب وہ لوگ نماز سے
فارغ ہوئے تو آنحضرتؐ کے قریب آئے اور عرض کرنے لگے کہ آپ دعوت کس چیز کی دیتے ہیں؟
فرمایا کہ اِس گواہی کی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں اور عیسےٰ علیہ السلام
اُس کے پیدا کیے ہوئے بندہ تھے جو کھانا بھی کھاتے تھے اور پانی بھی پیتے تھے اور اُن سے بول و
براز بھی صادر ہوتا تھا اُن لوگوں نے عرض کی کہ اچھا بتائیے کہ اُن کے والد کون تھے؟ آنحضرتؐ پر
اُسی وقت وحی نازل ہوئی اور حکم آیا کہ تم یہ کہو کہ تم آدمؑ کے باب میں کیا کہتے ہو آیا وہ خدا کے پیدا
کیے ہوئے بندے تھے کھانا کھاتے تھے پانی پیتے تھے اُن سے بول و براز بھی صادر ہوتا تھا اور وہ
اپنی زوجہ سے ہمبستری بھی کرتے تھے یا نہیں چنانچہ آنحضرتؐ نے اُن سے یہ سب سوال کیے تو اُنہوں نے
جواب دیا کہ ہاں یہ سب صحیح ہے اور یہ سب کچھ ہوتا تھا فرمایا کہ اب بتاؤ آدم علیہ السلام کے باپ کون
تھے؟ اب جواب میں وہ مبہوت ہو کے رہ گئے اُسوقت خدائے تعالےٰ نے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی
عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ سے لیکر فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ تک آئتیں نازل فرمائیں

(دیکھو صفحہ ۹ سطر ۱۳ تا ۱۸) اُسوقت آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اب تم مجھسے مباہلہ کرلو اگر میں چاہوں تو لعنت تم پر نازل کی جائیگی اور اگر (معاذ اللہ) جھوٹا ہوں تو مجھپر نازل کی جائیگی۔ اُنھوں نے کہا کہ ہاں یہ انصاف کی بات ہے پس وہ مباہلہ کے لیے آمادہ ہو گئے اور جب اپنے مقام پر پلٹ کر آئے تو اُن کے سرداروں نے یعنی سید و عاقب و اُہتم نے کہا کہ اگر انھوں نے اپنی قوم کے لوگوں کو لیکر ہم سے مباہلہ کیا تو تو ہم اِن سے مباہلہ کریں گے (اور سمجھ لیں گے) کہ یہ نبی نہیں ہیں اور اگر یہ خاص اپنے اہلبیتؑ کو لیکر ہم سے مباہلہ کرنے چلے آئے تو ہم اِنسے مباہلہ نہ کریں گے اِس لیے کہ یہ اپنے اہلبیتؑ کو اُسی صورت میں لیکر آئیں گے جبکہ وہ بالکل سچے ہوں صبح ہوئی تو یہ سب لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے تو دیکھا کہ آنحضرتؐ کے ساتھ جناب امیرالمؤمنینؑ حضرت فاطمہؑ زہرا اور جناب حسنینؑ علیہم السلام تھے نصرانیوں نے پوچھا کہ یہ کون کون ہیں؟ اُن سے جواب میں کہا گیا کہ یہ تو آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی اور آپ کے وصی اور داماد علیؑ ابن ابیطالبؑ ہیں اور یہ آنحضرتؐ کی اکلوتی بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ ہیں اور یہ دونوں آنحضرتؐ کے (فی الحقیقت نواسے اور حکماً) بیٹے حسنؑ و حسینؑ ہیں صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ یہ سنتے ہی نصرانی ہٹ گئے اور جناب رسولخدا سے صلح کے طالب ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہمیں مباہلہ سے معاف کردیجیے پس آنحضرتؐ نے اُن سے جزیہ پر صلح کرلی اور وہ اپنے اپنے مکان پر گئے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتاب اختصاص میں اپنی اسناد سے لکھا ہے کہ محمد ابن المنکدر روایت اپنے باپ دادا سے بیان کرتے ہیں کہ جسوقت نجران کے دونوں پادری سید اور عاقب ستر سوار اپنے ساتھ لیکر جناب رسولخدا کی خدمت میں بطور ڈپیوٹیشن کے آئے تو میں بھی اُن کے ساتھ تھا در آنحالیکہ کرز نامی جو اُن کی رسد کا منتظم تھا چلا آرہا تھا کہ اتنے میں اُس کے خچر نے ٹھوکر کھائی تو اُس نے کہا کہ وہ غارت ہو جس کے پاس تو آیا ہے یہ سنکر اُس کے ساتھی عاقب نے کہا کہ تو ہی غارت ہو سید نے کہا تو ایسا کیوں کہتا ہے کہا اِس لیے کہ تو نے نبی امی احمدؐ کو کوسا سید نے کہا کہ تجھے اُن کے نبی ہونے کا علم کہاں سے ہوا؟ عاقب نے کہا کیا تو نے اُس وحی کی کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کو ہوئی تھی مفتاح رابع نہیں پڑھی کہ ای مسیح بنی اسرائیل سے کہدے کہ تم کتنے جاہل ہو کہ اپنے آپ کو خوشبوؤں سے معطر کرتے ہو تا دنیا میں اہل دنیا کے نزدیک اور اپنے بھائی بندوں کے نزدیک خوشبودار بنجاؤ حالانکہ میرے نزدیک تمہارے بھائی بند اور تم مردار کی بدبو سے بھی بدتر ہو۔ اے بنی اسرائیل میرے رسول نبی اُمی پر ایمان لاؤ جو آخری زمانہ میں ہوگا اور اُس کا چہرہ چاندسا روشن ہوگا وہ سُرخ اونٹ پر سوار ہوتا ہوگا اور نور سے بھرا ہوا ہوگا کپڑے اُسکے موٹے جھوٹے ہوں گے اور نیت اُس کی بخیر ہوگی میرے نزدیک تمام گزشتہ انبیا کا سردار ہوگا اور جتنے آنے والے ہیں اُن سب میں اشرف ہوگا میرے معاملہ میں صبر کرنے والا اور سنتوں کا جاری کرنے والا ہوگا اور میری خاطر مشرکوں سے اپنے ہاتھ سے لڑنے والا ہوگا پس بنی اسرائیل کو اس کی خوشخبری پہنچادو اور

بنی اسرائیل کو حکم دیدو کہ اُس کو قوت پہنچائیں اور اُس کو مدد دیں عیسٰے علیہ السلام نے عرض کی اے قدوس اے قدوس یہ نیک بندہ کون ہے جس کی محبت میرے دل میں سما گئی حالانکہ میری آنکھ نے ابھی اُسے نہیں دیکھا فرمایا وہ تجھ سے ہے اور تو اُس سے ہے تیری ماں (بہشت میں) اُس کی زوجہ ہوگی اُس کی اولاد کم ہوگی اور بیبیاں زیادہ ہوں گی وہ مکہ میں سکونت رکھتا ہوگا اسی مقام کے قریب جہاں ابراہیم علیہ السلام نے وطن بنانے کی نیت سے پہلی نیو رکھی تھی۔ اُس کی نسل ایک ایسی برکت والی عورت [illegible] پھیلے گی [illegible] کی [illegible] ہوگی اُس نبی کی [illegible] خاص [illegible] متبع ہوں گی کہ اُسکی دونوں آنکھیں سوتی ہوں گی تو بھی اُس کا دل بیدار رہیگا ہدیہ اور تحفہ کھا لیگا صدقہ قبول نہ کریگا زمزم کے کنارے سے لیکر سورج کے غائب ہونے کی جگہ تک اُس کا ایک حوض ہوگا جس میں رحیق اور تسنیم کے دو پرنالے گرتے رہیں گے اُس میں چھوٹے چھوٹے کوزے آسمان کے ستاروں کے ہم عدد ہوں گے جو ایک مرتبہ اِس حوض میں سے پانی پی لیگا پھر کبھی اُس کو پیاس نہ لگے گی۔ یہ سب اِس وجہ سے کہ میں نے اُس کو تمام رسولوں پر فضیلت دی۔ ہے اُس کا قول اُس کے فعل کے مطابق ہوگا اور اُس کا ظاہر و باطن یکساں ہوگا پس خوشحال اُس کا اور خوشحال اُس کی اُن اُمتوں کا جو اُسی کی ملت پر زندگی بسر کریں اُسی کے طریقہ پر مرجائیں اور اُسی کے اہلبیت کی طرف پورے پورے مائل ہوں امن سے ہوں اور ایمان و اطمینان رکھتے ہوں وہ ایسا صاحب برکت ہوگا کہ خشک سالی کے زمانہ میں اُس کا ظہور ہوگا وہ مجھ سے دعا کریگا تو میں آسمان سے بارانِ رحمت اُس کے لیے نازل کردوں گا تو اُس کی برکت کا اثر اطراف و اکناف میں دکھائی دیگا اور جس چیز پر وہ ہاتھ رکھدے گا میں اُس میں برکت دونگا تب عیسٰے علیہ السلام نے عرض کی کہ الٰہی میری خاطر سے اُسکا نام بھی مجھے بتا دے فرمایا اُس کا نام احمد بھی ہوگا اور محمدؐ بھی وہ تمام مخلوقات کی طرف میرا رسولؐ ہوگا۔ اور منزلت میں سب سے زیادہ میرا مقرب ہوگا اور میرے حضور میں سب سے زیادہ شفاعت کرنے والا ہوگا جن باتوں کو میں پسند کرتا ہوں وہ اُنہی کا حکم دے گا اور جو چیزیں مجھے ناپسند ہوں گی وہ اُنہی سے منع کریگا۔ یہ سُنکر سید نے کہا کہ جس شخص کی یہ صفتیں ہوں ایسا شخص ہم نے کہاں پایا عاقب نے کہا کہ ہم اُسکے حالات کے گواہ ہیں اور اُس کے ایام کے منتظر ہیں پس اگر یہ وہی ہے تو ہم اُس کی ایسی مدد کرینگے کہ اُسے کسی بات کی ضرورت ہی نہ رہے اور ہم اپنے اہلِ دین یعنی نصرانیوں سے بچانے کے لیے اپنے مال سے اُس کی کافی مدد کرینگے اور اِس طرح سے کہ اُسے خبر بھی نہ ہوگی اور اگر وہ جھوٹا ہے تو چونکہ خدا کے معاملہ میں جھوٹ بولا ہے تو ہم اُس کے جھوٹ کی سزا دینے کے لیے بھی کافی ہیں عاقب نے کہا کہ جب تم نے علامتیں دیکھ لیں تو تم اُس کی پیروی کیوں نہیں کرتے؟ سید بولا یہ نہیں دیکھتے کہ اِن لوگوں نے ہمارے ساتھ کیسے کچھ سلوک کیے یہ ہماری تعظیم و تکریم یہ کرتے ہیں۔ مالدار انہوں نے ہم کو بنا رکھا ہے فرمایا انہوں نے ہمارے لیئے لینا سیکھے ہیں اور غلو کے ساتھ یہ ہمارا ذکر کرتے رہتے ہیں پھر نفس ایسے دین میں داخل ہونا کیونکر پسند

کرے جس میں شریف اور رذیل دونوں برابر ہو جائیں غرض ایسی ہی ایسی باتیں کرتے مدینہ پہنچے تو اصحاب جناب رسولِ خدا میں سے جو دیکھ چکے تھے اُنہوں نے کہا کہ ہم نے عرب کے ڈیپوٹیشنوں میں سے آج تک ایسا ڈیپوٹیشن نہیں دیکھا یہ خوبصورت بھی سب سے زیادہ ہے اور اِن کا ٹھاٹھ بھی بہت بڑا ہے اور لباس بھی وہ سب علماء کا پہنے ہوئے ہیں آنحضرت اُس وقت مسجد سے الگ تھے اِن لوگوں کی نماز کا وقت آیا تو اُنہوں نے مشرق کی طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی آنحضرت کے اصحاب میں سے بعض لوگوں نے اُن کو منع کرنا چاہا تو اُسی وقت خود جناب رسولِ خدا تشریف لائے اور فرمایا کہ اِن کو چھوڑ دو کوئی مزاحمت نہ کرو جب وہ اپنی نماز ختم کر چکے آنحضرت کی خدمت میں آکر بیٹھے اور آپ سے مناظرہ کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اے ابوالقاسم آپ ہم سے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں بحث کیجیے آنحضرت نے فرمایا کہ وہ اللہ کے بندے تھے اور اُس کے رسول اور اُس کا کلمہ جس کو اُس نے مریمؑ کی طرف اِلقا فرمایا تھا اور اُس کی پیدا کی ہوئی روح تھی اِس پر اُن دونوں میں سے ایک بولا یوں نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک خدا کے بیٹے اور دو میں سے دوسرے تھے دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ تین میں سے تیسرے تھے یعنی باپ بیٹا روح القدس میں سے ایک تھے اور قرآن مجید جو آپ پر نازل ہوا ہے اُس میں بھی ہم نے سُنا ہے کہ اُس نے جمع کے صیغے استعمال کیے ہیں جیسے فَعَلْنَا (ہمنے کیا) جَعَلْنَا (ہمنے رکھا یا بنایا) خَلَقْنَا (ہم نے بالکل نیا پیدا کیا) اگر وہ اکیلا ہوتا تو یوں کہتا فَعَلْتُ (میں نے کیا) جَعَلْتُ (میں نے رکھا یا بنایا) خَلَقْتُ (میں نے بالکل نیا بنایا) آنحضرت پر اُس وقت آثارِ وحی ظاہر ہوئے اور سورۂ آلِ عمران کی ابتدائی آیتیں اِس آیت تک نازل ہوئیں (دیکھو صفحہ ۹۰ سطر ۵) فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۔ پس آنحضرت نے اُن کو یہ حصۂ قرآنِ مجید سُنایا تو اُنہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ قسم بخدا تمہارے آقا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی تفصیل وار خبر اِس نوشتہ نے دیدی اور آنحضرت نے اُن سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تم سے مباہلہ کرنے کا حکم دیا ہے اِن لوگوں نے کہا کہ کل صبح ہم آپ سے مباہلہ کرینگے اور آپس میں ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہمیں یہ دیکھنا منظور ہے کہ یہ ہم سے مباہلہ کس چیز کے ساتھ کرینگے آیا اپنے پیرؤوں کی کثرت پر نازاں ہو کر اوباشوں اور اراذل کو ساتھ لیکر یا صاحبانِ عصمت و طہارت کے ایک چھوٹے سے گروہ کو ساتھ لیکر اِس لیے کہ وہ انبیاء کی اصل و نسل ہیں اور وہی باعثِ قبولِ دعا ہو سکتے ہیں چنانچہ جب اگلی صبح ہوئی تو آنحضرت اِس صورت سے ظاہر ہوئے کہ دائیں پر حضرت علی علیہ السّلام تھے اور بائیں پر حسنین علیہما السّلام تھے اور آن کے پیچھے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السّلام یہ سب حضرات ایک بحرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے اور جناب رسولِ خدا کے دوشِ مبارک پر ایک دھاری دار کمل تھا جو نہ بہت موٹا تھا اور نہ مہین بلکہ متوسط درجہ کا کپڑا تھا۔ آنحضرت نے

دو درختوں کے مابین جھاڑ دیے جانے کا حکم دیا چنانچہ جھاڑ دی گئی اور اُن دونوں کے اوپر وہ کمبل پھیلا دیا گیا اور اُن سب حضرات کو اِس کمبل کے نیچے لے لیا گیا اور اپنا بایاں شانہ بھی اُسی کمبل کے نیچے داخل کیا اور اپنی کمان پر تکیہ کرکے کھڑے ہوئے اور اپنا ہاتھ مباہلہ کے لیے آسمان کی طرف اُٹھایا لوگ دیکھ رہے تھے کہ سید اور عاقب کا رنگ زرد پڑ گیا اور ایسا لرزہ طاری ہوا کہ قریب تھا کہ اُن کی عقلیں جاتی رہیں اُسوقت ایک نے دوسرے سے کہا کیا تم اِن سے مباہلہ کرو گے؟ اُس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ جس قوم نے نبی سے مباہلہ کیا پھر نہ اُسکا چھوٹا بچا اور نہ بڑا لیکن تم اپنا غیر متوجہ ہونا ان پر ظاہر کرو اور جسقدر وہ مال او ہتھیار تم سے طلب کریں تم اُنہیں دیدو اسلیے کہ یہ شخص لڑائی کا آدمی نہ ہے اور اِن سے یہ کہدو کیا آپ اِنہی اپنے چند عزیزوں کے ذریعے سے ہم سے مباہلہ کرتے ہیں یہ تدبیر اس لیے ہے کہ وہ یہ نہ سمجھ جائیں کہ ہمیں اُن کی اور اُن کے اہلبیتؑ کی فضیلت پہلے سے معلوم ہو چکی ہے جب آنحضرتؐ نے مباہلہ کے لیے آسمان کی طرف اپنا ہاتھ اُٹھایا تو ان پادریوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اِس شخص سے (معاملہ کو) جلد طے کرلو یہ کونسی دوراندیشی ہے (کہ سکوت میں پڑے ہو)؟ اگر اِس شخص نے لعنت کا لفظ اپنی زبان پر جاری کیا تو ہم اپنے اہل و عیال تک کو نکر ہرگز نہ جاسکیں گے اب تو دونوں بولے کہ اے ابوالقاسمؐ کیا آپ اِن (چند عزیزوں) کے ذریعہ سے ہم سے مباہلہ کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں روئے زمین پر میرے بعد خدا کے نزدیک اِن سے زیادہ دوسرا کوئی رو دار نہیں ہے اور نہ توسّل کے لیے اُس کے حضور میں اِن سے زیادہ کوئی معزز ہے۔ اب تو دونوں پر پھر لرزہ طاری ہوا اور دونوں عرض کرنے لگے کہ اے ابوالقاسمؐ ہم آپ کو تو ایکہزار تلواریں دیتے ہیں اور ایک ہزار زرہیں اور ایک ہزار ڈھالیں اور ایک ہزار اشرفی سالانہ اِس شرط پر کہ یہ ہمارے ہتھیار آپ کے پاس عاریت رہیں گے جب تک کہ ہم اپنی قوم کے پاس جائیں اور آئیں جو کچھ ہم نے دیکھا اور سُنا ہے اُن سے بیان کریں تو معاملہ سب کی رائے سے طے ہو کہ یا تو سب اسلام لائینگے یا جزیہ دیا کرینگے یا سال بسال کے لیے کوئی رقم طے ہو جائیگی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے لیکن اُسی کی قسم جس نے مجھے عزت و کرامت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر تم اُنکی معیت میں جو کسا کے نیچے ہیں میرے ساتھ مباہلہ کرتے تو خدا تعالےٰ تمام میدان کو آگ سے بھر دیتا اور ایک پلک جھپکنے میں جھلکے وہ تم سب کا خاتمہ کر دیتی اُسی وقت جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ خدا تعالےٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ جو کسا کے نیچے ہیں اگر آپ اِن لوگوں کو ساتھ لیکر تمام اہل آسمان و زمین سے مباہلہ کرتے تو آسمان و زمین کے ٹکڑے اُڑ جاتے اور کہیں آسمان و زمین والوں کو ٹھکانا نہ ملتا اُسوقت آنحضرتؐ نے دستِ مبارک بلند کیا یہاں تک کہ سفیدی زیر بغل نمایاں ہوئی اور یہ فرمایا کہ جو تمہارا حق بجور و ظلم لے لیگا یا میرے اُس اجر میں کمی کریگا جو خدائے تعالےٰ نے تمہارے بارے میں واجب فرمایا ہے اُس پر قیامت تک خدائے تعالےٰ کی لعنت ہوتی رہیگی۔ المختصر اِسلام کی نصرانیت کے مقابلہ میں یہ ایسی بین فتح ہوئی ہے کہ جس سے بڑھی ہوئی تلوار و توپ کی کوئی فتح نہیں ہو سکتی اِس لیے کہ یہی واقعہ نصرانیت کا زمین پر

باقی رکھنے والا ہو گیا ورنہ آنحضرتؐ نے مباہلہ کرنے کے بعد ایک نصرانی کا بھی زمین پر زندہ رہنا
محال و ناممکن ہو جاتا پس اسلام کی کوئی عید عید مباہلہ سے بڑی نہیں ہو سکتی جس میں اس طرح اسلام کی فضیلت
غیر فرقے کے علماء نے تسلیم کی یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پنجتن پاک کی فضیلت اور ان
پانچ بزرگواروں کی خاص بزرگی عام طور سے اُسی دن سے ایسی شائع و ذائع ہوئی کہ
مخالفین میں سے کوئی مفسر یا محدث یا مؤرخ اس میں اختلاف کی جرأت نہ کر سکا۔ مباہلہ کے وقت
جناب رسول خدا ان ہی چار بزرگوں کو ساتھ لے کر آئے تھے لفظ نِسَآءَنَا سے جناب سیدہؑ ہی
مراد تھیں۔ حالانکہ نساء کے معنی ازواج کے بھی ہیں۔ مگر ایک درجن بھر ازواج میں سے کوئی ایک بھی
اُس دن نہ لائی گئی اور نہ کوئی منہ بولی بیٹی آئی کیونکہ اللہ کے نزدیک کسی کی وجاہت وہ تھی ہی نہیں
جو جناب سیدہؑ (حقیقی بیٹی) کی تھی اَبْنَآءَنَا سے مراد بس حسنؑ و حسینؑ ہی تھے۔ اور کسی کو ابن رسولؐ
ہونے کی نہ لیاقت نہ قابلیت نہ جرأت اور یہ محض علیؑ ہی کی شان تھی کہ ان کو خود خدائے تعالے نے
نفسِ رسولؐ قرار دیا ہے۔ آنحضرتؐ کی آنکھ بند ہو جانے کے بعد غصبِ خلافت کر کے کئی شخص بزرگ
بن بیٹھے مگر اُس دن کسی کی نہ چلی کہ اپنے آپ کو نفسِ رسولؐ قرار دلوالیتا۔ مگر جیسا کہ آپ نے خاتمۂ روایت
پر ملاحظہ فرمایا غصبِ حق کرنیوالوں پر قیامت تک خدا کی لعنت اس طرح ہو رہی ہے کہ کوئی قوت آجتک
اُسے روک سکی ہے اور نہ روک سکے گی۔ واقعۂ مباہلہ اہل سنت کی بیسیوں معتبر کتابوں میں باختلاف
الفاظ وارد کیا گیا ہے مگر ہم بخوفِ طوالت اُن سب کا ذکر چھوڑے دیتے ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ صفحہ ۹۴

کتاب الواحدہ میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب
امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالے واحد و تنہا اور یکتائی میں منفرد
ہے اُس نے ایک کلمہ فرمایا جو نور ہو گیا پھر اُس نور سے اُس نے جناب محمد مصطفےٰ کو اور مجھے اور میری اولاد کو پیدا
کیا پھر اُس نے ایک کلمہ فرمایا جو روح بن گیا اور اسی خدا تعالے نے اُس نور میں اور اُس نور کو ہمارے
جسموں میں جگہ دی پس ہم ہی روح اللہ ہیں اور ہم ہی کلمۃ اللہ ہیں مخلوقِ خدا خدا کو نہیں دیکھ سکتی مگر ہماری وجہ
سے اُس کی صفات کو سمجھ سکتی ہے پس اُس وقت جبکہ نہ سورج تھا اور نہ چاند نہ رات تھی اور نہ دن اور نہ کوئی
آنکھ تھی جو پلک جھپکاتی ہم ایک سبز سائبان کے نیچے خدا تعالے کی عبادت اور اس کی تقدیس و تسبیح کیا کرتے تھے
یہ اُس سے پہلے کا ذکر ہے کہ اُس نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا ہو اور (جب مخلوق کو پیدا کیا تو) اُس نے انبیاء
سے ہم پر ایمان لانے کا اور ہماری نصرت کرنے کا پختہ عہد لیا تو خدا تعالے کے اس قول وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ
مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ
لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۹۴ سطر ۹) سے ثابت ہے اس میں لَتُؤْمِنُنَّ
بِہٖ سے مراد ہے لَتُؤْمِنُنَّ بِمُحَمَّدٍ (یعنی تم سب محمد مصطفےٰ پر ضرور بالضرور ایمان لانا) اور لَتَنْصُرُنَّہٗ سے مراد

لَتَنْصُرُنَّ وَصِیَّہٗ (یعنی تم سب وصی محمد مصطفیٰ کی مدد ضرور بالضرور کرنا) چنانچہ عنقریب وہ سب کے سب
میری مدد ضرور کرینگے اور خدا تعالیٰ نے خود میرا عہد جناب محمد مصطفیٰ کے عہد کے ساتھ اس طرح
لیا کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں۔ چنانچہ میں نے آنحضرت کی مدد کی اُن کے حضور میں جہاد کیے
اُن کے دشمنوں کو قتل کیا اور میں نے خالصاً لوجہ اللہ اُس عہد و پیمان جو مجھ سے نصرتِ جنابِ رسول خدا
کے بارے میں لیا گیا تھا پورا کر دیا۔ مگر انبیاء و رسولوں میں سے کسی کو یہ موقعہ نہیں ملا کہ وہ میری مدد
کرتے اِس لیے کہ خدائے تعالیٰ نے اُن کو میرے ظاہر ہونے سے پہلے اُٹھا لیا لیکن عنقریب وہ
میری مدد کرینگے اور مشرق سے لیکے مغرب تک میری حکومت ہوگی اور اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام
سے لیکے خاتم النبیین تک ہر نبی و رسول کو مبعوث فرمائیگا اور وہ میری مدد کرنے کے لیے کل جن اور انسانوں
کو خواہ وہ زندہ ہوں یا مُردہ ہو چکے ہوں تو اُن کو حکم خدا سے زندہ کرکے اُن سب کو اپنی تلوار دل
سے ماریں گے یہ کتنی تعجب کی بات ہوگی اور اُن مُردوں سے تعجب کیوں نہ آیا جنکو اللہ تعالیٰ
زندہ کرکے اُٹھائیگا اور وہ گروہ کے گروہ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ یَا دَاعِیَ اللّٰہِ کہتے ہوئے آئینگے کوفہ کے
بازاروں میں یہ کثرت ہوگی کہ بازار پٹ جائیں گے تلواریں اپنی کھینچے ہوئے اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے کافروں
کو اور ظالموں کو اور اول و آخر ظالموں کے پیرووں کے سر انہی سے توڑتے ہوں گے یہاں تک کہ جو وعدہ
خدا نے اُن سے اپنے اِس قول وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ
فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ
الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ
فِیْ شَیْئًا ط (دیکھو صفحہ ۵۱۹ سطر ۵) میں فرمایا تھا اُسے پورا کرتے ہوں گے یعنی وہ ایسے امن سے
ہو جائیں گے کہ صرف میری ہی عبادت کریں اور میری عبادت کرنے میں کسی سے بھی نہ ڈریں
اور اُن کو تقیہ کی ضرورت نہ رہے۔ (پھر جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا) میرے لیے
ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ آنا اور ایک رجعت کے بعد دوسری رجعت ہے اور میں رجعتوں
والا ہوں اور بار بار آنے والا اور حملے کرنے والا اور دشمنوں سے بدلہ لینے والا اور عجیب و غریب
انقلاب پیدا کرنے والا ہوں اور میں (وہ) لوہے کا سینگ ہوں (جس کا ذکر پہلی کتابوں
میں آ چکا ہے) یہ حدیث طویل ہے صرف بقدرِ ضرورت
لے لی گئی۔

فقط

ضمیمہ جات متعلقہ پارہ نمبر ۴

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ صفحہ ۹۷

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اور من لا یحضرہ الفقیہ اور تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ جب اللہ تعالےٰ نے یہ چاہا کہ زمین کو پیدا کرے تو اُس نے ہواؤں کو حکم دیا اور ہوا نے پانی کو خوب ٹکرایا جس سے موج پیدا ہوگئی پھر جھاگ بنے پھر جھاگ ملکر اکٹھے ہوئے پھر ان سب کو اُس جگہ جمع کردیا یہاں بیت اللہ ہے پھر اُنہی جھاگوں سے ایک پہاڑ بنا دیا پھر اسی کے نیچے سے زمین پھیلادی اور خدائے تعالےٰ کے اس قول کا یہی مطلب ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا (دیکھو صفحہ ۹۷ سطر ۹) اور من لا یحضرہ الفقیہ میں اتنا اور زیادہ ہے کہ زمین میں پہلی جگہ جو خدا تعالےٰ نے پیدا کی وہ کعبہ ہے پھر اُس سے اور زمین پھیلائی گئی اور اُس کتاب میں یہ بھی ہے کہ خدائے تعالےٰ نے ہر چیز میں سے ایک چیز کو پسند فرمایا ہے چنانچہ ساری زمین میں سے کعبہ کی جگہ کو پسند فرمایا ہے علل الشرائع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مکّہ کا نام بکّہ اس لیے رکھا گیا کہ مرد بھی اس میں روتے ہیں اور عورتیں بھی اور عورت وہاں تمہارے آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں اور ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے اور اس کا کچھ بھی مضائقہ نہیں حالانکہ عورت کا اس طرح نماز پڑھنا اور تمام ملکوں میں مکروہ ہے الخصال میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مکّہ کے پانچ نام ہیں اُمّ القریٰ۔ مکّہ بکّہ۔ بسّاسہ (اس کے معنی یہ ہیں کہ جو اس میں رہ کر ظلم کرتا ہے اُسے یا تو خارج کر دیتا ہے) ہلاک اور اُمّ رحم اس کا یہ مطلب ہے کہ جو اُس میں آرہے ہیں اُن پر خدا رحم کرتا ہے۔ اسی کے ہم معنی ایک حدیث من لا یحضرہ الفقیہ میں منقول ہے نیز اُسی کتاب میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مکانِ کعبہ کو پروردگارِ عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کی خاطر جنّت سے اُتارا تھا اُس وقت وہ ایک سفید موتی تھا پھر اُسے اللہ تعالےٰ نے آسمان کی طرف اُٹھا لیا فقط اُس کی بنیاد باقی رہ گئی اور وہ موجودہ بیت اللہ کے گرداگرد ہے اور ہر روز اس میں ستّر ہزار فرشتے حکم خدا سے آتے ہیں جو پھر دوبارہ نہیں آسکتے پس خدائے تعالےٰ نے حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کو حکم دیا کہ اُنہی بنیادوں پر اس مکان کو بنائیں من لا یحضرہ الفقیہ اور کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ کعبہ کی زمین کل روئے زمین پر ایک بلند ٹیلا تھا جو سورج اور چاند کی طرح چمکتا تھا یہ حالت اُس وقت تک رہی جب تک کہ آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو قتل نہ کیا اس واقعہ کے بعد وہ سیاہ ہوگئی پھر جب آدم علیہ السلام آئے تو خدائے تعالےٰ نے اس زمین کو اُن کی خاطر سے کل زمین سے اونچا کیا کہ اُنہوں نے اُسے دیکھ لیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ سب تیرے لیے ہے۔

اُنھوں نے عرض کی کہ پروردگار یہ زیادہ چمکتی ہوئی زمین کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ اِس زمین میں میرا حرم ہے اور اے آدمؑ تمہارے ذمہ میں نے یہ واجب کر دیا کہ ہر روز سات سو مرتبہ طواف اِس مقام کا بجا لاؤ۔ من لا یحضرہ الفقیہ میں اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ ایک پتھر پر یہ لکھا ہوا پایا گیا کہ میں خدا خدائے یکتا ہوں بکہ کا مالک ہوں میں نے اِس کو اُس دن پیدا کیا ہے جس دن آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور جس دن سورج اور چاند کو پیدا کیا اور اُس کی گرداگرد سات فرشتے مقرر کر دیے اِس میں رہنے والے برکت دیے جائیں گے اِن کو نہ پانی کی کمی ہوگی اور نہ دودھ کی اور اُن کا رزق اُن کو تین طریقوں سے پہنچیگا اوپر کی طرف سے اور نیچے کی طرف سے اور گھاٹیوں میں سے قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی مقامِ ابراہیم کا آیات اللہ ہونا اِس سے ثابت ہے کہ وہ حسبِ خواہشِ ابراہیم علیہ السّلام بلند ہو جاتا تھا یہاں تک کہ پہاڑوں سے بھی اونچا ہو گیا تھا جس کا ذکر انشاء اللہ سورۂ حج میں آئیگا۔ اب رہا حجرِ اسود اِس کا آیت اللہ ہونا اِس سے ثابت ہے کہ انبیاء و اوصیاء کے لیے اُس سے عجائبات ظہور میں آتے رہے ہیں اُسوقت بھی جبکہ وہ ایک جوہر تھا اور آدم علیہ السّلام کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اُسے جنت میں رکھا تھا اور اُسوقت بھی جبکہ وہ بڑے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا اور خدائے تعالےٰ نے آدمیوں سے جو عہد و پیمان لیا تھا اس کی بابت اُسے حکم دیا تھا کہ اُسے بطور لقمہ نگل جائے اور اپنے پاس امانت رکھے نیز اِس حیثیت سے بھی آیت ہے کہ قیامت کے دن وہ اِس شان سے حاضر ہوگا کہ اُس کی ایک زبان بڑی بولنے والی ہوگی اور دو آنکھیں ہوں گی جن سے کل مخلوق کو پہچانے گا اُن کی گواہی بھی دیگا جنھوں نے اِس عہد کو پورا پورا ادا کیا ہے اور میثاق اس کے پاس سے اُس کے مطابق عمل کیا ہے اور ہر اُس شخص کے برخلاف گواہی دیگا جس نے انکار وغیرہ کیا ہے جیسا کہ اخبار آئمہ علیہم السّلام سے ثابت ہے نیز اِس کا آیت اللہ ہونا اِس حیثیت سے بھی ثابت ہے کہ بعض آئمہ علیہم السلام کے لیئے اُس نے بات کی ہے جیسے کہ جناب امام زین العابدینؑ کے لیے اُسوقت جبکہ اُن کے چچا جناب محمد حنفیہ نے امرِ امامت میں اُن سے جھگڑا کیا تھا اور یہ دعوےٰ کیا تھا کہ بعد جناب امام حسین علیہ السّلام کے امام میں ہوں اور حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ چچا جان امام وہ ہوتا ہے جس کی کل مخلوق گواہی دے سکے چنانچہ طرفین کی رضامندی سے حجرِ اسود حَکم بنایا گیا جس نے محمد حنفیہ کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا پھر جناب امام زین العابدین علیہ السّلام کے جواب میں اِس فصاحت سے آپ کے امام ہونے کی گواہی دی کہ موافق و مخالف سب قائلِ امامت ہو گئے نیز اِس حیثیت سے بھی حجرِ اسود کا آیت اللہ ہونا ثابت ہے کہ جب اُس کو اُس کے موقع پر نصب کرنا چاہا ہے تو اُس نے بھی غیر معصوم کی اطاعت نہیں کی جیسا کہ بارہا تجربہ ہو چکا اب رہا منزلِ اسمٰعیل علیہ السّلام کا آیت اللہ ہونا تو وہ منازل تو خشک کیا گیا تھا مگر اُس سے حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کے لیے وقتاً فوقتاً پانی جاری ہوتا رہا اور مقامِ ابراہیمؑ کا خصوصیت سے قرآن مجید میں ذکر آیا ہے اور چیزوں کا ذکر وغیرہ۔

کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ کل آدمیوں کے لیے کوئی نشان مقام ابراہیمؑ سے زیادہ ظاہر نہیں ہے اور اُس پر جو نشانِ قدم بنے ہوئے ہیں اُن کی نسبت ایک قول تو یہ ہے کہ جب کعبہ کی دیواریں بلند ہوگئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام اِس پتھر پر کھڑے ہوا کرتے تھے تاکہ دیواروں کے پتھر اوپر پہنچانے ممکن ہوں پس دونوں قدموں کے نشان اُن پر بن گئے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جب شام سے مکّہ معظمہ کی زیارت کو آئے تو زوجۂ اسمٰعیل نے عرض کی کہ آپ اُتریے اور سر دھو لیجئے مگر آپ نہیں اُترے تو وہ اِس پتھر کو اُٹھا لائیں اور آپ کی سواری کے داہنی طرف رکھدیا حضرتؑ نے اپنا داہنا پاؤں اُس پر رکھا اور زوجۂ اسمٰعیل علیہ السّلام نے آپ کے سرِ مبارک کا داہنا حصّہ دھو دیا پھر پتھر کو اُٹھا کے بائیں طرف رکھدیا اور حضرتؑ نے اپنا بایاں پاؤں اُس پر رکھا اور زوجۂ اسمٰعیل نے بائیں طرف کا حصہ دھو دیا اِسی طرح دونوں قدموں کا نشان اُس پتھر پر بن گیا اور باقی رہ گیا۔

قولِ مترجم۔ اوپر کے دونوں قولوں میں سے کونسا صحیح ہے اِس کی تصدیق مشاہدہ پر موقوف ہے اگر دونوں قدموں کے نشان باقاعدہ بنے ہوئے ہیں یعنی داہنے پاؤں کا داہنی طرف اور بائیں پاؤں کا بائیں طرف تو تو قولِ اوّل صحیح ہے اور اگر نشان اِس کے خلاف بنے ہوئے ہیں یعنی بائیں طرف داہنے پاؤں کا نشان ہے اور داہنی طرف بائیں پاؤں کا نشان ہے تو قولِ ثانی صحیح ہوگا۔

کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اُس مقام ابراہیم کی جگہ جسے ابراہیم علیہ السّلام نے خود رکھا تھا بیت اللہ کی دیوار سے متصل تھی اور وہ برابر وہیں رہا تا آنکہ زمانۂ جاہلیّت میں کفار نے اُسے اُس مقام تک ہٹا دیا جہاں آج تک ہے پھر جب آنحضرتؐ نے مکّہ معظّمہ کو فتح کیا تو اُسے اُٹھا کر اُسی مقام پر واپس پہنچا دیا جہاں ابراہیم علیہ السلام نے اُسے رکھا تھا پس یہ برابر وہیں رہا تا آنکہ عمر ابن الخطاب حاکم ہوا اُس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم میں سے ایسا کون ہے جو اُس جگہ کو بتا سکے جہاں مقام ابراہیم زمانۂ جاہلیّت میں تھا ایک شخص نے کہا کہ میں نے اُس کے فاصلہ کو اُسوقت ناپ لیا تھا اور وہ میرے پاس موجود ہے عمر نے کہا کہ ہمارے پاس لے آ وہ شخص لے آیا عمر نے خود اُسے جانچا پھر مقام ابراہیمؑ کو بیت اللہ کے پاس سے ہٹا کر اُس جگہ کر دیا جہاں کفار نے زمانۂ جاہلیّت میں قائم کیا تھا۔

قولِ مترجم۔ اِس بدعت کا موقوف کرنا بھی جناب صاحب الامر علیہ السّلام کے حقوق میں داخل ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ صفحہ ۹۷ علل الشرائع میں منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ابوحنیفہ سے دریافت کیا کہ خدائے تعالےٰ کے اِس قول وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (دیکھو صفحہ ۹ سطر ۱۱) کا مطلب مجھے سمجھا کہ یہ مقام زمین پر کس جگہ واقع ہے اُس نے

عرض کی یہ کعبۃ اللہ ہے حضرت نے فرمایا کہ حجاج ابن یوسف نے جب کعبۃ اللہ کا محاصرہ کرکے عبد اللہ
ابنِ زبیر کے مغلوب کرنے کے لیے منجنیق قائم کیے اور پھر ابنِ زبیر کو قتل بھی کیا تو آیا عبد اللہ کعبہ میں مامون
ہوا یعنی امن سے تھا؟ یہ سنکر ابوحنیفہ چپ رہ گیا پھر حضرت سے جواب کا طالب ہوا حضرت نے
ارشاد فرمایا کہ جو شخص قائم آلِ محمد علیہ السلام کی بیعت کرے گا اور آنحضرت علیہ السلام کی اطاعت میں
داخل ہوگا اور آنحضرت کے دستِ مبارک کو مس کرے گا اور اُن کے اصحاب کے گروہ میں داخل
ہوگا وہ ضرور امن پائیگا۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو
شخص اِس گھر یعنی (بیت اللہ) کا ارادہ کرکے آئے اور وہ یہ بھی جانتا ہو کہ وہ خانۂ خدا یہی ہے جس کے
حج کا خدائے تعالےٰ نے مجھے حکم دیا ہے اور وہ ہم اہلبیت کے حق کو ایسے ہی پہچانتا ہو جیسا کہ پہچاننے کا حق
ہے تو وہ دنیا اور آخرت (دونو) میں امن سے رہے گا۔ تفسیر مجمع البیان میں جناب امام محمد باقرؑ
سے منقول ہے کہ جو شخص بیت اللہ میں اِس شان سے داخل ہو کہ اللہ تعالےٰ نے جو کچھ اُس پر واجب
کیا ہے اُس سب کا شناسا ہو تو آخرت میں دائمی عذاب سے مامون و محفوظ رہے گا۔ کافی میں
بروایتِ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام اُن دعاؤں میں (جو کہ بیت اللہ میں داخل ہوتے وقت پڑھنی
چاہییں) یہ فقرہ بھی منقول ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا فَاٰمِنِّیْ مِنْ عَذَابِ
النَّارِ۔ (یا اللہ تو نے یہ فرمایا ہے اور جو اس میں داخل ہوا وہ مامون ہوگیا پس مجھے عذابِ دوزخ
سے مامون فرما دے) نیز کافی اور تفسیر عیاشی میں اُنہی حضرت علیہ السلام سے منقول ہے کہ آدمیوں
میں سے جو شخص حرم مکہ میں داخل ہو جائے اور خدا کی پناہ پکڑلے وہ عذابِ خدا سے اُس میں مامون
ہو جاتا ہے۔ اور جو چوپاؤں یا پرندوں میں سے اِس میں آجائے وہ جب تک حرم سے باہر نہ نکل جائے
اس بات سے مامون ہے کہ کوئی اُسے ستائے یا بھڑکائے۔ نیز اُنہی حضرت سے یہ بھی منقول ہے کہ جب
بندہ نے حرم سے باہر کوئی قصور کیا پھر وہ بھاگ کر حرم میں آگیا تو کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اُسے
حرم کے اندر گرفتار کرے لیکن بازار میں اُس سے لین دین بند کر دیا جاوے اور کھانا پینا اُسے نہ دیا جاوے
اور کوئی شخص اُس سے بات بھی نہ کرے کہ ایسا کرنے سے امید ہے کہ وہ باہر نکلیگا اُسوقت وہ گرفتار
کیا جائے اور اگر کسی نے حرم کے اندر ارتکابِ جرم کیا ہو تو اُس پر حرم کے اندر ہی حد جاری کی جائیگی
اور کافی میں اتنی عبارت اور زیادہ ہے کہ یہ اِس سبب سے کہ اُس نے حرمِ خدا کی حرمت کی رعایت
نہیں کی۔ نیز کافی میں منقول ہے کہ سائل نے اُن حضرت سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے ذمہ میرا مال
ہوا اور وہ عرصہ تک غائب رہے اور پھر میں اُس کو کعبۃ اللہ کے گرد طواف کرتے دیکھوں تو آیا جائز ہے
کہ میں اپنے مال کا تقاضا اُس سے کروں۔ فرمایا نہیں۔ نہ تو اُس کو سلام کرو اور نہ اُسے کسی طرح ڈراؤ
دھمکاؤ جب تک وہ حرم سے باہر نہ آجائے من لایحضرہ الفقیہ میں منقول ہے کہ جو شخص حرم حتےٰ ا

یا حرم رسولؐ میں مرجائیگا خدا اُس کو امن پانے والوں میں مبعوث کرے گا اور جو شخص دونوں حرموں کے مابین مرجائیگا تو اُس سے حساب نہ لیا جائیگا اور جو شخص حرم خدا میں دفن ہو جائیگا وہ قیامت کے بڑے خوف سے مامون رہیگا۔

قولِ مترجم۔ اِن اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی حرم میں دفن ہونے کے قابل نہ ہو نقل کرنے والے ملائکہ جو خدا کی طرف سے مقرر ہیں اُسے اُس مقام محترم سے منتقل کرکے ایسی جگہ پہنچا دیتے ہیں جہاں کے وہ لائق ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ صفحہ ۹۸ کافی اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ اِس آیت میں جو خدا نے لفظ سبیل فرمایا ہے تو سبیل سے کیا مطلب ہے فرمایا اُس کے پاس اتنا ہو جس سے حج بجالائے راوی کہتا ہے کہ میں نے یہ عرض کی اگر کسی کے سامنے اتنا پیش کیا جائے جس سے وہ حج بجالاسکے پھر وہ اُس کے لینے سے حیا کرے تو آیا وہ بھی مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (دیکھو صفحہ ۹۸ سطر) کی حد میں آجائے گا؟ فرمایا ہاں ضرور آجائیگا کیا وجہ ہے کہ وہ حیا کرے گو اُسے ایسے گدھے پر سوار ہو کر بھی جانے کا موقع ملے جس کی ناک بھی کٹی ہو اور دُم بھی اور اگر کسی میں اِس بات کی طاقت ہو کہ کچھ راستہ پیدل چل سکے اور کچھ سوار ہو کر تو بھی اُسے حج بجالانا چاہیے اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر کسی کے پاس سواری کے لیے نہ ہو تو بھی نکل کھڑا ہو اور پیدل چلے اِس پر کسی نے عرض کی اگر چلنے کی بھی قوت نہ رکھتا ہو فرمایا کچھ پیدل چلے اور کچھ سوار ہو کر عرض کی گئی کہ اِس کا مقدور نہیں رکھتا کہ سوار ہو فرمایا اس صورت میں بعض لوگوں کی خدمت یا نوکری اختیار کرلے اور اُن کے ساتھ جائے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اُن حضرتؑ سے اِس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تو یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص جسمانی طور سے صحیح ہو اور راستہ بھی صاف ہو اور اُس کے پاس زادِراہ اور سواری ہو تو وہ اُن لوگوں میں سے ہوا جو حج کی استطاعت رکھتے ہیں اِس روایت کا راوی یہ بھی کہتا ہے یا یہ فرمایا کہ اُس کے پاس مال ہو اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اُن حضرتؑ سے اِس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تھا تو حضرتؑ نے دریافت کیا کہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ عرض کی گئی لوگ تو زادِراہ اور سواری کہتے ہیں۔ فرمایا کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس کا مطلب دریافت کیا گیا تھا تو اُن حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ اِس صورت میں تو لوگ ہلاک ہو جائیں گے کہ اگر ایک شخص کے پاس زادِراہ اور سواری ہو یعنی اتنا کہ اپنے بال بچوں کی خبرگیری کرسکے اور اُس کے سبب سے لوگوں سے مستغنی ہو تو اگر اُسے حج میں صرف کردے تو کیا بال بچوں کے قوت کے لیے لوگوں سے جاکے بھیک مانگنے؟ وہ اس طرح وہ سب مارے پڑے اِس پر عرض کی گئی کہ پھر سبیل سے کیا مراد ہے؟ فرمایا وسعتِ مال کہ اُس کے

ایک حصّہ سے حج کرے اور اُس کا ایک حصّہ اپنے اہل وعیال کے لیے باقی رکھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ
کہ خدائے تعالےٰ نے زکوٰۃ کو واجب کیا ہے اُن لوگوں پر جن کے پاس کم از کم دو سو درہم ہوں۔

قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی - آخری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے پاس اتنا ہی مال ہو
جس سے وہ اپنے بچّوں کی خبرگیری کر سکتے ہیں اگر اُن پر یہ واجب کیا جاتا کہ اس مال کو وہ زادِ راہ
اور سواری میں اُٹھاویں پھر وہ اپنے اہل وعیال کے قوت کے لیے لوگوں سے بھیک مانگتے پھرتے تو
یہ صورت لوگوں کی بربادی کا موجب ہوتی اور اوپر کی روایتیں بتلاتی ہیں کہ جس کے پاس تھوڑا سا بھی ہو گے
حج کو جانا چاہیے۔ اِن روایتوں کے اختلاف کی وجہ لوگوں کے حالات کا مختلف ہونا ہے۔ معذور ہوتے
کی حیثیت سے ہو۔ توکّل کی حیثیت سے ہو۔ اور قوت وضعفِ جسمانی سے ہو تو اس کا قطعی فیصلہ خداوندِ عالم
یوں فرماتا ہے بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ (دیکھو صفحہ ۹۲۲ سطر ۵)

قولِ مترجم - حج کے مفصّل احکام وشرائط کتبِ فقہیہ میں دیکھو اور اجتہاد یا تقلید کے موافق عمل
کرنا چاہیے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ صفحہ ۹۹ تفسیر برہان میں بروایتِ جابر ابنِ عبد اللہ انصاری منقول ہے کہ
جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں اہلِ یمن کا ایک گروہ بطورِ مہمان وارد
ہوا آنحضرت نے اصحاب سے فرمایا کہ تمہارے پاس اہلِ یمن آتے ہیں جو بہت ہی باریک بیں ہوتے
ہیں پھر جب وہ لوگ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تب فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جن کے دل
نرم ہیں اور جن کے ایمان مضبوط ہیں منصور انہی میں سے ہوگا جو میرے برحق خلیفہ کی ستر ہزار آدمیوں
سے نصرت کرے گا اور اسی طرح میرے وصی کے بیٹے کی وہ سب اپنی تلواریں حمائل کیے ہوں گے
لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ آپ کا وصی کون ہے فرمایا وہ ہے جس کی پیروی کرنے کا خدا
تعالےٰ نے تم سب کو حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (دیکھو
صفحہ ۹۹ سطر ۳) لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے لیے اسے کھول کر بیان کیجیے کہ یہ حبل کیا ہے؟
فرمایا خدائے تعالےٰ کا یہ قول دیکھو اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ (دیکھو صفحہ ۱۰۱ سطر ۲) اس میں حبل من اللہ
خدا کی کتاب ہے اور حبل من الناس میرا وصی لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے وصی ہیں کون فرمایا
وہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى
عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (دیکھو صفحہ ۷۱۴ سطر ۴) لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ جنب اللہ
سے کیا مراد ہے؟ فرمایا۔ وہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالےٰ یہ فرماتا ہے وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ
عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (دیکھو صفحہ ۵۷۵ سطر ۹) وہی میرا
وصی ہے جو میرے بعد مجھ تک پہنچنے کا راستہ ہے لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کو قسم ہے اس نے

آپ کو برحق نبی بناکر بھیجا ہے ہمیں اُسے دکھادیجیے کہ ہم اُس کے بہت ہی مشتاق ہوگئے فرمایا وہ وہی ہے
جس کو خدائے تعالےٰ نے سمجھنے والوں کے لیے نشانی بنا دیا ہے پس اگر تم اُس کو اُس نظر سے دیکھوگے
جس نظر سے وہ شخص دیکھے جس کی تعریف میں خدا فرماتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ
اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ (دیکھو صفحہ ۸۳۰ سطر ۱) تو تم اُسے پہچان لوگے کہ وہی میرا وصی ہے
جیساکہ تم نے مجھے پہچان لیا کہ میں تمہارا نبی ہوں اب تم صفوں میں سے گزرو اور چہروں کو غور سے دیکھو
توجس کی طرف تمہارے دل مائل ہوجائیں تو بلاشک وہ ہی میرا وصی ہوگا اسلیئے کہ اللہ تعالےٰ اپنی کتاب
میں اس کے بارے میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا یوں نقل فرماتا ہے فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ
تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ (دیکھو صفحہ ۴۱۲ سطر ۲) جس سے مراد ہے اُس کی طرف اور اُس کی اولاد کی طرف
جابر کہتے ہیں کہ اِس پر ابو عامرۂ اشعری قبیلۂ اشعر میں سے اور ابو غرۃ الخولانی قبیلۂ خولانیین میں سے
ہے اور عثمان ابن قیس اور عرنۂ دوسی قبیلہ دوسیین میں سے اور لاحق ابن علاقہ کھڑے ہوئے صفوں میں
گئے چہروں کو غور سے دیکھا اور اُس شخص کا ہاتھ پکڑ لیا جس کی پیشانی کے بال اُڑے ہوئے اور پیٹ
بڑھا ہوا تھا عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ہمارے دل تو اِس کے گرویدہ ہوگئے۔ آنحضرت نے فرمایا
بلکہ تم نے وصیِ رسولِ خدا کو قبل اِس کے کہ تم اُنہیں پہچانتے ہو اِس طرح شناخت کرلیا تم خود برگزیدۂ خدا
ہوگئے اچھا اب یہ تو بتاؤ تم نے شناخت کیونکر کیا کہ یہ وہی ہیں؟ جناب رسولِ خدا کی زبان سے اپنی تعریف
سُنکر یہ لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے اور عرض کرنے لگے کہ اے رسولُ اللہ ہم نے اَور لوگوں کی طرف دیکھا تو
ہم اِن سے ذرا بھی نہ ڈرے اور جب ہم نے اِس بزرگوار کی طرف دیکھا تو ہمارے دل کانپ گئے پھر ہمارے
نفس مشتاق ہوئے اور ہمارے دل بھر آگئے اور ہماری آنکھیں بھر آئیں اور ہمارے سینے نورانی ہوگئے
گویا یہ ہمارا باپ ہے اور ہم اِس کے بیٹے ہیں آنحضرت نے فرمایا وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ وَالرّٰسِخُوْنَ
فِی الْعِلْمِ (دیکھو صفحہ ۸، سطر ۷) تم اُن لوگوں کی منزلت میں آگئے جن کی تعریف میں خدائے تعالےٰ فرماتا
ہے اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓی اُولٰٓئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ (دیکھو صفحہ ۵۲۴ سطر ۱) اور تم
آتشِ جہنم سے دور ہوگئے۔ جابر ابن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ یہ سب بزرگوار جن کے نام لیے گئے اُس وقت
تک زندہ رہے کہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کے ساتھ جنگِ جمل و صفین میں شریک ہوئے اور بالآخر
صفین میں شہید ہوگئے خدائے تعالےٰ اُن پر اپنی رحمت نازل کرے آنحضرت ان کو جنت کی بشارت دیا
کرتے تھے اور اِس بات کی خبر کہ تم علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوجاؤگے اُسی کتاب
میں جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن جناب رسولِ خدا مع اپنے اصحاب
کے مسجد میں تشریف فرما تھے ارشاد فرمانے لگے کہ ابھی تھوڑی دیر میں اِس دروازہ سے ایک جنتی آئیگا اور
اور جو مطلب اُس سے پوچھنا ہے دریافت کرے گا چنانچہ ایک طویل القامت آدمی مصر کے لوگوں سے مشابہ

آیا آگے بڑھکے آنحضرتؐ کو اُس نے سلام کیا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے کلام پاک میں یہ بھی فرماتا ہے۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا (دیکھو صفحہ ۹۹ سطر ۲) پس یہ حبل کونسی ہے جس کو چنگل مار کے خدائے تعالےٰ نے ہم کو پکڑنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ اُس سے کبھی جدا نہوں یہ سوال سنکر آنحضرتؐ نے سر مبارک جھکا لیا پھر بلند کر کے ہاتھ سے علی مرتضےٰ علیہ السّلام کی طرف اشارہ کیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ کی رسّی یہ ہے جو اِس سے متمسک ہوگا دنیا میں بھی اِس کے ذریعہ سے محفوظ رہیگا اور اُس کی آخرت بھی اُس کے ہاتھ سے نہ جانے پائیگی پس وہ شخص جھپٹ کر اُٹھا اور علی مرتضےٰؑ کے پس پشت جاکر حضرتؑ سے چمٹ گیا اور یہ عرض کرتا جاتا تھا کہ میں اللہ کی رسّی سے متمسک ہوگیا پھر اُٹھا اور منھ پھراکر مسجد سے چلدیا اِس اثنا میں لوگوں میں سے ایک اور شخص کھڑا ہوگیا۔ اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ میں اِس شخص سے ملاقات کروں اور کہوں کہ میری مغفرت کی خدا سے دعا کرے آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں اگر تجھے اِس کی توفیق ہو جائے تو کیا مضائقہ ہے چنانچہ یہ شخص بھی نکل کر اُس شخص سے جا ملا اور اُس سے درخواست کی کہ میرے لیے دعائے مغفرت کر شخص اوّل نے کہا تو یہ بھی سمجھا کہ حضرتؐ نے مجھ سے کیا فرمایا اور میں نے آنحضرتؐ سے کیا عرض کیا؟ اُس نے کہا کہ ہاں سمجھا شخصِ اوّل نے کہا کہ پس اگر تم اِن بزرگوار سے متمسک ہو جو حبل اللہ ہیں تو اللہ تمہارے سب گناہ بخشدے اور اگر تم اُن سے متمسک نہیں ہو تو خدا تمہیں کبھی نہ بخشے۔ کتاب المناقب میں حضرت عبد اللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ ہم جناب رسولخدا کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور عرض کرنے لگا یا حضرتؐ میں نے سُنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا تو وہ حبل اللہ کیا ہے جسے ہم چنگل مار کر پکڑیں پس آنحضرتؐ نے اپنا دست مبارک علی مرتضےٰ کے ہاتھ پر مار کر فرمایا اِس سے متمسک ہو کہ وہ حبل المتین ہے۔ مناقب ابنِ شہر آشوب میں ہے کہ ایک اعرابی جناب رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے آنحضرتؐ سے اِس آیت وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا کے معنی دریافت کیے تو جناب رسولخدا نے علی مرتضےٰ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے اعرابی حبل اللہ یہ ہے اِس سے متمسک ہو جا وہ اعرابی پھر کر جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کے پیچھے آیا اور حضرتؐ کو آغوش میں لیکر کہنے لگا کہ یا اللہ میں تجھکو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے بڑی رسّی کو تھام لیا تو جناب رسولخدا نے فرمایا کہ جسے یہ اچھا معلوم ہو کہ وہ ایک جنّتی شخص کی طرف نظر کرے تو اُسے چاہیے کہ اِس اعرابی کو دیکھے۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۴ صفحہ ۹۹

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِس آیت میں نعمت اللہ سے مراد جناب رسولخدا جناب علی مرتضےٰ اور ائمۂ معصومین علیہم السّلام ہیں ثبوت ہر ایک کا حسب ذیل ہے۔

(۱) تفسیر برہان میں ہے کہ یہ آیت وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (دیکھو صفحہ ۹۹ سطر ۳) بنی اوس اور بنی خزرج کے بارے میں نازل

ہوئی جن میں ایک سو برس تک برابر لڑائی رہی نہ رات کو ہتھیار اُتارتے نہ دن کو اسی حالت پر اُن کی اولاد
پیدا ہوتی رہی جب آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تو حضرتؐ نے اُن میں صلح کرادی اور یہ لوگ اسلام لائے
حضرتؐ کی وجہ سے وہ عداوت اُن کے دلوں سے دور ہوگئی اور وہ لوگ بالکل بھائی بھائی ہوگئے
قوالِ مترجم اِس صورت میں آنحضرتؐ کی ذات نعمتِ خدا ہوئی اور آنحضرتؐ کا ذکر کرنا امرِ خدا کی تعمیل
یعنی عبادت ہوئی۔

(۲) جناب رسولِ خدا حج آخر سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو چلے اور راستہ میں جحفہ کے قریب
مقام خم غدیر پر بتعمیل امرِ الٰہی جناب علی مرتضیٰ علیہ السّلام کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر فرمایا تو منجانب خدا یہ آیت
نازل ہوئی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا
(دیکھو صفحہ ۱۶۹ سطر ۹) جس سے معلوم ہوا کہ خدائے تعالےٰ نے علی مرتضیٰ کو اور اُن کی ولایت یا امامت کو
اپنی نعمت سے تعبیر فرمایا پس علی مرتضیٰ اور ائمہ علیہم السّلام خدا کی نعمت ہوئے اور چونکہ جناب رسولِ خدا نے
فرمایا ہے ذِكْرُ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ (علیؑ کا ذکر کرنا عبادت ہے) اور آنحضرتؐ کی حدیث کے صحیح ہونے کی جانچ
یہ ہے کہ اُس کا مضمون کتابِ خدا کے مضمون سے موافق ہے چنانچہ اِس حدیث کا مضمون وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ سے مطابق و موافق ہے لہذا یہ حدیث بھی صحیح ہے اور علی مرتضیٰ کی ذات اور اُن کی ولایت
دونوں نعمتِ خدا ہیں۔

(۳) تفسیر برہان میں ابراہیم ابن العباس صولی الکاتب بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دن جناب امام علی ابنِ
موسیٰ الرضا علیہما السّلام کی خدمت میں حاضر تھے تو حضرتؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ دُنیا کی چیزوں میں کوئی حقیقی نعمت
نہیں ہے حضرتؐ کے حضور میں جو لوگ حاضر تھے اُن میں سے ایک عالم نے یہ کہا کہ خدا تعالےٰ جو فرماتا ہے
لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (دیکھو صفحہ ۹۶ سطر ۶) یہ نعیم تو دنیا ہی میں ہے اور اِس سے مراد ٹھنڈا
پانی ہے جناب امام رضا علیہ السّلام نے اُس سے فرمایا اور اِس فرمانے میں حضرتؐ کی آواز بھی بلند ہوگئی کہ
تم نے اِس کی ایسی ہی تفسیر کی ہے بلکہ اِس کی تفسیر کئی طرح سے کی ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ اِس سے مرادِ
ٹھنڈا پانی ہے دوسرا عمدہ کھانا کہتا ہے تیسرا میٹھی میٹھی نیند مراد لیتا ہے حالانکہ میرے والدِ ماجد نے اپنے والدِ ماجد
جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ خدائے تعالےٰ کے اِسی قول کے بارے میں
لوگوں کے یہ اقوال اُن حضرتؐ کے سامنے بیان ہوئے تو آپ کو غصہ آیا اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ بندوں کو جو
چیزیں عطا فرما چکا ہے اُن کے بارے میں اُن سے ہرگز سوال نہ کریگا اور نہ اُن پر احسان جتائے گا جبکہ احسان
جتانا اُس کی مخلوق کے لیے بھی بدنما ہے تو پھر ایسی چیز کی نسبت خالق کی طرف کیسے دیجا سکتی ہے جو مخلوق
کے لیے بھی اچھی نہیں معلوم ہوتی بلکہ اِس آیت میں اَلنَّعِيْمُ سے مراد ہم اہلبیتؑ کی محبت و ولایت ہے
جس کے بارے میں خدائے تعالےٰ بندوں سے بعد توحید و نبوت کے سوال کرے گا۔ جو بندہ اِس امتحان

میں پورا اُتر جائیگا اُسے نعیم جنت تک پہنچا دے گا جو کبھی زائل ہونے والی نہیں ہے۔

قولِ مترجم۔ اِس سے ثابت ہوا کہ ائمۂ اہلبیتؑ اور اُن کی ولایت نہ آئی نعمت ہے۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۶ صفحہ ۹۹

یعنی خدائے تعالےٰ نے یوں نہیں فرمایا کہ موسےٰ علیہ السّلام کی اُمّت کے ذمہ حق کی ہدایت کرنا لازم تھا اور نہ یوں فرمایا کہ موسےٰ علیہ السّلام کی ہر ہر قوم کے ذمہ ہدایت کرنا ضروری تھا حالانکہ اُس زمانہ میں اُس قوم میں مختلف گروہ بنے ہوئے تھے بلکہ یوں فرمایا کہ قوم موسےٰ میں سے ایک اُمّت ایسی ہو جو حق کی ہدایت کیا کرے اور خود بھی اُسی راستہ پر چلے اور لفظِ اُمّت جو اس آیت میں فرمایا تو اُمّت کا اطلاق ایک شخص پر بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا (دیکھو صفحہ ۴۴ سطر ۱۳) مطلب یہ ہے کہ اُسوقت ابراہیم علیہ السّلام ہی اکیلے خدا کے مطیع تھے اور اِسوقت میں بھی اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اُسے نیکی بدی کا علم تو ہو مگر نہ تو اُسے قوت و قدرت ہو اور نہ اُس کا کوئی جتھا یا گروہ ہو اور نہ اُس کی بات مانی جاتی ہو تو اُس کے ذمہ کوئی الزام نہیں ہے۔ اُنہی حضرتؑ سے یہ دریافت کیا گیا جناب رسولِ خدا کی جو یہ حدیث ہے کہ ظالم حاکم کے سامنے انصاف کی ایک بات کہدینا سب سے بڑا جہاد ہے اِس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا یہ اُس شخص کے ذمہ ہے جو امر بالمعروف کرنے سے پہلے اُس کی پوری معرفت بھی رکھتا ہو (یعنی حقیقت امر کو بھی پہچانتا ہو) اور اُس شخص کے بھی عادات و اطوار سے واقف ہو) اور اِسکا یقین بھی رکھتا ہو کہ اُس کی بات قبول کی جائیگی اور اگر ایسا نہیں ہے تو اُس کے ذمہ لازم نہیں ہے نیز اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر یا تو مومن کے حق میں ہونا چاہیے کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا جاہل کے حق میں ہونا چاہیے کہ وہ علم حاصل کرے اب رہے ذی اختیار ظالم حاکم اُن سے چشم پوشی بہتر ہے (کہ وہ بجائے نیک بات ماننے کے تمہاری جان و عزّت و آبرو کے درپے ہو جا ئینگے) تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے اِسی آیت کے بارے میں منقول ہے کہ یہ آیت آلِ محمدؐ اور اُن کے تابعین سے مخصوص ہے کہ وہ امورِ خیر کی طرف بلاتے ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے باز رہنے کی تاکید فرماتے ہیں۔ نہج البلاغہ میں۔ جناب امام المتقین امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ بدی سے لوگوں کو منع کرو اور خود بھی اُس سے باز رہو اِس لیے کہ منع کرنے کا حکم تم کو اُسی حالت میں دیا گیا ہے کہ تم خود بھی باز رہتے ہو۔ اُنہی حضرتؑ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالےٰ ایسے نیکی کا حکم کرنے والوں پر لعنت کرے جو خود اُس نیکی پر عمل نہ کرتے ہوں اور ایسے بدی سے منع کرنے والوں پر لعنت کرے جو خود اُسی بدی کے مرتکب ہوتے ہوں۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر خدائے تعالیٰ کی مخلوق میں سے دو مخلوق ہیں پس جو اِن دونوں کی نصرت کریگا خدائے تعالےٰ اُس کو عزّت دیگا اور جو اِن دونوں کی نصرت چھوڑ دیگا۔ خدائے تعالےٰ اُس کی نصرت چھوڑ دیگا (یعنی اُس کو

ذلت دیگا) تہذیب الاحکام میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ جب تک لوگ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہینگے اور نیکی میں ایک دوسرے کے مددگار رہینگے تب تک وہ برابر خیر و خوبی میں رہیں گے اور جب ایسا نہ کریں گے تو برکتیں اُن سے سلب ہوجائیں گی وہ ایک دوسرے پر مسلط ہوجائیں گے اور اُن کا کوئی مددگار نہ زمین میں رہیگا اور نہ آسمان میں۔ کافی اور تہذیب میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جو دکھاوے کی پیروی کرتے ہوں گے قرآن مجید پڑھتے ہوں گے اور اُلٹی چال چلتے ہوں گے۔ نئی نئی باتیں نکالنے والے کم عقل نہ امر بالمعروف کو واجب جانتے ہوں گے اور نہ نہی عن المنکر کو سوائے اُس صورت کے کہ جبکہ کسی ضرر سے بچنے کا موقعہ ہو وہ اپنی ذات کے لیے آسانیاں اور بہانے ڈھونڈتے رہیں گے عالموں کی غلطیوں کی پیروی اور اُن کے علم کے نقص کی تقلید کرتے رہینگے نماز اور روزہ یعنی ایسی چیزیں جو اُن کے جان و مال کو ضرر نہ پہنچائیں بجالاتے رہیں گے اور اگر نماز یا اُس کے افعال اُن کے مالوں اور جسموں کو ضرر پہنچاتے تو وہ اُسے بھی چھوڑ بیٹھتے جیسا کہ اُنہوں نے اعلیٰ اور اشرف فریضہ کو چھوڑ دیا ہے (یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو) بے شک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہت ہی بڑے واجب امر ہیں جنکے ذریعے سے روزہ و نماز و واجبات قائم ہوتے ہیں (ان سے چشم پوشی کے سبب خدائے تعالےٰ کا غضب اُن پر پورا ہوگا) اور عقاب خدا عام طور سے اُن کو آن گھیرے گا پس اُس وقت بدوں کے گھروں میں نیک لوگ بھی ہلاک ہوجائیں گے اور بڑوں کے ساتھ چھوٹے بھی۔ اِس میں ذرا شک نہیں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بجالانا نبیوں کا طریقہ اور نیک لوگوں کا راستہ ہے۔ اور بہت بڑا فریضہ ہے جس کے ذریعہ سے اور فرائض قائم ہوتے ہیں۔ اصل مذہب مامون و محفوظ رہتا ہے اور حلال روزی کمائی جاسکتی ہے اور کسی پر ظلم ہوگیا ہو تو اُس کا معاوضہ دیا جاسکتا ہے ملک اُس سے آباد ہوتا ہے اور دشمنوں سے انتقام لیا جاسکتا ہے اور تمام معاملات ٹھیک ٹھاک ہوسکتے ہیں۔ پس تم بدیوں کو دل سے بُرا جانو اور پھر زبان سے بُرا کہو اور اِس کی وجہ سے لوگوں کے اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو پس اگر کچھ لوگ مان جائیں اور حق کی طرف پھر آئیں تو پھر اُن کو نہ ستاؤ۔ ستانا تو اُن لوگوں کو چاہیے جو اور لوگوں پر ظلم کرتے اور ناحق ناحق ملک میں زیادتی کرتے ہیں۔ اُن کے لیے وہاں بھی دردناک عذاب ہے۔ پس جو ایسے ہوں اُن سے اپنی جسمانی کوشش سے بھی لڑو اور دل سے بھی اُن سے بغض رکھو مگر تمہارا مطلب نہ قبضہ پالینا ہو نہ مال دبا لینا اور نہ ظلم کے ذریعے سے قابو یافتہ ہوجانا۔ ایسی کوشش اُسوقت تک جاری رہنی چاہیے کہ وہ امر خدا کی طرف پھر آئیں اور حق کی طرف رجوع کرلیں اور خدائے تعالیٰ کی اطاعت کرنے لگیں۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میں تمہاری اُمت کے ایک لاکھ چالیس ہزار بدکاروں کو عذاب دوں گا اور ساٹھ ہزار نیکو کاروں کو اُنہوں نے عرض کی کہ پروردگارا بدکار تو اپنی بدی کے سبب عذاب

پائیں گے یہ نیکوکار کیوں عذاب دیے جائینگے؟ ارشاد ہوا کہ یہ اس سبب سے کہ بدکاروں کی بدیوں سے چشم پوشی کیا کرتے تھے اور میرے ناراض ہونے پر بھی اُن سے ناراض نہ ہوتے تھے۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر صفحہ ۹۹ اُن پانچ جھنڈوں میں سے پہلا جھنڈا اِس اُمّت کے گوسالہ (ابوبکر) کا ہوگا اُس میں آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں اِن لوگوں سے سوال کروں گا کہ تم نے میرے بعد اُن دو گرانقدر چیزوں کے ساتھ جو میں تم میں چھوڑ آیا تھا کیا برتاؤ کیا؟ وہ جواب دینگے کہ ثقلِ اکبر (یعنی کتاب خدا) میں تو ہم نے تحریف کی اور اُسے پسِ پشت ڈالدیا اور رہا ثقل اصغر یعنی اہلبیتِ رسُول اُن سے ہم نے عداوت اور بغض رکھا اور ظلم کیا آنحضرتؐ فرماتے ہیں میں اُن سے یہ کہوں گا کہ تمہارے کالے مُنھ ہوں تم جہنّم میں بھوکے پیاسے چلے جاؤ پھر دوسرا جھنڈا اِس اُمّت کے فرعون (عمرؓ) کا میرے پاس آئیگا اور میں اُن سے سوال کروں گا کہ تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ وہ جواب دینگے ثقلِ اکبر میں تو ہمنے تحریف کی اور اُسے پھاڑ ڈالا اور اُس کی مخالفت کی اب رہا ثقل اصغر اُن سے ہم نے دشمنی کی اور اُن سے لڑے تو میں اُن سے کہوں گا کہ تمہارا بھی کالا مُنھ ہو تم بھی جہنّم میں پیاسے چلے جاؤ اُسکے بعد تیسرا جھنڈا اِس اُمّت کے سامری (عثمانؓ) کا آئیگا اُن سے بھی میں یہی سوال کروں گا کہ تم نے میرے بعد میرے متعلقین کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ وہ جواب دینگے ثقل اکبر کی ہم نے نافرمانی کی اور اُسے چھوڑ دیا اور ثقلِ اصغر کی ہم نے نصرت چھوڑ دی اور اُن کو ضائع کر دیا تو میں اُن سے کہوں گا کہ تمہارا بھی مُنھ کالا ہو جہنّم میں پیاسے چلے جاؤ۔ اِس کے بعد جو تھا جھنڈا ذوالثدیہ کا جس کے ساتھ اوّل سے آخر تک کل خوارج ہوں گے آئیگا میں اُن سے بھی یہ سوال کروں گا کہ میرے بعد ثقلین کے ساتھ تم نے کیا کیا؟ وہ یہ کہیں گے کہ ثقلِ اکبر تو ہم نے پھاڑ ڈالا اور اُس سے علٰحدہ رہے اور ثقلِ اصغر کے ساتھ ہم لڑے اور اُن کو قتل کیا میں اُن سے کہوں گا جاؤ جہنّم میں پیاسے چلے جاؤ پھر پانچواں جھنڈا امام المتقین سید الوصیین قائد الغر المحجلین وصیِّ رسولِ ربِّ العٰلمین کا میرے پاس وارد ہوگا میں اُن سے دریافت کروں گا کہ تم میرے بعد ثقلین کے ساتھ کس کس طرح پیش آئے؟ وہ جواب میں عرض کریں گے کہ ثقلِ اکبر کی ہم نے پیروی اور اطاعت کی اور ثقلِ اصغر سے ہم نے محبت و موالات کی اور اُن کو یہاں تک مدد دی کہ اُن کے بارے میں ہمارے خون تک بہا دیے گئے پس اُن سے میں کہوں گا کہ تم سیر و سیراب ہو کر سفید رو بنکر جنت میں چلے جاؤ۔ اِس کے بعد آنحضرتؐ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں جو یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ سے هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ تک ہیں (دیکھو صفحہ ۹۹ سطر ۱۱ و صفحہ ۱ سطر ۲)

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۱ صفحہ ۱۰۳ تفسیر قمیؒ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے غزوۂ احد کا یہ سبب منقول ہے کہ کفارِ قریش جب بدر کی لڑائی سے پلٹ کر مکّہ معظمہ میں آئے اور اُس ذلّت پر خیال کرنے لگے جو بدر کی لڑائی میں قتل و قید سے اُن کو پہنچی تھی اِس لیے کہ ستّر ہی تو قتل کیے گئے تھے اور ستّر ہی قید کیے گئے تھے اور ابو سفیان نے کہا کہ اے گروہ قریش تم اپنی عورتوں کو

اپنے مقتولوں پر رونے نہ دو اس لیے کہ جب آنسو نکل جائیگا تو وہ رنج کو اور محمدؐ کی عداوت کو دور کردیگا
چنانچہ اُحُد کی لڑائی میں جب آنحضرتؐ سے یہ لوگ لڑنے آئے ہیں اُس دن اُنہوں نے اپنی عورتوں کو دَف
پیٹنے کی اجازت دی (تاکہ غصہ بھڑک جائے اور جوش بڑھ جائے) اور مکۂ معظمہ سے تین ہزار سوار اور دو ہزار پیدل
نکلے اور عورتوں کو بھی اپنے ساتھ نکال لائے جناب رسولخدا کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا
اور اُن کو جہاد کی ترغیب دی تو عبداللہ ابن اُبَی (مشہور منافق) نے یہ عرض کی "یا رسول اللہ مدینہ سے نہ نکلیے
تاکہ ہم ان سے کوچوں میں لڑسکیں۔ اس صورت میں گلی کوچوں کے ناکوں پر اور چھتوں پر سے بڈھے آدمی
غلام اور عورتیں تک لڑسکیں گی۔ اور اب تک کا تجربہ بھی یہی ہے کہ جب کوئی قوم ہم پر چڑھ کر آئی اور ہم اپنے
قلعوں میں اور گھروں میں بیٹھے رہے تو وہ ہم پر کبھی غالب نہیں ہوئی۔ اور جب کبھی ہم دشمن کے مقابل نکلے
تو ہمیشہ اُن ہی کو ہمارے برخلاف غلبہ رہا" اِس پر سعد ابن معاذ انصاری اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے
لگے کہ "یا رسول اللہ جس حال میں کہ ہم مشرک اور بُت پرست تھے تب تو کسی عرب کی ہمارے برخلاف
چلی ہی نہیں اب ہم پر کیا غالب آئیں گے جس حال میں کہ حضور یہاں موجود ہیں۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ ہم تو ان سے
نکل کر لڑیں گے کہ جو ہم میں سے قتل ہو جائیگا شہید ہوگا اور جو ہم میں سے باقی رہے گا وہ راہِ خدا میں جہاد کرنیوالا
شمار ہوگا" پس آنحضرتؐ نے اُن ہی کی رائے مان لی اور اپنے اصحاب کے ایک گروہ کو لیکر شب کے وقت لڑائی
کی جگہ جا رہے جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ
لِلْقِتَالِ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۳۰ سطر ۵) اور عبداللہ ابن اُبَی آنحضرتؐ کی نصرت چھوڑ کر مدینۂ منورہ میں رہ گیا
اور خزرج کے ایک گروہ نے اُس کی رائے مان لی۔ قریش اُحُد کے پاس آپہنچے اور آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب
کو جنکی تعداد سات سَو تھی سلاحِ جنگ سے آراستہ کیا۔ پس عبداللہ ابنِ جُبَیر کو پچاس تیر اندازوں سمیت اُس
گھاٹی کے دروازہ پر مقرر فرمایا جو لشکر کے پسِ پشت تھی اور یہ خوف تھا کہ اِسی طرف سے دشمن جو کمین گاہ میں
ہیں ان پر آپڑیں گے۔ لہٰذا عبداللہ ابنِ جُبَیر اور اُس کے ساتھیوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ "اگر تم یہ دیکھو کہ ہم نے
قریش کو ایسی شکست دی جو کہ اُن کو مکہ پہنچادے تب بھی تم اِس جگہ سے نہ ہٹنا اور اگر تم یہ دیکھو کہ اُنہوں نے ہم کو
شکست دی یہاں تک کہ ہم مدینہ میں جا گُھسے تب بھی تم یہاں سے نہ ٹلنا اور اپنے اپنے مقام پر جمے رہنا"
اُدھر ابوسفیان نے خالد ابنِ ولید کو دو سَو سواروں کے ساتھ گھات میں بٹھا دیا تھا اور یہ کہہ دیا تھا کہ "جب تم
یہ دیکھو کہ ہم باہم مل گئے تو تم اِس گھاٹی کے راستہ سے اُن پر حملہ کر بیٹھنا تا آنکہ اُن کے پیچھے پہنچ جاؤ" اِدھر
جناب رسولخدا نے اپنے اصحاب کو مرتب کیا اور اپنا رایت جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام کے سپرد فرمایا۔
اُسوقت انصار نے مشرکینِ قریش پر ایک حملہ کردیا اور اُن کو بڑی سخت شکست دی اور پھر اصحابِ جنابِ رسولخدا
اُن کے گروہوں پر ٹوٹ پڑے اور خالد ابنِ ولید دو سو سواروں سمیت عبداللہ ابنِ جُبَیر پر آیا تو اُن لوگوں
نے تیروں سے جواب دیا۔ وہ پلٹ گیا اُدھر عبداللہ ابن جُبَیر کے ساتھیوں نے اصحابِ رسولخدا پر نظر ڈالی

تو وہ قریش کا مال لوٹتے ہوئے دکھائی دیے۔ پس اُنہوں نے عبداللہ ابنِ جُبیر سے کہا کہ "ہمارے ساتھیوں نے تو مالِ غنیمت لے لیا اور ہم یوں ہی بلا غنیمت رہ گئے"۔ عبداللہ نے اُن سے کہا کہ "اللہ سے ڈرو اس لیے کہ آنحضرتؐ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ اپنی جگہ نہ چھوڑیں"۔ مگر اُنہوں نے نہ مانا اور ایک ایک شخص کر کے نکلنا شروع ہو گئے یہاں تک کہ اُنہوں نے اپنے مقامات خالی کر دیے اور عبداللہ ابنِ جُبیر صرف بارہ آدمیوں سے جمے رہے۔ اُس دن قریش کا علم طلحہ ابنِ ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا جو قبیلۂ عبدالدار کا ایک نامی جوان تھا اسے جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے قتل کیا تو علم کو سعید ابن ابی طلحہ نے لے لیا اُسے بھی جناب علیؑ مرتضٰے نے قتل کیا تا آنکہ قبیلۂ عبدالدار کے یکے بعد دیگرے نو۹ جوان قتل کیے۔ نوبت یہ پہنچی کہ مشرکوں کا علم اُسی قبیلہ کے ایک حبشی غلام کے ہاتھ پڑا جس کا نام صوآب تھا۔ جناب امیر علیہ السّلام نے قریب پہنچکر اُس کا داہنا ہاتھ اُڑا دیا تو اُس نے علم بائیں ہاتھ میں لے لیا اور جب حضرتؑ نے اُس کا بایاں ہاتھ بھی قلم کر دیا تو اُس نے کٹے ہوئے ہاتھوں سے علم کو اپنے سینہ سے چمٹا لیا پھر ابو سفیان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ "تو نے دیکھا کہ قبیلۂ بنی عبدالدار نے آج علم کی کیسی عزت رکھی ہے"۔ اِس عرصہ میں جناب امیر علیہ السلام نے اُسکے سر پر ایسی ضربت لگائی کہ وہ قتل ہو گیا اور علم گر گیا جسے عمرہ بنت علقمہ کنانیہ نے آکر اُٹھا لیا۔ استنے میں خالد ابن ولید عبداللہ ابنِ جُبیر پر جس کے ساتھی بھاگ چکے تھے اور گنتی کے آدمیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا نو سو۹۰۰ سواروں سمیت ٹوٹ پڑا اور اُن کو گھاٹی کے دروازہ پر قتل کر کے مسلمانوں کا پیچھا آلیا اور قریش نے دیکھا کہ اُن کا علم گر کر پھر کھڑا ہو گیا تو وہ اپنے علم کی طرف جھپٹ کر آئے اور جناب رسولِ خدا کے اصحاب نے بڑی شکست کھائی اور وہ اِدھر اُدھر پہاڑوں پر چڑھتے اور گھاٹیوں میں گھومنے لگے۔ جب آنحضرتؐ نے اُن کی شکست کی حالت دیکھی تو اپنے سر مبارک پر سے خود ہٹا دیا اور خود آواز دینی شروع کی۔ فرمایا کہ "او لوگو میری طرف آؤ میں اللہ کا رسولؐ یہاں موجود ہوں۔ تم خدا کے رسولؐ کو چھوڑ کر کدھر بھاگے جاتے ہو؟" اُس وقت ہندہ بنتِ عتبہ زوجۂ ابو سفیان لشکر کے بیچوں بیچ موجود تھی گروہ قریش میں سے جو شخص بھاگنا چاہتا تھا اُس کو سرمہ دانی اور سلائی دیکر یہ کہتی کہ "تو اب مرد نہیں رہا۔ لے یہ سرمہ تو لگا لے" (اِس طرح شرم دلا دلا کر وہ کفار کو بھاگنے سے روکتی تھی) اُس وقت حضرت حمزہؓ بن حضرت عبد المطلب گروہِ قریش پر حملہ کر رہے تھے جب اُنہوں نے یہ دیکھا کہ کفار بھاگے اور اُن کے سامنے کوئی جم کر نہیں لڑتا (اور پھر دیکھا کہ پلٹ آئے تو اُنہوں نے عام حملہ شروع کر دیا) ہندہ بنت عتبہ وحشی نام غلام سے یہ عہد کر چکی تھی کہ اگر تو نے محمدؐ یا علیؑ یا حمزہؓ کو قتل کر دیا تو تجھے اتنا اتنا دیا جائیگا۔ یہ وحشی جُبیر ابنِ مطعم کا حبشی غلام تھا۔ اُس نے اپنے دل میں سوچا کہ محمدؐ پر تو قابو نہ پا سکونگا رہے علیؑ وہ بڑے ہوشیار ہیں اور ہر طرف نظر رکھتے ہیں لہٰذا ان پر بھی داؤں گھات نہیں چل سکتا۔ پس وہ حضرت حمزہؓ کے لیئے گھات میں بیٹھ گیا۔ اِس لیے کہ اُس نے اُن حضرتؓ کو جوش میں لوگوں پر حملہ کرتے دیکھا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ وہ حضرتؓ میرے پاس سے گزرے اور ایک نالے کے کنارے جھکے تو میں نے اپنے نیزہ کو خم دیکر اِس طرح لگایا کہ اُن حضرتؓ کے کوٹھے سے اوپر لگ کر دوسری طرف نکل گیا اور حضرت حمزہؓ

گر گئے۔ وحشی کا بیان ہے کہ میں نے قریب پہنچکر آپ کے شکمِ مبارک کو چاک کیا اور اُن کا کلیجہ نکالکر ہندہ
کے پاس لے آیا اور کہنے لگا کہ یہ حمزہؑ کا کلیجہ ہے۔ اُس ملعونہ نے کلیجہ اپنے مُنہ میں ڈال لیا۔ چبایا۔ مگر اللہ
تعالےٰ نے اُسے اُس کے مُنہ میں ایسا سخت کر دیا جیسے کہ گھٹنے کی ہڈی ہوتی ہے اُسنے اُسے اپنے مُنہ
سے نکالکر پھینکدیا۔ جناب رسُولخدا نے فرمایا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے ایک فرشتہ کو مامور کیا کہ اُس نے
اُس کلیجہ کو اُٹھا کر اُس کے مقام پر پہنچا دیا پھر ہندہ حضرت علیہ السلام کی لاش پر آئی اور آپ کے عضو تناسل
کو اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو کاٹ کر لے گئی (تاریخ گواہی دیتی ہے کہ اِن سب کا ہار بنا کر پہنا)
اور جناب رسُولِ خدا کے پاس سوائے ابو دجانہ کے جن کا نام سماک ابن خرشہ تھا اور سوائے جناب علی مرتضےٰ
علیہ السّلام کے اور کوئی بھی باقی نہ رہا پس جب کوئی گروہ آنحضرتؐ پر حملہ کرتا تھا جناب علی مرتضےٰ علیہ السّلام
مقابلہ کر کے اُن سب کو دفع کرتے تھے یہاں تک کہ اُن کی تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرتؐ نے اپنی تلوار ذوالفقار
اُن کو عنایت فرمائی اور آنحضرتؐ کوہ اُحدؔ کے ایک گوشہ میں جا گزین ہو کر ٹہر گئے اِس لیے لڑائی چوطرفہ
ہونے کے بدلے ایک ہی طرف رہی اور علیؑ مرتضےٰ دشمنوں سے یہاں تک لڑتے رہے کہ سارا میدان اُن
سے خالی کرالیا۔ اور اُن حضرت علیہ السّلام کے چہرۂ مبارک و سرِ مبارک پر دونوں ہاتھوں اور دونوں
پاؤں پر ستّر زخم لگے تھے اِس حالت میں جبرئیل امین علیہ السّلام یہ کہتے تھے یا رسولؐ اللہ مواسات اِسکو
کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کیوں نہو علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں جناب امام جعفرِ صادق
علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب رسُولخدا نے جبرئیل امینؑ کو آسمان و زمین کے مابین سونے
کی کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اور یہ کہتے ہوئے سنا تھا لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفِقَارِ وَلَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ
(یعنی ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں ہے اور علیؑ کے سوا کوئی جوانمرد نہیں ہے) روایت میں وارد
ہوا ہے کہ مسلمانوں کے شکست کھانے کا اصلی سبب یہ تھا کہ ابلیسؑ نے اُن کے مابین ایک آواز لگادی
تھی کہ محمدؐ قتل ہوگئے اور آنحضرتؐ اُسوقت لوگوں کے اژدحام میں تھے اور لوگ اُنہیں دیکھ نہیں رہے تھے

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۵ صفحہ ۱۰۵

المجالس میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ
جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابلیسؑ ایک پہاڑ پر جا چڑھا اور بڑے
زور سے چیخ کر اُس نے اپنے شیاطین کو بلایا وہ سب اُس کے پاس اکٹھے ہوگئے اور کہنے لگے
کہ اے ہمارے سیّد و سردار آپ نے ہمیں کیوں یاد فرمایا ہے؟ اُس نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے تم
میں سے اِس کے اثر کا باطل کرنے والا کون ہے؟ شیاطین میں سے ایک اُٹھا اور کہنے لگا اِس کا
اثر باطل کرنے کو میں موجود ہوں اور اِس طرح اِس طرح اِسے باطل کر دونگا ابلیسؑ نے کہا نہیں تو اِس کے
لائق نہیں ہے تو دوسرا اُٹھا اُس نے بھی ویسی ہی باتیں کہیں ابلیسؑ بولا کہ نہیں تو بھی اِس کے لائق نہیں
ہے اِس کے بعد وسواس الخنّاس نے کہا کہ میں اِس کام کے لیے موجود ہوں ابلیسؑ نے دریافت کیا

بھلا کس تدبیر سے؟ وسواس الخناس بولا کہ میں اُن سے وعدہ کروں گا اور اُن کو تمناؤں اور آرزوؤں میں ڈالدوں گا
تا آنکہ گناہِ خدا کے مرتکب ہوں اور جب گناہ کے مرتکب ہو جائیں گے تو اُن کو استغفار بھلا دوں گا ابلیس
نے کہا بیشک تو اس کے لیے موزوں ہے چنانچہ قیامت تک کے لیے یہ کام اُس کے سپرد کر دیا اور عبد الرحمن
ابن غنم الدّوسی سے روایت ہے کہ معاذ ابن جبل روتے ہوئے جناب رسولخدا کی خدمت میں آئے اور سلام
عرض کیا آنحضرتؐ نے جوابِ سلام دیکر ارشاد فرمایا کہ تمہارے رونے کا کیا سبب ہے؟ اُنہوں نے عرض کی کہ یا
رسول اللہ دروازہ پر ایک نوجوان ہٹا کٹا گلرنگ خوبصورت اپنی جوانی پر اس طرح رو رہا ہے جیسے پسر مردہ
عورت اپنے بچے کے لیے روتی ہو اور حضور کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا
کہ اے معاذ اُس جوان کو میرے پاس لے آؤ معاذ اُس کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لے آئے تو اُس نے سلام
عرض کیا اور آنحضرتؐ نے جوابِ سلام بھی دیا پھر دریافت فرمایا کہ اے جوان تیرے رونے کا باعث کیا ہے؟ اُسنے
عرض کی کہ یا رسول اللہ میں کیسے نہ روؤں حالانکہ میں ایسے گناہوں کا مرتکب ہوا ہوں کہ اگر خدائے تعالےٰ مجھے اُس کے
ایک حصّہ کا بھی مواخذہ کرے تو مجھے آتشِ جہنم میں پہنچا دیگا اور مجھے سوائے اس کے اور کچھ نہیں سوجھتا کہ عنقریب
وہ اس کا مجھسے مواخذہ کرے گا اور مجھے ہرگز نہ بخشے گا جنابِ رسولخدا نے یہ سُنکر دریافت کیا کہ آیا تو نے کسی
چیز کو خدائے تعالےٰ کا شریک ٹھہرایا ہے اُس جوان نے عرض کی کہ اس سے تو میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ
کسی چیز کو خدائے تعالےٰ کا شریک ٹھہراؤں فرمایا تو آیا تو نے کسی ایسے نفس کو قتل کر دیا جس کا قتل خدا نے حرام
قرار دیا ہو اُس نے عرض کی کہ نہیں ایسا بھی نہیں ہوا آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ تو خدائے تعالےٰ تیرے گناہ
بخش دیگا گو وہ بڑے سے بڑے پہاڑوں کے مانند ہوں۔ اُس جوان نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا گناہ
تو بڑے بڑے پہاڑوں سے بھی بڑھا ہوا ہے اِس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدائے تعالےٰ تیرے گناہوں کو
بخش دے گا گو وہ مثل ساتوں زمینوں کے اور اُن کے تمام سمندروں کے اور اُن کے تمام ریگستانوں کے
اور اُس کے تمام درختوں کے اور جتنی مخلوق اُن میں ہے اُن سب کی برابر ہوں اِس جوان نے عرض کی کہ
یا رسول اللہ میرا گناہ تو ساتوں زمینوں اور اُن کے تمام سمندروں اور اُن کے تمام ریگستانوں اور اُن کے
تمام درختوں اور جتنی مخلوق اُن میں ہے۔ اُن سب سے بھی بڑھا ہوا ہے یہ سنکر آنحضرتؐ نے ارشاد
فرمایا کہ خدائے تعالےٰ تیرے گناہوں کو بخشدے گا گو وہ تمام آسمانوں اور اُس کے ستاروں اور عرش و
کرسی کے برابر ہوں اُس جوان نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا گناہ تو اُن سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ راوی کہتا
ہے کہ یہ سنکر آنحضرتؐ نے اُس کی طرف ایسی نظر ڈالی جیسے کوئی شخص غصہ میں بھرا ہوا دیکھتا ہے اور فرمایا کہ وائے
ہو تجھپر اے جوان آیا تیرا گناہ بڑھا ہوا ہے یا تیرا پروردگار۔ یہ سُنکر وہ جوان منھ کے بل سجدہ میں گر پڑا اور عرض
کی میرا پروردگار پاک و پاکیزہ ہے اُس سے بڑی کوئی شے نہیں ہے یا نبی اللہ ہر بڑی سے بڑی چیز سے
بھی میرا پروردگار ہی بڑا ہے حضرتؐ نے فرمایا کہ عظمت والے پروردگار کے سوا ایسے عظیم الشان گناہوں کی

اور کون بخشے گا؟ اُس جوان نے عرض کی یا رسول اللہ نہیں قسم بخدا سوائے اُس کے اور کوئی بخشنے والا نہیں ہے، پھر وہ جوان خاموش ہو رہا پھر آنحضرتؐ نے فرمایا اے جوان کیا تو اپنے گناہوں میں سے ایک گناہ سے بھی مجھے مطلع نہ کرے گا؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ ضرور مطلع کروں گا میں سات برس سے قبروں کو کھود ڈالا کرتا تھا اور مردوں کو نکالکر اُن کے کفن کھسوٹ لیا کرتا تھا انصار کی لڑکیوں میں سے ایک کا انتقال ہو گیا اُس کی نعش قبر پر لے گئے اور دفن کر دی جب اُس کے کنبہ والے چلے گئے اور رات ہو گئی تو میں قبر پر آیا اور اُسے کھود کر نعش نکالی پارچۂ کفن جو کچھ بھی اُس کے جسم پر تھا سب الگ کر لیا اور اُسے قبر کے کنارے پر ننگا چھوڑ دیا اور اپنے کام کو چل دیا اس میں شیطان میرے پاس آیا اور اُس کی ایک ایک چیز کو میری نظروں میں زینت دینے لگا کبھی تو کہتا تھا کہ اس کا پیٹ اور سفیدی اُس کی نہیں دیکھتا کبھی کہتا تھا کہ اُس کے کولوں پر نظر نہیں کرتا غرضکہ اسی طرح مجھسے کہتا رہا تا آنکہ میں پھر پلٹ کر اُس کے پاس آیا اور اپنے آپے سے باہر ہو گیا حتےٰ کہ اُس سے مجامعت کی اور اُسے وہیں چھوڑ دیا یکایک میں نے ایک آواز کو اپنے پیچھے سے یہ کہتے سُنا کہ اے جوان قیامت کے دن فیصلہ کرنے والے کی طرف سے تیرے لیے ویل ہو جسدن وہ فیصلہ کریگا اُس دن سے ڈر جیساکہ تو نے مجھکو مُردوں کے لشکر میں ننگا چھوڑا ہے اور قبر کھود کر باہر نکالا ہے اور میرا کفن چھین لیا ہے اور مجھے ایسی حالت میں چھوڑے جاتا ہے کہ میں اپنے پروردگار کے روبرو حساب دینے کے واسطے جنابت کی حالت میں کھڑی ہوں گی اسی طرح تو بھی باین رعنائی و جوانی آتشِ جہنم میں جائے۔ یا رسول اللہ یہ باتیں سُنکر مجھے گمان بھی نہیں ہوتا کہ کبھی جنت کی خوشبو سونگھ سکوں اب حضور میرے لیے کیا فرماتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے فاسق میرے پاس سے دور ہو اندیشہ ہے کہ تیری آگ میں اور نہ جل جائیں تو آتشِ جہنم سے کسقدر قریب ہو چکا ہے پھر آنحضرتؐ ایسا ہی فرماتے رہے اور اُس کی طرف اشارہ کرتے رہے یہاں تک کہ اُسے اپنے سامنے سے دور کر دیا وہ شخص حضرتؐ کے پاس سے نکلکر شہر میں آیا کچھ توشہ بہم پہنچایا پھر کسی پہاڑ میں چلا گیا وہیں عبادت کرنے لگا کمل کے کپڑے پہن لیے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی گردن میں باندھ لیے اور عرض کرنے لگا کہ اے میرے پروردگار یہ تیرا بندہ بہلول تیرے حضور میں بندھا کھڑا ہے اے میرے پروردگار تو مجھے بھی پہچانتا ہے اور اے میرے سید و سردار میری اس ذلت و رسوائی سے بھی تو ہی آگاہ ہے اے میرے پروردگار میں نادم ہوا اور تائب ہو کر تیرے نبی کے حضور میں گیا تو اُنھوں نے اپنے حضور سے نکال دیا اور میرا خوف بڑھا دیا پس اب میں تیرے نام کا واسطہ دیکر اور تیری عزت و جلال کا واسطہ دیکر اور تیری سلطنت عظمت کا واسطہ دیکر تجھی سے سوال کرتا ہوں کہ اے میرے سید و سردار مجھے ناامید مت کر اور میری دعا کو بیکار قرار نہ دے اور مجھے اپنی رحمت سے ناامید مت کر چالیس دن اور چالیس رات وہ اسی طرح برابر عرض کرتا رہا اور روتا رہا کہ اس کے رونے سے پرندے اور چرندے بھی رو پڑے اور جب چالیس دن اور چالیس راتیں پوری ہو چکیں تو اس نے دونوں ہاتھ

آسمان کی طرف اُٹھا کر عرض کی یا اللہ تو نے میری حاجت کے بارے میں کیا کیا؟ اگر تو نے میری دعا قبول فرمائی ہے اور میری خطا بخشدی ہے تو تو اپنے نبی محترم کو وحی فرما اور اگر تو نے میری دعا قبول نہیں کی ہے اور میری خطا نہیں بخشی ہے اور مجھے عذاب دینے کا ارادہ رکھتا ہے تو جلد مجھ پر آگ برسا کہ مجھے ابھی جلا دے یا اور کوئی دنیاوی عذاب نازل کر کہ وہ مجھے ہلاک کر دے اور مجھے قیامت کے دن کی فضیحت سے محفوظ رکھے پس خدائے تعالےٰ نے اپنے نبی محترم کو یہ وحی فرمائی وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً یہاں فاحشہ سے مراد زنا ہے اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے گناہ کے ارتکاب سے جو زنا سے بھی بڑھا ہوا ہے نبشِ قبر سے بھی بڑھا ہوا ہے اور کفن کھسوٹ لینے سے بھی زیادہ ہے ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور توبہ کرنے میں جلدی کرتے ہیں وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ گویا خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے محمدؐ میرا بندہ تائب ہو کر تمہارے پاس آیا مگر تم نے اُسے نکال دیا تو وہ کہاں جائے کس کی طرف رُخ کرے اور کس سے سوال کرے اور سوائے میرے اپنے گناہوں کی مغفرت کس سے مانگے پھر فرماتا ہے وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ جس کا یہ مطلب ہے کہ تنبیہ کیے جانے کے بعد زنا پر نبشِ قبر پر اور کفن چھین لینے پر وہ لوگ اصرار نہیں کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ جَزَاۗؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (دیکھو صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۶ سطر ۱۱ و ۲) پس جب یہ آیت جناب رسولخدا پر نازل ہوئی آنحضرت باہر نکلے اِس آیت کو تلاوت فرماتے تھے اور تبسم کرتے جاتے تھے پھر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اِس تائب نوجوان تک مجھے کون پہنچا سکے گا۔ معاذ ابنِ جبل نے عرض کی یا رسول اللہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ وہ فلاں فلاں جگہ ہے جناب رسولخدا اصحاب کو ساتھ لیکر چلے اتنے کہ اُس پہاڑ تک پہنچے پھر نوجوان تائب کی تلاش میں اوپر چڑھکر دیکھا تو دو چٹانوں کے بیچ میں کھڑا ہے اور دونوں ہاتھ گردن میں بندھے ہیں چہرہ سیاہ ہوگیا ہے روتے روتے دونوں آنکھوں کی پلکیں جھڑ گئی ہیں اور یہ عرض کرتا ہے۔ اے میرے سید و سردار تو نے میری پیدائش بہت اچھی کی اور صورت بھی اچھی بنائی کاش مجھے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ تیرا ارادہ میری نسبت کیا ہے آیا آتش جہنم میں جلائیگا یا اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دیگا یا اللہ یقیناً تو نے مجھپر بہت کچھ احسان کیا ہے اور بڑا انعام فرمایا ہے کاش مجھے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ انجام میرا کیا ہوگا آیا تو مجھے جنت میں بعزت داخل فرمائے گا یا بذلت و خواری جہنم کی طرف ہنکا دے گا میرے اللہ میرا گناہ آسمانوں سے اور زمین سے بلکہ تیری وسیع کرسی اور عظیم الشان عرش سے بھی بڑا ہے کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو میری خطا بخشے گا یا قیامت کے دن مجھے فضیحت فرمائیگا برابر اسی قسم کی باتیں کہتا تھا اور روتا تھا اور اپنے سر پر خاک ڈالتا جاتا تھا درندے اُس کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور پرندوں نے اُس پر پرا باندھ رکھا تھا اور یہ سب اُس کی گریہ و بکا کے سبب رو رہے تھے۔ جناب رسولخدا اُس کے قریب آئے اُس کی گردن سے

دونوں ہاتھ کھول دیے اور سر پر سے مٹی جھاڑ کر ارشاد فرمایا کہ اے بہلول تجھے بشارت ہو اللہ تعالے نے تجھے جہنم سے آزاد کر دیا۔ پھر اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اپنے اپنے گناہوں کا اسی طرح تدارک کرو جیسا کہ بہلول نے اپنے گناہوں کا تدارک کیا ہے۔ پھر اللہ تعالے نے جو آیتیں نازل فرمائی تھیں وہ اُسے پڑھکر سنائیں اور اُسے جنت کی بشارت دی۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۱۱۴ نوٹ نمبر ۲ تفسیر برہان میں ابو رافع سے منقول ہے کہ جب مشرک روز احد چل دیے تو وہ مقام روحا پر پہنچے تو کہنے لگے نہ تو تم کمسن عورتوں کو ہی لائے اور نہ تم نے محمدؐ ہی کو قتل کیا۔ یہ خبر جناب رسول خدا کو پہنچی تو حضرتؐ نے علی مرتضٰے علیہ السّلام کو بنی خزرج کے ساتھ اُن مشرکوں کے تعاقب میں بھیجدیا جس مقام سے مشرک کوچ کرتے تھے جناب امیر علیہ السّلام وہیں پر اُترتے تھے خدائے تعالےٰ نے اُنکے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنہی ابو رافع سے ایک حدیث میں یہ بھی منقول ہے کہ جناب رسول خدا نے علی مرتضٰے علیہ السّلام کے زخموں پر لعاب دہن لگا دیا اور اُنکے حق میں دعا کی اور اُنکو مشرکوں کا تعاقب کرنے کے لیے روانہ کردیا۔ اِنہی کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ اُسی تفسیر میں بطریق جمہوریوں روایت کی گئی ہے کہ جناب رسول خدا نے علی مرتضٰے علیہ السّلام کو کچھ لوگ ساتھ کرکے ابو سفیان کے تعاقب میں بھیجا تو حضرتؐ کو بنی خزاعہ میں سے ایک اعرابی ملا اور اُسنے یہ کہا اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ (دیکھو صفحہ ۱۱۴ سطر ۸) اِس سے اُسکی مراد ابو سفیان اور اُس کے ساتھی تھے۔ پس جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام اور اُن کے اصحاب نے فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اِسی پر یہ آیتیں ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ تک نازل ہوئیں۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۱۲۱ نوٹ نمبر ۱ تفسیر برہان و علل الشرائع میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ اولاد آدمؑ کی نسل ابتداءً کیونکر پھیلی اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا گیا کہ ہمارے ہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خدائے تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کو وحی فرمائی تھی کہ وہ اپنی بیٹیوں کی شادی اپنے بیٹوں سے کردیں اور یہ تمام موجودہ مخلوق بھائیوں اور بہنوں کے میل سے پیدا ہوئی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا سبحان اللہ خدائے تعالےٰ کی شان اس سے کہیں ارفع و اقدس ہے کہ وہ ایسا حکم دے جو شخص اس بات کا قائل ہے وہ گویا اِس کا بھی قائل ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوق سے برگزیدہ لوگوں کو یعنی اپنے دوستوں کو نبیوں کو اور رسولوں کو ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کو اور احکام کے ماننے والے مردوں و عورتوں کو معاذ اللہ حرام سے پیدا کیا اور اُس میں اِس بات کی قدرت نہ تھی کہ اِن سب کو حلال سے پیدا کرتا۔ حالانکہ اُن سے اِس بات کا پختہ عہد لے لیا تھا کہ وہ حلال پر اور پاکی و پاکیزگی پر قائم رہیں اور حرام و ناپاک چیزوں کے پاس بھی نہ پھٹکیں

اور مجھے تو یہاں تک تحقیق خبر ملی ہے کہ کسی چوپایہ کو دھوکا دیا گیا تھا کہ اُس کی بہن پہچان میں نہ آئی تب وہ اُس سے جفتی کھا کر اُترا تو اصلی حالت اُس پر ظاہر کی گئی اور اُس نے جان لیا کہ اُس کی بہن ہے تو اُس نے اُسی وقت اپنا عضوِ تناسل نکالا پھر دانتوں سے اُسے پکڑ کر کاٹ ڈالا اور گر کر فوراً مر گیا۔ ایک اور چوپایہ کو بعینہٖ یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ اُس کی ماں پہچان میں نہیں آئی تھی اور وہ اِسی طرح مر گیا تھا۔ تو کیا انسان باوجود اپنے علم و فضل کے حیوانات سے بھی گیا گزرا ہوگا ہاں بات یہ ہے کہ اس مخلوق سے جس کو تم دیکھ رہے ہو ایک گروہ نے خاندانِ انبیاء کے علم سے منہ پھرا لیا اور جہاں سے لینے کا حکم نہ تھا وہاں سے علم لیا اِس کا نتیجہ وہ جہالت اور ضلالت ہوئی جیسے تم دیکھتے ہو پھر فرمایا وائے ہو اُن لوگوں پر کدھر چلے گئے اُس قول سے جس میں نہ فقہائے حجاز نے اختلاف کیا ہے اور نہ فقہائے عراق نے خدائے عزّوجل نے قلم کو حکم دیا اور اُس نے قیامت تک کے احکام لوحِ محفوظ پر آدم علیہ السّلام کی پیدائش ہونے سے دو ہزار برس پہلے لکھ دیئے اور جتنی کتابیں قلم نے (بحکم خدا) لکھی ہیں اُن سب میں بھائیوں کا بہنوں پر حرام ہونا درج ہے اور اُن چاروں کتابوں میں جو تمام عالم میں مشہور ہیں یہی مضمون ہم نے دیکھا ہے اُن میں سے کسی کتاب میں بھائیوں کا بہنوں پر حلال ہونا ثابت نہیں ہے میں تم سے حق بات کہتا ہوں کہ جو ایسی ایسی باتوں کا قائل ہے وہ مجوسیوں کی حجت کو قوی کرتا ہے انہیں کیا ہو گیا ہے خدا اِن پر لعنت کرے پھر جناب امام علیہ السّلام نے حضرت آدم علیہ السّلام اور اُن کی ذرّیت کی ترقیِ نسل کا بیان شروع کیا پس فرمایا کہ آدم علیہ السّلام کے ہاں ستر ولادتیں ہوئیں ہر ولادت میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی تھی جب ہابیل قتل ہو گئے تو آدم علیہ السّلام کو بے حد صدمہ ہوا کہ عورت کے پاس کا بھی آنا جانا چھوڑ دیا اور پانچ سو برس تک حضرت حوّا علیہا السّلام سے ہم بستری نہیں کی پھر خدائے تعالےٰ نے اُن کے غم کو دور کیا تا آنکہ وہ حضرت حوّا علیہا السّلام کے پاس گئے اور اللہ تعالےٰ نے اُن کو اِس ولادت میں صرف ایک بیٹا شیثؑ نام عطا فرمایا جن کے ساتھ توام کوئی نہ تھا یعنی لڑکی پیدا نہ ہوئی تھی اِنہی شیثؑ کا نام ہبۃ اللہ بھی ہے یہ روئے زمین پر پہلے وصی ہیں جنہیں اولادِ آدمؑ میں سے خدا تعالےٰ نے نیابت کے لیے منتخب فرمایا پھر حضرت آدم علیہ السّلام کے شیثؑ علیہ السّلام کے بعد دوسرا بیٹا یافث پیدا ہوا اُن کے ساتھ بھی کوئی دوسرا نہ تھا اور جب یہ دونوں بیٹے بالغ ہوئے اور اللہ تعالےٰ کو منظور تھا اِن کی نسل پھیلے جیسا کہ تم اُسے دیکھتے ہو اور ساتھ یہ بھی منظور تھا کہ لوح و قلم کے ذریعے سے جن چیزوں کو حرام قرار دے چکا ہے وہ حرام ہی رہیں جیسے بہنوں کا بھائیوں سے نکاح ہونا لہٰذا جمعرات کے دن بعد عصر جنت سے ایک حور کو نازل کیا جس کا نام نزلہ تھا اور حضرت آدم علیہ السّلام کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے شیثؑ کی اس سے شادی کر دو چنانچہ حضرت نے اِس حکم کی تعمیل کی پھر دوسرے دن عصر کے بعد ایک اور حور جنت سے نازل کی جس کا نام منزلہ تھا اور خدائے تعالےٰ نے اُسکی نسبت حکم دیا کہ اِس کی شادی یافث سے کر دو۔ حضرت آدم علیہ السّلام نے اِس حکم کی تعمیل کی شیثؑ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور یافث کے ہاں لڑکی اور جب

یہ دونوں بچے بالغ ہوگئے تو شیث کا بیٹا یافث کی بیٹی سے بیاہا گیا تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام اور برگزیدہ بندے انہی دونوں کی نسل سے ہیں اور جیسا کہ عوام الناس قائل ہوئے ہیں ہرگز ایسا نہیں ہے کہ بہنوں کی شادی بھائیوں سے ہوتی تھی من لا یحضرہ الفقیہ میں بھی قریب قریب یہی مضمون منقول ہے کافی اور تفسیر عیاشی میں کئی حدیثیں اس مضمون کی منقول ہیں کہ سلسلۂ نسل کیونکر چلا خلاصہ اُن سب کا یہ ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام کے چند بیٹے یا پوتے پیدا ہوئے اور وہ ایک جن کی بیٹیوں سے بیاہے گئے لہٰذا آدمیوں میں حسن خلق وخوبصورتی وحلم وغیرہ جو اچھی اچھی صفتیں ہیں وہ تو حور کی طرف سے وراثتاً کی ہیں اور تیز مزاجی وغصہ وجہالت اور حماقت وبدصورتی یہ اُس جن کی بیٹیوں کی طرف سے ہے۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۴ صفحہ ۱۲۴

قولہ مترجم جب کسی مرد یا عورت کا انتقال ہو جائے تو اُس کے ذمہ جو قرض ہو اُس کا ادا کرنا سب سے پہلے لازم ہے پھر اگر اُس نے کوئی وصیت کی ہو تو باقی مال کی ایک تہائی تک اُس کی وصیت کے بموجب صرف ہونا چاہیے اس کے بعد جو بچے وہ وارثوں کا حق ہے وارث دو وجہ سے بن سکتے ہیں ایک نسب کے باعث دوسرے سبب کے بموجب۔

نسب کا بیان

وارثانِ نسبی کے تین طبقے ہیں۔ اوّل طبقہ میں ماں باپ اور اولاد ہے۔ دوسرے طبقہ میں دادا دادی نانا نانی بھائی بہن اور اُن کی اولادیں تیسرے طبقہ میں چچا پھوپی ماموں خالہ اور اُن کی اولاد ہے۔

تنبیہ

واضح ہو کہ اگر پہلے طبقہ کے لوگ موجود ہوں تو دوسرے اور تیسرے طبقہ کے لوگ میراث سے محروم رہیں گے اور دوسرے طبقہ والوں کی موجودگی میں تیسرے طبقہ والے لوگ میراث نہ پائیں گے شوہر اور زوجہ ہر طبقہ کے ساتھ اپنا حق لے سکتے ہیں اور عینی بھائی بہن کے ہوتے پدری بھائی بہن کو کچھ نہ ملے گا۔

صاحبانِ فروض وقرابت کا بیان

صاحب فرض وہ شخص ہے جس کا حصۂ وراثت صراحتاً قرآن مجید میں مذکور ہے وہ دس ہیں۔ ماں باپ۔ بیٹے۔ چند بیٹیاں۔ بہن۔ چند بہنیں عینی یا پدری۔ مادری بہن بھائی۔ شوہر۔ زوجہ

صاحب قرابت وہ شخص ہے جس کا سہم وراثت صراحتاً کلام مجید میں مذکور نہیں بلکہ تفسیر میں آنحضرت نے ایک عام قاعدہ بتا دیا ہے جس سے اُس شخص کا حصہ معلوم ہو جاتا ہے وہ دس ہیں دادا۔ دادی۔ نانا۔ نانی۔

چچا۔ پھوپی۔ اور اُن کی اولاد۔ خالہ۔ ماموں اور اُنکی اولاد ہیں۔

سہام وفروض کا بیان

حدیث وقرآن کی روسے جس قدر مال پانے کا وارث مستحق ہوتا ہے اُتنے مال کو سہم کہتے ہیں۔ سہام چھ ہیں نصف۔ ثلث۔ ثلثین۔ ربع۔ سدس۔ ثمن۔

نصف۔ یعنی آدھا ترکہ پانے کے تین شخص مستحق ہیں۔ اول شوہر جبکہ زوجہ اپنے بطن سے اولاد یا اولاد کی اولاد نہ چھوڑے۔ دوسرے صرف ایک بیٹی۔ تیسرے صرف ایک بہن خواہ عینی ہو یا پدری۔

ثلث۔ یعنی ایک تہائی ترکہ پانے کے دو شخص مستحق ہیں۔ اول میت کی ماں جبکہ میت کی اولاد یا اولاد کی اولاد اور دو یا زیادہ بھائی عینی یا پدری نہوں۔ دوسرے دو یا دو سے زیادہ مادری بہن بھائی یا اُن کی اولاد

ثلثین۔ یعنی دو تہائی ترکہ دو قسم کے لوگ پا سکتے ہیں۔ اول صرف بیٹیاں جبکہ دو یا دو سے زیادہ ہوں۔ دوسرے صرف بہنیں خواہ عینی ہوں یا پدری۔

ربع۔ یعنی چوتھائی مال میت دو قسم کے آدمی پائینگے۔ اول شوہر جبکہ زوجہ اپنی نسل سے اولاد چھوڑے۔ دوسرے زوجہ اپنے شوہر کے متروکہ میں سے جبکہ شوہر اولاد نہ چھوڑے خواہ اُسی زوجہ کے بطن سے ہو یا کسی دوسری کے۔

سدس۔ یعنی چھٹا حصہ یہ سہم تین وارثوں کا ہے۔ اول ماں۔ باپ جبکہ میت نے اولاد یا اولاد کی اولاد چھوڑی ہو۔ دوسرے ماں جبکہ میت دو بھائی یا زیادہ۔ یا ایک بھائی اور دو بہنیں یا چار بہنیں چھوڑے اور میت کا باپ بھی موجود ہو۔ تیسرے ایک مادری بہن یا بھائی۔

ثمن۔ یعنی آٹھواں حصہ سہم زوجہ کا ہے خواہ ایک ہو یا زیادہ جبکہ میت اولاد یا اولاد کی اولاد چھوڑے خواہ وہ اولاد موجودہ زوجہ کی نسل اور بطن سے ہو یا اور کسی زوجہ سے۔

میراث پانے والوں کا جو حق قرآن مجید اور احادیث کی روسے ثابت ہے اُسکا مختصر ذکر یہ ہو چکا اس سے زیادہ تفصیل احکام اور تقسیم میراث کے طریقے جنکو دیکھنے منظور ہوں وہ ہماری کتاب تحفۃ المقبول میں ملاحظہ فرمالیں۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۱۲۶ نوٹ نمبر ۱ تفسیر صافی اور من لا یحضرہ الفقیہ میں ہو کہ جناب رسول خدا نے اپنے آخری خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کریگا خدا تعالے اُسکی توبہ قبول فرمائیگا پھر ارشاد فرمایا کہ ایک سال تو بہت ہے پس جو شخص اپنے مرنے کے ایک مہینہ پہلے بھی توبہ کریگا اللہ تعالے اُس کی توبہ قبول فرمائیگا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایک مہینہ بھی بہت ہوتا ہے جو شخص اپنے مرنے سے ایک دن پہلے بھی توبہ کریگا اللہ تعالے اُس کی بھی دعا

قبول فرمائے گا پھر فرمایا کہ ایک دن بھی بہت ہے جو شخص اپنے مرنے سے ایک ساعت پہلے بھی توبہ کر لیگا تو خدائے تعالے اُس کی بھی دُعا قبول فرمائیگا پھر فرمایا ایک ساعت بھی بہت ہے جو شخص اُسوقت بھی توبہ کرلیگا جبکہ اُس کا دم یہانتک پہنچا ہوگا (اُسوقت اپنے دستِ مبارک سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا) اُسوقت بھی خدائے تعالےٰ اُس کی توبہ قبول فرمائیگا۔

کافی اور تفسیرِ عیاشی میں بھی قریب قریب یہی مضمون ہے اور آخر میں اتنا اور زیادہ ہے کہ جو شخص ملک الموت کو دیکھنے سے پہلے بھی توبہ کرلیگا اللہ تعالےٰ اُس کی بھی توبہ قبول فرمائیگا اور ایک روایت میں یہ وارد ہے کہ جب ابلیس راندۂ درگاہ کیا گیا ہے تو اُس نے عرض کی کہ تیری ہی عزت اور عظمت کی قسم میں فرزندِ آدمؑ کو اُسوقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک کہ روح اُس کے جسم سے مفارقت نہ کرجائے پروردگارِ عالم سبحانہٗ تبارک و تعالےٰ شانہٗ نے فرمایا مجھے بھی اپنی عزت و عظمت کی قسم میں بھی اپنے بندہ سے اُسوقت تک توبہ کو باز نہ رکھونگا جبتک کہ اُس کی سانس اُلٹی نہ چلنے لگے۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب سانس یہاں تک پہنچ جائے (اُسوقت حضرتؑ نے اپنے دستِ مبارک سے اپنے حلقوم کی طرف اشارہ فرمایا) اُسوقت عالم کے لیے تو توبہ نہیں ہے پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ کافی اور تفسیرِ عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی یہ ہی حدیث منقول ہے مگر اُس کے آخر میں اتنا اور زیادہ ہے۔ مگر جاہل کی توبہ اُسوقت بھی قبول ہو جائیگی

قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی اسوقت عالم کی توبہ قبول نہ ہونے کا سبب غالباً یہ ہو کہ موت کی علامتیں دیکھ کر اُس کو زندگی سے مایوسی ہو ہی جاتی ہے برخلاف جاہل کے کہ اُس کو جب تک غیب کی چیزیں نظر نہ آئیں اُسوقت تک بھی مایوسی نہیں ہوتی منجملہ ان الطاف کے جو خدائے تعالےٰ نے مبذول فرمائے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ روح قبض کرنے والے فرشتہ کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ شروع پاؤں کی اُنگلیوں سے کرے پھر بیچ بیچ اوپر کو چڑھتا جائے پھر صدر تک پہنچے اور آخر میں حلق تک تا کہ مرنے والے کو اس بات کی مہلت ملے کہ اپنا دل خدا کی طرف متوجہ کرے اور وصیت کرسکے اور فرشتہ کو دیکھنے سے پہلے ہی توبہ کرے اور صاحبانِ حقوق سے حقوق بخشوا سکے اور خدائے تعالےٰ کو یاد کرسکے اور دم نکلتے نکلتے اُس کی زبان پر ذکرِ خدا رہے کہ اِس صورت میں خاتمہ بالخیر ہونے کی امید ہے خدائے تعالےٰ اپنے لطف و کرم سے سب مومنوں کو ایسی ہی موت نصیب کرے۔

آمین ثم آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات بابتہ پارہ پنجم (۵)

ضمیمہ متعلق صفحہ ۱۲۹ نوٹ نمبر۳ کافی میں ہے کہ ابو حنیفہ سُنیوں کے امام اعظم نے ابو جعفر محمد نعمان سے (جو مؤمنِ طاق کے نام سے مشہور تھے اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے خاص صحابی تھے) دریافت کیا کہ آپ متعہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں آیا آپ اُس کو حلال جانتے ہیں؟ مؤمنِ طاق نے کہا کہ ہاں۔ ابو حنیفہ نے کہا کہ پھر اس سے آپ کو کیا چیز مانع ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کو حکم دیں کہ وہ متعہ کیا کریں اور آپ کے لیے روپیہ کمایا کریں؟ مؤمنِ طاق نے فرمایا کہ جو افعال اور پیشے حلال ہوں یہ ضرور نہیں ہے کہ آدمی اُن سب کو کرے بھی اور ہر شخص کا ایک مرتبہ اور اُس کی ایک قدر و منزلت ہے کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اپنی قدر و منزلت کو بڑھائیں (نہ یہ کہ اپنی منزلت گھٹائیں) مگر ہاں ابو حنیفہ صاحب ذرا یہ تو بتائیے کہ آپ کا قول نبیذ (شرابِ حرام) کے بارے میں کیا ہے؟ آیا آپکے خیال میں وہ حلال ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا جی ہاں حلال ہے مؤمنِ طاق نے فرمایا پھر آپ کے لیے کیا چیز مانع ہے کہ آپ اپنی جوروؤں اور بیٹیوں کو دوکانوں میں بٹھائیں اور اُن سے نبیذ بکوائیں کہ وہ پیچا کریں آپ کے لیے روپیہ پیدا کیا کریں؟ ابو حنیفہ بولا یہ تو ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ بلکہ آپ کا ہی تیر زیادہ نشانے پر بیٹھا پھر بولا کہ اے ابو جعفر سورۃ المعارج کی آیتیں متعہ کے حرام ہونے پر صاف صاف دلالت کرتی ہیں (ان آیتوں کے لیے دیکھیے صفحہ ۹۰۹ سطر ۲ تا ۵) اور جناب رسولِ خدا سے بھی متعہ کے منسوخ فرما دینے کی روایت آئی ہے یہ سُنکر ابو جعفر یعنی مؤمنِ طاق نے فرمایا اے ابو حنیفہ (دروغگو را حافظہ نہ باشد) سورۃ المعارج مکّی ہے (یعنی اُس زمانہ میں نازل ہوئی ہے جبکہ جناب رسولِ خدا مکۂ معظمہ میں تشریف فرما تھے) اور آیۂ متعہ مدنی ہے (یعنی اُس زمانہ میں نازل ہوئی ہے جبکہ آنحضرت مکۂ معظمہ سے ہجرت فرما کے مدینۂ منوّرہ میں آ بسے تھے تو بھلا بعد کی آیت کو پہلے والی آیت منسوخ کیونکر کر سکتی ہے) اور تمہاری روایت شاذّہ ور دیّہ یعنی خراب ہے (جس کا راوی کوئی ایک آدمی مجہول الحال شخص ہو) اب ابو حنیفہ (چڑ کے) بولا کہ آیتِ میراث بھی تو متعہ کو منسوخ کرتی ہے (اس کا مطلب یہ ہے کہ زوجۂ منکوحہ میراث پاتی ہے اور ممتوعہ کو میراث نہیں ملتی تو گویا وہ زوجہ ہی نہیں) مؤمنِ طاق نے فرمایا کہ نکاح کا ہونا بغیر میراث کے یقیناً ثابت ہے ابو حنیفہ بولا بھلا یہ آپ کہاں سے کہتے ہیں؟ مؤمنِ طاق نے فرمایا بھلا اگر کوئی مسلمان کسی یہودی یا نصرانی عورت سے عقد کرلے پھر وہ مرد مر جائے تو اُس کے بارے میں کیا کہتے ہو (آیا وہ عورت میراث پائیگی) ابو حنیفہ نے کہا کہ وہ عورت تو اُس کی میراث نہیں پائیگی۔ مؤمنِ طاق نے فرمایا کہ دیکھو (تمہارے ہی قول سے) نکاح بغیر

میراث کے ثابت ہے (یعنی آیتِ میراث متعہ کو منسوخ نہیں کر سکتی) اتنی باتیں کر کے دونوں اپنی اپنی طرف چلے گئے۔ کافی میں ہے کہ عبد اللہ ابن عمر لیثی جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ حضرتؑ متعۃ النساء کے بارے میں کیا فرماتے ہیں امام علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اُسے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور اپنے نبیؐ کی زبان سے اُس کا اعلان کرا دیا ہے پس وہ قیامت تک کے لیے حلال ہے یہ سنکر عبد اللہ بولا کہ یا حضرتؑ آپ جیسا شخص یہ فرمائے حالانکہ عمر (ابن الخطاب) نے اِس کو حرام کر دیا اور اِس سے ممانعت کر دی حضرتؑ نے فرمایا گو اُس نے ایسا ہی کیا ہو عبد اللہ بولا معاذ اللہ آپ اُس چیز کو حلال قرار دیں جسے عمر نے حرام قرار دیا ہو حضرتؑ نے فرمایا کہ ہاں تو اپنے صاحب عمر کے قول پر ہے اور میں جناب رسولخداؐ کے حکم کا قائل ہوں آؤ اِس بات پر ہم اور تم مباہلہ کرلیں کہ جو کچھ جناب رسولخداؐ نے فرمایا وہ حق ہے اور جو کچھ تیرے صاحب نے بکا وہ باطل۔ راوی کہتا ہے کہ عبد اللہ ابن عمر نے اِسے قبول نہیں کیا بھاگ گیا۔ اُسی کتاب میں ہے کہ ابو حنیفہ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے متعہ کے بارے میں سوال کیا حضرت نے فرمایا متعہ دو ہیں تو کونسے کی بابت سوال کرتا ہے؟ اُس نے عرض کی کہ میں متعۃ الحج کے بارے میں تو حضرتؑ سے پہلے سوال کر چکا ہوں اب متعۃ النساء کے بارے میں یہ فرمائیے کہ آیا یہ حق ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا سبحان اللہ کیا تو کتاب خدا نہیں پڑھتا کہ وہ فرماتا ہے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۱۲۹ سطر ۴) ابو حنیفہ کہتا ہے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ واللہ گویا میں نے یہ آیت کبھی پڑھی ہی نہ تھی۔ من لا یحضرہ الفقیہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جو شخص ہمارے دنیا میں دوبارہ آنے پر ایمان نہ رکھتا ہو اور متعہ کو حلال نہ جانتا ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے (مضمون رجعت کے لیے دیکھو ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۴ صفحہ ۹۴)

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۲ صفحہ ۱۳۸

تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ آیت امیر المؤمنین علیؑ ابن ابیطالبؑ اور حسنین علیہم السّلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اِس پر کسی نے عرض کی کہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ خدا کو ہو کیا گیا ہے کہ اُسنے اپنی کتاب میں تو علیؑ کا نام لیا اور نہ اہلبیتؑ کا ذکر فرمایا۔ فرمایا تم اُن سے یہ کہدو کہ خدا کی عادت ہی یہی ہے کہ نماز کا حکم تو نازل کیا مگر کہیں خدا نے دو یا تین یا چار رکعتوں کا نام ہی نہیں لیا یہ جناب رسولخداؐ کا کام تھا کہ اُنھوں نے تفسیر کر کے لوگوں کو سمجھا دیا اِسی طرح حکم زکوٰۃ تو نازل فرمایا مگر خدائے تعالےٰ نے کسی جگہ اِس کا نام نہیں لیا کہ ہر چالیس درم میں سے ایک درم دینا یہ جنابِ رسولِ خدا کا کام تھا کہ اُنھوں نے تفسیر کر کے لوگوں کو سمجھا دیا اِسی طرح حج کا حکم تو نازل فرمایا مگر یہ کہیں نہیں فرمایا۔ کہ طواف سات مرتبہ کرنا چاہیے تاکہ جناب رسولخداؐ نے خود تفسیر فرما کے لوگوں کو سمجھا دیا اِسی طرح آیت اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا

الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ نازل ہوئی اور یہ جناب علی مرتضےٰ اور حسنین علیہم السّلام کے بارے میں نازل ہوئی۔ تو جناب رسولخدا نے علیؑ مرتضےٰ کے بارے میں فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ (جس کا میں آقا اور مالک ہوں یہ علیؑ بھی اُس کا آقا و مالک ہے) نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ (اے میرے صحابیو! اور اے میرے اُمّتیو!) میں تم سب کو خدا کی کتاب اور اپنے اہلبیتؑ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ میں نے خدائے تعالےٰ سے یہ درخواست کی تھی کہ ان دونوں میں جُدائی نہ ڈالیو جب تک کہ انہیں حوضِ کوثر تک نہ پہنچا دے۔ پس خدائے تعالےٰ نے میری یہ درخواست قبول فرمائی نیز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لوگو! تم میرے اہلبیتؑ کو تعلیم نہ دو اس لیے کہ وہ تم سے کہیں زیادہ عالم ہیں۔ نیز فرمایا کہ میرے اہلبیتؑ تم لوگوں کو بابِ ہدایت سے کبھی ہرگز ہرگز باہر نہ کرینگے اور بابِ ضلالت میں کبھی داخل نہ کریں گے اگر جنابِ رسولخدا خاموش رہے ہوتے اور یہ نہ بتاتے کہ اُن کے اہلبیتؑ کون ہیں تو اُسوقت مناسب تھا کہ آلِ فلاں اور آلِ فلاں یہ دعوےٰ اپنے لیے پیش کرتے اور بروایتِ عیاشی آلِ فلاں سے پہلے آلِ عباس اور آلِ عقیل زیادہ ہے مگر اللہ نے تو اپنے نبیؐ کی تصدیق کے لیے اپنی کتاب میں یہ آیت نازل فرمادی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۶۴۳ سطر ۶) اُسوقت علی مرتضےٰ حسنؑ مجتبےٰ حسینؑ سید الشہدا اور فاطمہؑ زہرا یہ سب حضرات صلوات اللہ علیہم اجمعین جناب اُم المؤمنین حضرت اُمّ سلمہؓ کے گھر میں موجود تھے جنابِ رسولخدا نے اِن سب کو اپنی چادر کے نیچے لے لیا اور پھر فرمایا کہ یا اللہ ہر نبی کے کچھ اہلبیت اور گرامی منزلت لوگ ہوا کرتے ہیں اور میرے اہلبیتؑ اور گرامی قدر یہ ہیں حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ کیا میں آپ کے اہلبیتؑ سے نہیں ہوں فرمایا تمہارا انجام بخیر ہوگا لکن میرے اہلبیت ہیں تو اور گرامی قدر ہیں تو یہی ہیں (یہ حدیث طویل ہے لیکن بقدر ضرورت لے لی گئی ہے) نیز منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا کہ اسلام کی بنیاد کن کن چیزوں پر قائم ہے کہ جب اُن کو حاصل کر لیا جائے تو معاملہ ایسا صاف ہو جائے کہ اُس کے بعد جن چیزوں کو نہ جانتے ہوں اُن کا نہ جاننا کچھ ضرر نہ پہنچا سکے تو اُن حضرتؑ نے یہ فرمایا کہ پہلے تو اِس بات کی شہادت کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمدؐ اُس کے رسول ہیں پھر جو کچھ وہ خدا کے پاس سے لائے ہیں اُس کا اقرار کرنا اور مال میں سے زکوٰۃ واجب نکالنا اور اُس ولایت کا قبول کرنا جس کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے یعنی ولایتِ آلِ محمدؐ کا قبول کرنا اس لیے کہ جنابِ رسولخدا نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص مر جائیگا اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانتا ہوگا وہ کفر کی موت مرے گا نیز خدائے تعالےٰ نے فرمایا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ تو پہلے اولی الامر جناب علیؑ مرتضےٰ تھے پھر اُن کے بعد جناب حسنِ مجتبےٰ علیہ السّلام ہوگئے پھر اُن کے بعد جناب حسینؑ شہید کربلا علیہ السّلام ہوئے پھر جناب علیؑ ابن الحسین پھر جناب محمد ابن علی علیہما السّلام ہوئے (یہ پھر میں ہوں) پھر اسی طرح یہ سلسلہ

برابر چلا جائیگا اِس لیے کہ زمین کی صلاحیت بغیر امام کے ہو نہیں سکتی۔ (یہ حدیث طویل ہے بقدر ضرورت لی گئی) معانی الاخبار میں بروایت سُلیم ابن قیس الهلالی منقول ہے کہ کسی شخص نے جناب امیر علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ کم سے کم وہ بات جس سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے کیا ہے؟ فرمایا اِس بات کا نہ جاننا کہ اللہ تعالےٰ نے اُس کو کس شخص کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور کس کی ولایت فرض فرمائی ہے اور اپنی زمین میں اپنی حجت اور اپنی مخلوق کے نیک و بد اعمال کا گواہ کس کو مقرر کیا ہے۔ سائل نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین وہ کون ہیں فرمایا وہ ہیں جن کو خدائے تعالےٰ نے اپنی ذات اور اپنے نبیؐ کے ساتھ ملا دیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (ترجمہ کے لیے صفحہ ۱۳۸ سطر دیکھو) راوی کہتا ہے کہ میں نے اُن حضرت کے سر مبارک کو چوم لیا اور یہ عرض کی کہ آپ نے میرے لیے راہِ حق کو واضح کر دیا میری فکر کو دور کر دیا اور ہر قسم کا شک جو میرے دل میں تھا اُسے دفع فرما دیا اکمال میں جابر ابن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ البتہ میں نے اللہ اور اُس کے رسول کو تو پہچان لیا یہ اولی الامر کون ہیں جن کی اطاعت کو اللہ تعالےٰ نے آپ کی اطاعت کے ساتھ ملا دیا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جابرؓ! وہ میرے بعد خلیفہ ہیں اور مسلمانوں کے امام ہیں کہ اوّل اُن میں سے علی ابن ابیطالب علیہ السّلام ہیں پھر حسنؑ پھر حسینؑ پھر علیؑ ابن الحسینؑ پھر محمدؑ ابنِ علیؑ جو توریت میں باقر کے نام سے مشہور ہیں علیہم السّلام اور اے جابرؓ تم عنقریب اُن کو پاؤ گے پس جب تمہاری اُن سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہدینا۔ اُن کے بعد جعفر ابنِ محمد الصادق علیہ السّلام ہوں گے پھر موسےٰ ابنِ جعفر پھر علیؑ ابنِ موسےٰ پھر محمدؑ ابنِ علیؑ پھر علیؑ ابنِ محمدؑ پھر حسن ابنِ علی علیہم السّلام ہیں پھر میرا ہمنام اور ہم کنیت اللہ کی زمین میں اللہ کی حجت اور اللہ کے بندوں میں اللہ کا بقیہ محمدؐ ابن حسن المہدی ہوں گے یہ ابن الحسن ابنِ علیؑ ہی وہ شخص ہوں گے جن کے ہاتھوں پر خدائے تعالےٰ اِس زمین کے مشرق و مغرب کو فتح فرما دیگا اور یہی وہ ہیں جو اپنے شیعوں اور اپنے دوستوں سے اتنی مدت تک غائب رہینگے کہ اِن کی غیبت کے زمانہ میں اِن کی امامت کا قائل سوائے اُس شخص کے اور کوئی نہ رہے گا جس کے قلب کا خدائے تعالےٰ ایمان سے امتحان لے چکا ہوگا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آیا اُن کے شیعہ غیبت میں بھی کچھ اُن سے منتفع ہوں گے؟ فرمایا ہاں اُس کی قسم جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے وہ لوگ اُن کی غیبت کے زمانے میں اُن کے نور سے روشنی حاصل کریں گے اور اُن کی ولایت سے نفع اُٹھائیں گے اُسی طرح جس طرح آدمی سورج سے نفع اُٹھایا کرتے ہیں اگرچہ بادلوں نے اُسکو ڈھانپ رکھا ہو۔ اے جابرؓ! یہ خدائے تعالےٰ کے اسرارِ مکنونہ اور علوم مخزونہ میں سے ہے پس تم بھی اس کو پوشیدہ رکھنا سوائے اُن لوگوں کے جو اس کے اہل ہوں کتب متداولۂ معتبرہ میں اس معنی کی حدیثیں اِس کثرت سے ہیں کہ اُن کا احصا نہیں ہو سکتا۔ التوحید میں جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ

اللہ کو اللہ ہی کے ذریعہ سے پہچانو اور رسولؐ کو رسالت کے ذریعے سے اور اولی الامر کو امر بالمعروف اور عدل و احسان کے ذریعے سے۔ نیز علل الشرائع میں اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جو شخص خدا کی نافرمانی کرے اُس کی اطاعت نہ ہونی چاہیے اطاعت تو صرف اللہ کی ہو اور اُس کے رسولؐ کی اور والیانِ امر کی اللہ نے رسولؐ کی اطاعت کا حکم اِس لیے دیا کہ وہ معصوم و مطہر ہیں وہ خدا کی نافرمانی کا حکم ہی نہ دیں گے اور والیانِ امر کی اطاعت کا حکم اِس لیے دیا کہ وہ بھی (مثلِ رسولؐ) معصوم و مطہر ہیں وہ کبھی خدا کی نافرمانی کا حکم نہیں دیتے۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۱ صفحہ ۱۳۸

نہج البلاغہ میں خوارج کے ذکر میں ہے کہ جس وقت اُنہوں نے آدمیوں کے فیصلے سے انکار کیا تو یہ لفظ کہے کہ ہم نے آدمیوں کو حَکَم نہیں بنایا تھا حالانکہ یہ قرآن سطروں میں لکھا ہوا ایک خط ہے جو دو دفتیوں کے مابین ہے اِس کی کوئی زبان نہیں جو بولے پس لابُد ہے کہ کوئی اِس کا مطلب بیان کرنے والا ہو اور وہ مطلب بیان کرنے والے ہوں نہوں آدمی ہی ہوں گے اور جب مخالف لوگوں نے ہم کو اس بات کی دعوت دی کہ ہم اپنے مابین قرآن کو حکم قرار دیں تو ہم ایسا گروہ تو تھے نہیں کہ جو کتابِ خدا سے روگرداں ہو حالانکہ خدائے سبحانہٗ تعالےٰ فرماتا ہے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (دیکھو صفحہ ۱۳۱ سطر ۱) پس اللہ کی طرف رد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اُس کی کتاب سے فیصلہ چاہیں اور رسولؐ کی طرف رد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کی سُنّت پر عمل کریں پس جب کتابِ خدا سے سچا سچا فیصلہ کیا جائے، تو کتابِ خدا کے سمجھنے اور سمجھانے والے سب آدمیوں سے بہتر ہم ہیں اور جب سُنّتِ رسولؐ اللہ سے فیصلہ کیا جائے تو آنحضرتؐ سے بھی سب سے زیادہ تعلق رکھنے والے ہم ہی ہیں۔ نیز جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے اپنے عہد میں مالکِ اشتر سے فرمایا کہ جب معاملات تجھ پر مشتبہ ہوں اور طرفین کے بیان تجھے دقت میں ڈالیں تو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی طرف رجوع کیجیو اِس لیے کہ خدائے تعالےٰ نے جن لوگوں کی ہدایت و ارشاد کو پسند فرمایا اُنہیں یہ حکم دیا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ پس اللہ کی طرف رد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اُس کی کتاب کے محکم حصّے سے نتیجہ اخذ کیا جائے اور رسولؐ کی طرف رد کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ان حضرتؐ کی ایسی سُنّت سے نتیجہ اخذ کیا جائے جو جامعہ ہو متفرق کرنے والی نہ ہو مطلب یہ ہے کہ متفق علیہ ہو اختلاف کی اُس میں گنجایش نہ ہو۔ احتجاجِ طبرسی میں جناب امام حسین علیہ السلام کا ایک خطبہ ہے جس میں اُن حضرتؑ کے یہ الفاظ ہیں کہ تم لوگ ہماری اطاعت کرو کہ ہماری اطاعت واجب ہے کہ وہ خدا و رسولِ خدا کی اطاعت سے ملادی گئی ہے خدائے تعالےٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ نیز فرماتا ہے وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا (دیکھو صفحہ ۱۲۲ سطر ۱)

مگر جب تک تم میں وہ صفت نہ ہو جس کا ذکر اس طرح فرماتا ہے اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (دیکھو صفحہ ۱۳۸ سطر ۱۱) اُس وقت تک تم سے اِن احکام کی تعمیل نہ ہو گی اِس لیے کہ ایمان ہی وہ چیز ہے جو اِن احکام کی تعمیل کراتا ہے۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۴ صفحہ ۱۴۵ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب کسی گروہ میں سے ایک شخص سلام کرے تو وہ سب کی طرف سے سمجھا جائیگا اور اسی طرح ایک کا جواب دینا بھی سب کی طرف سے کافی ہوگا نیز اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ چھوٹے مجمع کو بڑے مجمع کے مقابل سلام کی ابتدا کرنی چاہیے اور سوار کو پہل کر کے پیادہ کو سلام کرنا چاہیے اور جو لوگ خچّروں پر سوار ہوں اُنہیں لازم ہے کہ خر سواروں پر سلام کرنے میں سبقت کریں اور اسی طرح جو لوگ گھوڑوں پر سوار ہوں اُنہیں لازم ہے کہ خچّر سواروں کو سلام کرنے میں ابتدا کریں۔ ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ کم سن کو کبیر السّن پر اور راستہ چلنے والے کو بیٹھے ہوئے پر سلام کرنا چاہیے۔ ایک روایت میں یوں بھی وارد ہوا ہے کہ جب ایک گروہ دوسرے گروہ سے ملے تو کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں پر سلام بھیجیں اور جب ایک شخص تنہا کسی گروہ سے ملے تو وہ اکیلا اُس گروہ کو سلام کرے۔ نیز اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ تواضع یہ ہے کہ جو شخص بھی تم سے ملے تم اُسے سلام کرلو یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بخیل وہی ہے کہ جو سلام کرنے میں بھی بخل کرے۔ نیز اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جناب رسُولِ خدا نے فرمایا کہ اللہ اور اللہ کا رسولؐ اُس شخص کو زیادہ دوست رکھتے ہیں جو سلام کرنے میں ابتدا کرے۔ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ خدائے تعالٰے سلام میں افشاء کرنے کو دوست رکھتا ہے۔ (یعنی بہ آوازِ بلند سلام کرنے کو)

قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی۔ اِس حدیث میں لفظ افشاء کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص بھی تم سے ملے تم اُسے سلام کرلو خواہ وہ کوئی کیوں نہو۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین موقعے ایسے ہیں کہ اُن میں جمع کے صیغے سے جواب دینا چاہیے گو مخاطب ایک ہی ہو ایک تو چھینک کے موقع پر کہنا چاہیے یَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ (خدا تم پر رحم فرمائے) گو چھینکنے والے کے ساتھ کوئی اور نہ ہو دوسرے جب ایک شخص دوسرے کو سلام کرے تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ یا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ تیسرے جب کوئی شخص کسی شخص کے لیے دعا مانگے تو بھی جمع ہی کے صیغے بولے مثلاً عَافَاكُمُ اللّٰهُ (اللہ تمہیں عافیت عطا فرمائے) گو وہ شخص اکیلا ہی ہو اُس کے ساتھ ظاہرا کوئی اور نہ ہو اس لیے کہ ہر شخص کے ساتھ اور بھی ہوا کرتے ہیں۔ **تصحیح** اِس سے یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کے ساتھ اُس کی حفاظت کرنے والے اور اُس کے اعمالِ نیک و بد لکھنے والے فرشتے موجود رہتے ہیں۔ اور سلام کا جواب بطریقِ احسن دینا یہ ہے کہ لفظ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ جواب میں بڑھا دے اور اگر خود سلام کرنے والے ہی نے وَرَحْمَةُ اللّٰهِ بڑھا دیا ہو تو جواب دینے والا وَبَرَكَاتُهٗ اور بڑھا دے

اور یہاں تک ہے یعنی اگر سلام کرنے والے نے وَبَرَکَاتُہٗ بھی کہا ہو تو جواب اُتنا ہی دیا جائے زیادہ نہ کیا جائے اِس لیے کہ کافی میں بروایت جناب امام محمد باقر علیہ السّلام منقول ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السّلام ایک گروہ کے پاس سے گزرے اُن لوگوں کو حضرتؑ نے سلام کیا تو اُنہوں نے جواب میں عرض کیا علیک السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَمَغْفِرَتُہٗ وَرِضْوَانُہٗ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے اُن سے فرمایا کہ ہمارے حق میں اُس سے زیادہ نہ بڑھاؤ جتنا فرشتے ہمارے جد ابراہیم علیہ السّلام کے لیے کہہ چکے ہیں اُنہوں نے اُتنا ہی تو کہا تھا رَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ (دیکھو صفحہ ۳۶۶ سطر ۱ و ۲) روایت میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نے جناب رسولِ خداؐ سے عرض کی السّلام علیک حضرتؐ نے جواب میں فرمایا و علیک السّلام و رحمۃ اللہ اور ایک اور نے عرض کی السّلام علیک و رحمۃ اللہ اُس کے جواب میں فرمایا و علیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ایک تیسرے شخص نے عرض کی السلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ اُس کے جواب میں آنحضرتؐ نے فرمایا وَعَلَیْکَ اُس شخص نے عرض کی یا رسولؐ اللہ مجھے تو آپ نے نقصان ہی میں رکھا خدائے تعالےٰ نے جو فرمایا ہے وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا (دیکھو صفحہ ۵۱۴ سطر ۴) اِس کی تعمیل کہاں ہوئی آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے میرے لیے بڑھانے کی گنجایش ہی نہیں چھوڑی لہٰذا میں نے دوسرے حکم کی تعمیل کی جو اِس کے آگے لکھا ہے اَوْ رُدُّوْھَا اِس کا یہ مطلب ہے یا ویسا ہی جواب دیدو چنانچہ میں نے ویسا ہی جواب دیدیا۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص السّلام علیکم کہے تو اُس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو شخص کہے سلامٌ علیکم و رحمۃ اللہ تو بیس نیکیاں اور جو شخص سلامٌ علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ کہے تو یہ تیس نیکیاں ہوتی ہیں نیز اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ مقیم کے لیے سلام کا خاتمہ مصافحہ پر ہونا چاہیے اور مسافر کے لیے معانقہ پر بروایت اُنہی حضرتؑ کے جناب امیرالمومنینؑ سے منقول ہے کہ اہلِ کتاب کو سلام کرنے میں تم ابتدا مت کرو اور جب وہ تمکو سلام کریں تو جواب میں اِتنا کہدو وَعَلَیْکُمْ۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ تین قسم کے آدمی سلام نہ کریں ایک وہ جو جنازہ کے ساتھ جارہا ہو۔ دوسرا وہ شخص جو نمازِ جمعہ کو جارہا ہو تیسرا وہ جو حمام میں ہو۔ خصال میں بروایت اُنہی حضرتؑ کے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ نہ یہود کو سلام کرو اور نہ نصاریٰ کو نہ مجوس کو نہ بت پرست کو اور نہ اُسکو جو شراب کا سامان سامنے لیے بیٹھا ہو اور نہ اُسے جو شطرنج اور چوسر لیے بیٹھا ہو نہ ہیجڑے کو نہ ایسے شاعر کو جو پاکدامن عورتوں پر بہتان باندھے یا عیب لگائے اور نہ نماز پڑھنے والے کو اِس لیے کہ نماز پڑھنے والا حسب منشائے آیت جواب سلام نہیں دے سکتا حالانکہ سوال کرنے والے کی طرف سے سلام کی ابتدا ہونا سُنت ہے اور جواب دینے والے کی طرف سے اُس کا جواب دینا واجب ہے۔ اِسی طرح مسلمانوں سے سود لینے والوں پر سلام نہ کرو اور نہ اُس شخص پر جو پاخانہ میں بیٹھا ہو اور نہ اُس پر جو حمام میں ہو اور نہ اُس بدکار پر جو کھلے خزانہ بدی کرتا ہو۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۲ صفحہ ۱۵۰

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اُسوقت نازل ہوئی جبکہ جناب رسُولخدا مکۂ معظمہ جانے کے ارادہ سے مقام حُدیبیہ تک تشریف لے گئے
جب قریش کو یہ خبر پہنچی تو اُنھوں نے خالد ابنِ ولید کو نو سو سوار دیکر آنحضرتؐ کے مقابلہ کے لیے بھیجدیا - یہ حضرتؐ سے آگے آگے رہتا تھا اور جہاں حضرتؐ مقام فرماتے وہاں یہ مقابلہ میں پہاڑ پر پھرتا تھا ایک دن راستہ میں کسی جگہ نمازِ ظہر کا وقت آگیا بلال نے اذان کہی اور جناب رسُولخدا نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی اُسوقت خالد ابنِ ولید نے یہ کہا کہ جب یہ نماز پڑھ رہے ہوں اگر اُسوقت ہم اِن پر حملہ کردیں تو ہم حسبِ دلخواہ اِن کو قتل و قید کرلیں گے اِس لیے کہ یہ لوگ نماز کو قطع نہیں کیا کرتے اور تھوڑی دیر میں اِن کی دوسری نماز کا وقت آیا چاہتا ہے جو اِن کو اپنی آنکھوں کی روشنی سے بھی زیادہ پیاری ہے - پس جب اُس نماز کو شروع کرینگے ہم اِن پر حملہ کردینگے اُسی وقت جبرئیل امین علیہ السّلام یہ آیت لیکر نازل ہوئے جس میں صلوٰۃ الخوف کا حکم ہے پس جناب رسُولخدا نے اپنے اصحاب کے دو گروہ کردیے کہ ایک تو مسلح ہو کر رخ کرکے دشمن کی طرف کھڑا ہوگیا اور دوسرے نے رسُول اللہ کے ساتھ نماز پڑھی اور چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کی جگہ جاڈٹے اور وہ لوگ جنھوں نے نماز نہ پڑھی تھی وہ اِدھر آئے اور جناب رسُولخدا کے ساتھ دوسری رکعت اُنھوں نے پڑھی جس کو اپنی اوّل رکعت قرار دیا اور جب جناب رسُولخدا تشہد کے لیے بیٹھے تو اِن اصحاب نے کھڑے ہو کر اپنی دوسری رکعت پڑھ لی پھر تشہد اور سلام کے بعد نماز کو ختم کیا -
کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب رسُولخدا نے غزوۂ ذات الرقاع میں اپنے اصحاب کے ساتھ نمازِ خوف پڑھی اور وہ اِس طرح کہ اپنے اصحاب کو دو فرقوں میں بانٹ دیا ایک فرقہ تو دشمن کے مقابل میں ڈٹا رہا اور ایک گروہ آنحضرتؐ کے پیچھے آکھڑا ہوا جب آنحضرتؐ نے تکبیر کہی تو اُنھوں نے بھی تکبیر کہی - آنحضرتؐ نے جب الحمد اور سورہ قرائت کیا تو وہ چپکے سُنتے رہے پھر آنحضرتؐ نے جب سجدہ کیا تو اُنھوں نے بھی سجدہ کیا پھر آنحضرتؐ تو باقاعدہ اپنی دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوگئے اور اِن لوگوں نے اپنی دوسری رکعت الگ پڑھ لی اور جلدی سے سلام پھیرا اور اپنے ساتھیوں کے پاس دشمن کے مقابلہ میں جاڈٹے اور اُن کے ساتھی آکر جناب رسُولخدا کے پیچھے کھڑے ہوئے پھر حضرتؐ نے وہ رکعت اُن کے ساتھ پڑھی پھر حضرتؐ نے تو تشہد پڑھا اور سلام پھیرا اور اِن لوگوں نے کھڑے ہو کر اپنی دوسری رکعت پڑھ لی پھر ایک نے دوسرے کو سلام کرکے اپنا اپنا راستہ لیا - یہ بھی منقول ہے کہ آنحضرتؐ سے نمازِ خوف کی ترکیب دریافت کی گئی تھی تو فرمایا کہ امام نماز کے لیے کھڑا ہوجائے اور اس کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ آکر اُس کے پیچھے کھڑا ہوجائے اور ایک گروہ اُس کے دشمن کے مقابل رہے امام اِن لوگوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پھر کھڑا ہوجائے اور یہ بھی کھڑے ہوجائیں ابھی امام تو حالتِ قیام ہی میں رہے کہ یہ جلدی سے اپنی دوسری رکعت ختم کرکے سلام پھیر کر چلے جائیں اور دشمن کے مقابلہ میں اپنے ساتھیوں

کی جگہ جائیں اور وہ وہاں سے آکر امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شریک ہوجائیں جسے پڑھکر امام تو بیٹھ جائے اور یہ لوگ کھڑے ہوکر اپنی دوسری رکعت ختم کریں پھر سلام کے بعد متفرق ہوجائیں۔

قولِ مترجم۔ چونکہ حالتِ سفر میں چار نمازیں تو دو رکعتی ہیں ان کا تو حکم آپ نے سُن لیا اور مغرب کی نماز تین رکعتی ہے۔ اُس کا حکم یہ ہے کہ پہلا گروہ رکعتِ اولےٰ میں شرکت کرے اور دو رکعتیں جلدی سے پڑھ کے ختم کردے اور دوسرے گروہ کی جگہ جالے اور دوسرا گروہ اُدھر آکر دو رکعتیں امام کے پیچھے پڑھ لے اور ایک رکعت آخر کی اپنے طور پر ختم کرلے۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۳ صفحہ ۱۵۵

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ السّلام بڑے ہی مہمان نواز تھے اور اگر ایسا اتفاق ہوتا کہ جب اُن کے ہاں مہمان نہ آتے تو وہ اپنا دروازہ بند کرکے کنجیاں ساتھ لیکر مہمانوں کی تلاش میں دور دور نکل جاتے ایک دن جو اپنے گھر پلٹ کر آئے تو یکایک دیکھتے کیا ہیں کہ مرد کی صورت کا ایک شخص گھر میں موجود ہے اُس سے دریافت فرمایا کہ اے بندۂ خدا تو اِس گھر میں کس کی اجازت سے آیا؟ اُس نے تین مرتبہ جواب دیا کہ میں اِس گھر میں اِس کے حقیقی مالک کی اجازت سے آیا۔ اُس وقت جناب ابراہیم علیہ السّلام نے پہچانا کہ وہ جبرئیل امین علیہ السّلام ہیں پس وہ اپنے پروردگار کی حمد بجالائے پھر جبرئیل امین علیہ السّلام نے عرض کی کہ آپ کے پروردگار نے اپنے بندوں میں سے ایک ایسے بندہ کے پاس مجھے بھیجا ہے جسے اُس نے اپنا خلیل بنایا ہے ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا کیا تم مجھے اُسے بتادوگے کہ وہ کون ہے؟ تاکہ میں بھی مرتے دم تک اُس کی خدمت کرتا رہوں حضرت جبرئیلؑ نے عرض کی کہ وہ آپ ہی ہیں فرمانے لگے کہ یہ کیوں کس وجہ سے ایسا ہوا؟ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کی اس وجہ سے کہ آپ نے خود تو کوئی چیز کسی سے مانگی نہیں اور جب کسی نے آپ سے کوئی چیز مانگی تو آپ نے کبھی انکار نہیں کیا۔ تفسیر قمیؒ میں بروایت اُنہی حضرتؑ کے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے شخص ہیں جن کے لیے ریگ بدلکر آٹا ہوگیا تھا اور واقعہ اُس کا یہ ہوا تھا کہ ابراہیم علیہ السّلام اپنے ایک دوست کے پاس جو مصر میں تھا آٹا قرض لینے گئے تھے وہ اپنے مکان پر نہ ملا اور انہیں یہ کچھ اچھا نہ معلوم ہوا کہ اپنے گدھے کو خالی لیے چلے آئیں۔ اِس لیے اُس کی گونوں میں ریت بھرلیا اور جب اُسے گھر میں لے آئے تو شرم کے مارے گدھے کو حضرت سارہؑ کے پاس چھوڑا اور آپ اپنے حجرے میں جاکے سو رہے حضرت سارہؑ نے جو کھولکر دیکھا تو گونوں میں ایسا عمدہ آٹا پایا جیسا اچھے سے اچھا ہوسکتا۔ پس اُنہوں نے روٹی پکائی اور کھانا حضرتؑ کے سامنے لاکر رکھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ تم نے یہ روٹیاں کہاں سے بہم پہنچائیں؟ اُنہوں نے عرض کی اُسی آٹے سے پکائی ہیں کہ جو آپ اپنے مصری دوست کے ہاں سے لائے ہیں۔ یہ سُنکر فرمانے لگے کہ ہاں دوست کے ہاں سے تو ہے مگر وہ مصری نہیں ہے اِسی پر خدائے تعالےٰ نے

اُن کو خلیل ہونے کا رتبہ عطا فرمایا۔ جس پر وہ خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا بجالائے اور وہ کھانا کھایا۔
احتجاجِ طبرسی میں جناب رسولخدا سے ایک حدیث منقول ہے جس کا ایک جزو یہ ہے کہ ہم جو کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ خلیل اللہ تو لفظ خلیل خُلّت سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں فقر و فاقہ تو مطلب یہ ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السّلام فقط اپنے پروردگار ہی سے حاجت رکھنے والے تھے سوائے اُس کے کسی سے کوئی حاجت نہ رکھتے تھے بلکہ اُس کے غیر سے مستغنی دبے پرواہ روگرداں رہتے تھے اِس کا پورا ثبوت اُسوقت ملا جبکہ اُن کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا گیا اور اسی غرض سے منجنیق میں ڈالے گئے تو اللہ تعالےٰ نے جبرئیلِ امینؑ کو حکم دیا کہ جلد میرے بندہ کی خبر لے جبرئیل امینؑ آئے اور ہوا میں حضرت ابراہیمؑ سے ملے اور کہا جو آپ کی ضرورت ہو وہ کام مجھ سے لیجیے۔ کیونکہ خدائے تعالےٰ نے مجھے آپ ہی کی نصرت کے لیے بھیجا ہے حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا بل حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (بلکہ اللہ میرے لیے کافی ہے اور وہی سب سے اچھا کارساز ہے) میں اُس کے غیر سے کچھ نہیں چاہتا اور سوائے اُس کے اور کسی سے میری کوئی حاجت نہیں ہے اِسی وجہ سے اللہ نے اُن کا نام خلیل اللہ قرار دیا جسکے معنی ہیں۔ اللہ کا فقیر۔ اللہ کا محتاج اور اللہ کے سوائے کسی دوسرے سے غرض نہ رکھنے والا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ جب اُس کے معنی خَلّت سے لیے جائیں تو خلیل وہ ہوا جو معنی و مقصود و بطون سے واقف اور اسرار پر ایسا مطّلع ہو کہ دوسرا ویسا مطّلع نہو تو اب اِس کے معنی ہوں گے اُس شخص سے بھی واقف اور اُس کے معاملات سے بھی آگاہ۔ اور اِس سے خدا کی تشبیہ اُس کی مخلوق سے لازم نہیں آتی (اِس لیے کہ وہ اپنے خاص بندوں کو اپنے امور و معاملات سے مطّلع کرتا رہتا ہے جیسے کہ دوست اپنے دوست کو آگاہ کر دیا کرتا ہے) کیا تم نہیں سمجھے کہ دونوں معنی راست آتے ہیں یعنی اگر پورا پورا اُسی کی طرف متوجہ نہو تب بھی اُس کا خلیل نہیں ہو سکتا اور جبتک وہ اپنے اسرار پر کسی کو مطّلع نہ کرے تب تک بھی وہ اُسکا خلیل نہیں ہو سکتا۔ عیون اخبار الرضا میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السّلام کو اِس لیے اپنا خلیل مقرر کیا کہ اُنہوں نے کسی اور کی طرف توجہ بھی نہ کی اور سوائے اللہ کے کسی سے کچھ نہیں مانگا۔ علل الشّرائع میں اُنہی حضرت علیہ السّلام سے منقول ہے کہ زمین پر زیادہ سجدے کرنے کی وجہ سے خلیل اللہ کا خطاب پایا اور جناب امام علی نقی علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب محمد مصطفےٰ اور آنحضرت کے اہلبیتؑ پر زیادہ درود بھیجنے کے سبب سے یہ خطاب پایا اور جناب رسولخدا سے مروی ہے کہ لوگوں کو کھانا کھلانے کے سبب سے اور راتوں کو ایسے وقت نماز پڑھنے سے جبکہ اور لوگ سوتے ہوں یہ خطاب پایا۔ صاحب تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ اِن حدیثوں میں فی الحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ اِس معنی میں سب مشترک ہیں کہ وہ خدا کی رضا کے جویا تھے اُس کے سوا کسی دوسرے سے غرض نہیں رکھتے تھے اور اُس کے ماسوا جو کچھ ہے اُس سے مستغنی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ خدائے تعالےٰ نے اُن کو اپنا خلیل قرار دیا۔ اور ایک روایت میں خلیل اللہ مقرر ہونے کی وجہ یہ وارد ہوئی ہے کہ ایک موقعہ پر فرشتوں میں آپس میں باتیں ہوئیں ایک نے دوسرے سے کہا یہ بات ہی کیا ہوئی اللہ تعالےٰ نے تو اُن کو

ماں کے پیٹ ہی سے خلیل قرار دے دیا تھا اور مُلکِ عظیم و جزیل عطا کرنا (یعنی نبی اور رسول قرار دینا) ٹھان لیا تھا خدائے تعالےٰ نے اُن فرشتوں کو وحی فرمائی کہ تم فرشتوں میں سے جو سب سے زیادہ زاہد اور تم میں سردار ہوں اُن کو اپنا معتمد علیہ قرار دے لو (کہ وہ جا کر ہمارے خلیل کا امتحان لے لیں کہ آیا ہم نے اُسے یوں ہی خلیل قرار دیا ہے یا اُس میں کوئی خاص بات بھی ہے) فرشتوں نے باہمی اتفاق سے جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو منتخب کیا یہ دونوں ابراہیم علیہ السّلام کے پاس ایسے دن آئے جس دن ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ریوڑ سب جمع کیے تھے ابراہیم علیہ السّلام کے ہاں چار ہزار تو چرواہے تھے اور چار ہزار کتّے جن میں سے ہر ایک کے گلے میں کُندن کا ایک ایک بھاری طوق پڑا ہوا تھا اور چالیس ہزار بھیڑ بکریاں فقط دودھ دینے والی تھیں اور گھوڑے اور اونٹ اتنے تھے کہ اُن کا علم خدا ہی کو ہے۔ پس یہ دونوں فرشتے اِس مجمع کے اِدھر اُدھر کھڑے ہوئے اور ایک نے بہت ہی دل لبھانے والی آواز سے یہ لفظ اپنے مُنہ سے نکالے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ دوسرے نے اُس کے جواب میں کہا رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوحِ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا کہ
تم دونوں اِن کلمات کو پھر دُہراؤ اور میرا آدھا مال لیلو اُنھوں نے دوہرایا تو حضرتؑ نے فرمایا
کہ تم دونوں اِن کلمات کو پھر ادا کرو اور تم دونوں میرا مال بھی لے لو اور میری
اولاد بھی لے لو اور میرا جسم بھی تمہاری خدمت کے لیے حاضر ہے۔
اُسوقت کل آسمانوں کے فرشتے ایک زبان بول اُٹھے
کرم اِسی کا نام ہے۔ کرم اسی کا نام ہے اور
اُسی وقت ایک منادی کو عرش کی
طرف سے یہ کہتے سنا کہ خلیل
وہی ہے جو اپنے
خلیل سے اِسطرح
موافقت
رکھے

فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارہ ششم

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ا صفحہ ۱۰۱

سوتے سے اُٹھنے کے علاوہ اور نواقض یعنی وضو توڑنے والی چیزوں کے صدور کے بعد وضو کرنے کا واجب ہونا احادیث سے ویسے ہی ثابت ہے جیسے کہ جنابت کے علاوہ اور صورتوں میں غسل کا واجب ہونا دوسرے مقام سے ثابت ہوا ہے اور قرآن مجید کی کل مجمل باتوں کی تفسیر اہلبیت علیہم السّلام ہی نے کی ہے اور وہ حضرات (اہلبیت علیہم السّلام) اوروں کی بہ نسبت اُس سے خوب واقف ہیں جو کچھ کہ بیت میں نازل ہوا چنانچہ خزینۃ الاحکام میں مروی ہے کہ وجہ (چہرہ) وہ ہی جو سامنے نظر آتا ہے پس اگر کسی کی داڑھی کے بال گھنے ہوں یعنی خطاب کرنے کے وقت اُن (بالوں) کے اندر کی جلد نظر آتی ہو تو اُن (بالوں) کو حرکت دینا واجب نہ ہوگا اس لیے کہ اس صورت میں فقط بالوں کا سامنا ہوتا ہے اور اُس جلد کا سامنا نہیں ہوتا جو اُن (بالوں) کے نیچے ہوتی ہے جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے تہذیب میں منقول ہوا ہے کہ چہرہ کے جن حصوں کو بالوں نے گھیر لیا ہو اُن (حصوں) کا ڈھونڈوں پر طلب کرنا اور اُن پر پانی جاری کرنا واجب نہیں ہے بلکہ فقط بالوں پر پانی جاری کرنا چاہیے۔ تہذیب اور کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر یا جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص وضو کرتا ہے کیا وہ اپنی داڑھی کے نیچے بھی پانی پہنچائے؟ فرمایا نہیں اب رہی چہرہ کی حد تو من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ وہ چہرہ جسکے دھونے کا خدا نے حکم دیا ہے اور کسی شخص کے لیے سزاوار نہیں ہے کہ اُس پر زیادتی کرے یا اس کو کم کرے اور یہ کہ اگر اس پر زیادتی کرے تو ثواب کا مستحق نہ ہو اور اگر اُس سے کم کرے تو گنہگار ہو۔ اُس (چہرہ) کی حد یہ ہے کہ بیچ کی انگلی اور انگوٹھا سر کے بالوں کے اُگنے کی جگہ سے ٹھوڑی تک اُس کو گھیر لے۔ اور چہرہ کے جن حصوں پر کہ دورہ کرنے کی حالت میں دونوں انگلیاں جاری ہو جائیں بس وہ (حصے) چہرہ میں داخل ہیں اور اس کے علاوہ کوئی حصہ چہرہ کی حد میں داخل نہیں ہے۔ کسی نے عرض کی کہ کنپٹیاں وجہ میں داخل ہیں؟ فرمایا نہیں۔ اور باقی اعضاء میں پانی اور تری کا جلد تک پہنچانا اور جو چیز کہ اُس (پانی یا تری) کے پہنچنے سے مانع ہو اُس (چیز) کا حرکت دینا واجب ہے جیسا کہ غسل اور مسح کے حکم کا مقتضا ہے پس سر کا مسح ٹوپی پر اور پاؤں کا مسح موزوں پر کافی نہ ہوگا۔ التہذیب میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ عمر ابن الخطاب نے جناب رسول خدا کے اصحاب کو جمع کیا اور اُن میں جناب امیر المؤمنین علی مرتضےٰ علیہ السّلام بھی موجود تھے اور سب سے پوچھنے لگا کہ آپ لوگ موزوں پہ مسح کر لینے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

مغیرہ بن شعبہ کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ میں نے جناب رسولخدا کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے جناب امیر علیہ السلام نے دریافت کیا کہ سورۂ مائدہ کے نازل ہونے سے پہلے یا اُس کے بعد مغیرہ بولا کہ یہ تو میں نہیں جانتا جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ موزوں پر کتاب خدا سابق ہو چکی ہے سورۂ مائدہ آنحضرتؐ کی وفات سے دو یا تین مہینے پہلے نازل ہوئی ہے۔

قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی۔ یہ مغیرہ بن شعبہ منافقوں کے سرگروہوں میں سے ایک تھا جنہوں نے مقام عقبہ پر جناب رسولخدا کی ہلاکت کی تجویزیں کیں اور مقام سقیفہ پر علیؑ مرتضےٰ کے حقوق غصب کرنے کی تدبیریں کیں خدائے تعالےٰ ان سب کو اپنی رحمت سے دور کرے من لا یحضرہ الفقیہ میں عائشہ سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا نے یہ فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت اُس شخص کو ہوگی جس نے اپنا وضو دوسرے کی جلد پر کرنا مناسب سمجھا ہو۔ نیز عائشہ ہی سے روایت ہے کہ وہ کہا کرتی تھیں کہ موزے پر مسح کرنے سے تو میں اسے اچھا سمجھتی ہوں کہ جنگل میں جو اونٹ پھر رہے ہوں اُن کی پیٹھ پر مسح کر لو۔ اور جناب رسولخدا کے پاس کبھی موزے کا ہونا نہیں پایا جاتا سوائے ایک جوڑی موزے کے جو نجاشی بادشاہ حبشہ نے ایک مرتبہ بطور تحفہ کے بھیجے تھے۔ تو یہ پاؤں کی پشت کی طرف سے کھلے ہوئے تھے آنحضرتؐ نے اپنے پاہائے مبارک میں اُن کو پہنے ہوئے اِن پر مسح کیا تو لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ حضرتؐ نے اپنے موزوں پر مسح کیا حالانکہ یہ حدیث بھی صحیح سندوں سے نہیں پہنچی۔ من لا یحضرہ الفقیہ کی عبارت یہاں تمام ہو چکی۔ اب چونکہ ہاتھ کا اطلاق پہنچے سے نیچے نیچے جتنا ہو اُتنے پر بھی ہو سکتا ہے اور کہنی سے نیچے نیچے جتنا ہے اس پر بھی اور مونڈھے سے نیچے نیچے جتنا ہے اُس پر بھی۔ اِسی لیے خدائے تعالےٰ نے جتنا اُس میں سے دھو لینا چاہیے اُس کی انتہا صاف صاف بیان فرما دی۔ جیسے تم کسی لڑکی سے کہدو کہ تو پہنچے تک مہندی لگالے۔ یا تلوار کے بارے میں کہدو کہ قبضہ تک صیقل کی جائے آیت کے لفظوں میں کوئی دلالت اِس بات کی نہیں ہے کہ ہاتھ کا دھونا انگلیوں سے شروع کر کے کہنی تک پہنچایا جائے جیسا کہ اُن دونوں عبارتوں سے خضاب لگانے میں ہاتھ کی انگلیوں سے ابتدا کرنا اور صیقل کرنے میں تلوار کے سرے سے ابتدا کرنا نہیں سمجھا جاتا۔ لہٰذا آیت اس معنی میں مجمل اور اہلبیت علیہم السّلام کی تشریح اور تفسیر کی محتاج رہی۔ اب مِرفق یا مَرفق وہ جگہ ہے جہاں بازو کی اور کلائیوں کی ہڈیاں آکر مل گئی ہیں اور ظاہر آیت میں کوئی دلالت اِس بات کی نہیں پائی جاتی کہ ہاتھ کے دھونے میں مرفق کو بھی داخل کیا جائے اور نہ اس بات کی دلالت ہے کہ پاؤں کے مسح کرنے میں ٹخنے کو بھی شامل کیا جائے اس لیے کہ انتہا جس جگہ پر ہوتی ہے کبھی وہ داخل بھی جاتی ہے اور کبھی خارج۔ لہٰذا اِس معنی میں بھی آیت مجمل رہی اور حضرات ائمہ علیہم السّلام کی تفسیر کی محتاج اور کسی چیز کا غسل دو طرح سے ثابت ہو سکتا ہے یا تو اُس عضو پر پانی بہا دینے سے یا اُسی عضو کو پانی میں ڈبو دینے سے اگرچہ ملا دلا نہ جائے اور بِرُءُوسِكُمْ میں جو (ب) آئی ہے یہ تبعیض کے لیے ہے جیسا کہ آیت تیمم میں بِوُجُوهِكُمْ کی (ب) تبعیضیہ ہے اور یہی حالت

ؔ یعنی سروں اور چہروں کے بعض مقامات مراد لئے گئے ہیں۔

اَرْجُلَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ کی بھی ہے جو بِرُءُوْسِكُمْ اور وُجُوْهِكُمْ پر معطوف ہیں اور کعب یعنی ٹخنہ اُس ہڈی کو کہتے ہیں جو گولائی لیے ہوئے ہے اور اُس جگہ واقع ہوئی ہے جہاں پنڈلی اور پاؤں دونوں ملے ہوئے ہیں یہ پاؤں کی پشت کی طرف سے آئی ہے اور اِس کا ایک سر پنڈلی کے سرے میں جوڑ دیا گیا ہے جیسا کہ گائے اور بھیڑ بکری کے پاؤں میں بھی ہوتا ہے جس سے اکثر بچے کھیلا کرتے ہیں اور کبھی کبھی جوڑ کی جگہ کو بھی قریب ہونے کی وجہ سے کعب یعنی ٹخنہ کہدیتے ہیں۔ چونکہ لوگوں نے صاحبانِ لغت اور صاحبانِ تشریح کے کلام میں تو غور نہیں کیا اور معصومینؑ کی احادیث میں تامل کرنے سے روگرداں ہیں اِس لیے کعب کے سمجھنے میں بھی اُنہوں نے اختلاف کیا ہے۔ اب چونکہ رِجْل کا اِطلاق قدم پر بھی ہو سکتا ہے اور گھٹنے کے نیچے نیچے جتنا ہے اُس پر بھی اور کولے کے نیچے نیچے جتنا ہے اُس پر بھی لہٰذا خدائے تعالےٰ نے جتنے پر مسح کیا جائیگا اُتنے کی حد بیان فرمادی۔ اب رہی آیت کی دلالت اِس بات میں کہ دونوں پاؤں پر مسح کرنا چاہیے وہ اس سے بھی زیادہ روشن ہے جتنا کہ آفتاب نصف النّہار پر روشن ہوتا ہے خاصکر اُسوقت جبکہ اَرْجُلِكُمْ لام کے زیر کے ساتھ پڑھا جاے اور جو لوگ غَسْلِ رِجْلَیْن کے قائل ہیں اُن میں سے بھی بہت سے اِس بات کے معترف ہیں کہ قاعدہ سے مسح ہی ہونا چاہیے اور اَرْجُلَكُمْ بھی زیر ہی سے ہونا چاہیے۔

التّھذیب میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے خدائے تعالےٰ کے اِس قول وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ کی نسبت دریافت کیا گیا کہ اَرْجُلِكُمْ کے لام پر زیر ہے یا زبر؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ زیر ہے صاحبِ تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ زبر پڑھنے کی صورت میں بھی معنی مسح ہی کے رہینگے اِس لیے کہ عطف اُس کا رُءُس کے محل پر ہے جیسے کہ عرب کی زبان میں رائج ہے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَّعَمْرٍو کی جگہ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَّعَمْرًا بول دیتے ہیں اِس لیے کہ اِس کا عطف وجوہ پر کرنا نہ فقط قانونِ فصاحت سے خارج ہے بلکہ اسلوبِ زبانِ عربیت سے بھی خارج ہے۔ عامّہ (مخالفین) نے جناب امیرالمومنین علیہ السّلام اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولخدا نے وضو فرمایا اور عربی نعلین پہنے پہنے پاہاے مبارک پر مسح کیا۔

قولِ مترجم۔ عربی نعلین کی تشریح اصل نوٹ میں حاشیۂ قرآن مجید پر موجود ہے۔ نیز عامّہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ خدائے تعالےٰ نے تو مسحِ رجلین کا حکم دیا مگر لوگوں نے سوائے ہٹ دھرمی کے غسل شروع کر دیا نیز اُنہوں نے یہ فرمایا کہ وضو میں دو غسل ہیں اور دو مسح ہیں اِس میں جو مجھ سے مباہلہ کرنا چاہے ہم میں اُس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں نیز اُنہوں نے آنحضرتؐ کا وضو کر کے دکھلایا تو اپنے دونوں پاؤں پر مسح کیا **التّھذیب** میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے پاؤں پر مسح کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ جبرئیلِ امین تو یہی حکم لیکر آئے تھے۔ کافی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بعض بعض آدمیوں کو ساٹھ ساٹھ ستر ستر برس گزر جاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ نے اُن کی ایک نماز بھی قبول نہیں

کرتا عرض کیا گیا کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے فرمایا اس طرح ہو سکتا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے جس جگہ مسح کا حکم دیا اُسے دھوتا رہتا ہے من لا یحضرہ الفقیہ میں اُنہی حضرت علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک شخص چالیس برس تک خدا کی عبادت کرتا رہے گا مگر وضو میں حکم خدا کی اطاعت نہ کرنے کے سبب سب برباد ہو جائیگی کیونکہ خدا نے جس کے مسح کا حکم دیا تھا یہ اُس کا غسل کرتا رہا۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں یہ جو منقول ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے جناب رسولخدا کے وضو کی نقل کر کے دکھلائی جس کا ذکر ہم نوٹ میں کر چکے ہیں تو اس کے بعد یہ فرمایا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ (دیکھو سطر ا صفحہ ۱۷۱) پس کسی بندے کیلیے یہ زیبا نہیں ہے کہ چہرے کے کسی حصہ کو بغیر غسل کے چھوڑ دے اور چونکہ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونے کا حکم ہے بندہ کیلیے یہ مناسب نہیں ہے کہ کہنیوں سے لیکر انگلیوں تک کوئی حصہ بھی بغیر دُھلا چھوڑ دے اسلیے کہ خدا کے حکم اِغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ کی پوری تعمیل اسی سے ہوگی پھر فرمایا وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (دیکھو سطر ۲ صفحہ ۱۷۱) پس جب بندے نے اپنے سر کے کچھ حصہ کا مسح کر لیا اور اپنے دونوں پاؤں کے کسی حصہ کا انگلیوں کے سرے سے لیکر کعبین تک کے مابین مسح کر لیا وہ اُسکے لیے کافی ہو گیا۔ کسی نے عرض کی کعبین کہاں ہے؟ فرمایا یہ ہے یعنی وہ جوڑ بتلایا جو پنڈلی کی ہڈی سے نیچے ہے۔ اسپر کسی نے پنڈلی کی ہڈی کے دونوں طرف جو گھٹیاں سی نکلی ہوئی ہیں انپر ہاتھ رکھ کے کہا کہ یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ یہ پنڈلی کی ہڈی کا جزو ہے اور کعب قدم کا وہ حصہ ہے جو اِن دونوں کے بیچ تک پہنچا ہے اور ان سے نیچا ہے۔ کسی نے عرض کی خدا آپ کو خیر و خوبی عطا فرمائے آیا ایک ایک چلو منہ دھونے کے اور کلائیوں کے لیے کافی ہے؟ فرمایا ہاں کافی ہے جبکہ تم پانی کے پہنچانے کی کوشش کرو اور دو دو ڈالو تو پانی اچھی طرح رواں ہو ہی جائیگا۔ من لا یحضرہ الفقیہ اور تفسیر عیاشی میں زرارہ بن اعین سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آیا آپ مجھے مطلع نہ فرمائینگے یہ آپ نے کہاں سے جانا اور کہاں سے فرمایا کہ سر کے بھی بعض حصہ کا مسح چاہیے اور دونوں پاؤں کے بھی بعض حصہ کا؟ حضرت متبسم ہوئے پھر ارشاد فرمایا کہ اے زرارہ یہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا ہے اور خدائے تعالےٰ کی طرف سے کتاب بھی اسی کے موافق نازل ہوئی چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ اِس سے ہم نے سمجھا کہ چہرہ کل کا کل دھویا جانا چاہیئے پھر فرمایا وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ یعنی کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کو منہ کے ساتھ ملایا جس سے ہم یہ سمجھے کہ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کو بھی دھونا چاہیے پھر اُس نے اپنے کلام میں خود ہی فصل کر دیا اور یہ فرمایا وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ پس اس لفظ بِرُءُوْسِكُمْ سے ہم سمجھے کہ سر کے بعض حصہ کا مسح مقصود ہے جس پر کلمۂ با دلالت کرتا ہے پھر دونوں پاؤں کا ذکر سر کے ذکر کے بعد کیا جیسا کہ دونوں ہاتھوں کا ذکر منہ کے ذکر کے بعد فرمایا تھا اور یوں ارشاد فرمایا وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اِسے ملانے سے ہم سمجھے کہ دونوں پاؤں کے بھی بعض حصوں کا مسح ہونا چاہیے اس کے بعد خود جناب رسولخدا نے اپنے عمل سے اس کی تفسیر کر کے لوگوں کو سمجھا دیا مگر پھر بھی لوگوں نے خدا کے حکم اور رسول کے حکم و عمل کو ضائع کر دیا (اس حدیث کے آخر میں تیمم کا ذکر بھی آ گیا ہے اِس کا خلاصہ نوٹ نمبر ۳ صفحہ ۱۷۱ میں لکھا گیا ہے)۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۲ صفحہ ۱۷۱ التہذیب میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے غسلِ جنا

کی ترکیب دریافت کی حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے اپنے دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھو ڈالو پھر داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے جاؤ اور اپنی شرمگاہ کو دھو ڈالو پھر کہنیوں سمیت اپنے ہاتھ دھو ڈالو پھر کلّی کرو اور ناک میں پانی ڈالو پھر اپنے تمام جسم کو سر سے لیکر پاؤں تک بترتیب دھو ڈالو وضو نہ اس سے پہلے ہو نہ اسکے بعد جس جس حصہ جسم پر وہ پانی پہنچتا جائیگا وہی پاک و صاف ہوتا جائیگا اور اگر کوئی شخص آبِ کثیر میں ایک ہی غوطہ لگائے تو اُس کے لیئے وہ ایک ہی غوطہ کافی ہے گو اپنے جسم کو ملے دَلے بھی نہیں۔

کافی میں ایک ایسی روایت سے جس کی سند مقطوع ہے یوں منقول ہے کہ اگر ہاتھ میں کوئی چیز نہ لگی ہو تو بھی اُسے پانی میں غوطہ دے لے پھر ابتدا اس سے کرے کہ اپنے ستر کو تین چلوؤں سے پاک کرے پھر تین چلّو بھر بھر کے اپنے سر پر ڈال لے پھر دو مرتبہ اپنے داہنے شانے پر پانی بہالے اور دو مرتبہ بائیں شانے پر تو بس جس جس حصہ پر پانی بہتا جائے گا اُسی کے لیے کافی ہوتا جائیگا۔

ضمیمہ صفحہ ۱۷۷ نوٹ نمبر ۱

تفسیرِ عیاشی میں اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ زمینوں میں سب سے اچھی زمین شام کی ہے اور باشندوں میں سب سے بدتر اُس کے باشندے ہیں اور ملکوں میں سب سے بدتر ملک مصر ہے کہ وہ اُن لوگوں کا جن سے خدا ناراض ہے جیل خانہ ہے۔ اور بنی اسرائیل کا اُس میں پہنچنا اسی وجہ سے تھا کہ اُنہوں نے خدا کی نافرمانی کی تھی اس لیے جب اُن کو وہاں سے رہائی دی تب فرمایا اُدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ (دیکھو صفحہ ۔۔ سطر ۱۱) اس میں ارضِ مقدسہ سے مراد شام کا ملک تھا پس اُنہوں نے اُس میں جانے سے انکار کیا تو چالیس برس تک مصر اور اس کے بیابانوں میں سرگرداں پھرتے رہے پھر چالیسؔ برس کے بعد شام میں پہنچے اور اُن کا مصر سے نکلنا اور شام میں پہنچنا توبہ قبول ہونے کے بعد اور اس کی رضامندی حاصل ہونے کے بعد ہوا یہی فرمایا کہ میں اُس چیز کا کھانا بھی مکروہ سمجھتا ہوں جو مصر کی مٹّی کے برتن میں پکا ہو اور میں مصری مٹی سے سر دھونا بھی پسند نہیں کرتا اس خوف سے کہ اُس کی مٹّی ذلّت پہنچاتی ہے اور عزّت کھو دیتی ہے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اُن حضرتؑ نے موسےٰ علیہ السلام کا ذکر کیا اور اُن کی اُمت کے اس قول کا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ (دیکھو صفحہ ۱۷۶ سطر ۸) پھر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اِن پر زمین مقدس کو چالیسؔ برس تک کے لیے حرام کر دیا اور ان کو خوب سرگرداں پھرایا چنانچہ جب عشاء کا وقت ہوتا اور وہ کوچ بولتے تو اُن کے قافلہ سالار یہ آوازیں نکالتے اَلرَّحِيْلُ اَلرَّحِيْلُ ۔ اَلْوَحَا اَلْوَحَا۔ اور وہ برابر چلے جاتے یہاں تک کہ شام ہو جاتی تا اینکہ وہ کوچ کرتے اور زمین اُن کو سیدھی راہ پر لے چلتی تو حق تعالےٰ زمین سے خطاب فرماتا کہ تو اُن کو چکر دیدے پس وہ برابر چلتے رہتے تا اینکہ جب وقت سحر ہوتا اور صبح قریب آتی تو وہ کہنے لگتے کہ یہ پانی ہے جس کے پاس تم پہنچ گئے ہو پس تم اُتر پڑو پس جب صبح ہو جاتی تو وہ اپنی اُسی تعیدا دہ منزلوں میں موجود ہوتے جن میں وہ ایک روز قبل تھے اُس کے بعد وہ ایک دوسرے سے کہتے کہ تم راستہ بھول گئے اور سخت غلطی کی

غرض جب تک خدا کا حکم ہوا ایسے ہی ہیر پھیر میں پڑے رہے۔ پھر ارضِ مقدس میں پہنچے جس کو حق تعالٰے اُن کے لیے مقرر کر چکا تھا۔ کافی میں جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ حضرت موسٰے کلیم اللہ اُسی زمانے میں جبکہ بنی اسرائیل سرگردانی کی حالت میں تھے انتقال فرما گئے اور ایک منادی کرنے والے نے آسمان سے ندا دی کہ موسٰے انتقال فرما گئے اور ایسا نفس کونسا ہے جو نہ مرے گا۔ تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت ہارُون حضرت موسٰے علیہ السّلام سے قبل انتقال فرما گئے تھے اور دونوں کا انتقال اِسی صحرائے سرگردانی میں ہوا تھا۔ تفسیر قمی میں ہے کہ جب حضرت موسٰے علیہ السلام نے اُن کو چھوڑنے کا ارادہ کیا ہے تو سب گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ اگر موسٰے ہم میں سے نکل گئے تو یقیناً ہم پر عذاب نازل ہوگا پس روتے ہوئے آنحضرتؑ کے پاس گئے اور اُن سے درخواست کی کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں اور خدائے تعالٰے سے دعا کریں کہ وہ ہماری توبہ قبول کر لے۔ تفسیرِ برہان میں ہے کہ عمارہ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ مجھے وفاتِ موسٰے ابنِ عمران کا واقعہ سنا دیجیے حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ جب اُن کی اجل آگئی اور جب اُن کی مدت پوری ہوگئی اور کھانا بھی اُن کا چھوٹ گیا تو ملک الموت اُن کی خدمت میں آئے اور عرض کی السلام علیک یا کلیم اللہ موسٰے علیہ السّلام نے جواب میں کہا علیک السّلام تم کون ہو؟ اُنہوں نے عرض کی میں ملک الموت ہوں فرمایا کس ضرورت سے آئے؟ عرض کی اسلیے آیا کہ آپ کی روح قبض کروں موسٰے علیہ السّلام نے فرمایا کہ تم میری روح کہاں سے قبض کروگے؟ اُنہوں نے عرض کی مُنہ سے موسٰے علیہ السلام نے فرمایا یہ کیونکر ہوگا؟ اِس لیے کہ میں نے اِسی مُنہ سے اپنے پروردگار جلّ جلالہٗ سے باتیں کی ہیں اُنہوں نے عرض کی تو اچھا ہاتھ کی طرف سے؟ فرمایا کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے حالانکہ ہاتھ سے میں نے توریت اُٹھائی ہے۔ اُنہوں نے عرض کی اچھا تو پھر دونوں پاؤں کی طرف سے؟ فرمایا یہ کیونکر ہوسکتا ہے اُن سے تو میں طورِ سینا پر چلا پھرا ہوں۔ عرض کی تو اچھا دونوں آنکھوں کی طرف سے؟ فرمایا یہ کیونکر ہوسکتا ہے حالانکہ یہ امیدِ الٰہی میں عرصہ تک کھلی رہی ہیں۔ عرض کی تو اچھا دونوں کانوں کی طرف سے؟ فرمایا (واہ) یہ کیونکر ہوسکتا ہے اِن سے تو میں نے اپنے پروردگار کا کلام سُنا ہے۔ اِس اثناء میں ملک الموت کو اپنے پروردگار کی طرف سے وحی ہوئی کہ تم اُس وقت تک اِنکی روح قبض نہ کرو جب تک کہ یہ خود ارادہ نہ کریں چنانچہ ملک الموت نکل آئے اور موسٰے علیہ السلام اتنی دیر جب تک کہ خدا کو منظور تھا اور زندہ رہے پھر یوشع ابن نون کو بلا کر اپنا وصی کیا اور اُن کو حکم دیا کہ اصل امر کو عام لوگوں سے پوشیدہ رکھیں اور اپنے بعد اپنے والی امر کو وصیت کر دیں۔ اور پھر موسٰے اپنی قوم سے غائب ہوگئے اور اُسی حالتِ غیبت میں ایک شخص کے پاس سے گزرے جو قبر کھود رہا تھا اُس سے فرمایا کہ کیا اِس قبر کے کھودنے میں میں تیرا مددگار نہ ہوں؟ اُس نے عرض کی ضرور مدد کیجیے چنانچہ اُس کی مدد کی یہاں تک کہ قبر کھُد گئی اور اندر کا ہودہ بھی صاف ہوگیا پھر موسٰے علیہ السلام اُس میں جا لیٹے تاکہ دیکھیں کہ کیفیت کیا ہوتی ہے تو پردہ آپ کی آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیا گیا تب اُنہوں نے جنت میں اپنی جگہ دیکھی اور عرض کرنے لگے کہ پروردگارا اب میری روح قبض کر لے۔ اُس وقت ملک الموت نے بحکم خدا

اُن کی روح قبض کر لی اور اُسی قبر میں اُن کو دفن کر دیا اور مٹی ڈالکر برابر کر دی اور وہ جو آدمی کی صورت میں قبر کھود رہا تھا وہ فرشتہ تھا اور یہ واقعہ صحرائے تیہ میں گزرا۔ اُس وقت آسمان سے ایک منادی نے ندا دی کہ کلیم اللہ کا انتقال ہو گیا اور وہ نفس کونسا ہے جو زندہ رہے گا پھر فرمایا کہ میرے والد ماجد نے بروایت میرے جدِّ امجد کے اور اُنہوں نے بروایت اپنے والد کے مجھ سے یہ بیان فرمایا کہ جناب رسولخدا سے دریافت کیا گیا تھا کہ موسےٰ علیہ السّلام کی قبر کہاں ہے ؟ فرمایا سُرخ ٹیلے کے پاس اُس شارعِ عام پر جو مصر سے شام کو آتا ہے۔ تفسیر قمیؔ میں ہے کہ محمد ابن مسلم نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ دریافت کیا آیا ہارونؑ حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے حقیقی بھائی تھے فرمایا ہاں ! کیا تو حضرت ہارونؑ کا یہ قول نہیں دیکھتا جس کو خدا نے نقل فرمایا ہے۔ یَابْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ج (دیکھو صفحہ ۵۰ سطر ۱) وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی اِن دونوں میں سِن میں بڑا کون تھا فرمایا حضرت ہارونؑ میں نے عرض کی وحی دونوں پر ایک ساتھ آتی تھی ؟ فرمایا وحی صرف حضرت موسےٰ علیہ السّلام پر آتی تھی اور حضرت موسےٰ علیہ السّلام حضرت ہارونؑ کو خبر کر دیا کرتے تھے پھر میں نے عرض کی کہ احکام اور فیصلے اور امر اور نہی وغیرہ دونوں کی طرف سے ایک ساتھ ہوتے تھے فرمایا نہیں وہ موسےٰ علیہ السلام تھے جو اپنے پروردگار سے مناجات کرتے تھے علوم لکھتے تھے اور بنی اسرائیل کے مابین فیصلے کرتے تھے اور جب یہ مناجات کرنے چلے جاتے اور لوگوں میں نہ ہوتے تو حضرت ہارونؑ اُن کے خلیفہ اور قائم مقام ہوتے تھے میں نے عرض کی اِن دونوں میں سے پہلے کس کا انتقال ہوا ؟ فرمایا حضرت ہارونؑ کا مگر دونوں کا انتقال اِسی تیہ (بنی اسرائیل کی سرگشتگی کے جنگل) میں ہوا ہے میں نے عرض کی کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے کوئی اولاد تھی ؟ فرمایا نہیں اولاد ہارون علیہ السّلام کے تھی اور نسل اُنہی سے چلی تفسیر برہان میں ہے علی ابن اسباط کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ اہلِ مصر تو یہ گمان کرتے ہیں کہ اُن کا ملک بہت ہی مقدس ہے فرمایا بھلا یہ کیونکر ؟ میں نے عرض کی وہ یہ کہتے ہیں کہ اُن کے وادی کے ستر ہزار آدمی تو بلا حساب کے ہی داخل جنت ہوں گے فرمایا میری جان کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہے اور اللہ تعالےٰ بنی اسرائیل سے جب ناراض ہوا تب تو اُن کو مصر میں داخل کیا اور جب اُن سے رضامند ہو گیا تو اُن کو مصر سے نکالکر اور ملک میں لے گیا اور اللہ تعالےٰ نے موسےٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اِس ملک سے یوسف علیہ السّلام کی ہڈیاں بھی نکالکر لیجاؤ تو اُس وقت موسےٰ علیہ السلام نے اُس شخص کو ڈھونڈنا شروع کیا جو اُس قبر کی جگہ پہچانتا ہو تو اُن کو ایک اندھی اپاہج بڑھیا بتلائی گئی کہ یہ قبر سے واقف ہے موسےٰ علیہ السلام نے اُس سے درخواست کی کہ وہ قبر مجھے بتلا دے تو اُس نے انکار کیا کہ جب تک دو باتیں میرے لیے نہ کرو نہیں بتلاؤں گی۔ ایک تو اللہ سے دعا کرو کہ میری بیماری کھو دے اور دوسرے مجھے جنت میں اُسی درجے میں پہنچا دے جس میں خود آپ ہوں گے پس حضرت موسےٰ علیہ السلام نے (اُس کے) اِس سوال کو عظیم سمجھا خدائے تعالےٰ کی طرف سے وحی ہوئی کہ اے موسےٰ تم کیوں تردّد کرتے ہو جو کچھ بھی یہ مانگتی ہے دیدو چنانچہ موسےٰ علیہ السّلام نے دعا کر دی

اور اُس عورت نے یہ وعدہ کیا کہ جس وقت چاند نکلے گا اُس وقت بتلاؤں گی چنانچہ خدائے تعالیٰ نے چاند کے نکلنے کو اُس وقت تک موقوف رکھا جس وقت تک کہ موسیٰ علیہ السّلام اپنے وعدے کی جگہ نہ پہنچ گئے اُس وقت اُس نے بتلایا پس بڑھیا نے اُن (استخوانہائے حضرت یوسفؑ) کو رود نیل سے ایک چینی کے صندوق میں نکالا اور حضرت موسیٰ اُسے اُٹھا کر لے گئے یہ ذکر فرما کے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مصر کی مٹی کے برتن میں کھانا نہ کھاؤ اور اُس کی مٹی سے اپنے سر نہ دھوؤ کہ اُس سے ذلت پہنچے گی اور عزت جاتی رہیگی۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۳ صفحہ ۱۷۷

سلیمان ابنِ خالد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی میں قربان ہو جاؤں پھر یہ اولادِ آدمؑ کی نسل کیونکر چلی؟ کیا حوّا کے سوا کوئی اور عورت تھی یا آدمؑ کے سوا کوئی اور مرد تھا؟ فرمایا کہ اے سلیمان! خدائے تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کو بطنِ حوّا سے پہلے تو قابیل عطا فرمایا اور پھر ہابیل جب قابیل جوان ہو گیا تو اُس کے لیے خدائے تعالیٰ نے ایک جنّیہ کو بھیجا اور آدم علیہ السّلام کو وحی فرمائی کہ قابیل کی اِس سے شادی کر دو چنانچہ آدم علیہ السّلام نے ایسا ہی کیا اور قابیل کو اُس کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم بھی دیا پھر ہابیل بالغ ہو گئے تو اُن کے لیے خدائے تعالیٰ نے ایک حوریّہ کو بھیجا اور آدم علیہ السّلام کو حکم دیا کہ ہابیل کی اس سے شادی کر دو آدم علیہ السّلام نے اِس حکم کی تعمیل کی۔ اب ہابیل جب قابیل کے ہاتھ سے قتل کیے گئے تو وہ حور حاملہ تھی اُس سے بعد میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام آدم علیہ السّلام نے ہبۃ اللہ رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کو وحی فرمائی کہ وصیّت اور اسم اعظم اِس کے سپرد کر دو پھر حضرت حوّا سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حضرت آدم علیہ السّلام نے شیثؑ رکھا جب شیثؑ بالغ ہو گئے تو خدائے تعالیٰ نے ایک حوریّہ نازل فرمائی اور آدم علیہ السّلام کو وحی فرمائی کہ شیثؑ کی شادی اِس سے کر دو اِس کی تعمیل ہوئی اور اِس حوریّہ کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام آدم علیہ السلام نے حورّہ رکھا اور جب یہ لڑکی بالغ ہو گئی تو آدم علیہ السلام نے ہبۃ اللہ سے اِس کا عقد کیا پھر آدم علیہ السّلام کی نسل اِن دونوں سے چلی۔ پھر ہبۃ اللہ ابنِ ہابیل کا بھی انتقال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کو وحی فرمائی کہ اب وصیّت اور اسم اعظم اور علمِ نبوت جو میں نے تم پر ظاہر کیا ہے اور علم الاشیاء جو میں نے تم کو تعلیم کیا ہے یہ سب شیثؑ کے حوالے کر دو پس اے سلیمان اصل واقعہ یہ ہے۔

تفسیر برہان میں بروایت ابو حمزہ ثمالی جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ جب آدم علیہ السّلام کی نبوّت کا زمانہ ختم ہو گیا اور اُن کے دن پورے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو وحی فرمائی کہ اے آدمؑ اب تمہاری نبوّت ختم ہوئی اور تمہارے دن پورے ہوئے تو اب جو علم تمہارے پاس ہے وہ اور ایمان اور اسم اعظم اور میراثِ علم اور آثارِ علم نبوّت اپنی اولاد میں باقی رہنے کے لیے اپنے بیٹے ہبۃ اللہ کے حوالے کر دو کیونکہ میں قیامت تک اِن چیزوں کو تمہاری نسل سے خارج نہ کرونگا اور زمین کو کبھی ایسے عالم سے خالی نہ رکھوں گا جس کے ذریعے سے میرا دین مشہور رہے اور میری اطاعت پہچانی جائے

اور جو تمہارے اور نوح علیہ السلام کے مابین لوگ پیدا ہوں اُن سب کے لیے باعثِ نجات ہو اور آدم
علیہ السلام نے نوحؑ کی بھی خوشخبری دی کہ اللہ ایک ایسے نبیؑ کو مبعوث کرنے والا ہے جس کا نام نوحؑ ہوگا
وہ خدا کی طرف بُلاتا ہوگا اور اُس کی قوم کے لوگ اُس کی تکذیب کریں گے تو اللہ اُن سب لوگوں
کو طوفان سے ہلاک کردے گا اور حضرت آدمؑ اور نوح علیہ السّلام کے درمیان دس پُشت کا فصل
ہے یہ سب کے سب نبیؑ ہوئے ہیں اور آدم علیہ السّلام نے ہبۃ اللہ کو یہ وصیّت فرمائی کہ تم اپنی
اولاد کو برابر وصیّت کرتے جا تاکہ تم میں سے جو شخص نوح علیہ السّلام کو پائے اُس پر لازم ہے کہ اُن پر
ایمان لائے اور اُن کی پیروی کرے اور اُن کی تصدیق کرے تاکہ غرق ہونے سے محفوظ رہے۔ پھر
آدم علیہ السّلام اُس مرض میں بیمار ہوئے جس میں کہ انتقال فرمایا۔ تو ہبۃ اللہ کو بھیجا اور یہ فرمایا کہ جبرئیلؑ سے
اور اَور فرشتوں سے ملاقات ہوجائے تو اُن سے میرا سلام کہدینا اور یہ کہنا کہ اے جبرئیلؑ میرے
والد یہ چاہتے ہیں کہ کچھ جنّت کے پھل اُنکے لیے بطور ہدیہ کے لاؤ چنانچہ یہ ملے تو جبرئیلِ امین نے
کہا کہ اے ہبۃ اللہ آپ کے والد کا تو انتقال ہوگیا اور ہم اُن پر نماز ہی پڑھنے کے لیے آئے ہیں
اب آپ چلیے چنانچہ یہ پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ واقعاً آدم علیہ السّلام کا انتقال ہوگیا ہے۔ پس
جبرئیلِ امینؑ نے غسل دینے کی ترکیب بتلائی چنانچہ اُن کو غُسل دیا گیا جب نماز کی نوبت آئی تو ہبۃ اللہ
نے کہا کہ اے جبرئیلؑ اب تم آگے کھڑے ہو کر حضرت آدمؑ پر نماز پڑھو پس جبرئیلؑ نے کہا کہ ہم
لوگوں کو تو خدا تعالےٰ نے آپ کے باپ آدمؑ کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا جبکہ وہ جنّت میں تھے۔
پس ہمارے لیے یہ زیبا نہیں ہے کہ ہم اِن کے کسی بیٹے کے امام بنکر کھڑے ہوجائیں۔ پس ہبۃ اللہ آگے
ہوئے اور جبرئیلؑ اور فرشتوں کے لشکر کے لشکر اُن کے پیچھے۔ پس ہبۃ اللہ نے اپنے والد آدم علیہ السّلام
پر سلام بھیجا اور اُن پر بتدریج تیس ۳۰ تکبیریں کہیں پھر جبرئیلِ امینؑ نے اُن سے کہا کہ پچیس ۲۵ تکبیریں موقوف
کردو۔ پس آج تک ہم میں سُنّت پانچ ۵ تکبیریں رہیں اور اہلِ بدر پر جناب رسُولِ خدا نے سات سات
اور نو نو بھی پڑھیں۔ پھر جب ہبۃ اللہ آدم علیہ السّلام کو دفن کرچکے تو قابیل اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا
کہ اے ہبۃ اللہ میں نے دیکھا کہ میرے والد آدمؑ نے تمھیں ایسے ایسے علم سے مخصوص کردیا ہے کہ ویسے
علم سے مجھے مخصوص نہیں کیا اور وہ ایسا علم ہے کہ جس کے ذریعے سے تمہارے بھائی ہابیلؑ نے دعا کی
تو اُن کی قربانی قبول ہوگئی اور میں نے اُنہیں قتل کردیا تاکہ اُن کی اولاد میری اولاد پر یہ کہکر فخر نہ جتایا کرے
کہ ہم اُس کے بیٹے ہیں جس کی قربانی قبول ہوگئی تھی اور تم اُس کے بیٹے ہو جس کی قربانی متروک کردی گئی تھی
اب اگر تم نے اُس علم کا اظہار کیا جس سے تمہیں تمہارے باپ نے مخصوص کردیا ہے تو میں تمھیں بھی اُسی طرح
قتل کردونگا جس طرح میں نے تمہارے بھائی ہابیلؑ کو قتل کردیا تھا۔ پس ہبۃ اللہ اور اُن کی اولاد اُس علم
اور ایمان اور اسمِ اعظم اور میراثِ علم اور آثارِ علمِ نبوّت کو جو اُن کے پاس تھا چھپاتے ہی رہتے تا آنکہ خدا تعالےٰ

نے نوح علیہ السّلام کو مبعوث کیا اور اُس وقت ہبۃ اللہ کی وصیّت اُن کی اولاد میں ظاہر ہوئی جب اُنہوں نے وصیّتِ آدم علیہ السّلام پر گہری نظر ڈالی تو اُنہوں نے نوح علیہ السّلام کو ایسا نبیؑ پایا جس کے بارے میں اُن کے باپ آدم علیہ السّلام بشارت دے گئے تھے پس وہ نوح علیہ السلام پر ایمان لائے اور اُن کا اِتباع کیا اور اُن کی تصدیق کی اور حضرت آدم علیہ السّلام نے ہبۃ اللہ کو یہ وصیّت کی تھی کہ ان کی یہ وصیّت سال کے پہلے دن دیکھ لی جایا کرے اور وہ دن اُن کی عید کا ہوتا تھا پس وہ اُسدن نوح علیہ السّلام کی بعثت کا اور اُس زمانے کا جس میں وہ ظاہر ہوں گے آپس میں ذکر اور معاہدہ کر لیا کرتے تھے اور یہی حالت آیندہ ہر نبیؑ کی وصیّت کی رہی ہے تا آنکہ خدائے تعالےٰ نے آخری نبی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

ہشام ابن حکم کہتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ نے آدمؑ علیہ السّلام کو یہ حکم دیا کہ ہبۃ اللہ کو وصیّت کر دے تو اِس کے ساتھ ہی اُن کو یہ حکم بھی تھا کہ ان وصایا کو چھپائیں پس سُنّت ہی جاری ہو گئی کہ ہر وصی اپنے ماقبل کے اسرار کو چھپاتا رہے۔

قولِ مترجم۔ ہبۃ اللہ حضرت ہابیلؑ کے بیٹے کا نام ہے اور حضرت شیثؑ ابنِ آدمؑ کا لقب ہے جو بعدِ وفاتِ فرزند ہابیلؑ اِن کو عطا کیا گیا۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ا صفحہ ۱۷۸

دفن کرنے کے بعد قابیل اپنے والدِ ماجد کے پاس پلٹ کر آیا اور اُنہوں نے ہابیلؑ کو اُس کے ساتھ نہ دیکھا تو اُس سے دریافت فرمایا کہ تو میرے بیٹے کو کہاں چھوڑ آیا اُسپر قابیل نے کہا کہ آپ نے کوئی مجھے اُن کا نگراں بنا کر تھوڑا ہی بھیجا تھا اِسپر آدم علیہ السّلام نے فرمایا کہ تو میرے ساتھ قربانی کے مقام تک چل۔ قابیل کے فعل کا کھٹکا آدم علیہ السّلام کے دل میں ہو چکا تھا۔ جب قربانی کے مقام پر پہنچے تو قابیل کا قتل کرنا ظاہر ہوا۔ آدم علیہ السّلام نے اُس زمین پر لعنت کی جس نے ہابیلؑ کا خون قبول کر لیا تھا۔ اور آدم علیہ السّلام کو حکم آیا کہ وہ قابیل پر بھی لعنت کریں اور آسمان کی طرف سے قابیل کو ندا دی گئی کہ جس طرح تو نے اپنے بھائی کو قتل کیا اسی طرح تجھ پر لعنت کی گئی۔ اور اُسی وقت سے حکم دیا گیا کہ زمین آئندہ خون نہ پیا کرے۔ پس آدم علیہ السّلام وہاں سے چلے آئے اور چالیسؔ شب و روز ہابیلؑ کے لیے روتے رہے۔

قولِ مُترجم۔ شاید کہ شہدا اور اموات کے لیے چہلم تک سوگ رکھنے کی سُنّت یہاں سے پیدا ہوئی ہو جب حضرتؑ کا رنج و غم زیادہ ہوا تو خدائے تعالےٰ سے اِس کی شکایت کی۔ اللہ تعالےٰ نے وحی فرمائی کہ میں تم کو ایک فرزند ایسا دینے والا ہوں جو ہابیلؑ کا قائم مقام ہوگا۔ چنانچہ حضرت حوّاؑ کے ہاں ایک پاک طینت و مبارک لڑکا پیدا ہوا اور جب ساتواں دن ہوا اللہ تعالےٰ نے وحی فرمائی کہ اے آدمؑ یہ بچہ ہماری طرف سے تم کو عطا کیا گیا ہے سو تم اِس کا نام ہبۃ اللہ رکھنا۔

قولِ مُترجم۔ شاید کہ مولود کے ساتویں دن نام رکھنے کا استحباب اُسی وقت سے ثابت ہوا ہو۔

تفسیرِ عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ قابیل ابن آدمؑ سورج میں اپنے بالوں کے بھل لٹکا ہوا ہے اور اُس کے ساتھ ہی ساتھ پھرتا رہتا ہے۔ وہ کرۂ زمہریر سے گزرے تو اور کرۂ حمیم سے گزرے تو وہ قیامت تک اِسی طرح پھرتا رہے گا اور جب قیامت ہوگی تو خدائے تعالےٰ اُس کو جہنم میں بھیجدیگا

احتجاج طبرسی میں ہے کہ طاؤس یمانی نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ حضور وہ دن کونسا تھا کہ جس دن ایک تہائی آدمی مرگئے تھے جو فرمایا کہ اے بندۂ خدا تہائی آدمی تو کبھی نہیں مرے شاید تیرا مطلب یہ ہے کہ چوتھائی آدمی کب مرگئے تھے؟ اُس نے عرض کی یہ کیونکر؟ فرمایا کہ ایک وقت آدمؑ و حوّا اور قابیل و ہابیلؑ چار تھے پس ہابیلؑ کے شہید ہوجانے سے چوتھائی آدمی مرگئے تھے طاؤس نے عرض کی کہ بجا ارشاد ہوا۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ پھر تجھے یہ بھی خبر ہے کہ قابیل کی کیا گت بنائی گئی؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا کہ وہ سورج میں لٹکا دیا گیا اور قیامت قائم ہونے تک وہ سخت گرم پانی میں برابر پکایا جاتا ہے۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۴ صفحہ ۱۷۸

کافی میں جناب امام محمدؑ باقر علیہ السلام سے اسی آیت کی تفسیر میں ہے کہ جلنے سے بچایا ہو یا ڈوبنے سے کسی نے عرض کی۔ اور اگر کسی کو ضلالت سے نکالکر ہدایت تک پہنچا دیا ہو۔ فرمایا کہ یہ آیت کی سب سے بڑی تاویل ہے۔ کافی اور تفسیرِ عیاشی میں یہی مضمون جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے بھی منقول ہے۔ اور یہ بھی اُن حضرتؑ سے منقول ہے کہ جس شخص نے کسی نفس کو ضلالت سے نکالکر ہدایت تک پہنچا دیا تو گویا اُس نے اُس کو زندہ کردیا اور جس نفس کو ہدایت سے ہٹا کر ضلالت تک پہنچایا تو اُس کو یقیناً قتل کردیا من لایحضرہ الفقیہ میں اِنھی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جس شخص نے کسی آدمی کو ایسی جگہ پانی پلایا کہ جہاں پانی ملتا ہو تو اُس کو تو اتنا ثواب ملے گا گویا ایک غلام آزاد کیا اور جس نے ایسی جگہ پانی پلایا جہاں پانی نہ ملتا ہو تو اُس کو ایسا ثواب ملے گا گویا اُس نے ایک نفس کو زندہ کردیا اور اُس کا ثواب خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ جس نے ایک نفس کو زندہ کردیا گویا اُس نے کُل آدمیوں کو زندہ کردیا۔

تفسیر برہان میں ہے کہ محمد ابن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے خدائے تعالےٰ کے اِس قول۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ط (دیکھو صفحہ ۱۷۸ سطر ۳) کا مطلب دریافت کیا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ جہنم میں ایک خاص ٹھکانا ایسا ہے کہ اگر کوئی شخص کُل آدمیوں کو قتل کردے گا تب بھی وہیں جائے گا اور ایک دو کو قتل کرے گا جب بھی وہیں۔

حمران کہتے ہیں کہ میں نے خدا کے اِسی قول کا مطلب جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اور یہ بھی ساتھ ہی عرض کی کہ جس شخص نے ایک ہی آدمی کو قتل کیا ہے وہ سب آدمیوں کے قاتل کے مانند کیسے ہوگیا؟ فرمایا بات یہ ہے کہ وہ جہنم کے ایسے مقام پر رکھا جائے گا جہاں اہلِ دنیا کے عذاب کی انتہائی

تکلیف اُس کو پہنچے گی اور اگر کُل آدمیوں کو قتل کرتا تب بھی جاتا اُسی جگہ۔ میں نے عرض کی کہ پھر ایک کے اور دُو کے قاتل میں فرق کیا رہا؟ فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ مقام ایک ہی ہو اور دُو کے قاتل کے لیے شدتِ عذاب دوچند ہو جائے۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۵ صفحہ ۱۷۸

جناب امام رضا علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ جلاوطن کیسے کیا جاتا ہے اور جلا وطنی کی حد کیا ہے؟ فرمایا جس شہر میں اُس نے ایسا فعل کیا ہو جس سے اُس کا اخراج لازم آئے تو وہاں سے اُسے نکالکر دوسرے شہر کو بھیجدیا جائے اور اُس شہر والوں کو یہ لکھا جائے کہ یہ شخص جلاوطن کیا گیا ہے پس نہ تم اِس شخص کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا اور نہ اِس سے لین دین کرنا اور نہ اِس کے ساتھ بیاہ شادی کرنا اور نہ اِس کے ساتھ کھانا پینا۔ سال بھر ایسا ہی کیا جائے گا اور اگر اِس عرصہ میں وہ اُس شہر سے نکلکر کسی اور شہر میں چلا جائے تو وہاں والوں کو بھی ایسا ہی لکھدیا جائے گا تا آنکہ سال پورا ہو جائے۔ اور ایک اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ ممکن ہے وہ اِس ذلّت سے پریشان ہو کر جلد توبہ کرلے یعنی سال ختم ہونے سے پہلے پہلے۔ کسی نے عرض کی کہ اگر وہ مشرکوں کی زمین کی طرف چلا جائے۔ فرمایا تو وہاں کے رہنے والوں سے قتال کیا جائے گا۔ صاحبِ تفسیرِ صافی فرماتے ہیں کہ قتل اُس صورت میں کیے جائینگے جبکہ وہ اُس شخص کو اپنے میں ملا لینا چاہیں اور مسلمانوں کے طلب کرنے پر اُس کو نہ دیں۔ اور اگر وہ حوالے کردیں تو اُسی جگہ اُس کی گردن ماردی جائیگی۔ جناب امام محمد تقی علیہ السّلام سے روایت ہے کہ اُن حضرت علیہ السلام سے ایک گروہ کے بارے میں دریافت کیا تھا جو ڈاکو بنے ہوئے تھے فرمایا اگر اُنہوں نے فقط راستہ کو پُرخطر بنا دیا ہے اور کسی کو قتل نہیں کیا نہ کوئی مال لیا ہے تو اُن کو پکڑ کر قید کردو کہ اُنکے لیے جلاوطنی کے معنی اِسی طرح پورے ہو جائینگے۔ اور کافی کی ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ جو شخص محاربہ کرنے والا ہو اُس کی جلاوطنی یہ ہے کہ اُس کو سمندر میں پھینکدیا جائے تاکہ اُس نے جو قتل کیے ہوں یا جو صلیب پر چڑھائے ہوں اُن سب کا بدلہ ہو جائے۔

اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص رات کو ہتھیار باندھکر پھرے وہ محارب ہی مگر وہ شخص اِس حکم سے مستثنیٰ ہی جس کی نسبت کسی کو شُبہ نہو۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۴ صفحہ ۱۷۹

کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السّلام نے چور کے بارے میں یہ فیصلہ کیا کہ اوّل دفعہ چرائے گا تو اُس کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا اور جو دوسری دفعہ چرائے گا تو اُس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا پھر تیسری دفعہ چرائے گا تو اُسے قید کیا جائے گا اور داہنا پاؤں باقی رکھا جائے گا تاکہ اُس سے پاخانہ پیشاب کو جاسکے اور بایاں ہاتھ باقی رکھا جائے گا کہ اُس سے کھانا کھاسکے اور استنجا کرسکے اور فرمایا کہ میں خدا تعالےٰ سے حیا کرتا ہوں کہ کسی شخص کو اِس حالت میں باقی رکھوں کہ وہ کسی چیز سے منتفع نہ ہوسکے البتہ اُسے قید رکھوں گا

کہ وہ قیدی کی حالت میں مر جاوے۔ پھر فرمایا کہ جناب رسولِ خدا نے چور کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں
کاٹنے کے بعد پھر اور کچھ نہیں کاٹا۔ تفسیر عیاشی میں بھی قریب قریب یہی مضمون ہے اور اسی مضمون کی اور حدیثیں
بھی بہت ہیں۔ اور یہ جو خدائے تعالےٰ نے فرمایا فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللّٰهَ يَتُوبُ
عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (دیکھو صفحہ ۱۷۹ سطر آخر و صفحہ ۱۸۰ سطر ۱) اس کا یہ مطلب ہے کہ جو
شخص چوری کرنے کے بعد چوری سے توبہ کرلے اور مالکِ مال کو اُس کا مال واپس کر دے تو اگر اُس کی
توبہ اس سے پہلے ہو کہ وہ امام کے ہاتھ میں پڑ جائے تو اُس کی توبہ بھی قبول ہو جائیگی اور ہاتھ بھی نہیں کاٹا
جائے گا اور عذابِ آخرت سے بھی محفوظ رہے گا اور اگر امامؑ کے ہاتھ میں آجانے کے بعد توبہ کرے تو گو
مالکِ مال معاف بھی کردے تب بھی ہاتھ کاٹنے کی حد ساقط نہیں ہوگی۔ کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر
علیہ السلام یا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کی نسبت دریافت کیا گیا جس نے چوری
کی یا شراب پی یا زنا کیا اور کسی کو اُس کے اِس جرم کی خبر نہیں ہوئی اور نہ وہ پکڑا گیا اور آخر میں اُس نے توبہ
کرلی اور نیکی اختیار کرلی۔ فرمایا جب وہ نیکی اختیار کر چکا اور اُس کی خوبی مشہور ہو چکی اب اگر پچھلا واقعہ معلوم
بھی ہو جائے تو اُس پر حد جاری نہیں ہو سکتی۔ اور جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جو
شخص کسی چور کو پکڑ لے پھر اُسے معاف کر دے تو یہ اُسے اختیار ہے لیکن جب معاملہ امامؑ کی حضور میں لیجایا گیا
تو امام چور کا ہاتھ کٹوا دے گا گو صاحبِ مال یہ کہتا رہے کہ میں اِسے معاف کرتا ہوں مگر امامؑ کے حضور میں
معاملہ پہنچنے کے بعد امامؑ ہاتھ کٹوائے بغیر نہ مانے گا اِس لیے کہ معافی امامؑ کے حضور میں پہنچانے سے
پہلے دی جا سکتی ہے اور امامؑ کی تو یہ شان ہے کہ خدائے تعالےٰ ائمہؑ کے بارے میں فرماتا ہے وَالْحَافِظُونَ
لِحُدُودِ اللّٰهِ۔ پس جب حد امامؑ تک پہنچگئی تو پھر کسی دوسرے کی یہ منزلت نہیں ہے کہ اُسے چھوڑ دے
اِنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ ایک شخص کی نسبت دریافت کیا گیا تھا کہ اُس نے چور کو پکڑا ہے اب وہ اُسے
حضور میں حاضر کرے یا چھوڑ دے؟ فرمایا (نظیر یہ واقعہ سُن لو) کہ صفوان بن اُمیہ مسجد الحرام میں لیٹا تھا پھر وہ اپنی چادر
رکھکر پیشاب کرنے چلا گیا پلٹ کر آیا تو دیکھتا ہے کہ چادر چوری گئی۔ اب یہ پوچھتا پھرا کہ میری چادر کس نے
لے لی یہانتک کہ لینے والے کو پکڑ پایا اور اُسے جناب رسولِ خدا کی خدمت میں لے آیا آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ چور
کا ہاتھ کاٹو۔ اب صفوان نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میری چادر کے سبب اِس کا ہاتھ کٹواتے ہیں؟ فرمایا ہاں صفوانؓ
نے کہا یا رسول اللہ میں یہ چادر ہی اسے بخشے دیتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس معاملہ لانے سے
پہلے کیوں نہ بخشدی؟ یہانتک واقعہ سُنکر کوئی شخص بولا کہ آیا امامؑ کی بھی وہی منزلت ہے جو جناب رسولِ خدا
کی تھی؟ فرمایا ہاں وہی منزلت ہے جب ایسا معاملہ امامؑ کے سامنے لایا جائے۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۱ صفحہ ۱۸۰

بنو نضیر و بنو قریظہ اولاد ہارون علیہ السلام سے یہودیوں کے
دو قبیلے تھے جو مدینۂ منورہ میں رہتے تھے۔ بنو قریظہ کوئی سات سو

آدمی تھے اور بنو نضیر کوئی ہزار۔ اور بنو نضیر بہ نسبت بنو قریظہ کے زیادہ مالدار اور خوش حال تھے اور عبداللہ
ابن اُبَیّ مشہور منافق کے ہم سوگند بھی تھے اور اگر اتفاقاً ان دونوں قبیلوں کے جھگڑے میں کوئی قتل ہو جاتا
اور وہ مقتول بنو نضیر میں سے ہوتا تو بنو نضیر بنو قریظہ سے کہتے کہ ہم تو اس پر راضی نہیں ہوں گے کہ ہمارے
مقتول کے بدلے تم میں سے بھی ایک مقتول ہو جائے اس پر طرفین میں مُدت تک جھگڑا اور گفتگو رہی
یہاں تک کہ قریب تھا کہ قتل واقع ہو۔ آخر بنو قریظہ اِس پر راضی ہوئے اور اُن کے مابین ایک نوشتہ لکھا گیا
کہ بنو نضیر میں کا جو شخص بھی بنو قریظہ کے کسی آدمی کو قتل کر دے تو وہ اونٹ پر اُلٹا بٹھایا جاے یعنی دُم کی طرف
مُنہ کرکے اور اُس کے مُنہ پر کیچڑ مَل دی جائے اور اس تشہیر کے بعد آدھا خوں بہا وہ ادا کرے اور جو شخص
بنو قریظہ میں سے بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کر دے تو وہ پورا خوں بہا بھی دے اور قتل بھی کیا جائے۔ جب
جناب رسولِ خدا ہجرت فرما کر مدینۂ منورہ آ گئے اور اَوس وخزرج انصار کے دونوں قبیلے داخلِ اسلام
ہو گئے تو یہودی بہت کمزور ہو گئے اُس وقت بنو قریظہ میں سے بنو نضیر کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تب
بنو نضیر نے اِن کو کہلا بھیجا کہ مقتول کی دیت بھی ہمیں بھیجو اور قاتل کو بھی بھیجو کہ ہم اُسے قتل کریں بنو قریظہ نے
کہلا بھیجا کہ یہ توریت کا فیصلہ نہیں ہے۔ یہ وہ بات ہے جو تم نے ہم سے زبردستی منوالی تھی۔ اب یا تو
دیت ہی لے لو یا قاتل ہی کو لے لو۔ ورنہ یہ محمدؐ موجود ہیں یہ ہمارے تمہارے مابین فیصلہ کریں گے چلو
اِن کو حَکَم بنائیں۔ پس بنو نضیر اپنے ہم سوگند عبداللہ ابن اُبَیّ کے پاس پہنچے اور اُس سے یہ کہا کہ تم محمدؐ سے
یہ کہو کہ اِس معاملۂ قتل میں جو ہمارے اور بنو قریظہ کے درمیان ہے ہماری شرط نہ توڑیں۔ عبداللہ ابن اُبَیّ
نے کہا کہ تم کسی شخص کو بھیجو جو میرا بھی کلام سُنے اور محمد مصطفےٰ کا بھی کلام سُنے اگر وہ تمہاری مرضی کے موافق
فیصلہ کر دیں تو ماننا ورنہ اُس فیصلے کو نہ ماننا۔ چنانچہ اِن لوگوں نے ایک شخص اُس کے ساتھ کر دیا۔ اب یہ
منافق جناب رسولِ خدا کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ! یہ بنو قریظہ اور بنو نضیر حاضر
ہیں اور برضاءِ طرفین آپس میں ایک عہد نامہ لکھ چکے ہیں اور اب آپ کے یہاں تشریف لے آنے سے
ایک فریق اُس کے توڑنے کے درپئے ہے مگر معاملہ کو آپ کے فیصلے پر چھوڑنے کو راضی ہیں تو (مجھ کمبخت
کی رائے یہ ہے کہ) آپ اِن کا عہد نامہ اور اِن کی شرط نہ ٹوٹنے دیں کیونکہ بنو نضیر بڑی قوت والے بھی ہیں
اور ہتھیار والے بھی اور مویشی والے بھی اور ہم کو اپنی جگہ زمانے کی گردش کا اندیشہ ہے۔ جناب رسولِ خدا یہ
سُنکر مغموم ہوئے اور اِس کا کچھ جواب نہ دیا۔ پس تھوڑی دیر میں جبرئیلِ امین یہ آیتیں لیکر نازل ہوئے
يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ ۚ اِس سے مُراد عبداللہ ابن اُبَیّ اور سب بنو نضیر ہیں يَقُولُونَ
إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا ۚ یہ کہنے والا ابن اُبَیّ ہے
اور جس سے کہا ہے وہ بنو نضیر اور قول اُس کا یہ ہے کہ اگر فیصلہ تمہاری مرضی کے موافق کر دیں تب تو
قبول کرنا ورنہ نہیں۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۳ صفحہ ۱۸۵

قولِ مترجم - وہ رات جس کی صبح کو رایتِ جنابِ رسولِ خدا علی مرتضےٰ کو ملا لشکرِ جنابِ رسولِ خدا میں بڑی بے چینی سے گزری ہر شخص اِس آرزو میں تھا کہ علمِ رسولؐ مجھے ملے - یہ حوصلہ کرنے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ علی مرتضےٰ بوجہ آشوبِ چشم مدینۂ منورہ ہی میں چھوڑے گئے تھے اور اہلِ کتاب کے مقابلہ میں فتح پانا ایسی بین بزرگی تھی کہ جتنی بھی اُسکی آرزو کی جائے تھوڑی ہے - طلوعِ فجر سے پہلے پہلے جنابِ رسولِ خدا کے خیمے کے سامنے اچھا خاصا ہجوم ہو گیا معلوم ہوتا ہے کہ اِس صبح کی نماز حضرتؐ نے خیمہ کے اندر ہی ادا فرمائی اور بعدِ نماز علم اپنے دستِ مبارک سے باندھا طلوعِ آفتاب کے ساتھ علم دستِ مبارک میں لیے ہوئے خیمے سے برآمد ہوئے اصحاب کے مجمع پر ایک عام نظر ڈالی بہت سوں کے دل اُس وقت دھڑک رہے تھے اور بہت یہ کوشش کر رہے تھے کہ اپنی طرف جنابِ رسولِ خدا کو متوجہ کر لیں - مگر اُن کی تمام اُمیدوں پر پانی پڑ گیا جس وقت جناب رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا - اَیْنَ اَخِیْ اَیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْطَالِبٍ؟ نبیؐ اور وصیؑ کے مابین کیا سلسلہ ہے؟ وہ اِس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ نبیؐ بعدِ نماز علم درست کر رہے ہوں اور وصیؑ بعدِ نماز دُلدُل کسے جانے کا حکم دیں اِدھر نبیؐ خیمے سے برآمد ہوں اُدھر وصیؑ مسجد سے نکلیں اِدھر علم ہاتھ میں لیا جائے اُدھر قدم رکاب میں دیا جائے اِدھر آواز دی جائے اَیْنَ اَخِیْ اَیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْطَالِبٍ؟ اُدھر معجزہ سے طیّ الارض کر کے جواب عرض کیا جائے لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! پھر کیا تھا مُنہ کُھلے کے کُھلے رہ گئے اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی ایک شخص نے آگے بڑھکر عرض کی تو یہ کی کہ یا رسولؐ اللہ اِن کی تو آنکھیں دُکھ رہی ہیں حضرتؐ نے فوراً لعابِ دہنِ مبارک لگا دیا اور یہ الفاظ فرمائے اَللّٰھُمَّ اکْفِہِ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ - پھر رایت عنایت فرما کے یہ ارشاد ہوا کہ یا علیؑ اِس قلعہ کو فتح کیے بغیر اِدھر رُخ نہ کرنا تعمیلِ حکم اِسے کہتے ہیں کہ رایت لینے کے بعد اور قلعہ کی طرف چند قدم بڑھنے کے بعد یہ دریافت کرنا تھا کہ سلسلۂ حرب کہاں تک جاری رکھا جائے مگر رُخ آنحضرتؐ کی طرف کر کے یہ بات نہیں پوچھی بلکہ رُخ قلعہ ہی کی طرف رہا اور آنحضرتؐ سے سوال کیا گیا - جواب میں حکم ہوا کہ جب تک وہ سب قائلِ شہادتین نہ ہو جائیں - جیسے آگے بڑھے تنِ تنہا بیدھڑک حارث و مرحب وغیرہا کو قتل کیا - بائیں ہاتھ سے اُس مشہور قلعہ کے زبردست دروازہ کو جو در کا بھی کام دیتا تھا اور پُل کا بھی - اُکھیڑ ڈالا - تمام اہلِ قلعہ کو داخلِ دائرۂ اسلام کیا مرحب کی بہن کو جو آیندہ زوجۂ رسولؐ ہونے والی تھیں عزت و احترام سے خدمتِ رسولِ خدا میں بھجوا دیا اور حکمِ جنابِ رسولِ خدا کی اِس طرح تعمیل کی کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ فقط اہلِ قلعہ سے کہلوا دیا بلکہ آج تک صولتِ حیدری کے خوف سے پانچوں وقت مسلمان ہر جگہ پُکارتے ہیں - فتح کے بعد جب اِدھر رُخ کیا ہے تو جنابِ رسولِ خدا نے ایک حدِ خاص تک استقبال کیا - چھاتی سے لگا لیا - گرد چہرے کی اپنے دامن سے صاف کی دونوں آنکھوں کے مابین پیشانی کے بوسے لیے اور یہ ارشاد فرمایا کہ "یا علیؑ اگر مجھے

یہ خوف نہ ہوتا کہ میری اُمت کے لوگ تمہارے حق میں وہ کچھ کہنے لگیں گے جو نصاریٰ عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کہنے لگے تو میں آج تمہاری کچھ فضیلتیں بیان کرتا جن کا یہ نتیجہ ہوتا کہ جس طرف سے تم گزرتے لوگ تمہارے قدم کے نیچے کی خاک اُٹھا کر اپنی آنکھوں میں بطور سُرمہ لگاتے اور اپنے بیماروں کا اُس سے معالجہ کیا کرتے۔

اب اس آیت کے نکات کی طرف نظر ڈالیے تو یہ وصف کہ اہلِ ایمان کے ساتھ نرمی اور ملائمت سے پیش آنا اور کافروں کے حق میں سخت اور شدید ہونا۔ خدا کی راہ میں بیدھڑک جہاد کرنا۔ کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہ ڈرنا ایسے ہیں کہ سوائے علی مرتضٰے کے کسی دوسرے سے ظاہر ہی نہیں ہوئے۔ کل مقاماتِ مشہورہ میں دین کی نصرت کرنا۔ ملت و شریعت کو مضبوط بنانا مومنوں کے ساتھ رافت و رحمت سے پیش آنا اہلِ شرک و کفر کے اوپر سکہ بٹھانا۔ اور اُن کو واجب و مناسب سزائیں دینا ایسے کھلے واقعات ہیں کہ علی مرتضٰے کے اور استحقاق مٹا بھی دیے جائیں تو بھی ان باتوں کی طرف سے آنکھ بند نہیں کی جا سکتی (المختصر ان باتوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اِس آیت کا نزول خصوصیت کے ساتھ انہی حضرت کے حق میں ہے خدائے تعالیٰ کا ارشاد یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ رسول اللہ کا ارشاد فرمانا یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ خدائے تعالیٰ کا فرمانا اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ اور جناب رسولِ خدا کا فرمانا کَرَّارٌ غَيْرُ فَرَّارٍ خدائے تعالیٰ کا فرمانا يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور جناب رسولِ خدا کا فرمانا لَنْ يَّرْجِعَ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ سوائے علی مرتضٰے کے اِس وقت تک کسی دوسرے پر راست نہیں آیا)

خود جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت نے جنگ بصرہ کے دن فرمایا کہ واللہ اس آیت کے ابتدائی حصے کے اہل سے اب تک قتال نہیں کیا گیا تھا اور پھر پوری آیت تلاوت فرمائی۔

قولِ مترجم۔ لیجئے اصحاب منافقین کی ایک نئی فضیلت ثابت ہوئی یعنی مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ اور علی مرتضٰے علیہ السّلام کی وہی تمام فضیلتیں جو روزِ خیبر ثابت ہوئی تھیں روزِ بصرہ بھی ثبوت کو پہنچیں۔

تفسیر قمی میں ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ جناب رسولِ خدا کے اُن اصحاب سے خطاب ہے جنہوں نے آلِ محمدؐ کا حق غصب کر لیا اور دینِ خدا سے پھر گئے۔ جناب رسولِ خدا سے منقول ہے کہ قیامت کے دن میرے اصحاب کا ایک گروہ میرے پاس آئیگا مگر تھوڑی دیر میں وہ میرے حوض پر سے ہٹا دیے جائینگے میں عرض کرونگا کہ خداوندا یہ میرے اصحاب ہیں میرے اصحاب ہیں ارشاد ہوگا کہ تم کو علم نہیں ہے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا فتنے برپا کیے۔ کیا کیا بدعتیں کیں یہ سب کے سب مرتد ہو گئے تھے اور دینِ خدا سے پچھلے پاؤں پلٹ گئے تھے۔ تفسیر قمی میں یہ بھی وارد ہے کہ یہ آیت اِس اُمت کے مہدی اور اُن کے اصحاب کی شان میں نازل ہوئی ہے اور حصۂ اوّل میں اُن لوگوں سے خطاب ہے جنہوں نے آلِ محمدؐ پر ظلم کیا اور اُن کو قتل کیا اور اُن کا حق غصب کر لیا تفسیر مجمع البیان میں الفاظ

بھی موجود ہیں کہ قولِ خدا فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قوم وقت نزولِ آیت موجود نہوا اور آیت اُن کے حق میں پوری اُترے جو قیامت تک اِس صفت سے متصف ہوتے آویں۔
صاحبِ تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ اِن دونوں روایتوں میں کوئی منافات و اختلاف نہیں ہے اِس لیے کہ آیات میں خاص بھی ہیں اور عام بھی ۔ خاص نزول علیؑ کی شان میں اور عام مہدی علیہ السلام کی شان میں ہو سکتا ہے۔

قولِ مترجم۔ خاص اور عام، ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ وغیرہ سے کیا مراد ہے؟ یہ سب ذکر دیباچہ میں ملاحظہ کیجیے گا۔ انشاء اللہ۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۴ صفحہ ۱۸۵

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیۂ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ کی تفسیر میں وارد ہے کہ وَلِیُّکُمْ کا یہ مطلب ہے کہ تمہارے معاملات میں تمہاری جانوں پر اور تمہارے مالوں پر سب سے زیادہ استحقاق رکھنے والا اللہ ہے اور اُس کا رسولؐ ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے یعنی علی علیہ السلام اور اُن کی اولاد میں قیامت تک جتنے امام ہونگے وہ سب پھر چونکہ لفظ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بہت عام تھا اِس لیے خاص صفت یہ بیان کی اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نمازِ ظہر پڑھ رہے تھے دو رکعتیں پڑھ چکے تھے حالتِ رکوع میں تھے ایک حُلّہ پہنے ہوئے تھے جس کی قیمت ہزار دینار تھی جناب رسولِ خداؐ نے وہ آپ کو عطا فرمایا تھا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں نجاشی بادشاہ حبشہ نے بطور تحفہ بھیجا تھا پس سائل آیا اور یہ الفاظ عرض کیے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ وَاَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ تَصَدَّقْ عَلٰی مِسْکِیْنٍ (ترجمہ اے ولیِ خدا اور اے مومنوں سے زیادہ اُنکی جانوں پر اختیار رکھنے والے آپ پر سلام ہو مسکین کو کچھ صدقہ دیجیے) حضرتؐ نے وہ حُلّہ جسم اطہر پر سے گرا دیا اور اُنگلی سے اشارہ کر دیا مطلب یہ تھا کہ اِسے لیجا! اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی اور جو کچھ عطا فرمایا اُس میں اُن کی اولاد کو بھی شریک کر دیا پس جو حضرتؐ کی اولاد میں سے درجۂ امامت کو پہنچے گا وہ اِس نعمت میں مثل اُن حضرتؐ کے ہو جائے گا اور وہ بھی حالتِ رکوع میں تصدق ضرور کرے گا اور وہ سائل جس نے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے سوال کیا تھا فرشتوں میں سے تھا۔ اور جو کچھ اُن ائمہؑ سے جو حضرتؐ ہی کی اولاد میں ایسے موقع پر سوال کریں گے وہ بھی فرشتوں میں سے ہوں گے۔

اُنھی حضرتؐ سے بروایت اپنے پدرِ بزرگوار اور جدِ بزرگوار کے قولِ خدا یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَھَا وَاَکْثَرُھُمُ الْکٰفِرُوْنَ (دیکھو صفحہ ۴۴۸ سطر ۱۲) کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب آیۂ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ الخ نازل ہوئی تو اصحابِ رسولؐ اللہ کا ایک گروہ مسجد مدینہ میں جمع ہوا اِن میں سے بعض نے تو یہ کہا کہ اگر ہم اِس آیت سے منکر ہوں گے تو گویا ہم سارے ہی قرآن کے منکر ہوئے اور اگر

ہم ایمان لائے تو یہ آیت بتاتی ہے کہ علیؑ ابن ابیطالب کو ہم پر مُسلط کیا جائیگا۔ وہ بولے کہ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ محمدؐ جو کچھ کہتا ہے اپنے اقوال میں سچّا ہے لیکن ہم تو خود اُسی سے تولّا رکھیں گے مگر اِس حکم کو نہ مانیں گے علیؑ کی اطاعت ہرگز نہ کریں گے۔ امامؑ فرماتے ہیں اُسی وقت یہ آیت نازل ہوئی یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَھَا یہاں نعمت اللہ سے مُراد ہے ولایتِ علیؑ مرتضےٰ اور آخر میں جو فرمایا ہے وَاَکْثَرُھُمُ الْکٰفِرُوْنَ اِس میں کفرانِ نعمتِ خدا یعنی انکارِ ولایت مُراد ہے۔

اُنہی حضرتؑ سے سوال کیا گیا تھا کہ آیا اوصیاءِ جناب رسولِ خدا کی اطاعت واجب ہے؟ فرمایا ضرور! وہی تو وہ ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ" (دیکھو صفحہ ۱۳۲ سطر ۴) اور وہی تو ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا "اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الخ۔

احتجاجِ طبرسی میں جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام سے ایک حدیث منقول ہے۔ جب خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَۃٍ (دیکھو صفحہ ۶۹۱ سطر ۱۱) جس سے مُراد تھی ولایت تو منافق بولے کہ جتنی چیزیں ہم پر آپ کا پروردگار واجب کر چکا ہے اُن کے علاوہ کوئی اور چیز بھی باقی رہ گئی ہے جسے وہ واجب کرے گا اگر ایسا ہے تو اُسے بھی بیان کر دیجیے کہ ہمارے دل تسکین پائیں اور ہم سمجھ لیں کہ اب اور کوئی بات باقی نہیں رہی اُسوقت خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ الخ اور اُمّت کے مابین اِس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اُس دن اُن میں سے کسی نے سوائے ایک شخص کے ایسی حالت میں کہ وہ رکوع کر رہا ہو زکوٰۃ نہیں دی اور اگر اُس کا نام کتاب میں مذکور کر دیا جاتا تو جو کچھ کہ اِس کتاب میں سے گرایا گیا ہے اُس کے ساتھ اِسے بھی گرا دیا جاتا۔ اور بروایت جناب امام محمدؑ باقر علیہ السّلام ایک حدیث میں جناب رسولؐ خدا سے منقول ہے کہ جب خدائے تعالےٰ نے یہ آیہ نازل فرمایا یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الخ (دیکھو صفحہ ۱۸۸ سطر ۶) تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اِس آیت کے نازل ہونے کا سبب تم لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ جبرئیلِ امینؑ میرے پاس تین مرتبہ آئے اور مجھے میرے پروردگار کی طرف سے جو خود سلام ہے سلام پہنچایا اور یہ حکم دیا کہ میں اِس مقام پر کھڑے ہو کر ہر گورے اور کالے کو یہ حکم دیدوں کہ علیؑ ابن ابیطالبؑ میرا بھائی، میرا وصیؑ میرا خلیفہ اور میرے بعد امام ہے۔ اور وہ اللہ اور رسولؐ اللہ کے بعد تمہارا ولی ہے اور اِسی بارے میں پروردگارِ عالم اپنی کتاب میں مجھ پر ایک آیت نازل فرما چکا ہے اور وہ یہ ہے "اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ الخ" اور علیؑ ابن ابیطالبؑ ہی وہ شخص ہے جس نے نماز پڑھی اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی اور ہر حال میں رضائے خدا کو مدِّ نظر رکھا۔ الخصال میں منقول ہے کہ منجملہ اُن حجّتوں کے جو جناب امیر المؤمنینؑ نے ابوبکر پر قائم کیں ایک یہ بھی تھی کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے خدا کی قسم دیکر دریافت کرتا ہوں کہ

جس آیت میں انگوٹھی کی تصدیق کرنے کا ذکر ہے اُس میں خدا اور رسولؐ کی ولایت کے ساتھ منجانب اللہ میری ولایت واجب کی گئی ہے یا تیری؟ ابوبکر نے کہا کہ نہیں حضور آپ ہی کی واجب کی گئی ہے۔ نیز اُسی کتاب میں جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام کے مناقب اور اُن کی تعریف میں یہ بھی ہے کہ فضیلت نمبر ۹۵ یہ ہے کہ میں مسجدِ رسولؐ میں نماز پڑھ رہا تھا اور رکوع کی حالت میں تھا کہ ایک سائل آیا اور میں نے اپنی اُنگلی میں سے اپنی انگوٹھی اُس کو دیدی اِسی پر خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ الخ

تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جس حالت میں جناب رسولِ خدا تشریف فرما تھے اور یہودیوں کا بھی ایک جرگہ آنحضرتؐ کے پاس حاضر تھا جن میں عبد اللہ ابن سلام بھی تھا آنحضرتؐ پر یہ آیت نازل ہوئی تو حضرتؐ وہاں سے نکلکر مسجد کی طرف آئے اور ایک سائل کو سامنے آتے دیکھا اُس سے اُسوقت دریافت فرمایا کہ کسی نے کوئی چیز تم کو دی ہے؟ اُس نے عرض کی جی ہاں اُس نماز پڑھنے والے نے دی ہے۔ پس آنحضرتؐ اور آگے آئے اور دیکھا کہ وہ نماز پڑھنے والا جناب امیرالمؤمنینؑ ہیں

قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی۔ عامّہ اور خاصّہ کی روایتوں سے اِس بارے میں کہ یہ آیت جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام کی شان میں نازل ہوئی ہے روایتیں اور حدیثیں بہت ہی کثرت سے منقول ہیں، تفسیر مجمع البیان میں جمہور مفسّرین سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ آیت جناب امیرالمؤمنینؑ کی شان میں اُسوقت نازل ہوئی ہے جبکہ آپ نے رکوع میں اپنی انگوٹھی تصدق فرما دی اور پھر ابنِ عباس سے اُس کا قصہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ مگر ظاہر اکافی کی روایت میں اور مجمع البیان کی روایت میں یہ فرق معلوم ہوتا ہے کہ وہاں تصدّق کرنے میں حُلّہ کا ذکر ہے اور یہاں انگوٹھی کا اور خاصّہ اور عامّہ کی روایتوں میں زیادہ انگوٹھی ہی کا ذکر ہے تو ان دونوں روایتوں سے رفع اختلاف کی ظاہر صورت یہ ہے کہ علیؑ مرتضےٰ صدقہ دینے کے بہت ہی عادی تھے تو ممکن ہے کہ ایک وقت رکوع میں حلّہ تصدّق فرمایا ہو اور دوسری دفعہ انگوٹھی۔ اور آیت اِس دوسرے تصدّق کے بعد آئی ہو۔ اور خدائے تعالےٰ کے قول میں جو لفظ يُؤْتُوْنَ آیا ہے یہ بتلاتا ہے کہ صدقہ ایک ہی دفعہ نہیں دیا بلکہ دیتے ہی رہتے ہیں اور چونکہ مضارع میں زمانہ مستقبل بھی شامل ہوتا ہے اِس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ دیتے بھی رہیں گے یعنی اِن کی اولاد میں جو اِس مرتبہ پر فائز ہوں گے وہ بھی اِسی طرح تصدّق کیا کرینگے۔

قولِ مُترجم۔ جہاں آپ حضرات یہ اخبارِ مسرت سُن چکے وہاں یہ حسرتناک منظر بھی دیکھ لیجیے۔ تفسیر صافی میں ہے روایت میں خود عمر ابن الخطاب سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ واللہ میں نے چالیس انگوٹھیاں حالتِ رکوع میں تصدّق کیں کہ میرے بارے میں بھی ویسا ہی کچھ نازل ہو جائے جیسا کہ علیؑ ابن ابیطالبؑ کے بارے میں نازل ہوا ہے مگر کچھ بھی نہ آیا۔

قولِ مُترجم۔ آیہ تو ضرور آیا مگر آپ کو سُناتے ہوئے حجاب آیا لہٰذا ہم سُنائے دیتے ہیں کہ لوگ ناواقف نہ رہیں ۔ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ٥ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (دیکھو صفحہ ۹۲ سطر ۲) جس کا یہ مطلب ہو کہ نہ قولِ رسولِ خدا کی تصدیق کی نہ حکم خدا مانا نہ علی مرتضیٰ کی ولایت تسلیم کی بلکہ مخالفت کر کے اپنے لیے ولایت چاہی تو ایسی نماز نماز ہی کیوں ہوتی بلکہ صریح تکذیب ہے اور احکام سے رُوگردانی

احتجاجِ طبرسی میں جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اِن دونوں آیتوں میں جو الفاظ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا آئے ہیں اِن سے مراد عام مؤمنین نہیں ہیں بلکہ وہ حجج اللہ اور اوصیاء مراد ہیں جن کو یکے بعد دیگرے اپنی مخلوق پر اپنا امین مقرر فرماتا رہا ہے۔

التوحید میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ قیامت کے دن جناب رسولِ خدا اپنے پروردگار پر تکیہ اور بھروسہ کیے ہوئے آئیں گے اور ہم اپنے نبیؐ پر بھروسہ کیے ہوئے آئیں گے اور ہمارے شیعہ ہم پر بھروسہ کیے ہوئے آئیں گے اور ہمارے شیعہ حزب اللہ ہیں اور حزب اللہ کی صفت خود خدا نے بیان فرمائی۔ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ٥۔

ضمیمہ متعلق نوٹ نمبر ۱۰۱ صفحہ ۱۸۸

کافی میں ہے کہ جناب امام محمدؑ باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک فریضہ کے بعد دوسرا فریضہ برابر نازل ہوتا رہتا تھا اور ولایت و امامت سب سے آخری فریضہ ہے اِس کے نازل ہو چکنے کے بعد خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی ۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ ۔ (دیکھو صفحہ ۱۶۹ سطر ۹) گویا خدائے تعالےٰ یہ فرماتا ہے کہ اب میں کوئی اور واجب نازل نہ کروں گا تمہارے لیے تمام واجبات کو پورا کر چکا۔

احتجاجِ طبرسی میں اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا مدینۂ منوّرہ سے حج کرنے چلے اِس حالت میں کہ اپنی قوم کو سوائے حج اور ولایت کے اور کل احکام پہنچا چکے تھے جبرئیلؑ امین آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے تھے اور یہ پیغام لائے تھے کہ یا رسول اللہ خدائے تعالےٰ آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے انبیاء سے کسی نبی کو اور اپنے رسولوں میں سے کسی رسول کو اُس وقت تک نہیں اُٹھایا جب تک کہ اپنے دین کو کامل نہیں کر دیا اور اپنی حجت کے بارے میں تاکید نہ کر دی اب آپ پر دو واجب باقی ہیں جن کی ضرورت ہے کہ آپ اپنی قوم کو پہنچا دیں ایک فریضۂ حج اور دوسرے فریضۂ ولایت و خلافت۔ اِس لیے کہ میں نے اپنی زمین کو کبھی حجتِ خدا سے خالی نہیں رکھا اور نہ کبھی خالی رکھوں گا پس یا رسول اللہ خدا کا حکم ہے کہ آپ اپنی قوم کو حج کے احکام پہنچائیں خود آپ حج فرمائیں اور جس شخص کو خانۂ خدا تک پہنچنے کا مقدور ہو وہ بھی حج کرے خواہ وہ شہر کا رہنے والا ہو یا اطراف و اکناف کا۔

اِن سب لوگوں کو آپ حج کے احکام اُسی طرح تعلیم فرما دیں جس طرح اِن کو نماز و روزہ اور زکوٰۃ کے احکام تعلیم فرمائے ہیں۔ اور اُن کو اُسی طرح اُس کے کل ارکان و مناسک سے واقف کر دیں جس طرح شریعت کے

اور احکام سے واقف کیا ہے۔ پس جناب رسولِ خدا کی طرف سے ایک منادی نے کل آدمیوں میں آواز دی کہ امسال رسولِ خدا حج کا ارادہ رکھتے ہیں اور تم لوگوں کو اُس کے احکام اِسی طرح تعلیم فرمائینگے جیسے کہ شریعت کے اور احکام تعلیم کر چکے ہیں اور خود اُس کا عمل کر کے دکھائیں گے جیسا کہ اور چیزوں کا عمل کر کے دکھایا ہے۔ پس آنحضرت روانگی کے ارادے سے نکلے اور لوگ بھی اُن کے ساتھ نکلے۔ یہ بھاتے ہوئے کہ دیکھتے جائیں کہ حضرت کیا کیا کرتے ہیں تاکہ وہ بھی اُسی طرح کریں پس آنحضرت نے اُن سب کے ساتھ حج ادا کیا پس اُس موقعہ پر جناب رسولِ خدا کے ساتھ خود اہلِ مدینہ میں سے اور آس پاس کے رہنے والوں اور بدوؤں میں سے سب ملا کر ستر ہزار آدمی یا زیادہ تھے اور یہ اصحابِ موسےٰ کی اُس تعداد کے موافق تھے جن سے اُن حضرت نے ہارون علیہ السّلام کی بعیت لی تھی۔ اور اُن سب نے بعیت توڑ کر گوسالہ پرستی اور سامری کا اتباع اختیار کر لیا تھا اُسی طرح جناب رسولِ خدا نے علیؑ ابن ابیطالبؑ کی بعیت لی تھی اور ان لوگوں نے بھی بعیت توڑی اور اِس اُمّت نے گوسالہ کا اتباع کیا تاکہ اُمّتِ موسےٰ سے تشبیہ پوری پوری ہو جائے۔

مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک صدائے لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ مسلسل سنائی دیتی تھی جب آنحضرت نے موقف میں جا کر قیام فرمایا تو جبرئیلِ امین منجانب رب العالمین آئے اور یہ پیغام لائے کہ یا رسول اللہ خدائے تعالےٰ آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے تمہاری اجل کا اور تمہاری مُدّت کا اندازہ کیا اور ہم اب تمہیں اپنے حضور میں بُلانے والے ہیں یہ مشیّت ہماری حتمی ہے پس اب آپ اپنی وصیت پہنچا دیں اور عہد لے لیں اور آپ کے پاس علم اور میراثِ علوم الانبیا اور سلاح اور تابوت اور اپنے سے پہلے انبیا کی جو نشانیاں اور تبرکات ہیں وہ سب اپنے وصی اور اپنے خلیفہ اور میری حجّتِ بالغہ علیؑ ابن ابیطالب کے حوالے کر دیں اور اُس کو تمام آدمیوں کے سامنے اپنا قائم مقام اور علمِ ہدایت قرار دیدیں اور اِس عہد و پیمان کی تجدید کریں اور بعیت از سر نو لیں اور جس بات پر پہلے اِن سے بعیت لے چکے ہیں اور عہد و پیمان کر چکے ہیں وہ پھر اِن کو یاد دلا دیں تاکہ ولایتِ ولی سے مُنکر نہ ہو سکیں اور یہ سمجھ لیں کہ اُن کا مولا اور ہر مومن و مومنہ کا مولا علیؑ ابنِ ابیطالب ہے اِس لیے کہ میں نے اپنے انبیاء میں سے کسی نبیؐ کو اُس وقت تک نہیں اُٹھایا جب تک کہ اپنے اولیاء کی ولایت اور اپنے دشمنوں کی دشمنی کا حکم اُن کو جتا کر اپنے دین کو کامل اور اپنی نعمت کو پورا نہ کر دیا اور میری توحید اور میرے دین کی تکمیل اور میری نعمت کا میری خلق پر پورا ہونا اِسی بات پر موقوف ہے کہ میرے ولی کا اتباع اور اُس کی اطاعت کی جائے اِس لیے کہ میں اپنی زمین کو اپنے ولی سے خالی نہیں رکھتا ہوں کہ وہ میری مخلوق پر میری طرف سے حجّت ہو پس آج کے دن میں نے تمہارا دین اپنے ولی کی ولایت کے ساتھ کامل کر دیا۔ وہ ہر مومن و ہر مومنہ کا مولا ہے میرا خاص بندہ ہے میرے نبیؐ کا وصی ہے اور اُس کے بعد اُس کا خلیفہ ہے میری مخلوق پر میری حجّت ہے اُس کی اطاعت محمد مصطفےٰؐ کی اطاعت سے ملی ہوئی ہے اور اُس کی اطاعت محمد مصطفےٰ

کی اطاعت سے ملکر میری اطاعت سے ملی ہوئی ہے جس نے اُس کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت
کی اور جس نے اُس کی نافرمانی کی اُس نے یقیناً میری نافرمانی کی میں نے اُس کو اپنے مابین اور اپنی مخلوق
کے مابین نشان مقرر کیا ہے جس نے اُس کو پہچانا وہ مومن ہوگیا اور جس نے اُس کو نہ پہچانا وہ کافر رہا اور
جس نے اُس کی بیعت میں کسی اور کو شریک کیا وہ مشرک ہوگیا۔ اور جو اُس کی ولایت کے اقرار کے ساتھ
میرے حضور میں آئے گا یقیناً وہ داخلِ جنت ہوگا اور جو اُسکی عداوت کے ساتھ میرے پاس پہنچے گا وہ یقیناً
داخلِ جہنم ہوگا۔ پس اے محمدؐ آپ علیؑ کو علمِ ہدایت قائم کردیں اور اُن کے لیے بیعت لے لیں اور میرے عہد کی
اِن لوگوں کے ساتھ پھر تجدید کریں اور جو پیمان اِن سے آپ لے چکے ہیں اُسے پھر لے لیں اس لیے کہ میں
آپ کو اُٹھانے والا اور اپنی حضور میں بُلانے والا ہوں"۔ پس جناب رسولؐ خدا اپنی قوم سے عموماً اور اہلِ
نفاق و شقاق سے خصوصاً اندیشہ ناک تھے کہ یہ پھوٹ ڈالیں گے اور کفر کی طرف عود کریں گے چونکہ
اِن کی عداوت سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ علیؑ مرتضٰے کی طرف سے کیا کینہ اُن کے دلوں میں بھرا ہوا
ہے۔ پس حضرتؐ نے جبرئیلِ امینؑ سے یہ کہا کہ پروردگار عالم سے یہ سوال کرو کہ لوگوں کے شر سے مجھے
محفوظ رکھے اور اس بات کے منتظر رہے کہ جبرئیلِ امین خدا کی طرف سے حفاظت کی ضمانت لائیں اسلیے
اِس حکم کو پہنچانے میں اُس وقت تک تاخیر کی کہ مسجدِ خیف میں پہنچے پس جس وقت مسجدِ خیف میں پہنچے ہیں تو
جبرئیلِ امین پھر حکم لائے کہ لوگوں سے عہد لو اور علیؑ مرتضٰے کو علمِ ہدایت قائم کرو۔ مگر اِس وقت تک
منجانب اللہ حفاظت کا وعدہ نہیں آیا جو حضرتؐ کا مقصود تھا۔ پھر حضرتؐ روانہ ہوئے یہانتک کہ مکہ اور
مدینہ کے مابین کراع الغمیم تک پہنچے پھر جبرئیلِ امین آئے اور وہی حکم منجانب اللہ لائے جو پہلے آچکا تھا
مگر حفاظت کا وعدہ اب بھی نہیں تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیلؑ مجھے اپنی قوم سے اندیشہ ہے
کہ یہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے اور علیؑ کے بارے میں میرے قول کو قبول نہ کریں گے پھر حضرتؐ روانہ ہوگئے
اور جب غدیرِ خم پر پہنچے جو جحفہ کے سامنے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے اُس وقت جبرئیلؑ امین ایسے
وقت کہ ٹھیک پانچ گھنٹے دن چڑھا تھا انتہائی تاکیدی حکم مع وعدۂ عصمت و حفاظت لیکر آئے اور کہا
کہ یارسولؐ اللہ خدائے تعالےٰ آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور یہ فرماتا ہے یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ
اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فِیْ عَلِیٍّ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ
اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ○ (دیکھو صفحہ ۱۸۸ سطر ۲)
اِس قافلہ کا اگلا حصہ جحفہ کے قریب پہنچ چکا تھا لہٰذا حکم یہ آیا کہ جو لوگ آگے بڑھ گئے ہیں اُن کو واپس کرو
اور جو پیچھے رہ گئے ہیں اُن کو اسی جگہ روکو تاکہ علیؑ مرتضٰے کو کل آدمیوں کے لیے اپنا قائم مقام مقرر کرسکو
اور جو کچھ خدائے تعالےٰ نے علیؑ کے بارے میں نازل کیا ہے وہ لوگوں کو سُنا دو اور یہ بھی خبر پہنچا دی کہ اللہ تعالیٰ
نے آدمیوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھنے کی ضمانت فرمائی ہے۔ پس جب حفاظت کی ضمانت آگئی تو جناب

رسولِ خدا نے منادی کو حکم دیا کہ کل آدمیوں میں نداد یدے کہ اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ (سب کی نماز ایک ہی جگہ ہوگی) اور جو آگے بڑھ گئے ہیں اُن کو پیچھے ہٹا لائیں اور جو پیچھے رہ گئے ہیں اُن کو اس جگہ پہنچنے پر روک لیں پھر شارع عام کے دائیں کنارے سے ہٹ کر مسجدِ عزیر کے برابر پہنچ گئے اِس لیے کہ جبرئیلؑ امین نے خدا کے حکم سے اِسی مقام تک آنے کا حکم دیا تھا اور اُس مقام پر ایک پہاڑی تھی پس جنابِ رسولِ خدا نے حکم دیا کہ اِس کے دامن میں قیام کریں اور پتھروں سے منبر کی سی صورت تیار کر دیں تاکہ جب اُس کے اوپر بیٹھیں تو جنابِ رسولِ خدا کو کل آدمی دیکھ سکیں۔ پس آگے بڑھ جانے والے پلٹ کر آئے اور پیچھے آنے والے اُسی جگہ رُک گئے۔ ابھی یہ تانتا لگا ہوا ہی تھا کہ جنابِ رسولِ خدا اُن پتھروں کے اوپر تشریف فرما ہوئے۔ پھر خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا اس طرح فرمانی شروع کی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَلَا فِيْ تَوَحُّدِهٖ وَدَنَا فِيْ تَفَرُّدِهٖ وَجَلَّ فِيْ سُلْطَانِهٖ وَعَظُمَ فِيْ اَرْكَانِهٖ وَاَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَّهُوَ فِيْ مَكَانِهٖ وَقَهَرَ جَمِيْعَ الْخَلْقِ بِقُدْرَتِهٖ وَبُرْهَانِهٖ مَجِيْدًا لَّمْ يَزَلْ مَحْمُوْدًا لَّا يَزَالُ بَارِئُ الْمَسْمُوْكَاتِ وَدَاحِي الْمَدْحُوَّاتِ وَجَبَّارُ الْاَرْضِيْنَ وَالسَّمٰوٰتِ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ مُتَفَضِّلٌ عَلٰى جَمِيْعِ مَنْ بَرَاَهٗ مُتَطَوِّلٌ عَلٰى جَمِيْعِ مَنْ اَنْشَاَهٗ يَلْحَظُ كُلَّ عَيْنٍ وَّالْعُيُوْنُ لَا تَرَاهُ كَرِيْمٌ حَلِيْمٌ ذُوْ اَنَاةٍ قَدْ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ بِرَحْمَتِهٖ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ بِنِعْمَتِهٖ لَا يَعْجَلُ بِانْتِقَامِهٖ وَلَا يُبَادِرُ اِلَيْهِمْ بِمَا اسْتَحَقُّوْا مِنْ عَذَابِهٖ قَدْ فَهِمَ السَّرَآئِرَ وَعَلِمَ الضَّمَآئِرَ وَلَا تَخْفٰى عَلَيْهِ الْمَكْنُوْنَاتُ وَلَا اشْتَبَهَتْ عَلَيْهِ الْخَفِيَّاتُ لَهُ الْاِحَاطَةُ بِكُلِّ شَيْءٍ

ترجمہ۔ رحمٰن (و) رحیم خدا کے نام سے (شروع کرتا ہوں) سب تعریف اُسی خدا کے لیے زیبا ہے جو اپنی توحید میں (لوگوں کے خیالات سے) دور و برتر ہے اور اپنی یکتائی میں نزدیک ہے اور اپنی سلطنت میں غالب اور اپنی خدائی کے اصول میں عظیم الشان ہے جو چیز جہاں جہاں ہے اُس کے احاطۂ علم سے باہر نہیں تمام مخلوق پر اپنی قدرت اور اپنی دلیل سے غالب ہے ایسا صاحب عزت و بزرگی کہ ہمیشہ سے ہے اور ایسا لائق حمد کہ ہمیشہ رہیگا تمام بلند چیزوں کا پیدا کرنیوالا اور تمام بچھی ہوئی چیزوں کا بچھانے والا زمینوں کا اور آسمانوں کا انتظام کرنے والا۔ سب سے زیادہ پاک و پاکیزہ جسکے سب نام لیوا ہیں تمام فرشتوں کا اور روح کا پروردگار جن جن چیزوں کو پیدا کیا ہے اُن سب پر احسان و انعام کرنے والا ہر آنکھ کو خود دیکھتا ہے حالانکہ آنکھیں اُس کو نہیں دیکھتیں۔ صاحب کرم بردبار بتدریج کام کرنے والا جس نے ہر شے کو اپنی وسیع رحمت سے حصہ دیا ہے اور اپنی نعمت سے مخلوق پر احسان کیا ہے انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا نہ عذاب دینے میں جسکے لوگ مستحق بھی ہوں پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے اور دلوں کے حال سے آگاہ ہے پوشیدہ باتیں اُس پر چھپی نہیں رہتیں اور نہ خفیہ باتوں میں اُس کو کوئی شبہہ پڑ سکتا ہے۔ ہر شے پر اُس کا احاطہ ہے اور ہر چیز پر اُس کا

وَالْغَلَبَةُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَالْقُوَّةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ وَالْقُدْرَةُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ مُنْشِئُ
الشَّيْءِ حِينَ لَا شَيْءَ دَائِمٌ قَائِمٌ بِالْقِسْطِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ جَلَّ عَنْ أَنْ تُدْرِكَهُ
الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ لَا يَلْحَقُ أَحَدٌ وَصْفَهُ مِنْ مُعَايَنَتِهِ
وَلَا يَجِدُ أَحَدٌ كَيْفَ هُوَ مِنْ سِرٍّ وَعَلَانِيَةٍ إِلَّا بِمَا دَلَّ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى نَفْسِهِ وَأَشْهَدُ بِأَنَّهُ الَّذِي
مَلَأَ الدَّهْرَ قُدْسُهُ وَالَّذِي يَغْشَى الْأَبَدَ نُورُهُ وَالَّذِي يُنْفِذُ أَمْرَهُ بِلَا مُشَاوَرَةِ مُشِيرٍ
وَلَا مَعَهُ شَرِيكٌ فِي تَقْدِيرٍ وَلَا تَفَاوُتَ فِي تَدْبِيرٍ صَوَّرَ مَا ابْتَدَعَ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ وَخَلَقَ مَا خَلَقَ
بِلَا مَعُونَةٍ مِنْ أَحَدٍ وَلَا تَكَلُّفٍ وَلَا احْتِيَالٍ أَنْشَأَهَا فَكَانَتْ وَبَرَأَهَا فَبَانَتْ وَهُوَ اللّٰهُ الَّذِي
لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْمُتْقِنُ بِالصَّنْعَةِ الْحَسَنُ الصَّنِيعَةِ الْعَدْلُ الَّذِي لَا يَجُورُ وَالْأَكْرَمُ الَّذِي
تُرْجَعُ إِلَيْهِ الْأُمُورُ وَأَشْهَدُ أَنَّهُ الَّذِي تَوَاضَعَ كُلُّ شَيْءٍ لِقُدْرَتِهِ وَخَضَعَ كُلُّ شَيْءٍ لِهَيْبَتِهِ
مَالِكُ الْأَمْلَاكِ وَمُفَلِّكُ الْأَفْلَاكِ وَمُسَخِّرُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُسَمًّى يُكَوِّرُ
اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا قَاصِمُ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ وَمُهْلِكُ كُلِّ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) غلبہ ہے ہر چیز میں اُسکی قوت ساری ہے اور ہر چیز پر اُس کی قدرت حاوی ہے۔کوئی شے
اُس کے مانند نہیں ہے اور وہی شے کا پیدا کرنے والا ہے جبکہ کوئی شے موجود نہ تھی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ عدل
والانصاف کے ساتھ باقی رہیگا اُس زبردست حکمت والے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اُس کی شان اِس سے زیادہ
ہے کہ بینائیاں اُس کا اِدراک کر سکیں حالانکہ وہ بینائیوں کا ادراک کرتا ہے اور وہ بڑا باریک بیں اور کار آگاہ
ہے کوئی شخص اُس کے اوصاف کو ازروے معائنہ بیان نہیں کر سکتا اور نہ کوئی ظاہر یا باطن کی رو سے یہ سمجھ سکتا ہے
کہ وہ کیا ہے ہاں اُنہی چیزوں سے اُس کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے جن کو کہ اُس نے اپنی ذات (کی معرفت)
کے لیے قائم کیا ہے اور میں اِس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اُس کی قدوسیت تمام عالم پر حاوی اور اُس کا نور
ابدالآباد پر غالب ہے اور اُس کا حکم بغیر کسی مشورہ دینے والے کے مشورہ کے نافذ و جاری ہے۔معاملات کے
اندازہ کرنے میں کوئی اُس کا شریک نہیں اور اُس کی تدبیر میں اختلاف نہیں ہے جس چیز کی اُس نے صورت بنائی ہی بنائی
(یعنی اُس کی کوئی مثال پہلے سے موجود نہ تھی) اور جو کچھ بھی پیدا کیا اس طرح پیدا کیا کہ نہ کسی کی مدد لینی پڑی اور نہ تکلیف اُٹھانی
پڑی اور نہ کوئی حیلہ کرنا پڑا پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور وہ ہو گئی اور جس وقت اُسے پیدا کر دیا وجود میں آگئی اور وہ وہی خدا ہے جسکے سوا
کوئی معبود نہیں۔جو کاریگری میں پختہ ہے اچھی اچھی چیزیں بنانے والا ایسا منصف کہ کبھی ظلم نہیں کرتا اور ایسا کریم کہ تمام اُمور کی بازگشت
اُسی کی طرف ہوگی اور میں اِس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہر چیز اُسکی قدرت کے آگے پست اور ہر شے اُس کی ہیبت سے سرنگوں
ہے تمام ذیشانوں کا وہ مالک اور تمام آسمانوں کا گردش دینے والا سورج اور چاند کو کام میں لگانے والا کہ ان میں سے ہر ایک معین وقت کیلیے
گردش میں ہے وہ رات کو دن پر مشتمل کر دیتا ہے اور دن کو رات پر غالب کہ ایک دوسرے کے پیچھے لگا چلا جاتا ہے ہر کینہ توز ظالم کا سر توڑنے والا ہے اور

شَیْطَانٍ مَرِیْدٍ لَمْ یَکُنْ مَعَهٗ ضِدٌّ وَلَا نِدٌّ اَحَدٌ صَمَدٌ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَهٗ
کُفُوًا اَحَدٌ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّرَبٌّ مَاجِدٌ یَشَآءُ فَیُمْضِیْ وَیُرِیْدُ فَیَقْضِیْ وَیَعْلَمُ وَیُحْصِیْ
وَیُمِیْتُ وَیُحْیِیْ وَیُفْقِرُ وَیُغْنِیْ وَیُضْحِكُ وَیُبْکِیْ وَیُدْنِیْ وَیُقْصِیْ وَیَمْنَعُ وَیُعْطِیْ لَهُ
الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یُوْلِجُ اللَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ
النَّهَارَ فِی اللَّیْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ مُسْتَجِیْبُ الدُّعَآءِ وَمُجْزِلُ الْعَطَآءِ مُحْصِی
الْاَنْفَاسِ وَرَبُّ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ لَا یُشْکِلُ عَلَیْهِ شَیْءٌ وَلَا یُضْجِرُهٗ صُرَاخُ الْمُسْتَصْرِخِیْنَ
وَلَا یُبْرِمُهٗ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّیْنَ الْعَاصِمُ لِلصَّالِحِیْنَ وَالْمُوَفِّقُ لِلْمُفْلِحِیْنَ وَمَوْلَی الْعَالَمِیْنَ
الَّذِی اسْتَحَقَّ مِنْ کُلِّ مَنْ خَلَقَ اَنْ یَّشْکُرَهٗ وَیَحْمَدَهٗ عَلَی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالشِّدَّةِ
وَالرَّخَآءِ وَاُوْمِنُ بِهٖ وَبِمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ اَسْمَعُ اَمْرَهٗ وَاُطِیْعُ وَاُبَادِرُ اِلٰی
کُلِّ مَا یَرْضَاهُ وَاَسْتَسْلِمُ لِقَضَآئِهٖ رَغْبَةً فِیْ طَاعَتِهٖ وَخَوْفًا مِّنْ عُقُوْبَتِهٖ لِاَنَّهٗ

(ترجمہ بسلسلۂ صفحۂ گذشتہ) ہر سرکش شیطان کا ہلاک کرنے والا، نہ اُس کا کوئی مدمقابل ہے اور نہ اُس کا کوئی شریک
یکتا ہے بے نیاز ہے نہ اُس کا کوئی فرزند ہے اور نہ وہ کسی کا فرزند ہے اور نہ اُس کے جوڑ کا کوئی ہے معبودِ
یکتا اور پروردگارِ بزرگ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اُسے فوراً فیصل کر دیتا ہے
وہ جانتا ہے اور کماحقہ جانتا ہے وہ مارتا ہے اور جلاتا ہے وہی فقیر کرتا ہے اور وہی امیر وہی ہنساتا ہے
اور وہی رُلاتا ہے۔ وہی قریب کرتا ہے وہی دور کرتا ہے وہی روک لیتا ہے اور وہی عطا کرتا ہے۔ ہر طرح کا
اختیار اُسی کو ہے اور ہر طرح کی تعریف اُسی کے لیے ہے سب خیر و خوبی اُسی کے ہاتھ ہے اور وہی ہر چیز پر
قدرت رکھنے والا ہے رات کو دن میں ٹھونس دیتا ہے اور دن کو رات میں ٹھونس دیتا ہے۔ سوائے اُس
زبردست بڑے بخشنے والے کے اور کوئی معبود نہیں ہے۔ دعا کا قبول کرنے والا اور عطیات کا دل کھول کر
دینے والا تمام جنوں اور آدمیوں کا پرورش کرنے والا اُس کے لیے کوئی چیز بھی مشکل نہیں ہے نہ فریاد کرنے والوں
کی فریاد اُس کو پریشان کر سکتی ہے اور نہ گریہ و زاری کرنے والوں کی گریہ و زاری اُس کو تنگ اور عاجز کر سکتی
ہے۔ نیک بندوں کا بچانے والا اور فلاح پانے والوں کو توفیق دینے والا، تمام عالموں کا سردار، ہر اُس شخص
کے ذمے جس جس کو پیدا کیا یہ استحقاق رکھتا ہے کہ وہ اُس کا شکر ادا کرے اور ہر ایک خوشی اور ناخوشی
اور سختی اور آسانی کی حالت میں اُس کی تعریف کرے۔ میں اُس پر، اُس کے فرشتوں پر، اُس کی کتابوں پر اور
اُس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں اُس کے حکم کو سنتا ہوں اور اُس کی اطاعت کے لیے حاضر اور جو کچھ اُس
کو پسند ہے اُس کے بجا لانے پر تیار اور اُس کا فیصلہ ماننے پر مستعد، اس خواہش سے بھی کہ اُس
کی اطاعت کے لیے آمادہ ہوں اور اس خوف سے بھی کہ اُس کی عقوبت سے ڈرتا ہوں کیونکہ اُس کے

الَّذِی لَا یُؤْمَنُ مَکْرُہٗ وَلَا یُخَافُ جَوْرُہٗ اُقِرُّ لَہٗ عَلٰی نَفْسِی بِالْعُبُودِیَّۃِ وَاَشْہَدُ لَہٗ بِالرُّبُوبِیَّۃِ وَاُؤَدِّی مَا اُوحِیَ اِلَیَّ حَذَرًا مِّنْ اَنْ لَّا اَفْعَلَ فَتَحُلَّ بِی مِنْہُ قَارِعَۃٌ لَا یَدْفَعُہَا عَنِّی اَحَدٌ وَّاِنْ عَظُمَتْ حِیلَتُہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ لِاَنَّہٗ قَدْ اَعْلَمَنِی اَنِّی اِنْ لَّمْ اُبَلِّغْ مَا اَنْزَلَ اِلَیَّ فَمَا بَلَّغْتُ رِسٰلَتَہٗ وَقَدْ ضَمِنَ لِی تَبَارَکَ وَتَعَالَی الْعِصْمَۃَ وَہُوَ اللّٰہُ الْکَافِی الْکَرِیْمُ فَاَوْحٰی اِلَیَّ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰٓاَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فِی عَلِیٍّ وَّاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ مَعَاشِرَ النَّاسِ مَا قَصَّرْتُ فِی تَبْلِیْغِ مَآ اَنْزَلَہٗ وَاَنَا مُبَیِّنٌ لَّکُمْ سَبَبَ ہٰذِہِ الْاٰیَۃِ اِنَّ جِبْرَئِیْلَ ہَبَطَ اِلَیَّ مِرَارًا ثَلٰثًا یَاْمُرُنِی عَنِ السَّلَامِ رَبِّی وَہُوَ السَّلَامُ اَنْ اَقُوْمَ فِی ہٰذَا الْمَشْہَدِ فَاُعْلِمَ کُلَّ اَبْیَضَ وَّاَسْوَدَ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَخِی وَوَصِیِّی وَخَلِیْفَتِی وَالْاِمَامُ مِنْ بَعْدِی الَّذِی مَحَلُّہٗ مِنِّی مَحَلَّ ہٰرُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِی وَہُوَ وَلِیُّکُمْ بَعْدَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیَّ بِذٰلِکَ اٰیَۃً مِّنْ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گذشتہ) بدلہ لینے سے بےخوف نہ ہونا چاہیے اور اِس بات سے ڈرنا نہ چاہیے کہ اُس کی طرف سے کوئی ظلم ہوگا میں اپنی ذات کے لیے اپنے بندہ ہونے کا اقرار کرتا ہوں اور اُس کے مالک ہونے کی گواہی دیتا ہوں اور جو کچھ اُس نے میری طرف وحی فرمائی ہے اُسے ادا کرتا ہوں۔ اِس خوف سے کہ اگر میں ایسا نہ کروں تو مجھ پر ایسی بلا نازل ہوگی کہ جسے مجھسے کوئی دفع نہ کرسکے گا خواہ کیسا ہی بڑا تدبیر کرنے والا کیوں نہ سوائے اُس خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اُس نے مجھے اطلاع دی ہے کہ جو حکم اِسوقت مجھپر نازل کیا گیا ہے اگر میں اُسے نہ پہنچاؤں تو گویا میں نے اُس کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اُس بزرگ و برتر خدا نے اِس بات کی ضمانت فرمائی ہے کہ وہ مجھے آدمیوں کے شر سے محفوظ رکھے گا اور اللہ خود کافی اور کریم ہے جس نے میرے پاس اِن لفظوں میں وحی فرمائی ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے رسولؐ! جو کچھ تمہارے پاس علیؑ کے بارے میں تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچادو اور اگر ایسا نہ کیا تو گویا تم نے اُس کی رسالت ہی نہ پہنچائی اور اللہ آدمیوں کے شر سے تم کو محفوظ رکھے گا۔ اے لوگو جو کچھ بھی اُس نے نازل فرمایا میں نے اُس کے پہنچانے میں کبھی کوتاہی نہیں کی اور اب میں اِس آیت کی شانِ نزول بھی تمہارے سیے کھولکر بیان کرتا ہوں کہ جبرئیلؑ میرے پاس تین مرتبہ آئے اور میرے پروردگار کی طرف سے جو خود سلام ہے یہ حکم مع سلام لائے کہ میں اِس مقام پر کھڑا ہوں اور ہر گورے اور کالے کو یہ اطلاع دوں کہ علیؑ ابن ابیطالبؑ میرے بھائی اور میرے وصی اور میرے خلیفہ اور میرے بعد امام ہیں۔ اُن کی منزلت مجھسے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسےٰؑ سے تھی فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا ہاں وہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے بعد تم سب کا ولی ضرور ہے۔ اور اِس بارے میں اللہ تعالےٰ نے مجھپر اپنی کتاب میں ایک آیت

كِتَابِهٖ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْطَالِبٍ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَهُوَ رَاكِعٌ يُرِيْدُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِيْ كُلِّ حَالٍ وَسَاَلْتُ جِبْرَئِيْلَ اَنْ يَّسْتَعْفِيَ لِيْ عَنْ تَبْلِيْغِ ذٰلِكَ اِلَيْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ لِعِلْمِيْ بِقِلَّةِ الْمُتَّقِيْنَ وَكَثْرَةِ الْمُنَافِقِيْنَ وَاِدْغَالِ الْاٰثِمِيْنَ وَحِيَلِ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ بِالْاِسْلَامِ الَّذِيْنَ وَصَفَهُمُ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ بِاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ وَكَثْرَةِ اَذَاهُمْ لِيْ غَيْرَ مَرَّةٍ حَتّٰى سَمَّوْنِيْ اُذُنًا وَزَعَمُوْا اَنِّيْ كَذٰلِكَ لِكَثْرَةِ مُلَازَمَتِهٖ اِيَّايَ وَاِقْبَالِيْ عَلَيْهِ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْ ذٰلِكَ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ عَلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهٗ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ الْاٰيَةَ وَلَوْ شِئْتُ اَنْ اُسَمِّيَ بِاَسْمَائِهِمْ لَسَمَّيْتُ وَاَنْ اُوْمِيَ اِلَيْهِمْ بِاَعْيَانِهِمْ لَاَوْمَاْتُ وَاَنْ اَدُلَّ عَلَيْهِمْ لَدَلَلْتُ وَلٰكِنِّيْ وَاللّٰهِ فِيْ اُمُوْرِهِمْ قَدْ تَكَرَّمْتُ وَ

(ترجمہ بسلسلۂ صفحۂ گذشتہ) نازل فرماچکاہے وہ یہ ہے۔ سوائے اِس کے نہیں ہے کہ تمہارا ولی اللہ ہے اور اُس کا رسولؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے نماز پڑھتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں اور علیؑ ابن ابیطالبؑ نے نماز پڑھی اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی اور ہر حال میں خدا کی خوشنودی اُس کے مدِّنظر تھی اور اے لوگو میں نے جبرئیلؑ امین سے یہ خواہش کی کہ خدائے تعالےٰ مجھے اس حکم کے تم تک پہنچانے سے معاف دے اِس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ متقی تم میں بہت کم ہیں اور منافق زیادہ اور گنہگار چالیں چلنے کو تیار اور اسلام کی ہنسی اُڑانے والے حیلہ جوئی کے لیے مستعد یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر خدائے تعالےٰ اپنی کتاب میں اِس طرح فرماتا ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے وہ کچھ کہتے ہیں جو کچھ اُن کے دلوں میں نہیں ہوتا اور وہ اِسے معمولی بات سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی سخت بات ہے اور وہ مجھے کتنی ہی دفعہ تکلیفیں بھی بہت دے چکے ہیں یہانتک کہ میرا نام رکھا کہ یہ کان ہی کان ہیں اور میری نسبت گمان بھی کرلیا کہ میں ایسا ہی ہوں اِس وجہ سے کہ میں علیؑ کو اپنے پاس زیادہ رکھتا ہوں اور اُن کی طرف توجہ زیادہ کرتا ہوں یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے اِس بارے میں مجھپر یہ آیت نازل کی اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو نبیؐ کو ایذا دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ وہ کان ہی کان ہیں تم اُن لوگوں کے برخلاف جو تم کو ایسا سمجھتے ہیں یہ کہدو کہ تمہارے لیے اُن کا کان ہونا بہتر ہے اور اگر میں یہ چاہوں کہ اُن کے نام تبلادوں تو بتلاسکتا ہوں اور اگر یہ چاہوں کہ اُن کی طرف اشارہ کردوں تو کرسکتا ہوں اور اگر یہ چاہوں کہ اُن کا پتہ بتادوں تو بتاسکتا ہوں لیکن واللہ میں نے اُن کے تمام معاملات میں اخلاقِ کریمانہ کا برتاؤ کیا ہے مگر اللہ تعالےٰ نے میرا یہ کوئی عذر قبول نہیں فرماتا اور یہی حکم دیتا ہے کہ میری طرف جو کچھ ہو وقت

كُلُّ ذٰلِكَ لَا يَرْضَى اللّٰهُ مِنِّي اِلَّا اَنْ اُبَلِّغَ مَا اُنْزِلَ اِلَيَّ ثُمَّ تَلَا يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ
مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ
فَاعْلَمُوْا مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ نَصَبَهٗ لَكُمْ وَلِيًّا وَّاِمَامًا مُّفْتَرَضًا طَاعَتُهٗ
عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَعَلَى التَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ وَّعَلَى الْبَادِيْ وَالْحَاضِرِ
وَعَلَى الْاَعْجَمِيِّ وَالْعَرَبِيِّ وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوْكِ وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَعَلَى الْاَبْيَضِ وَالْاَسْوَدِ
وَعَلٰى كُلِّ مُوَحِّدٍ مَّاضٍ حُكْمُهٗ جَائِزٌ قَوْلُهٗ نَافِذٌ اَمْرُهٗ مَلْعُوْنٌ مَّنْ خَالَفَهٗ مَرْحُوْمٌ
مَّنْ تَبِعَهٗ وَمَنْ صَدَّقَهٗ فَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَلِمَنْ سَمِعَ مِنْهُ وَاَطَاعَ لَهٗ مَعَاشِرَ النَّاسِ
اِنَّهٗ اٰخِرُ مَقَامٍ اَقُوْمُهٗ فِيْ هٰذَا الْمَشْهَدِ فَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَانْقَادُوْا لِاَمْرِ رَبِّكُمْ
فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ رَبُّكُمْ وَوَلِيُّكُمْ وَاِلٰهُكُمْ ثُمَّ مِنْ دُوْنِهٖ رَسُوْلُهٗ مُحَمَّدٌ
وَلِيُّكُمُ الْقَائِمُ الْمُخَاطِبُ لَكُمْ ثُمَّ مِنْ بَعْدِيْ عَلِيٌّ وَّلِيُّكُمْ وَاِمَامُكُمْ بِاَمْرِ اللّٰهِ
رَبِّكُمْ ثُمَّ الْاِمَامَةُ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ مِنْ وُّلْدِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تَلْقَوْنَ اللّٰهَ وَ

(ترجمہ بسلسلۂ صفحۂ گزشتہ) نازل کیا ہے وہ پہنچا دوں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اے رسولؐ جو کچھ علیؑ کے بارے میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نازل کیا گیا ہے وہ پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو (گویا) تمنے اُسکی رسالت ہی نہ پہنچائی اور اللہ آدمیوں کے شر سے تمکو محفوظ رکھیگا۔ سو اَے لوگو! تم سمجھ لو کہ اللہ نے علیؑ کو یقیناً تمہارے واسطے ایسا ولی اور ایسا امام مقرر کر دیا ہے جسکی اطاعت مہاجرین پر بھی لازم ہے اور انصار پر بھی اور جو نیکی میں اُنکے تابع ہیں اُنپر بھی اور جنگلی پر بھی اور شہری پر بھی عجمی پر بھی اور عربی پر بھی آزاد پر بھی اور غلام پر بھی بچے پر بھی اور بوڑھے پر بھی گورے پر بھی اور کالے پر بھی اور ہر خدا کے یکتا ماننے والے پر اُس کا حکم جاری ہوگا اُسکا قول ماننا پڑیگا اُسکا فرمان نافذ ہوگا جو اُسکی مخالفت کریگا ملعون ہو جائیگا اور جو اُس کی متابعت اور اُسکی تصدیق کریگا اُس پر رحم کیا جائیگا کہ اللہ نے خود اُسکو مغفور فرمایا ہے اور جو شخص اُسکی بات سُنیگا اور اُسکی اطاعت کریگا اُسکو بھی۔ اے لوگو! یہ آخری مقام ہے کہ میں اِس جگہ اُسکو قائم مقام بناتا ہوں پس تم سنو اور مانو اور اپنے پروردگار کے حکم کی اطاعت کرو کہ خدائے عزوجل تمہارا پروردگار اور تمہارا ولی اور تمہارا معبود ہے پھر اُس کے بعد اُسکا رسول محمدؐ تمہارا ولی ہے جو اِسوقت کھڑا ہوا تم سے بات کر رہا ہے پھر میرے بعد تمہارے پروردگار کے حکم سے علیؑ تمہارا ولی اور تمہارا امام ہے پھر قیامت کے دن تک یعنی اُس دن تک کہ تم اللہ اور اُسکے رسولؐ کے حضور میں پہنچو گے امامت میری اولاد میں چلی جائیگی جو علیؑ کے صلب سے ہوگی کوئی چیز حلال نہ ہوگی سوائے اُسکے جسے اللہ نے حلال قرار دیا اور کوئی چیز حرام نہ ہوگی سوائے اُسکے جسکو

رَسُوْلُهٗ لَا حَلَالَ اِلَّا مَا اَحَلَّهُ اللّٰهُ وَلَا حَرَامَ اِلَّا مَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَرَّفَنِی الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ
وَاَنَا اَفْضَیْتُ بِمَا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ مِنْ کِتَابِهٖ وَحَلَالِهٖ وَحَرَامِهٖ اِلَیْهِ مَعَاشِرَ النَّاسِ
مَا مِنْ عِلْمٍ اِلَّا وَقَدْ اَحْصَاهُ اللّٰهُ فِیَّ وَکُلُّ عِلْمٍ عُلِّمْتُهٗ فَقَدْ اَحْصَیْتُهٗ فِیْ عَلِیٍّ اِمَامِ
الْمُتَّقِیْنَ وَمَا مِنْ عِلْمٍ اِلَّا وَقَدْ عَلَّمْتُهٗ عَلِیًّا وَّهُوَ الْاِمَامُ الْمُبِیْنُ مَعَاشِرَ النَّاسِ
لَا تَضِلُّوْا عَنْهُ وَلَا تَنْفِرُوْا مِنْهُ وَلَا تَسْتَنْکِفُوْا مِنْ وِّلَایَتِهٖ فَهُوَ الَّذِیْ یَهْدِیْ
اِلَی الْحَقِّ وَیَعْمَلُ بِهٖ وَیُزْهِقُ الْبَاطِلَ وَیَنْهٰی عَنْهُ وَلَا تَاْخُذُهٗ فِی اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ
ثُمَّ اِنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالَّذِیْ فَدٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ بِنَفْسِهٖ وَالَّذِیْ
كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا اَحَدَ یَعْبُدُ اللّٰهَ مَعَ رَسُوْلِهٖ مِنَ الرِّجَالِ غَیْرُهٗ مَعَاشِرَ النَّاسِ
فَضِّلُوْهُ فَقَدْ فَضَّلَهُ اللّٰهُ وَاقْبَلُوْهُ فَقَدْ نَصَبَهُ اللّٰهُ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّهٗ اِمَامٌ مِّنَ اللّٰهِ
وَلَنْ یَّتُوْبَ اللّٰهُ عَلٰی اَحَدٍ اَنْکَرَ وِلَایَتَهٗ وَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهٗ حَتْمًا عَلَی اللّٰهِ اَنْ یَّفْعَلَ ذٰلِكَ
بِمَنْ خَالَفَ اَمْرَهٗ فِیْهِ وَاَنْ یُّعَذِّبَهٗ عَذَابًا نُکْرًا اَبَدًا لْاٰبَادِ وَدَهْرَ الدُّهُوْرِ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) اللہ نے حرام قرار دیا اُس نے مجھے حلال وحرام پہچنوا دیا اور میں نے اپنے پروردگار کی کتاب کا علم اور حلال وحرام کا علم علیؑ کے سپرد کر دیا۔ اے لوگو! کوئی علم ایسا نہیں ہے جسے خدائے تعالےٰ نے میری ذات میں احصا نہ فرما دیا ہو اور میں نے وہ امام المتقین علیؑ کے سپرد نہ کر دیا ہو کوئی علم ایسا نہیں ہے کہ میں نے علیؑ کو تعلیم نہ کیا ہو امام مبین یہی ہے۔ لوگو! اس سے بہک کر اور طرف نہ جانا اس سے الگ نہ ہونا اور اسکو حاکم بنانے سے نفرت نہ کرنا اس لیے کہ یہی حق کی ہدایت کریگا اور یہی حق پر عمل کریگا اور یہی باطل کو مضمحل کرے گا اور یہی اُس سے باز رکھے گا اور اللہ کے کام سے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اُسے باز نہ رکھے گی پھر یہ بھی سمجھ لو کہ یہی پہلا شخص ہے جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لایا اور جس نے رسولؐ پر اپنی جان فدا کی اور رسولؐ کے ساتھ ہو کر اللہ کی عبادت ایسی حالت میں کرتا رہا کہ کوئی اور شخص مردوں میں سے رسولؐ اللہ کا ساتھی نہ تھا۔ لوگو! اس کی فضیلت تسلیم کرو کہ اِسے اللہ نے فضیلت دی ہے اور اِس کی امامت کو مانو کہ اللہ نے اُس کو امام مقرر کیا ہے۔ لوگو! یہ اللہ کی طرف سے امام ہے اور اللہ کسی ایسے شخص کی توبہ قبول نہ کرے گا جو اس کی ولایت کا منکر ہو اور ہرگز اُسے نہ بخشے گا اور اللہ پر لازم ہے کہ جو علیؑ کے بارے میں اُس کے حکم کی مخالفت کرے اُس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرے کہ اُس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سخت سے سخت اور انوکھے سے انوکھا عذاب دے پس تم اِس کی مخالفت سے بچتے رہنا کہ کہیں اُس آگ میں نہ چلے جاؤ جس کا ایندھن آدمی

فَاحْذَرُوْا اَنْ تُخَالِفُوْہُ فَتَصْلَوْا نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ اَیُّھَا النَّاسُ بِیْ وَاللّٰہِ بُشِّرَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْحُجَّۃُ عَلٰی جَمِیْعِ الْمَخْلُوْقِیْنَ مِنْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِیْنَ فَمَنْ شَکَّ فِیْ ذٰلِکَ فَھُوَ کَافِرٌ کُفْرَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی وَمَنْ شَکَّ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ قَوْلِیْ ھٰذَا فَقَدْ شَکَّ فِی الْکُلِّ مِنْہُ وَالشَّاکُّ فِی الْکُلِّ فَلَہُ النَّارُ مَعَاشِرَ النَّاسِ حَبَانِیَ اللّٰہُ بِھٰذِہِ الْفَضِیْلَۃِ مَنًّا مِّنْہُ عَلَیَّ وَاِحْسَانًا مِّنْہُ اِلَیَّ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْحَمْدُ مِنِّیْ اَبَدَ الْاٰبِدِیْنَ وَدَھْرَ الدَّاھِرِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ مَعَاشِرَ النَّاسِ فَضِّلُوْا عَلِیًّا فَاِنَّہٗ اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدِیْ مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی بِنَا اَنْزَلَ اللّٰہُ الرِّزْقَ وَبَقِیَ الْخَلْقُ مَلْعُوْنٌ مَّلْعُوْنٌ مَّغْضُوْبٌ مَّغْضُوْبٌ مَّنْ رَّدَّ قَوْلِیْ ھٰذَا وَاِنْ لَّمْ یُوَافِقْہُ اَلَا اِنَّ جِبْرَئِیْلَ اَخْبَرَنِیْ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِذٰلِکَ وَیَقُوْلُ مَنْ عَادٰی عَلِیًّا وَّلَمْ یَتَوَلَّہٗ فَعَلَیْہِ لَعْنَتِیْ وَغَضَبِیْ فَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰہَ اَنْ تُخَالِفُوْہُ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوْتِھَا اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّہٗ جَنْبُ اللّٰہِ اَنْزَلَ فِیْ کِتَابِہٖ

(ترجمہ سلسلہ صفحہ گزشتہ) ہونگے اور پتھر وہ کافروں ہی کے لیے تیار کی گئی ہے - لوگو! میرے ہی سبب سے پہلوں کو بشارت دی گئی ہے نبی ہوں تو رسول ہوں تو اور میں ہی تمام نبیوں اور رسولوں کا خاتمہ ہوں اور تمام مخلوق پر کہ وہ آسمانوں کے رہنے والے ہوں تو اور زمینوں کے رہنے والے ہوں تو خدا کی حجت ہوں پس جو اس میں شک کرے وہ ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ اب سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں کافر ہوا کرتے تھے اور جو میرے ... اس قول میں کچھ بھی شک کرے تو اس نے گویا کل امور میں شک کیا اور جو کل باتوں میں شک کرنے والا ہے جہنم اُس کے واسطے تیار رہے - لوگو! اللہ تعالےٰ نے اپنے احسان و کرم سے جو مجھ پر ہر دم مبذول ہے یہ فضیلت مجھے عطا فرمائی ہے اُس خدا کے سوا کوئی معبود نہیں میں ہمیشہ ہمیشہ سے ہر حال میں اُسی کی حمد و ثنا کرتا رہا ہوں - لوگو! علیؑ کو بزرگ جانو کہ وہ میرے بعد کل لوگوں سے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت افضل ہے - ہمارے ہی سبب سے اللہ تعالےٰ رزق نازل فرماتا ہے اور سب مخلوق اُسی سے باقی ہے جو شخص میرے اس قول کو رد کرے وہ ملعون ہے ملعون ہے مغضوب ہے مغضوب ہے اگرچہ اُس کے خیال کے موافق نہ ہو - آگاہ ہو جاؤ کہ جبرئیل امین نے مجھے خدائے تعالےٰ کی طرف سے خبر پہنچائی ہے اور وہ خود یہ فرماتا ہے کہ جو شخص علیؑ سے دشمنی کرے اور اُس سے دوستی نہ رکھے تو اُس پر میری لعنت بھی ہوگی اور میرا غضب بھی ہوگا پس ہر نفس کو غور کرنا لازم ہے کہ وہ کل کے لیے آگے کیا بھیجتا ہے اللہ سے ڈرو اور اُسکی

يَا حَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللّٰهِ مَعَاشِرَ النَّاسِ تَدَبَّرُوا الْقُرْآنَ وَافْهَمُوا آيَاتِهٖ وَانْظُرُوا إِلَىٰ مُحْكَمَاتِهٖ وَلَا تَتَّبِعُوا مُتَشَابِهَهٗ فَوَاللّٰهِ لَنْ يُبَيِّنَ لَكُمْ زَوَاجِرَهٗ وَلَا يُوضِحُ لَكُمْ تَفْسِيرَهٗ إِلَّا الَّذِي أَنَا آخِذٌ بِيَدِهٖ وَمُصْعِدُهٗ إِلَيَّ وَشَائِلٌ بِعَضُدِهٖ وَمُعْلِمُكُمْ أَنَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ وَهُوَ عَلِيُّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَخِي وَوَصِيِّي وَمُوَالَاتُهٗ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْزَلَهَا عَلَيَّ مَعَاشِرَ النَّاسِ إِنَّ عَلِيًّا وَالطَّيِّبِينَ مِنْ وُلْدِي هُمُ الثِّقْلُ الْأَصْغَرُ وَالْقُرْآنُ هُوَ الثِّقْلُ الْأَكْبَرُ فَكُلُّ وَاحِدٍ مُنْبِئٌ عَنْ صَاحِبِهٖ وَمُوَافِقٌ لَهٗ لَنْ يَفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ أُمَنَاءُ اللّٰهِ فِي خَلْقِهٖ وَحُكَّامٌ فِي أَرْضِهٖ أَلَا وَقَدْ أَدَّيْتُ أَلَا وَقَدْ بَلَّغْتُ أَلَا وَقَدْ أَسْمَعْتُ أَلَا وَقَدْ أَوْضَحْتُ أَلَا وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ وَأَنَا قُلْتُ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَلَا إِنَّهٗ لَيْسَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرَ أَخِي هٰذَا وَلَا تَحِلُّ إِمْرَةُ الْمُؤْمِنِينَ بَعْدِي لِأَحَدٍ غَيْرِهٖ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهٖ إِلَىٰ عَضُدِهٖ فَرَفَعَهٗ

(ترجمہ سلسلۂ صفحہ گزشتہ) مخالفت نہ کرو کہ ثابت قدمی کے بعد کہیں قدم لغزش نہ کر جائیں بیشک جو کچھ تم کرتے ہو خدائے تعالےٰ اُس سے خبردار ہے۔ لوگو وہ جنب اللہ ہے (اُسی کے بارے میں) اللہ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا کہ بعض نفس یہ کہیگا کہ افسوس میں نے جنب اللہ کے بارے میں کیسی کوتاہی کی! لوگو! قرآن مجید میں غور کرو اور اُس کی آیتوں کو سمجھو اور اُس کے محکمات میں نظر ڈالو اور اُسکے متشابہات کی پیروی نہ کرو خدا کی قسم سوائے اِس شخص کے جسکا ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہوں اور جسکو میں اپنی طرف اُٹھائے ہوئے ہوں اور جس کا بازو میں تھامے ہوئے ہوں کوئی اور تنبیہوں کو تمہارے لیے کھول کر بیان نہ کریگا اور اُس کی تفسیر کی تمہارے لیے وضاحت نہ کریگا اور تمہارا سکھانے والا نہ بنیگا بیشک جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی اُسکا مولا ہے اور یہی علیؑ ابن ابیطالبؑ میرا بھائی اور میرا وصی ہے اور اُس کا یہ ولی ہونا اللہ کی طرف سے ہے اور اُسی نے مجھپر نازل فرمایا ہے۔ لوگو! یہ علیؑ اور جتنے میری اولاد میں سے معصوم ہیں وہ سب ثقلِ اصغر ہیں اور قرآن مجید ثقلِ اکبر ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھ والے کے حالات سے آگاہی دینے والا ہے اور اُس سے موافقت کرنے والا ہے یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہونگے جب تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس نہ پہنچیں۔ یہ خدائے تعالےٰ کی مخلوق میں اُس کے امین ہیں اور اللہ کی زمین میں اُس کے مقرر کیے ہوئے حاکم۔ آگاہ رہو کہ میں نے ادا کر دیا سمجھ لو کہ میں نے پہنچا دیا ہوشیار رہو کہ میں نے سُنا دیا خبردار رہو کہ میں نے کھول کر بیان کر دیا۔ دیکھو خدائے عزّ وجلّ نے فرمایا اور میں نے خدائے عزّ وجلّ کی طرف سے سُنا دیا سمجھ رکھو کہ میرے اِس بھائی کے سوا کوئی اور امیر المؤمنین نہ ہوگا اور میرے بعد اِسکے سوا کسی دوسرے کے واسطے امارت مومنین جائز نہیں ہے پھر علیؑ کے بازو

وَكَانَ مُنْذُ اَوَّلُ مَا صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ شَالَ عَلِيًّا حَتّٰى صَارَتْ رِجْلَهُ مَعَ رُكْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ مَعَاشِرَ النَّاسِ هٰذَا عَلِيٌّ اَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَوَاعِيْ عِلْمِيْ وَخَلِيْفَتِيْ عَلٰى اُمَّتِيْ وَعَلٰى تَفْسِيْرِ كِتَابِ اللّٰهِ وَالدَّاعِيْ اِلَيْهِ وَالْعَامِلُ بِمَا يُرْضِيْهِ وَالْمُحَارِبُ لِاَعْدَائِهٖ وَالْمُوَالِيْ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَالنَّاهِيْ عَنْ مَعْصِيَتِهٖ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْاِمَامُ الْهَادِيْ وَقَاتِلُ النَّاكِثِيْنَ وَالْقَاسِطِيْنَ وَالْمَارِقِيْنَ بِاَمْرِ اللّٰهِ اَقُوْلُ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ بِاَمْرِ اللّٰهِ رَبِّيْ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَالْعَنْ مَنْ اَنْكَرَهٗ وَاغْضَبْ عَلٰى مَنْ جَحَدَ حَقَّهٗ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَنْزَلْتَ عَلَيَّ اِنَّ الْاِمَامَةَ لِعَلِيٍّ وَّلِيِّكَ عِنْدَ تِبْيَانِيْ ذٰلِكَ وَنَصْبِيْ اِيَّاهُ بِمَا اَكْمَلْتَ لِعِبَادِكَ مِنْ دِيْنِهِمْ وَاَتْمَمْتَ عَلَيْهِمْ نِعْمَتَكَ وَرَضِيْتَ لَهُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَقُلْتَ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُشْهِدُكَ

(ترجمہ سلسلہ صفحہ گزشتہ) پر ہاتھ مار کر اُن کو اوپر بلند کیا یہانتک کہ اُن کے پاؤں جناب رسولِ خدا کے گھٹنوں کے برابر آ گئے حالانکہ ہاتھ تو اُسی وقت سے تھامے ہوئے تھے جس وقت سے کہ آپ منبر پر تشریف لیگئے تھے پھر فرمایا لوگو! یہ علیؑ میرا بھائی اور میرا وصی اور میرے علم کا خازن اور میری اُمت پر اور کتاب خدا کی تفسیر پر میرا خلیفہ اور خدا کی طرف بُلانے والا اور جن چیزوں کو خدائے تعالےٰ پسند فرماتا ہے اُن پر عمل کرنے والا اور خدا کے دشمنوں سے لڑنے والا اور خدا کی اطاعت پر دوستی کرنے والا اور اُس کی نافرمانی سے روکنے والا۔ خدا کے رسولؐ کا خلیفہ مؤمنوں کا امیر خدا تک پہنچانے والا اور خدا کے حکم سے ناکثین وقاسطین ومارقین سے لڑنے والا ہے میں اپنے پروردگار خدائے تعالےٰ کے حکم سے جو کہتا ہوں اور میری بات پلٹی نہیں جائیگی میں بحکم خدا یہ کہتا ہوں کہ یا اللہ تو اُس سے دوستی رکھیو جو اس سے دوستی رکھے اور اُس سے دشمنی رکھیو جو اس سے دشمنی رکھے اور اُس پر لعنت کیجیو جو اِسکا انکار کرے اور اُس پر غضب نازل کیجیو جو اس کے حق کا منکر ہو جائے یا اللہ تو نے مجھپر یہ آیت نازل فرمائی کہ امامت تیرے ولی علیؑ کے لیے ہے اور جب میں نے اُس کو کھولکر بیان کیا اور علیؑ کو اپنا قائم مقام مقرر کردیا تو تو نے وہ آیت نازل فرمائی جس سے اپنے بندوں کے دین کی تکمیل کردی اور اُن پر اپنی نعمت پوری کردی اور تو نے اُن کے لیے دین اسلام کو پسند فرما لیا پھر تو نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا خواستگار ہوگا تو وہ اُس سے قبول نہ کیا جائیگا اور وہ آخرت میں نقصان اُٹھانیوالوں میں سے ہوگا یا اللہ میں تجھکو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے پہنچا دیا۔ لوگو! سوائے اِس کے نہیں ہے کہ خدائے عزوجل نے دین کو اِس کی امامت کے ساتھ کامل کیا ہے پس جو شخص اِسکو امام نہ مانے

إِنِّي قَدْ بَلَّغْتُ، مَعَاشِرَ النَّاسِ إِنَّمَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَكْمَلَ دِيْنَكُمْ بِإِمَامَتِهِ
فَمَنْ لَمْ يَأْتَمَّ بِهِ وَبِمَنْ يَقُوْمُ مَقَامَهُ مِنْ وُلْدِي مِنْ صُلْبِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
وَعُرِضَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأُولٰئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ
خٰلِدُوْنَ لَا يُخَفِّفُ عَنْهُمُ اللّٰهُ الْعَذَابَ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ مَعَاشِرَ النَّاسِ هٰذَا
عَلِيٌّ أَنْصَرُكُمْ لِي وَأَحَقُّكُمْ بِي وَأَقْرَبُكُمْ إِلَيَّ وَأَعَزُّكُمْ عَلَيَّ وَاللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ
وَأَنَا عَنْهُ رَاضِيَانِ وَمَا نَزَلَتْ اٰيَةُ رِضًى إِلَّا فِيْهِ وَمَا خَاطَبَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا إِلَّا بَدَأَ بِهِ وَلَا نَزَلَتْ اٰيَةُ مَدْحٍ فِي الْقُرْاٰنِ إِلَّا فِيْهِ وَلَا شَهِدَ اللّٰهُ
بِالْجَنَّةِ فِي هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ إِلَّا لَهُ وَلَا أَنْزَلَهَا فِي سِوَاهُ وَلَا مَدَحَ بِهَا
غَيْرَهُ مَعَاشِرَ النَّاسِ هُوَ نَاصِرُ دِيْنِ اللّٰهِ وَالْمُجَادِلُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَهُوَ التَّقِيُّ
النَّقِيُّ الْهَادِي الْمَهْدِيُّ نَبِيُّكُمْ خَيْرُ نَبِيٍّ وَوَصِيُّكُمْ خَيْرُ وَصِيٍّ وَبَنُوْهُ خَيْرُ الْأَوْصِيَاءِ
مَعَاشِرَ النَّاسِ ذُرِّيَّةُ كُلِّ نَبِيٍّ مِنْ صُلْبِهِ وَذُرِّيَّتِي مِنْ صُلْبِ عَلِيٍّ مَعَاشِرَ النَّاسِ

(بسلسلۂ صفحۂ گزشتہ) اور اسکے بعد قیامت تک میری اولاد سے اور اُس کے صُلب سے جو اسکے قائم مقام ہوں اُنکو امام نہ مانے تو جب وہ خدا کی حضور میں پیش کیا جائیگا تو وہ وہی لوگ ہونگے جنکے کُل اعمال بیکار کر دیے جائینگے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہونگے اللہ اُنکے عذاب میں تخفیف نہ فرمائیگا اور نہ اُنکو مہلت دیجائیگی۔ لوگو! علیؑ تم سب سے زیادہ میری نُصرت کرنے والا ہے اور تم سب سے زیادہ مجھسے قرابت رکھنے والا ہے اور تم سب سے زیادہ میرا عزیز ہے اور خدائے عزّوجل اور میں دونوں اِس سے راضی ہیں خوشنود ہیں خُدا کی کوئی آیت ایسی نہیں اُتری جو اس کے بارے میں نہ ہو اور مؤمنوں کو کسی جگہ خدا تعالےٰ نے مخاطب نہیں کیا مگر یہ کہ آغاز اسی سے فرمایا ہے اور قرآنِ مجید میں مدح کی کوئی آیت ایسی نہیں اُتری جو اس کی شان میں نہو اور اللہ تعالےٰ نے سورۂ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ میں جنّت کی شہادت خاص اِسی کے لیے دی ہے اور وہ سورت اِس کے سوا کسی دوسرے کی شان میں نازل نہیں فرمائی اور نہ اِس کے سوا کسی اور کی اُس میں تعریف فرمائی ہے۔ لوگو! وہ اللہ کے دین کی نُصرت کرنیوالا اور اللہ کے رسولؐ کی طرف سے جدال و قتال کرنے والا اور وہ چیدہ و برگزیدہ خدا تک پہنچانیوالا اور خود ہدایت یافتہ ہے تمہارا نبیؐ سب سے اچھا نبیؐ اور تمہارا وصیؑ سب سے اچھا وصیؑ ہے اور اُس کی اولاد سے بہترین اوصیا ہونگے۔ لوگو! ہر نبی کی ذُرّیت خود اُس کے صُلب سے ہوئی ہے اور میری ذُرّیت علیؑ کے صُلب سے ہے۔ لوگو! ابلیسؔ نے آدم علیہ السّلام کو حسد کے سبب جنّت سے نکالا پس تم علیؑ سے حسد نہ کرنا ورنہ تمہارے کُل اعمال اکارت ہو جائینگے اور تمہارے قدم لغزش کر جائینگے آدم (علیہ السّلام) صرف ایک ترکِ اولےٰ کے سبب زمین پر اُتار دیے گئے تھے حالانکہ وہ

إِنَّ إِبْلِيسَ أَخْرَجَ آدَمَ مِنَ الْجَنَّةِ بِالْحَسَدِ فَلَا تَحْسُدُوهُ فَتَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَتَزِلَّ أَقْدَامُكُمْ فَإِنَّ آدَمَ أُهْبِطَ إِلَى الْأَرْضِ بِخَطِيئَةٍ وَاحِدَةٍ وَهُوَ صَفْوَةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَكَيْفَ بِكُمْ وَأَنْتُمْ أَنْتُمْ وَمِنْكُمْ أَعْدَاءُ اللَّهِ أَلَا إِنَّهُ لَا يُبْغِضُ عَلِيًّا إِلَّا شَقِيٌّ وَلَا يَتَوَلَّى عَلِيًّا إِلَّا تَقِيٌّ وَلَا يُؤْمِنُ بِهِ إِلَّا مُؤْمِنٌ مُخْلِصٌ وَفِي عَلِيٍّ وَاللَّهِ أُنْزِلَ سُورَةُ الْعَصْرِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ﴿ وَالْعَصْرِ إِلَى آخِرِهِ مَعَاشِرَ النَّاسِ قَدِ اسْتَشْهَدْتُ اللَّهَ وَبَلَّغْتُكُمْ رِسَالَتِي وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ مَعَاشِرَ النَّاسِ اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ مَعَاشِرَ النَّاسِ آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَى أَدْبَارِهَا مَعَاشِرَ النَّاسِ النُّورُ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيَّ ثُمَّ مَسْلُوكٌ فِي عَلِيٍّ ثُمَّ فِي النَّسْلِ مِنْهُ إِلَى الْقَائِمِ الْمَهْدِيِّ الَّذِي يَأْخُذُ بِحَقِّ اللَّهِ وَبِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَنَا لِأَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ جَعَلَنَا حُجَّةً عَلَى الْمُقَصِّرِينَ وَالْمُعَانِدِينَ وَالْمُخَالِفِينَ وَالْخَائِنِينَ وَالْآثِمِينَ وَالظَّالِمِينَ مِنْ جَمِيعِ الْعَالَمِينَ مَعَاشِرَ النَّاسِ إِنِّي أُنْذِرُكُمْ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) خدا کے برگزیدہ بندے تھے تو پھر تمہاری کیا حالت ہوگی جس حال میں کہ تم ہو جو کچھ ہو اور تم میں بعض خدا کے دشمن بھی موجود ہیں خبردار رہو کہ علیؑ سے سوائے شقی کے اور کوئی بغض نہ رکھیگا اور سوائے برگزیدہ خدا کے کوئی اور علیؑ کا دوست نہ بنے گا اور سوائے مومن خاص کے کوئی اُس پر ایمان نہ لائیگا واللہ علیؑ ہی کے بارے میں خدائے تعالیٰ نے سورۂ عصر نازل فرمائی ہے۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہکر آنحضرتؐ نے سورۂ والعصر تلاوت فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ لوگو! میں نے اللہ کو گواہ کیا اور اپنی رسالت تمکو پہنچا دی اور رسولؐ کے ذمہ سوائے کھولکر پہنچا دینے کے اور کچھ نہیں ہے لوگو! اللہ سے ایسا ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر اُسی حالت میں کہ تم تسلیم کرنیوالے ہو۔ لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اُس کے رسولؐ پر اور اُس نور پر جو اُس کے ساتھ ہی ساتھ اُتارا گیا ہے قبل اس کے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں پھر اُن کو اُنکی پشت کی طرف پھرا دیں۔ لوگو! خدائے عزّ و جلّ کی طرف سے نور مجھ میں موجود ہے پھر وہ علیؑ میں چلا جائیگا پھر اُس کی نسل میں مہدی قائم تک رہیگا جو اللہ کے حق کی بابت بھی مواخذہ کریگا اور ہمارے ہر حق کی بابت بھی۔ اسلیئے کہ خدائے عزّ و جلّ نے تمام اہلِ عالم کی تقصیر کرنے والوں پر۔ عناد برتنے والوں پر۔ مخالفت کرنے والوں پر۔ خیانت کرنیوالوں پر گناہ کرنے والوں پر اور ظلم کرنے والوں پر ہم کو حجت قرار دیا ہے۔ لوگو! میں تم کو ڈراتا ہوں کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسولؐ ہوں۔ مجھ سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں کیا میں مرجاؤنگا

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِيَ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مِّتُّ اَوْ قُتِلْتُ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ
عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ اَلَا وَاِنَّ عَلِيًّا الْمَوْصُوْفُ
بِالصَّبْرِ وَالشُّكْرِ ثُمَّ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ وُّلْدِيْ مِنْ صُلْبِهٖ مَعَاشِرَ النَّاسِ لَا تَمُنُّوْا عَلَى اللّٰهِ
تَعَالٰى اِسْلَامَكُمْ فَيَسْخَطَ عَلَيْكُمْ وَيُصِيْبَكُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖ اِنَّهٗ لَبِالْمِرْصَادِ
مَعَاشِرَ النَّاسِ سَيَكُوْنُ مِنْ بَعْدِيْ اَئِمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ
مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا بَرِيْئَانِ مِنْهُمْ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّهُمْ وَاَشْيَاعَهُمْ وَاَتْبَاعَهُمْ
وَاَنْصَارَهُمْ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ اَلَا اِنَّهُمْ
اَصْحَابُ الصَّحِيْفَةِ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ فِي الصَّحِيْفَةِ قَالَ فَذَهَبَ عَلَى النَّاسِ اِلَّا شِرْذِمَةٌ
مِّنْهُمْ اَمْرُ الصَّحِيْفَةِ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنِّيْ اُوْدِعُهَا اِمَامَةً وَّوِرَاثَةً فِيْ عَقِبِيْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
وَقَدْ بَلَّغْتُ مَا اُمِرْتُ بِتَبْلِيْغِهٖ حُجَّةً عَلٰى كُلِّ حَاضِرٍ وَّغَائِبٍ وَّعَلٰى كُلِّ اَحَدٍ مِّمَّنْ شَهِدَ
اَوْ لَمْ يَشْهَدْ وُلِدَ اَوْ لَمْ يُوْلَدْ فَلْيُبَلِّغِ الْحَاضِرُ الْغَائِبَ وَالْوَالِدُ الْوَلَدَ اِلٰى يَوْمِ
الْقِيٰمَةِ وَسَيَجْعَلُوْنَهَا مُلْكًا اِغْتِصَابًا اَلَا لَعَنَ اللّٰهُ الْغَاصِبِيْنَ وَالْمُغْتَصِبِيْنَ

(ترجمہ بسلسلۂ صفحۂ گزشتہ) یا قتل کر دیا جاؤنگا تو تم اپنے پچھلے پاؤں پلٹ جاؤگے اور جو شخص اپنے پچھلے پاؤں
پلٹ جائیگا تو وہ اللہ کا کبھی کچھ نہ بگاڑیگا اور اللہ شکر گزار بندوں کو جزائے خیر دیگا۔ آگاہ رہو کہ علیؑ صبر و شکر سے
موصوف ہیں اور اِنکے بعد میری وہ اولاد جو اُنکے صُلب سے ہے۔ لوگو! تم اللہ تعالےٰ پر اپنے اسلام کا احسان
نہ جتلاؤ ورنہ وہ تم سے ناراض ہو جائیگا اور اُسکی طرف سے تم کو عذاب پہنچیگا یقیناً وہ ایسے لوگوں کی
گھات میں ہے۔ لوگو! عنقریب میرے بعد ایسے امام ہونگے جو جہنم کی طرف بلائینگے اور قیامت کے دن
اُن کی کوئی مدد نہ کی جائیگی۔ لوگو! اللہ تعالےٰ اور میں دونوں اُن سے بیزار ہیں۔ لوگو! یقیناً وہ سب
اور اُنکے دوست دار اور اُن کے پیرو اور اُن کے مددگار جہنم کے سب سے نیچے والے طبقہ میں
ہونگے تکبر کرنے والوں کی جگہ کیسی بری ہے آگاہ ہو جاؤ کہ یہی اشخاص اصحاب صحیفہ (کتبہ لکھنے والے) ہیں پس تم
میں سے (جسکو مطلوب ہو) چاہیے کہ وہ صحیفہ میں نظر کرلے (راوی کہتا ہے کہ جملہ حاضرین سے امر صحیفہ پوشیدہ رہا
یعنی وہ یہ نہ سمجھے کہ آنحضرتؐ کس صحیفہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں) سوائے چند لوگوں کے (یعنی وہ لوگ سمجھ گئے
کہ حضرتؐ کا مقصود کیا ہے) (مترجم کہتا ہے کہ اِس کلام میں صحیفہ سے وہ صحیفۂ ملعونہ مراد ہے جسکو منافقین نے غصب خلافت
کے باب میں باہم عہد کرکے لکھا تھا) لوگو! میں امامت اور وراثت کو قیامت تک اپنی اولاد میں چھوڑتا ہوں اور
جس بات کو پہنچانیکا مجھکو حکم دیا گیا تھا وہ میں نے پہنچا دی تاکہ ہر حاضر و غائب پر حجت ہو اور ہر اُس شخص پر جو یہاں موجود
ہے یا جو موجود نہیں ہے اور ہر اُس شخص پر جو پیدا ہو چکا ہے یا جو پیدا نہیں ہوا ہے اِسلیے کہ ہر حاضر کو لازم ہے کہ غائب تک

وَعِنْدَهَا سَيَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ فَيُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَكُنْ يَذَرُكُمْ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّهٗ مَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَاللّٰهُ مُهْلِكُهَا بِتَكْذِيْبِهَا وَكَذٰلِكَ مُهْلِكُ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ كَمَا ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهٰذَا اِمَامُكُمْ وَوَلِيُّكُمْ وَهُوَ مَوَاعِيْدُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يُصَدِّقُ مَا وَعَدَهٗ مَعَاشِرَ النَّاسِ قَدْ ضَلَّ قَبْلَكُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ وَاللّٰهِ لَقَدْ اَهْلَكَ الْاَوَّلِيْنَ وَهُوَ مُهْلِكُ الْاٰخِرِيْنَ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَمَرَنِيْ وَنَهَانِيْ وَقَدْ اَمَرْتُ عَلِيًّا وَّنَهَيْتُهٗ فَعَلِمَ الْاَمْرَ وَالنَّهْيَ مِنْ رَّبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ فَاسْمَعُوْا لِاَمْرِهٖ تَسْلَمُوْا وَاَطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَانْتَهُوْا لِنَهْيِهٖ تَرْشُدُوْا وَصِيْرُوْا اِلٰى مُرَادِهٖ وَلَا تَتَفَرَّقْ بِكُمُ السُّبُلُ عَنْ سَبِيْلِهٖ اَنَا صِرَاطُ اللّٰهِ الْمُسْتَقِيْمُ الَّذِيْ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ بِاِتِّبَاعِهٖ ثُمَّ عَلِيٌّ مِّنْ بَعْدِيْ ثُمَّ وُلْدِيْ مِنْ صُلْبِهٖ اَئِمَّةٌ يَهْدُوْنَ

(ترجمہ سلسلۂ صفحۂ گزشتہ) اس خبر کو پہنچائے اور ہر باپ کو لازم ہے کہ اپنے بیٹے کو یہ خبر پہنچائے اور یہ سلسلہ قیامت تک اسی طرح سے جاری رہے۔ اور عنقریب لوگ اسکو از روئے غصب سلطنت بنا لیں گے۔ آگاہ رہو کہ خدائے تعالےٰ غصب کرنیوالوں پر اور اُن کے ساتھیوں پر لعنت کریگا اور اُسیوقت اے دونوں گروہو ہم تمہارا حساب لینے کے لیے جلدی سے فارغ ہو جائینگے پھر تم دونوں پر آگ کی لپٹ اور پگھلا ہوا تانبا بھیجا جائیگا کہ تم دونوں اُسے روک نہ سکو گے لوگو! یقیناً خدائے عزّوجل جس حالت میں کہ تم ہو اُسی میں تمکو نہ چھوڑیگا جب تک کہ بُرے کو اچھے سے الگ نہ کرلے اور اللہ کا یہ کام نہیں ہے کہ تم کو غیب پر مطلع کر دے۔ لوگو! کوئی بستی ایسی نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ اُسکی تکذیب کرنیوالوں کو اُسکی تکذیب کے باعث ہلاک کر دیگا اور اسی طرح ہر ظلم کرنیوالی بستی بھی ہلاک کیجائیگی جیسا کہ اللہ تعالےٰ ذکر فرما چکا ہے اور یہ تمہارا امام ہے اور تمہارا ولی ہے اور وہ اللہ کے وعدے ہیں اور اللہ نے جو وعدہ اس سے کرلیا ہے وہ سچّا کر دکھائیگا۔ لوگو! تم سے پہلے بہت سے بہک گئے اور اللہ نے پہلوں کو بھی ہلاک کردیا اور وہ پچھلوں کو بھی ہلاک کرنیوالا ہے۔ لوگو! بیشک اللہ نے مجھکو امر بھی فرمایا اور نہی بھی فرمائی اور میں نے علیؑ کو امر بھی کیا اور نہی بھی کی پس علیؑ نے امر و نہی (کا حکم) خدا کی طرف سے سیکھا لہٰذا تم اُس کے امر کو سُنو تو سلامت رہو گے اور اُسکی اطاعت کرو تو ہدایت پاؤ گے اور اُسکے نہی کرنے سے باز رہو تو کامیاب ہو جاؤ گے اور جدھر وہ لے چلنا چاہتا ہے اُدھر ہی چلو اور مختلف راستے تمکو اُسکے راستے سے نہ ہٹاویں میں خدا کی صراطِ مستقیم ہوں جسکے اتباع کا خود خدا نے تم کو حکم دیا ہے پھر میرے بعد علیؑ صراطِ مستقیم ہیں پھر میرے بیٹے جو اُسکی

بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ثُمَّ قَرَاَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اِلٰى اٰخِرِهَا وَقَالَ فِيَّ
نَزَلَتْ وَفِيْهِمْ نَزَلَتْ وَلَهُمْ عَمَّتْ وَبِاِيَّاهُمْ خُصَّتْ اُولٰٓئِكَ اَوْلِيَاۗءُ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ اَلَآ اِنَّ اَعْدَآءَ
عَلِيٍّ هُمْ اَهْلُ الشِّقَاقِ الْعَادُوْنَ وَاِخْوَانُ الشَّيٰطِيْنَ الَّذِيْنَ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ
اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاۗءَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا الَّذِيْنَ ذَكَرَهُمُ
اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ فَقَالَ تَعَالٰى لَاتَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاۗءَهُمُ الَّذِيْنَ
وَصَفَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ
لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاۗءَهُمُ الَّذِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اٰمِنِيْنَ
وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ بِالتَّسْلِيْمِ اَنْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاۗءَهُمُ
الَّذِيْنَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ اَلَا اِنَّ اَعْدَآءَهُمُ الَّذِيْنَ

(ترجمہ بسلسلۂ صفحۂ گزشتہ) صلب سے ہیں ایسے امام ہیں جو حق کی راہبری کرینگے اور خود اُسی پر چلیں گے
پھر آنحضرتؐ نے پوری سورۂ الحمدؔ تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ یہ میرے بارے میں بھی نازل ہوئی ہے
اور اُن کے بارے میں بھی نازل ہوئی ہے اور اُن کے لیے عام بھی ہے اور اُنہی کے لیے خاص بھی ہے
وہی اللہ کے ایسے وصی ہیں جنکو نہ آیندہ کی بابت کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ گزشتہ کا رنج کرینگے آگاہ
رہو کہ اللہ کے گروہ کے لوگ وہی تو غالب آنے والے ہیں سمجھلو کہ علیؑ کے دشمن وہی نافرمانی کرنیوالے
اور زیادتی کرنیوالے ہیں اور وہی اُن شیاطین کے بھائی ہیں جو دھوکا دینے کے لیئے ایک دوسرے
کے کان میں سُنہری باتیں پھونکتے رہا کرتے ہیں خبردار رہو کہ ان کے دوست جتنے ہیں وہی پکےّ مؤمن ہیں
جنکا ذکر اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے کہ تم اِن لوگوں کو جو اللہ پر اور
قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں ایسے لوگوں سے دوستی کرتے نہ پاؤگے جنہوں نے اللہ اور
اُس کے رسولؐ کی مخالفت کی ہو۔ آگاہ رہو کہ اِنکے جو دوستدار ہیں اُنکے اوصاف خدائے عزّ و جل نے
یوں بیان فرمائے ہیں کہ جو ایمان لائے اور اُنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے مُلتبس نہ کیا امن واطمینان اُنہی
کے لیے ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں خبردار رہو اِنکے دوستدار جو ہیں وہ امن و امان کے ساتھ جنت میں
پہنچینگے اور فرشتے اُنہی کو سلام کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے آئینگے کہ تم پاک و پاکیزہ ہوگئے اب اِن
جنتوں میں ہمیشہ (ہمیشہ) کے لیے جا رہو۔ آگاہ رہو کہ اِنہی کے دوست ہیں جنکے بارے میں خدا تعالےٰ
فرماتا ہے کہ وہ جنت میں بلاحساب داخل ہو جائینگے بھی رکھو کہ اِنہی کے دشمن وہ ہیں جو بھڑکتی ہوئی

يَصْلَوْنَ سَعِيْرًا اَلَا اِنَّ اَعْدَآءَهُمُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ لِجَهَنَّمَ شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ وَلَهَا زَفِيْرٌ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا الْاٰيَةَ اَلَا اِنَّ اَعْدَآءَهُمُ الَّذِيْنَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِمْ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَهُمُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ، مَعَاشِرَ النَّاسِ شَتَّانَ مَا بَيْنَ السَّعِيْرِ وَالْجَنَّةِ عَدُوُّنَا مَنْ ذَمَّهُ اللّٰهُ وَلَعَنَهٗ وَوَلِيُّنَا مَنْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَدَحَهٗ مَعَاشِرَ النَّاسِ اَلَا وَاِنِّيْ مُنْذِرٌ وَّعَلِيٌّ هَادٍ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنِّيْ نَبِيٌّ وَّعَلِيٌّ وَّصِيِّيْ اَلَا وَاِنَّ خَاتَمَ الْاَئِمَّةِ مِنَّا الْقَائِمُ الْمَهْدِيُّ اَلَا اِنَّهُ الظَّاهِرُ عَلَى الدِّيْنِ اَلَا اِنَّهُ الْمُنْتَقِمُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اَلَا اِنَّهُ فَاتِحُ الْحُصُوْنِ وَهَادِمُهَا اَلَا اِنَّهُ قَاتِلُ كُلِّ قَبِيْلَةٍ مِّنْ اَهْلِ الشِّرْكِ اَلَا اِنَّهُ مُدْرِكُ كُلِّ ثَارٍ لِّاَوْلِيَآءِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَلَا اِنَّهُ نَاصِرُ دِيْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَلَا اِنَّهُ الْغَرَّافُ مِنْ بَحْرٍ عَمِيْقٍ اَلَا اِنَّهُ يَسِمُ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ بِفَضْلِهٖ وَكُلَّ ذِيْ جَهْلٍ

(ترجمہ سلسلۂ صفحۂ گزشتہ) آگ میں جلائینگے۔ بھول نہ جانا کہ انہی کے دشمن وہ ہونگے جو جہنم کی چنگھاڑ سنیں گے جسوقت کہ وہ جوش مارتا ہوگا اور اُس کی چیخ نکلتی ہوگی جب بھی کوئی گروہ اُس میں داخل ہوگا تو وہ اپنے ہم جنس گروہ کو لعنت کرتا ہوگا (پوری آیت کے لیے دیکھو صفحہ ۲۲۵ سطر ۹) سمجھلو کہ وہ انہی کے دشمن ہیں جنکے بارے میں خدائے تعالٰے نے فرمایا کہ جب کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائیگا تو اُسکے نگہبان اُن لوگوں سے دریافت کرینگے کہ آیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا (پوری آیت کے لیے صفحہ ۸۹ سطر ۲ ملاحظہ ہو) سمجھلو کہ وہ انہی کے دوست ہیں جو بغیر دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں اُنکے لیے گناہوں کی بخشش بھی ہے اور بڑا اجر بھی۔ لوگو! جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں اور جنت میں بڑا فرق ہے ہمارا دشمن وہ ہے جسکی اللہ نے مذمت بھی کی ہے اور اُسپر لعنت بھی کی ہے اور دوست ہمارا وہ ہے جسکو اللہ تعالٰے نے دوست بھی رکھا ہے اور اُس کی مدح بھی کی ہے۔ لوگو! یاد رکھو کہ میں ڈرانے والا ہوں اور علیؑ مقام مقصود تک پہنچانیوالے ہیں۔ لوگو! میں نبیؐ ہوں اور علیؑ میرے وصی ہیں آگاہ رہو کہ آخری امام قائم آلِ محمدؐ مہدیؑ ہم ہی دونوں کی نسل سے ہوگا۔ خبردار رہو کہ وہی تمام دینوں پر غالب آئیگا۔ یہ سمجھلو کہ ظالموں سے بدلا لینے والا وہی ہوگا یاد رکھو کہ قلعوں کا فتح کرنیوالا اور اُن کا منہدم کرنیوالا وہی ہوگا۔ سمجھلو کہ مشرکوں کے ہر قبیلہ کو قتل کر دینے والا وہی ہوگا یاد رکھو کہ خدا کے دوستوں کے ہر خونِ ناحق کا بدلہ لینے والا وہی ہوگا۔ سمجھلو کہ خدائے عزوجل کے دین کی نصرت کرنے والا وہی ہوگا یاد رکھو کہ اِس گہرے سمندر سے چلّو بھر لینے والا وہی ہوگا آگاہ رہو کہ ہر فضیلت والے کو اُس کی فضیلت کے ساتھ اور ہر جاہل کو اُس کے جہل کے ساتھ وہی نامزد کریگا

بِجَهْلِهٖ اَلَا اِنَّهٗ خِيَرَةُ اللّٰهِ وَمُخْتَارُهٗ اَلَا اِنَّهٗ وَارِثُ كُلِّ عِلْمٍ وَّالْمُحِيْطُ بِهٖ اَلَا اِنَّهٗ
الْمُخْبِرُ عَنْ رَّبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ الْمُنَبِّهُ بِاَمْرِ اِيْمَانِهٖ اَلَا اِنَّهُ الرَّشِيْدُ السَّدِيْدُ
اَلَا اِنَّهُ الْمُفَوَّضُ اِلَيْهِ اَلَا اِنَّهٗ قَدْ بَشَّرَ بِهٖ مَنْ سَلَفَ بَيْنَ يَدَيْهِ اَلَا اِنَّهُ الْبَاقِيْ
حُجَّةً وَّلَا حُجَّةَ بَعْدَهٗ وَلَا حَقَّ اِلَّا مَعَهٗ وَلَا نُوْرَ اِلَّا عِنْدَهٗ اَلَا اِنَّهٗ لَا غَالِبَ لَهٗ
وَلَا مَنْصُوْرَ عَلَيْهِ اَلَا اِنَّهٗ وَلِيُّ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ وَحَكَمُهٗ فِيْ خَلْقِهٖ وَاَمِيْنُهٗ فِيْ سِرِّهٖ
وَعَلَانِيَتِهٖ مَعَاشِرَ النَّاسِ قَدْ تَبَيَّنْتُ لَكُمْ وَاَفْهَمْتُكُمْ وَهٰذَا عَلِيٌّ يُفْهِمُكُمْ بَعْدِيْ
اَلَا وَاِنَّ عِنْدَ انْقِضَاءِ خُطْبَتِيْ اَدْعُوْكُمْ اِلٰى مُصَافَقَتِيْ عَلٰى بَيْعَتِهٖ وَالْاِقْرَارِ بِهٖ
ثُمَّ مُصَافَقَتِهٖ مِنْ بَعْدِيْ اَلَا وَاِنِّيْ قَدْ بَايَعْتُ اللّٰهَ وَعَلِيٌّ قَدْ بَايَعَنِيْ وَاَنَا اٰخِذُكُمْ
بِالْبَيْعَةِ لَهٗ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ الْاٰيَةَ مَعَاشِرَ النَّاسِ
اِنَّ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ الْاٰيَةَ
مَعَاشِرَ النَّاسِ حُجُّوا الْبَيْتَ فَمَا وَرَدَهٗ اَهْلُ بَيْتٍ اِلَّا اسْتَغْنَوْا وَلَا تَخَلَّفُوْا عَنْهُ

(ترجمہ سلسلۂ صفحۂ گزشتہ) یہ بھی سمجھ لو کہ وہ خدا کا برگزیدہ اور پسندیدہ ہوگا۔ خبردار رہو کہ وہ ہر علم کا وارث اور اُس پر پورا احاطہ رکھنے والا ہوگا۔ یہ بھی سُن رکھو کہ وہ اپنے پروردگارِ عزّ و جل کی طرف سے خبر دینے والا اور ایمان کی بابت تنبیہ کرنیوالا ہوگا۔ یاد رکھو کہ وہ اعلےٰ درجہ کا سمجھدار اور متین ہوگا۔ یہ بھی سمجھ لو کہ کُل معاملہ اُسی کے سپرد ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ اُس سے پہلے جو جو گزرے سب نے اُس کی بشارت دی ہے۔ خوب سمجھ لو کہ حجّتِ خدا کے طور پر وہی باقی رہیگا اور اُسکے بعد کوئی نئی حجّت نہوگی حق صرف اُسکے ساتھ ہوگا اور نور صرف اُس کے پاس ہوگا۔ خوب سمجھ لو کہ اُس پر کوئی غالب نہیں آئیگا اور اُسکے برخلاف کوئی فتح نہ پائیگا۔ یاد رکھو کہ وہ اللہ کی زمین میں اللہ کا ولی ہے اور خدا کی مخلوق میں اُسکا مقرر کیا ہوا حاکم ہے اور ظاہر و باطن پر خدا کا امین ہے۔ لوگو! میں نے تمہارے لیے کھولکر بیان کیا اور تم کو سمجھا دیا اب یہ علیؑ میرے بعد تم کو سمجھایا کریگا۔ سمجھ لو کہ اپنا خطبہ پورا ہو چُکنے پر میں تمہیں بلاؤنگا کہ علیؑ کی بیعت کرنے کے لیے اور اِس کا اقرار کرنے کے لیے میرے ہاتھ پہ ہاتھ مارو پھر میرے بعد اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارنا آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے خدا سے بیعت کی اور علیؑ نے خود مجھسے بیعت کی اور میں خدا کے حکم سے اس کی بیعت تم سے لیتا ہوں اب جو اسکو توڑدیگا اُسکا ضرر اُسی کی ذات پر پڑیگا۔ (دیکھو صفحہ ۱۶ سطر ۱) لوگو! حج و عمرہ اور صفا و مروہ خدا کی نشانیاں ہیں۔ پس جو شخص خانۂ خدا کا حج کرے یا عمرہ بجا لائے (پوری آیت کے لیے دیکھو صفحہ ۳۶ سطر ۱۱) ۔ لوگو! خانۂ خدا کا حج کیا کرو اسلیے کہ جس خاندان کے لوگ بیت اللہ جائینگے وہی غنی ہو جائینگے اور جو باوجودِ استطاعت حج سے جی چرائینگے وہی فقیر ہو جائینگے۔ لوگو! جو مومن موقف میں جا کھڑا ہوگا خدائے تعالےٰ اُسکے

إلا افتقروا معاشر الناس ما وقف بالموقف مؤمن إلا غفر الله له ما سلف
من ذنبه إلى وقته ذلك فإذا انقضت حجته استأنف عمله معاشر الناس
الحجاج معانون ونفقاتهم مخلفة والله لا يضيع أجر المحسنين معاشر الناس
حجوا البيت بكمال الدين والتفقه ولا تنصرفوا عن المشاهد إلا بتوبة و
إقلاع معاشر الناس أقيموا الصلوة وآتوا الزكوة كما أمركم الله تعالى
لئن طال عليكم الأمد فقصرتم أو نسيتم فعلي وليكم ومبين لكم الذي
نصبه الله عز وجل بعدي ومن خلفه الله مني ومنه يخبركم بما تسئلون عنه
ويبين لكم ما لا تعلمون ألا إن الحلال والحرام أكثر من أن أحصيهما و
أعرفهما فآمر بالحلال وأنهى عن الحرام في مقام واحد فأمرت أن آخذ البيعة
عليكم والصفقة لكم بقبول ما جئت به عن الله تعالى في علي أمير المؤمنين
والأئمة من بعده الذين هم مني ومنه أمة قائمة وفيهم المهدي إلى
يوم القيمة الذي يقضي بالحق معاشر الناس وكل حلال دللتكم عليه وكل حرام

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) کل پچھلے گناہ اُسوقت تک کے بخش دیگا پس جب اُس کا حج پورا ہو چکے تو وہ اپنے
عمل کو از سر نو شروع کرے۔ لوگو! حج کرنیوالوں کو مدد بھی دیجائیگی اور جو کچھ اُنکا خرچ پڑیگا اُسکا بدل
بھی اُنکو ملیگا اور اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہ فرمائیگا۔ لوگو! بیت اللہ کا حج دین کو کامل کرکے اور فقہ
کو اچھی طرح سمجھ کے کرنا اور مشاہد مقدسہ سے بغیر توبہ کئے اور گناہ کے ارادہ سے اپنے نفس کو پاک کئے
نہ جانا۔ لوگو! نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے۔ اگر تمہاری
مدت بڑھادی جائے پھر تم سے کوتاہی ہوجائے یا تم بھول جاؤ تو یہ علیؑ تمہارا حاکم ہے اور یہ تمہارے لیے
اُن باتوں کو کھول کر بیان کردیگا کہ خدائے عزّوجل نے اِسی کو میرے بعد مقرر کیا ہے اور اِسی کو میرا اور اپنا
خلیفہ بنایا ہے جو خدا کی باتیں تم اِس سے دریافت کروگے وہ تمہیں بتائیگا اور جو کچھ تم نہیں جانتے ہو
وہ تمہارے لیے کھول کر بیان کردیگا۔ آگاہ رہو کہ حلال و حرام کی تعداد اتنی ہے کہ تم اُسکا احاطہ
نہیں ہوسکتا اور نہ میں سب تمہیں پہنچا سکتا ہوں ہاں ایک ہی مقام پر حلال کو بجالانے کا حکم دیتا ہوں
اور حرام کے ارتکاب سے ممانعت کرتا ہوں۔ لہٰذا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ امیر المومنین علیؑ کے بارے میں
اور جو امام اِنکے بعد ہونگے کہ وہ مجھسے اور علیؑ سے ہیں وہ قیامت تک حق پر قائم رہنے والا ایک
گروہ ہوگا۔ مہدیؑ بھی اُنہی میں سے ہوگا جو حق حق فیصلے کیا کریگا اُن سب کے بارے میں
جو کچھ خدا کی طرف سے میرے پاس آیا ہے اُس کے قبول کرنیکے بارے میں تم سے بیعت
لیلوں۔ سو اب تم میرے ہاتھ پر ہاتھ ماردو۔ لوگو! ہر حلال جو میں تمکو بتلاچکا ہوں اور ہر حرام جس سے

نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاِنِّي لَمْ اَرْجِعْ عَنْ ذٰلِكَ وَلَمْ اُبَدِّلْ اَلَا فَاذْكُرُوْا ذٰلِكَ وَ
احْفَظُوْهُ وَتَوَاصَوْا بِهٖ وَلَا تُبَدِّلُوْهُ وَلَا تُغَيِّرُوْهُ اَلَا وَاِنِّيْ اُجَدِّدُ الْقَوْلَ اَلَا
فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاْمُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ اَلَا وَاِنَّ
رَاْسَ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ اَنْ تَنْتَهُوْا اِلٰى قَوْلِيْ وَتُبَلِّغُوْهُ مَنْ لَّا يَحْضُرُهُ وَتَاْمُرُوْهُ بِقَبُوْلِهٖ
وَتَنْهَوْهُ عَنْ مُخَالَفَتِهٖ فَاِنَّهٗ اَمْرٌ مِّنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنِّيْ وَلَا اَمْرَ بِمَعْرُوْفٍ
وَّلَا نَهْيَ عَنْ مُّنْكَرٍ اِلَّا مَعَ اِمَامٍ مَّعَاشِرَ النَّاسِ اَلْقُرْاٰنُ يُعَرِّفُكُمْ اَنَّ الْاَئِمَّةَ
مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ وُّلْدِهٖ وَعَرَّفْتُكُمْ اَنَّهٗ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ حَيْثُ يَقُوْلُ اللّٰهُ وَجَعَلَهَا
كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ وَقُلْتُ لَنْ تَضِلُّوْا مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا مَعَاشِرَ النَّاسِ
اَلتَّقْوٰى اَلتَّقْوٰى اِحْذَرُوا السَّاعَةَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ
شَيْءٌ عَظِيْمٌ اُذْكُرُوا الْمَمَاتَ وَالْحِسَابَ وَالْمَوَازِيْنَ وَالْمُحَاسَبَةَ بَيْنَ يَدَيْ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالثَّوَابَ وَالْعِقَابَ فَمَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ اُثِيْبَ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ
فَلَيْسَ لَهٗ فِي الْجِنَانِ نَصِيْبٌ مَعَاشِرَ النَّاسِ اِنَّكُمْ اَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُصَافِقُوْنِيْ

(ترجمہ سلسلۂ صفحۂ گزشتہ) میں تمکو منع کرچکا ہوں خوب سمجھلو کہ میں اُس سے نہ کبھی ہٹوں گا اور نہ کبھی بدلوں گا
لہٰذا تم بھی اسے یاد رکھو اس کی حفاظت کرو اور اِسکے بارے میں ایک دوسرے کو وصیّت کرتے رہو
اور اِسکو کبھی نہ بدلنا اور کبھی اِس میں تغیّر نہ کرنا دیکھو میں پھر اِس بات کی تجدید کرتا ہوں۔ یاد رہے کہ نماز
پڑھنا اور زکوٰۃ دینا نیک کاموں کا حکم کرتے رہنا اور بدی سے باز رکھنا یہ بھی سمجھلو کہ نیکی کا حکم دینے میں
چوٹی کی بات یہ ہے کہ میرے قول کے بموجب عمل کرو اور جو میری بات سُننے کے لیے حاضر نہو اُس تک
اُسے پہنچا دو اور اُس سے میری بات منوالو اور اُس کی مخالفت سے اُسے باز رکھو اِسلیے کہ یہ خدائے
تعالےٰ کا حکم ہے اور میرا بھی حکم یہی ہے اور بغیر امام کے نہ امر بالمعروف ہوسکتا ہے نہ نہی عن المنکر۔ لوگو!
قرآنِ مجید تمکو جتلاتا ہے کہ اِسکے بعد والے ائمہؑ اِسی کی اولاد میں سے ہونگے اور میں یہ بھی تمکو جتلا چکا
ہوں کہ یہ مجھسے ہے اور میں اِس سے ہوں جس موقع پر خدا یہ فرماتا ہے اور اُسنے اُسے اُس کی نسل میں
باقی رہنے والا کلمہ قرار دیدیا اور میں یہ کہہ چکا ہوں کہ جب تک تم اِن دونوں سے متمسّک رہوگے کبھی گمراہ
نہوگے۔ لوگو! پرہیزگاری اختیار کرو پرہیزگاری اختیار کرو۔ قیامت سے ڈرو جیساکہ خدائے تعالےٰ
فرماتا ہے کہ قیامت کا زلزلہ بہت ہی بڑی چیز ہے۔ موت کو یاد کرو حساب کو یاد کرو خدا کے حضور میں
جانچ اور جوابدہی کو یاد کرو ثواب و عذاب کو یاد کرو جو شخص خاص نیکی لیکر آئیگا اُسے ثواب دیا جائیگا
اور جو شخص خاص بدی لیکر آئیگا جنت میں اُسکا کوئی حصّہ نہو گا۔ لوگو! ایسے تو تم میں بہت سے ہیں جو ایک ہاتھ سے مجھسے

بِكَفٍّ وَاحِدَةٍ وَأَمَرَنِي اللهُ أَنْ آخُذَ مِنْ أَلْسِنَتِكُمُ الْإِقْرَارَ بِمَا عَقَدْتُ لِعَلِيٍّ مِنْ إِمْرَةِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ جَاءَ بَعْدَهُ مِنَ الْأَئِمَّةِ مِنِّي وَمِنْهُ عَلَى مَا أَعْلَمْتُكُمْ أَنَّ ذُرِّيَّتِي مِنْ صُلْبِهِ فَقُولُوا بِأَجْمَعِكُمْ إِنَّا سَامِعُونَ مُطِيعُونَ رَاضُونَ مُنْقَادُونَ لِمَا بَلَّغْتَ عَنْ رَبِّنَا وَرَبِّكَ فِي أَمْرِ عَلِيٍّ وَأَمْرِ وُلْدِهِ مِنْ صُلْبِهِ مِنَ الْأَئِمَّةِ نُبَايِعُكَ عَلَى ذٰلِكَ بِقُلُوبِنَا وَأَنْفُسِنَا وَأَلْسِنَتِنَا وَأَيْدِينَا عَلَى ذٰلِكَ نَحْيٰى وَنَمُوتُ وَنُبْعَثُ وَلَا نُغَيِّرُ وَلَا نُبَدِّلُ وَلَا نَشُكُّ وَلَا نَرْتَابُ وَلَا نَرْجِعُ عَنْ عَهْدٍ وَلَا نَنْقُضُ الْمِيثَاقَ وَنُطِيعُ اللهَ وَنُطِيعُكَ وَعَلِيًّا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَوُلْدَهُ الْأَئِمَّةَ الَّذِينَ ذَكَرْتَهُمْ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ مِنْ صُلْبِهِ بَعْدَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ الَّذَيْنِ قَدْ عَرَّفْتُكُمْ مَكَانَهُمَا مِنِّي وَمَحَلَّهُمَا عِنْدِي وَمَنْزِلَتَهُمَا مِنْ رَبِّي فَقَدْ أَدَّيْتُ ذٰلِكَ إِلَيْكُمْ وَأَنَّهُمَا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَنَّهُمَا الْإِمَامَانِ بَعْدَ أَبِيهِمَا عَلِيٍّ وَأَنَا أَبُوهُمَا قَبْلَهُ وَقُولُوا أَطَعْنَا اللهَ بِذٰلِكَ وَإِيَّاكَ وَعَلِيًّا وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَالْأَئِمَّةَ

(ترجمہ بسلسلۂ صفحۂ گزشتہ) بیعت کرتے ہیں لیکن اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہاری زبانوں سے بھی اِس بات کا اقرار لیلوں کہ میں نے علیؑ کے لیے امارتِ مؤمنین مقرر کردی اور اُسکے بعد اُن ائمہؑ کے لیے جو مجھسے بھی ہونگے اور اِس سے بھی جیسا کہ میں تمکو جتلا چکا ہوں کہ ذرّیت میری اِسی کے صُلب سے ہے تو لو اب تم سب ملکے کہدو کہ آپ نے ہمارے پروردگار کی طرف سے اور اپنے پروردگار کی طرف سے علیؑ کے معاملہ میں اور اُن ائمہؑ کے معاملہ میں جو اِن کی اولاد سے اور اِنکے صُلب سے ہونگے جو کچھ بھی پہنچایا ہم اُسکے سُننے والے ہیں اور اُسکے ماننے والے ہیں اسپر راضی ہیں اطاعت پر تیار ہیں ہم اپنے دل سے۔ جان سے زبان سے اور ہاتھ سے اِسی پر بیعت کرتے ہیں اِسی پر ہم جیئینگے اِسی پر مرینگے اور اِسی پر مبعوث ہونگے ہم اِس میں کوئی تغیر و تبدل نکرینگے نہ اِس میں کسی شک و شبہہ کو راہ دینگے نہ کبھی اِس عہد سے پھرینگے نہ اِس پیمان کو توڑینگے اور ہم اللہ کی اطاعت کرینگے اور آپ کی اور امیرالمؤمنین علیؑ کی اطاعت کرینگے اور اُن ائمہؑ کی اطاعت کرینگے جو اِن کی اولاد سے ہیں اور جنکا آپ نے ذکر فرمایا کہ آپ کی ذرّیت سے اور اِنکے صُلب سے حسنؑ و حسینؑ کے بعد ہونگے حسنین علیہما السّلام کے تعلقات جو مجھسے ہیں میں تبلا چکا ہوں اور اِن دونوں کی منزلت جو میرے پروردگار کے نزدیک ہے وہ میں تمکو اچھی طرح دکھلا چکا ہوں یہ دونوں جوانانِ اہلِ جنّت کے سردار ہیں اور دونوں اپنے باپ علیؑ کے بعد امام ہیں اور میں بحکم خدا علیؑ سے پہلے اُنکا باپ قرار دیا گیا ہوں اور یہ بھی کہو کہ ہمنے اِس معاملہ میں اللہ کی اطاعت کی اور آپ کی اطاعت کی

الَّذِیْنَ ذَکَرْتَ عَهْدًا وَّمِیْثَاقًا مَّاْخُوْذًا لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ قُلُوْبِنَا وَ
اَنْفُسِنَا وَاَلْسِنَتِنَا وَمُصَافَقَةِ اَیْدِیْنَا مَنْ اَدْرَکَهُمَا بِیَدِهٖ وَاَقَرَّ بِهِمَا
بِلِسَانِهٖ لَا نَبْتَغِیْ بِذٰلِكَ بَدَلًا وَّلَا نَرٰی مِنْ اَنْفُسِنَا عَنْهُ حِوَلًا اَبَدًا
اَشْهَدْنَا اللّٰهَ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا وَّاَنْتَ بِهٖ عَلَیْنَا شَهِیْدٌ وَّکُلُّ مَنْ
اَطَاعَ مِمَّنْ ظَهَرَ وَاسْتَتَرَ وَمَلٰٓئِکَةُ اللّٰهِ وَجُنُوْدُهٗ وَعَبِیْدُهٗ وَاللّٰهُ
اَکْبَرُ مِنْ کُلِّ شَهِیْدٍ مَعَاشِرَ النَّاسِ مَا تَقُوْلُوْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ
کُلَّ صَوْتٍ وَّخَافِیَةَ کُلِّ نَفْسٍ فَمَنِ اهْتَدٰی فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ
ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا وَمَنْ بَایَعَ فَاِنَّمَا یُبَایِعُ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ
مَعَاشِرَ النَّاسِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَبَایِعُوْا عَلِیًّا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْحَسَنَ
وَالْحُسَیْنَ وَالْاَئِمَّةَ کَلِمَةً بَاقِیَةً یُهْلِكُ اللّٰهُ مَنْ غَدَرَ وَیَرْحَمُ
اللّٰهُ مَنْ اَوْفٰی فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ الْاٰیَةَ

(ترجمہ سلسلۂ صفحۂ گزشتہ) اور علیؑ کی اطاعت کی اور حسنؑ و حسینؑ کی اور اُن ائمہؑ کی اطاعت
کی جنکا کہ آپ نے ذکر فرمایا یہ عہد و پیمان ہے جو امیر المؤمنینؑ کے لیے ہمارے دلوں سے
جانوں سے۔ زبانوں سے اور اُس شخص (یعنی رسولِ خدا) کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے لیا گیا ہے جسنے اُن دونوں (یعنی حسنینؑ کو
اپنے ہاتھ میں بھی لیا اور اپنی زبان سے بھی اُن دونوں (کی بزرگی) کا اقرار کیا۔ ہم اِس بات کے بدلے میں
کسی اور کو نہ چاہینگے اور جب تک جان میں جان باقی ہے کبھی اِس عہد سے نہ پھرینگے۔ ہم اللہ کو گواہ
کرتے ہیں اور اللہ گواہی دینے کو کافی ہے اور آپ بھی اِس معاملہ میں ہمارے گواہ رہیں اور
ہر وہ شخص گواہ رہے جو خدا کا مُطیع ہے خواہ وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ اور خدائے تعالےٰ
کے فرشتے اور اُسکے لشکر اور اُسکے بندے بھی گواہ رہیں اور سب گواہوں سے بڑھکر خود
خدائے تعالےٰ ہے۔ لوگو! تم کیا کہتے ہو؟ اسلیے کہ اللہ ہر آواز کو جانتا ہے اور ہر نفس کی پوشیدہ
باتوں کو پہچانتا ہے اب جو ہدایت پائے تو اپنی ذات کی بہتری کے لیے اور جو بھٹک جائے تو
اپنے ہی آپ کو نقصان پہنچائیگا اور جو بیعت کرے وہ اللہ سے بیعت کریگا یعنی اُسکے ہاتھوں
پر خدا کا ہاتھ ہوگا۔ لوگو! اللہ سے ڈرو اور امیر المؤمنین علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ اور اُن ائمہؑ سے جو
کلمۂ باقیہ ہیں بیعت کرلو (بعد اِسکے) جو بیوفائی کریگا اللہ اُسے ہلاک کریگا اور جو وفا کریگا
اللہ اُسپر رحم فرمائیگا۔ اور جو اِس بیعت کو توڑدیگا اُس توڑنے کا ضرر اُسی کی ذات
پر پڑیگا (دیکھو صفحہ ۸۱۶ سطر ۱) لوگو! جو کچھ میں تم سے کہہ چکا ہوں وہ کہو اور اِسوقت سے

مَعَاشِرَ النَّاسِ قُولُوا الَّذِي قُلْتُ لَكُمْ وَسَلِّمُوا عَلَى عَلِيٍّ بِإِمْرَةِ الْمُؤْمِنِينَ
وَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ وَقُولُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ
الَّذِي هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ مَعَاشِرَ النَّاسِ
اِنَّ فَضَائِلَ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيطَالِبٍ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ كَثِيْرٌ وَقَدْ اَنْزَلَهَا عَلَيَّ
فِي الْقُرْاٰنِ اَكْثَرَ مِنْ اَنْ اُحْصِيَهَا فِيْ مَكَانٍ وَّاحِدٍ فَمَنْ اَنْبَاَكُمْ بِهَا
وَعَرَّفَهَا فَصَدِّقُوْهُ مَعَاشِرَ النَّاسِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَعَلِيًّا وَالْاَئِمَّةَ
الَّذِيْنَ ذَكَرْتُهُمْ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا مَعَاشِرَ النَّاسِ السَّابِقُوْنَ
اِلٰى مُبَايَعَتِهٖ وَمُوَالَاتِهٖ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ بِاِمْرَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الْفَائِزُوْنَ فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ مَعَاشِرَ النَّاسِ قُوْلُوْا مَا يَرْضَى اللّٰهُ
بِهٖ عَنْكُمْ مِنَ الْقَوْلِ فَاِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا
فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاغْضَبْ عَلَى
الْكٰفِرِيْنَ وَالْكٰفِرَاتِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) علیؑ کو امیر المومنین کہکر سلام کیا کرو اور یہ بھی کہو کہ ہمنے سن لیا اور مان لیا
اے ہمارے پروردگار! ہم تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تیری ہی طرف بازگشت ہوگی۔ اور یہ بھی
کہو کہ سب تعریف اسی اللہ کے لیے زیبا ہے جس نے ہمکو ان باتوں کی ہدایت فرمادی اور اگر اللہ
ہماری راہبری نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ لوگو! اللہ کے نزدیک علیؑ ابن ابیطالبؑ کے فضائل
بہت ہیں اور جو کچھ اُسنے مجھپر قرآن مجید میں نازل فرمائے ہیں وہ اِس سے کہیں زیادہ ہیں کہ میں
کسی ایک مقام پر اپنے خطبہ میں اُن کو بیان کرسکوں پس جو شخص بھی تمکو وہ فضائل جتلائے اور بتلائے
تو تم اُسکی تصدیق کرنا۔ لوگو! جو اللہ کی اور اُسکے رسولؐ کی اور علیؑ کی اور اُن ائمہؑ کی جنکا میں ذکر
کرچکا ہوں اطاعت کریگا وہ یقیناً بہت بڑی کامیابی حاصل کریگا۔ لوگو! جو علیؑ سے بیعت کرنے میں
اُن سے دوستی رکھنے میں اور اُن کو امیر المومنین تسلیم کرنے میں سبقت کرنیوالے ہونگے جنت
کی نعمتوں کے بارے میں وہی کامیاب ہونگے۔ لوگو! وہی بات کہو جس بات کے کہنے سے اللہ تمسے
راضی ہو پھر اگر تم اور زمین میں جتنے بھی ہیں وہ سب کافر بھی ہوجائیں تو اللہ کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکیگا۔
یا اللہ تو کل مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخشدے اور کل کافر مردوں اور کافر
عورتوں پر اپنا غضب نازل کر اور ہر طرح کی تعریف تمام اہل عالم کے
پروردگار خدا ہی کے لیے زیبا ہے۔

بس سب لوگوں نے پکار کر کہا کہ جی ہاں ہمنے سُنا اور ہم امرِ خدا اور امرِ رسولِ خدا کی دونوں سے اور زبان سے اور ہاتھوں سے اطاعت کرنیکو حاضر ہیں اور ہر طرف سے جنابِ رسولِ خدا اور علیؑ مرتضےٰ پر ہجوم کرکے آگئے اور اُنکے ہاتھوں پر بیعت کرنے لگے۔ پہلے اشخاص جنہوں نے جنابِ رسولِ خدا سے عہد و پیمان کیا وہ اوّل و ثانی و ثالث و رابع تھے اور پھر باقی مہاجرین و انصار پھر باقی کُل آدمی ہر طبقہ اور ہر پیشہ کے سلسلہ وار اپنی اپنی منزلت و مرتبہ کے بموجب۔ یہانتک کہ مغرب و عشا کی نمازیں خوب اندھیرا ہو جانے پر ایک ہی ساتھ پڑھی گئیں اور یہ عہد و پیمان و بیعت تین تین مرتبہ ہاتھ پر ہاتھ مار مار کر کی جاتی تھی اور جب کوئی گروہ آکر بیعت کرتا تھا تو جنابِ رسولِ خدا یہ الفاظ فرماتے تھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى جَمِيْعِ الْعٰلَمِيْنَ (سب تعریف اُسی خدا کے لیے زیبا ہے جسنے ہمکو تمام اہلِ عالم پر فضیلت دی ہے) اور بیعت کے وقت ہاتھ پر ہاتھ مارنا سُنّت اور رسم قرار پاگیا یہانتک کہ اِسے وہ لوگ بھی کام میں لانے لگے جنکا خلافت و امامت میں کوئی حق نہ تھا۔ تفسیرِ قمی میں ہے کہ یہ آیت اُسوقت نازل ہوئی جبکہ جنابِ رسولِ خدا حجۃ الوداع سے واپس آرہے تھے اور حجۃ الوداع جنابِ رسولِ خدا نے مدینۂ منورہ میں تشریف لے آنے کے دسویں سال کے آخر میں کیا ہے۔ اِس حج کے موقعہ پر منےٰ میں جو خطبہ جنابِ رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا وہ حسبِ ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ اُثْنِيْ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اسْمَعُوْا قَوْلِيْ وَ اعْقِلُوْهُ عَنِّيْ فَاِنِّيْ لَا اَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَا اَلْقَاكُمْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَيَّ يَوْمٍ اَعْظَمُ حُرْمَةً قَالَ النَّاسُ هٰذَا الْيَوْمُ قَالَ فَاَيُّ شَهْرٍ قَالَ النَّاسُ هٰذَا الشَّهْرُ قَالَ وَ اَيُّ بَلَدٍ اَعْظَمُ حُرْمَةً قَالُوْا بَلَدُنَا هٰذَا قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَ اَمْوَالَكُمْ وَ اَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا اِلٰى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْاَلُكُمْ عَنْ اَعْمَالِكُمْ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ اَيُّهَا النَّاسُ قَالُوْا

رحمٰن (و) رحیم خدا کے نام سے (شروع کرتا ہوں)

سب تعریف اللہ ہی کے لیے زیبا ہے اور میں اُسی کی حمد و ثنا کرتا ہوں (پھر فرمایا کہ) اے لوگو! میری بات سُنو اور میرا مطلب سمجھو۔ میں ایسا جانتا ہوں کہ اِس سال کے بعد پھر تم سے ملاقات نکرونگا (پھر فرمایا) آیا تم یہ جانتے ہو کہ عزّت و حُرمت میں کونسا دن سب دنوں سے بڑھا ہوا ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ یہی آج کا دن! فرمایا پھر مہینوں میں کونسا مہینہ؟ لوگوں نے عرض کی کہ یہی مہینہ! فرمایا اور شہروں میں کونسا شہر حُرمت میں زیادہ ہے! لوگوں نے عرض کی ہمارا یہی شہر (مکۂ معظمہ)! فرمایا تمہاری جانیں تمہارے مال اور تمہارے ناموس اُسی طرح محفوظ و محترم ہیں (یعنی دوسروں کو غصباً اُنکا لینا ویسا ہی حرام ہے) جیسا کہ آج کے دن اِس مہینے میں اور اِس شہرِ محترم میں (کسی کی جان کا لینا یا مال کا چھیننا یا عزّت کا

نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثُمَّ قَالَ اَلَا كُلُّ مَاثِرَةٍ اَوْ بِدْعٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَوْ دَمٍ اَوْ مَالٍ
فَهُوَ تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ لَيْسَ اَحَدٌ اَكْرَمَ عَلَى اللّٰهِ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِالتَّقْوٰى اَلَا هَلْ
بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَكُلُّ رِبًا كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ
مَوْضُوْعٌ وَّ اَوَّلُ مَوْضُوْعٍ مِّنْهُ رِبَا الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَلَا وَكُلُّ دَمٍ
كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ مَوْضُوْعٌ وَ اَوَّلُ مَوْضُوْعٍ مِّنْهُ دَمُ رَبِيْعَةَ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ
قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَاِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ اَنْ يُّعْبَدَ
بِاَرْضِكُمْ هٰذِهٖ وَلٰكِنَّهٗ رَاضٍ بِمَا تَحْتَقِرُوْنَ مِنْ اَعْمَالِكُمْ اَلَا وَاِنَّهٗ اِذَا اُطِيْعَ
فَقَدْ عُبِدَ اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ الْمُسْلِمَ اَخُ الْمُسْلِمِ حَقًّا وَّ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ مُّسْلِمٍ
دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ وَمَالُهٗ اِلَّا مَا اَعْطَاهُ بِطِيْبَةِ نَفْسٍ مِّنْهُ وَاِنِّيْ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ
النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا فَقَدْ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَ
اَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ اَلَا فَهَلْ بَلَّغْتُ اَيُّهَا النَّاسُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ

بگاڑنا حرام ہے) اُس دن تک کہ تم اپنے پروردگار کی حضور میں پہنچو اور وہ تم سب سے تمہارے اعمال کی بابت باز پرس کرے۔ کیوں لوگو! میں نے حکم خدا پہنچا دیا؟ سب نے ایک زبان عرض کی کہ بیشک پہنچا دیا فرمایا یا اللہ تو گواہ رہیو۔ پھر فرمایا کہ ہر وہ رسم یا بدعت جو زمانۂ جاہلیت میں جاری تھی یا کسی کا خون کسی کے ذمے تھا یا کسی کا مال کسی کے ذمے تھا اب وہ میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہے (مطلب یہ تھا کہ اُنکو بھول جاؤ اور مٹا دو) کوئی ایک شخص دوسرے سے زیادہ معزز نہیں ہے سوائے اُسکے جو پرہیزگاری میں بڑھا ہوا ہو۔ آیا میں نے حکم پہنچا دیا؟ سب نے عرض کی بیشک پہنچا دیا۔ فرمایا الٰہی تو گواہ رہیو۔ پھر فرمایا کہ خوب سمجھ لو کہ ہر سود جو زمانۂ جاہلیت میں لیا جاتا تھا اب وہ یک قلم موقوف! اور سب سے پہلے میرے چچا عبّاس ابن عبد المطّلب کا جو سود کسی کے ذمے ہو وہ سب معاف اور ہر خون جو زمانۂ جاہلیت میں ہوا وہ معاف اور سب سے پہلے قبیلۂ ربیعہ کے خون جو لوگوں کے ذمے ہیں وہ معاف۔ آیا میں نے حکم پہنچا دیا؟ سب نے عرض کی بیشک پہنچا دیا۔ فرمایا۔ الٰہی تو گواہ رہیو۔ پھر فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ شیطان اِس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری اِس سرزمین میں پھر اُسکی پوجا کیجائے۔ اب وہ اِسی پر راضی ہے کہ تمہارے نیک اعمالوں میں سے جو کچھ بھی کم اور خراب ہو جائیں وہی سہی تو اب یہ تم خوب سمجھ لو کہ جب کبھی اُسکی اطاعت کی گئی گویا اُسکو پوجا گیا۔ اے لوگو! آگاہ رہو یہ بات برحق ہے کہ ہر مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور کسی مردِ مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ دوسرے مردِ مسلمان کا خون گرائے اور نہ ایک کا مال دوسرے کو جائز ہے سوائے اِسکے کہ وہ بخوشی اُسکو دیدے اور مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے وہانتک لڑوں جہانتک کہ وہ کلمۂ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے قائل ہو جائیں اور جب وہ اِسکے قائل ہو گئے تو اُنکی جانیں بھی محفوظ

ثُمَّ قَالَ اَیُّهَا النَّاسُ احْفَظُوْا قَوْلِیْ تَنْتَفِعُوْا بِهٖ بَعْدِیْ وَافْقَهُوْهُ تَنْتَعِشُوْا اَلَا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ بِالسَّیْفِ عَلَی الدُّنْیَا فَاِنْ اَنْتُمْ فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ وَلَتَفْعَلُنَّ لَتَجِدُوْنِیْ فِیْ كَتِیْبَةٍ بَیْنَ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْكَائِیْلَ اَضْرِبُ وُجُوْهَكُمْ بِالسَّیْفِ ثُمَّ الْتَفَتَ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اَوْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَاِنِّیْ قَدْ تَرَكْتُ فِیْكُمْ اَمْرَیْنِ اِنْ اَخَذْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَبَیْتِیْ فَاِنَّهٗ قَدْ نَبَّاَنِیَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ اِنَّهُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ اَلَا فَمَنِ اعْتَصَمَ بِهِمَا فَقَدْ نَجٰی وَمَنْ خَالَفَهُمَا فَقَدْ هَلَكَ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثُمَّ قَالَ اَلَا وَاِنَّهٗ سَیَرِدُ عَلَیَّ الْحَوْضَ مِنْكُمْ رِجَالٌ تَیَعْرِفُوْنِیْ فَیُدْفَعُوْنَ عَنِّیْ فَاَقُوْلُ رَبِّ اَصْحَابِیْ فَیُقَالُ یَا مُحَمَّدُ اِنَّهُمْ قَدْ اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ وَغَیَّرُوْا سُنَّتَكَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا ؏

ہوگئیں اور اُنکے مال بھی محفوظ ہوگئے سوائے اتنے کے جوکسی دوسرے کا حق ہو اور آخری حساب سب کا خدا کے ذمّے ہے کیوں لوگو! آیا میں نے حکم خدا پہنچا دیا؟ سب نے یک زبان عرض کی۔ جی ہاں پہنچا دیا! فرمایا الٰہی تو گواہ رہیو۔ پھر فرمایا کہ لوگو! میری بات کی حفاظت کرنا کہ اُس سے میرے بعد نفع اُٹھاؤ گے اور اُسے خوب سمجھنا کہ درجۂ اعلےٰ پاؤ گے دیکھو میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ دنیا کی خاطر تم میں سے ایک دوسرے کی گردن پر تلوار چلائے کہ اگر تمنے ایسا کیا اور ضرور تم کروگے تو تم مجھکو جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کے مابین ایک لشکر میں دیکھوگے کہ میں خود تم پر تلوار چلاتا ہونگا پھر دائیں طرف دیکھا اور ذرا خاموش ہوئے پھر فرمایا کہ اگر اللہ نے چاہا تو میں ہونگا۔ ورنہ علیؑ ابن ابیطالب میری جگہ ہونگے۔ پھر فرمایا آگاہ رہو کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم نے ان دونوں سے تمسّک کیا تو ہرگز ہرگز گمراہ نہوگے ایک تو اللہ کی کتاب ہے اور دوسرے میری عترت جو میرے اہلبیتؑ ہیں! اسلیے کہ باریک بیں اور ہر چیز کے جاننے والے پروردگار نے مجھے خبر پہنچائی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہوں گے جبتک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس نہ پہنچ لیں۔ آگاہ رہو جسنے اُن دونوں کو مضبوط پکڑ لیا اُسنے ضرور نجات پائی اور جسنے ان دونوں کی مخالفت کی وہ ضرور ہلاک ہوجائیگا۔ لوگو! میں نے حکم پہنچا دیا؟ سب بولے جی ہاں پہنچا دیا فرمایا الٰہی تو گواہ رہیو۔ پھر فرمایا خوب سمجھ لو کہ تم میں سے کچھ لوگ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہونگے اور وہ مجھے پہچانتے بھی ہونگے مگر میرے پاس سے ہٹا دیے جائینگے میں عرض کرونگا کہ الٰہی یہ تو میرے اصحاب ہیں تب مجھسے کہا جائیگا کہ اے محمدؐ انہوں نے تمہارے بعد بڑے بڑے فتنے برپا کیے اور تمہاری سُنّت کو بدل ڈالا تو اُس وقت میں کہونگا کہ دور کرو ان کو دور کرو ؏

پھر جب ایام تشریق کا آخری دن آیا یعنی ۱۳ ذی الحجہ تو خدا تعالے نے سورۂ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ الخ نازل فرمایا اور جناب رسول خدا نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے میری موت کی خبر دی گئی ہے پھر منادی نے ندا کی کہ آج مسجد الخیف میں عام نماز جماعت ہوگی سب لوگ جمع ہو گئے آنحضرت نے خدا تعالےٰ کی حمد وثنا کی اور فرمایا کہ اللہ اُس شخص کی مدد فرمائے جو میری باتیں سُنکر اِنکو یاد رکھے اور اُس شخص تک پہنچا دے جسنے اِنکو نہ سُنا ہو اسلیے کہ بہت سے مسئلے جاننے والے ایسے ہوتے ہیں کہ خود عالم نہیں ہوتے اور بہت سے مسائل پہنچانیوالے ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے سے زیادہ عالم کو پہنچا دیتے ہیں اور تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ مرد مسلم کے دل سے نہیں ہٹائی جا سکتیں۔ ایک تو خدا کے لیے خالص عمل کرنا دوسرے ائمۃ المسلمین کا خیر خواہ ہونا۔ تیسرے اُن کی جماعت میں شریک رہنے کا التزام کرنا۔ مومن بھائی بھائی ہیں اُن کے خون برابر ہیں۔ اُن کی ذمہ داری ادنے مومن سے بھی متعلق ہوسکتی ہے اسلیے کہ خدا کی دعوت اُنکو ہر طرف سے احاطہ کیے ہوئے ہوتی ہے۔ وہ غیر کے مقابلہ میں سب ملکر ایک ہاتھ کا حکم رکھتے ہیں۔ لوگو! میں تم میں دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ دو بزرگ چیزیں کیا ہیں ؟ فرمایا اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اہلبیتؑ! اسلیے کہ ہر چیز کے جاننے والے باریک بیں پروردگار عالم نے مجھے اطلاع دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہ ہونگی جب تک کہ حوض کوثر پر خود میرے پاس نہ پہنچ لیں اور یہ دونوں اِس طرح ساتھ ساتھ رہینگی جیسے میری یہ دو اُنگلیاں۔ اور اُس وقت حضرت نے اپنے دونوں ہاتھوں کی کلمہ کی اُنگلیاں ملائیں اور فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ یہ دونوں اِس طرح ساتھ ساتھ ہیں اور اُس وقت آپ نے ایک ہی ہاتھ کی کلمہ کی اور بیچ کی اُنگلی ملا کر دکھائی کہ یہ تو ایک دوسری سے بڑھی ہوئی ہے اُس وقت حضرت کے اصحاب میں سے ایک گروہ مجتمع ہوا اور کہنے لگا کہ محمدؐ یہ چاہتا ہے کہ امامت کو اپنے اہلبیتؑ میں قرار دے جائے۔ اور اُنمیں سے چار آدمی نکلکر مکے پہنچے اور کعبۃ اللہ میں گئے اور وہاں آپس میں عہد و پیمان کیے اور فیما بین خود ایک نوشتہ لکھا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ اگر خدا تعالےٰ محمدؐ کو موت دے یا یہ شخص قتل ہو جائے تو امر خلافت کو اِسکے اہلبیتؑ میں کبھی نہ جانے دیں۔

قولِ مترجم۔ اصطلاح میں جو چار یار مشہور ہیں وہ شاید یہی چار یار ہوں۔

اُس وقت خدائے تعالےٰ نے اپنے نبیؐ پر یہ آیت نازل فرمائی اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ (دیکھو صفحہ ۸۹ سطر ۱ تا صفحہ ۹۰ سطر ۱) پھر جناب رسول خدا مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے یہانتک کہ ایک منزل پر آکر اُترے جسکا نام غدیر خم تھا اس وقت تک لوگوں کو مناسک حج تعلیم کر چکے تھے اور اپنی وصیت اِنکے ذہن نشین کر چکے تھے کہ اِس وقت خدائے تعالےٰ نے یہ آیت بھیجی "یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الخ پس جناب رسول خدا نے فرمایا کہ تہدید بھی ہے

اور وعید بھی ہے پھر خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ لوگو! تم جانتے ہو کہ میں تمہاری جانوں پر تم سے زیادہ اختیار رکھنے والا ہوں۔ سب نے کہا بیشک! فرمایا الٰہی تو گواہ رہیو! پھر تین مرتبہ اسی بات کو دُہرایا اور ہر مرتبہ خود بھی مثل پہلے کے فرماتے تھے اور اَور لوگ بھی۔ اور لوگوں کے اقرار کے ساتھ ساتھ آنحضرتؐ کہتے جاتے تھے الٰہی تو گواہ رہیو۔ پھر جناب امیر المؤمنینؑ کا ہاتھ پکڑ کر اور اُنکو اتنا بلند اُٹھایا کہ آنحضرتؐ کی بغل کے نیچے کی سفیدی معلوم ہونے لگی پھر ارشاد فرمایا اَلَا فَمَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ وَاَحِبَّ مَنْ اَحَبَّہٗ (خبردار ہو جاؤ جس کا میں مالک و آقا ہوں یہ علیؑ اُس کا مالک و آقا ہے۔ یا اللہ تو اُس سے دوستی کر جو علیؑ کا دوست بنے اور اُس کا دشمن ہو جا جو اس سے دُشمنی کرے اور تو اُس کی نُصرت کیجیو جو اس کی نُصرت کرے اور تو اُسکی نُصرت چھوڑ دیجیو جو اسکی نُصرت چھوڑ دے اور تو اُس سے محبت کیجیو جو اس سے محبت رکھے) پھر فرمایا یا اللہ تو اُنکے اقرار کا گواہ رہیو اور میں بھی گواہ ہوں۔" اُس وقت اصحاب میں سے عمر ابن الخطّاب نے سوال کیا کہ یا رسُول اللہ آیا یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے اور اُس کے رسُولؐ کی طرف سے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں یہ اللہ کی طرف سے اور اللہ کے رسُولؐ کی طرف سے ہے کہ علیؑ امیر المؤمنین ہے۔ علیؑ امام المتّقین ہے اور علیؑ قائد الغُرّ المحجّلین ہے قیامت کے دن خدا تعالےٰ صراط کے اوپر علیؑ کو بٹھا دیگا کہ وہ اپنے دوستوں کو جنّت میں داخل کرے اور اپنے دشمنوں کو جہنّم میں پہنچا دے۔ پھر اُن اصحابِ رسُولؐ نے جو بعد میں مُرتد ہو گئے یہ کہا کہ وہاں مسجد خیف میں تو محمدؐ نے جو کچھ کہا تھا سو کہا ہی تھا اب یہاں بھی جو کچھ کہا کہا۔ اب اگر مدینے واپس پہنچگیا تو پھر ہمکو علیؑ کی بیعت پر مجبور کریگا۔ اُس وقت چودہ آدمی مجتمع ہوئے اور یہ مشورہ کیا کہ رسُولؐ اللہ کو قتل کر ڈالیں اور یہ سب کے سب ایک گھاٹی میں جا بیٹھے اور اِس گھاٹی کا نام ہرشی ہے یہ جحفہ اور اَبوا کے مابین واقع ہے۔ سات آدمی تو اُس گھاٹی کے) دائیں طرف بیٹھے تھے اور سات بائیں طرف! غرض یہ تھی کہ جناب رسُولؐ اللہ کی اونٹنی کو بھڑکا دیں۔ جب رات اچھی طرح چھا گئی جناب رسولؐ خدا روانہ ہوئے اور اِس رات کو حضرتؐ سارے لشکر کے آگے آگے تھے اور اپنی سواری کی اونٹنی پر سوتے بھی جاتے تھے جیسے ہی اُس گھاٹی کے قریب پہنچے جبرئیلؑ امین نے آواز دی کہ اے محمدؐ فلاں اور فلاں اور فلاں آپ کے لیے گھات میں بیٹھے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ایک نظر ڈالی اور فرمایا کہ یہ میرے پیچھے کون ہے؟ حذیفہ ابنُ الیمان نے آواز دی یا حضرتؐ میں ہوں تب حذیفہ ابن الیمان سے فرمایا کہ جو کچھ میں نے سُنا ہے وہ تو نے بھی سُنا ہے؟ عرض کی جی ہاں سُنا ہے فرمایا اِسے پوشیدہ رکھیو۔ پھر آنحضرتؐ اُن گھات میں بیٹھنے والوں کے قریب پہنچے اور اُن کے نام لے لے کر اُن کو آوازیں دیں جب اُنہوں نے رسُولؐ اللہ کی آواز سُنی تو بھاگے اور لوگوں کے د[illegible]

میں جا گھسے اور یہاں اپنی اپنی سواریاں اُنہوں نے باندھ رکھی تھیں اُنہیں یونہی چھوڑ گئے۔ اب اور لوگ بھی جنابِ رسولِ خدا سے آملے اور اُنکو تلاش کرنے لگے۔ آنحضرتؐ خود انکی سواریوں تک پہنچے اور سواریونکو پہچان لیا جب منزل پر جاکر اُترے تو ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ انہوں نے کعبہ میں جاکر یہ حلف اُٹھایا کہ اگر خدا تعالےٰ نے محمدؐ کو موت دیگا یا وہ قتل ہو جائیگا تو امرِ خلافت و امامت کو اُسکے اہلبیتؑ میں کبھی نہ جانے دینگے۔ پس وہ لوگ حاضرِ خدمت ہوئے اور بحلف عرض کرنے لگے کہ یارسولؐ اللہ ہمنے تو نہ کوئی ایسی بات کہی نہ کوئی ایسا ارادہ کیا اور نہ ہمنے حضور کے بارے میں کوئی قصدِ بد کیا۔ اُسی وقت خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِھِمْ وَھَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا ج (ترجمہ اور سلسلہ کیلیے دیکھو صفحہ ۳۱۶ سطر ۲) پس جب جنابِ رسولِ خدا مدینہ منورہ پلٹکر آئے اور پورے ماہِ محرم اور آدھے ماہِ صفر تک اچھے رہے کسی قسم کی شکایت نہیں ہوئی پھر وہ درد پیدا ہوا جس میں انتقال فرمایا۔ تفسیر مجمع البیان میں روایت کیگئی ہے کہ جس وقت سے یہ آیت نازل ہوئی تھی وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ تو اصحاب میں سے جو آنحضرتؐ کی حفاظت کیا کرتے تھے اُن سے حضرتؐ نے فرمادیا کہ اب
تم اپنے گروہ میں جا ملو اللہ نے آدمیوں کے
شر سے میری حفاظت کرنیکا
وعدہ
فرمالیا
ہے۔

تمت بالخیر والعافیۃ

ع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارہ ہفتم

ضمیمہ متعلق صفحہ ۱۹۳ نوٹ نمبر ۱

قریش کو جس وقت حضرت جعفرؓ اور دوسرے مسلمانوں کے سوار ہونے کی خبر پہنچی تو انہوں نے عمروؓ ابن العاص اور عمارہ ابن الولید کو نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس بھیجنا چاہا تاکہ وہ ان مسلمانوں کو کفار قریش کے پاس واپس بھیجدے اور عمروؓ اور عمارہ دونوں میں آپس میں عداوت تھی اور ان کے مقابل قبیلوں کو بھی شکایت تھی اسی وجہ سے قریش میں سے بعض نے اعتراضاً یہ کہا کہ ایسے دو شخصوں کو ہم کیونکر بھیج سکتے ہیں جو آپس میں بھی دشمن ہیں اور قبیلوں کے بھی قصوروار ہیں چنانچہ بنی مخزوم نے عمارہ کے قصور سے درگزر کی اور بنی سہم نے عمروؓ ابن العاص کے قصور سے دستبرداری کی اب عمارہ جو نہایت ہی خوبصورت جوان تھا ادھر سے اتراتا ہوا نکلا اور ادھر سے عمروؓ ابن العاص معہ اپنے سب کنبہ کے آیا۔ جہاز پر سوار ہوئے اور خوب ڈٹ ڈٹ کر شرابیں پیں اور حالت نشہ میں عمارہ نے عمروؓ ابن العاص سے کہا کہ اپنی زوجہ سے کہو کہ وہ میرے بوسے لے عمروؓ نے کہا واہ واہ یہ کیسے ہوسکتا ہے اسپر عمارہ تو چپ ہو رہا مگر جب عمروؓ کو خوب نشہ ہوگیا اور اس وقت وہی جہاز کے بیچوں بیچ تھا تو عمارہ نے اسے دھکا دیکے سمندر میں پھینک دیا۔ عمروؓ سے جس طرح بن پڑا جہاز سے آچمٹا آخر اور لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور نکال لیا۔ اب جب یہ نجاشی کے پاس پہنچے تو جو ہدیے اور تحفے اس کے لیے لائے تھے وہ سب لیکر اسکی حضور میں گئے اسنے وہ منظور کیے اب عمروؓ ابن العاص نے تقریر شروع کی کہ اے بادشاہ ہماری قوم میں سے کچھ لوگ ہمارے دین میں ہمارے مخالف ہو گئے ہیں اور انہوں نے ہمارے معبودوں کو گالیاں دینی شروع کی ہیں اور اب وہ سب بھاگ کر حضور کی پناہ میں آگئے ہیں لہذا ہم ملتجی ہیں کہ انکو ہمارے حوالے کر دیا جاوے بادشاہ نجاشی نے یہ سنکر حضرت جعفر طیار کو بلایا جب وہ آگئے تو بادشاہ نے کہا کہ اے جعفر دیکھو یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ جعفرؓ نے عرض کی کہ اے بادشاہ آپ ہی فرمائیں کہ کیا کہتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ ہم سے درخواست کرتے ہیں کہ ہم آپ لوگوں کو انکے حوالے کر دیں حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ اے بادشاہ آپ ان سے دریافت کریں کہ آیا ہم انکے غلام ہیں؟ عمروؓ نے کہا کہ نہیں بلکہ نہایت معزز آزاد لوگ ہیں۔ فرمایا تو آیا اسکا کوئی قرض ہمارے ذمہ ہے جسکا یہ ہمسے مطالبہ کرتے ہیں عمروؓ نے کہا کہ نہیں ہمارا انپر کوئی قرضہ نہیں ہے۔ جعفرؓ نے فرمایا کہ آیا ہمنے مارے وتھے ان لوگوں کے کچھ خون ہیں جنکا یہ ہمسے مطالبہ کرتے ہیں؟ عمروؓ نے کہا کہ نہیں۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا تو پھر

تم ہم سے اور کیا چاہتے ہو تم نے ہمکو ستایا ہم تمہارے شہر سے نکلکر چلے آئے عمروابن العاص نے عرض کی کہ اے بادشاہ ان لوگوں نے ہمارے دین میں ہماری مخالفت کی اور ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں ہمارے نوجوانوں کو بگاڑ دیا اور ہمارے گروہ کو پراگندہ کردیا پس انکو ہمارے حوالے کردے تاکہ ہم اپنے معاملات کو درست کرلیں حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ ہاں اے بادشاہ ہمنے انکی مخالفت ضرور کی اللہ نے ہم میں سے ایک نبی کو مبعوث کیا جسنے ہمکو حکم دیا کہ ہم خدا کے شریکوں کو چھوڑ دیں اور تیروں کے ذریعہ سے جو تقسیم ہوا کرتی تھی اُسکو موقوف کردیں نیز ہمکو نماز پڑھنے کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور ظلم و جور کو۔ناحق خونریزی کو۔ زنا کو سود خواری کو اور مُردار و خون و سؤر کا گوشت کھانے کو حرام قرار دیا۔ نیز ہمکو حکم دیا کہ ہم عدل و انصاف کریں۔ لوگوں کے ساتھ سلوک پیش آئیں عزیزوں کو اُنکے حقوق پہنچائیں۔ بدی سے۔بیحیائی کی باتوں سے اور بغاوت سے باز رہیں۔ نجاشی نے یہ سُنکر کہا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بھی تو انہی احکام کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا۔ پھر نجاشی نے کہا کہ اے جعفرؓ تمہارے نبی پر اللہ نے جو اپنا کلام نازل کیا ہے اُس میں سے کچھ تمکو یاد ہے؟ اُنہوں نے فرمایا یاد ہے چنانچہ سورۂ مریم پڑھکر سُنایا اور جب خدائے تعالےٰ کے اِس قول پر پہنچے وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ۝ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا ج (دیکھو صفحہ ۸۸ سطر ۱۰) نجاشی نے یہ سُنا تو ڈاڑھیں مار مار کر رونے لگا اور کہنے لگا کہ واللہ یہ سب برحق ہے۔ عمروابن العاص نے پھر عرض کی کہ اے بادشاہ یہ ہمارا مخالف ہے اِسے ہمارے حوالے کر۔ نجاشی نے اپنا ہاتھ اُٹھاکر عمروؔ کے مُنہ پر ایک تھپڑ مارا اور کہا خاموش رہ خدا کی قسم اگر تو نے اِس شخص کا حقارت سے ذکر کیا تو ضرور میں تیری جان نکال دونگا۔ عمروابن العاص دربار سے اس طرح اُٹھکر گیا کہ چہرے پر خون بہ رہا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ اے بادشاہ اگر معاملہ یونہی ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں تو اچھا ہم اِن سے کوئی تعرض نہ کرینگے۔ اُس وقت نجاشی کے پس پُشت ایک لونڈی کھڑی تھی جو مگس رانی کر رہی تھی اُس نے عمارہ ابن ولید کو دیکھا کہ یہ بہت ہی حسین جوان تھا تو یہ اُسپر عاشق ہوگئی۔ جب عمروؔ عاص اپنے مکان پر لوٹ آیا تو عمارہ سے کہا کہ اگر تو بادشاہ کی لونڈی کو پیغام دے تو بہت ہی اچھا ہے۔ اُسنے پیغام دیا تو لونڈی نے اُسکے پیغام کا مناسب جواب دیا۔ عمروؔ عاص نے (عمارہ سے) کہا کہ اب تو اُس (لونڈی) سے یہ کہلا بھیج کہ بادشاہ کے استعمال کرنے کی خاص خوشبوئیں سے کچھ تجھے بھی بھیجدے۔ چنانچہ اُسنے کہلا بھیجا اور اُسنے کچھ خوشبو بھیجدی۔ عمروؔ نے وہ خوشبو خود لے لی اور چونکہ عمارہ کی طرف سے دل میں وہ کینہ رکھتا تھا کہ اُسنے اُسے سمندر میں پھینک دیا تھا۔ لہٰذا وہ خوشبو بادشاہ کے پاس تک پہنچائی اور عرض کی کہ اے بادشاہ جب ہم لوگ آپ کے شہر میں آگئے اور اُس میں امن سے ہیں تو ہم پر بادشاہ کا احترام اور اُسکی اطاعت لازم ہے اور اُس احترام کا ایک جزو یہ بھی ہے کہ ہم بادشاہ کے ساتھ کوئی دغا اور فریب نہ کریں

اور کسی طرح کی خیانت کو دل میں جگہ نہ دیں میرے اس ساتھی نے کہ اس وقت بھی میرے ساتھ ہے حضور کے حرم میں پیغام بھیجکر اُس لونڈی کو دھوکا دیا اور اُسنے آپ کے استعمال کرنے کی خوشبوؤں میں سے کچھ اسکے پاس بھیجدی - یہ لیکر وہ خوشبو بادشاہ کے سامنے رکھدی نجاشی کو سخت غصہ آیا پہلے تو اُسنے عمارہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا پھر یہ کہا کہ جو شخص ہمارے شہر اور ہماری امان میں آگیا اُسکا قتل تو کچھ مناسب نہیں لیکن جادوگروں کو بُلاکر حکم دیا کہ اسکے ساتھ کوئی ایسی کارروائی کرو جو قتل سے بھی زیادہ سخت ہو چنانچہ اُن لوگوں نے اُسکو پکڑکر اُسکے عضوِ تناسل میں پھونک کے ذریعہ سے پارہ پہنچادیا جس سے اُسکی یہ نوبت ہوئی کہ وہ صبح و شام جنگلی جانوروں کے ساتھ رہنے لگا اور آدمیوں کے ساتھ ذرا بھی اُنس نرکھتا تھا قریش نے کچھ آدمی اسپر مامور کیے کہ اُسکو پکڑیں چنانچہ وہ ایک ایسی جگہ کھات لگاکر بیٹھے جہاں جنگلی جانور پانی پینے آیا کرتے تھے اور اُسکو پکڑلیا وہ اُنکے ہاتھوں میں جب تک رہا ایسا ہی رہا گویا رسّے تڑاتا ہے اور چیختا ہی رہا یہانتک کہ مرگیا عمرو ابن العاص قریش کے پاس لوٹکر آیا اور اُنکو یہ خبر پہنچائی کہ جعفر سرزمین حبشہ میں بہت ہی عزت سے ہیں چنانچہ حضرت جعفر اسی طرح رہے یہانتک کہ قریش نے جناب رسولِ خدا سے لڑنے کے بعد مصالحت کی اور اُسکے بعد خیبر کی فتح واقع ہوئی اُسکے بعد جعفر سب کو لیکر واپس آئے - اسی اثناء میں حضرت جعفر طیار کے ہاں اسماء بنت عمیس کے بطن سے - عبداللہ ابن جعفر پیدا ہوئے اور نجاشی بادشاہ حبشہ کے ہاں بھی ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اُسنے محمد رکھا تھا -

ضمیمہ متعلق صفحہ ۱۹۳ سطر ۲

تفسیرِ قمی میں اتنا اور زیادہ ہے کہ عثمان ابن مظعون کی زوجہ عائشہ کے پاس آئی یہ بہت ہی خوبصورت عورت تھی عائشہ نے کہا کیا بات ہے کہ میں تجھے سنگھار سے خالی پاتی ہوں - اُسنے کہا میں سنگھار کس کے لیے کروں خدا کی قسم اتنی اتنی مدت ہوئی کہ میرے شوہر نے میری طرف رُخ بھی نہیں کیا - وہ تو زاہد بن گیا ہے اُسنے کمل وغیرہ کے کپڑے پہن لیے ہیں - جناب رسولِ خدا جب تشریف لائے تو عائشہ نے حضرت کو اس بات کی خبر دی حضرت فوراً باہر نکلے اور حکم دیا کہ منادی کردو کہ آج نماز کے وقت سب لوگ حاضر ہوں جب لوگ جمع ہوگئے آنحضرت منبر پر تشریف لیگئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اپنی ذات پر پاک چیزوں کو حرام قرار دے لیتے ہیں - میں خود رات کو سوتا بھی ہوں اور اپنی عورتوں سے قربت بھی کرتا ہوں اور دن میں کھانا بھی کھاتا ہوں پس جس شخص کو میری سُنّت سے نفرت ہو وہ میری اُمت سے نہیں ہے یہ سُنکر یہ تینوں بزرگوار اُٹھے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ہم تو اس بات پر حلف کر چکے کہ ان کاموں کو نکرینگے - اسپر خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ الخ (دیکھو صفحہ ۵۵ سطر ۸)

قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی - اس قسم کے خطاب و عتاب سے اُس شخص کی شان میں

جس سے خطاب کیا گیا ہو کوئی بڑا نہیں لگتا جیسا کہ خدا تعالے جناب رسول خدا سے فرماتا ہے یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ ۚ وَاللّٰہُ مَوْلٰکُمْ ۚ وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ۝ (دیکھو صفحہ ۸۹۴ سطر ۲)

ضمیمہ متعلق صفحہ ۱۹۵ نوٹ نمبر ۱

تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ ہر پینے کی چیز جب وہ نشہ دے خمر ہو جاتی ہے اور جب اُس میں نشہ پیدا ہو گیا تو حرام ہونے میں اُسکا تھوڑا اور بہت برابر ہے اور قصہ اسکا یہ ہے کہ ابوبکر نے حرام ہونے سے پہلے خمر خوب پی اور جب اُسکا نشہ ہوا تو بدر میں جو مشرکین قتل ہو گئے تھے اُنکی تعریف میں شعر کہنے لگا اور اُنکے احوال پر رونے لگا۔ آنحضرتؐ نے سُنا تو فرمایا کہ یا اللہ اسکی زبان بند کر دے اللہ نے اُسکی زبان بند کر دی جب تک نشہ رہا ایک لفظ بھی نہ بول سکا۔ اسکے بعد خدا تعالے نے اُسکی حرمت کا حکم بھیجدیا۔ خمر کی حرمت کا حکم جس زمانے میں مدینہ میں آیا ہے تو اُس زمانے میں پختہ وخام خرمے سے شراب بہت تیار ہوتی تھی جسکو فضیخ کہتے ہیں تو حکم آنے کے بعد جناب رسولخدا شہر سے باہر نکلے اور ایک مسجد میں آکر بیٹھ گئے لوگوں کے برتن منگائے جنمیں وہ نبیذ (شراب خرما) تیار کیا کرتے تھے اُن سب برتنوں کو اُلٹ دیا اور فرمایا کہ یہ سب خمر ہے اور اللہ نے اسکو حرام فرمادیا ہے۔ اُسدن جو کچھ پھینکا گیا اُس میں زیادہ فضیخ (قسم شراب) تھی۔ انگور کی شراب کا تو شاید فقط ایک ہی برتن تھا۔ اور وہ بھی اِس طرح کہ مُنقّے اور خرما ملی ہوئی تھی انگور کا شیرہ تو اُس زمانے میں مدینہ میں ہوتا ہی نہ تھا۔ بہر حال خدا تعالے نے خمر کو خواہ وہ تھوڑی ہو یا بہت اور اُسکے بیچنے اور خریدنے اور اُس سے نفع اُٹھانے کو سب باتوں کو حرام قرار دیدیا اور جناب رسول خدا نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص شراب پیے اُسکے کوڑے لگاؤ دوبارہ پیے تو پھر لگاؤ تیسری مرتبہ پیے تو پھر لگاؤ اور چوتھی مرتبہ پیے تو اُسکو قتل کردو۔ نیز یہ فرمایا کہ خدا تعالے کے لیے حق حاصل ہے کہ خمر پینے والے کو زنا کرنے والی عورتوں کے اندام نہانی سے جو پیپ اور کچ لہو بہیگا اور جسکی بدبو اور حرارت سے اہل جہنم بھی ایذا پائینگے وہ پلائے۔ نیز جناب رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص خمر پیے گا تو پینے کے دن سے چالیس دن تک اُسکی نماز قبول نہوگی اور اگر اُن چالیس دن کے اندر بغیر توبہ کیے مرگیا تو خدائے تعالے اُسکو وہ پیپ اور کچ لہو پلائیگا جو زنا کاروں کے اندام نہانی سے بہہ کر برسوں جہنم کی دیگوں میں جوشش کھاچکا ہوگا۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۱۹۵ نوٹ نمبر ۳

قول صاحب تفسیر صافی۔ ازبسکہ ایمان اور تقوے کے بہت سے درجے اور منزلیں ہیں جیسا کہ ائمہ علیہم السلام سے وارد ہوا ہے تو بعید نہیں کہ اُن دونوں کا جو آیۂ شریفہ میں مکرر ذکر ہوا ہے اُس سے غالباً اُنہی درجات اور منازل کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایمان کے درجے ہیں۔ طبقے

ہیں اور منزلیں ہیں۔ اُن میں سے کوئی تو ایسا ہے کہ انتہا تک پورا ہو چکا ہے اور کوئی ایسا ہے کہ ناقص ہے اور اُسکا نقصان بھی ظاہر ہے اور کوئی ایسا ہے کہ بہت بڑھ گیا ہے اور اُسکا پلہ بھاری ہے۔ اور جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ مؤمنین مختلف منزلتوں پر ہیں۔ بعض اُن میں سے ایک منزلت پر ہیں بعض دو منزلتوں پر بعض تین پر بعض چار پر بعض پانچ پر بعض چھ پر بعض سات پر۔ اب اگر تم ایک منزلت والے پر دو منزلت والے کا بار ڈالنا چاہو تو وہ نہ اُٹھا سکیگا۔ اسی طرح دو والا تین کا بار نہ اُٹھا سکیگا۔ آگے یہ سلسلہ اِسی طرح چلا گیا۔ بعد از آں حضرت نے فرمایا کہ اِسی طرح درجے بھی ہیں۔ مصباح الشریعۃ میں اُنہی حضرت سے منقول ہے کہ تقوٰے تین طرح کا ہوتا ہے پہلے تقوٰے فی اللہ ہے یہ تقوٰے وہ ہے جس میں حلال کو بھی چھوڑ دیا جاتا ہے شُبہ کا تو ذکر ہی کیا ہے یہ تو خاص الخاص لوگوں کا تقوٰے ہے (جیسے جناب رسُول خدا اور جناب امیر المؤمنینؑ نے کبھی گیہوں کا دانہ تک نہ کھایا) دوسرے تقوٰے من اللہ ہے اِس میں شبہات تک کو چھوڑا جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ حرام سے تو کلی اجتناب ہوگا۔ یہ خاص لوگونکا تقوٰے ہے تیسرے وہ تقوٰے ہے جو آتشِ جہنم اور عذاب کے خوف سے ہو۔ اور اُسمیں حرام سے اجتناب ہوتا ہے اور یہ عام لوگوں کا تقوٰے ہے اور تقوٰے کی مثال اُس پانی کی سی ہے جو کسی نہر میں جاری ہو اور اِن تینوں طبقوں کی مثال جو تقوٰے کے معنی کے متعلق بیان کیے گئے اُن درختوں کی سی ہے جو نہر کے کنارے لگے ہوئے ہوں کہ ہر ایک کی قسم اور رنگ جُدا گانہ ہو یعنی ہر درخت اُس نہر سے پانی تو ضرور چوس لیتا ہے مگر اپنے جوہر اور اپنی طبیعت اور لطافت اور کثافت کے موافق لیتا ہے۔ پھر اِن درختوں سے اور اِنکے پھلوں سے لوگوں کو منافع بھی اُتنے ہی پہنچتے ہیں جیسی اِنکی قدر و قیمت ہوتی ہے جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِى الْاُكُلِ (دیکھو صفحہ ۳۹۶ سطر ۱۱) پس عبادتوں کے لیے تقوٰے ایسا ہی ہے جیسا کہ درختوں کے لیے پانی اور جیسا کہ درختوں کا رنگ اور ذائقہ طبیعتوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے ایسے ہی تقوٰے کے درجے ایمان کے درجے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں جس شخص کا ایمان درجہ میں اعلےٰ ہے اور اُس کی روح کا جوہر صفائی میں سب سے بڑھا ہوا ہے وہ تقوٰے میں بھی سب سے اعلےٰ ہوگا اور جسکا تقوٰے سب سے بڑھا ہوا ہوگا اُسکی عبادت بھی سب سے زیادہ خالص اور سب سے زیادہ ظاہر ہوگی اور جو شخص ایسا ہوگا اُسکو قربِ خدا بھی سب سے زیادہ حاصل ہوگا اور ہر وہ عبادت جسکی بنا تقوٰے پر نہیں ہے محض بیکار ہے جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ (دیکھو صفحہ ۳۴۲ سطر ۶)۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۱۹۶ نوٹ نمبر ۲

التہذیب میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ

اَلْعَدْلُ سے مُراد جنابِ رسُولِ خدا ہیں اور بعد میں وہ امام جو خدا کے حکم سے اُنکا قائم مقام ہو۔ مسئلہ بتلانے کا حق اُنہی کو ہے اور ذَوَاعَدْلٍ یہی ہیں تو جس وقت تمکو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ حکم جنابِ رسُولِ خدا نے دیا ہے یا کسی امامِ برحق نے تو وہ تمہارے لیے کافی ہے اور اُس سے زیادہ تمکو سوال کرنیکی کوئی ضرورت نہیں۔ کافی میں جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جس شخص کے ذمّے حالتِ احرام میں هَدْيٌ واجب ہو جائے اُسے اختیار ہے کہ جہاں جی چاہے اُسے نحر یا ذبح کرے سوائے اُس هَدْيٌ کے جو شکار کے عوض میں ہو کہ اُسکے بارے میں خدائے تعالےٰ فرماتا ہے هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ یعنی ایسا هَدْيٌ یا قُربانی کعبہ پہنچائی جائیگی۔ نیز اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جس شخص کے ذمّے کسی شکار کی وجہ سے جو اُسنے حالتِ احرام میں کیا ہو قُربانی واجب ہوگئی ہو تو اگر وہ احرام حج کا تھا تو یہ قُربانی جو اِسکے ذمّے واجب ہوئی ہے منےٰ میں نحر یا ذبح کیجائیگی اور اگر عمرہ کا احرام تھا تو وہ قربانی شہر مکّہ میں کعبۃ اللہ کے سامنے نحر یا ذبح کی جائیگی۔ کافی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی شخص نے حالتِ احرام میں شتر مُرغ یا گورخر کو شکار کر لیا تو اُسکے لیے کیا حکم ہے۔ فرمایا اُس کے ذمّے ایک بُدنہ (جوان اونٹنی) کی قربانی ہے جو پانچ برس کی پوری ہو کر چھٹے میں داخل ہو گئی ہو۔ عرض کیا گیا کہ اگر اتنی قدرت نہ رکھتا ہو تو؟ فرمایا کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلادے اور کھانے میں ہر مسکین کو ایک مُد (تخمیناً تین پاؤ) وہ غلہ دینا چاہیے جو خود کھاتے ہوں۔ عرض کیا اگر اتنی بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو؟ فرمایا اٹھارہ دن کے روزے رکھدے۔ پھر دریافت کیا گیا کہ اگر کسی شخص نے حالتِ احرام میں ایک جنگلی گائے کا شکار کیا ہو؟ فرمایا اُسکے ذمّے ہے کہ ایک گائے قُربانی کرے۔ عرض کیا گیا کہ اگر اسکی قدرت نہ رکھتا ہو تو؟ فرمایا تین ۳ مسکینوں کو کھانا کھلادے۔ عرض کیا گیا کہ اگر اسکی بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو؟ فرمایا تو نو ۹ دن کے روزے رکھے۔ کسی نے عرض کی اگر ہرن کو شکار کیا ہو تو اُسکے ذمّے کیا ہے؟ فرمایا ایک بکرے کی قربانی کرنا۔ عرض کی اگر اُسے اتنی قدرت نہو تو؟ فرمایا دس ۱۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ عرض کی گئی کہ اگر یہ بھی میسّر نہ ہو تو؟ فرمایا تو تین ۳ دن کے روزے رکھے۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۰۲ نوٹ نمبر ۳

تفسیرِ قمّی میں جناب امام محمدِ باقر علیہ السّلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور لوگ حساب کے لیے اکٹھے کیے جائینگے تو اُس صاف میدان تک جہاں سب کو جمع ہونا ہے پہنچتے پہنچتے بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھانی پڑینگی اور بڑے بڑے ہولناک منظر پیشِ نظر آئینگے۔ جب سب پہنچ چکینگے تو منجانب عرش ایسی ایک آواز سے جسے سب سُنتے ہونگے پہلا شخص جسکا نام لیکر پکارا جائیگا وہ حضرت محمدؐ ابن عبداللہ النبی القرشی العربی ہونگے چنانچہ آنحضرتؐ آگے بڑھکر عرش کی داہنی طرف جا کھڑے ہونگے پھر تمہارے آقا اور مولا کا نام لیکر پکارا جائیگا وہ آنحضرتؐ کی بائیں طرف جا کھڑے ہونگے۔ پھر اُمّتِ محمدیہ کو

بُلایا جائیگا اور وہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام کے بائیں ہاتھ سلسلہ وار جا کھڑے ہونگے پھر اوّل سے آخر تک ایک ایک نبی کو معہ اُنکی اُمّت کے بلایا جائیگا یہ سب عرش کے بائیں طرف کھڑے ہونگے حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اِسکے بعد روبکاری شروع ہوگی اوّل جسکو اظہار دینے کے لیے بُلایا جائیگا وہ قلم ہوگا جو آدمی کی صورت میں آکر کھڑا ہوگا۔ منجانب اللہ اُس سے سوال کیا جائیگا کہ ہمنے جو الہام تجھکو کیا تھا اور جو احکام بطریق وحی بھیجے تھے آیا اُنکو تو نے لوح میں لکھدیا تھا؟ قلم عرض کریگا کہ پروردگارا! تو خوب واقف ہے کہ بروئے وحی جو حکم تو نے مجھے دیا تھا اور جو الہام فرمایا تھا وہ سب میں نے لوح میں لکھدیا تھا۔ منجانب اللہ سوال ہوگا کہ تیری اِس بات کا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریگا کہ خداوندا! تیرے اسرار پوشیدہ کا سوائے تیرے واقف کوئی نہیں اُسوقت منجانب اللہ آواز آئیگی کہ تو نے اپنی حجّت کو پورا کردیا۔ اِسکے بعد لوح کو طلب کیا جائیگا وہ بھی آدمی کی صورت میں حاضر ہوگی اور قلم کے پاس کھڑی ہو جائیگی۔ اُس سے سوال کیا جائیگا کہ آیا قلم نے ہمارا حکم اور ہمارا الہام جو جو کچھ اُسکو بذریعہ وحی پہنچا تھا تجھمیں لکھا تھا؟ لوح عرض کریگی پروردگارا ضرور لکھا تھا اور میں نے اسرافیلؑ کو پہنچادیا تھا پھر اسرافیلؑ بلائے جائینگے یہ بھی آدمی کی صورت میں لوح و قلم کے برابر آکر کھڑے ہونگے۔ اِن سے خدائے تعالےٰ دریافت فرمائیگا کہ آیا قلم نے جو وحی لوح میں لکھی تھی وہ لوح نے تمکو پہنچائی؟ وہ عرض کرینگے کہ خداوندا ضرور پہنچائی اور وہ میں نے جبرئیلؑ کو پہنچادی جبرئیلؑ طلب کیے جائینگے جو اسرافیلؑ کے برابر آکر کھڑے ہونگے اُن سے منجانب اللہ یہ سوال کیا جائیگا کہ آیا اسرافیلؑ نے تمکو وہ علم پہنچادیے جو اُنکو پہنچے تھے؟ وہ عرض کرینگے کہ خداوندا! اُنھوں نے مجھے پہنچادیے اور میں نے تیرے تمام انبیا کو پہنچادیے جو حکم بھی مجھے جسکی نسبت ملا اُسی کو پورا پورا پہنچادیا اور میں نے تیری رسالتیں ایک ایک نبی اور ایک ایک رسول کو پوری پوری پہنچائیں اور تیری ہر وحی اور ہر شریعت اور ہر کتاب جس جس کو پہنچنی چاہیے تھی اُسی کو پہنچائی۔ اور سب سے آخر میں تیری رسالت۔ تیری وحی۔ تیری حکمت۔ تیرا علم اور تیری کتاب اور تیرا کلام تیرے حبیب محمدؐ ابن عبداللہ العربی القرشی الاُمّی کو پہنچادیا۔ یہاں پہنچکر جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اولادِ آدمؑ میں سے جس شخص کو پہلے روبکاری کے لیے طلب کیا جائیگا وہ محمدؐ ابن عبداللہ ہونگے اُنکو منزلتِ خاص عطا کیجائیگی اُسدن کسی مخلوق کو خدائے تعالےٰ سے وہ قُرب حاصل نہوگا جو آنحضرتؐ کو ہوگا۔ خدائے تعالےٰ دریافت فرمائیگا کہ اے محمدؐ آیا جبرئیلِ امین نے وہ تمام وحی تم تک پہنچائی جو میں نے بھیجی تھی اور آیا اُسکے ذریعے سے میری کتاب اور میری حکمت اور میرا علم تم تک پہنچا؟ جناب رسولِ خدا عرض کرینگے۔ پروردگارا! بیشک جو وحی اور جو کتاب اور حکمت اور علم تو نے جبرئیلؑ کے ذریعے سے بھیجا وہ سب اُنھوں نے مجھے پہنچادیا۔ اُس وقت خدا تعالےٰ آنحضرتؐ سے سوال کریگا کہ اچھا جبرئیلؑ نے جو میری کتاب اور میری حکمت اور میرا علم تمکو پہنچایا آیا تمنے وہ اپنی اُمّت کو پہنچادیا؟ آنحضرتؐ عرض کرینگے خداوندا! جو کچھ بھی تو نے بذریعۂ وحی

میری طرف بھیجا وہ میری کتاب تھی تو تو اور تیری حکمت تھی تو تو اور تیرا علم تھا تو وہ سب کا سب میں نے اپنی اُمت کو پہنچا دیا اور تیری راہ میں کوشش کی حد کر دی اُس وقت خدا تعالٰے آنحضرتؐ سے فرمائیگا کہ اِس کا گواہ کون ہے؟ آنحضرتؐ عرض کرینگے کہ پروردگارا سب سے پہلا میرا گواہ تو ہے پھر تیرے فرشتے ہیں پھر میری اُمت کے نیک لوگ ہیں حالانکہ گواہی تیری ہی کافی ہے۔ اُس وقت فرشتے بلائے جائینگے وہ سب آنحضرتؐ کی تبلیغ رسالت کی شہادت دینگے۔ پھر آنحضرتؐ کی اُمت بلائی جائیگی اور اُن سے سوال کیا جائیگا کہ آیا محمد مصطفٰے نے ہماری رسالت ہماری کتاب ہماری حکمت اور ہمارا علم تمکو پہنچایا اور اِن سب چیزوں کی تمکو تعلیم دی یا نہیں؟ چنانچہ وہ سب لوگ بھی آنحضرتؐ کے حق میں رسالت اور حکمت اور علم کے پہنچانے کی گواہی اور تعلیم کرنے کی گواہی دینگے پھر خدائے تعالٰے آنحضرتؐ سے دریافت کریگا کہ آیا تمنے اپنے بعد کسی ایسے شخص کو اپنی اُمت میں اپنا خلیفہ بنایا تھا جو میری حکمت اور میرے علم کو اُنہیں قائم رکھے اور میری کتاب کی اُنکے لیے تفسیر کرتا رہے اور جن جن باتوں میں وہ باہم اختلاف کریں اُن سب کو کھولکر بیان کرتا رہے اور وہ تمہارے بعد میری حجت اور زمین میں میرا خلیفہ ہو؟ آنحضرتؐ جواب دینگے کہ خداوندا! ضرور میں نے علیؑ ابن ابیطالبؑ اپنے بھائی اپنے وزیر اپنے وصی اور اپنی اُمت میں سے سب سے بہتر شخص کو اپنے پیچھے چھوڑا تھا اور اپنی زندگی میں اُن سب کے لیے اُسکو علم ہدایت قائم کر دیا تھا اور اِن سبکو اُسکی اطاعت کی دعوت دی تھی اور اپنی اُمت میں اُسکو اپنا خلیفہ اور ایسا امام مقرر کر دیا تھا کہ میرے بعد قیامت تک تمام اُمت خود اُسکی اور اُسکے بتلائے ہوئے اماموں کی پیروی کرتی رہے پھر علیؑ ابن ابیطالبؑ طلب کیے جائینگے اور اُنسے دریافت کیا جائیگا کہ آیا جناب محمد مصطفٰے نے تمکو اپنا وصی بنایا اور تمکو اپنی اُمت میں اپنا خلیفہ مقرر کیا اور تمکو اپنے ایام حیات میں اپنی اُمت کے لیے بطور علم ہدایت کے مقرر کیا اور آیا تم بعد اُنکے اُنکے قائم مقام ہوئے؟ اُس وقت جناب علیؑ مرتضٰے عرض کرینگے کہ خداوندا! جناب محمد مصطفٰے نے ضرور مجھے اپنا وصی بنایا اور اپنی اُمت میں مجھکو اپنا خلیفہ قرار دیا اور اپنی زندگی میں اُن سب کے لیے مجھے علم ہدایت مقرر کیا۔ مگر جس وقت تو نے آنحضرتؐ کی روح مبارک قبض فرمائی اُمت نے میرا انکار کیا میرے حق میں چالیں چلے مجھے کمزور کر دیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالیں جنکو تو نے مؤخر فرمایا تھا اُنکو مجھ پر مقدم کر دیا اور جنکو تو نے مقدم کیا تھا اُنکو مؤخر کر دیا۔ میری بات نہ سُنی۔ میرا کہنا نہ مانا پس میں بھی جب تک کہ اُنہوں نے مجھکو قتل نہ کر دیا تیری راہ میں اُن سے برابر لڑتا ہی رہا۔ اُس وقت علیؑ مرتضٰے سے پھر دریافت کیا جائیگا کہ آیا تمنے اپنے بعد اُمت محمد مصطفٰے میں کسی کو حجت اور زمین خدا کا خلیفہ مقرر کیا جو میرے بندونکو میرے دین کی طرف اور میری راہ کی طرف بلاتا رہے؟ جناب علیؑ مرتضٰے عرض کرینگے کہ خداوندا میں نے اپنے بڑے بیٹے اور تیرے نبی کی بیٹی کے بڑے بیٹے حسنؑ مجتبٰے کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ اُس وقت حسنؑ مجتبٰے بلائے جائینگے اور اُنسے ویسے ہی سوال ہونگے جیسے کہ علیؑ ابن ابیطالبؑ

علیہ السّلام سے ہو چکے ہونگے پھر اُنکے بعد اور امام یکے بعد دیگرے بُلائے جائینگے اور اُنکے زمانے والے بھی بُلائے جائینگے ائمہ علیہم السّلام اپنی اپنی حجتیں پیش کرینگے خدا تعالٰے اُنکے عُذر کو قبول فرمائیگا اور اُنکی حجتوں کو جائز رکھیگا (اور نہ ماننے والوں پر باقاعدہ جُرم قائم ہو جائیگا) امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اُس وقت خدا تعالٰے فرمائیگا هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ (دیکھو صفحہ ۲۰۲ سطر ۴)

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۱۳ نوٹ نمبر ۵

نیز دوسری آیت میں فرماتا ہے وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ (دیکھو صفحہ ۲۰۶ سطر ۸) نیز فرماتا ہے ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ (دیکھو صفحہ ۵ سطر ۹) مطلب یہ ہے کہ جناب رسولِ خدا کی روحِ مبارک قبض فرمالی تو اُسکے بعد اندھیری پر اندھیری چھا گئی اسی وجہ سے آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ کی فضیلت اُن لوگوں کو نہیں سوجھی خدا تعالٰے کی اس آیت وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ۖ وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (دیکھو صفحہ ۲۷۹ سطر ۱۰) کا بھی یہی مطلب ہے۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۱۷ نوٹ نمبر ۴

جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی بصارت کو اتنی قوّت عطا کر دی گئی تھی کہ وہ آسمانوں سے پار گزر جاتی تھی جو کچھ آسمانوں میں ہے اُسے بھی دیکھتی تھی عرش کو بھی دیکھتی تھی اور جو کچھ عرش سے اوپر ہے اُسکو بھی دیکھتی تھی المناقب میں ہے کہ جابر ابن یزید جعفی نے اُنھی حضرتؑ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو حضرتؑ نے جابر کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا فرمایا اپنا سر اُٹھا۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے جو سر اُٹھایا تو دیکھتا کیا ہوں کہ اُس مکان کی چھت ندارد ہو گئی اور میری نظر اُس سوراخ سے پار ایک نور پر پڑی اور اُس سے بھی گزر گئی فرمایا بس اسی طرح ابراہیم علیہ السّلام نے آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت کو دیکھا تھا۔ پھر فرمایا کہ اب تو زمین کی طرف دیکھ پھر اپنا سر اُٹھا اب جو میں نے سر اُٹھایا تو دیکھتا کیا ہوں کہ چھت جیسی پہلے تھی ویسی ہی موجود ہے۔ پھر حضرتؑ نے میرا ہاتھ پکڑا پھر مجھے اُس گھر سے نکالا اور مجھے ایک کپڑا پہنا دیا اور فرمایا کہ اپنی دونوں آنکھیں ایک ساعت کے لیے بند کرلے پھر فرمایا اب تو ظلمات میں پہنچ گیا جسے ذوالقرنین نے دیکھا تھا۔ میں نے اپنی دونوں آنکھیں کھولیں تو میں وہاں کوئی چیز نہ دیکھ سکا۔ پھر چند قدم اُٹھائے تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اب تو آبِ حیات کے چشمہ پر پہنچ گیا ہے جہاں خضر علیہ السّلام نے پانی پیا تھا پھر ہم اُس عالم سے نکلے یہاں تک کہ ہم پانچ عالموں سے گزرے فرمایا کہ یہ سب ملکوت الارض میں داخل ہیں۔ پھر فرمایا کہ دونوں آنکھیں بند کرلے اور میرا ہاتھ حضرتؑ نے پکڑ لیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ ہم اُسی مکان میں آ گئے جس میں پہلے تھے اور وہ لباس جو مجھے پہنایا گیا تھا اُتروا لیا گیا۔ میں نے عرض کی قربان جاؤں دن کا کتنا حصّہ گزرا ارشاد فرمایا فقط تین ساعت۔ کافی تفسیر مجمع البیان۔ تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب

جنابِ ابراہیم علیہ السلام نے آسمانوں کی اور زمین کی سلطنتیں دیکھیں تو ایک شخص کو زنا بھی کرتے دیکھا اُسکے حق میں بد دعا کی وہ مرگیا پھر دوسرے کو دیکھا اُسکے لیے بھی بد دعا کی وہ بھی مرگیا۔ پھر تین شخصوں کو دیکھا اُن کیلیے بھی بد دعا کی وہ بھی مرگئے اُس وقت خدائے تعالےٰ نے اُنکی طرف وحی فرمائی کہ اے ابراہیمؑ دعا تو تمہاری مستجاب ہے مگر میرے بندوں کے لیے بد دعا نہ کرو اسلیے کہ اگر مجھے تمہاری بد دعا سے اُنکو مارنا منظور ہوتا تو میں سرے سے اُنکو پیدا ہی نہ کرتا۔ میں نے اپنی مخلوق جتنی پیدا کی ہے وہ تین قسم کی ہے۔ ایک قسم کے لوگ تو محض میری عبادت کرینگے کسی چیز کو میرا شریک قرار نہ دینگے پس میں اُنکو ثواب دونگا۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہونگے جو مجھے چھوڑکر اوروں ہی کی عبادت کیا کرینگے مگر میرے قابو سے کبھی باہر نہ جائینگے تیسری قسم کے لوگ وہ ہونگے جو خود تو عبادت اوروں کی کیا کرینگے مگر اُنکی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرونگا جو میری ہی عبادت کیا کرینگے۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۲۱ نوٹ نمبر ۲ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے حدیثِ طینت میں منقول ہے کہ یہ جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا یُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (دیکھو صفحہ ۲۲ سطر ۹) اس میں زندہ سے مُراد وہ مؤمن ہے جسکی طینت کافر کی طینت سے نکلی ہو اور اُس مُردہ سے مراد جو زندہ سے نکلا ہو وہ کافر ہے جسکی طینت مؤمن کی طینت سے برآمد ہوئی ہو۔ تفسیرِ قمی میں یہ فرمایا کہ اس آیت میں اَلْحَبّ سے مراد وہ ہے جسے خدا نے دوست رکھا اور اَلنَّوٰی سے مراد وہ ہے جسکو حق سے دوری رہی۔ نیز تفسیرِ عیاشی میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اَلْحَبّ سے مراد مؤمن ہے اور یہ خدائے تعالےٰ کے اس قول سے ثابت ہے وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ (دیکھو صفحہ ۵۰۰ سطر ۲) اور اَلنَّوٰی سے مُراد وہ کافر ہے جو حق سے دور رہا اور اُس کو قبول نہ کیا

تمت

باب فخر الخیر والعاقبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارہ ہشتم

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۳۹ نوٹ نمبر ۱ اسکے لیے ملاحظہ کیجیے قرآنِ مجید مترجم کا صفحہ ۳۶۶ معہ نوٹہائے متعلقہ۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۴۴ نوٹ نمبر ۲ کافی میں ہے کہ سفیانِ ثوری نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو قیمتی اور عمدہ کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا کہ میں انپر جا کر حجت قائم کرتا ہوں اور انکو سخت تنبیہ کرتا ہوں۔ قریب آ کے بولا کہ یا ابن رسول اللہ جناب رسولخدا نے تو کبھی ایسے کپڑے نہیں پہنے اور نہ جناب علیؑ مرتضےٰ علیہ السّلام نے پہنے اور نہ آپکے آباؤ اجداد میں سے اور کسی نے پہنے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ جناب رسولِ خدا عسرت کے زمانے میں تھے اور ایسے ہی عسرت کے زمانے میں ہمارے اور بزرگ بھی رہے اور اسکے بعد دنیا نے ادھر رُخ کیا تو جو اُس میں ابرار ہیں وہ اُس سے نفع اُٹھانے کے زیادہ مستحق ہیں پھر حضرتؑ نے آیۂ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ط تلاوت فرمائی (دیکھو صفحہ ۲۴۴ سطر ۱)۔ پس اللہ تعالےٰ نے جو کچھ عطا فرمایا ہے ہم اُسکے لینے کے زیادہ مستحق ہیں مگر اے ثوری یہ جو اوپر کے کپڑے تو دیکھتا ہے یہ تو میں نے لوگوں کے دکھلانے کے لیے پہنے ہیں۔ پھر سفیان کا ہاتھ اپنی طرف کھینچا اور اوپر کا کپڑا اُٹھا کر نیچے والا نکالا تو جسم مبارک سے جو ملا ہوا تھا وہ ویسا ہی موٹا تھا (جیسا کہ حضرتؑ کے بزرگ پہنا کرتے تھے) پھر فرمایا دیکھ یہ تو میں اپنے نفس کے لیے پہنتا ہوں اور وہ جو تو نے دیکھا وہ لوگوں کے دکھانے کے لیے۔ اسکے بعد سفیان کا اوپر والا کپڑا کھینچ لیا جو بہت ہی موٹا اور کھُرکھُرا تھا تو اندر سے ایسا کپڑا نکلا جو بہت ہی نفیس اور نرم تھا فرمایا کہ تو نے یہ اوپر کا لباس تو لوگوں کے دکھانے کو پہن رکھا ہے اور اندر کا اپنے نفس کو خوش کرنے کے لیے۔ نیز منقول ہے کہ وہ حضرتؑ اپنے کسی صحابی پر سہارا دیے ہوئے جا رہے تھے اور آپ شہرِ مرو کے بُنتے ہوئے نفیس کپڑے پہنے ہوئے تھے کہ عبّاد ابن کثیر سے ملاقات ہوئی اُسنے عرض کی کہ یا حضرتؑ آپ تو اہلبیتؑ نبوّت سے ہیں اور آپ کے والدِ ماجد ایسے اور ایسے تھے اور آپ کے جدّا مجد ایسے اور ایسے تھے پھر یہ کیا بات ہے کہ آپ ایسے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اگر اسنے گھٹیا کپڑے آپ پہنتے تو موزوں ہوتا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اے عبّاد وائے ہو تجھپر مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ط (دیکھو صفحہ ۲۴۴ سطر ۱) پھر فرمایا کہ خدائے عزّ و جلّ جب کسی بندے کو کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو اس بات کو بھی دوست رکھتا ہے کہ اُس نعمت کا اثر اُس بندے پر دیکھے تو ان کپڑوں کے پہننے میں کوئی خرابی نہیں ہے

اے عبّاد وائے ہو تجھ پر میں جناب رسولِ خدا کا لخت جگر ہوں پس مجھے ایذا مت دے (یہ فرمانے کی ضرورت اِس وجہ سے پیش آئی کہ) اُس وقت عبّاد تہ رُوئی کے دوہرے دوہرے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ نیز یہ بھی منقول ہے کہ کسی نے آنحضرتؑ سے یہ عرض کی کہ خدا حضور کا بھلا کرے آپ ذکر فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السّلام موٹے جھوٹے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ کُرتا ایسا پہنتے تھے جو چار درم کو آتا تھا یا اسی کے قریب قریب اور آپ کو ہم عمدہ لباس پہنے ہوئے دیکھتے ہیں۔ فرمایا کہ حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السّلام وہ لباس اُس زمانے میں پہنتے تھے جبکہ وہ لباس حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جاتا تھا اور اگر وہ لباس وہ حضرت آجکل پہنتے تو مطعون ہو جاتے پس ہر زمانے میں جو لباس اہلِ زمانہ میں رائج ہو اُسکو اختیار کرو۔ ہاں اِس حکم سے قائم آل محمد صلوات اللہ علیہ مستثنے ہیں کس لیے کہ جب وہ حضرت تشریف لائینگے جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کا سا لباس بھی پہنینگے اور آنحضرت کی سیرت بھی اختیار کرینگے

قولِ مترجم۔ ایک اور روایت میں خود جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام سے اِس بات کی وجہ منقول ہے کہ وہ حضرت موٹا جھوٹا کیوں کھاتے اور پہنتے تھے۔ وجہ یہ کہ خداوند عالم نے ائمہ علیہم السّلام پر عدل کو واجب کیا تھا کہ اپنی ذات کو محتاج سے محتاج آدمی کے برابر کر دکھائیں تاکہ فقیر کو اُسکا فقر ناگوار نہ گزرے اور غنی کو اپنی غنا پر گھمنڈ نہ ہو۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۱۴۲ نوٹ نمبر ۱۳ کافی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے روئے زمین کے دریاؤں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا جو کچھ انہیں سے پی لیا گیا وہ ہمارا ہے اور جو ہمارا ہے وہ ہمارے شیعوں کا ہے اور ہمارے دشمنوں کا اُس میں کوئی حصہ نہیں یہ اور بات ہے کہ اُنہوں نے کچھ غصب کر لیا۔ رہے ہمارے دوست وہ اِسکے اور اِسکے مابین یعنی آسمان و زمین کے مابین ہماری طرف سے بحل کیے ہوئے ہیں (یعنی یہ جو چیزیں ہمارے حق کی اپنے استعمال میں لائیں اُنکے متعلق ہماری ولایت کے سبب کوئی بازپرس نہوگی) پھر یہ آیت تلاوت فرمائی قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ (دیکھو صفحہ ۲۴۴ سطر ۳) پھر فرمایا کہ قیامت کے دن وہ سب کچھ مؤمنوں کو ہی ملجائیگا جو کفّار و منافقین و مخالفین نے اُنسے غصب کر لیا تھا اور وہاں کوئی غصب نہ کر سکیگا

امالی میں جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ اے بندگانِ خدا یہ سمجھو کہ متقی لوگوں کو فوری نفع بھی حاصل ہوگا اور آئندہ کا بھی یعنی وہ اہلِ دُنیا کی دُنیا میں تو شریک ہیں اور اہلِ دُنیا اُنکی عقبےٰ میں اُنکے شریک نہونگے۔ دُنیا میں اللہ نے اُنکے لیے وہ مباح فرمایا ہے جو اُنکے لیے کافی ہوگا اور اُن کو بے پروا کر دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ الخ (دیکھو صفحہ ۲۴۴ سطر ۱) پس وہ دنیا میں اچھے سے اچھے گھروں میں رہے جن میں دنیا رہ سکتی تھی اور انھوں نے دنیا میں اچھے سے اچھا کھایا جو وہ کھا سکتی تھی۔ اہلِ دنیا کے ساتھ وہ اُن کی دُنیا میں شریک رہے کھانے کی

پاک چیزوں میں سے جو وہ کھاتے ہیں یہ بھی اُنکے ساتھ کھاتے رہے اور پینے کی پاک چیزوں میں سے جو کچھ وہ پیتے ہیں یہ بھی پیتے رہے اور اچھے سے اچھے کپڑے جیسے وہ پہنتے ہیں یہ بھی پہنتے رہے اور اچھے سے اچھے مکان جن میں وہ رہتے ہیں یہ بھی اُنہی میں رہتے رہے۔ اور عمدہ سے عمدہ ازواج جیسی اُنکو میسر ہیں یہ بھی ویسی ہی کرتے رہے اور اچھی سے اچھی سواریاں جن پر وہ سوار ہوتے تھے یہ بھی سوار ہوتے رہے غرض دنیا کی لذت تو اہل دنیا کے ساتھ اُٹھائی اور کل قیامت کے دن خدائے تعالےٰ کے مہمان ہونگے کہ جو تمنا اُس سے کرینگے وہ اُنکو عطا فرمائیگا اور اُنکی کسی دعا کو رد نہ کریگا اور نہ اُن کی لذت کا کوئی حصہ کم کریگا۔ پس اے بندگانِ خدا جس شخص میں عقل ہے وہ تو ایسی ہی حالت کا مشتاق ہوگا۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۴۴ نوٹ نمبر ۴ کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ اَلْفَوَاحِشَ کی تفصیل میں جو خداوند عالم فرماتا ہے مَا ظَهَرَ مِنْهَا اِس سے مُراد ہے ایسا زنا جو اعلان کے ساتھ کیا جائے۔ اور دوسرے زمانہ جاہلیت میں بدکار عورتیں اپنے گھروں پر جھنڈے نصب کر لیا کرتی تھیں (یا جیسے ہندوستان میں کوٹھے پر بیٹھ جاتی ہیں) اور یہ جو خداوند عالم نے فرمایا ہے وَمَا بَطَنَ اس سے مُراد ہے باپ کی ازواج سے نکاح اسلیے کہ بعثتِ جناب رسولِ خدا سے پہلے مرد جیسے اپنے باپ کے مال کا مالک ہوتا تھا ایسے ہی اُسکی ازواج کا بھی مالک ہوتا تھا سوائے اُسکے جسکے بطن سے پیدا ہوا ہو مگر اللہ تعالےٰ نے اس فعل کو حرام قرار فرما دیا ہے آگے فرمایا وَالْاِثْمَ اِس سے مُراد ہے خمر کہ خدا تعالےٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ٥ پس کتاب خدا میں اَلْاِثْمَ سے مُراد خمر و میسر ہے اور تفسیر عیاشی میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اَلْمَيْسِرِ سے مُراد ہے نرد یعنی جوئے کا سامان اور شطرنج اور چوسر وغیرہ۔ اور آگے فرمایا اَلْبَغْيَ سے مُراد ہے چھپاکے زنا کرنا۔ صاحب تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ اکثر اَلْفَوَاحِشَ سے ایسے گناہ مُراد لیے جاتے ہیں جنکی قباحت بڑھی ہوئی ہو خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ مخفی اور عام طور سے اَلْاِثْمَ کا لفظ ہر گناہ کے لیے بھی آیا ہے اور اَلْبَغْيَ کا مطلب ظلم اور تکبر بھی ہے کہ اُس صورت میں لفظ بِغَيْرِ الْحَقِّ سے اُسکی تاکید ہوتی ہے اور مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا سے مُراد تحکم یعنی جبراً ایک بات کو ماننا اور منوانا کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ خداوند عالم اِس بات کی کوئی دلیل نازل کرے کہ اُسکے غیر کو اُسکا شریک کیا جائے۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ قرآن مجید کے لیے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ پس جو کچھ خداوند عالم نے قرآن مجید میں حرام قرار دیا ہے یا اُس سے باز رہنے کو فرمایا ہے وہ تو ظاہر ہے اور باطن اُسکا ائمہ جور ہیں۔ اور اِسی طرح جن جن چیزوں کو خداوند عالم نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے یا اُنکی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے وہ تو ظاہر ہیں اور باطن اُنکا ائمہ حق ہیں اور اِس بات سے منع کیا ہے کہ تم خدا کے برخلاف

٥ (دیکھو صفحہ ۵۳ سطر ۔)

وہ کچھ نہ کہو جو کچھ تم نہ جانتے ہو یعنی اپنی طرف سے بات نہ بناؤ اور افترا نہ کرو۔ نیز کافی اور خصال میں اُنہی حضرت سے منقول ہے کہ دو عادتوں سے بچتے رہو کیونکہ جو ہلاک ہوا وہ اِنہی دو باتوں کے سبب سے ہلاک ہوا ایک تو لوگوں کو اپنی رائے سے فتوے دینا۔ اور دوسرے جو نہ جانتے ہو اُسکے بموجب فیصلہ کرنا۔ اور دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ ایک تو دینِ خدا میں باطل کو مذہب قرار دینا دوسرے جو کچھ تم نہ جانتے ہو اُسکے بموجب لوگوں کو فتوے دینا۔ نیز اُسی کتاب میں اور التوحید میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کسی نے آنحضرت سے دریافت کیا تھا کہ بندوں پر اللہ کی حجّت کیا ہے فرمایا یہ کہ جو جانتے ہوں وہ کہیں اور جو نہ جانتے ہوں اُس میں خاموش رہیں۔ من لا یحضرہ الفقیہ میں جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کی وہ وصیّت منقول ہے جو آپ نے اپنے صاحبزادہ محمدؒ ابن حنفیہ کو فرمائی اُسمیں ایک بات یہ بھی تھی کہ بیٹا جو کچھ تم نہ جانتے ہو وہ نہ کہو بلکہ جتنا جانتے ہو وہ بھی سب نہ کہو۔ العیون میں بروایتِ جنابِ امیر المؤمنینؑ جنابِ نبیؐ خدا سے منقول ہے کہ جو شخص بغیر علم کے لوگوں کو فتوے دے کُل آسمانوں کے اور زمین کے فرشتے اُسپر لعنت کرتے ہیں۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۵۴ نوٹ نمبر ۴ کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جنابِ نبیؐ خدا نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ قوم حضرت صالح علیہ السّلام کس طرح ہلاک ہوئی اُنہوں نے عرض کی کہ یا رسُول اللہ حضرت صالحؑ اپنی قوم کی طرف سولہ برس کی عمر میں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اور وہ اتنی مدّت اُنمیں رہے کہ ایکسو بیس برس کے ہو گئے مگر اُنہوں نے اِنکی ایک بات بھی نہ مانی اور اُن لوگوں کے ستّر بُت تھے جنکی وہ پرستش کیا کرتے تھے جب نوبت یہانتک پہنچ چکی تو حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ لوگو! مجھے تم میں ایک سو چار برس گزر گئے اب میں تمہارے سامنے دو باتیں پیش کرتا ہوں یا تو تم یہ منظور کرو کہ مجھ سے جو چیز جی چاہے مانگو میں اپنے خدا سے اُسکا سوال کرونگا اور وہ فوراً تمکو عطا کریگا اور یا یہ منظور کرو کہ میں تمہارے خداؤں سے کچھ مانگوں اگر اُنہوں نے میری وہ بات پوری کردی تو پھر میں تمہارے پاس چلا جاؤنگا اِسلیئے کہ میں تم سے اُکتا گیا ہوں اور تم مجھسے اُکتا گئے ہو اُنہوں نے کہا کہ اے صالحؑ یہ بات تو انصاف کی ہے چنانچہ ایک دن مقرر کیا گیا جس میں وہ بتوں کو اپنی پیٹھ پر لاد کر نکلے اور کھانے پینے کی چیزیں تیّار کیں اور کھا پی کے جب فارغ ہوئے تو اُنہوں نے کہا کہ لو صالحؑ اب تم اِن سے مانگو۔ صالح علیہ السّلام نے اُنمیں سے بڑے کا نام پوچھا اُن لوگوں نے نام بتایا تو حضرت صالح علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے فلاں فلاں میری فلاں حاجت پوری کر جب کچھ جواب نہ ملا تو حضرت صالح علیہ السّلام نے فرمایا کہ اِس سے تو کچھ جواب نہیں ملتا اُنہوں نے کہا کیا حرج ہے آپ دوسرے سے مانگیے چنانچہ اُنہوں نے نام لے لیکے سلسلہ وار سب سے مانگا اور کچھ جواب نہ پایا تب تو وہ لوگ اپنے بتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ تمکو ہو کیا گیا ہے کہ تم صالحؑ کی دعا قبول نہیں کرتے۔ اسکا بھی کچھ جواب نہ ملا تب

اُنہوں نے کہا کہ آپ ایک ساعت کے لیے یہاں سے علیحدہ ہو جائیں اور ہمکو اور ہمارے خداؤں کو چھوڑ دیں۔ پھر تو وہاں سے اُنہوں نے فرش بھی اُٹھا ڈالے اور اپنے کپڑے بھی اُتار ڈالے اور خاک پر اُنکے سامنے لوٹنے لگے اور اپنے سروں پر خاک ڈالنے لگے اور اپنے بتوں سے یہ کہا کہ اگر آج تم نے صالحؑ کی بات پوری نہ کی تو ہم ذلیل ہو جائینگے پھر صالح علیہ السّلام کو بُلایا اور کہا کہ اے صالحؑ اب اِنسے دعا کرو چنانچہ دعا کی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا اب حضرت صالح علیہ السّلام نے فرمایا کہ لوگو! دِن کا بڑا حصہ تو جاتا رہا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے خدا میری ایک بات کا بھی جواب نہیں دیتے اب تم اگر مجھسے کہو تو میں اپنے خدا سے دعا مانگوں جو فوراً میری بات کا جواب دیگا۔ چنانچہ اُن میں سے جو بزرگ اور شریف تھے اُنمیں سے ستّر آدمی آمادہ ہو گئے اور اُنہوں نے کہا کہ اے صالحؑ ہم تم سے سوال کرینگے اگر تمہارے پروردگار نے ہماری بات قبول کر لی تو ہم بھی تمہاری پیروی کرینگے اور ہماری بستی کے کُل رہنے والے بھی تمہاری پیروی کرینگے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا اچھا اب جو تمہارا جی چاہے مانگو۔ اُنہوں نے کہا آپ اِس پہاڑ تک ہمارے ساتھ چلیے۔ پہاڑ قریب ہی تھا حضرت صالح علیہ السّلام اُنکے ساتھ گئے۔ جیسے ہی پہاڑ پر پہنچے اُنہوں نے کہا اے صالحؑ! اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ اِسی وقت اِس پہاڑ سے ہمارے لیے ایک اونٹنی خالص سُرخ رنگ کی بڑے بڑے بالوں والی دس مہینے کی حاملہ ایسی نکلے کہ اُسکے دونوں پہلوؤں کی چوڑائی ایک میل ہو۔ صالح علیہ السّلام نے فرمایا تم نے مجھسے ایسی چیز مانگی ہے جو میرے لیے تو مشکل ہے مگر میرے خدا کے نزدیک آسان ہے چنانچہ حضرتؑ نے دعا کی اور وہ پہاڑ اِس زور سے پھٹا کہ قریب تھا یہ لوگ اُسکے صدمہ کی آواز سُنکر دیوانے ہو جائیں پھر اُس میں اِس طرح کا زلزلہ پیدا ہوا جیسے عورت کی حالت ہوتی ہے جبکہ اُسکو دردِ زہ عارض ہو اور تھوڑی دیر میں جہاں سے پہاڑ شق ہوا تھا وہاں سے اونٹنی کا سر نکلا پھر گردن نکلی پھر سارا جسم نکلا پھر وہ زمین پر پوری کھڑی ہو گئی جب یہ دیکھا تو کہنے لگے کہ اے صالحؑ! تمہارے خدا نے تو تمہاری دعا بہت جلد قبول کر لی۔ اب اُس سے یہ دعا بھی کرو کہ بچہ بھی جلدی سے پیدا کر دے۔ حضرتؑ نے دعا کی بچہ بھی اُسنے جن دیا اور وہ بچہ اُسکے آس پاس پھرنے لگا اُن لوگوں سے پوچھا کہ اب کچھ اَور باقی ہے؟ اُنہوں نے کہا اب آپ ہمارے ساتھ ہماری قوم کے پاس چلیے تاکہ ہمنے جو کچھ دیکھا ہے اُس سے اپنی قوم کو اطلاع دیں اور وہ سب آپ پر ایمان لے آئیں حضرتؑ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ لوٹے تو ستّر کے ستّر اُنکے پاس نہیں پہنچے۔ اُن میں سے چونسٹھ مرتد ہو گئے اور اُنہوں نے یہ کہا کہ یہ جھوٹ ہے اور جادو ہے۔ اور مجمع کے پاس پہنچکر چھ نے حق کہا مجمع نے بھی باقی کے ساتھ یہی کہا کہ جھوٹ ہے اور جادو ہے اور اِسی پر سب قائم رہے۔ پھر اُن چھ میں سے بھی ایک نے شک کیا اور وہ اُن لوگوں میں داخل ہو گیا جنہوں نے اِس اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔ راویِ حدیث کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دوستوں میں سے ایک شخص سے جس کا نام سعید ابن یزید تھا جناب امام علیہ السّلام کی یہ حدیث

بیان کی تو اُسنے مجھسے کہا کہ میں نے شام کے ملک میں بچشمِ خود وہ پہاڑ دیکھا ہے جس سے یہ اونٹنی نکلی تھی اور اُسکے دونوں پہلوؤں کا اثر اِس شان سے موجود ہے کہ پہاڑ جو پھٹا ہے اُسکے دونوں حصّوں کے درمیان کا فاصلہ ٹھیک ایک میل اب بھی موجود ہے۔

قولِ مترجم۔ جناب امام محمّد باقر علیہ السّلام والی روایت تو ختم ہوگئی۔ ہم اِس قصّہ کا بقیہ کتابِ کافی سے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی روایت سے نقل کرتے ہیں۔

جب اُن لوگوں کی حسبِ استدعا، یہ اونٹنی پیدا ہوگئی تو خدائے تعالےٰ نے وحی فرمائی کہ اے صالحؑ اِن لوگوں سے کہدو کہ جو چشمہ اِنکے پانی پینے کا ہے اُسکا ایک دن کا پانی خدا نے اِس اونٹنی کے لیے مقرر فرما دیا ہے اور ایک دن کا تم لوگوں کے لیے۔ پس جو دن اونٹنی کے پانی پینے کا ہوتا اُسدن وہ چشمہ کا سارا پانی پی جاتی اور یہ لوگ اُسکا دودھ دوہ لیتے اور اِنکا چھوٹا بڑا کوئی ایسا باقی نہ رہتا کہ جو اُسکا دودھ نہ پیتا اور دوسرے دن کا پانی یہ لوگ پیتے اُسدن اونٹنی کچھ نہ پیتی مدّت تک یہی عملدرآمد رہا پھر اُن لوگوں نے خدائے تعالےٰ کے برخلاف سرکشی اختیار کی ایک دوسرے کے پاس آنے جانے لگے اور یہ مشورہ کرنے لگے کہ اِس اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالو ہم کسی طرح راضی نہیں ہیں کہ ایک دن کا پانی یہ پیے اور ایک دن کا ہم پییں اُنہوں نے کہا وہ کون ہے جو اُسکے قتل پر آمادہ ہو ہم اُسکی مرضی کے موافق اُسے انعام دینے کو تیار ہیں؟ تو ایک شخصِ ولد الزنا سرخ رنگ کبود چشم جسکے باپ کا پتہ نہ تھا جسکا نام قدّار تھا جو سب سے بڑھکے شقی اور اُس قوم میں سب سے زیادہ منحوس تھا۔ آمادہ ہوا اور اُنہوں نے اُسکے لیے انعام مقرر کیا تو جب وہ اونٹنی پانی کی طرف گئی اُسوقت تو کچھ نہ کہا یہانتک کہ پانی پیکر وہ لوٹی یہ شخص اُسکے راستے میں گھات میں بیٹھ گیا۔ اپنی تلوار سے پہلے ایک ضربت لگائی اُسکا کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر دوسری ضربت لگائی وہ کاری لگی اونٹنی اپنے پہلو کے بھل زمین پر گری اور اُس کا بچّہ بھاگکر پہاڑ پر چڑھگیا اور آسمان کی طرف رُخ کرکے تین مرتبہ چیخا اور قوم صالح سب کی سب آئی اور اُس اونٹنی کے ضربتیں لگائیں۔ کوئی بھی باقی نہ رہا جسنے ضربت نہ لگائی ہو اور سب نے اُسکا گوشت آپس میں بانٹ لیا اور چھوٹے بڑے سب نے کھالیا۔ صالح علیہ السّلام نے جب یہ دیکھا تو اُن سے فرمایا کہ اے قوم تم نے یہ کیا کیا؟ کس چیز نے تمکو اپنے پروردگار کی نافرمانی پر آمادہ کیا؟ اُس وقت خدائے تعالےٰ نے صالح علیہ السّلام کی طرف وحی بھیجی کہ تمہاری قوم نے بغاوت کی۔ سرکشی کی اور اُس اونٹنی کو مارا جسکو میں نے اُنپر حجّت قائم کرنے کو بھیجا تھا۔ اُس سے اُنکو ضرر نہ پہنچتا تھا بلکہ بہت بڑا نفع پہنچتا تھا اب اُن سے کہدو کہ میں تین دن میں اُن پر اپنا عذاب بھیجنے والا ہوں اگر یہ توبہ کرلیں اور رجوع کریں تو میں اُنکی توبہ قبول کرلونگا اور اُس عذاب کو اُن سے روکونگا اور اگر اُنہوں نے توبہ نہ کی اور حق کی طرف رجوع نہ کی تو میں تیسرے دن اُنپر عذاب بھیجدونگا۔ صالح علیہ السّلام نے آکر اُن سے فرمایا کہ اے میری قوم میں تم سب کی طرف تمہارے پروردگار کا رسول ہوکر آیا ہوں اور وہ تم سے یہ فرماتا ہے کہ اگر تم نے توبہ کی اور حق کی طرف

رجوع کی اور مغفرت مانگ لی تو میں تمکو بخشدونگا اور تمہاری توبہ قبول کرونگا (بصورتِ دیگر تین دن میں اپنا عذاب نازل کرونگا) حضرت صالح علیہ السّلام کا اُن سے یہ فرمانا تھا کہ اُنکی سرکشی اور خیانت اور بڑھ گئی اور اُنہوں نے یہ کہا یٰصٰلِحُ ائۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ○ (دیکھو صفحہ ۲۵۴ سطر ۹) حضرت صالح علیہ السّلام نے فرمایا لوگو! کل صبح کو تمہارے مُنہ زرد ہو جائینگے پرسوں سُرخ اور اُس سے اَگلے دن سیاہ چنانچہ عذاب کا پہلا دن ہوا تو اُنکے مُنہ زرد ہو گئے ایک دوسرے کے پاس آئے گئے اور کہنے لگے کہ دیکھو صالحؑ نے جیسا کہا تھا ہوا تو ویسا ہی۔ مگر سرکش بولے کہ ہم تو صالحؑ کی بات نہ سُنینگے اور اُسکا کہنا نہ مانینگے خواہ کتنی ہی اچھی بات کیوں نہ ہو۔ دوسرا دن ہوا تو اُنکے چہرے سُرخ ہو گئے۔ پھر ایک دوسرے کے پاس آئے گئے اور کہا کہ لوگو! دیکھو صالحؑ نے جو کچھ کہا تھا وہی ہوتا جاتا ہے۔ سرکش لوگ بولے کہ اگر ہم سب مر بھی جائینگے تو بھی صالحؑ کی بات نہ سُنینگے اور نہ اپنے اُن خداؤں کو چھوڑینگے جنکی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے چلے آئے ہیں۔ بہرحال نہ اُنہوں نے توبہ کی اور نہ حق کی طرف رجوع کی۔ تیسرا دن ہوا تو اُنکے چہرے سیاہ ہو گئے پھر ایک دوسرے کے پاس آئے گئے اور کہا کہ دیکھو صالحؑ نے جو کچھ کہا تھا سب پورا ہوا۔ (اب عذاب ہی آنا باقی ہے) اُن میں سے سرکش بولے کہ صالحؑ کی باتوں کا ذکر ہی نہ کرو دن تو گزر گیا رات جب آدھی آئی تو جبرئیل علیہ السلام نے آکر ایک چیخ ماری جس سے اُنکے کانوں کے پردے پھٹ گئے۔ جگر شق ہو گئے اور دل پارہ پارہ ہو گئے۔ یہ تین دن جو گزرے تھے اسمیں وہ لوگ اپنا انتظام اور اہتمام کرتے رہتے تھے اور وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ عذاب اُنپر آنیوالا ہے جب عذاب آیا تو ایک پلک جھپکتے میں چھوٹے بڑے سب مر گئے اور اُنکا کوئی پرندہ اور چرندہ بھی باقی نہ رہا کہ اللہ نے اُسکو ہلاک کر دیا ہو چنانچہ وہ اپنے گھروں میں اور بستروں میں مرے کے مرے رہ گئے پھر اللہ تعالےٰ نے اُسی چیخ کے ساتھ اُنپر آسمان سے ایک آگ بھی بھیجی جس نے اُن کو جلا کر راکھ کر دیا۔

تمّت بالخیر والعافیۃ

ع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارۂ نہم

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۶۳ نوٹ نمبر ۷

تفسیر مجمع البیان میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام اور جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی طرف یہ روایت منسوب ہے کہ جب جادوگر سجدہ میں گر پڑے اور لوگ ایمان لائے تو ہامان نے فرعونؑ سے کہا کہ لوگ موسےٰ علیہ السّلام پر ایمان لانے لگے تو اسپر تاکید کر کہ جو اُنکے دین میں داخل ہوتا جائے اُسکو قید کریں چنانچہ بنی اسرائیل میں سے جو بھی موسےٰ پر ایمان لایا تھا اُسکو قید کردیا گیا موسےٰ علیہ السّلام فرعونؑ کے پاس آئے اور فرمایا کہ بنی اسرائیلؑ کو چھوڑ دے اُسنے نہیں مانا تو اللہ تعالےٰ نے اُسی سال میں اُن لوگوں پر طوفان بھیجا اور اُنکے مکانات اور آبادیوں کو ویران کردیا یہانتک کہ جنگلوں میں نکل گئے اور خیمے ڈالکر رہنے لگے اور فرعونؑ نے موسےٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنے خدا سے دعا کیجیے کہ وہ طوفان کو ہم سے باز رکھے تو میں بنی اسرائیل اور اُنکے سب ساتھیوں کو چھوڑ دوں موسےٰ علیہ السّلام نے اپنے پروردگار سے دُعا کی خدائے تعالےٰ نے طوفان کو اُن سے روک لیا۔ فرعونؑ نے ارادہ کیا کہ بنی اسرائیل کو چھوڑ دے مگر ہامانؑ نے کہا کہ اگر تو نے بنی اسرائیل کو چھوڑا تو موسےٰ تجھپر غالب آجائینگے اور تیری سلطنت جاتی رہیگی ہامانؑ کی بات مان لی گئی اور بنی اسرائیل کو نہ چھوڑا گیا دوسرے سال خدائے تعالےٰ نے اُنپر ٹڈّیاں بھیجیں تو نباتات اور درخت کی قسم سے جو کچھ تھا وہ سب کھا گئیں یہانتک کہ اُنکے بالوں اور ڈاڑھیوں کو بھی کھانے لگیں۔ فرعونؑ (اور فرعونؑ والے) اِس سے چیخ اُٹھے اُنھوں نے کہا کہ اے موسےٰ اپنے پروردگار سے دعا مانگو کہ ہم سے اِن ٹڈّیوں کو روک لے تو میں بنی اسرائیل کو اور تمہارے اصحاب کو چھوڑ دونگا۔ موسےٰ علیہ السّلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی اُسنے ٹڈّیاں اُن سے ہٹالیں اور ہامانؑ نے اب بھی بنی اسرائیل کو نہ چھوڑنے دیا تو تیسرے برس خدائے تعالےٰ نے اُنپر چچڑیاں (کِلّیاں) بھیجدیں جس سے تمام کھیتیاں اُنکی جاتی رہیں اور وہ بھوکے مرنے لگے پھر فرعونؑ نے موسےٰ علیہ السّلام سے عرض کی کہ اگر چچڑیوں کا عذاب ہم سے دفع کردو تو میں بنی اسرائیل کو چھوڑ دونگا موسےٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی وہ چچڑیاں بھی جاتی رہیں امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ پہلے پہل چچڑیاں اُسی زمانہ میں پیدا ہوئی تھیں (تصریح۔ یہ چچڑیاں خاص قسم کی تھیں جو درختوں کو اور نباتات کو چٹ کرجاتی تھیں زمین کو چاٹ جاتی تھیں اور لباس کے اندر گھس کے بدن کو بھی کاٹتی تھیں تو سارے بدن پر چیچک سی نکل آتی تھی جس سے نیند بھی اُڑ جاتی تھی اور آرام و قرار بھی۔) بہرحال بنی اسرائیل کو اُسنے پھر بھی

نہ چھوڑا تو اللہ تعالےٰ نے اسکے بعد مینڈکیاں بھیجیں اور اُنکے کھانے میں اور پینے میں مینڈکیاں ہی مینڈکیاں ہوگئیں اور روایت میں یہاں تک وارد ہوا ہے کہ اُنکے کانوں سے اور ناک سے اور اندام نہانی سے بھی مینڈکیاں ہی برآمد ہوتی تھیں اِس سے بہت کچھ چیخے پیٹے اور موسےٰ علیہ السّلام کے پاس آکر کہنے لگے کہ ہم سے اِن مینڈکیوں کو دفع کرو تو ہم آپ پر ایمان بھی لائینگے اور بنی اسرائیل کو بھی آپ کے ساتھ کردینگے چنانچہ موسےٰ علیہ السّلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی اللہ نے اُس بلا کو بھی اُن سے دفع کردیا پھر بھی بنی اسرائیل کے چھوڑنے سے انکار ہی کیا تو اللہ تعالےٰ نے دریائے نیل کا پانی اُنکے لیے خون کردیا قبطیوں کو تو خون نظر آتا تھا اور اسرائیلیوں کو پانی جب اسرائیلی اُسے پیتا تو پانی ہوتا اور جب قبطی اُسے پیتا تو خون چنانچہ قبطی اسرائیلی سے یہ کہتے تھے کہ تم اپنے مُنہ میں پانی لیکر ہمارے مُنہ میں ڈالدو پس وہ ایسا ہی کرتے تھے مگر قبطی کے مُنہ میں پانی آتے ہی خون بن جاتا تھا۔ اب اِس سے بہت چیخے پیٹے اور سب نے موسےٰ علیہ السّلام سے عرض کی کہ اگر یہ خون کی مصیبت ہم سے دفع ہوگئی تو ہم بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ ضرور ہی بھیجدینگے مگر جب اللہ تعالےٰ نے خون کی مصیبت دفع کی تو پھر اُنہوں نے بغاوت کی اور بنی اسرائیل کو نہیں چھوڑا اُسوقت اللہ تعالےٰ نے اُنپر رجس کو نازل کیا جس سے مراد ہے برف اور اِس سے پہلے اُنہوں نے کبھی برف نہیں دیکھی تھی بہت سے اِس میں مرگئے باقی روئے پیٹے۔ کیونکہ اِس سے اُنہوں نے وہ تکلیف پائی جو پہلے کبھی نہ پائی تھی تب اُنہوں نے عرض کی کہ اے موسےٰ تم اپنے پروردگار سے ہمارے واسطے بموجب اُس عہد کے جو اُسنے تمسے کیا ہے دعا کرو اگر تم نے یہ برف کا عذاب ہم سے دور کردیا تو ہم تم پر ایمان بھی ضرور لے آئینگے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ ضرور ہی بھیجدینگے موسےٰ علیہ السّلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی اسنے برف کا عذاب اُنسے دور کردیا۔ اس موقع پر فرعون نے بھی بنی اسرائیل کو آزاد ہی کردیا جیسے ہی وہ آزاد ہوئے موسےٰؑ کے پاس جمع ہوگئے اور موسےٰؑ اُنہیں مصر سے لے نکلے فرعونؐ کے پاس سے جو جو بھاگے تھے وہ بھی موسےٰ علیہ السّلام کے پاس جمع ہوگئے۔ اب فرعون کو یہ خبر پہنچی تو ہامانؐ سے کہا کہ میں نے تو بنی اسرائیل کے آزاد کرنے سے پہلے ہی منع کیا تھا اب دیکھ یہ لوگ اُسکے پاس جمع ہوگئے۔ فرعونؐ پھر گھبرایا اور شہروں میں قاصد دوڑا دیے اور جم غفیر جمع کرکے موسےٰ علیہ السّلام کی تلاش میں نکلا (نتیجہ میں جس طرح غرق ہوگیا وہ مشہور عام ہے)

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۷۴ نوٹ نمبر ۴

یہاں اُنکو علم پہنچانے اور اُن سے اقرار لینے کا یہ مطلب ہے کہ اپنی ربوبیت کی دلیلیں اُنکے لیے قائم کردیں اور اُنکی عقلوں میں ایسی ترکیب پیدا کی کہ وہ سمجھ بوجھ کر اقرار کریں پس اُنکا اپنی ذات کے لیے یہ گواہی دینا مثال کے طریقہ پر ہے اور اسکی نظیر خدائے تعالےٰ کا یہ کلام موجود ہے۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنَاهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (دیکھو صفحہ ۲۳۴ سطر ۳) نیز یہ قول فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا

قَالَتَا اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ (دیکھو صفحہ ۱۶۲ سطر ۹) اب یہ ظاہر ہے کہ یہاں حقیقتاً کچھ کہنا سُننا نہیں ہے بلکہ مثال اور مطلب کی تصویر ہے اِسی طرح جس وقت لوگوں کے نفوس اپنے آبا وٗاجداد کے صُلب میں روحانی حیثیت سے اصلی معنوں میں تھے اور وہ اِن حقیقتوں کے اصلی وقیقے تھے تو اُنکے آبا وٗاجداد کو خدا تعالےٰ نے لفظ ظہور سے تعبیر فرمایا ہے جسکا یہ مطلب ہے کہ یہ نفوس انہی سے ظاہر ہونے والے تھے یا یہ مطلب ہے کہ نوری صورت میں اُسکے نزدیک اپنی اپنی ذات میں ظاہر تھے تو اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ کا یہ مطلب ہوگا کہ اُسی حالت نورانی و روحانی میں ایسے قوائے عقلی عنایت فرمائے تھے کہ خطاب اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کو اُسی طرح سمجھ سکتے تھے جیسے دنیا میں جسمانی قوتوں کے ذریعہ سے ظاہری خطاب کو سُنتے ہیں اور اُنہی عقلوں کی زبانوں سے یہ جواب بھی دیا تھا کہ بیشک تو ہمارا پروردگار ہے تو نے ہمکو یہ وجود قدسی اور ربانی عطا فرمایا ہے ہم نے تیرا کلام سُنا اور تیرے خطاب کا جواب عرض کیا اور یہ کچھ بعید بات نہیں ہے کہ ایسا بولنا ملکوتی زبان سے عالمِ مثالی میں ہوا ہو جو عالمِ عقل سے ماوراء ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ اُس عالم میں ہر چیز کی ملکوتی قوت موجود ہے جس کی طرف خدائے تعالےٰ کا یہ قول اشارہ کرتا ہے۔ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ (دیکھو صفحہ ۱۷۱ سطر ۱۰) ملکوت سے مُراد ہی قوتِ باطنی اور ہر ذرہ کی ایک ملکوتی زبان ہے جو تسبیح و تحمید و تہلیل و تمجید و توحید میں ہر وقت مصروف رہتی ہے وہی وہ زبان ہے جسکے ذریعے سے کنکریاں اور پتھریاں جنابِ رسولِ خدا کے دستِ مبارک میں گویا ہوئیں اور اِسی کے ذریعے سے قیامت کے دن زمین باتیں کریگی يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (دیکھو صفحہ ۹۵۸ سطر) اور اِسی کے ذریعے سے اعضا وٗ جوارح بات کرینگے جیسا کہ فرمایا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ (دیکھو صفحہ ۷۶۳ سطر)

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۷۶ نوٹ نمبر ۲

پارۂ اول کے نوٹ نمبر ۱ صفحہ ۹ میں جہاں اِس مضمون کو حل کرنا چاہیے تھا وہاں نہیں کیا گیا اِسلیے اُسکو اِس جگہ لکھتے ہیں۔ وہاں جو خدائے تعالےٰ یہ فرماتا ہے کہ ہمنے آدم علیہ السلام کو اسماء کل کے کل تعلیم کیے اِسکے متعلق تفسیروں میں مختلف روایتیں وارد ہوئی ہیں تفسیر قمی میں ہے کہ اِس سے مُراد ہے کُل پہاڑوں کے نام کُل سمندروں کے نام کُل میدانوں کے نام ہر طرح کی نباتات کے نام اور ہر قسم کے حیوانات کے نام تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ آدم علیہ السلام کا وہ علم کیا تھا فرمایا کُل زمینوں کا علم تھا کُل پہاڑوں کا علم تھا کُل میدانوں کا علم تھا کُل گھاٹیوں کا علم تھا۔ پھر حضرت کے نیچے جو فرش بچھا ہوا تھا اُسکی طرف دیکھکر فرمایا کہ اِس فرش تک کا علم بھی اُنکو سکھایا گیا تھا۔ تفسیر جناب امام حسن عسکری علیہ السلام میں بحوالہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام منقول ہے کہ آدم علیہ السلام کو ہر چیز کے نام سکھا دیے تھے از آنجملہ انبیائے خدا کے نام بھی تھے۔ اولیائے خدا

کے نام بھی تھے اور خدا کے سرکش دشمنوں کے نام بھی تھے۔

قولِ صاحب تفسیرِ صافی۔ اسماء کی تحقیقات اور مختلف روایتوں میں موافقت پیدا کرنے کے لیے ضرور ہے کہ ہم بعض اسرار بیان کر دیں جن سے تمام مطلب صاف طور سے سمجھ میں آجائے۔ یہاں تعلیم اسماء سے مراد اُن اسما کی تعلیم نہیں ہے جو فقط معنی پر دلالت کیا کرتے ہیں اسلیے کہ یہ تو تعلیم لغت ہوئی اور لغت کوئی ایسا علم نہیں ہے کہ اُسکے ذریعے سے فرشتوں کے مقابل فخر کیا جائے اور اُنپر فضیلت حاصل ہو جائے بلکہ اسماء سے مراد اُس پیدا ہونیوالی مخلوقات کی حقیقت ہے جو عالم جبروت میں تھی جسکو ایک گروہ کلمات کے نام سے تعبیر کرتا ہے دوسرا اسماء سے تیسرا عقول سے اور یہ سب کے نزدیک مسلّم ہے کہ حقیقی مراد اُس مخلوق کے وجود میں آنے کے اسباب ہیں یا اُسکی ہر قسم کی قوتِ مربیہ جسکے ذریعہ سے وہ مخلوق پیدا ہوگی مدتِ معینہ تک رہیگی اور روزی پائیگی الاسماء سے خدائے تعالےٰ کی مراد یہی ہے اسلیے کہ یہ مخلوق عالمِ ظہور میں ظاہر ہو کر اپنے ظاہر کرنے والے پر اُسی طرح دلالت کرتی ہے جیسا کہ اسم مسمےٰ کو بتلایا کرتا ہے کیونکہ دلالت جیسے لفظ سے ہو سکتی ہے ویسے ہی ذات سے بھی ہو سکتی ہے اصل معنی اور مطلب کے تبلانے میں ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور اللہ کے نام مخلوق کے نام سے مشابہ نہیں ہوتے اِسی لیے حدیث میں کبھی کبھی اُن سے کل مخلوق مراد لی گئی ہے کیونکہ مخلوق سب کی سب اُن اسماء کی مظاہر ہے اِسلیے کہ اُنکی پوری پوری صفات مخلوق ہی میں ظاہر ہوتی ہیں یعنی لطف و قہر کی ساری صفتیں اولیائے خدا میں ظاہر ہیں اور قہر کی ساری صفتیں دشمنانِ خدا میں اور اِسی امر کی طرف اُس حدیثِ قدسی میں اشارہ کیا گیا ہے جو خدا تعالےٰ نے اُسوقت فرمائی جبکہ فرشتوں کو آدم علیہ السّلام کی طرف سجدہ کرنیکا حکم دیا گیا چنانچہ خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ اے آدمؑ یہ صورتیں میری مخلوق میں سب سے افضل ہیں۔ یہ تو محمدؐ ہے اور میں حمید جسکے افعال کی تعریف ہی تعریف ہوگی ہیں نے اسکے لیے ایک نام اپنے نام سے نکالا ہے اور یہ علیؑ ہے اور میں علی العظیم ہوں اِسکے لیے بھی میں نے ایک نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے اسی طرح سلسلہ حدیث کا چلا گیا ہے تو مطلب نام کو نام سے نکالنے کا یہ ہے کہ اپنی صفت کو اِس میں ظاہر کیا ہے اور اصل کی تیاریوں ظاہر کر رکھی ہے تاکہ جو اصل کو نہ سمجھے وہ سبب کو سمجھکر مسبّب تک پہنچ جائے اور آدم علیہ السّلام کو کل اسماء کی تعلیم دینے سے یہ مطلب ہے کہ اُنکو ایسے اجزاء سے پیدا کیا جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور قوتیں اُن میں ایسی رکھیں جو ایک دوسری کی ضدیں ہیں جس سے طرح طرح کی باتیں سمجھنے کی استعداد پیدا ہوگئی خواہ وہ معقولات سے ہوں یا محسوسات سے یا متخیلات سے ہوں یا موہومات سے نیز اُنکو ایسا الہام عطا فرما دیا جس سے چیزوں کی ذات کو بھی پہچان لیں اور خواص کو بھی علم کے اصول بھی سمجھ لیں اور صنعتوں کے قانون بھی اور اُنکے آلات کی کیفیت بھی اور خدا کے دوستوں اور دشمنوں کے مابین تمیز بھی کر لیں پس ایسی معرفت کا آجانا اِس بات کی دلیل ہے کہ آدمؑ خدائے تعالےٰ کے اسمائے حسنےٰ کے پورے پورے مظہر تھے

اور اُس مرتبۂ یکتائی تک پہنچ گئے تھے جسکی وجہ سے تمام قسم کی موجودات سے اُنکا مرتبہ بڑھا ہوا تھا اور وہ
اُس مقام اصلی کی طرف رجوع کی قابلیت پیدا کرچکے تھے جس سے کہ وہ آشنا تھے اور خدائے تعالےٰ کی کتاب
کبیر ہونے کے لیے منتخب ہوگئے تھے جس سے مُراد عالم اکبر ہے اور جسکو جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام
یوں فرماتے ہیں وَفِيكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْأَكْبَرُ (دیکھو قرآن مجید مترجم صفحہ ۳ نوٹ نمبر ۲)

قولِ مترجم۔ لفظ اسم اور اسماء کی تشریح کے لیے ہم صاحب تفسیر صافی کی ایک دوسری تقریر
بھی نقل کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ۔ اسم وہ ہے جو مسمّی پر دلالت کرے اور اُسکے سمجھ لینے کا ذریعہ ہوجائے
پس بعض اسم تو ایسے ہیں کہ اُن سے مسمّے کی کوئی صفت ظاہر ہوتی ہے اور بعض ایسے ہیں کہ اُن میں اس قسم
کا اظہار نہیں ہوتا پس اول قسم والے موصوف کی ذات پر ایک معیّن صفت کے ذریعے سے دلالت کرتے
ہیں مثلاً لفظ رحمٰن اُس ذات پر دلالت کرتا ہے جو صفت رحمت سے متّصف ہو اور لفظ قہّار اُس
اُس ذات پر دلالت کرتا ہے جس میں قہر پایا جائے وغیر ذالک۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایسے معنی میں
اسم اُس مظہر پر دلالت کرے جس میں کسی ذات کی صفت اِس شان سے پائی جائے کہ وہ مظہر بھی اُسی صفت
سے متّصف ہو مثلاً نبی کہ وہ خدائے تعالےٰ کی ہدایت کا مظہر ہے لہٰذا خدا کے اِس اسم کا بھی مظہر ہوا۔
اَلْهَادِي لِعِبَادِهٖ (اپنے بندوں کو ہدایت کرنیوالا) اِس اعتبار سے لفظوں سے جو نام پیدا ہوئے کہہ سکتے ہیں
کہ یہ اسماء الاسماء یا ناموں کے نام ہیں۔ کسی نے جناب امام رضا علیہ السّلام سے اسم کے بارے میں دریافت کیا
تھا کہ وہ اصل میں کیا ہے؟ فرمایا کہ موصوف کی صفت ہے۔ حضرت کے اِس جواب سے دو معنی پیدا ہوتے ہیں ایک
لفظ اور دوسرے مظہر حالانکہ مظہر ہی میں معنی زیادہ ظاہر ہوتے ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسم سے وہ
معنی ذہنی مراد ہوتے ہیں جو لفظ سے سمجھے جاتے ہیں اسی بنا پر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث
ہے کہ جس شخص نے خدائے تعالےٰ کی عبادت محض وہم پر کی وہ تو یقیناً کافر ہوا۔ اور جس نے اسم اور معنی دونوں
کی عبادت کی وہ مشرک ہوا اور جس شخص نے اُس معنی کی عبادت کی جسپر تمام اسماء اُن صفات کے ساتھ
دلالت کرتے ہیں جن سے اُس معنی نے اپنی ذات کو بیان کیا ہے اور اُسی پر اپنے دل کی پوری توجہ صرف کی
اور اُسی کا ذکر ظاہر و باطن اپنی زبان پر جاری کیا ایسے ہی لوگ سچے مومن ہیں۔ تو حضرت کی مراد یہاں اسم سے
وہ ذات ہے جو لفظ سے سمجھ میں آجاتی ہے خود لفظ نہیں اسلیے کہ لفظ کی تو عبادت نہیں کی جاتی اور معنی سے
وہ ذات مراد ہے جسپر لفظ صادق آتا ہے۔ پس اسم تو ایک ذہنی معنی ہے اور اصل معنی موجود عینی ہے اور
مسمّٰی وہی ہے اور اسم و مسمّٰی دونوں الگ الگ ہیں مثلاً انسان کا وہ مطلب و معنی جو تمہارے ذہن میں موجود
ہے وہ مطلب انسان نہیں ہے نہ اُس میں جسمیت ہے نہ حیات ہے نہ حس و حرکت ہے نہ نطق ہے نہ
کوئی اور شئے ہے جو خواص انسانی سے ہو۔ صاحب تفسیر صافی کہتے ہیں کہ اس مضمون میں جب غور کروگے
تو حدیث کے معنی اچھی طرح سمجھ میں آجائینگے۔ اب اِس تمہید کے بعد سمجھو کہ خدائے تعالےٰ کے جتنے اسماء ہیں

اُن میں سے ہر اسم کے لیے موجودات میں سے ایک مظہر ضرور موجود ہے جس میں اُسی صفت کا ظاہر ہونا غالب ہے جو اُس اسم سے ظاہر ہوتی ہے اور وہ اُس کا نام اس اعتبار سے ہے کہ اُسی صفت سے متصف ہونے کے سبب خدا کی ذات پر دلالت کرنیوالا ہے اور صورت اُسکی یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ اپنے اسمار میں سے ایک ایک اسم کے ذریعے سے اپنی طرح طرح کی مخلوق میں سے ہر ہر نوع کو پیدا بھی فرماتا ہے اور اُنکی تدبیر بھی کرتا ہے اس طرح سے گویا وہ اسم ربّ النّوع ہے اور خدائے تعالےٰ ربّ الارباب ہے۔ اِسی مضمون کی طرف کلام اہلبیت علیہم السّلام میں بعض حضرات کی دعاؤں میں اس طرح سے اشارہ ہوا ہے کہ فرماتے ہیں وَبِالْاِسْمِ الَّذِیْ خَلَقْتَ بِهِ الْعَرْشَ وَبِالْاِسْمِ الَّذِیْ خَلَقْتَ بِهِ الْکُرْسِیَّ وَبِالْاِسْمِ الَّذِیْ خَلَقْتَ بِهِ الْاَرْوَاحَ (اُس اسم کا واسطہ جس سے تونے عرش کو پیدا کیا اور اُس اسم کا واسطہ جس سے تونے کرسی کو پیدا کیا اور اُس اسم کا واسطہ جس سے تونے روحوں کو پیدا کیا) اور جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ واللہ خدائے تعالےٰ کے اسمائے حسنےٰ ہم ہیں کہ بغیر ہماری معرفت کے خدائے تعالےٰ بندوں کا کوئی عمل قبول نہ کریگا جس کا یہ مطلب ہے کہ وہ حضرات خدائے تعالےٰ کی ذات کی شناخت کا وسیلہ ہیں اور اُسکی صفات کے ظہور کا واسطہ اور اُسکی مخلوقات کی انواع کے ربّ النّوع۔ کسی شخص کو کل اسماء کا علم حاصل ہو نہیں سکتا سوائے اُس صورت کے کہ وہ اُن سب کا مظہر بھی ہو اور اُسکی جبلّت میں اُن سب کے قبول کی استعداد بھی ہو۔ اب یہ جو کچھ ہم بیان کر چکے اسکو سمجھنے کی کوشش کرو اور خدا سے دعا کرو تو انشاء اللہ تعالےٰ راہِ راست پالوگے۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۸۰ نوٹ نمبر ۱

نیز فرمایا کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نماز صبح پڑھا رہے تھے اور ابن الکوا حضرت کے پیچھے تھا اُسنے بلند آواز سے یہ آیت پڑھی۔ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ ج لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (دیکھو صفحہ ۲۴ سطر ۴) تو حضرت تعظیم قرآن کی وجہ سے خاموش ہو گئے جب وہ آیت سے فارغ ہوا تو حضرت نے اپنی قرات پھر شروع کی ابن الکوا نے اُسی آیت کو پھر دُہرایا حضرت پھر خاموش ہو گئے پھر قرات شروع کی تو ابن الکوا نے پھر اعادہ کیا پھر بھی حضرت خاموش ہو گئے اور اُسکے ختم کرنے پر فرمایا فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّکَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ؀ (دیکھو صفحہ ۶۵۵ سطر ۳) اِسکے بعد حضرت نے اُس سورت کو پورا کیا جسکو پڑھ رہے تھے اور رکوع کیا۔

قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی۔ جو روایتیں نوٹ میں اور ضمیمہ میں بیان کی گئی ہیں اُن سے ظاہر قرآن کے موافق یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جب قرات بالجہر ہو رہی ہو تو اُسکا سُننا اور خود خاموش رہنا واجب ہے۔ مگر علمائے فریقین نے یہاں حکم وجوب نہیں سمجھا ہے بلکہ استحباب پر اور سنتِ مؤکدہ ہونے پر محمول کیا ہے بلکہ جب مخالف کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں اور تقیہ نہ ہو تو گو اُسکی قرات سُننے میں آتی ہو تاہم اپنی قرات

[illegible] اگرچہ [illegible] تقیہ بھی اقتداء کرنا ممدوح ہے لیکن ایسی صورت میں [illegible] حکم وارد ہوا ہے۔

قولِ مترجم۔ یہاں تقیہ سے مراد خاص ایسا تقیہ ہے جو جان کے خوف سے کیا گیا ہو۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۸۱ نوٹ نمبر ۲ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اے رسولؐ تم کہدو کہ مالِ غنیمت اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا ہے اُن دونوں کو اختیار ہے جس طرح چاہیں صرف کریں۔ تہذیب الاحکام میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام اور جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے فئے اور انفال کے بارے میں منقول ہے کہ جو زمین اِس طرح ہاتھ آئے کہ اُسمیں نہ خون بہایا گیا ہو (اور نہ اُس میں جہاد کی نیت سے گھوڑے دوڑائے گئے ہوں) بلکہ کسی قوم سے مصالحت کی گئی ہو اور اُنہوں نے اپنے ہاتھ سے دیدیا ہو۔ اور جو زمین غیر آباد پڑی ہو یا پانی کی تہ میں ہو یا پانی کے راستے میں ہو یہ سب کی سب [illegible] میں داخل ہے اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ملکیت ہے اور اللہ کا حصہ بھی اُسکے رسولؐ ہی کے اختیار میں ہے کہ جس جگہ چاہے اُسکو صرف کرے اور بعد رسولؐ کے امام کو بھی وہی حق حاصل ہے کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ انفال وہ زمینیں ہیں جنکے اوپر گھوڑے اور اونٹ دوڑائے گئے ہوں یعنی اُنکے حاصل کرنے میں کد و کوشش نہ کی گئی ہو یا جس قوم سے مصالحت ہو گئی ہو یا جس قوم نے اپنے ہاتھ سے کچھ دیا ہو اور ہر زمین ویران اور پانی کے راستے کہ یہ سب جناب رسولؐ خدا کی ملکیت ہیں اور اُنکے بعد امام وقت کی کہ جہاں چاہیں وہ اپنے اختیار سے خرچ کریں۔ نیز اُنہی حضرتؑ سے کئی حدیثوں میں منقول ہے کہ جو شخص بغیر وارث چھوڑے مرجائے اُسکا مال داخلِ انفال ہے۔ اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ ہماری اطاعت اللہ نے فرض کی ہے انفال بھی ہمارے لیے ہیں اور چیدہ مال بھی ہمارے لیے ہے۔

تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ انفال ہمارا حق ہے کسی نے عرض کی کہ انفال کیا ہی؟ فرمایا کہ معدنیات بھی اُنہیں سے ہے اور جنگلات بھی اور ہر وہ زمین بھی جس کا کوئی مالک نہ ہو اور ہر وہ زمین بھی جسکے رہنے والے مرگئے ہوں یہ سب ہمارا حق ہے۔ نیز فرمایا کہ مفتوحہ ممالک میں سے جو جاگیر کہ بادشاہوں کا حق ہو وہ داخلِ انفال ہے۔ الجوامع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ انفال میں ہر وہ چیز داخل ہے جو بغیر لڑائی کے کفار کے ملک سے ہاتھ آئے اور ہر وہ زمین جس سے اُسکے رہنے والے بغیر لڑائی کے نکل جائیں جسکو فقہا کی اصطلاح میں فئے کہتے ہیں نیز غیر آباد زمینیں جنگلات پانی کے راستے بادشاہوں کی خاص جاگیریں اور ہر اُس شخص کی میراث جس کا کوئی وارث نہ ہو یہ سب اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا مال ہے اور بعد رسولؐ اللہ کے اُس شخص کا جو منجانب اللہ رسولؐ اللہ کا قائم مقام ہو۔ تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے انفال کے بارے میں سوال کیا گیا تھا

حضرتؑ نے فرمایا کہ اِس سے مراد وہ آبادیاں ہیں جو ویران ہوگئی ہوں اور اُنکے باشندے جلاوطن ہوگئے ہوں کہ اب وہ اللہ کی ملکیت ہیں اور اللہ کے رسولؐ کی اور جنابِ رسولِ خداؐ کے بعد امامؑ کی۔ اسی طرح ممالکِ مفتوحہ میں سے جو بادشاہوں کی مخصوص ملکیت ہو وہ بھی مالِ امامؑ ہے اور جن زمینوں کے حاصل کرنے میں گھوڑے اور اونٹ دوڑائے گئے ہوں وہ اور ہر وہ زمین جس کا کوئی مالک نہ ہو اور جن میں سے معدنیات نکلیں وہ اور اُس شخص کی میراث جس نے کوئی وارث نہ چھوڑا ہو وہ سب داخلِ انفال ہیں۔ نیز فرمایا کہ یہ آیت فتح غزوۂ بدر کے دن نازل ہوئی جبکہ مخالف گروہ شکست کھا کر بھاگ گیا تو اصحابِ جنابِ رسولِ خدا تین قسم کے تھے۔ ایک گروہ اُن لوگوں میں سے تھا جو خیمۂ جنابِ رسولِ خدا کے پاس قائم رہے تھے اور دوسرا وہ تھا جنہوں نے مال لوٹا۔ اور تیسرا وہ تھا جنہوں نے بھاگتوں کا پیچھا کیا اور لوگوں کو قید بھی کیا اور مالِ غنیمت بھی جمع کیا۔ جب سب غنیمت اور قیدیوں کو یکجا جمع کر چکے تو انصار نے قیدیوں کے بارے میں گفتگو شروع کی اور اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ (دیکھو صفحہ ۲۹۰ سطر ۱) جب اللہ تعالےٰ نے اُن کے لیے قیدی اور مالِ غنیمت مباح قرار دیدیے تو سعد ابن معاذ نے عرض کی یا رسول اللہ آخر ہم محروم کیوں رہیں تو ہم نے جہاد سے دست کشی کی اور نہ ہمنے دشمن کے پیچھے دوڑنے سے بزدلی کا اظہار کیا بلکہ ہم تو اس اندیشے سے ٹھہرے رہے کہ اگر آپ کے موقعے کو خالی پائیں تو ایسا نہ ہو کہ اُنکا گروہ اِدھر آپڑے اسی لیے حضور کے خیمے کے پاس بڑے بڑے مہاجرین اور انصار جمع رہے اور اِن میں سے ایک بھی نہیں سرکا۔ اب یا رسول اللہ آدمی تو بہت سے ہیں اور مالِ غنیمت تھوڑا سا ہے اگر آپ نے یہ اِنہی لوگوں کو دیدیا تو آپ کا ساتھ دینے والوں کے لیے تو کچھ بھی نہیں بچیگا۔ خوف اِس شخص کو یہ تھا کہ کہیں جنابِ رسولِ خدا غنیمت اور مقتولین کے مال کو جہاد کرنے والوں ہی پر تقسیم نہ کردیں اور اُن لوگوں کو جو خیمے کے پاس موجود رہے کچھ بھی نہ عطا کریں اسی وجہ سے اُن میں اختلاف ہوا تھا اور اسی بنا پر اُنہوں نے آنحضرتؐ سے یہ سوال کیا تھا کہ آخر یہ غنیمت کس کی قرار پایا تو اِسکے بارے میں خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (دیکھو صفحہ ۲۸۱ سطر ۶) اب لوگ سمجھے کہ مالِ غنیمت میں اُنکا کچھ حصہ ہی نہیں ہے اِسکے بعد اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ الخ (دیکھو صفحہ ۲۸۹ سطر ۱) پس جنابِ رسولِ خدا نے وہ مالِ غنیمت بحصۂ مساوی اُن سب لوگوں میں تقسیم کردیا۔ اسپر سعد بن ابی وقاص نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ ایک لڑنے والے کو جسنے قوم کی حمایت میں جان لڑادی ایک کمزور کے برابر جو اپنی جگہ ہی بیٹھا رہا عطا فرماتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تمکو جو مدد ملتی ہے وہ اِن کمزوروں ہی کی (دعاؤں کی) بدولت ملتی ہے۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے غنیمتِ بدر میں سے خمس نہیں لیا۔ بدر کے بعد سے خمس لینا شروع فرمایا۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۸۳ نوٹ نمبر ۴

تفسیر قمی میں ہے کہ غزوۂ بدر کا اصلی سبب یہ تھا کہ قریش کا تجارتی قافلہ ملک شام کی طرف گیا تھا جس میں اُنکی بڑی بڑی رقمیں لگی ہوئی تھیں آنحضرت نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ مدینہ سے نکلیں اور اس قافلہ کو گرفتار کرلیں اور اُنکو یہ بھی خبر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھسے حتمی وعدہ فرمایا ہے کہ دو گروہوں میں سے ایک پر مجھے فتح عنایت فرمائیگا یا قافلۂ تجارتی پر یا اعیانِ قریش پر اسی بنا پر آنحضرت تین سو تیرہ ۳۱۳ اصحاب کو لیکر نکل کھڑے ہوئے اور بدر کے قریب قریب جا پہنچے اُدھر ابوسفیان قافلہ تجارتی کا سردار تھا اُسے جب یہ اطلاع ملی کہ آنحضرت قافلۂ تجارتی کی تعاقب کے خیال سے نکلے ہیں تو وہ یہ سنتے ہی ڈرا اور شام کی طرف جلد جلد چلا جب مقام نقرہ پر پہنچا تو اُس نے ضمضم ابن عمرو خزاعی کو دس مثقال زر دینا مقرر کیا اور ایک نوجوان اونٹنی اسکو سواری کی اور اُس سے یہ کہا کہ تو قریش کے پاس چلا جا اور اُنکو یہ خبر پہنچا دے کہ محمدؐ اور نوجوانانِ اہلِ یثرب تمہارے قافلہ کی گرفتاری کی نیت سے نکل کھڑے ہوئے اب تم اپنے قافلہ کی خبر لو اور ابوسفیان نے اس شخص کو یہ بھی وصیت کی کہ اپنے ناقہ کی ناک میں نکیل ڈال لے اور اُسکے کان کاٹ ڈالے تاکہ خون بہتا ہوا جائے اور اپنا کپڑا آگے پیچھے سے پھاڑ ڈالے اور جب مکہ میں پہنچے تو اپنا منھ اونٹ کی دُم کی طرف کرلے اور بہت بلند آواز سے چیخکر یہ کہے کہ اے آلِ غالب اے آلِ غالب لطیمہ[۵] لطیمہ قافلہ لٹ گیا قافلہ لٹ گیا خبر لو خبر لو۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم تو خبر نہیں لیتے اور وہاں محمدؐ اور نوجوانانِ اہلِ یثرب تمہارے قافلہ کو لوٹنے پر مستعد ہوگئے۔ الغرض ضمضم تیز تیز مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ یہاں عاتکہ بنتِ عبد المطلب نے ضمضم کے پہنچنے سے تین دن پہلے خواب میں دیکھا کہ ایک سوار مکہ میں آیا ہے اور وہ آواز دے دیکر یہ کہتا ہے کہ اے آلِ غدر اے آلِ غدر تیسری صبح کو تم اپنے مقتلوں میں پہنچ جاؤگے۔ پھر وہ اپنے اونٹ کو کوہِ ابوقبیس پر لے گیا اور وہاں سے ایک پتھر اٹھا کر اُسے پہاڑ پر سے مارا اور قریش کا کوئی گھر ایسا باقی نہ بچا کہ اُس پتھر کی کرچ اُسمیں نہ پہنچی ہو اور وادیِ مکہ کا نشیبی حصہ سب خون سے بھر گیا یہ دیکھکر عاتکہ خوف زدہ بیدار ہوئیں اور عباس کو اس بات کی خبر دی۔ عباس نے اسکی خبر عتبہ بنِ ربیعہ کو دی عتبہ نے کہا کہ یہ کوئی بڑی مصیبت قریش پر آنیوالی ہے اور اس خواب کو تمام قریش میں افشاء کردیا ابوجہل کو جب یہ خبر ملی تو اُسنے کہا عاتکہ نے کوئی خواب نہیں دیکھا لات و عزےٰ کی قسم یہ اولادِ عبد المطلب میں سے دوسری نبیہ بننا چاہتی ہے ہم تین دن انتظار کرینگے اگر عاتکہ نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سچ ہے تو جیسا اُسنے دیکھا ہے ہو جائیگا اور اگر اسکے خلاف ہوا تو آپس میں ایک نوشتہ لکھیں گے کہ بنی ہاشم کے مردوں یا عورتوں سے جھوٹا خاندان عرب بھر میں اور کوئی نہیں ہے جب اسے ایک دن گزر گیا تو ابوجہل

---

[۵] لطیمہ سے قریش کا وہ قافلہ مراد ہے جسکو ابوسفیان ملکِ شام سے لیکر آیا تھا اور اُس میں قریش کا مال موجود تھا اور اُسمیں قریش کے چالیس شتر سوار بھی تھے۔ ۱۲ مترجم

نے کہا تو ایک دن تو گذر گیا جب دوسرا دن ہوا تو ابوجہل نے ذکر کیا دو دن بھی گزر گئے اب تیسرا دن ہونا تھا
کہ ضمضم وادیِ مکہ میں چیختا ہوا آیا ۔ اے آلِ غالب اے آلِ غالب اللطیمۃ اللطیمۃ ۔ قافلہ قافلہ خبر لو خبر لو
میں دیکھتا ہوں کہ تم کو خبر نہیں ابوسفیان اور اُدھر محمدؐ اور نوجوانانِ یثرب تمہارے قافلہ کو لوٹنے کے لیے جاتے ہیں
تمہارے خزانے ہیں نکل کھڑے ہوئے ہیں ۔ لوگوں نے تمام مکہ میں شور مچا دیا اور لڑائی کے لیے نکلنے کی
تیاری ہونے لگی ۔ سہیل ابن عمرو ۔ صفوان ابن امیہ ۔ اور ابو البختری ابن ہشام عتبہ و شیبہ پسرانِ حجاج و نوفل
ابنِ خویلد آمادہ ہو گئے انھوں نے کہا کہ اے گروہِ قریش واللہ اس سے زیادہ کوئی سخت مصیبت تم پر
پڑی ہی نہیں کہ محمدؐ اور [illegible] تمہارے قافلہ کو لوٹنا چاہتے ہیں جسمیں تمہارے
خزانے ہوں واللہ کوئی [illegible] کوئی عورت نہیں ہے جس کا اس قافلہ میں کچھ نہ کچھ حصہ
نہ ہو مدد کے لیے مستعد ہو جاؤ اور یہ سمجھ لو کہ اس سے زیادہ کوئی ذلت اور حقارت ہو ہی نہیں سکتی کہ محمدؐ تمہارے
مال لے لینے کی خواہش [illegible] تجارت میں رخنہ ڈالدے ۔ صفوان ابنِ
امیہ نے پانسو اشرفی نکالی اور اس سے [illegible] کر دیا ۔ اتنا ہی مال سہیل ابن عمرو نے نکالا اور
قریش کے بزرگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ رہا جس نے کچھ مال نہ نکالا ہو اور کچھ نہ کچھ قوت نہ پہنچائی ہو
اور سواریاں اکٹھی نہ کی ہوں ۔ [illegible] سو سواریوں پر سوار ہو کر نکل
کھڑے ہوئے ۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے خرجوا من دیارہم بطرا و رئاء الناس
(دیکھو صفحہ ۲۹ سطر ۹) اُنکے ساتھ عباس ابن عبد المطلب ۔ نوفل ابن حارث اور عقیل ابن ابیطالب
کو بھی نکلنا پڑا اور گانے والی لونڈیوں کو بھی ۔ [illegible] شراب پیتے جاتے تھے اور دف بجاتے جاتے
تھے اُدھر جنابِ رسولِ خدا تین سو تیرہ آدمیوں کو ساتھ لیکر برآمد ہوئے اور جب مقام بدر رات بھر کے
فاصلے پر رہا تو آنحضرتؐ نے بسبس ابن ابی الزغباء اور عدی ابن عمرو کو بطور جاسوس تجارتی قافلہ کی خبر لانے کو
بھیجا یہ دونوں پہنچ کر بدر پر اترے ہوئے اپنی سواریاں بٹھائیں پانی نکالکر پیا اور پلایا اور دو لونڈیوں کو آپس میں
ایک دوسری سے لڑتے سنا کہ ایک کا دوسری پر [illegible] درہم چاہیے تھا اور وہ اُس کا مطالبہ کر رہی
تھی اور اُس مدیونہ نے یہ کہا تھا کہ قریش کا تجارتی قافلہ کل تو فلاں مقام پر ٹھہرا تھا اور کل یہاں آجائیگا ۔ میں
اُنکی خدمت کرونگی اور اُجرت جو ملیگی اُس سے تیرا درہم ادا کرونگی لونڈیاں تو دونوں چلدیں اور جاسوسوں
نے جو کچھ سنا تھا جنابِ رسولِ خدا کو جا سنایا اُدھر ابوسفیان قافلہ تجارتی کے ساتھ آیا مگر بدر کا سواد نظر
آنے لگا تو قافلہ سے آگے بڑھکر نہایت تیز تنہا چلا آیا یہاں تک کہ چشمۂ بدر پر پہنچا یہاں ایک شخص قبیلۂ جہینہ سے
تھا جسکو کسب الجہنی کہتے تھے اس سے ابوسفیان نے کہا کہ اے کسب آیا تجھے محمدؐ اور اُنکے اصحاب کا کچھ علم
ہے؟ اُسنے کہا نہیں ۔ ابوسفیان نے کہا کہ لات و عزےٰ کی قسم اگر تو نے محمدؐ کے معاملے کو ہم سے چھپایا تو
قریش کی اور تیری ہمیشہ کے لیے عداوت ہو جائیگی اسلیے کہ قریش میں سے ایک بھی متنفس ایسا نہیں ہے کہ جسکا

اِس قافلہ میں بیس درہم یا زائد کا حصہ نہو لہٰذا تو مجھسے اصل معاملے کو پوشیدہ نہ کیجیو۔ کسب نے کہا واللہ مجھے محمدؐ اور اُنکے اصحاب کا باقاعدہ تو کوئی علم ہے نہیں ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میں نے آج دو سوار دیکھے تھے کہ وہ یہاں آئے اور اِس جگہ سواریاں ٹھہرائیں اور پانی پیا اور چلے گئے۔ میں یہ نہیں جانتا کہ وہ کون تھے۔ ابوسفیان یہ سُنکر اُنکے اونٹوں کے ٹھہرنے کے مقام پر آیا اور مینگنیاں اپنے ہاتھ میں لیکر توڑیں تو اُن میں کھجور کی گٹھلیاں پائیں تو کہا یہ تو یثرب کا چارہ ہے واللہ یہ ضرور محمدؐ کے جاسوس تھے۔ اتنا کہکر اُلٹے ہی پاؤں بھاگا اور قافلہ کو جاکر حکم دیا کہ وہ سمندر کے کنارے کنارے ہولیں اور معیّنہ راستہ چھوڑ دیں اُنہوں نے ایسا ہی کیا اور بڑے تیز تیز چلدیے۔ اُدھر جبرئیلؑ امین جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ خبر دی کہ قافلہ تو اِس طرح راستہ چھوڑ گیا اور قریش اپنے قافلہ کی حمایت میں آگئے۔ خدائے تعالےٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اُن سے لڑیے اور نصرت کا وعدہ دیا ہے۔ اُسوقت آنحضرتؐ چشمۂ صفراء کے کنارے اُترے ہوئے تھے آپ نے چاہا کہ اپنے ساتھیوں کی آزمائش کریں کیونکہ گھر میں بیٹھے بیٹھے تو سب نے آنحضرتؐ کو مدد دینے کے لیے چوڑے وعدے کیے تھے پس آنحضرتؐ نے اب اُنکو اطلاع دی کہ لوگو! قافلۂ تجارتی تو نکل گیا اور قریش اپنے قافلے کی حمایت میں آگئے اور اللہ نے مجھے حتماً حکم دیا ہے کہ میں اُن سے لڑوں یہ سنتے ہی اصحابِ رسولِ خدا کے چھکے چھوٹ گئے اور مارے خوف کے اُنکا حال پتلا ہوگیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ لوگو! مجھے مشورہ تو دو یہ سُننا تھا کہ حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے اور بولے کہ یارسولؐ اللہ یہ قریش ہیں اور تکبّر میں ڈوبے ہوئے ہیں جب سے کافر ہوئے کبھی ایمان نہیں لائے اور جب سے عزّت پائی کبھی ذلیل نہیں ہوئے اور آجتک لڑائی کے لیے گروہ بندی کرکے باہر نہیں نکلے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ لوگو! مجھے مشورہ دو اِس مرتبہ حضرت عمر کھڑے ہوگئے اور اُنہوں نے بھی ابوبکر کی سی باتیں بنائیں اور حکم وہی سُنا۔ اب حضرت مقدادؓ کھڑے ہوئے اور بولے کہ یارسولؐ اللہ یہ قریش ہیں اور تکبّر میں ڈوبے ہوئے ہیں تو ہوا کریں ہم تو آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کرچکے ہیں اور ہم تو اِس بات کی گواہی دے چکے ہیں کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہ برحق ہے اور اللہ کے پاس سے ہے واللہ اگر آپ ہمکو حکم دینگے کہ ہم آگ میں کود پڑیں تو ہم آگ میں کود پڑینگے اور اگر یہ حکم دینگے کہ کانٹے دار جھاڑیوں میں گھس جائیں تو ہم گھس جائینگے اور ہم آپ سے وہ فقرہ نہیں کہینگے جو بنی اسرائیل نے موسےٰ علیہ السّلام سے کہا تھا کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۶۱ سطر ۸) بلکہ ہم تو آپ سے یہ عرض کرینگے اِذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّقَاتِلُوْنَ (چلیے آپ اور آپ کا پروردگار لڑیے ہم بھی آپکے ساتھ لڑنیوالوں میں ہونگے) آنحضرتؐ نے حضرت مقدادؓ کو جزائے خیر کی دُعا دی وہ بیٹھے۔ پھر فرمایا کہ لوگو! مجھے مشورہ دو اب سعد ابن معاذ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ کیا آپ ہم انصار کی رائے طلب فرماتے ہیں؟ فرمایا بیشک۔ عرض کی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ نکلے تو کچھ اور سوچکے تھے اور

اب حکم کچھ اور آگیا۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہم تو آپ پر ایمان لاچکے اور آپ کی تصدیق کرچکے اور اِس بات کی گواہی دے چکے کہ آپ خدا کے پاس سے جو کچھ بھی لاتے ہیں وہ برحق ہے جو کچھ آپ کا جی چاہے ہمکو حکم دیجیے اور ہمارے مالوں میں سے جتنا جتنا حضور کا جی چاہے لے لیجیے اور جتنا جی چاہے چھوڑ دیجیے اور مجھے تو وہ جو آپ لے لینگے بہ نسبت اُسکے جو آپ چھوڑ دینگے زیادہ اچھا معلوم ہوگا خدا کی قسم اگر آپ حکم دینگے کہ ہم اِس سمندر میں کود پڑیں تو ہم آپ کے ساتھ کود پڑینگے۔ پھر عرض کی کہ یا رسول اللہ واللہ میں کبھی اِس راستے سے نہیں آیا اور نہ مجھے اِس کا کوئی علم ہے اور ہم مدینہ میں ایسے لوگوں کو اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہیں جو آپ کی خاطر جہاد کرنے میں ہم سے بڑھے رہینگے اور اُن کو یہ خبر ہوتی کہ لڑائی پیش آئیگی تو وہ کبھی پیچھے نہ رہتے۔ ڈاک بیٹھی ہوئی ہے اور ہم دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ ہم مقابلہ خوب ڈٹکر کرینگے اور لڑائی میں ذرا بھی ہمت نہ ہارینگے ہم اُمید کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہمارے ذریعے سے آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بہم پہنچائیگا۔ پس اگر نتیجہ وہی نکلا جو کچھ کہ آپ چاہتے ہیں تو واہ وا اور اگر (خدانخواستہ) خلاف ہوا تو آپ سواری پر بیٹھ جائیں اور ڈاک بدلتے ہوئے ہمارے لوگوں سے جاملیں (سعد ابنِ معاذ کی ڈھارس بندھانیوالی تقریر سُنکر) آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ اسکے خلاف کریگا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ فلاں اِس جگہ مارا گیا اور فلاں اِس جگہ قتل کیا گیا۔ ابوجہل لعہ یہاں خون میں لوٹا۔ اور عتبہ بن ربیعہ وہاں شیبہ بنِ ربیعہ یہاں مقتول ہوا اور منبّہ اور نُبیہ پسرانِ حجاج وہاں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مجھسے حتمی وعدہ فرمایا ہے کہ دو گروہوں میں سے ایک پر مجھکو کامل فتحیابی عنایت فرمائیگا اور اللہ ہرگز اپنے وعدہ کے خلاف نہ کریگا۔ اُس وقت حضرتؐ پر جبرئیلِ امین یہ آیت لیکر آئے۔ کَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ..... تا ..... وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (دیکھو صفحہ ۲۸۲ سطر ۳ تا سطر ۱۱) پس جنابِ رسولِ خدا نے کوچ کا حکم دیا۔ یہانتک کہ عشا کے وقت چشمۂ بدر کے کنارے شامی پڑاؤ پر آ اُترے۔ اُدھر سے قریش بھی آئے اور وہ بھی پڑاؤ پر اُترے اور اُنہوں نے اپنے غلاموں کو پانی لانے کے لیے بھیجا۔ اصحابِ جنابِ رسولِ خدا نے اُنکو پکڑ لیا اور قید کرلیا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ ہم قریش کے غلام ہیں پوچھا تو بتاؤ کہ قافلۂ تجارتی کہاں ہے؟ جواب دیا کہ ہمکو قافلہ کی کچھ خبر نہیں پس یہ اُنکو مارنے لگے۔ آنحضرتؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے اپنی نماز قطع کردی فرمایا کہ جب یہ لوگ سچ بول رہے ہیں تو تم اِنکو مارتے ہو اور اگر یہ تم سے جھوٹ بولینگے تو اِنکو چھوڑ دوگے۔ اِنکو میرے سامنے لاؤ چنانچہ اُنکو آنحضرتؐ کے سامنے لائے آپ نے اُنسے فرمایا کہ تم کون لوگ ہو؟ عرض کی کہ اے محمدؐ ہم قریش کے غلام ہیں۔ فرمایا یہ لوگ تعداد میں کتنے ہیں عرض کی کہ حضرتؐ ہمکو تعداد کی خبر نہیں۔ فرمایا روز کتنے اونٹ نحر کیے جاتے ہیں عرض کی نو۹ سے دس۱۰ تک فرمایا کہ نو سو۹۰۰ سے کم نہیں اور ہزار سے زیادہ نہیں۔ پھر دریافت فرمایا کہ بنی ہاشم میں سے کون کون ہیں؟ عرض کی عباسؓ ابن عبد المطلب۔ نوفل ابن حارث اور عقیل ابن ابیطالب ہیں۔ پھر غلاموں کی نسبت حکم دیا کہ اِنکو قید رکھا جائے قریش کو یہ خبر پہنچی تو اُنکا ڈر کے مارے بہت ہی بُرا حال ہوا۔ یہاں

[illegible] ابوالبختری [illegible] کہا [illegible] قسم [illegible] تو چلنے کی
جگہ بھی نہیں سمجھتی ہم تو اپنے قافلہ [illegible] نکلے تھے اور وہ راستہ پر لگ کے چلدیا تو پہاڑ تک
بڑھکر آنا محض ظلم و زیادتی ہے خدا کی قسم [illegible] فلاح نہیں پائی اور مجھے تو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے
کہ قافلہ میں اولادِ عبدِ مناف کا جتنا مال تھا وہ سب [illegible] ہو جاتا۔ لیکن ہم اس راستے نہ آتے ابوالبختری
نے کہا کہ آپ تو سردارانِ قریش میں سے ایک سردار ہیں ذرا لوگوں میں چلیے پھریے اور جس قافلۂ تجارتی کو محمدؐ
اور اُنکے اصحاب نے مقامِ نخلہ پر نقصان پہنچایا ہے اُس نقصان کی اور ابنِ حضرمی کے خون کی ذمہ داری لے لیجیے
کہ وہ آپ کا حلیف تھا۔ عتبہ نے کہا اچھا تمہیں میری طرف سے [illegible] ہو جانا کہ سوائے ابنِ حنظلیہ یعنی ابوجہل کے اور کوئی
ہم میں سے میرے خلاف نہیں ہوگا اچھا تم ابوجہل کے پاس چلے جاؤ اور اُس کو اطلاع دیدو کہ میں اُس
نقصان کا بھی ذمہ دار ہوں جو قافلے کو محمدؐ کے ہاتھوں تجارت کے مقام پر اُٹھانا پڑا تھا اور ابنِ حضرمی کی دیت کا
بھی۔ ابوالبختری کا بیان ہے کہ میں [illegible] اپنی زرہ نکال رہا ہے
میں نے اُس سے جا کر کہا [illegible] ابوجہل بڑا
خفا ہوا اور بولا کہ عتبہ کو سوائے تیرے کوئی [illegible] ہم اگر [illegible] سوائے کوئی اور بھیجنے والا
ہوتا تو میں کبھی نہ آتا۔ مگر چونکہ ابوالولید سردارِ قبیلہ [illegible] ابوالولید تو اُسکو سردارِ قبیلہ
کہتا ہے میں نے کہا کہ میں اُسے [illegible] کہ وہ کسی سے تو سارے قافلہ کا نقصان
اپنے ذمے لیا ہے اور ابنِ حضرمی کی دیت بھی۔ ابوجہل بولا کہ عتبہ کی [illegible] اور اُس کا کلام بھی بہت
فصیح و بلیغ ہوتا ہے اور چونکہ وہ بنی عبدِ مناف سے ہے اسلیے وہ بلاشک [illegible] ہے اور اُس کا بیٹا اُسکے ساتھ
ہے اور یہ اُسکو لوگوں میں چھوڑ کر چلدینے کا ارادہ کرتا ہے۔ لات و عزیٰ کی قسم ایسا کبھی نہیں ہوگا جب تک کہ ہم
یثرب پہنچکر اُنپر ہجوم نہ کریں اور اُنکو قید نہ کریں اور مکہ میں اُنکو قیدی کی حیثیت سے لیکر آئیں تمام عرب اسکی خبر سن لے
اور پھر ہمارے اور ہمارے مقامِ تجارت کے مابین کوئی مانع باقی نہ رہے۔ اصحابِ رسولِ خدا کو جو گروہِ قریش
کی کثرت کی خبر پہنچی تو مارے ڈر کے اُنکی بہت ہی بُری حالت ہوئی اور لگے رونے پیٹنے شکایتیں کرنے اور
استغاثہ کرنے۔ اُس وقت خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ آیتیں نازل فرمائیں اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ
رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ
وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (دیکھو صفحہ ۲۸۲ سطر ۱۱ لغایۃ
صفحہ ۲۸۳ سطر ۳) جب شام ہوئی اور اندھیری خوب چھا گئی تو اصحابِ جنابِ رسولِ خدا کو نیند آگئی اور اللہ
نے اُنپر پانی برسایا کیونکہ آنحضرت ایسے موقعے پر ٹھہرے ہوئے تھے جس میں ریت کے سبب سے پاؤں نہیں
جمتے تھے پس اللہ نے اُنپر تو اتنا مینہ برسایا کہ زمین سخت ہوگئی اور پاؤں جمنے لگے۔ جو خدائے تعالیٰ کے اس قول
سے ثابت ہے اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ

وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ (دیکھو صفحہ ۲۸۴ سطر ۲ تا ۶) یہ اسلیئے فرمایا کہ بعض اصحاب محتلم ہو گئے تھے آگے فرماتا ہے وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ (دیکھو صفحہ ۲۸۳ سطر ۶) قریش پر تو مینھ لگاتار پڑا تھا اور اصحاب جناب رسولِ خدا پر پھوہار یعنی اتنا کہ جس سے صرف زمین مضبوط ہو جائے۔ اب قریش پر بڑا خوف چھا گیا اور وہ محافظت کرنے لگے کہ کہیں شب خون نہ مارا جائے۔ آنحضرت نے عمار ابن یاسر اور عبداللہ ابن مسعود کو بھیجا اور فرمایا کہ تم ان لوگوں میں جا گھسو اور ان کی خبریں ہمارے پاس لاؤ یہ دونوں اُنکے لشکر کو ڈھونڈتے پھرے جسے اُنہوں نے دیکھا ڈرتا ہوا اور پریشان پایا اتنے میں گھوڑیاں ہنہنائیں اور بڑی دیر تک ہنہناتی رہیں پھر منبہ ابن حجاج کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ آج تو بھوک ہمکو سونے ہی نہیں دیتی ضرور ہے کہ یا تو ہم مرجائیں یا بھوک ہی ہمکو مار ڈالیگی راوی حدیث جناب امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ واللہ اُس وقت وہ سب پیٹ بھرے تھے اُنہوں نے جو اُس وقت ایسا کہا تھا خوف کے مارے کہا تھا کیونکہ اللہ نے اُن کے دلوں میں رعب ڈالدیا تھا جیسا کہ فرماتا ہے سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ (دیکھو صفحہ ۲۸۲ سطر ۸) جب صبح ہوئی تو آنحضرت نے اپنے اصحاب کو ترتیب سے کھڑا کیا۔ آنحضرت کے لشکر میں کل دو گھوڑے تھے ایک زبیر بن العوام کا اور ایک مقداد کا اور سارے لشکر میں کل ستر اونٹ تھے جنپر اُترتے چڑھتے آئے تھے چنانچہ جناب رسولِ خدا اور حضرت علی ابن ابیطالب اور مرثد ابن ابی المرثد غنوی تینوں ایک ہی اونٹ پر اُترتے چڑھتے آئے تھے اور اُس اونٹ کا مالک مرثد تھا۔ اُدھر قریش کے لشکر میں چار سو گھوڑے ہی گھوڑے تھے پس جب آنحضرت نے اپنے اصحاب کو سامنے ترتیب سے کھڑا کر لیا تو ارشاد فرمایا کہ اپنی آنکھیں بند کر لو اور لڑائی کی ابتدا تم ہرگز نہ کرنا اور نہ تم میں سے کوئی کسی سے بات کرے۔ قریش نے جب اصحاب رسولِ خدا کی تعداد کم دیکھی تو ابوجہل بولا۔ یہ تو ایک جانور کا کھاجا ہیں اگر ہم اپنے غلاموں کو بھی انکی طرف بھیجدینگے تو ان سب کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر لے آئینگے۔ عتبہ بن ربیعہ نے کہا یہ بھی تمکو خبر ہے کہ کہیں گھات میں نہ بٹھا رکھے ہوں اور کوئی کمک پیچھے سے نہ آتی ہو اسپر عمرو ابن دہب جمحی کو بھیجا جو بڑا بہادر سوار تھا۔ اس نے اپنا گھوڑا پھینکا یہانتک کہ جناب رسولِ خدا کے سارے کیمپ کا کاوا کاٹ گیا پھر میدان میں بلندی کے اوپر چڑھا اور وہاں سے خوب چیخکر آواز دی پھر قریش کے پاس لوٹکر آیا اور کہا کہ نہ تو انکی کوئی گھات معلوم ہوتی ہے اور نہ کوئی کمک آنیوالی ہے بلکہ یہ یثرب کے آبکش اونٹ ہیں جو موت کو لاد کر لائے ہیں (یعنی ایسے منچلے بہادروں کو لائے ہیں جو جہاں کے لیے بمنزلۂ موت ہیں) ایک کے مُنھ سے بھی آواز تو نکلتی نہیں مگر یہ سانپوں کی طرح اپنے اپنے ہونٹ چبا رہے ہیں اور سوائے اپنی تلواروں کے اور کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں پاتے مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُس وقت تک پیٹھ نہ پھیرینگے جب تک کہ قتل نہ کر دیے جائیں اور اُس وقت تک قتل نہونگے جب تک کہ تم میں سے اُنکے برابر قتل نہو چکیں۔ تم سوچ سمجھ کے رائے قائم کرو۔ ابوجہل نے کہا تو جھوٹا اور بزدلا ہے اہل یثرب کی تلواریں دیکھکر تیرا پھیپھڑا اپھول گیا ہے (اور تیری ہستی گُم ہو گئی ہے) اُدھر اصحاب جناب رسولِ خدا نے جو قریش کی کثرت اور

قوت دیکھی تو حد سے زیادہ پریشان ہو گئے۔ پس خدائے تعالیٰ نے اُس وقت اپنے رسول پر یہ آیت نازل
فرمائی وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (دیکھو صفحہ ۹۳ سطر ۳) حالانکہ خدا تعالیٰ
یہ جانتا تھا کہ نہ وہ صلح کی طرف مائل ہونگے اور نہ صلح کی بات کا جواب دینگے لیکن اس آیت کے نازل کرنے
سے یہ مطلب تھا کہ اصحاب رسولِ خدا کا دل خوش ہو جائے جناب رسولِ خدا نے قریش کے پاس کسی شخص کو بھیجا
اور یہ کہلا بھیجا کہ اے گروہ قریش مجھے عرب بھر میں سب سے زیادہ یہ بات ناگوار ہے کہ میری پہلے پہل تم سے
لڑائی ہو پس تم مجھے اور عرب کو چھوڑ دو اگر میں سچا ہوں تو میرے سبب سے تمہاری عزت بڑھیگی اور اگر میں جھوٹا
ہوں تو میرا کام تمام کرنے کو یہ عرب کے بھیڑیے ہی کافی ہونگے تم اپنی عزت و آبرو کے ساتھ یوں کے یوں ہی
لوٹ جاؤ۔ عتبہ نے یہ سنکر کہا کہ واللہ جن لوگوں نے ایسی بات رد کی اُنہوں نے کبھی فلاح نہیں پائی پھر ایک
سُرخ اونٹ پر جو اسکا تھا سوار ہوا۔ آنحضرت دیکھ رہے تھے کہ وہ اسے لشکر میں گھماتا پھرتا تھا اور سب کو لڑائی
سے روکنے کی کوشش کرتا تھا۔ آنحضرت نے کہلا بھیجا کہ اگر کسی میں کچھ نیکی باقی ہے تو اس سُرخ اونٹ والے
میں ہے اگر اسکی مانوگے تو نتیجہ اچھا ہوگا۔ اب عتبہ آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ اے گروہ قریش سب قریب آ جاؤ
اور میری بات سُنو جب وہ قریب آ گئے تو اس طرح اُن سے خطاب کیا۔ برکت وسعتِ خیال کے ساتھ ہی
اور وسعتِ خیال برکت کے ساتھ ہے۔ اے گروہ قریش آج تم میری بات مان لو پھر چاہے عمر بھر نہ ماننا اس وقت
تک تو لوٹ چلو شرابیں پیو سیہ چشم عورتوں سے موافقت کرو اس میں شک نہیں کہ محمدؐ کے ذمے کچھ تمہارے مطالبات
ہیں مگر وہ تمہارا ابن عم ہے تو بہتر ہے تم لوٹ ہی چلو اور میری رائے کو رد نہ کرو ایک مطالبہ تو تم محمدؐ سے اُس قافلہ کا
کرتے ہو جو انہوں نے نخلہ میں گرفتار کر لیا تھا اور ایک ابن حضرمی کے خون کا حالانکہ وہ میرا حلیف تھا اور اُس کی
دیت میرے ذمے ہے ابوجہل نے جو یہ سنا اُسکو سخت غصہ آیا اُسنے کہا کہ عتبہ بڑا زبان دراز اور باتونی
آدمی ہے اگر اسکے کہنے سے اِس وقت قریش لوٹ گئے تو ہمیشہ کے لیے قریش کا سردار یہی ہو جائیگا پھر
وہ بولا کہ اے عتبہ تو نے اولادِ عبد المطلب کی تلواریں دیکھیں اور اُن سے ڈر گیا اور تیرا پھیپھڑا پھول گیا (ہاتھ
پاؤں پھول گئے) لوگوں کو لوٹ جانے کی رائے دیتا ہے حالانکہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اپنے خون
کا بدلہ لیے لیتے ہیں عتبہ یہ سنکر اپنے اونٹ سے اُترا اور اُسنے ابوجہل پر حملہ کیا جو گھوڑے پر سوار تھا اُسکے
بال پکڑ لیے اور لوگوں نے کہا کہ اسکو قتل کرتا ہے۔ اُسکے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے اور کہا کہ مجھ جیسے آدمی
کو تو بزدلی کا الزام لگاتا ہے قریش کو ابھی ابھی معلوم ہو جائیگا کہ ہم میں سے زیادہ بزدل اور بخیل اور اپنی قوم کے لیے
سب سے زیادہ مفسد کون ہے اب تو موت کی طرف کھلی آنکھوں ہم اور تو ہی چل رہے ہیں۔ پھر کہا کہ یہ تو
میرا عمل ہے اور اِسکی خوبی جو کچھ ہے اِسی میں ہے اور ہر شخص جیسی کریگا ویسی بھریگا۔ پھر اُسکے بال پکڑ کر گھسیٹتا ہوا
لیچلا لوگ جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ اے ابو الولید خدا سے ڈر خدا سے ڈر آپس کی قوت میں پھوٹ نہ ڈال
تو اوروں کو ایسی باتوں سے باز کیا رکھیگا جبکہ تو خود ہی ایسی باتوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ بہرحال ابوجہل کو اُنہوں نے

اُسکے ہاتھ سے چھڑا لیا اُس وقت عتبہ نے اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کی طرف نظر کی اور بولا کہ
بیٹا اُٹھو اور خود بھی اُٹھا زرہ پہنی لوگوں نے اُسکے لیے خود تلاش کیا مگر اُسکا سر اتنا بڑا تھا کہ اُسکے سر کے
برابر کا خود نہیں ملا تو اُسنے دو عمامے اپنے سر پہ لپیٹے پھر تلوار اُٹھائی اور وہ خود اور اُسکا بیٹا اور بھائی آگے
بڑھے اور آواز دیکے کہا کہ اے محمدؐ قریش میں سے جو ہمارے ہمسر ہیں اُنکو ہمارے مقابلہ کے واسطے بھیجدو
اِدھر سے انصار کے تین آدمی عفراء کے بیٹے عوذ معوذ اور عون اُنکے مقابلے کے لیے نکلے عتبہ نے کہا کہ
تم کون ہو؟ اپنا نسب بیان کرو تاکہ ہم تمکو پہچان لیں۔ یہ بولے کہ ہم عفراء کے بیٹے خدا اور رسُولِ خدا کے انصار
ہیں۔ اُنہوں نے کہا تم لوٹ جاؤ ہم تم سے مقابلہ نہیں چاہتے ہم تو قریش میں سے اپنا ہمسر چاہتے ہیں چنانچہ
جنابِ رسُولِ خدا نے اُنکے پاس کسی کو بھیجکر حکم دیا کہ تم لوٹ آؤ وہ لوٹ آئے اور اپنی جگہ آکر کھڑے ہو گئے آنحضرت
بھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ پہلا حملہ انصار کریں پھر حضرتؐ نے عبیدہ ابنِ حارث ابن عبد المطلب کی طرف نظر کی
جنکا سن ستر برس کا تھا اُن سے فرمایا کہ اے عبیدہ اُٹھ کھڑے ہو چنانچہ وہ تلوار لیکر سامنے آ کھڑے ہوئے
پھر حمزہ ابنِ عبد المطلب کی طرف دیکھکر فرمایا کہ چچا تم بھی اُٹھو پھر امیر المؤمنینؑ کی طرف دیکھکر کہا کہ اے علیؑ تم بھی
اُٹھو حالانکہ حضرتؑ اُسوقت سب سے زیادہ کمسن تھے پھر فرمایا تم اپنا وہ حق حاصل کرلو جو اللہ نے تمہارے لیے
مقرر کر دیا ہے اِسلیے کہ قریش غرور و تکبّر کے ساتھ آئے ہیں۔ ارادہ اُن کا یہ ہے کہ نورِ خدا کو بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ
کو سوائے اِسکے اور کچھ منظور نہیں ہے کہ اپنے نور کو پورا کرے تو جنابِ رسُولِ خدا نے فرمایا کہ اے عبیدہ تم تو عتبہ
کی خبر لو اور اے چچا حمزہ آپ شیبہ کی خبر لیں اور علیؑ مرتضےٰ سے کہا کہ تم ولید ابنِ عتبہ کی خبر لو۔ پس یہ چلے اور اُن
لوگوں کے پاس پہنچے تو عتبہ نے کہا کہ اپنا نسب بیان کرو کہ ہم تم کو پہچان لیں عبیدہ بولے کہ میں عبیدہ ابن حارث
ابن عبد المطلب ہوں عتبہ بولا کہ کفوِ کریم ہو یہ دونوں کون ہیں؟ عبیدہ نے فرمایا کہ یہ حمزہ ابنِ عبد المطلب ہیں اور یہ
علیؑ ابنِ ابیطالبؑ ہیں۔ وہ بولا یہ دونوں بھی کفوِ کریم ہیں۔ خدا اُسپر لعنت کرے جسنے ہمکو اور تمکو اس جگہ لا کھڑا کیا۔
(مُراد ابو جہل ہے جس نے لڑائی کے میدان سے واپس نہ ہونے دیا حالانکہ عتبہ دو مرتبہ اظہارِ رائے کر چکا تھا)
اب شیبہ نے حمزہؓ سے کہا تم کون ہو؟ فرمایا کہ میں حمزہ ابن عبد المطلب شیرِ خدا اور شیرِ رسُولِ خدا ہوں شیبہ نے
کہا کہ آج تو مجھے ہم قسم صاحبوں کے شیر سے واسطہ پڑا۔ بھلا اے شیرِ خدا دیکھوں تو تمہارا حملہ کیسا ہے عبیدہ نے
تو عتبہ پر حملہ کیا اور ایک ایسی ضربت اُسکے سر پر لگائی کہ اُسکی کھوپڑی کے دو کر دیئے اُدھر اُسنے عبیدہ کی
پنڈلی پر ایسی ضربت لگائی کہ اُسے کاٹ دیا اور دونوں ایک ساتھ ہی گر گئے۔ اِدھر حمزہ نے شیبہ پر حملہ کیا
اور دونوں میں تلوار چلنے لگی یہانتک کہ دونوں تلواریں کُند ہو گئیں اور اِن میں سے ہر ایک اپنی اپنی ڈھال
سے بچاتا جاتا تھا۔ اور جنابِ امیر المؤمنین نے ولید ابنِ عتبہ پر حملہ کیا اُسکے کندھے پر ضربت لگائی اور تلوار
بغل سے نکل گئی۔ امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ ولید نے اپنا داہنا کٹا ہوا ہاتھ بائیں ہاتھ سے اُٹھا کر میرے سر پر
اِس زور سے مارا کہ معلوم ہوتا تھا گویا آسمان زمین پر گر پڑا۔ (اِسکے بعد خود گر کر ٹھنڈا ہو گیا) پس حمزہ اور شیبہ باہم گلو گیر ہو گئے

نے پکار کر کہا یا علیؑ دیکھتے نہیں اِس کُتّے نے تمہارے چچا کو مغلوب کر لیا ہے چنانچہ علیؑ مرتضےٰ نے شیبہ پر حملہ کر دیا پھر فرمایا کہ چچا ذرا تم اپنا سر جھکا لو کیونکہ حمزہؓ شیبہ سے قد میں اونچے تھے حضرت حمزہؓ نے اپنا سر اپنی چھاتی کے برابر کر لیا تو امیر المؤمنین علیہ السّلام نے شیبہ کے سر پر ضرب لگائی اور آدھا اُڑا دیا پھر عتبہ کی طرف متوجہ ہوئے اُسمیں بھی کچھ جان باقی تھی اُسکا بھی خاتمہ کیا اور عبیدہ کو حضرت علیؑ مرتضےٰ اور حضرت حمزہؓ اُٹھا کر جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں لائے جنابِ رسولِ خدا نے اُنکو دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے عبیدہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا میں شہید نہیں ہوں؟ فرمایا کہ تم تو میرے اہلبیتؑ میں سے اوّل شہید ہو پھر عبیدہ بولے کاش اس وقت میرے چچا زندہ ہوتے وہ بھی یہ جان لیتے کہ جو کچھ اُنہوں نے فرمایا تھا میں اُسکی تعمیل میں مقدم رہا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کونسے چچا کو یاد کرتے ہو عرض کرنے لگے کہ ابوطالبؑ کو۔ اِس لیے کہ وہ فرماتے ہیں۔

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللهِ نُبْزِيْ مُحَمَّداً وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهٗ وَنُنَاضِلِ
وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ وَنَذْهَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

(خدا کے گھر کی قسم تم جھوٹے ہو کہ ہم محمدؐ کو چھوڑ دینگے حالانکہ ہم اُن کی طرف سے اپنی جانیں لڑا دینگے اور اُنکے دشمنوں کو دفع کرینگے اور اُنکو حوالہ نہ کرینگے جب تک کہ اپنی زوجہ اور اپنے بچوں کو بھول کر اُنکے گرداگرد نہ گرا دیے جائیں) جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ دیکھتے نہیں کہ اُنکا بیٹا شیرِ غازی کی طرح خدا اور خدا کے رسولؐ کی حضور میں دشمنوں کا شکار کر رہا ہے اور اُنکا دوسرا بیٹا سرزمینِ حبشہ پر راہِ خدا میں جہاد کر رہا ہے۔ عبیدہ نے عرض کی کیا اس بات پر حضرتؐ مجھسے ناراض ہو گئے فرمایا نہیں میں تُجھسے ناراض نہیں ہوں بلکہ تُمنے میرے شفیق چچا کو مجھے یاد دلا دیا جس سے میرا دل بھر آیا۔ اُدھر ابوجہل نے قریش سے یہ کہا کہ نہ تو تم جلدی کرو اور نہ اتراؤ جیسا کہ ربیعہ کے لونڈے اپنی اکڑفوں میں جلدی کر گئے پہلے تم اہلِ یثرب کی خبر لو اُنکی تو کھال تک اُتار لو پھر قریش کی خبر لینا اور اُنکو فقط گرفتار کر لینا تاکہ اُنکو مکّے میں لے چلیں اور اُنکی وہ گمراہی اُنکو جتائیں جسپر وہ اڑے ہوئے ہیں قریش کا ایک گروہ ایسا بھی تھا جو مکّہ میں اسلام لا چکے تھے اور اُنکے بزرگوں نے اُنکو قید کر رکھا تھا اُس وقت وہ قریش کے ساتھ نکلکر بدر تک آئے تو تھے مگر اُنکے دل شک و شبہ و نفاق سے پُر تھے۔ از انجملہ قیس ابنِ ولید ابنِ مغیرہ تھا اور ابوقیس ابنِ الفاکہ حارث بنِ ربیعہ۔ علی ابنِ اُمیہ ابن خلف اور عاص ابنِ مُنبّہ جب اِنہوں نے جنابِ رسولِ خدا کے اصحاب کی کمی دیکھی تو بولے اِن بیچاروں کو اِنکے دین نے دھوکا دیا ہے۔ اب تھوڑی دیر میں مارے جائینگے اِسی کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے اپنے رسولؐ پر یہ آیت نازل فرمائی اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (دیکھو صفحہ ۲۹۱ سطر ۳) اور ابلیسِ ملعون سراقہ ابنِ مالک کی صورت میں قریش کے پاس آیا اور اُنسے کہنے لگا کہ میں تو تمہارا ہمسایہ ہوں لاؤ یہ اپنا جھنڈا مجھے دو اُنہوں نے اپنا جھنڈا اُسکو دیدیا۔ اب اِسنے اپنے شیاطین

کو بلایا جنکے ذریعے سے اصحاب جناب رسولِ خدا کے دلوں میں ہَول پیدا کر دیے طرح طرح کے خیالات ڈالے
اور اُنکو پریشان کیا اُدھر سے قریش آگے بڑھے جنکے آگے آگے ابلیس لعین اُنکا جھنڈا لیے ہوئے تھا جناب رسولِ خدا
نے اُسکو دیکھا تو اصحاب کو حکم دیا کہ تم اپنی آنکھیں بند کر لو اور دانت پیسو اور جبتک میں تمکو حکم نہ دوں تلواریں کھینچنا
پھر ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا کی کہ الٰہی اگر یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو پھر تیری عبادت نہیں کیجائیگی اور اگر تجھے یہی منظور ہو کہ تیری
عبادت نہ کی جائے تو دوسری بات ہے۔ پھر حضرت پر آثار نزولِ وحی طاری ہوئے تھوڑی دیر کے بعد
جب یہ حالت دور ہوئی تو چہرۂ مبارک سے پسینہ ٹپک رہا تھا حضرت نے فرمایا کہ لو یہ جبرئیلؑ ایک ہزار فرشتوں
سے تمہاری پشتی کے لیے آ گئے۔ راوی کہتا ہے ہمنے دیکھا کہ ایک سیاہ بادل آیا جس میں بجلی چمک رہی
تھی اور یہ جناب رسولِ خدا کے لشکر کے اوپر آ گیا کسی کہنے والے کی آواز بھی یہ کہتے سُنائی دیتی تھی کہ حیزوم
آگے بڑھو حیزوم آگے بڑھو پھر ہمنے فضائے آسمان سے ہتھیاروں کی جھنکار بھی سُنی اور ابلیس لعین نے جبرئیلِ امین
کو دیکھا تو وہ قریش کا جھنڈا پھینک کر بھاگا جسے منبہ ابن حجاج نے اُٹھا لیا اور کہنے لگا کہ اے سراقہ وائے ہو
تجھپر تو لوگوں کی جماعت کو پریشان کرتا ہے۔ ابلیس لعین نے اُسکی چھاتی پر لات ماری اور کہا میں تو تم سے الگ
ہوں میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں اللہ سے ڈرتا ہوں اسی کو خدائے تعالےٰ یوں ارشاد فرماتا ہے
وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ
لَكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا
لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۹۱ سطر ۱) پھر خدائے تعالےٰ
نے فرمایا وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ
وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۹۱ سطر ۳) پس جبرئیلِ امین نے ابلیس پر حملہ کیا اور اُسکے
پیچھے گئے یہانتک کہ اُسنے اپنے آپ کو سمندر میں گرا دیا اور عرض کرنے لگا کہ خداوندا تو نے جو مجھسے وعدہ
فرمایا ہے کہ تو يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ تک مجھے زندہ رکھیگا تو اُسکو پورا کر حدیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے
کہ جس حالت میں بھاگا جا رہا تھا ابلیس نے جبرئیلِ امین کی طرف مڑ کر یہ بھی کہا تھا کہ اے شخص جو کچھ تم ہمکو عطا
کر چکے ہو کیا اُس میں تمکو بدا واقع ہو گیا تو کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا ابلیس
کو خوف تھا کہ جبرئیلِ امین اُسکو قتل کر دینگے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ ڈرتا تھا کہ وہ اُسکو ایسی ضربت لگا دینگے
جسکا عیب قیامت تک اُسکے لیے باقی رہیگا اُس وقت اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی
إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ
كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۸۳ سطر ۲)
کیونکہ قریش اپنے غرور و تکبر میں یہ سوچتے ہوئے آئے تھے کہ ہم نورِ خدا کو بجھا دینگے اور اللہ کو سوائے اسکے اور کچھ
منظور نہ تھا کہ اپنے نور کو پورا کرے۔ ادھر ابوجہل دونوں صفوں کے بیچ میں آ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یا اللہ محمدؐ

نے قطع رحم کیا ہے اور ہمارے مقابلے میں اُن لوگوں کو لاکر کھڑا کیا ہے جنکو ہم پہچانتے بھی نہیں۔ پس تو آج اُسکی بات بگاڑ دے۔ اِسپر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۸۴ سطر ۹) اُس وقت جناب رسولِ خدا نے کنکریوں کی ایک مُٹھی بھر کر اُٹھائی اور قریش کے چہروں کی طرف پھینکی اور فرمایا کہ بگڑ جائیں یہ چہرے اللہ نے اُسی وقت ایک تیز ہوا چلائی جو قریش کے چہروں پر تھپیڑا مارتی تھی اور وہی اُنکی شکست کا باعث ہوئی اور جناب رسولِ خدا نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ اِس اُمت کا فرعون یعنی ابوجہل ابنِ ہشام بچکر نہ جانے پائے۔ چنانچہ قریش میں سے ستر تو قتل ہوئے اور ستر ہی قید کیے گئے اور عمرو ابن الجموح کی مٹ بھیڑ ابوجہل سے ہوئی تو عمرو نے ابوجہل کی ران پر ضربت لگائی اور ابوجہل نے عمرو کے ہاتھ پر جس سے اُس کا ہاتھ بازو سے الگ تو ہوا مگر تھوڑی سی کھال کے ذریعے سے لٹکتا رہ گیا تو عمرو نے اپنا ہاتھ اپنے پاؤں کے نیچے دبا کر اِس زور سے کھینچا کہ وہ الگ ہو گیا اور اُسکو اُٹھا کر پھینک دیا۔ عبداللہ ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ابوجہل کے پاس ایسی حالت میں پہنچا کہ وہ اپنے خون میں لوٹ رہا تھا میں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے اُسنے تجھکو ذلیل کیا ابوجہل نے اپنا سر اُٹھا کر کہا کہ خدا نے اپنے بندے ابنِ امِّ عبد (یعنی عبداللہ ابنِ مسعود) کو ذلیل کیا۔ تجھپر واے ہو یہ تو بتا کہ آج دین اور میدان کس کے ہاتھ رہا؟ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے ہاتھ رہا اور میں تجھے قتل کرنیوالا ہوں یہ کہتے ہوئے میں نے اپنا پاؤں اُسکی گردن پر رکھدیا تو کہنے لگا کہ ارے چرواہے تو تو بڑی منزلت پر پہنچ گیا آج کے دن کوئی چیز مجھے اِس سے زیادہ ناگوار نہیں ہے کہ تو اور مجھے قتل کرے ارے مجھے اولادِ عبدالمطلب میں سے کسی نے قتل نہ کیا نہ اُن لوگوں میں سے جو ہمارے ہم قسم تھے ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ وہ تو یہ بکتا ہی رہا اور میں نے اُسکے سر پر سے خود اُتارا پھر اُسے قتل کیا اور اُسکا سر لیکر جناب رسولِ خدا کی حضور میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مژدہ باد یہ ابوجہل ابنِ ہشام کا سر ہے آنحضرت سجدۂ شکر بجا لائے۔ اُدھر ابوالیسر بن کعب بن عمرو انصاری نے عباس ابنِ عبدالمطلب اور عقیل ابن ابیطالب کو گرفتار کیا تھا اور دونوں کو لیکر جناب رسولِ خدا کی خدمت میں آئے حضرتؐ نے اُس سے دریافت کیا کہ اِس گرفتاری میں کسی نے تمہاری مدد کی تھی؟ اُنہوں نے عرض کی جی ہاں سفید کپڑوں والے ایک شخص نے مدد کی تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ فرشتہ تھا۔ پھر جناب رسولِ خدا نے عباس سے فرمایا کہ اپنی ذات کا فدیہ ادا کرو اُنہوں نے عرض کی یا رسول اللہ میں تو اسلام لا چکا تھا یہ لوگ مجھکو زبردستی لے آئے جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ آپ کے اسلام سے تو خدا آگاہ ہے اگر آپ اپنے بیان میں سچے ہیں تو اُسکی جزائے خیر اللہ آپکو دیگا مگر ظاہر صورت میں تو آپ ہمارے برخلاف ہو کر آئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے عباس تم لوگوں نے اللہ سے لڑائی کی نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے تمکو مغلوب کر دیا۔ پھر فرمایا کہ اب تم اپنی طرف سے بھی فدیہ دو اور اپنے بھتیجے کی

طرف سے بھی عباسؓ کے پاس چالیس ۴۰ اوقیہ سونا تھا جو لوٹ میں جناب رسولِ خدا کے پاس آچکا تھا اب جبکہ جناب رسولِ خدا نے عباسؓ سے فرمایا کہ اپنی ذات کا فدیہ دو تو انہوں نے عرض کی کہ اُس سونے کو میرے فدیے میں محسوب کر لیجیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جی نہیں۔ وہ تو ایک ایسی چیز ہے جو اللہ نے آپ سے ہمیں دلوا دی مگر اپنا اور اپنے بھتیجے کا فدیہ آپ ادا کریں عباسؓ نے کہا کہ میرے پاس سوائے اُس مال کے جو مجھ سے جاتا رہا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مال تمہارے پاس ضرور ہے۔ وہ جو تم مکہ میں اُمّ الفضل کے پاس چھوڑ آئے ہو اور اُن سے یہ کہہ آئے ہو کہ مجھ پر اگر کوئی حادثہ واقع ہو جائے تو تم آپس میں بانٹ لینا۔ اب عباسؓ بولے تو کیا آپ مجھے محتاج ہی بنا کر چھوڑینگے کہ میں لوگوں سے بھیک مانگتا پھروں اسکے بارے میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۹۰ سطر ۶) پھر فرمایا وَ اِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۹۵ سطر ۹) پھر جناب رسولِ خدا نے عقیل سے فرمایا کہ اے ابو یزید اللہ نے ابوجہل ابنِ ہشام عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ منبہ و نبیہ پسران حجاج اور نوفل ابن خویلد کو قتل کیا اور سہیل ابن عمرو اور نضر بن حارث بن کندہ عقبہ ابن ابی معیط اور فلاں اور فلاں کو قید کیا عقیل بولے اچھا ہوا۔ اب تہامہ میں آپ سے جھگڑنیوالا کوئی نہیں رہا۔ اب جبکہ آپ اِن لوگوں پر غالب آگئے ہیں تو اب اِنکے کندھوں پر سوار ہو بیٹھیے۔ جناب رسولِ خدا اُنکی یہ بات سُنکر مُسکرائے۔ بدر کے مقتول بھی ستّر تھے اور قیدی بھی ستّر۔ از آنجملہ جناب امیر المؤمنین نے تن تنہا اُنھیں سے ستائیس ۲۷ کو قتل کیا تھا (دوسروں کی نُصرت میں جنکو قتل کیا ہو وہ اِس سے علیحدہ رہے) مگر کسی کو قید نہیں کیا تھا۔ اب لوگوں نے سب قیدیوں کو اکٹھا کیا اور پاس پاس کر کے رسیّوں میں جکڑا اور اُنکو پیدل لیکر چلے اور مالِ غنیمت بھی سب اکٹھا کر لیا اصحابِ جنابِ رسولِ خدا کا شمار کیا گیا تو اُن میں سے نو ۹ شہید ہوئے تھے۔ منجملہ اُنکے سعد ابنِ خیثمہ آنحضرتؐ کے نقیبوں میں سے تھے اب حضرتؐ نے کوچ فرمایا اور سورج کے ڈوبتے ڈوبتے مقامِ اُثَیل پر آکر قیام کیا جو بدر سے چھ ۶ میل کے فاصلے پر ہے اِس وقت جنابِ رسولِ خدا نے عقبہ ابنِ ابی معیط اور نضر ابنِ حارث ابنِ کندہ کی طرف خاص نظر سے دیکھا کہ یہ دونوں ایک ہی رسّی میں بندھے ہوئے تھے۔ نضر نے عقبہ سے کہا کہ اے عقبہ میں اور تو دونوں مارے گئے۔ عقبہ نے کہا کہ قریش میں ہوتے ہوئے؟ کہا ہاں محمدؐ نے ہماری طرف ایسی نظر سے دیکھا ہے جس میں مجھے قتل کے آثار معلوم ہوئے۔ چنانچہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ اے علیؑ میرے پاس نضر اور عقبہ کو لیکر آؤ نضر بڑا ہی خوبصورت آدمی تھا جسکے سر پر بال بھی تھے جنہیں پکڑ کر علیؑ مرتضےٰ اُسے کھینچتے ہوئے جنابِ رسولِ خدا کے پاس لے آئے نضر نے عرض کی کہ اے محمدؐ میں اُس قرابت کا واسطہ دیتا ہوں جو میرے اور آپ کے مابین ہے کہ آپ میرے ساتھ ویسا ہی معاملہ کریں جیسا کہ قریش کے ایک شخص کے ساتھ اگر

آپ اُنکو قتل کریں تو مجھے بھی قتل کریں اور اُن سے فدیہ لیں تو مجھسے بھی فدیہ لیلیں اور اگر اُنکو آزاد کریں تو مجھے بھی آزاد کردیں۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ تیرے اور میرے مابین کوئی قرابت نہیں ہے اللہ تعالےٰ نے ایسے رشتوں کو اسلام کے ذریعے سے قطع فرمادیا ہے یا علیؑ اِسکو آگے بڑھاؤ اور اسکی گردن ماردو۔ پھر عقبہ بولا کہ اے محمدؐ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ قریش باندھکر قتل نہ کیے جائینگے۔ حضرت نے فرمایا کہ تو قریش سے کب ہے تو تو روم و حبش کے میل کا دو غلا کافر ہے۔ پیدائش کی رو سے اپنے اُس باپ سے بھی بڑا ہے جسکا بیٹا ہونے کا اِدّعا کرتا ہے۔ یا علیؑ اِسکو بھی آگے بڑھاؤ اور اِسکی گردن ماردو چنانچہ اُسے بھی آگے بڑھایا اور اُسکی گردن ماردی۔ جب جناب رسولِ خدا نضر اور عقبہ کو قتل کراچکے تو انصار کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اسی طرح سب قیدی قتل نہ کرادیے جائیں جناب رسولِ خدا کے سامنے حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ ہمنے ستر کو قتل کیا اور ستر کو قید کیا اور یہ سب آپ ہی کی قوم اور آپ ہی کے قیدی ہیں۔ یارسول اللہ یہ قیدی ہمکو عطا فرما دیجیے مطلب یہ تھا کہ اِن سے جزیہ لے لیجیے اور اُنکو آزاد فرما دیجیے اُس وقت اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۔ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۔ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (دیکھو صفحہ ۲۹۵ سطر ۱) چنانچہ اِس بات کی اُنکو اجازت دی گئی کہ قیدیوں سے فدیہ لیلیں اور اُنکو آزاد کردیں مگر شرط یہ کیگئی کہ آیندہ سال میں اتنے ہی تمہارے آدمی قتل کیے جائینگے جتنوں سے تمنے فدیہ لیا ہے سو وہ لوگ اِسپر رضامند ہو گئے (تتمہ کے لیے دیکھو قرآنِ مجید مترجم کے صفحہ ۱۱۲ پر نوٹ نمبر ۱ اور صفحہ ۱۱۳ پر نوٹ نمبر ۱)۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۸۴ نوٹ نمبر ۲ احتجاج طبرسی میں جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام سے ایک حدیث منقول ہے جس میں اِس آیت کا ذکر بھی آگیا ہے۔ وہاں حضرت نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اِس آیت میں نبی کے فعل کو اپنا فعل فرمایا ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ اِسکی تنزیل کے بالکل مطابق ہی نہیں ہے بلکہ کچھ علیحدہ ہے۔ تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام اور جناب امام زین العابدین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ علیؑ مرتضےٰ نے جناب رسولِ خدا کو وہ مٹی اُٹھا کردی جو آنحضرت نے مشرکین کے چہروں کی طرف پھینکی اور خدا نے یہ فرمایا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (دیکھو صفحہ ۲۸۴ سطر ۶)

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۸۶ نوٹ نمبر ۱ تفسیر مجمع البیان میں جناب امام محمد باقر اور جناب امام جعفر صادق علیہما السّلام سے منقول ہے کہ یہ آیت ابو لبابہ ابن عبد المنذر انصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے وجہ اُس کی یہ تھی کہ جناب رسولِ خدا نے قبیلۂ بنی قریظہ کے یہود کا اکیس ۲۱ شب

تک محاصرہ کیا پس وہ لوگ آنحضرتؐ سے اُنہی شرائط پر صلح کے خواستگار ہوئے جن شرائط پر اُنکے بھائی قبیلۂ نضیر کے یہودی صلح کر چکے تھے یعنی یہ چاہتے تھے کہ ملکِ شام میں اَذرعات اور اَریحا کے مقامات پر اپنے بھائیوں کے پاس چلے جائیں آنحضرتؐ نے اِس امر کے قبول فرمانے سے انکار کیا اور یہ ارشاد کیا کہ تمکو سعد ابنِ معاذ کے فیصلے پر راضی ہونا چاہیے اُنھوں نے عرض کی کہ اچھا ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیجدیجیے یہ اُنکے خیر خواہ تھے کیونکہ اُنکے اہل و عیال اور اُنکا مال اُنہی کے پاس تھا آنحضرتؐ نے اُنکو بھیجدیا جب یہ پہنچے تو اُنھوں نے دریافت کیا کہ تمہاری رائے ہے کہ ہم سعد ابنِ معاذ کے فیصلے پر راضی ہو جائیں؟ ابولبابہ نے اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اِس طرح اشارہ کیا جس سے یہ جتادیا کہ اُنکا فیصلہ تمہارا قتل ہے اِس پر راضی نہ ہونا اُدھر جبرئیلِ امین نے جنابِ رسولِ خدا کو آکر یہ خبر دیدی ابولبابہؓ کا بیان ہے کہ میرے قدم اپنی جگہ سے نہیں ہٹے تھے کہ میں سمجھ گیا کہ میں نے اللہ اور اُسکے رسولؐ کی خیانت کی اُسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابولبابہ نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون میں باندھ دیا اور یہ کہا کہ واللہ میں اُس وقت تک نہ کھانا کھاؤنگا نہ پانی پیوں گا جبتک کہ میں مرجاؤں یا اللہ میری توبہ قبول نہ کرے۔ چنانچہ سات دن اِسی حالت میں رہا نہ کھانا کھاتا تھا نہ پانی پیتا تھا تا آنکہ غش کھاکر گر پڑا پس اللہ نے اُس کی توبہ قبول کی کسی نے آکر کہا کہ اے ابولبابہ اللہ نے تمہاری توبہ قبول کی تو اُنھوں نے کہا کہ نہیں واللہ میں تو اپنے آپ کو اُس وقت تک نہ کھولوں گا جب تک کہ جنابِ رسولِ خدا خود مجھے نہ کھولدیں۔ آخر آنحضرتؐ خود تشریف لائے اور اپنے دستِ مبارک سے اُنکو کھولا پھر ابولبابہ نے عرض کی کہ میری توبہ کی تکمیل تو یوں ہوگی کہ میں اپنے اُس قومی گھر کو بھی چھوڑ دوں جس میں مجھسے یہ گناہ ہوا اور اپنے مال سے بھی دست بردار ہو جاؤں تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ تہائی مال بطور صدقہ کے دیدو۔ تفسیرِ قمیؒ میں جناب امام محمدؐ باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اللہ اور اُسکے رسولؐ سے خیانت کرنا اُن دونوں کی نافرمانی ہے اب رہی امانت کی خیانت تو اِسکے متعلق یہ ہے کہ ہر شخص اُن تمام معاملات کا جو کہ اللہ نے انسان پر واجب کیے ہیں امانت دار ہے (اب جس قدر کسی سے ادائے واجبات میں کمی ہوتی ہے اُتنی ہی اُس سے امانت میں خیانت ہوتی ہے) پھر فرمایا کہ یہ آیت خاص طور پر ابولبابہ ابنِ عبدالمنذر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پس لفظ تو آیت کے عام ہیں اور معنی خاص اور یہ آیت سورۂ توبہ کی اُس آیت کے ساتھ نازل ہوئی تھی وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا الخ (دیکھو صفحہ ۳۲۳ سطر ۱)

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۸۶ نوٹ نمبر ۳

تفسیرِ قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت ہجرت سے پہلے مکۂ معظمہ میں نازل ہوئی اور سببِ نزول اِس کا یہ ہے کہ جب جنابِ رسولِ خدا نے مکہ میں علی الاعلان دعوتِ دینی شروع فرمادی تھی تو آنحضرتؐ کے پاس بنی اوس اور بنی خزرج بھی حاضر ہوئے تھے

حضرت نے اُن سے فرمایا تھا کہ تم میری حمایت کرو اور مجھکو پناہ دو تو یہ میرے ذمّے ہے کہ اپنے پروردگار کی کتاب تمکو پڑھکر سنایا کرونگا اور یہ اللہ کے ذمّے رہا کہ تمہارا معاوضہ جنّت ہوگا۔ اُنھوں نے عرض کی بہت اچھا جو کچھ آپ چاہیں اپنے پروردگار کے لیے اور اپنی ذات کے لیے ہم سے لے لیں فرمایا کہ اچھا تم ماہِ ذیحجّہ کی گیارھویں شب کو متصل عقبہ کے مجھسے ملاقات کرنا چنانچہ اُنھوں نے حج کیا اور منٰے کو آئے اور حج کرنیوالوں میں سے بہت لوگ تھے۔ جبکہ گیارھویں تاریخ ہوئی تو جناب رسولِ خدا نے اُن سے فرمایا کہ تم رات کو حضرت عبدالمطلب کے مکان میں جو عقبہ کے قریب ہے آنا۔ کسی سوتے کو نہ جگانا اور ایک ایک کرکے اُس مکان کے اندر پہنچ جانا چنانچہ اوس و خزرج میں سے ستّر آدمی اِسی ترتیب اور اِسی حُکم کے بموجب داخل ہوئے جناب رسولِ خدا نے اُن سے فرمایا کہ تم میری حمایت کرو اور مجھے پناہ دو میں اپنے پروردگار کی کتاب تمکو پڑھکر سناؤنگا اور اللہ اُسکے معاوضہ میں تمکو جنّت عطا فرمائیگا۔ سعد ابنِ زرارہ۔ برآء ابنِ معرور اور عبداللہ ابنِ حزام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ بہت اچھا آپ اپنے پروردگار کے لیے اور اپنے لیے ہم سے جو چاہیں شرط فرمالیں آنحضرت نے فرمایا کہ اپنے پروردگار کے لیے تو میں تم سے یہ شرط چاہتا ہوں کہ تم اُسی کی عبادت کرنا اُس کا شریک کسی کو نہ ٹھہرانا اور اپنی ذات کے لیے یہ شرط کرتا ہوں کہ تم میری اُن چیزوں کے ساتھ حمایت کرنا جن سے اپنی جانوں کی حمایت کرتے ہو اور میری اہل وعیال کی اُن چیزوں سے حمایت کرنا جن چیزوں سے اپنی اہل وعیال اور اولاد کی حمایت کرتے ہو اُنھوں نے عرض کی کہ ہم کو اس کا معاوضہ کیا ملیگا فرمایا آخرت میں جنّت اور دنیا میں یہ کہ عرب کے تم مالک ہوجاؤگے اور عجم تمہارے مطیع ہو جائینگے اور جنّت میں بھی تم بادشاہ ہوگے اُنھوں نے عرض کی کہ ہم راضی ہیں فرمایا تو اچھا اپنے میں سے بارہ آدمیوں کو نقیب مقرر کرو کہ وہ تمہارے اِس معاملے کے گواہ رہیں جیساکہ موسےٰ علیہ السّلام نے بنی اسرائیل کے بارہ گواہ لیے تھے جبرئیلِ امین نے ایک ایک نقیب کو بتایا کہ یہ ہے اور یہ ہے۔ نو بنی خزرج میں سے لیے گئے اور تین بنی اوس میں سے بنی خزرج میں سے جو لیے گئے اُنکے نام یہ ہیں۔ سعد ابنِ زرارہ۔ برآء ابنِ معرور۔ عبداللہ ابن حزام (والدِ جابر ابنِ عبداللہ) رافع ابنِ مالک۔ سعد ابنِ عبادہ۔ منذر ابنِ عمرو۔ عبداللہ ابنِ رواحہ۔ سعد ابنِ ربیع۔ عبادہ ابنِ صامت۔ بنی اوس میں سے یہ لیے گئے۔ ابو الہیثم ابن التیہان یہ یمنی تھے اور اسید ابن حصین اور سعد ابنِ خیثمہ۔ جب یہ لوگ مجتمع ہوکر جناب رسولِ خدا کی بیعت کرنے لگے تو ابلیس چیخ اُٹھا کہ اے گروہِ قریش وعرب یہ دیکھو محمدؐ اور اہلِ یثرب کے نوجوان جمرۂ عقبہ کے پاس محمدؐ کی بیعت کرتے ہیں تاکہ تم سے لڑیں۔ تمام اہلِ منٰے نے اِس آواز کو سُنا۔ قریش میں ایک ہیجان پیدا ہوا وہ ہتھیار لیکر آپہنچے۔ جناب رسولِ خدا نے بھی اِس آواز کو سُنا تھا انصار سے فرمادیا تھا کہ تم سب چلدو اُنھوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر آپ ہمکو حکم دیں کہ ہم اپنی تلواروں سے اِنپر ٹوٹ پڑیں تو ہم ایسا ہی کرینگے آنحضرت نے فرمایا کہ ابھی مجھے اِسکا حکم نہیں ملا ہے اور نہ مجھے اللہ تعالےٰ نے ان سے لڑنے کا حکم دیا ہے اُنھوں نے عرض کی کہ۔ تو آپ ہمارے ساتھ چلیں فرمایا

کہ میں حکمِ الٰہی کا منتظر ہوں قریش صبح ہی صبح ہتھیار باندھے ہوئے عقبہ پر آ پہنچے اِدھر جناب حمزہؓ اور حضرت امیر المؤمنینؑ تلوار لیے ہوئے نکلے اور عقبہ پر کھڑے ہو گئے۔ قریش نے اِن دونوں کی طرف دیکھا تو کہا کہ تم سب کس بات کے لیے یہاں جمع ہوئے ہو حضرت حمزہؓ نے فرمایا جمع ہونا کیا معنی یہاں کوئی بھی نہیں ہے واللہ جو اِس عقبہ سے گزرنا چاہیگا میں اُسکو اپنی تلوار سے کاٹ ڈالوں گا۔ قریش مکہ کو لوٹ گئے اور اُنہوں نے کہا کہ ہم ہرگز اِس بات سے مطمئن نہیں ہیں کہ ہمارا معاملہ خراب ہو جائیگا تو بزرگانِ قریش میں سے کوئی دینِ محمدؐ میں داخل ہو جائیگا اِس لیے وہ سب ندوہ میں جمع ہوئے اور دار الندوہ میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہو سکتا تھا جو پورے چالیس برس کا نہ ہو چکا ہو بزرگانِ قریش میں سے اُس میں چالیس آدمی آئے تھے اُسی وقت ابلیس لعین بھی ایک بوڑھے پھونس آدمی کی صورت میں پہنچا دربان نے اُس سے پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے کہا کہ میں اہلِ نجد میں سے ایک سن رسیدہ شخص ہوں مجھے یقین ہے کہ تم میری صائب رائے سے اِس موقع پر فائدہ اُٹھاؤ گے اِسلیے کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم فلاں شخص کے معاملہ میں اکٹھے ہوئے ہو تو میں بھی اِس لیے آیا ہوں کہ تمکو اُس معاملہ میں مشورہ دوں۔ اُنہوں نے کہا کہ بہت اچھا آؤ جب ابلیس بھی اندر پہنچگیا اور یہ سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ چکے تو ابوجہل بولا کہ اے گروہِ قریش عرب میں سے کوئی شخص ہم سے زیادہ عزت دار نہیں ہے ہم اہل اللہ مشہور ہیں۔ سال بھر میں دو مرتبہ عرب کے گروہ ہمارے پاس آتے ہیں ہمارا اکرام کرتے ہیں ہم حرم خدا کے رہنے والے ہیں جسکی وجہ سے کوئی طمع کرنیوالا ہمارے بارے میں طمع بھی نہیں کرتا ہم برابر اِسی عزت کی حالت میں رہے یہانتک کہ ہم میں محمدؐ ابن عبداللہ پیدا ہوا جسکی صلاحیت صداقت اور سکینہ و وقار کو دیکھکر ہم اُسکو امین و صادق کہتے رہے ہمارے اِسی اکرام کرنے سے نوبت یہ پہنچی کہ اُسنے خدا کا رسول ہونے کا دعوے کر دیا اور اِس بات کا بھی مدعی بنگیا کہ آسمانی چیزیں اُسکے پاس آتی ہیں۔ ہماری عقلوں کو عیب لگاتا ہے ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے۔ ہمارے نوجوانوں کو اُسنے بگاڑ دیا ہے اور ہمارے گروہ میں پھوٹ ڈالدی ہے اور اُسکا گمان یہ بھی ہے کہ ہمارے بزرگوں میں سے جو مر گئے وہ سب جہنم میں گئے اِس سے زیادہ کوئی سخت مصیبت آجتک ہم پر نہیں پڑی۔ لہٰذا میں نے اُسکے بارے میں ایک رائے قائم کی ہے۔ سردارانِ قریش بولے کہ وہ رائے کیا ہے؟ کہا میری رائے یہ ہے کہ ہم اپنے میں سے ایک آدمی خفیہ اُسکے پاس بھیجدیں کہ وہ اُسکو قتل کر دیوے۔ پھر اگر بنی ہاشم اُسکے خون کا مطالبہ کریں گے تو ہم اُن کو دس گنا خون بہا دیدینگے۔ شیطان لعین بولا کہ یہ رائے بیہودہ ہے۔ وہ بولے کیونکر؟ اُسنے کہا کہ محمدؐ کا جو قاتل ہو گا وہ یقیناً مارا جائیگا۔ تم میں سے وہ کونسا سورما ہے جو اپنی جان لڑا دے اور اپنے قتل کرانے پر آمادہ ہو جائے اِسلیے کہ جس وقت محمدؐ قتل کیا گیا تو تمام بنی ہاشم اور اُنکے ہم سوگند بنی خزاعہ خون کے مطالبہ کے لیے اکٹھے ہو جائینگے اور بنی ہاشم کبھی اِس بات پر راضی نہونگے کہ قاتلِ محمدؐ زندہ رہے اور زمین پر چلتا پھرتا رہے۔ لامحالہ تمہارے مابین تمہارے ہی حرم میں لڑائیاں شروع

ہوجائینگی اور تم فنا ہوجاؤگے۔ اِسپر ایک دوسرا بولا کہ میری رائے اور ہے۔ ابلیس نے کہا وہ کیا ہے؟
اُسنے کہا کہ ہم محمدؐ کو ایک گھر میں قید کردیں روزانہ کھانا پانی وہاں پہنچادیا کریں یہانتک کہ وہ مرجائے جیسے
کہ زہیر اور نابغہ اور امرؤ القیس مرگئے۔ ابلیس نے کہا یہ پہلی رائے سے بدتر ہے۔ وہ بولا کیونکر؟ ابلیس
نے کہا کہ بنی ہاشم کبھی اِسپر راضی نہونگے اور جب عربوں کے یہاں جمع ہونے کا موسم آئیگا تو وہ اُن سے
فریاد کرینگے وہ سب تمہارے برخلاف مجمع کرکے محمدؐ کو نکال لائینگے۔ ایک اور شخص بولا کہ اچھا یہ بھی نہ سہی ہم
اپنے شہر سے اُنکو نکالے دیتے ہیں پھر ہم اپنے معبودوں کی عبادت بفراغت کیا کرینگے۔ ابلیس بولا کہ یہ
رائے پہلی دونوں رایوں سے اور بدتر ہے قریش بولے کیونکر؟ ابلیس بولا اِس طرح کہ تم جان بوجھکر میدانِ
عرب میں ایک ایسے شخص کو بھیجتے ہو جو صورت میں سب سے زیادہ حسین ہے۔ زبان جسکی سب سے زیادہ
چلتی ہے۔ کلام میں سب سے زیادہ فصیح ہے تو ضرور ہے کہ وہ جنگلی عربوں کو خوب دھوکا دیگا اور اپنی زبان
کے زور سے اُن سب کو مطیع کرلیگا کچھ زیادہ عرصہ نہ گزریگا کہ تمہارے برخلاف اُنکو لاکر پیادوں اور سواروں
سے میدان کو بھر دیگا اب وہ سب حیران ہوگئے پھر سب نے ابلیس سے کہا کہ اے شیخ تم ہی بتاؤ کہ
آخر کونسی رائے اختیار کی جائے؟ ابلیس نے جواب دیا کہ اِس بارے میں رائے صرف ایک ہی ہے
سب بولے وہ کیا ہے؟ اسنے کہا یہ ہے کہ قریش کی جتنی شاخیں ہیں اُن سب میں سے ایک ایک آدمی
جمع کرو اور ایک بنی ہاشم میں سے بھی ہو اور اُن میں سے ہر ایک ایک آہنی چھری۔ آہنی حربہ یا تلوار لیلے
اور سب ایک ہی وقت سب مکان میں گھس پڑیں اور ایک ہی مرتبہ سب کے سب ضربت لگائیں تاکہ اُن کا خون
تمام قریش میں پھیل جائے اور بنی ہاشم بوجہ اِسکے کہ ایک اُن میں کا بھی شریک ہوگا خون کا مطالبہ نہ کرسکیں
اور اگر وہ تم سے سوال بھی کریں کہ دیت دیدو تو زیادہ سے زیادہ اُنکو تین دیت دیدینا یعنی تین گنا
خوں بہا وہ بولے کہ ہم تو دس دیت تک دینے کو موجود ہیں یعنی دس گنا تک۔ الحاصل شیخ (شیطان) نجدی
کی رائے سب کے نزدیک پاس ہوگئی وہ نیت متفقہ پر سب جمع ہوئے اور ابولہب جناب رسولِ خدا کا چچا
بنی ہاشم کی طرف سے اُن میں داخل ہوا جبرئیل امین نے جناب رسولِ خدا کو اطلاع دی کہ قریش اِس طرح
آپ کے برخلاف تدبیر کرنے کے لیے دارالندوہ میں جمع ہوئے ہیں اور آنحضرت کو اِسی بارے میں یہ آیت
پہنچائی وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ
وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۸۶ سطر ۹) قریش نے باہم اِس پر اتفاق کیا
کہ رات کو آنحضرت کے گھر میں گھس پڑیں اور آپ کو قتل کردیں۔ اِسی نیت سے مسجد الحرام کی طرف سیٹیاں
بجاتے اور تالیاں پھٹکارتے گئے اور جاکر بیت اللہ کا طواف کرنے لگے اِسی کے بارے میں پروردگار عالم
نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَاۗءً وَّتَصْدِيَةً ۭ فَذُوْقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۸۰ سطر ۳) اِس میں مکاء سے مراد ہے منہ سے

سیٹی بجانا اور تَصۡدِیَۃً سے مُراد ہے ہاتھوں سے تالیاں پیٹنا یہ آیت پہلی آیت اِذۡ یَمۡکُرُ بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا الخ پر معطوف ہے گو موجودہ ترتیب میں انہی آیتوں کے بعد لکھی گئی ہے۔ مقررہ شب کی شام ہوئی تو قریش اکٹھے ہو کر آئے کہ گھر میں گھس پڑیں مگر ابو لہب نے کہا کہ میں تم کو رات کے وقت اندر نہ جانے دونگا اسلیے کہ گھر میں کچھ بچے ہیں کچھ عورتیں اور ہم اس بات سے مطمئن نہیں ہو سکتے کہ کسی کا ہاتھ غلطی سے اُن پر پڑ جائے بس رات کو تو ہم اُنکو گھیرے رہینگے جب صبح ہوگی تو ہم ضرور اندر اُنکے پاس جائینگے (اور جو کچھ کرنا ہی کر گزرینگے) پس جناب رسولِ خدا کے حجرے کے گرداگرد یہ لوگ سو رہے۔ اُدھر جناب رسولِ خدا نے حکم دیا کہ اُنکے لیے بچھونا بچھایا جائے۔ بچھونا بچھایا گیا تو علیؑ ابن ابیطالبؑ کو بلا کر فرمایا کہ تم اپنی جان مجھپر فدا کرو۔ عرض کی یا رسول اللہ حاضر ہوں۔ فرمایا میرے بچھونے پر سو جاؤ اور میری چادر اوڑھ لو۔ پس جناب علیؑ مرتضےٰ جناب رسولِ خدا کے بچھونے پر سوئے اور اُنکی چادر اوڑھ لی۔ اس میں جبرئیلِ امین آئے اور اُنہوں نے جناب رسولِ خدا کا ہاتھ پکڑ کر آنحضرتؐ کو قریش کے رو برو باہر نکالا وہ سب سو رہے تھے اور آنحضرتؐ یہ آیت تلاوت فرماتے جاتے تھے وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡهِمۡ سَدًّا وَّمِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَیۡنٰهُمۡ فَهُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ (دیکھو صفحہ ۳۲۳ سطر ۵) جبرئیلِ امین نے عرض کی کہ اب آپ غارِ ثور کا راستہ لیں یہ منے کے راستے پر ایک پہاڑ ہے جسکا مُنڈو[5] بیل کا سا مُنڈو ہے پس آنحضرتؐ غارِ ثور میں جا پہنچے اور جو ہونا تھا وہ ہوا۔ اِدھر صبح ہوئی تو قریش مکان میں جا گھسے اور بچھونے پر حملہ کا قصد کیا کہ ایک دفعہ ہی جناب علیؑ مرتضےٰ جھپٹ کر اُنکے سامنے کھڑے ہو گئے اور دریافت کیا کہ یہاں آنے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ وہ بولے کہ محمدؐ کہاں ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا تمنے مجھکو اُنکا نگہبان مقرر کیا تھا جو مجھسے دریافت کرتے ہو؟ تم کہا نہیں کرتے تھے کہ ہم تمکو اپنے شہر سے نکال دینگے پس وہ تمہارے شہر سے نکل گئے ہونگے۔ اب یہ لوگ لگے حضرتؑ کو مارنے اور کہنے کہ تم ساری رات تو ہمکو دھوکا دیتے رہے۔ جواب میں جب حضرتؑ نے اُنکی خبر لی تو بھاگ گئے۔ پھر وہ (جناب رسولِ خدا کی تلاش میں) پہاڑوں میں پھیل گئے۔ انہیں ایک شخص بنی خزاعہ میں سے تھا جسکا نام ابو کرز تھا۔ یہ نشانِ قدم سے کھوج نکال لیا کرتا تھا قریش نے اس سے کہا کہ اے ابو کرز تمہارے فن کی جانچ کا آج موقع ہے چنانچہ وہ آنحضرتؐ کے دروازے پر آ کھڑا ہوا اُسنے کہا کہ یہ محمدؐ کا قدم ہے اور ایک اور مقام پر جا کر کہا کہ یہاں سے دوسرا قدم بھی ساتھ ہوا ہے۔ صورت یہ تھی کہ ابو بکر جناب رسولِ خدا کی طرف آتا تھا اُسکو جناب رسولِ خدا اپنے ہمراہ لے گئے تھے پھر ابو کرز نے یہ کہا کہ یہ دوسرا قدم یا ابو قحافہ کے بیٹے کا ہے یا خود ابو قحافہ کا پھر آگے بڑھکر اُسنے کہا کہ یہاں سے ابو قحافہ کا بیٹا ہی گزرا ہے۔ بہر حال وہ اُنکو لیے چلا گیا تا آنکہ اُنکو غارِ ثور کے دروازے پر جا کھڑا کیا۔ پھر اُسنے کہا وہ اِس جگہ سے آگے نہیں بڑھے یا تو آسمان پر چڑھ گئے یا زمین میں جا گھسے۔ وہاں اللہ تعالےٰ نے

[5] مُنڈو بیل کے جسم کے اُس حصے کو کہتے ہیں جو پُشت اور گردن کے درمیان اُبھرا ہوا ہوتا ہے۔ اسکو بعض بعض جگہ ٹھانٹ بھی بولتے ہیں۔ مترجم

نے ایک مکڑی کو بھیج دیا تھا کہ اُس نے غار کے دروازے پر جالا تن دیا اور فرشتوں میں سے ایک سوار دروازۂ غار پر (حفاظت کے لیے) آکھڑا ہوا تھا۔ ابوکرز نے کہا کہ اِس غار میں کوئی نہیں ہو سکتا ... لوگ تو یہاں سے منصرف ہوگئے اور اللہ نے اپنے رسولؐ کی حفاظت فرمائی اِن لوگوں کو دیکھنے نہ دیا پھر آنحضرتؐ کو یہاں سے ہجرت کرنے کی اجازت دیدی (اِسکے ساتھ نوٹ نمبر ایک صفحہ ۵۰ قرآن مجید مترجم مع ضمیمہ متعلقہ بھی ملاحظہ کیجیے)

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۸۷ نوٹ نمبر ۲

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جبکہ جناب رسولِ خدا نے قریش سے یہ فرمایا تھا کہ اللہ نے مجھے اِس ... کیا ہے کہ میں تمام دُنیا کے بادشاہوں کو (اگر وہ دینِ حق قبول نہ کریں) تو قتل کردوں اور اُنکی سلطنت تمکو دلوادوں اور جس بات کی طرف تمکو بُلاتا ہوں اُسے قبول کرلو کہ تم اُسکے ذریعے سے عرب کے بھی مالک ہوجاؤگے اور عجم بھی اُ... کے ذریعے سے تمہارے مطیع ہوجائینگے۔ اور جنت کے بھی تم بادشاہ ہوگے تو ابوجہل نے جناب رسولِ خدا سے حسد کرنے کے باعث یہ دعا مانگی کہ یا اللہ اگر جو کچھ محمدؐ کہتے ہیں یہ برحق ہے اور تیری طرف سے ہے تو تو ہمپر آسمان سے پتھر برسا یا ہمکو دردناک عذاب میں مبتلا کر پھر کہنے لگا کہ ہم اور بنی ہاشم گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کے مانند تھے جب وہ حملہ کرتے ہم بھی حملہ کرتے اور جب وہ نیزہ مارتے تھے تو ہم بھی نیزہ مارتے تھے اور جب وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے تو ہم بھی بھڑکاتے تھے جب دونوں ہم اور وہ بالکل مساوی ٹھہرے تو اُن میں سے ایک کہنے والے نے یہ کہدیا کہ ہم میں ایک نبی موجود ہے تو ہم اِس امر پر کبھی راضی نہیں ہو سکتے کہ بنی ہاشم میں تو نبی ہو اور بنی مخزوم میں نہو پھر بولا غُفْرَانَكَ اللّٰهُمَّ (یا اللہ تیری مغفرت درکار ہے) اِسی کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۸۷ سطر ۴) اِس آیت میں يَسْتَغْفِرُوْنَ سے اِشارہ اِسی قول غُفْرَانَكَ اللّٰهُمَّ کی طرف ہی پھر جب اُنھوں نے آنحضرتؐ کے قتل کا ارادہ کیا اور حضرتؐ کو مکہ سے نکال دیا تب اللہ تعالےٰ نے یہ فرمایا وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۸۷ سطر ۶) وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ کا یہ مطلب ہے کہ قریش مکہ میں رہنے کے قابل نہیں ہیں۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ اِس سے یہ مطلب ہے کہ اے رسولؐ تم اور تمہارے ساتھی اِس لائق ہو کہ اِس میں رہو اِسی بنا پر خدائے تعالےٰ نے بدر کے دن قریش کو مبتلائے عذاب کیا۔ کہ اُنکے بزرگ قتل کردیے گئے۔ کافی میں ابوبصیرؒ سے روایت ہے کہ جس حال میں جناب رسولِ خدا تشریف فرما تھے جناب امیرالمومنین علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے تو آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ تم میں عیسےٰؑ ابن مریمؑ کی کی شباہت ہے اور اگر یہ اندیشہ نہوتا کہ میری اُمت کے بعض گروہ تمہارے بارے میں ویسا ہی کچھ

کہنے لگیں گے جیسا کچھ نصاریٰ نے عیسٰے ابن مریمؑ کے بارے میں کہتے ہیں تو میں تمہارے بارے میں ایک ایسی بات کہتا کہ آدمیوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی تم گزرتے وہ تمہارے قدموں کے نیچے کی خاک برکت حاصل کرنے کے لیے اُٹھا لیا کرتا۔ فرماتے ہیں[1] کہ آنحضرتؐ کا یہ قول سُنکر دو بدوؤں کو (مُراد ابوبکر و عمر ہیں) اور مُغیرہ بن شعبہ کو اور قریش میں سے بہت سوں کو سخت غصہ آیا کہنے لگے کہ اِس رسُول کو کسی طرح چین ہی نہیں پڑا جب تک کہ اپنے چچا زاد بھائی کو عیسٰے ابن مریمؑ کے برابر نہ کر دیا۔ اُس وقت اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل کی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ وَقَالُوا ءَأَلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ (مِنْ بَنِي هَاشِمٍ) مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝ (دیکھو صفحہ ۸۰ سطر ۳) فرماتے ہیں کہ حرث ابن عمر فہری کو یہ آیتیں سُنکر بڑا غصہ آیا اور اُسنے یہ کہا کہ یا اللہ اگر یہ امر تیری طرف سے ہے اور یہ حق ہے کہ بنی ہاشم بادشاہت کے یکے بعد دیگرے وارث ہوتے رہینگے (جیسے کہ ہرقل کے بعد ہرقل ہوتا ہے) تو ہمپر آسمان سے پتھر برسا یا ہمکو دردناک عذاب میں مبتلا کر۔ خدائے تعالےٰ نے آنحضرتؐ پر حرث کا مقولہ بھی نازل فرمایا اور اُسکے بعد کی یہ آیت بھی وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ (دیکھو صفحہ ۸۲ سطر ۴) پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ اے عمرو یا تو توبہ کر ورنہ یہاں سے چلدے۔ چنانچہ اُسنے اپنی سواری منگائی اور سوار ہو کر شہر سے باہر گیا جیسے ہی وہ باہر پہنچا ہے ایک پتھر اُسپر آکر گرا کہ اُسنے اُس کی کھوپری کو چکنا چور کر دیا۔ جناب رسُولِ خدا کے پاس اُسوقت جسقدر منافق بیٹھے ہوئے تھے اُن سے جناب رسُولِ خدا نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اپنے یار کی حالت دیکھ لو اور اُس نے جس چیز کی دعا کی تھی وہ اُسپر آپڑی۔ اِسی کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝ (دیکھو صفحہ ۱۹۸ سطر ۳)

تفسیرِ مجمع البیان میں جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے بروایت اپنے آبائے کرام کے منقول ہے کہ جب جناب رسُولِ خدا نے علیؑ مرتضےٰ کو غدیرِ خم کے دن اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ ارشاد فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ یہ بات شہر در شہر پہنچی تو نعمان بن حرث فہری آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور اُسنے عرض کی کہ آپ نے اللہ کی طرف سے ہمکو حکم پہنچایا کہ اسکی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ آپ اللہ کے رسُول ہیں۔ نیز آپ نے ہمکو جہاد کا حکم دیا۔ حج کا حکم دیا۔ روزہ کا حکم دیا۔ نماز کا حکم دیا اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہم نے اِن سبکو قبول کر لیا پھر بھی آپ کی کسی طرح سیری نہیں ہوئی یہانتک کہ

---

[1] یہ روایت اگرچہ بظاہر مرفوع ہے اور امام علیہ السّلام کے اسمِ گرامی کی اُس میں تصریح نہیں مگر عجب نہیں کہ وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام یا حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے منقول ہو اِسلیے کہ ابوبصیر اِنہی بزرگواروں کے اصحاب میں داخل ہیں اِس صورت میں ممکن ہوگا کہ اِس قول کے قائل امام علیہ السّلام ہوں۔ واللہ العلیم۔ ۱۲

آپ نے اِس لڑکے کو پھر حاکم بنا دیا اور یہ بھی کہدیا کہ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ تو اب یہ بات آپکی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے یہ حکم آیا ہے آنحضرت نے فرمایا قسم ہے اُس اللہ کی جسکے سوائے کوئی معبود نہیں ہے یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے پس نعمان بن حرث نے پیٹھ پھیری اور وہ یہ کہتا ہوا چلا کہ یا اللہ اگر یہ حق ہے اور تیری طرف سے ہے تو پھر آسمان سے پتھر برسا۔ پس اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک پتھر اُس کے سر پر آکر لگا جس نے اُس کا وہیں ڈھیر کردیا اور اِسکے بارے میں خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ (دیکھو صفحہ ۹۰ سطر ۹)۔

قولِ مترجم۔ اگر کسی کو ان روایتوں میں اختلاف معلوم ہو تو وہ ذرا غور کرنے سے سمجھ سکتا ہے کہ ایک واقعہ کا چند مرتبہ وقوع ہونا خلافِ عقل نہیں ہے۔ ابوجہل و حرث ابن عمرو فہری و نعمان ابن حرث فہری نے غضب و غصہ میں ایک طرح کی دعا کی ہو گو مختلف اوقات میں کی ہو تو تعجب کی کوئی بات نہیں۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۸۸ نوٹ نمبر ۱ روائی میں ابو اسحاق لیثی سے منقول ہے کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کی کہ یا بن رسول اللہ یہ فرمائیے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کے شیعوں میں سے کوئی مومن جب اپنے ایمان اور معرفت کے کمال کو پہنچ جائے آیا زنا کا مرتکب بھی ہوتا ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کی لواطہ کا؟ فرمایا نہیں میں نے عرض کی چوری کر سکتا ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کی کیا شراب پی لیگا؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کی کہ کسی گناہ کا بھی ارتکاب اُس سے ممکن ہے؟ فرمایا نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں اِن جوابات سے بہت ہی متحیر ہوا اور میرا تعجب بہت ہی بڑھ گیا۔ میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ میں تو جناب امیر علیہ السّلام کے شیعوں میں اور آپ کے دوستوں میں ایسے لوگ پاتا ہوں کہ کوئی اُن میں سے شراب پیتا ہے کوئی سود کھاتا ہے کوئی زنا کرتا ہے کوئی لواطہ کرتا ہے کوئی نماز اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج اور جہاد اور ایسے امورِ خیر میں سستی کرتا ہے یہانتک کہ اُنمیں بعض ایسے بھی موجود ہیں کہ اُن کا مومن بھائی مختصر سی حاجت اُنکے پاس لیکر آتا ہے اور وہ اُسے بھی پوری نہیں کرتے۔ یا بن رسول اللہ فرمائیے یہ کیونکر ہے؟ اور کس وجہ سے؟ راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السّلام مسکرائے اور فرمایا کہ اے ابو اسحاق جو کچھ تم کہہ چکے اِسکے سوائے اور بھی تمکو کچھ کہنا ہے؟ میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ ضرور عرض کرنا ہے وہ یہ کہ میں ناصبیوں میں بعض بعض ایسے اشخاص کو بھی پاتا ہوں کہ مجھے اُنکے کفر میں تو ذرا بھی شک نہیں ہے مگر وہ اِن سب باتوں سے پرہیز کرتے ہیں یعنی نہ شراب کو حلال جانتے ہیں اور نہ کسی مسلمان کا پیسہ مار لیتے ہیں نہ نماز و زکوٰۃ و حج و روزہ و جہاد میں سستی کرتے ہیں۔ بلکہ مومنین و مسلمین کی حاجتیں صرف خدا کی خوشنودی کے لیے پوری کرتے ہیں اب فرمائیے کہ یہ کیوں ہے؟ اور کیونکر ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ اے ابراہیم اسکے متعلق ایک

باطنی امر ہے اور وہ پوشیدہ راز ہے اور وہ خزانۂ الٰہی کا ایسا دروازہ ہے جو ابتک کھولا نہیں گیا وہ تم پر
اور بہت سوں پر اور تمہارے یار دوستوں پر مخفی ہے اور خدائے تعالےٰ نے اسکی اجازت نہیں دی
کہ اُس کا راز اور اُسکا غیب عام طور پر کھولا جائے ہاں اُن لوگوں پر کھولا جا سکتا ہے جو اُسکے متحمل
ہو سکتے ہیں اور اُسکے اہل بھی ہوں۔ میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ خدا کی قسم میں تو آپ حضرات کے
رازوں کا رازدار ہوں۔ آپ حضرات کا دشمن اور ناصبی نہیں ہوں حضرتؑ نے فرمایا کہ اے ابراہیم
بیشک تو ایسا ہی ہے لیکن ہمارا علم ایسا مشکل اور دشوار ہے کہ اُسکا متحمل کوئی ہو ہی نہیں سکتا سوائے اِسکے
کہ فرشتۂ مقرب ہو یا نبیؐ مرسل ہو یا ایسا مؤمن ہو جسکے قلب کا امتحان خدائے تعالےٰ ایمان کے بارے میں
لے چکا ہو اور یہ بھی سمجھ لے کہ تقیہ ہمارا دین اور ہمارے باپ دادا کا دین ہے اور جو شخص تقیہ نہ کرے
وہ بیدین ہے اور اے ابراہیم اگر میں یہ کہوں کہ تقیہ کا چھوڑنے والا بے نماز کے مانند ہے تو یہ کہنا میرا
بالکل حق ہوگا اے ابراہیم ہماری حدیثوں میں سے، ہمارے اسرار میں سے، ہمارے علمِ باطنی میں سے ایسی
باتیں ہیں جنکی برداشت نہ مقرب فرشتے کر سکتے ہیں نہ مرسل نبی نہ وہ مؤمن جنکا خدائے تعالےٰ امتحان
لے چکا ہو۔ میں نے عرض کی کہ اے میرے آقا اور اے میرے مولا پھر اُن کی برداشت کون کر سکتا ہے؟
فرمایا جسے اللہ چاہے اور جسے ہم چاہیں۔ پھر تین دفعہ فرمایا کہ خبردار ہو جا جو شخص ہمارے اسرار کو سوائے اہل کے
کسی دوسرے پر ظاہر کردیگا وہ ہم میں سے نہ ہوگا۔ آگاہ ہو کہ جو شخص ہمارا راز فاش کردیگا خدائے تعالےٰ
اُسکو لوہے کی حرارت کا عذاب چکھائیگا۔ پھر فرمایا کہ اے ابراہیم جس علمِ باطن کا تو نے سوال کیا تھا اور جو
خدائے تعالےٰ کے علم میں اِس وقت تک مخزون و محفوظ تھا یا اُسنے اپنے رسولؐ کو بتلایا تھا اُس کے
رسولؐ نے اپنے وصی جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کو تعلیم فرمایا تھا لے ہم تجھپر ظاہر کرتے ہیں۔ پھر حضرت
نے یہ آیت تلاوت فرمائی عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ
(دیکھو صفحہ ۹۱۵ سطر ۱۱) اے ابراہیم تو نے مجھسے ہمارے مولا امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہما السلام کے
شیعوں میں سے جو مؤمن ہیں اُنکا حال دریافت کیا اور ناصبیوں میں سے جو زاہد و عابد ہیں اُنکا۔ اُنہی کے
بارے میں خدائے تعالےٰ فرماتا ہے وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا ٥
(دیکھو صفحہ ۵۷۷ سطر ۳) اور اُنہی کے بارے میں خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ٥ تَصْلَىٰ
نَارًا حَامِيَةً ٥ تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ ٥ (دیکھو صفحہ ۹۰۴ سطر ۱) اِن ناصبیوں کی جبلت میں یہ بات داخل
ہے کہ ہم سے بغض رکھیں ہمارے فضائل کو رد کرتے رہیں۔ ہمارے جدِ امجد جناب امیر المؤمنین علیہ السلام
کی خلافت کو باطل سمجھیں معاویہ اور بنی اُمیہ کی خلافت کو حق سمجھیں اور یہ گمان کرتے رہیں کہ وہ خدا کی زمین میں
خدا کے خلیفہ تھے اور یہ بھی گمان کرتے رہیں کہ جس نے اُنکے خلاف خروج کیا اُسکا قتل واجب ہے اور
اِس بارے میں محض جھوٹی روایتیں بیان کرتے رہیں۔ یہ بھی روایت کرتے رہیں کہ جو شخص غالب آجائے گو وہ

خارجی اور ظالم بھی ہو اُسکے پیچھے نماز جائز ہے اور یہ بھی روایت بیان کریں کہ جناب امام حسین علیہ السّلام (معاذ اللہ) خارجی تھے جنہوں نے یزید ابنِ معاویہ کے برخلاف خروج کیا اور یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اپنا زکوٰۃ کا مال سلطانِ وقت کے حوالے کر دیا کرے گو وہ ظالم ہی ہو۔ اے ابراہیم یہ سب کچھ خدا کے بھی برخلاف ہے اور رسولِ خدا کے بھی۔ سبحان اللہ ان لوگوں نے خدا کے برخلاف کیا جھوٹ کا طوفان اُٹھایا ہے اور رسولِ خدا کے خلاف بھی محض جھوٹ بولتے ہیں ان لوگوں نے اللہ کی بھی مخالفت کی ہے اور اللہ کے رسول اور اُنکے برحق خلفاء کی بھی۔ اے ابراہیم میں تمہارے لیے اِس مضمون کی تشریح کتابِ خدا سے ایسی کرونگا جس سے نہ کسی کو انکار کی مجال ہو سکے نہ فرار کا موقع مل سکے اور جس نے خدا کی کتاب کا ایک حرف بھی رد کیا وہ یقیناً خدا اور خدا کے رسول کا منکر ہو گیا میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ جو مضمون میں نے حضور سے دریافت کیا ہے یہ کتابِ خدا میں ہے؟ فرمایا ہاں یہی مضمون جو تم نے مجھ سے جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کے شیعوں کے بارے میں اور اُنکے ناصبی دشمنوں کے بارے میں دریافت کیا کتابِ خدائے عزّوجل میں موجود ہے میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ یہی بجنبہ؟ فرمایا ہاں یہی بجنبہ اور اُس کتاب میں جسکی تعریف میں خدا فرماتا ہے وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌۙ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ (دیکھو صفحہ ۶۷ سطر ۱) اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (دیکھو صفحہ ۱۸۱ سطر ۱۱) کیا تم سمجھے کہ یہ زمین کونسی ہے؟ میں نے عرض کی نہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا سمجھ لو کہ خدائے عزّوجل نے ایک زمین طیب و طاہر پیدا کی اور اُسکے اندر سے ایک ایسا چشمہ جاری کیا جسکا پانی صاف ستھرا، میٹھا، مزیدار اور ایسا جسکا پینا گوارا ہو۔ اور اُس زمین پر ہم اہلبیتؑ کی ولایت عرض کی گئی تو اُسنے اُسے قبول کر لیا۔ پس خدائے تعالےٰ نے وہی پانی سات دن اُسپر جاری رکھا پھر ساتویں دن کے بعد اُس پانی کو اُسپر سے غائب کر دیا اور اُس مٹی کے خلاصہ میں سے ایک طینت لے لی جسکو اُس نے ائمہ علیہم السّلام کی طینت قرار دیا پھر خدائے تعالےٰ نے اُسکی معمولی مٹی لی اور اسی طرح ہماری اُس بچی ہوئی طینت سے ہمارے دوستوں اور شیعوں کو پیدا کیا۔ پس اے ابراہیم اگر تمہاری طینت بھی یونہی چھوڑ دی جاتی جیسے کہ ہماری طینت چھوڑ دی گئی تھی تو تم اور ہم برابر ہوتے میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ ہماری طینت کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا اُسنے تمہاری طینت میں آمیزش کر دی اور ہماری طینت میں کوئی آمیزش نہیں کی۔ میں نے عرض کی۔ یا ابن رسول اللہ ہماری طینت میں کس چیز کی آمیزش کی گئی؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ایک زمین شورہ زار خبیث و بدبودار بھی پیدا کی تھی اور اُس میں ایک چشمہ جاری کیا تھا جسکا پانی کھاری سخت شور اور بدبودار تھا پھر اُس زمین پر بھی جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کی ولایت عرض کی تھی اُسنے اُسکو قبول نہ کیا اور وہ پانی سات دن تک اُسنے اُسپر

جاری رکھا اُسکے بعد اُس پانی کو اُس سے غائب کر دیا پھر اِس خبیث سڑی ہوئی مٹی میں سے جو بدتر سے
بدتر تھی کچھ لی اور اُس سے کافروں کے امام سرکشوں کے امام اور بدکاروں کے امام پیدا کیے گئے پھر
اُس طینت میں سے جو باقی رہا اُسکی طرف توجہ فرمائی اور اُسکو ہماری طینت کے ساتھ آمیز کر دیا اگر اُنکی طینت
اپنے حال پر چھوڑ دی گئی ہوتی اور تمہاری طینت کے ساتھ اُسکی آمیزش نہ فرماتا تو وہ لوگ کبھی کوئی نیک
کام نہ کرتے نہ وہ کسی کی امانت ادا کرتے نہ اقرارِ شہادتین کرتے نہ روزہ رکھتے نہ نماز پڑھتے نہ زکوٰۃ دیتے
نہ حج کرتے بلکہ صورت تک میں تم سے مشابہ نہوتے۔ اے ابراہیم مومن پر اِس سے زیادہ کوئی بات
گراں نہیں گزرتی کہ وہ خدا کے دشمنوں میں سے کسی کی صورت خوبصورت دیکھے اور اُس بیچارہ کو اِس
بات کی خبر نہو کہ وہ خوبصورتی مومن کی طینت اور اُسکے مزاج کی وجہ سے ہے۔ اے ابراہیم پھر خدائے تعالےٰ
نے اُن دونوں طینتوں کی پہلے اور دوسرے پانی کے ساتھ آمیزش فرمائی پس تم ہمارے شیعوں اور دوستوں
میں جو سودخواری۔ زناکاری۔ لواطت۔ خیانت۔ شرابخواری اور نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج و جہاد کے بارے
میں غفلت دیکھتے ہو یہ سب ہمارے دشمن ناصبی اور اُنکی اصل اور اُنہی کے مزاج کی وجہ سے ہے جو اُنکی طینت
میں شامل ہو گئی اور جو کچھ اِن دشمنوں ناصبیوں میں زہد۔ عبادت۔ نماز کی پابندی۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج اور
جہاد کی ادائگی اور اعمالِ خیر و نیک دیکھتے ہو یہ سب کے سب مومن کی طینت اُسکی اصل اور اُسکی آمیزش
کی وجہ سے ہے جسوقت خدائے تعالےٰ کی حضور میں مومن کے اور ناصبی کے اعمال پیش ہونگے تو
خدائے تعالےٰ ارشاد فرمائیگا کہ میں منصف ہوں ظلم ہرگز نہ کرونگا مجھے اپنی عزت و جلال اور رفعت کی قسم
ہے میں کسی مومن کو اُس گناہ کی وجہ سے سزا نہ دونگا جو ناصبی کی طینت اور اصلیت کی آمیزش کے سبب
اُس سے ہو گیا ہے۔ یہ نیک اعمال جتنے ہیں یہ سب مومن کی طینت اور اُسکے مزاج کی وجہ سے ہوتے ہیں
اور یہ جتنے بداعمال مومن سے ہوئے ہیں یہ ناصبی اور دشمن کی طینت کی وجہ سے اور اللہ تعالےٰ جلّ شانہٗ
اُنہیں سے ہر ایک کے لیئے اُسی چیز کو چسپاں کر دیگا جس سے اُسکی اصل اور اُسکا جوہر اور اُسکی طینت ہے
اور وہ اپنی کُل مخلوق میں سے اپنے بندوں کے حال سے خوب واقف ہے۔ کیوں اے ابراہیم کیا اسمیں
تو کوئی ظلم یا جَور یا زیادتی پاتا ہے؟ پھر حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ
وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۟ (دیکھو صفحہ ۳۸۹ سطر ۸) اے ابراہیم جس وقت سورج
طلوع ہوتا ہے تو اُسکی شعاعیں ملکوں ملکوں میں ظاہر ہو جاتی ہیں تو آیا وہ سورج کے کرہ سے علٰحدہ ہوتی ہیں
یا اُس سے متصل۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اُسکی شعاعیں دُنیا میں مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہوتی ہیں مگر جب
وہ غائب ہوتا ہے تو شعاعیں بھی لوٹ جاتی ہیں اور اُسی طرف رجوع کرتی ہیں کیا ایسا نہیں ہوتا؟ میں نے
عرض کی یا ابن رسول اللہ ضرور ایسا ہوتا ہے۔ فرمایا بس تو اسی طرح ہر ہر چیز اپنی اپنی اصل اور جوہر اور عنصر کی
طرف عود کریگی۔ جب قیامت کا دن ہوگا خدائے تعالےٰ اُس ناصبی دشمن سے مومن کی اصل اُسکا مزاج اور

اُسکی طینت اور اُسکا جوہر اور عنصر معہ کل اعمالِ صالحہ کے لیکر اُنکو مؤمن کے حوالے فرمادیگا اور اِسی طرح اُس مؤمن سے ناصبی کی اصل اور اُسکا مزاج اور اُسکی طینت اور اُسکا عنصر معہ کُل اعمالِ بد کے لیکر ناصبی کو حوالے فرمادیگا اور یہ خدائے جلّ جلالہ وتقدست اسمائہ کی جانب سے عدل ہی عدل ہوگا اِسلیے کہ وہ خود ناصبی سے فرمائیگا کہ تجھپر کوئی ظلم نہیں کیاجاتا یہ اعمال خبیثہ تیری ہی طینت اور تیرے ہی مزاج کے باعث ہیں اور تو ہی انکا سب سے زیادہ مستحق ہے اور یہ اعمال نیک مؤمن کی طینت اور اُسکے مزاج کے موافق ہیں لہذا وہ اُنکا مستحق ہے اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (دیکھو صفحہ ۷۴۲ سطر ۹) آیا اِس میں تم کوئی ظلم وجور دیکھتے ہو؟ میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ بالکل نہیں بلکہ میں تو بڑی بڑھی ہوئی حکمت اور نہایت کُھلا ہوا عدل وانصاف دیکھتا ہوں۔ پھر حضرت نے فرمایا۔ آیا اِس مطلب کو میں قرآنِ مجید سے اور زیادہ کھولکر تمہیں سمجھاؤں؟ میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ ضرور سمجھائیے۔

حضرت نے فرمایا دیکھو کیا اللہ تعالےٰ یہ نہیں فرماتا کہ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (دیکھو صفحہ ۵۶۲ سطر ۴) نیز خدائے عزّوجل فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۙ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (دیکھو صفحہ ۲۸۸ سطر ۲ نوٹ بھی اسی کے متعلق ہے) میں نے عرض کی سبحان اللہ جو شخص اِس آیت کو سمجھے اُسکے لیے خدائے تعالےٰ نے مطلب کو کتنا کھولدیا اور اِس منحوس مخلوق کے دل (جنہوں نے آلِ رسولؐ کو چھوڑ دیا ہے) آیاتِ الٰہی کا مطلب سمجھنے سے کتنے اندھے ہوگئے ہیں حضرت نے (یہ سُنکر) ارشاد فرمایا کہ اسے ابراہیم اِسی مطلب کو توخدائے تعالےٰ نے بھی فرمایا ہے اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا (دیکھو صفحہ ۵۰۹ سطر ۱۱) خدائے تعالےٰ اِسپر بھی راضی نہیں ہوا کہ اُنکو گدھوں سے۔ بیلوں سے۔ کتّوں سے اور چوپایوں سے تشبیہ دے بلکہ مضمون کو ترقی دیکر فرمایا وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (دیکھو صفحہ ۵۱۰ سطر ۵) نیز فرماتا ہے وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (دیکھو صفحہ ۴۷۲ سطر ۱) نیز فرماتا ہے يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (دیکھو صفحہ ۸۶۹ سطر ۳) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا (دیکھو صفحہ ۵۶۶ سطر ۴) اِسی طرح یہ ناصبی جو جو نیک عمل آگے بھیج چکا ہے اُنکو اپنے حق میں نافع خیال کرتا رہیگا مگر جب وہاں پہنچے گا تو اُنکو کوئی چیز نہ پائیگا پھر اِسی مضمون کی خدائے تعالےٰ نے دوسری مثل بیان فرمائی ہے اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ

يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۶۶ سطر ۶) پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ اے ابراہیم آیا میں اِسی مضمون کو قرآن مجید سے تمہارے واسطے اور بھی بیان کروں؟ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ ضرور بیان فرمائیے۔ فرمایا دیکھو خدائے تعالےٰ فرماتا ہے يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (دیکھو صفحہ ۵۸۲ سطر ۱۱) مطلب یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ ہمارے شیعوں کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیگا اور ہمارے دشمنوں کی نیکیوں کو بدیوں سے (اور خدائے تعالےٰ اپنے اختیار کا اظہار اِس طرح فرماتا ہے) يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝ (دیکھو صفحہ ۴۱۲ سطر ۴) نیز فرماتا ہے وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ (دیکھو صفحہ ۴۰۰ سطر ۶) نیز فرماتا ہے لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۱۴ سطر ۱۱) اے ابراہیم یہ خدائے تعالےٰ کے علومِ مکنونہ اور اسرارِ مخزونہ میں سے بعض باتیں تھیں جو میں نے تمکو بتلادی ہیں۔ آیا تمہارا جی چاہتا ہے کہ اِن باطنی باتوں میں سے کچھ اور بھی تمہارے سینہ میں زیادہ ہو جائیں؟ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ ضرور۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ؗ وَلَيُسْئَلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۶۳۳ سطر ۱۱) اُسی خدا کی قسم جسکے سوائے کوئی معبود نہیں اور جو صبح کا نور پھیلانیوالا اور زمینوں کا اور آسمانوں کا پیدا کرنیوالا ہے۔ میں نے تمکو ٹھیک ٹھیک خبر دیدی اور اللہ اعلم و احکم ہے۔

قولِ مترجم۔ اِس حدیث کو دیکھنے والے شاید شبہ کریں کہ جب خدائے تعالےٰ نے ایسی طینت سے پیدا کیا تو پھر کفار و منافقین اور مجرمین کا قصور ہی کیا ہے؟ تو وہ یہ سمجھ لیں کہ ابتدائے عالمِ ارواح میں روحوں پر طینت پر آب پر جُداگانہ ولایتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ عرض کی گئی ہے تو حجت اُنپر وہیں تمام ہو چکی اور جن جن چیزوں نے اُس ولایت کو قبول نہ کیا اُنہی سے کفار و منافقین کی پیدائش کی گئی لہٰذا خدا کی حجت غالب ہے اُس پر کسی دوسرے کی حجت غالب نہ آسکے گی۔

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ وَالْعَافِيَةِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارۂ دہم

ضمیمہ متعلق صفحہ ۲۰۳ نوٹ نمبر ۲

تفسیر قمی میں سبب غزوۂ حنین یہ تحریر ہے کہ جب جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے قصد سے چلے ہیں تو اظہار یہ فرمایا تھا کہ قبیلۂ ہوازن کا قصد رکھتے ہیں یہ خبر قبیلۂ ہوازن کو پہنچی تو انہوں نے بہت کچھ تہیہ کیا جماعتیں بھی بڑی بڑی اکٹھی کیں اور ہتھیار بھی بہت کثرت سے جمع کیے اور انکے سب سردار جمع ہو کر مالک ابن عوف نضری کے پاس آئے سب نے ملکر اسکو اپنا سردار بنایا اور اپنے اپنے مقامات سے اپنے ہر قسم کے اموال اور عورات اور اطفال کو ساتھ لیکر چل پڑے یہانتک کہ وادی اوطاس میں آکر اترے ان لوگوں میں درید ابن صمہ جشمی بھی تھا جو قبیلۂ جشم کا سردار تھا یہ بڈھا آدمی تھا جسکی بڑھاپے کے سبب سے آنکھیں بھی جاتی رہی تھیں اس نے زمین کو ہاتھ سے چھو کر دریافت کیا کہ تم لوگ کونسی وادی میں ہو؟ جو آس پاس تھے بولے کہ وادی اوطاس میں کہنے لگا ٹھیک یہ گھوڑے دوڑانے کی اچھی جگہ ہے نہ تو سخت پتھریلی ہے نہ نرم ریتلی مگر یہ کیا بات ہے کہ میں اونٹوں کا بلبلانا گدھوں کا رینکنا گایوں کا ڈکرانا بکریوں کا ممیانا اور بچوں کا رونا ایک ساتھ سن رہا ہوں؟ لوگوں نے کہا بات یہ ہے کہ مالک ابن عوف کل لوگوں کو معہ انکی اہل وعیال اور ہر طرح کے مال کے لے آیا ہے تاکہ ہر ایک مرد اپنی اہل وعیال کی حمایت اور اپنی جان ومال کی حفاظت مدنظر رکھکر لڑے درید نے یہ سنکر کہا آخر تو بھیڑ بکریاں چرانیوالا ہے نا؟ رب کعبہ کی قسم اسے فن جنگ سے کیا واسطہ؟ پھر کہا کہ ذرا مالک کو تو میرے پاس بلا لاؤ جب وہ آیا تو اس سے کہا کہ اے مالک یہ تو نے کیا کیا ہے؟ مالک نے کہا کہ میں تمام لوگوں کو معہ انکے اموال اور اہل وعیال کے لے آیا ہوں تاکہ ہر شخص اپنے اہل وعیال اور اپنے مال کو پس پشت رکھے اور انکی پشتی لینے میں بہت ہی جمکر لڑے۔ اس بوڑھے نے کہا کہ اے مالک تو اپنی قوم کا سردار ہے اور مقابلے میں ایک مرد کریم کے جا رہا ہے آج اسکا موقعہ باقی ہے کہ آیندہ کے لیے اصلاح کرلے قبیلۂ ہوازن کے بال بچوں کو مخالف کے گھوڑوں کے آگے ڈال دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ وائے ہو تجھپر تو نے یہ غور نہیں کیا کہ بھاگنے والا پلٹ کر کبھی کسی چیز کی طرف بھی نہیں دیکھا کرتا۔ تو قبیلۂ ہوازن کے بال بچوں کو بلند علاقوں میں بھیجدے۔ جہاں دشمنوں کے سوار نہ پہنچ سکیں اور مردوں کو گھوڑوں پر سوار کرکے سامنے کر اسلیے کہ اگر تجھے کوئی چیز نفع دیسکتی ہے تو وہ سواران شمشیر زن ہونگے پھر اگر میدان تیرے ہاتھ رہا تو تو ان سب سے جا ملیگا اور اگر رن تیرے برخلاف پڑا تو تو اپنی اہل وعیال کی فضیحت کا باعث تو نہو گا۔ مالک نے اس سے کہا چونکہ تم زیادہ بوڑھے ہو گئے ہو اسلیے تمہارے عقل وعلم بھی پرانے ہو گئے

ہیں بہر حال مَوَرید کی بات نہ مانی - دُرید نے دریافت کیا کہ قبیلۂ کعب و کلاب نے کیا کیا؟ لوگوں نے کہا کہ اُن میں سے تو کوئی بھی نہیں آیا کہنے لگا بس تو عزم و کوشش کا بھی خاتمہ ہی سمجھو اگر خوش بختی اور برتری ہونیوالی ہوتی تو کعب و کلاب غائب نہوتے اچھا ہوازن میں سے کون کون موجود ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ عمرو ابنِ عامر - اور عوف ابنِ عامر - کہا وہ تو بچے ہیں - اُنسے نہ کوئی نفع پہنچیگا نہ نقصان - پھر دُرید نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا کہ لڑائی شدید آن پڑی پھر یہ شعر پڑھے ؎

لَیْتَنِیْ فِیْھَا جَذَعْ   اَخُبُّ فِیْھَا وَاَضَعْ
اَقُوْدُ وَطْفَاءَ الزَّمَعْ   کَاَنَّھَا شَاۃٌ صَدَعْ

ترجمہ - کاش میں اس لڑائی میں نوجوان ہوتا تو میں اسمیں مدد کرنے کے لیے تیز تیز بھاگتا دوڑتا (یعنی خوب جدوجہد کرتا) اور میرے لیے اس لمبے چوڑے لشکر کی سپہ سالاری کر لینا ایک دُبلی پتلی بکری کے لے چلنے سے زیادہ اہم نہوتا -

جناب رسولِ خدا کو بھی وادیِ اوطاس میں قبیلۂ ہوازن کے جمع ہونے کی خبر پہنچگئی پس آپ نے قبائل کو جمع فرمایا اُنکو جہاد کی ترغیب دی اور نصرت کا وعدہ فرمایا (اور اُنکو یہ اطلاع دی) کہ اللہ تعالےٰ نے مجھسے وعدہ فرمایا ہے کہ ان لوگوں کا مال ان کے بچے انکی عورتیں سب ہمکو غنیمت میں عطا فرمائیگا - پس لوگ بھی جہاد کے لیے تیار ہوگئے اور اپنے اپنے جھنڈوں کے تحت میں چل کھڑے ہوئے آنحضرتؐ نے سب سے بڑا علم خود اپنے دستِ مبارک سے درست کر کے امیر المؤمنین علیہ السّلام کے حوالہ کیا اور مکۂ معظمہ میں داخل ہوتے وقت جو شخص اپنی قوم کا علمدار تھا حکم دیا کہ وہ اب بھی علمدار ہو کر چلے اِس طرح بارہ ہزار فوج کو لیکر آنحضرت صلےاللہ علیہ و آلہ وسلم برآمد ہوئے ازآنجملہ دس ہزار وہ تھی جو آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ آئی تھی یہ سب چلتے رہے یہانتک کہ اُن لوگوں کے پاس ایسے وقت پہنچگئے کہ رات کا کسی قدر حصہ باقی رہ گیا تھا - اُدھر مالک ابنِ عوف اپنی قوم سے یہ کہہ رہا تھا کہ تم میں سے ہر ایک اپنی اہل و عیال اور اپنے مال کو پسِ پشت رکھے اور تم سب لوگ اپنی اپنی تلواروں کے میان توڑ دو اور اس میدان کے نشیبی مقاموں اور درختوں میں چھپ کے بیٹھ جاؤ جیسے ہی پو پھٹے اندھیرے اندھیرے اُن پر ایکدم حملہ کر دینا اِسلیے کہ محمدؐ کو ابتک کسی ایسے سے پالا ہی نہیں پڑا ہے جو لڑائی کے محل اور موقعہ کو اچھی طرح پہچانتا ہو - راوی کہتا ہے کہ جب آنحضرتؐ صبح کی نماز پڑھ چکے تو وادیِ حُنین کے نشیب میں چلے اور اس وادی میں نشیب بہت ہے - قبیلۂ بنو سلیم آنحضرتؐ کے مقدمہ پر تھا اُن پر قبیلۂ ہوازن کے دستے کے دستے ہر طرف سے نکلے اور بنو سلیم شکست کھا کر بھاگے اور جو اُنکے پیچھے تھے وہ بھی بھاگے سوائے جناب امیر المؤمنینؑ اور اُنکے چند ساتھیوں کے جو کفّار سے لڑتے رہے اور کوئی بھی بھاگنے سے نہ بچا (سبب پر طرّہ یہ ہے کہ) بھاگنے والے آنحضرتؐ کے پاس سے ہو کر گزرتے تھے اور پلٹ کر بھی نہ دیکھتے تھے

آنحضرتؐ کی سواری کے خچر کی لگام دائیں طرف سے تو حضرت عباس ابن عبد المطلب تھامے ہوئے تھے اور بائیں طرف سے ابوسفیان ابن حارث ابن عبد المطلب اور جناب رسولِ خدا برابر آواز دے رہے تھے کہ اے گروہ انصار! تم بھاگے کہاں جاتے ہو میں اللہ کا رسول موجود ہوں مگر کوئی پیچھے پھر کے نہ دیکھتا تھا۔ نسیبہ بنت کعب مازنیہ ان بھاگنے والوں کے منہ پر خاک جھونکتی تھی اور کہتی تھی (کہ مونڈی کاٹو) تم اللہ اور اللہ کے رسول کو چھوڑ کر بھاگے کہاں جاتے ہو؟ عمر ابن الخطاب بھی اُسکے پاس سے گزرا۔ کہنے لگی خدا تیرا کھوج کھو دے یہ تو نے آج کیا کیا؟۔ آپ فرماتے کیا ہیں کہ اجی اللہ کا منشا یہی ہے۔ جب آنحضرتؐ نے ہزیمت کی یہ حالت دیکھی تو حضرت علیؑ کی طرف جانے کے لیے اپنے خچر کو ایڑ لگائی اور اپنی تلوار میان سے کھینچ لی اور ارشاد فرمایا کہ اے عباس تم اس بلندی پر چڑھ جاؤ اور آواز دو کہ اے اصحاب البقرہ اور اے اصحاب الشجرہ تم بھاگے کہاں جاتے ہو؟ جناب رسولِ خدا تو یہ موجود ہیں (چنانچہ حضرت عباس نے اس حکم کی تعمیل کی) اور جناب رسولِ خدا نے اپنا دستِ مبارک آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کی اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَاِلَيْكَ الْمُشْتَكٰى وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ (ترجمہ یا اللہ ہر قسم کی تعریف تیرے ہی لیے زیبا ہے اور شکایت بھی تجھی سے کرتا ہوں اور مدد بھی تجھی سے طلب کرتا ہوں) جبرئیلِ امین اُسی وقت نازل ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ نے تو اُنہی لفظوں میں دعا مانگی جن لفظوں میں حضرت موسٰے علیہ السلام نے اُسوقت دعا مانگی تھی جبکہ اللہ نے اُنکے واسطے دریا کو پھاڑ دیا تھا اور فرعون کے پنجے میں آجانے سے اُنکو بچا لیا تھا۔

پھر آنحضرتؐ نے ابوسفیان ابن حارث سے فرمایا کہ مجھے کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر دیدو چنانچہ اُنہوں نے مٹھی بھر کر دیدی اور آنحضرتؐ نے مشرکین کے منہ پر ماری اور یہ الفاظ فرمائے شَاهَتِ الْوُجُوْهُ (بگڑ جائیں یہ چہرے) پھر سر مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے ارشاد فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ لَمْ تُعْبَدْ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ لَا تُعْبَدَ لَا تُعْبَدُ (ترجمہ یا اللہ اگر تو نے اس گروہ کو ہلاک کر دیا تو پھر کبھی تیری عبادت نہ کی جائیگی اور اگر خود تجھی کو یہ منظور ہے کہ تیری عبادت نہ کیجائے تو نہ کیجائیگی) گروہ انصار نے جب حضرت عباس کی آواز سُنی تو پلٹ پڑے اور اپنی تلواروں کے میان توڑ دیے اور یہ آوازیں دیتے چلے آتے تھے لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ حاضر حاضر جناب رسولِ خدا کے پاس سے گزرے تو شرم کے مارے حضرتؐ کو منہ نہیں دکھلایا بلکہ علَم کے نیچے جمع ہو گئے جناب رسولِ خدا نے عباسؓ سے دریافت کیا کہ اے ابوالفضل یہ کون لوگ ہیں؟ اُنہوں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ انصار ہیں حضرتؐ نے فرمایا کہ اب آتشِ جنگ شعلہ ور ہوئی چنانچہ اُسی وقت آسمان سے مدد نازل ہوئی اور قبیلہ ہوازن کو شکست ہوئی وہ فضائے آسمانی میں ہتھیاروں کی جھنکار برابر سُنتے تھے اور ہر طرف کو بھاگ نکلے اور خدا نے اُنکے مال اُنکی عورتیں اور اُنکے بچے سب غنیمت میں جناب رسولِ خدا کو عطا فرمائے اور خدا تعالے کے اس قول لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ کا مطلب یہی ہے۔ اور روایت ابوالجارود میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے خدا تعالے کے اس قول کی تفسیر ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اس سے مراد اُنکا قتل ہے) وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ میں منقول ہے کہ قبیلۂ نصر ابن معاویہ کے ایک شخص نے جس کا نام شجرہ ابن ربیعہ تھا اور وہ مسلمانوں کے پاس قید تھا مسلمانوں سے کہا کہ وہ ابلق گھوڑیاں اور وہ سوار جو سفید کپڑے

پہنے ہوئے تھے کہاں ہیں؟ انہی کے ہاتھوں سے ہم قتل ہوئے ہیں حالانکہ اُس جگہ ہم نے اُن کو نہایت حقیر سمجھا تھا مسلمانوں نے جواب دیا کہ وہ ملائکہ تھے (جنکو خدا نے اپنے رسولؐ کی مدد کے لیے بھیجا تھا) کافی میں ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام سے کسی نے سکینۃ کے معنی پوچھے حضرت نے فرمایا کہ وہ جنّت کی ہوا تھی جسکی خوشبو مشک سے زیادہ تھی صورت اُسکی آدمی کی سی تھی اُسکو خدا تعالےٰ نے جنگِ حُنین میں اپنے رسولؐ کے پاس بھیجا جسنے مشرکوں کو شکست دیکر میدان کارزار سے بھگایا۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۳۰۴ نوٹ نمبر ۲

کافی ۔ من لا یحضرہ الفقیہ ۔ علل الشرائع اور التہذیب میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے سوال کیا کہ (یا ابن رسول اللہ) عورتوں سے جزیہ کیوں ساقط ہوا؟ (یعنی جزیہ کا حکم اُن سے کسلیے اُٹھا دیا گیا) حضرت نے فرمایا بات یہ ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دار الحرب میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے عموماً منع فرما دیا ہے صرف اُس وقت اجازت دی ہے جبکہ وہ (مردوں کے ہمراہ ہو کر مسلمانوں سے) لڑیں۔ اسپر بھی اگر کوئی حرج نہو تو جہانتک ہو سکے طرح دیجائے۔ پس جبکہ دار الحرب میں عورتوں کا قتل جائز نہوا تو دار السلام میں بدرجۂ اولےٰ جائز نہوگا۔ پس اگر عورتوں پر جزیہ قرار دیا جاتا اور وہ جزیہ نہ دیتیں تو بھی تو اُنکا قتل جائز نہوتا۔ پس جبکہ اُنکا قتل کرنا ممکن نہوا تو جزیہ کا حکم بھی اُن سے برطرف کر دیا گیا۔ ہاں اگر مرد جزیہ دینے سے انکار کریں تو عہد شکنی کی وجہ سے اُنکا خون مُباح اور اُنکا قتل حلال ہے اسلیے کہ مردوں کا قتل دار الحرب میں بھی مُباح ہے۔ اب رہے اپاہج مشرکین اور کفار اور اندھے اور بیحد بوڑھے اور بچے اِن سے بھی عورتوں کی طرح جزیہ نہیں لیا جاتا کیونکہ دار الحرب میں اِنکا قتل بھی جائز نہیں ہے اسلیے اِن سے بھی جزیہ برطرف کیا گیا۔ نیز جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب علیہ السّلام نے حُنین کے دن چالیس کافروں کو اپنے دستِ مبارک سے قتل فرمایا کافی اور من لا یحضرہ الفقیہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ طریقہ یہی قرار پایا ہے کہ کم عقلوں اور پاگلوں سے جزیہ نہ لیا جائے۔ نیز مذکورۂ بالا دونوں کتابوں میں اور تفسیر عیاشی و تفسیر قمی میں اُنہی حضرت سے روایت ہے کہ کسی شخص نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ اے مولا جزیہ کی حد کیا ہے؟ اہلِ کتاب سے کتنا جزیہ لیا جائے؟ آیا جزیہ کی کوئی مقدار معیّن کر دی گئی ہے جس سے زیادہ لینا اور تجاوز کرنا جائز نہیں؟ حضرت نے جواب دیا کہ جزیہ کا تعیّن کرنا امام [illegible] کی مصلحت پر موقوف ہے کہ وہ ہر شخص سے اُسکی حیثیت اور مالیت کے موافق جتنا چاہے لے لیا کرے کیونکہ اہلِ کتاب نے جزیہ دیکر اپنی جانوں کو غلام بننے سے اور اپنے آپ کو قتل ہونے سے بچا لیا ہے لہٰذا جزیہ اُنکی استطاعت بھر اُن سے لیا جائیگا۔ یہانتک کہ وہ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ (دیکھو صفحہ ۳۰۴ سطر ۳) پس وہ شخص ذلیل و خوار کیسے ہو سکتا ہے جو اپنے مال کی پرواہ کرے اگرچہ کتنا ہی اُس سے لے لیا جائے مگر جبکہ جزیہ دینے میں سے

ذلت حاصل ہوگی تو تنگ آکر اسلام سے آئیگا۔ کافی اور من لایحضرہ الفقیہ میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اے مولا آیا اہل جزیہ سے سوائے جزیہ کے اُنکے مال اور اُن کے مویشی میں سے کچھ اور بھی لے لینا جائز ہے؟ حضرت نے فرمایا نہیں۔ تفسیر برہان میں ہے کہ محمد بن مسلم نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اہل کتاب کو کیا کرنا چاہیے جس سے اُنکا مال اور اُن کی جانیں محفوظ رہیں حضرت نے جواب دیا کہ وہ لوگ خراج (محصول) ادا کیا کریں۔ پس اگر اُن کے راس المال سے جزیہ لیا جائے تو پھر اُن کی زمینوں سے کچھ نہ لیا جائے اور اگر زمینوں سے محصول لے لیا جائے تو پھر اُن کے راس المال کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔

ضمیمہ متعلق صفحہ ۳۰۴ نوٹ نمبر ۲

تفسیر برہان میں ہے کہ جناب امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار سے اُنہوں نے اپنے والد ماجد سے اُن جناب نے اپنے پدر بزرگوار سید الشہداء جناب امام حسین ابن علی علیہما السلام سے اور اُنحضرت نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب صلوات اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا کی خدمت میں پانچ مذہب کے لوگ جمع ہوئے۔ یہود۔ نصاریٰ۔ دہریہ۔ ثنویہ اور مشرکین عرب۔ یہود نے کہا ہم لوگ عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ ہم آپ کے پاس اسلیے آئے ہیں کہ دیکھیں آپ کیا فرماتے ہیں۔ اگر آپنے ہماری متابعت کی تو بہتر ہے۔ ہم پہلے ہی سے حق پر ہیں اور اس طرح آپ سے افضل ہیں اور اگر آپ ہماری مخالفت کرینگے تو ہم آپ سے جھگڑینگے۔ نصاریٰ بولے کہ ہم لوگ مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں کہ اللہ نے اُنکو اپنا بیٹا بنایا ہے۔ ہم آپ کے پاس اسلیے آئے ہیں کہ دیکھیں آپ کیا کہتے ہیں۔ اگر آپ ہماری پیروی کریں تو بہت اچھا ہے کہ ہم راہِ صواب پر ہیں اور آپ سے بہتر ہیں اور اگر آپ ہماری مخالفت کرینگے تو ہم آپ سے جھگڑینگے۔ پھر دہریے آگے بڑھے اور کہنے لگے کہ ہمارا دعوےٰ یہ ہے کہ تمام چیزیں ازلی ہیں اُنکے لیے کوئی ابتدا نہیں ہم لوگ آپ سے مباحثہ کے لیے آئے ہیں کہ دیکھیں آپ اس مسئلہ کا کیا جواب دیتے ہیں۔ اگر آپ ہمارے پیرو ہیں تو خوب ہے کہ ہم حق پر ہیں اور آپ سے افضل ہیں اور اگر آپ ہماری مخالفت کرینگے تو ہمارا آپکا جھگڑا ہوگا۔ پھر ثنویہ بولے کہ ہمارا مسلک یہ ہے کہ نور و ظلمت تمام دنیا کے مدبر ہیں اور یہی دونوں خالق ہیں۔ ہم لوگ آپ سے بحث کرنے آئے ہیں کہ دیکھیں آپ ہمکو کیا جواب دیتے ہیں۔ اگر آپ ہمارے مطیع ہوگئے تو بہت اچھا کہ ہمارا دعوےٰ برحق ہے اور آپ پر ہمکو فضیلت حاصل ہے۔ اور اگر آپ ہماری مخالفت کرینگے تو ہماری آپ سے لڑائی ہوگی۔ پھر مشرکین عرب نے کہا کہ ہمارا قول یہ ہے کہ یہ بُت ہمارے معبود ہیں ہم آپ سے بحث کرنے آئے ہیں کہ دیکھیں آپ کیا کہتے ہیں۔ اگر آپ نے ہماری پیروی اختیار کرلی تو یہ حق بجانب ہے۔ ہم لوگ آپ سے زیادہ حقدار اور افضل ہیں اور اگر آپ نے ہم سے مخالفت کی تو ہمارا آپکا جھگڑا

ہوگا۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام فرماتے ہیں (کہ اِن سب کے دعوے سُنکر) جنابِ رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ میں تو خدائے وحدہ لاشریک لہٗ پر ایمان لایا ہوں اور اُس کے سوا تمام معبودوں کا میں انکار کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اللہ نے مجھے حق کے ساتھ تمام مخلوق کی طرف (اُن کی ہدایت کے لیے) بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے اور میں سارے عالم پر خدا کی رحمت ہوں۔ اللہ تعالےٰ ہر اُس شخص کی چال کو جو دین میں اُسکے ساتھ چلیگا اُسی کے گلے کا ہار کردیگا۔ پھر یہود کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا تم لوگ میرے پاس اسلیے آئے ہو کہ میں تمہاری بات بغیر دلیل کے مان لوں؟ یہود نے جواب دیا کہ ہماری غرض یہ تو نہیں ہے کہ آپ ہمارے دعوے کو خواہ مخواہ تسلیم کرلیں۔ جنابِ رسوُلِ خدا نے فرمایا کہ اچھا تو پھر تم لوگ حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا کس وجہ سے کہتے ہو؟ یہود نے جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ حضرت عزیرؑ نے توریت کو اُسکے نابید ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور بنی اسرائیل کے سامنے لائے اِسکا باعث بس یہی تھا کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر بات اتنی ہی ہے تو حضرت عزیرؑ خدا کے بیٹے کیسے ہو گئے؟ (اس حساب سے تو) حضرت موسےٰؑ کو خدا کا بیٹا ہونا چاہیے تھا کہ وہ توریت کو پہلے پہل لائے اور اُنہوں نے تمکو وہ معجزات و عجائبات دکھائے جو تمہیں معلوم ہیں۔ اور اگر عزیرؑ اِسلیے خدا کے بیٹے ہیں کہ اُنکی بزرگی توریت کو دوبارہ موجود کرنے سے ظاہر ہوئی تو اس بنا پر بھی موسےٰؑ خدا کا بیٹا ہونے کے زیادہ حقدار ہیں اور اگر اتنی سی بزرگی نے حضرتِ عزیرؑ کو خدا کا بیٹا بنا دیا تو حضرت موسےٰؑ کو اِس کرامت و بزرگی سے چندورچند بزرگی حاصل تھی جس کے سبب سے حضرت موسےٰؑ کو وہ اعلےٰ مرتبہ ملنا چاہیے جو فرزندی سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہو۔ اور اگر حضرت عزیرؑ کو تم لوگ خدا کا بیٹا اِس طور سے بتاتے ہو کہ عزیرؑ خدا سے پیدا ہوئے ہیں جس طرح کہ بچّے ماں کے پیٹ سے اور باپ کے نطفہ سے دنیا میں پیدا ہوا کرتے ہیں تو اِس اعتقاد سے تم لوگ کافر ہو گئے کہ خدا کو تم نے مخلوق کا مشابہ قرار دیا اور مخلوق کی صفتیں تم نے خالق میں مان لیں اور اِس حساب سے خود خدائے تعالےٰ تمہارے گمان میں مخلوق اور حادث ہو گیا پھر اُسکے لیے بھی کسی اور خالق اور صانع کی ضرورت پڑیگی جس نے اِس خدا کو پیدا کیا اور ایجاد کیا ہو۔ یہود بولے کہ یہ تو ہم ہرگز نہیں کہتے ہیں نہ یہ ہمارا مقصود ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں بیشک یہ عقیدہ موجبِ کفر ہے بلکہ ہماری غرض یہ ہے کہ حضرت عزیرؑ بوجہ کرامت خدا کے فرزند ہیں اگرچہ ولادت کا واسطہ اُنمیں اور خدا میں نہو۔ دیکھیے ہمارے بعض علماء شخصِ اجنبی سے جس کا اکرام اُنکو مدِّ نظر ہوتا ہے اور اُسکا مرتبہ دکھانا مقصود ہوتا ہے بسا اوقات اُسے فرزند کہکر خطاب کیا کرتے ہیں حالانکہ ولادت کا تعلّق اُس شخص سے نہیں ہوتا اور نہ اُن دونوں میں باہم کوئی قرابتِ نسبی ہوتی ہے تِسپر بھی وہ فرزند کہلاتا ہے۔ اِسی طرح خدا تعالےٰ نے حضرت عزیرؑ کو بزرگی عطا فرمائی اور اُنہیں اپنا بیٹا بنا لیا۔ یہ فرزندی کرامت کے لحاظ سے ہے اسلیے نہیں ہے کہ حضرت عزیرؑ کی ولادت خدا سے ہوئی ہو۔ جنابِ رسوُلِ خدا نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی تمسے کہہ چکا کہ

اس دلیل سے تو حضرت موسےٰ کے لیے مرتبۂ بنوّت اور منزلتِ فرزندی اولےٰ ہے (حضرت عزیرؑ کا فرزند ہونا اس سے ثابت نہیں ہوتا) خداوندِ عالم بہت جلد ہر باطل پرست کو اُسی کے اقرار سے جھوٹا کرتا ہے اور اُسکی دلیل کو اُسی پر لوٹ دیتا ہے۔ تمنے جو دلیل بیان کی ہے یہ تمکو ایسی خرابی کی طرف لیجائیگی جو اُس خرابی سے بدتر ہوگی جسکو میں نے تمسے (پیشتر) بیان کیا ہے (دیکھو) تمہارا مقولہ یہی ہے نا کہ ہمارا عالم کسی شخص سے جس سے رشتہ ناتہ نہو يَا بُنَيَّ (اے فرزند) کہکر بات کرتا ہے۔ اور کسی سے هٰذَا ابْنِيْ (یہ میرا بیٹا ہے) کہدیا کرتا ہے۔ اسی طرح تمنے اُس عالم کو کسی اجنبی سے یہ بھی کہتے سُنا ہوگا هٰذَا اَخِيْ (یہ میرا بھائی ہے) کسی سے وہ کہتا ہوگا هٰذَا شَيْخِيْ (یہ میرا بزرگ ہے) اور کسی سے اُسکی آبرو بڑھانے کے لیے يَا سَيِّدِيْ (اے میرے سردار) یا هٰذَا سَيِّدِيْ (یہ میرا سردار ہے) کہتے بھی سُنا ہوگا بلکہ جتنی جتنی اُسکی بزرگی مدِّنظر ہوگی اُتنے ہی اُتنے شائستہ الفاظ اُسکی نسبت زبان پر آتے ہونگے پس چونکہ حضرت موسےٰؑ کا مرتبہ حضرت عزیرؑ سے بڑھا ہوا ہے لہذا تم کو چاہیے کہ حضرتِ موسےٰؑ کو خدا کا بھائی یا اُس کا بزرگ۔ یا اُسکا باپ۔ یا اُسکا سردار کہا کرو۔ جس طرح (خدا نے تمہارے خیال کے بموجب) حضرت عزیرؑ کو اُنکا مرتبہ بڑھانے کے لیے يَا بُنَيَّ فرمایا تو حضرت موسےٰؑ سے (جو کہ حضرت عزیرؑ سے افضل ہیں) یا اُنکا رتبہ بڑھانے کے لیے يَا سَيِّدِيْ۔ يَا شَيْخِيْ۔ يَا عَمِّيْ۔ يَا رَئِيْسِيْ يَا اَمِيْرِيْ فرمایا ہوگا نا؟ پس یہ جواب سُنکر یہود تو مبہوت اور متحیّر ہوگئے اور کہنے لگے کہ اے محمدؐ ہمیں کچھ مُہلت دو کہ ہم آپ کے ارشاد کیے ہوئے مضامین میں غور و فکر کرلیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اچھا تم لوگ اپنے دلوں میں انصاف کو جگہ دیکے سوچ لو خدا تمکو راہِ راست پر لائے۔

پھر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نصاریٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم نے جو یہ کہا ہے کہ خدائے قدیم نے مسیح کو اپنا بیٹا بنایا تو اِس کلام سے تمہارا مقصود کیا ہے؟ آیا یہ مطلب ہے کہ خدائے قدیم حضرت عیسےٰؑ کی صورت میں ظاہر ہو کر حادث بنگیا؟ یا حضرت عیسےٰؑ جنکا وجود حادث ہے خدا کا مظہر بننے سے قدیم ہوگئے؟ یا تمہارے اس قول کا کہ حضرت عیسےٰؑ کو خدا نے بیٹا بنالیا یہ مطلب ہے کہ خدا نے حضرت عیسےٰؑ کو ایسی کرامت سے خصوصیت بخشی جو اور کسی کو عطا نہ فرمائی تھی جس کی وجہ سے خود خدائے تعالےٰ (حضرت عیسےٰؑ کے ساتھ) حادث ہوگیا؟ تو یہ تمہارا دعوےٰ باطل ہے اِسلیے کہ قدیم کا حادث کی صورت میں بدل جانا محال ہے اور نہ یہی ہوسکتا ہے کہ حادث چیز بدلکر قدیم بن جائے۔ اور اگر تمہاری مُراد یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ نے حضرت عیسےٰؑ کو اس معنی میں بیٹا بنایا کہ اُنکو خصوصیت بخشی تھی اور تمام بندوں پر اُن کو بزرگی عطا فرمائی تھی تو اس بیان سے تم حضرت عیسےٰؑ کے حادث ہونے کے قائل ہوگئے اور وہ چیز بھی حادث ہوگی جس کی وجہ سے خدائے تعالےٰ نے حضرت عیسےٰؑ کو اپنا بیٹا بنایا اِسلیے کہ جب حضرت عیسےٰؑ خود حادث ٹھہرے اور خدائے تعالےٰ نے اُنکو بیٹا بنانا چاہا تو

اُنمیں وہ صفت پیدا کردی جس سے وہ خدا کے نزدیک تمام مخلوق سے بڑھگئے۔ اِس صورت میں خود حضرت عیسےٰؑ بھی حادث ٹھہرے اور وہ صفت بھی حادث ٹھہری حالانکہ یہ تمہارے دعوے کے خلاف ہے۔ نصارنے نے کہا کہ اے محمدؐ بات یہ ہے کہ جب خدا نے حضرت عیسےٰؑ کے ہاتھ سے اُمورِ عجیبہ ظاہر کیے تو اُنکو بوجہ کرامت اپنا بیٹا بنا لیا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اِس کا جواب تو مینے یہود کو جو دیا ہے وہ تم سب نے سُن ہی لیا۔ پھر جنابِ رسولِ خدا نے اُس تقریر کو اُنکے لیے دُہرایا۔ اَور سب تو خاموش ہو رہے مگر اُن میں سے ایک بولا کہ آپ بھی تو حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ کہتے ہیں پھر ہمیں حضرت عیسےٰؑ کو ابن اللہ کہنے سے کیوں روکتے ہیں۔ جنابِ رسولِ خدا نے جواب دیا کہ ہم جو حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ کہتے ہیں وہ تمہارے قول ابن اللہ کے مشابہ نہیں ہے اِسلیے کہ ہمارے قول ابراہیمؑ خلیل اللہ میں لفظِ خلیل خَلّۃ سے مشتق ہے جسکے معنی ہیں فقر و فاقہ۔ پس خلیل اللہ کے یہ معنی ہیں کہ وہ صرف خدا کے محتاج تھے کسی اَور کے حاجتمند نہ تھے اُنکو خدا پر پورا پورا بھروسہ تھا۔ تمام مخلوق سے مُنہ پھرا کے وہ ہمہ تن خدائے تعالےٰ کی طرف متوجہ تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے توکّل کو عملی صورت میں لا کر دکھا دیا اور مخلوق سے اپنے بے پرواہ ہونیکا پورا پورا ثبوت اُسوقت دیدیا جبکہ نمرودِ مردود نے اُنکو منجنیق میں رکھکر آگ میں پھکوایا تو خدائے تعالےٰ نے جبرئیلِ امین کو اُن کے پاس بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ اے جبرئیلؑ بہت جلد میرے بندے کے پاس پہنچ۔ جبرئیلِ امین ٹھیک ایسے وقت حاضر ہوئے کہ وہ حضرتؑ ابھی ہوا ہی ہوا میں اُڑتے جا رہے تھے اور عرض کرنے لگے کہ خدائے تعالےٰ نے مجھے آپ کی نصرت کے لیے بھیجا ہے جو حاجت ہو بیان فرمائیے کہ میں اُسے پورا کروں۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ میرا اللہ میرے لیے کافی ہے اور وہی سب سے اچھا کارساز ہے میں خدا کے سوا کسی دوسرے سے سوال کرنا پسند نہیں کرتا (مجھے تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں) اُسی دن سے حضرت ابراہیمؑ کو جنابِ احدیّت سے خلیل اللہ کا خطاب مرحمت ہوا یعنی جناب ابراہیمؑ خاص الخاص خدائے تعالےٰ سے غرض رکھنے والے اور حضرت اُسی کی حضور میں اپنی حاجت پیش کرنیوالے تھے۔ اور اگر اِسکے معنی خُلّۃ سے لیے جائیں تو اُسکا مطلب یہ ہوگا کہ دوست کے باطن سے واقف اور اُسکے ایسے رازوں کا رازدار جن سے کوئی دوسرا واقف نہو اور اُسکی ذات سے اور اُسکے معاملات سے پورا پورا آگاہ۔ تو یہ معنی موزوں اور زیبا نہیں ہیں کیونکہ یہ خدا کو اُسکی مخلوق سے مشابہ کر دیتے ہیں۔ آیا تم یہ نہیں سمجھے کہ جب تک کوئی بندہ اُسپر پورا پورا بھروسہ نہ کرے تو وہ خَلّۃ سے جو خلیل مشتق ہے وہ خلیل نہیں ہو سکتا اور جبتک کوئی پورا پورا اُسکے اسرار سے واقف نہو تو وہ خُلّۃ سے جو خلیل مشتق ہے وہ خلیل نہیں ہو سکتا۔ اب رہی یہ بات کہ جو شخص از روئے ولادت کسی کا بیٹا ہو تو خواہ وہ اپنے بیٹے کو حد سے زیادہ ذلیل کردے خواہ اُسکا رتبہ حد سے بڑھا دے بہرحال وہ اُسکے بیٹا ہونے سے خارج نہیں ہو سکتا کیونکہ تعلقِ ولادت اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہے پھر اگر محض اِس بنا پر

کہ خدائے تعالےٰ نے ابراہیمؑ کو اپنا خلیل فرمایا ہے قیاس کر کے عیسےٰؑ کو ابن اللہ کہنا تمہارے نزدیک
ضروری ہے تو اِسی طرح موسےٰؑ کو بھی ابن اللہ کہو۔ بلکہ ایک اعتبار سے موسےٰؑ کو شیخ اللہ۔ عم اللہ
سید اللہ۔ رئیس اللہ۔ امیر اللہ۔ تمکو کہنا چاہیے جیسا کہ میں ابھی یہود سے بیان کر چکا ہوں اِسلیے کہ
حضرت موسےٰؑ کو خدا کی درگاہ سے اُن معجزات کے علاوہ جو حضرت عیسےٰؑ کو عطا ہوئے اور بھی معجزات
مرحمت ہوئے تھے۔ (یہ سُنکر) ایک نصرانی بولا اچھا یہ تو بتائیے کہ خدا کی طرف سے آنیوالی کتابوں
میں کیوں لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں اپنے باپ کے پاس جانیوالا ہوں؟
(اس سے تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسےٰؑ خدا کے فرزند تھے) جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اُس کتاب
پر عمل کرتے ہو تو تو اُس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسےٰؑ نے یہ بھی فرمایا رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ وَاَبِيْ وَاَبُوْكُمْ
(وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے اور وہ میرا بھی باپ ہے اور تم سب کا بھی باپ ہے)
تو اِس بنا پر یہ کہو کہ وہ لوگ جن سے حضرت عیسےٰؑ نے خطاب کیا تھا سب کے سب خدا کے بیٹے ہوگئے
دلیل وہی ہے جو تم حضرت عیسےٰؑ کے خدا کا بیٹا ہونے پر لائے ہو اب تم اُن سب لوگوں کو بھی خدا کا بیٹا
کہا کرو۔ اور تم نے جو کتابِ خدا سے حضرتِ عیسےٰؑ کے ابن اللہ ہونے کی سند پیش کی ہے وہ اُلٹی تم پر
پڑتی ہے جس سے تمہارا دعوے باطل ٹھہرتا ہے کیونکہ تمہارا خیال یہ ہے کہ حضرت عیسےٰؑ ایک خصوصیتِ
خاص کی وجہ سے خدا کے بیٹے تھے اور تم ابھی کہہ چکے ہو کہ وہ خدا کے بیٹے اُس اختصاص کی وجہ سے تھے
جو کسی اور کو حاصل نہ تھا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ جو بات حضرت عیسےٰؑ کو خدا سے ملی تھی وہ اُن لوگوں کو
نصیب نہیں ہوئی تھی جن سے حضرت عیسےٰؑ نے اَذْهَبُ اِلٰى اَبِيْ وَاَبِيْكُمْ فرمایا تھا لہذا یہ قول تمہارا
باطل ہوا کہ حضرت عیسےٰؑ کو خدا سے بیٹا ہونے کی کوئی خصوصیت ہو۔ کیونکہ تمہارے نزدیک خود حضرت عیسےٰؑ
ہی کے قول سے یہ بات ثابت ہے کہ جن لوگوں سے حضرتِ عیسےٰؑ خطاب فرما رہے تھے اُنکو حضرت عیسےٰؑ
کی سی خصوصیت حاصل نہ تھی (حالانکہ خطاب میں اُنکی نسبت بھی وہی لفظ فرمایا کہ جو اپنی نسبت فرمایا) حقیقتِ حال
یہ ہے کہ لفظ تو تم نے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کے لے لیے اور تاویل اُن کی بیجا بیان کی۔ اسلیے کہ جب
آنحضرتؑ نے اَبِيْ وَاَبِيْكُمْ فرمایا تو اُنکی مُراد وہ نہ تھی جو تمنے لی اور سمجھی بھلا تم کیا جانو شاید اُنکی مُراد اِن لفظوں
کے فرمانے سے کہ میں اپنے باپ اور تمہارے باپ کے پاس جاتا ہوں "حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ
ہوں اور غرض یہ ہو کہ خدائے تعالےٰ مجھے اِس زمین سے اُٹھائے لیتا ہے اور حضرت آدم علیہ السّلام کے
پاس پہنچائے دیتا ہے جو میرے بھی باپ ہیں اور تمہارے بھی باپ ہیں اور یہی حالت حضرت نوح علیہ السّلام
کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ حضرتِ عیسےٰؑ کی مراد اسکے سوا دوسری تھی ہی نہیں۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں
کہ نصارٰے یہ سُنکر چُپ ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم نے تو آج کا سا جھگڑنے والا اور بحث کرنیوالا دیکھا نہیں
اب ہم اپنے معاملات میں غور اور فکر کرینگے۔ پھر جناب رسولِ خدا دہریوں کی طرف متوجہ ہوئے اور

فرمانے لگے کہ بھلا تمہارے اِس دعوے پر کہ دنیاوی چیزوں کی ابتدا ہی نہیں ہے یہ ہمیشہ سے تھیں اور ہمیشہ رہینگی دلیل کیا ہے؟ دہریوں نے جواب دیا کہ ہم بغیر مشاہدہ کوئی حکم نہیں لگاتے اور ہم نے اشیائے عالم کی ابتدا نہیں دیکھی لہٰذا سمجھ لیا کہ اِن چیزوں کے لیے آغاز ہی نہیں ہے اور اِدھر چونکہ ہم نے اِن چیزوں کو فنا اور ختم ہوتے نہیں پایا اِس سے جان لیا کہ ان کے واسطے انتہا بھی نہیں ہے۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کیا تم لوگ ہمیشہ سے اِس عالم کی قدامت کو مشاہدہ کر رہے ہو اور برابر اِسکی بقا کو دیکھتے رہوگے۔ اگر تم یہ کہو کہ ہاں ایسا ہی ہے تو میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ تمہاری سمجھ میں یہ بات بھی آگئی ہے کہ تمہاری ہیئت تمہاری عقلیں برابر ہمیشہ سے ایک ہی حالت پر ہیں اور اِسی طرح ہمیشہ باقی رہینگی۔ پس اگر تم یہ کہنے لگوگے تو یہ تمہارا دعویٰ مشاہدہ کے خلاف ہوگا اور دنیا کے جو لوگ تمکو (ابتدائے پیدائش سے) دیکھتے رہے ہیں وہ تمکو جھٹلائینگے سب کے سب کہنے لگے ہاں بیشک کسی چیز کی قدامت اور بقائے ابدی تو ہم نہیں دیکھ سکتے آنحضرتؐ نے فرمایا پھر تم نے یہ حکم کیسے لگا دیا کہ یہ چیزیں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہینگی جبکہ تم نے مشاہدہ نہیں کیا اور تم تمیز نہیں کر سکتے تو بہتر یہی ہے کہ تم اِن چیزوں کے حدوث اور فنا کے قائل ہو جاؤ کیونکہ جس نے مثل تمہارے اِن کی قدامت اور بقائے ابدی نہیں دیکھی ہے وہ تو ان کو حادث اور فانی ہی سمجھے گا۔ کیا تم لوگ دن اور رات کی طرف نظر نہیں کرتے کہ اُنہیں سے ایک کے بعد ایک آتا جاتا ہے سب نے کہا بیشک ہم دیکھ رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اِن دونوں کے بارے میں تمہاری رائے یہی ہوگی تاکہ یہ دونوں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہینگے؟ دہریوں نے کہا بیشک۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تو اِس بنا پر تمہارے نزدیک یہ دونوں ساتھ ہی ساتھ شروع ہو سکتے ہیں؟ سب نے کہا نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر ساتھ ساتھ شروع نہیں ہو سکتے تو ایک کا ختم ہوا ہوگا تب دوسرے کی ابتدا ہوئی ہوگی۔ ایک پہلے سے آیا ہوگا اور دوسرا اُسکے بعد شروع ہوا ہوگا۔ سب نے کہا ایسا ہی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بس تو تم نے خود ہی اپنی زبان سے مقدم اور سابق پر خواہ دن ہو یا رات حدوث کا حکم لگا دیا حالانکہ تم نے اپنی آنکھ سے اُنکا حدوث نہیں دیکھا تھا۔ سو اب تم کو خدا کی قدرت کا انکار کرنا زیبا نہیں ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا اب تم دن اور رات میں سے ایک کو مقدم فرض کر کے بتاؤ کہ وہ متناہی ہے یا غیر متناہی؟ اگر تم اُسکو غیر متناہی کہو تو دوسرا تم تک کیسے پہنچ گیا۔ حالانکہ پہلا ابھی ختم نہیں ہوا اور اگر تم اُسکو متناہی مانو تو دوسرے کا حدوث اور پہلے کا ختم ثابت ہو گیا سب نے جواب دیا کہ ہے تو ایسا ہی آنحضرتؐ نے فرمایا تمہاری سمجھ کے موجب یہ عالم قدیم ہے حادث تو نہیں ہے مگر اِس مضمون کا تم ایک معنی میں اقرار کر چکے ہو اور ایک معنی میں انکار کر چکے ہو۔ سب نے عرض کی بیشک۔ تب جناب محمد مصطفےٰ نے فرمایا ہم دیکھ رہے ہیں کہ عالم میں بعض چیزیں ایسی ہیں جو دوسری چیزوں کی محتاج ہیں جبتک وہ اُنسے نہ ملائی جائیں وجود اور قیام اُنکا نہیں ہو سکتا مثلاً مکان ہی کو دیکھیے کہ اُسکے بعض اجزاء بعض کے محتاج ہیں جبتک وہ سب نہ ہوں مکان نہیں بن سکتا اور نہ وہ مضبوط اور مستحکم ہو سکتا ہے۔ اِسی طرح عالم کی تمام چیزوں کو آپس میں

ایک کو دوسرے کا محتاج پاتے ہو پس جبکہ یہ عالم جس کا بعض حصہ ضعیف دوسرے حصۂ قوی کا محتاج ہے تمہارے نزدیک قدیم ہے تو اب بتاؤ کہ اگر عالم حادث ہوتا تو وہ کیسا ہوتا اور اُسکی کیا صفت ہوتی؟ یہ سُنکر وہ سب کے سب مبہوت ہو گئے اور اُنہوں نے سمجھ لیا کہ جو صفت حادث کی ہونی چاہیئے یعنی احتیاج وہ اِس عالم کے کل اجزا میں موجود ہے جسے ہم قدیم سمجھے ہوئے ہیں پس کچھ جواب نہ بن پڑا اور کہا ہم اِس میں غور کرلیں تب آپ سے بات چیت کرینگے۔ پھر جناب رسولِ خدا ثنویّہ فرقہ کی طرف مُلتفت ہوئے جنہوں نے یہ دعوٰے کیا تھا کہ نور اور ظلمت دونوں مدبّر ہیں اور فرمایا تم لوگ نور و ظلمت کو کس دلیل سے مدبّر عالم مانتے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا۔ بات یہ ہے کہ ہمنے عالم کو دو طرح پر پایا۔ خیر اور شر۔ اور پھر خیر و شر کو آپس میں ایک دوسرے کی ضد پایا پس ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ فاعل ایک ہو پھر وہ ایک کام بھی کرے اور اُسکی ضد بھی بلکہ لازم یہ ہے کہ ہرایک کا فاعل جُداگانہ ہو۔ کیا آپ کی سمجھ میں نہیں آتا کہ برف ٹھنڈا ہے مگر ممکن نہیں کہ برف کی ہیئت باقی رہے اور گرم ہوجائے۔ اِسی طرح آگ گرم ہے تو محال ہے کہ آگ باقی رہکر ٹھنڈک پہنچائے اِس سے ہمنے اِنہیں سے ہرایک کے لیے جُداجُدا دو صانع قدیم کہ وہ نور اور ظلمت ہیں مان لیے جناب رسولِ خدا نے اُن سے فرمایا کہ آیا تم سیاہی۔ سفیدی۔ سرخی۔ زردی اور سبزی نہیں پاتے اور نہیں دیکھتے کہ اِن میں سے ہرایک اور سب کی ضد واقع ہوا ہے کہ اِن میں سے کوئی دو ایک جگہ جمع ہو ہی نہیں سکتے جیسے کہ گرمی اور سردی ایک دوسری کی ضد ہیں اور ایک جگہ میں اُن کا اکٹھا ہوجانا محال ہے۔ سب نے عرض کی بیشک ہے تو ایسا ہی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تو آیا تم نے ہر ہر رنگ کے لیے ایکایک صانعِ قدیم تسلیم کرلیا ہے کہ وہ اِن مختلف رنگوں میں سے کسی ایک کا تو فاعل ہو اور جو دوسرے رنگ اُسکی ضد آنکر پڑے ہیں اُنکا فاعل نہو۔ اسپر وہ سب چپ رہ گئے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بھلا اِس نور اور ظلمت میں اتفاق کیونکر ہوا؟ حالانکہ ایک بالطبع بلندی کی طرف مائل ہے اور دوسرا پستی کی طرف کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں آتی ہے کہ ایک شخص تو مشرق کی طرف رُخ کرکے چلنا شروع کرے اور دوسرا مغرب کی طرف اور دونوں اپنی اپنی سیدھ پر چلتے بھی رہیں تو آیا کبھی اُنکی مُٹ بھیڑ ہوگی؟ سب نے کہا کبھی نہیں فرمایا تو اِس سے تمکو ماننا لازم ہوگیا کہ نور اور ظلمت کبھی مل ہی نہیں سکتے پھر یہ عالم ایسوں کے میل سے کیونکر پیدا ہوگیا جنکا ملنا ہی محال ہو (بجائے اِسکے کہ یہ دونوں تمام عالم کے مُدبّر اور خالق ہوتے یہ ثابت ہوتا ہے کہ) یہ دونوں کے دونوں مخلوق ہیں اور کوئی ایسا مُدبّر موجود ہے جو اِن دونوں کی بھی تدبیر کرتا ہے اب تو وہ سب (گھبراکر) بولے ہم اپنے معاملہ (اعتقاد) میں غور کرینگے۔ پھر جناب رسولِ خدا مشرکینِ عرب کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا کہ بھلا تم لوگ خدا کو چھوڑ کر بُتوں کو کیوں پوجتے ہو؟ اُنہوں نے عرض کی صرف اِسلیے کہ اِس ذریعہ سے ہم خدا کا تقرّب حاصل کریں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آیا یہ بُت اپنے پروردگار کا حکم سُنتے۔ اُسکے احکام کی اطاعت کرتے اور اُسکی عبادت کرتے ہیں کہ تم اُن کی تعظیم کرنے کے سبب سے خدا کا تقرّب حاصل کرلوگے؟ اُنہوں نے عرض کی ایسا تو نہیں ہے فرمایا

عـہ قدیم فزیکل جیوگرافی (جغرافیۂ طبعی) کے مطابق ہے اور کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِہِمْ کے ماتحت۔

آیا تم ہی تو ان کو اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو؟ (عرض کی جی ہاں۔ فرمایا) اس صورت میں اگر یہ عبادت کرسکتے تو بجائے اسکے کہ تم ان کی پرستش کرو یہ زیادہ موزوں ہوتا کہ یہ تمہاری پرستش کرتے۔ کیونکہ جو تمہاری مصلحتوں سے واقف اور انجام کار سے آگاہ ہے اور جس چیز کا بھی تمکو حکم دیتا ہے وہ حکمت سے خالی نہیں ہوتا اُس نے تو تم کو ان کی تعظیم کا کوئی حکم دیا نہیں جناب امیر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ نے یہ فرمایا تو اُن میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ بعض تو اُن میں سے یہ کہنے لگے کہ اللہ تعالےٰ نے اِس صورت کے آدمیوں کے جسم میں حلول فرمایا تھا۔ پس ہم نے تعظیماً یہ صورتیں بنائی ہیں تاکہ اُن صورتوں کی ہم تعظیم کرسکیں جنہیں ہمارے پروردگار نے حلول فرمایا تھا۔ دوسرے بولے کہ یہ پہلے بزرگوں کی صورتیں ہیں جو ہم سے قبل اللہ تعالےٰ کے مطیع بندے تھے پس ہم نے صرف خدا کی تعظیم کے لیے اُن کی صورتیں بنائی ہیں اور ہم اُن کی پرستش کرتے ہیں اور اُن میں سے ایک گروہ نے یہ کہا کہ جب اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السّلام کو پیدا کیا اور فرشتوں کو اُن کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا (تو بھلا ہم سجدہ کیسے نہ کریں؟) ہم تو فرشتوں کی بہ نسبت اِس کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں کہ آدم علیہ السّلام کو سجدہ کریں اور چونکہ ہم اُن کو نہ پاسکے لہٰذا ہم نے اُن کی صورت بنالی اور فقط قربت خدا حاصل کرنے کے لیے ہم اُسی (صورت) کو سجدہ کرتے ہیں جیسا کہ فرشتوں نے قربت خدا حاصل کرنے کے لیے خود آدم علیہ السّلام کو سجدہ کیا تھا اور جیسا کہ آپ اپنے خیال میں یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کو مکّہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور آپ سجدہ کرتے ہیں پھر آپ نے مکّہ کے سوا اور شہروں میں محرابیں بنالی ہیں جن کی طرف آپ لوگ کعبہ کی طرف سجدہ کرنے کی نیّت سے سجدہ کرتے ہیں وہ سجدہ آپکا اُن محرابوں کو نہیں ہوتا۔ نیز کعبہ کی طرف بھی آپ کا سجدہ خدا کو سجدہ کرنے کی غرض سے ہوتا ہے نہ کہ خود کعبہ کی طرف سجدہ کرنے کی غرض سے۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا۔ تم سب سے حقیقی راستہ سمجھنے میں چوک ہوئی اور تم سب گمراہ ہوگئے۔ اب حضرتؐ اُن کی طرف متوجّہ ہوئے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ خدا تعالےٰ نے بعض مردوں کی صورت میں حلول فرمایا تھا اور اُن کی ہی صورتیں تھیں جو ہم نے تعظیماً بنالی ہیں تاکہ ہم اُن صورتوں کی بزرگی کرسکیں جن میں ہمارا پروردگار حلول کرچکا ہے اور اُن سے ارشاد فرمانے لگے کہ تم نے تو اپنے پروردگار میں مخلوقات کی سی صفتیں ثابت کردیں۔ آیا تمہارے پروردگار کا کسی چیز میں حلول کرنا بغیر اِس کے ثابت ہوسکتا ہے کہ وہ اُس چیز میں پورا سما گیا ہو اور اُس چیز نے پورا پورا اُسے گھیر لیا ہو (اُنہوں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا) تو پھر خدا میں اور اُن چیزوں میں جو کسی جسم میں حلول کیے ہوئے ہیں جیسے رنگ ہے۔ ذائقہ ہے۔ بُو ہے۔ نرمی ہے۔ سختی ہے۔ بھاری پن ہے۔ ہلکا پن ہے۔ اِن سب میں فرق کیا ہے؟ جس جسم میں حلول کیا گیا ہے یہ حادث کیوں ہے قدیم کیوں نہ ہوا؟ مناسب تو یہ تھا کہ حلول کرنے والا حادث ہوتا اور جس میں حلول کیا ہے وہ قدیم اور جو حلول کرنے سے پہلے موجود تھا وہ ایسی چیز کا محتاج کیوں ہوا جو حلول کرے۔ اور یہ تم جانتے ہی ہو کہ خدائے عزّ وجل پہلے سے موجود تھا

اب جبکہ تم نے اُس میں حلول وغیرہ حادث چیزوں کی صفتیں تسلیم کرلیں تو تمکو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ وہ کبھی نہ کبھی
زائل بھی ہوجائے اور جس میں تم نے زائل ہونے کی اور حادث ہونے کی صفتیں مان لیں تو اُسکا تمکو
فانی ہونا بھی ماننا پڑیگا اسلیے کہ جو حلول کرتا رہتا ہے وہ اور جسمیں حلول کرتا رہتا ہے وہ اُن دونوں کےلیے فنا لازم
ہے اور یہ صفتیں ذاتِ باری کے سوا اوروں ہی کے لیے سزاوار ہوسکتی ہیں اور اگر کہیں یہ جائز ہو
کہ ذاتِ باری کسی چیز میں حلول کرکے متغیر ہوسکتی ہے تو یہ بھی جائز ہوگا کہ اُس میں اور تغیرات بھی جاری
ہوسکتے ہیں یعنی ممکن ہے کہ وہ حرکت کرے۔ ساکن ہوجائے۔ کالا ہوجائے۔ گورا ہوجائے۔ سُرخ
ہوجائے۔ زرد ہوجائے۔ اور یکے بعد دیگرے اُس میں وہ سب صفتیں پیدا ہونے لگیں جو اُن چیزوں میں ہوا کرتی
ہیں جن کو تم اُن صفتوں سے موصوف کرتے ہو۔ یا یوں کہو کہ مخلوق کی کُل صفتیں خالق میں آجائیں اور
وہ خود ہی حادث ہوجائے۔ خدا تعالےٰ کی شان اِس لغو اعتقاد سے کہیں ارفع ہے۔ پھر جناب رسولِ خدا
نے فرمایا کہ جب تمہارا یہی خیال باطل ثابت ہوا کہ خدا تعالےٰ کسی چیز میں سما سکتا ہے تو وہ چیز تو
گئی گزری ہوئی جس چیز پر تم نے اپنے قول کی بنیاد رکھی تھی (آیا اب تمہیں کچھ اور کہنا ہے؟)
جناب امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تو بالکل خاموش ہوگئے اور عرض کرنے لگے
کہ ہم اپنے اعتقادات میں پھر غور کرینگے۔ اِسکے بعد آنحضرت دوسرے گروہ کی طرف متوجہ ہوئے اور
اُن سے فرمایا کہ تم ذرا سمجھکر اپنی حالت بیان کرو۔ جب تم نے اُن لوگوں کی صورت کو پوجنا شروع
کیا جو خدا کی عبادت کیا کرتی تھیں تو تم نے اُن کیلیے سجدہ بھی کیا اور اُنکی نماز بھی پڑھی اور اُن کے سامنے
تم نے عزت دار چہروں کو خاک پر بھی رکھدیا تو بتاؤ تم نے خداوند عالم کے لیئے کیا چیز باقی رکھی؟
آیا تم یہ نہیں جانتے کہ جس کی تعظیم و عبادت لازم ہو اُس کے حقوق میں ہے ایک حق یہ بھی ہے کہ اُسکے غلام
کو اُس کے برابر نہ کیا جائے؟ آیا تمہاری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ اگر تم کسی بڑے بادشاہ کو تعظیم اور
خضوع و خشوع کرنے میں اُس کے غلام کے برابر کردو تو وہ تم پر اِسکا الزام قائم نہ کریگا کہ بڑے کی
بڑائی کرنے میں تم نے کمی کی اور چھوٹے کو بڑھا دینے میں زیادتی کی۔ اُنہوں نے عرض کی بیشک ایسا ہی
ہے۔ فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ جب تم خدا تعالےٰ کی بزرگی کے خیال سے اُسکی اطاعت کرنیوالے
بندوں کی صورت کی اتنی ہی تعظیم کرتے ہو تو خود پروردگارِ عالم کی اُتنی ہی تحقیر کرتے ہو۔ یہ سنکر وہ لوگ
خاموش ہوگئے اور کہنے لگے کہ ہم اپنے (معتقدات کے) معاملہ میں غور اور فکر کرینگے۔ پھر جناب
رسولِ خدا نے تیسرے گروہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم لوگوں نے ہمارے لیئے مثل بیان کی اور
اپنے آپکو ہمارے مانند ٹھہرایا حالانکہ ہم تم برابر نہیں ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ہم تو اللہ کے بندے ہیں
اُسی نے ہم کو پیدا کیا اور وہی ہم کو روزی دیتا ہے جس چیز کا وہ ہم کو حکم دیتا ہے ہم اُسپر چلتے ہیں اور
جس بات سے وہ ہم کو روکتا ہے اُس سے ہم باز رہتے ہیں جس حیثیت سے وہ چاہتا ہے ہم اُسکی

عبادت کرتے ہیں اب اگر اُس نے مختلف صورتوں میں سے کسی خاص صورت کا حکم دیا تو اُس کی
اطاعت کرینگے اور دوسری صورت کی طرف جس کے بارے میں ہم کو کوئی حکم نہ دیا ہو خود بخود نہ
دوڑ پڑینگے اِس لیے کہ ہم یہ نہیں جانتے کہ جیسا اُس نے ایک صورت کی ہم سے خواہش کی ہے وہ دوسری
صورت کو بھی پسند کرتا ہو ممکن ہے کہ دوسری اُسے ناپسند ہو۔ اب وہ ہم کو اس بات سے منع کرچکا
ہے کہ ہم بلا حکم خود بخود کسی بات میں پہل کر بیٹھیں۔ جب اُس نے ہم کو یہ حکم دیا کہ کعبہ کی طرف
رُخ کرکے اُسکی عبادت کیا کریں ہمنے تعمیل کی۔ پھر جب اُس نے ہم کو یہ حکم دیا کہ جن شہروں میں
بھی ہم ہوں اُسکی عبادت کرتے وقت کعبہ کی طرف رُخ کیا کریں ہم نے اِس کو مان لیا لہٰذا ہم کسی حال
میں اور کسی جگہ اُسکی حکم کی اطاعت سے باہر نہیں ہیں۔ اب تم غور کرو کہ جب خدائے عزّ وجلّ نے خود حضرت آدم
کی طرف سجدہ کرنیکا حکم دیا تھا تو اُنکی مورت کی طرف سجدہ کرنیکا حکم تو نہیں دیا کیونکہ وہ یقیناً
آدمؑ نہیں ہیں اور تمہارا یہ کام نہیں کہ تم ایک کا قیاس دوسرے پر کرلو اِس لیے کہ تم یہ نہیں جانتے کہ شاید
خدائے تعالےٰ کو تمہارا یہ فعل ناپسند ہو کیونکہ اُس نے تم کو اِسکا حکم تو دیا ہی نہیں ہے پھر جناب رسولِ خدا
نے اُن سے فرمایا کہ آیا تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اگر ایک شخص تم کو اپنے گھر میں کسی مقررہ
دن میں آنیکی اجازت دے تو تم کو یہ حق بھی حاصل ہو جائیگا کہ اُسکے گھر میں اُسکی اجازت بغیر اور
دنوں میں بھی جا گھسو؟ یا تمہیں یہ منزلت حاصل ہو جائیگی کہ اُسکے اور گھروں میں بغیر اُسکے حکم کی چلے جاؤ
یا مثلاً کوئی شخص تم کو اپنے کپڑوں میں سے ایک کپڑا دیدے یا اپنے غلاموں میں سے ایک غلام تم کو
بخشدے یا اپنی سواری کے جانوروں میں سے ایک جانور تم کو عطا کردے تو آیا تمکو یہ حق حاصل
ہو جائیگا کہ اُسے لیلو اور اگر اُسے نہ پاسکو تو اُسکی صورت کا دوسرا بھی لے لوگے؟ اُنہوں نے
عرض کی کہ نہیں۔ ایسا تو نہیں ہوسکتا۔ اسلیے کہ جیسی اجازت اُسنے ہمکو پہلی چیز کی دی تھی ویسی اجازت
دوسری کی تو نہیں دی۔ فرمایا یہ تو بتاؤ آیا خدائے تعالےٰ کا حق اِس بات میں زیادہ ہے کہ اُس کی
مِلک میں بغیر اُسکی اجازت کی تصرف نہ کریں یا بعض بندوں کا؟ اُنہوں نے عرض کی کہ نہیں خدا کا
حق اِس بات میں زیادہ ہے کہ اُسکی مُلک میں بغیر اُس کے حکم اور اِذن کے کوئی تصرف نہ کیا جائے۔
فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور تم کو کس نے حکم دیا کہ تم مورتوں کو سجدہ کیا کرو جناب
امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ سُنکر وہ لوگ خاموش ہو رہے اور کہنے لگے کہ ہم اپنے معاملات اعتقادات
میں پھر غور اور فکر کرینگے۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اُسی کی قسم جس نے
ہمارے نبیؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا تین دن گزرنے سے پہلے پہلے پچیس[۲۵] آدمی یعنی ہر گروہ میں سے
پانچ پانچ جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور داخل دائرۂ اسلام ہو گئے اور عرض
کرنے لگے کہ اے محمدؐ ہم نے کسی کی حجت ایسی نہیں دیکھی جیسی کہ آپ کی اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً

اللہ کے رسول ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسی بات پر خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ (دیکھو صفحہ ۲۰۳ سطر ۴) کہ اس میں ان تینوں گروہوں کا رد موجود ہے خداوند تعالےٰ نے جو یہ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تو یہ فرقۂ دہریہ کا رد ہوگیا۔ جن کا دعوےٰ یہ تھا کہ اشیاء کی ابتدا ہی نہیں ہے یہ ہمیشہ سے یوں ہی چلی آتی ہیں اور پھر جب فرمایا وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ تو یہ فرقۂ ثنویہ کا رد ہوگیا جن کا قول یہ تھا کہ نور اور ظلمت دونوں ملکر اس عالم کے مدبر ہیں پھر جب یہ فرمایا ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ یہ مشرکین عرب کا رد ہوگیا جو یہ کہتے تھے کہ ہمارے بت ہی معبود ہیں۔ پھر خدائے تعالےٰ نے سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ نازل فرمایا جس میں اُن سب لوگوں کا رد موجود ہے جو خداوند تعالےٰ کا شریک اور سہیم قرار دیتے ہیں جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پھر حضرتؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم اِيَّاكَ نَعْبُدُ کہا کرو جس کا یہ مطلب ہے کہ ہم تجھ خدائے یکتا کی عبادت کرتے ہیں نہ تو ہم دہریوں کی سی باتیں بناتے ہیں کہ چیزوں کی ابتدا ہی کو نہ مانیں اور اُن کو دائمی جانیں اور نہ ہم ثنویہ کا قول مانتے ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ نور اور ظلمت دونوں مدبران عالم ہیں اور نہ مشرکوں کا قول تسلیم کرتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بت ہمارے معبود ہیں خدایا ہم تیرا شریک کسی چیز کو نہیں ٹھہراتے اور تیرے سوا کسی دوسرے کو معبود نہیں مانتے جیسا کہ یہ کفار کہتے ہیں اور تیری شان میں وہ باتیں نہیں بناتے جیسا کہ یہود اور نصاریٰ بکتے ہیں کہ تیرے لیے کوئی بیٹا ہوگیا۔ تیری شان اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۳۰۵

احتجاج میں جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اُن لوگوں نے یہ چاہا کہ قرآن میں ایسی باتیں بڑھا دی جائیں جو خدا نے نہیں فرمائی ہیں تاکہ مخلوق خدا پر اصلی بات پوشیدہ ہو جائے۔ پس خدا نے اُن کے دلوں کو اندھا کر دیا اور اُنھوں نے اُس میں ایسا کچھ باقی رہنے دیا جس سے اس کا پتہ چلنا آسان ہوگیا کہ اُنھوں نے اُس میں کیا کیا احداث کیا اور کیا کیا کم کر دیا (بڑھا تو کچھ بھی نہ سکے) اُنھی جناب سے منقول ہے کہ جو لوگ کتاب خدا کے ظاہر و باطن پر عمل کرتے ہیں اور اُس کے احکام کو قائم رکھتے ہیں وہ ایسے درخت سے پیدا ہوئے ہیں جس کی اصل نہایت مضبوط اور محکم ہے شاخیں اُسکی آسمان میں ہیں۔ ہر وقت وہ باردر رہتا ہے یعنی علوم کے میوے لوگوں کے ہاتھ آتے ہیں اور اُن کے دشمن جو اپنے منھ سے خدا کا نور بجھانے کا قصد کر رہے ہیں شجرۂ ملعونہ سے اُن کی خلقت ہے مگر خدا کو تو یہی منظور ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کر دے۔ الاکمال میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح فرعون نے حضرت موسےٰؑ کی تلاش میں حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کرا دیے تھے

اُسی طرح بنی اُمیہ اور بنی عباس نے جبکہ اُن کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ قائم آلِ محمدؐ کی وجہ سے اُن کے جابروں کی سلطنت مٹی میں مل جائے گی تو اُنہوں نے قائم آلِ محمدؑ کی طرف سے اپنے دلوں میں عداوت قائم کرلی ہے اور اہلبیتِ رسولؐ کے قتل پہ تلواریں اُٹھائی ہیں اِس ارادے سے کہ نسل اُنکی قطع ہو جائے اور اُن کے زُمرہ میں قائم آلِ محمدؑ بھی مارے جائیں۔ مگر خدا کو منظور نہیں ہے کہ کسی دشمن پہ قائم آلِ محمدؐ کا حال ظاہر ہو یہاں تک کہ وہ اپنے نور کو کمال بخشے اگرچہ مشرکوں کو بُرا لگے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۳ متعلق صفحہ ۳۰۵

کافی میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے منقول ہے کہ مطلب اِس آیت کا یہ ہے کہ خدا نے رسولؐ کو حکم دیا کہ اپنے وصی کی ولایت ظاہر کردیں ولایت سے مراد دینِ حق ہے جو قائم آلِ محمدؐ کے زمانۂ ظہور میں تمام دینوں پر غالب آجائیگا خدائے تعالےٰ ولایتِ قائمؑ کو ولایتِ علیؑ کے ذریعہ سے پورا کردیگا اگرچہ کافر بُرا مانیں کسی نے عرض کیا اے مولا کیا اِس آیت کا یہی مطلب ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں۔ اُسی کتاب میں حضرت موسےٰ علیہ السّلام کی مناجات میں ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت موسےٰؑ سے جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے ذکر میں فرمایا۔ میں اپنے کلمات کو ضرور پورا کرونگا اور اپنے دین کو سب دینوں پر غالب کردونگا یہاں تک کہ ہر مکان میں میری عبادت کی جائیگی۔ احتجاج میں جنابِ امیرالمومنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اُن جناب نے فرمایا "صاحب الامرؑ ایک عذر کی وجہ سے غائب ہو جائیں گے اُس وقت میں لوگوں کے قلوب فتنے برپا کریں گے یہاں تک کہ آدمیوں میں سے جو سب میں زیادہ اُن کا قرابت دار ہوگا وہ اُن کا سخت دشمن ہو جائیگا اُس وقت خدا تعالےٰ اُن کی ایسے لشکر سے مدد کریگا جس کو تم نہ دیکھو گے اور اپنے پیغمبرؐ کے دین کو خدا اُن کے ہاتھ سے سب دینوں پر غالب کردیگا اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہو" تفسیر مجمع البیان میں اِس آیت کی تفسیر میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ دینِ محمدی کا غلبہ اُس وقت ہوگا کہ جب مہدیٔ آلِ محمدؐ ظاہر ہوں گے اُس زمانے میں کوئی ایسا باقی نہ رہیگا جو جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی رسالت کا اقرار نہ کرے۔ اکمال اور تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہمارا قائم اپنے رعب و دبدبہ سے مظفر و منصور ہوگا۔ مددِ غیبی سے اُس کی نصرت کی جائیگی زمین اُس کے واسطے سمٹ جائیگی (کہ جہاں چاہیں گے دم بھر میں چلے جائیں گے) زمین کے خزانے اُن پر ظاہر ہو جائیں گے اُن کی سلطنت مشرق سے مغرب تک پہنچیگی اُن کے ذریعہ سے خدا اپنے دین کو سارے دینوں پر غالب کردیگا۔ کوئی ویرانہ ایسا نہ رہیگا جہاں آبادی نہ ہو جائے۔ عیسےٰ روح اللہ بن مریمؑ نازل ہوں گے اور اُن حضرتؑ کے پیچھے نماز پڑھینگے *

ضمیمہ نوٹ نمبر۴ متعلق صفحہ ۳۰۵

تفسیر قمی میں اُس حدیث کا بقیہ جسے ہم سورۂ بقرہ میں بیان کر چکے ہیں (دیکھو صفحہ ۲۰ نوٹ نمبر۱) یہ ہے کہ عثمان ابن عفان نے کعب الاحبار سے دریافت کیا کہ ای ابو اسحاق تم اس مسئلہ میں کیا کہتے ہو۔ ایک شخص نے واجب ہونیکے بعد اپنے مال کی زکوٰۃ دیدی اب بتاؤ کہ پھر بھی اُس کے ذمہ کچھ رہا؟ کعب نے جواب دیا کہ پھر اگرچہ وہ چاندی سونے کی اینٹیں بھی بنا کر رکھ لے تب بھی اُس پر کچھ نہیں۔ حضرت ابوذر غفاری (جو اتفاق سے اُس وقت وہاں موجود تھے) اپنا عصا اُٹھا کر کعب کے سر پر دے مارا اور فرمایا اے یہودیہ کافرہ کے جنے تیری بھی اتنی مجال ہوگئی کہ تو مسلمانوں کے احکام میں دخل دینے لگا خدا کا قول تیری بکواس سے کہیں زیادہ سچا ہے تو نہیں جانتا کہ خداتعالےٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ط خدا نے اپنے رسولؐ کو خبر دی ہے کہ جو لوگ سونا یا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اُسے راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے اُنہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دو۔

قول مترجم سبحان اللہ چشم بد دور!! خلیفۂ رسول کہلائیں اور ایک چھوٹا سا مسئلہ دوسروں سے پوچھتے پھریں۔ قرآن تک یاد نہ تھا نہ اُس کی کوئی منزلت سمجھتے تھے جبھی تو یہ گت بنائی کہ کہیں کی آیت کہیں لا ڈالی اُس پر یہ ستم کہ بہت سے نسخے آگ میں رکھکر جلا دیے۔

تفسیر مجمع البیان میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ درہم ہوں یا دینار (یعنی روپیے ہوں یا اشرفی) جب گنتی میں چار ہزار سے زیادہ ہوں تو وہ کنز کے حکم میں ہیں خواہ اُن کی زکوٰۃ دیگئی ہو یا نہ دیگئی ہو۔ جو اس تعداد سے کم ہوں وہ سامانِ خرچ سمجھا جائیگا۔ تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اِس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تھا تو اُن حضرتؑ نے فرمایا کہ دو ہزار درہم (روپیے) سے جو زیادہ ہو تو وہ اِس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ امالی میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو جنابِ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دیگئی ہو وہ کنز میں داخل نہیں ہے گو ساتوں زمینوں کے نیچے تک چلا جائے اور جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو وہ کنز ہے گو زمین کے اوپر ہی ہو۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہمارے شیعوں کو اجازت ہے کہ اُن کے پاس جو کچھ ہے اُسے نیک کاموں میں صرف کرتے رہیں مگر جب قائم آلِ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہو جائینگے تو پھر صاحب خزانہ پر خزانہ کا اپنے پاس رہنے دینا حرام ہو جائیگا اُسی وقت اُس کو لازم ہوگا کہ اپنے خزانہ کو اُن حضرتؑ کی حضور میں پہنچا دے تاکہ وہ حضرتؑ اُسے اپنے دشمنوں کے برخلاف کام میں لاسکیں۔ اور خداتعالےٰ کے اِس قول وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ

سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ کا یہی مطلب ہے۔

قول صاحب تفسیر صافی - ظاہرا روپیہ کی چار حدیثوں میں اختلاف ہے ان میں موافقت پیدا کرنیکے لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حقوق واجب ادا کرنیکے بعد کسی غرض صحیح کے لیے دو ہزار یا چار ہزار تک جمع کرلینا جائز ہے اور منجملہ حقوق کے حق امام بھی ہے جبکہ امام ظاہر ہو اور اُس میں کُل وہ حصۂ مال داخل ہے جو صاحب مال کی واجبی ضرورت سے زائد ہو۔

قول مترجم - مومنین کو زکوٰۃ تو اُس طرح ادا کرنی چاہیے جس طرح جناب امام جعفر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظاہری اور باطنی زکوٰۃ ادا کرنیکی ہدایت فرمائی اور اس پر بھی بچ رہے اور جمع کرنے ہی کا شوق ہو تو غرض صحیح یہ مدنظر رکھیں کہ جناب صاحب الامر علیہ السلام تشریف لائے اور ہم نے اُن کی خدمت بابرکت میں پہنچایا تاکہ وبال و نکال سے محفوظ رہیں اور اجر و ثواب کے مستحق ہوں۔ امالی میں ہے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کی انتڑیاں دوزخ کی آگ میں کھینچی جائینگی۔ نیز منقول ہے کہ کسی شخص نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے درہم و دینار (روپیہ اشرفی) کے بارے میں دریافت کیا کہ اے مولا کسی کے پاس زیادہ ہو جائیں تو وہ کیا کرے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ درہم و دینار (روپیہ اشرفی) زمین پر خدا کی مہریں ہیں جو خدا نے زمین پر اپنی مخلوق کی اصلاح حالت۔ درستی شان اور اغراض صحیح پورا کرنیکے لیے مہیا فرمائی ہیں جس کے پاس یہ کثرت سے ہوں اور وہ اُن میں خدا تعالٰے کے حقوق سمجھے اور وہ اُن کی زکوٰۃ وغیرہ باقاعدہ نکالے تو اُس نے خدا کا مقصد پورا کردیا اور جو مال بچا وہ اُسکے لیے حلال ہے اور جس کے پاس مال بہ کثرت ہو اور وہ کنجوسی اختیار کرے اور خدا کے حقوق اُس میں سے نہ ادا کرے۔ مکان اونچے اونچے بنوائے تو وہ عذاب خدا کا مستحق ہوگا۔ اور اُسی کے بارے میں خدا تعالٰے نے یہ وعید فرمائی ہے يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ٥ (دیکھو صفحہ ۳۰۶ سطر ۱) تفسیر قمی میں ہے کہ خدا نے سونا چاندی (روپیہ اشرفی) کا خزانہ جمع کرنا حرام قرار دیا ہے اور اُن کو راہ خدا میں صرف کرنیکا حکم دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ الخ۔ التہذیب میں انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جس بندے کی خیر و خوبی خدا کو منظور ہو اُس کو تین ہزار درہم بھی ایک دم نہیں دیتا۔ نیز فرمایا کہ کوئی شخص دس ہزار درہم محض حلال کی حلال سے جمع نہیں کرسکتا سوائے اُس کے جو لوگوں کا خائن ہو اور جب کسی شخص کو بقدر ضرورت روزی بھی ملتی ہو اور عمل خیر کی بھی توفیق عطا ہوئی ہو تو اُس کے لیے اللہ نے دنیا و آخرت کی خیر (و خوبی) کو جمع کردیا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت ابوذر غفاری مُلک شام میں تھے اور روزانہ صبح سویرے

بلند آواز سے فرمایا کرتے تھے کہ اے خزانہ والو! تم کو خبردار رہنا چاہیے کہ روزِ قیامت اسی سونے چاندی سے پیشانیاں داغی جائینگی پہلو داغے جائیں گے کمروں پر داغ لگائے جائینگے۔ یہاں تک کہ آگ کی حرارت شکموں میں بھڑکنے لگے گی۔

قول مترجم۔ اِس منادی کرنے کے باعث حضرت ابوذرِ غفاری علیہ الرحمہ اور عثمان کے درمیان جو واقعہ گزرا اُس کے لیے دیکھو قرآن مجید مترجم کا صفحہ ۲۰ نوٹ نمبر ۱ معہ ضمیمۂ متعلقہ۔

ضمیمۂ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۳۰۷

قول مترجم۔ اِس آیت میں لفظِ مَعَنَا میں ضمیر تثنیہ کی ہے یا جمع کی اِس لیے کہ متکلم کی ضمیر میں تثنیہ اور جمع میں کوئی فرق نہیں ہوتا پس اگر ضمیر تثنیہ کی مانی جائے تو اُن دو سے مُراد جناب محمد مصطفٰےؐ اور جناب علیؑ مرتضٰےؑ ہیں اِس لیے کہ ظاہر بظاہر یہی دونوں معرضِ خطر میں تھے بستر پر ہوں تو غار میں ہوں تو کیونکہ ابوبکر گو بظاہر مسلمان تھا اور اپنی اسی مسلمانی کے پیچھے معہ اپنے سامان بزازہ کے ہجرت اولے میں جانے والے مسلمانوں کے ساتھ حبشہ جانے کے لیے تیاری کرچکا تھا کہ ابن الدغنہ رئیس قبیلہ نے جو مشرکین قریش کا حلیف دہم سوگند قبیلہ تھا اُس کو امان دیدی تھی اور اسی امان کے بھروسہ پر یہ ہجرت توڑ کر چلا آیا تھا اور مکہ میں دندناتا پھرتا تھا اسلیے کہ رسمِ جاہلیت کے بموجب اگر کسی قبیلہ کا رئیس کسی شخص کو امان دیدیتا تھا تو اسکے حلیف قبیلہ کے ہر متنفس کو بھی اُس کی امان کا پاس کرنا پڑتا تھا اس حیثیت سے ابوبکر کو ابن الدغنہ کی معیت حاصل تھی اور مشرکین قریش سے اُسے کسی طرح کا دغدغہ اور خطرہ نہ تھا اگر گرفتار بھی ہوجاتا تو اس کا بال بیکا نہ ہوتا بس حق جو دغدغے اور خطرہ میں تھے اُنہی کو کسی زبردست کی معیت اور امان کی ضرورت تھی وہ سب سے زبردست اور سب کا حقیقی محافظ اللہ ہی جسکی معیت جناب محمدؐ مصطفٰےؐ اور جناب علیؑ مرتضٰےؑ کو اس وجہ سے حاصل تھی کہ وہ دونوں مقدس بزرگوار بخلوص اُسی کے کام میں لگے ہوئے تھے۔ جسے خدا کی معیت حاصل ہو وہ آنِ واحد کے لیے کسی دوسرے کا بندہ اور پرستار ہو ہی نہیں سکتا۔ مثال کے لیے ملاحظہ کیجیے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا قول جسے خدا تعالےٰ نے نقل فرمایا ہے اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۸۹ سطر ۱۴) یہ اُس وقت فرمایا ہے جبکہ موسےٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ہمراہ لیکر چل کھڑے ہوئے ہیں اور فرعون اپنے لشکروں کو ہمراہ لیکر اِن کو گرفتار کرنے کے ارادہ سے تعاقب کرتے کرتے اتنا قریب آپہنچا ہے کہ موسےٰ علیہ السّلام کے اصحاب نے فرعون کو اور اُس کی جمعیت کو دیکھ بھی لیا اور بول اُٹھے کہ ہم اب گرفتار ہوئے جاتے ہیں مگر معیتِ خدا ایسی چیز ہوتی ہے کہ نہ موسےٰؑ مرعوب ہوئے نہ مضطر و مضطرب بلکہ کمالِ ثباتِ قدمی سے دوسروں کا بھی اطمینان کر دیا کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ ضرور میری رہبری فرمائیگا اور ضمناً یہ مطلب بھی تھا کہ اگر تم میرے ساتھ رہے تو ہرگز اُس موذی کے پنجے میں نہ پھنسنے پاؤگے چنانچہ ایک بھی اُسکے ہاتھ

نہ پڑا یہاں بھی وہی ماجرا درپیش ہے ڈھونڈنے والے غار کے دروازے تک جا پہنچے مگر چونکہ جناب رسولِ خدا کو معیتِ خدا حاصل تھی نہ کوئی آنحضرتؐ تک پہنچا نہ کوئی آنحضرت کو پاسکا۔ ابوبکر جو جناب رسولِ خدا کے ساتھ تھا وہ بھی آنحضرتؐ کی برکت سے مشرکین کے ہاتھ میں پڑنے سے ویسا ہی محفوظ رہا جیسا کہ موسےٰؑ کے منافق اصحاب فرعون کے ہاتھ میں پڑنے سے موسےٰؑ کی برکت سے بچ گئے تھے (موسےٰ علیہ السّلام کے اصحاب کیسے تھے۔ اسکے لیے دیکھو صفحہ ۱۷۵ سطر ۸ تا صفحہ ۱۷۶ سطر ۱) اُن کا قول اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ جو خدا تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں نقل فرمایا ہے (دیکھو صفحہ ۱۸۹ سطر ۱۴) اور ابوبکر کا قول جو احادیث وسیر و تواریخ میں پایا جاتا ہے بالکل یکساں ہے حضرت موسےٰؑ کے ساتھ میں حضرت ہارونؑ ایسے تھے کہ ہر طرح اُن کے تابع اور ایسے بھروسے کے لائق کہ خود موسےٰؑ عرض کرتے ہیں رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ (دیکھو صفحہ ۱۷۶ سطر ۹) اسی طرح جناب محمدؐ مصطفےٰ کیلیے علیؑ مرتضےٰ تھے کہ ہر طرح حکم کے تابع اور ایسے بھروسے کے لائق کہ آنحضرتؐ کو یقین واثق تھا کہ اگر کفار اُس تک پہنچ بھی جائیں گے تو کچھ بھی گزر جائے میرا پتہ ہرگز نہ بتائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ جہاں کفّار کے پہنچنے کا اندیشہ صریح تھا وہاں خطرہ بھی صحیح تھا لہٰذا معیتِ خاص کی ضرورت بھی صریح تھی اور بحمد اللہ وہ حاصل تھی۔ جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم اگر مثیلِ موسےٰ علیہ السّلام تھے تو جناب علیؑ مرتضےٰ یقیناً شبیہ ہارونؑ تھے۔ نبی اور وصی کو معیتِ خدا اس شان سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ حضرت موسےٰؑ و ہارون علیہما السّلام سے خطاب کرکے فرماتا ہے اِنَّنِیْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی (دیکھو صفحہ ۵۰۰ سطر ۱)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۱۲

کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جتنے مؤلفۃ القلوب آجکل ہیں اتنے کبھی نہیں ہوئے۔ اُن میں سے ایک گروہ وہ ہے جو خدا کو ایک جانتا ہے۔ شرک سے تو وہ لوگ نکل آئے مگر ابھی اُن کے دلوں میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی معرفت حاصل نہیں ہوئی اور نہ اُن باتوں کی اُن کے قلوب میں جگہ ہوئی جو آنحضرتؐ نے خدا کی طرف سے بیان فرمائیں جبھی تو جناب رسولِ خدا اُنکی تالیفِ قلوب کرتے تھے اور اُن کے بعد مؤمنین (یعنی امان دینے والے ہم ائمہؑ) کرتے رہتے ہیں تاکہ اُن کو پوری پوری معرفت حاصل ہو جائے۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جو کوئی مسلم یا مؤمن مرجائے اور اُس کے ذمّہ قرضہ ہو لیں اگر وہ بدکاری او فضول خرچی کے سبب سے نہیں ہے تو امام پر اُس کا ادا کرنا لازم ہے اور اگر امام نہ ادا کریگا تو اُس شخص کے ذمّہ اسکا وبال رہیگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ آخر آیت تک یہ مقروض مسلم یا مؤمن بھی غارمین میں داخل ہے جنکا حصہ خدا تعالےٰ نے صدقات میں قرار دیا ہے اگر وہ حصہ امام کے پاس موجود سبے

اور اگر امام اُس حصّہ کو روک رکھیگا تو قرضدار وبال سے بری نہیں ہوسکتا (امام چونکہ عادل ہے لہذا وہ بلا وجہ موجّہ کسی کو گرفتارِ وبال کیوں رہنے دیگا) کافی میں ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بدوی عربوں کے صدقات بدوی عربوں ہی پر تقسیم کر دیتے تھے اور شہریوں کے صدقات شہریوں کو دیتے تھے اور اُن سب کو برابر کا حصّہ عطا نہ فرماتے تھے بلکہ جتنے مستحقین آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو جس کو وہ جناب جتنے کے لائق دیکھتے تھے اُتنا ہی عطا فرما دیتے تھے۔ کیونکہ صدقات دینے کا نہ کوئی وقت مقرر ہے اور نہ یہ وظیفہ ہے جو برابر کا حصّہ دیا جائے۔ آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ یہ مؤلفۃ القلوب کا حصّہ اور اُن لوگوں کا حصّہ جن کو آزاد کرانا مقصود ہو عام ہے اور باقی سہام خاص ہیں جو اُنہی لوگوں کو دیے جائینگے جن کو معرفت حاصل ہو چکی ہوگی وہ حصّے غیروں کو نہ دیے جائینگے۔ الخصال میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ بنی ہاشم کو صرف دو صورتوں میں صدقہ لینا جائز ہے۔ ایک وہ وقت جبکہ وہ بے حد پیاسے ہوں پس جب اُن کو پانی ملے تو اتنا پی لیں جتنے سے پیاس بجھ جائے۔ دوسرے یہ کہ آپس کے صدقات لے لیں (یعنی بنی ہاشم کا صدقہ بنی ہاشم پر جائز ہے) من لا یحضرہ الفقیہ اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ کسی شخص نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مکاتب غلام کے بارے میں جو اپنی آزادی کے بارے میں کچھ حصّہ ادا کر چکا ہو اور باقی بوجہ محتاجی کے نہ ادا کر سکتا ہو دریافت کیا تھا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اُسکا بقیّہ صدقات سے دیکر اُسکو ادا کر دیا جائے اسی لیے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ وَفِی الرِّقَابِ اور اِس سے مراد ایسے ہی غلام ہیں (مکاتب غلام کی بابت دیکھو صفحہ ۴۱ نوٹ نمبر۲)

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۳۱۶ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ آیت اہل عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی اسلیے کہ اُنہوں نے یہ بات اپنے دلوں میں ٹھان لی تھی کہ جب جناب رسول خدا غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت عقبہ میں پہنچینگے تو آنحضرتؐ کو قتل کر ڈالینگے اور تجویز اُس کی یہ سوچی تھی کہ آنحضرتؐ کی ناقہ کی کوچیں کاٹ ڈالینگے۔ پھر حضرتؐ سمیت اُس ناقہ کو نیچے کی طرف ڈھکیل دینگے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو خبردار فرما دیا۔ یہ بات آنحضرتؐ کے معجزات میں سے تھی کیونکہ بغیر وحی ایسے امور پر مطلع ہونا ممکن نہیں۔ حاصل کلام جناب رسول خدا مقام عقبہ پر تن تنہا پہنچے اس طرح کہ عمارؓ حضرتؐ کے ناقہ کی مہار تھامے ہوئے آگے آگے چل رہے تھے اور حذیفہ ابن الیمان پیچھے پیچھے اونٹ ہانکتے چلے آ رہے تھے کیونکہ اور سب لوگوں کو آنحضرتؐ نے یہ حکم دیدیا تھا کہ بادی میں ہو کر چلیں اور وہ لوگ جنہوں نے آنحضرتؐ کے قتل کا ارادہ کیا تھا وہ تعداد میں بارہ یا پندرہ تھے۔ جناب رسول اللہؐ نے اُن سب کو پہچانا اور اُن کے نام لیکر بتا دیا۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آٹھ اُن میں سے قریش میں سے تھے اور چار عام عرب میں سے۔

قولِ مترجم۔ اِس مضمون کے سلسلہ کے لیے دیکھو ضمیمہ کا صفحہ ۱۲۹ اور نوٹ نمبر۲ صفحہ ۳۱۳۔

تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب جناب رسول خدا خم غدیر میں جو کچھ فرمانا تھا فرما چکے اور لوگ اپنے اپنے خیمہ میں پہنچ گئے تو حضرت مقدادؓ کا گزر ایک گروہ کے پاس سے ہوا جو آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ دیکھو تو سہی جب محمدؐ کی موت قریب پہنچی اور زندگی کے دن پورے ہو چکے اور کوچ کا وقت قریب آلگا تو یہ ارادہ کیا کہ اپنے بعد علیؑ کو ہمارا حاکم بنا جائے۔ خدا کی قسم (اس ارادہ میں جیسی کچھ کامیابی ہوگی) اُسے بھی معلوم ہو جائیگا۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت مقدادؓ (یہ باتیں سُنتے ہوئے) آگے بڑھ گئے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ عرض کر دیا۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ ندا کر دو نماز کے لیے سب لوگ جمع ہو جائیں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپس میں اُنہوں نے کہا کہ مقدادؓ نے ہم پر تہمت لگائی ہے تو آؤ ہم بھی حاضر ہو کر اُسکے برخلاف ہو کر حلف اُٹھائیں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ لوگ آکر جناب رسولِ خدا کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اُسی کی قسم جس نے آپ کو برحق مبعوث کیا ہے اور اُسی کی قسم جس نے آپ کو نبوت کی بزرگی بخشی ہے اور اُسی کی قسم جس نے آپ کو نوعِ انسان پر فضیلت دی ہے جو خبر آپ کو پہنچی ہے یہ بات ہم نے ہرگز نہیں کہی۔ اسپر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِہِمْ وَھَمُّوْا (یَا مُحَمَّدُ لَیْلَۃَ الْعَقَبَۃِ) بِمَا لَمْ یَنَالُوْا ۚ (وہ خدا کی قسم کھا کھا کر کہتے ہیں کہ اُنہوں نے ایسا نہیں کہا حالانکہ اُنہوں نے کفر کا کلمہ ضرور کہا وہ اپنے اسلام لانیکے بعد کافر ہو گئے اور (اے محمدؐ عقبہ سے گزرنیوالی رات کو) اُنہوں نے اُس بات کا قصد ضرور کیا جس میں کامیاب نہوئے)

اَبان بن تغلب سے منقول ہے جبکہ جناب شہنشاہِ انس و جن نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کو اپنا وزیر بنایا اور غدیر خم میں مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ فرمایا تو حاضرین میں سے دو قریشیوں نے سر ہلا کے کہا کہ جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں وہ تو کبھی نہونے پائیگا۔ یہ خبر آنحضرتؐ کو بھی پہنچی تو آنحضرتؐ نے اُن دونوں کو بلا کر واقعہ پوچھا۔ دونوں صاف مُکر گئے اور جھوٹی قسمیں کھانے لگے۔ پس جبرئیلِ امینؑ نازل ہوئے اور یہ آیہ لائے۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ دونوں بتکلف حاکم بھی بنے اور مر بھی گئے۔ تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے کعبہ میں بیٹھکر باہم یہ حلف کیا تھا کہ امر خلافت کو بنی ہاشم میں نہ جانے دینگے اسی کو خدا نے کلمۂ کفر فرمایا ہے۔ پھر یہی لوگ گھاٹی میں جناب رسولِ خدا کے قتل کے ارادہ سے گھات میں جا بیٹھے تھے جسکے بارے میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَھَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا علامہ ابن بابویہ القمی علیہ الرحمہ نے باسنادِ خود حضرت حذیفہ ابن الیمان سے روایت کی ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت جناب رسولِ خدا کی اونٹنی کو بھڑکانا چاہا وہ مندرجۂ ذیل چودہ آدمی تھے۔ ابو الشرور[1] (ابوبکر) ابو الدواہی[2] (عمر) ابو المعارف (عثمان) عقبان[3] ملک[5]...

سعد ابن ابی وقاص - ابو عبیدہ ابن الجراح - ابو الاعور - مغیرہ - سالم مولا ابی حذیفہ - خالد ابن الولید - عمرو ابن العاص - موسے الاشعری - عبد الرحمن ابن عوف - انہی کے بارے میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا - علامہ ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جب معاملہ غدیر خم تمام ہو چکا اور لوگ وہاں سے چلے گئے تو ایک مقام پر قریش میں سے چند آدمی بیٹھے ہوئے واقعۂ غدیر خم پر افسوس کر رہے تھے ناگاہ ایک گوہ کا اُن کے پاس سے گزر ہوا - اُسے دیکھکر کہنے لگے - کاش ! محمد اس گوہ کو ہمارا حاکم بنا دیتے تو اچھا ہوتا - علی کو نہ بناتے یہ باتیں حضرت ابوذر غفاری نے بھی سُن لیں اور اُنھوں نے جناب رسولِ خدا کو اس امر سے آگاہ کر دیا - آنحضرت نے کسی کو بھیجکر اُنہیں بلوایا اور اُن کی کہی ہوئی باتیں اُنکے سامنے دُہرائیں سب ملاعنہ نے صاف انکار کر دیا اور حلف اُٹھالیا کہ ہمنے ایسا نہیں کہا - پس خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی يَحْلِفُونَ - الخ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ زمین نے کسی ایسے کا بوجھ نہیں اُٹھایا اور آسمان نے کسی ایسے پر اپنا سایہ نہیں ڈالا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو -

قول مترجم - مُراد آنحضرت کی یہ ہے کہ غیر معصومین میں حضرت ابوذر سب سے زیادہ سچے ہیں تو شہادت پیغمبر خدا یہ صدیق ہوئے نہ کہ وہ جن کو یار لوگوں نے بنا دیا -

تفسیر عیاشی میں جابر بن ارقم سے منقول ہے کہ ہم لوگ ایک جلسہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور زید بن ارقم کا بھائی حدیثیں بیان کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک شخص گھوڑے پر سوار مسافرانہ ہیئت سے ہمارے قریب آیا اور گھوڑا روک کے اُس نے سلام کیا اور پوچھا - آیا تم لوگوں میں زید بن ارقم بھی ہے ؟ زید نے جواب دیا کہتے میں ہوں - زید ابن ارقم سے آپ کا کیا کام ہے ؟ اُس نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ میں کہاں سے آرہا ہوں ؟ زید نے کہا مجھے کیا خبر تم کس جگہ سے آرہے ہو - وہ سوار بولا میں فسطاط مصر سے اِس لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے جناب رسولِ خدا کی ایک حدیث کے بارے میں کچھ دریافت کروں جو آپ نے بیان کی ہے اور مجھے اُس کی خبر پہنچی ہے - زید نے کہا وہ کونسی حدیث ہے ؟ سوار نے جواب دیا کہ وہ حدیث غدیر خم ہے جو ولایت جناب علی ابن ابیطالب کے بارے میں ہے - زید نے کہا عزیز من واقعۂ غدیر خم سے پہلے کا قصہ میں تم سے بیان کرتا ہوں (اوّل اُسے سُن لو) وہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت روح الامین ولایت علی ابن ابیطالب کا حکم لیکر جناب رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہوئے - پس آنحضرت نے اپنے بعض اصحاب کو جن میں یہ خادم بھی تھا طلب فرما کے معاملۂ ولایت میں مشورہ لیا تاکہ زمانۂ حج میں حکم الٰہی اُمت تک پہنچا دیں - اُس وقت ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا جو ہم رائے دیتے - جناب رسولخدا گریہ فرمانے لگے جبرئیل امین نے عرض کی یا رسول اللہ آپ گریہ کیوں فرماتے ہیں کیا آپ کو امر الٰہی کی تبلیغ پر رونا آگیا ؟ آنحضرت نے جواب دیا حاشا و کلا اے جبرئیل یہ وجہ نہیں ہے - اے جبرئیل خدا خوب جانتا ہے کہ جب قریش نے میری رسالت کو نہ مانا تو اُن کے ہاتھوں مجھے کیسی کیسی ایذائیں پہنچیں یہانتک کہ خدا نے مجھے

جہاد کا حکم دیا اور آسمان سے لشکر کو لشکر میری مدد کے لیے اُتارے اور اُن لشکروں سے میری مدد کی (تب کہیں اسلام کی یہ صورت بنی) اب مجھے خوف یہ ہے کہ یہ لوگ میرے بعد علیؑ ابن ابیطالبؑ کی امامت وحکومت کا کیسے اقرار کرینگے۔ یہ سُنکر جبرئیلِ امین واپس چلے گئے پھر حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ کیا آپ اِس حکم کو جو وحی کا حصّہ ہے اُمت تک نہ پہنچائینگے اور اُسکی وجہ سے خواہ مخواہ دل تنگ رہینگے؟ (اے سوارا) جب ہم حج سے فارغ ہوکر مدینہ کی طرف پلٹے اور جحفہ میں اُترے تو ہم نے اپنے خیمے نصب کردیے اُسی وقت جبرئیلؑ امین آیۂ یَاۤ اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ الخ (دیکھو صفحہ ۱۸۰ سطر ۶) لیکر خدمت جناب رسولِ خدا میں آئے۔ ہم لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے کہ یکایک جناب رسولِ خدا کی آواز سُنی کہ وہ جناب فرما رہے ہیں اَیُّهَا النَّاسُ داعیِ اللہ کی بات کو مانو میں خدا کا رسُول ہوں۔ یہ آواز سُنکر ہم لوگ دھوپ کی گرمی میں دوڑتے ہوئے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا ہم نے کہ وہ جناب حرارتِ آفتاب کی وجہ سے ایک کپڑا سر پر اور ایک پیروں کے نیچے ڈالے ہوئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ہم لوگوں کو درختوں کے نیچے صفائی کرنے کا حکم دیا پس وہ مقام صاف کیا گیا جو کچھ وہاں جھاڑ جھنکاڑ کنکر پتھر تھا وہ سب ہٹا دیا گیا۔ اُس وقت ایک شخص بولا بھلا اس مقام کے صاف کرنے کی کیا ضرورت تھی حالانکہ ابھی یہاں سے کوچ کا ارادہ ہے (اِس سے معلوم ہوا کہ) ضرور کوئی نہ کوئی بلا ہم پر نازل ہونے والی ہے۔ پس جب وہ مقام صاف ہوگیا تو جناب رسولِ خدا نے حکم دیا کہ اپنے اونٹوں کے پالان اور رسیاں اور کاٹھیاں حاضر کرو۔ پس ہم لوگ یہ سب چیزیں لائے اور اُن کو تلے اوپر رکھکر (رسّی سے کس کے) منبر کی صورت بنادی۔ پھر اُس پر کپڑا ڈال دیا پھر آنحضرتؐ اُس پر رونق افروز ہوئے۔ اوّل خدائتعالےٰ کی حمد وثنا بجالائے اُس کے بعد فرمایا کہ اے گروہِ مردم! آگاہ ہوجاؤ عرفہ کی شام کو میرے پاس پروردگارِ عالم کا ایسا حکم آیا تھا جس کے پہنچانے سے مجھے جھوٹوں کی تکذیب کا بے حد خوف ہوا۔ آج یہاں پہنچکر پھر وہی حکم بڑی شدّ ومد سے آیا ہے کہ اب اگر اُس کو بجا نہ لاؤنگا تو مستحق عتابِ الہٰی کا ہوجاؤنگا۔ آگاہ ہوجاؤ کہ اب مجھے اُس کے بیان کرنے میں نہ کسی کی مخالفت کا اندیشہ ہے نہ کسی کی قرابت کا لحاظ و پاس کہ اُس کی محبت مجھے باز رکھ سکے۔ اَیُّهَا النَّاس۔ تمہارے نفسوں پر کون حاکم ہے؟ سب نے کہا اللہ اور اُس کا رسُول ہمارا حاکم ہے۔ آنحضرتؐ نے تین مرتبہ فرمایا کہ یا اللہ تو گواہ رہنا اور اے جبرئیلؑ تم بھی (ان لوگوں کے اقرار پر) گواہ رہنا۔ پس جناب رسُولِ خدا نے علیؑ ابن ابیطالبؑ کے بازو پکڑ کے ہاتھوں پر بلند کرکے درگاہِ خدا میں عرض کی اَللّٰهُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهٗ خدایا جس کا میں حاکم ہوں یہ علیؑ بھی اُس کا حاکم ہے یا اللہ جو شخص علیؑ کو حاکم سمجھے تو اُسے دوست رکھ اور جو کوئی علیؑ سے دشمنی کرے تو اُس سے دشمنی کیجیو۔ یا اللہ جو علیؑ کی نصرت

کرے تو بھی اُسکی مدد کیجیو اور جو علیؑ کی نصرت چھوڑ دے تو بھی اُسکی مدد نہ کیجیو۔ تین مرتبہ آنحضرتؐ نے
یہ دعا مانگی پھر فرمایا ایہا النّاس کیا تم لوگوں نے سُن لیا جو میں نے کہا؟ سب نے (ہاتھ اُٹھا کر)
کہا خدا گواہ ہے ہم نے سُن لیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا؟ سب نے کہا بیشک! آنحضرت
نے فرمایا الٰہی تو گواہ رہیو اور اے جبرئیلؑ تم بھی (میرے تبلیغ امر اور اِنکے اقرار پر) گواہ رہنا۔ پھر
آنحضرتؐ اُتر آئے اور ہم لوگ اپنے اپنے ڈیروں میں چلے آئے۔ میرے خیمہ کے پہلو میں قریش کے
ایک گروہ کا ڈیرہ تھا اور وہ گنتی میں تین آدمی تھے اور میرے ہمراہ حذیفہ ابن الیمان تھے۔
پس میں نے سُنا کہ اُن تین میں کا ایک (مردک) کہہ رہا ہے۔ قسم بخدا یہ محمدؐ (معاذ اللہ) احمق ہے
یہ چاہتا ہے کہ اپنے بعد علیؑ ابن ابیطالب کی حکومت برقرار کر دے (ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا) دوسرا
(پاجی) بولا کہ یہ سب کے سب بیوقوف ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ مجنون ہے۔ کیا تمنے دیکھا نہ تھا
قریب تھا کہ وہ بیمار ابوبکر کی زوجہ کو قریب کرنا چاہتا تھا۔ تیسرا (گدھا) بول اُٹھا میاں چھوڑو بھی
جانے دو چاہے وہ احمق ہو یا مجنون ہو خدا کی قسم جو اُسنے کہا ہے وہ ہرگز نہو گا۔ اُن نابکاروں کا بیہودہ
کلام سُنکر حذیفہؓ (جوشِ محبّتِ جنابِ رسولِ خداؐ سے) غضب میں بھر گئے اور خیمہ کا کنارہ اُٹھا کر اُنکی طرف
اپنا سر نکالا اور فرمایا کہ (اے منافقو!) تم نے (آیندہ کا حال بھی) جان لیا۔ حالانکہ جنابِ رسولِ خدا
یہاں موجود ہیں اور اُنکی معرفت وحیِ خدا تم کو سُنا دی گئی ہے۔ خدا کی قسم کل صبح سویرے میں تمہاری
باتوں کی خبر آنحضرتؐ کو ضرور دونگا۔ وہ مردود کہنے لگے کہ اے ابو عبداللہ! (ادھو) آپ یہیں تشریف
رکھتے ہیں۔ ہماری باتیں آپ نے سُن لیں (برائے خدا) آپ اِس راز کو چھپا ڈالیے کیونکہ پڑوسی کا بڑا
حق ہے۔ اُس کی امانت محفوظ رکھتے ہیں۔ حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا کہ یہ موقع پڑوسی کی امانت
چھپانیکا نہیں ہے۔ اگر میں اِس خبر کو پوشیدہ رکھونگا تو خدا و رسولؐ کا خیرخواہ کیسے رہونگا۔ وہ ملاعنہ بولے
کہ اے ابو عبداللہ! تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو خدا کی قسم ہم لوگ حلف اُٹھا لینگے کہ ہمنے یہ باتیں
نہیں کہیں حذیفہؓ ہم پر تہمت لگاتا ہے۔ تم بھی دیکھ لوگے کہ جنابِ رسولِ خدا تمہاری تصدیق کرینگے اور ہمیں
جھوٹا جانینگے حالانکہ (تم ایک ہو اور) ہم تین ہیں۔ حذیفہؓ نے جواب دیا کہ جب میں خدا و رسولؐ کا خلوص ادا
کر دونگا تو مجھے ہرگز اِس کی پروا نہیں ہے جو تمہارا جی چاہے کہے جاؤ اور کہہ دینا۔ پس حذیفہؓ خدمت
جنابِ رسولِ خدا میں حاضر ہوئے۔ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام بھی ایک طرف تلوار حمائل کیے تشریف
رکھتے تھے۔ اُن منافقوں کی گفتگو سے حذیفہؓ نے جنابِ رسولِ خدا کو آگاہ کر دیا۔ آنحضرتؐ نے ایک
آدمی اُن کے پاس بھیجکر اُنہیں بُلایا۔ جب وہ لوگ حاضر ہوئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کیوں نابکارو!
تم نے کیا کہا تھا؟ سب (جھوٹے فریبی) بولے خدا کی قسم ہمنے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ جو کچھ خبر حضور کو دیگئی ہے
وہ سب ہم پر افترا اور بہتان ہے۔ اُس وقت جبرئیلِ امین یہ آیت يَحْلِفُونَ بِاللهِ مَا قَالُوا الخ لیکر

نازل ہوئے اور جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ لوگ جو چاہیں کہیں خدا کی قسم جب تک میرا دل میری پسلیوں میں اور میری تلوار میری گردن میں حمائل ہے اگر یہ لوگ میرے قتل کا قصد کرینگے تو میں بھی انکو جواب دے لونگا۔ جبرئیل امین نے عرض کی یا رسول اللہ! جو جو حادثے (علیؑ پر) پڑنیوالے ہیں اُن پر صبر کیجیے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل امین کی پوری گفتگو جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کو سُنا دی اور فرمایا کہ اے علیؑ! اُس وقت صابر اور راضی برضا و تقدیر رہنا۔ اِس موقعہ پر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ (زید کی یہ تقریر سُنکر) اُس مجمع کا ایک بڈھا بول اُٹھا اگر میں اُس وقت موجود ہوتا جبکہ یہ بیہودہ باتیں اُن لوگوں نے کی تھیں (اور میں کچھ نہ کہتا) تو میں گدھے سے بدتر تھا۔ اُس بوڑھے کے پہلو میں ایک جوان بیٹھا تھا وہ کہنے لگا کہ (ای زید جیسا تم کہتے ہو) اگر یہ سچ ہے تو بیشک ہم لوگ گدھے سے بدتر ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۳۱۷

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گروہ کی جنازہ کی نماز میں پانچ تکبیریں کہتے تھے اور ایک قوم کی نماز میں چار تکبیریں فرماتی تھی۔ ایک دن ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھی تو چار تکبیریں کہیں اور سائل کے جواب میں فرمایا کہ یہ منافق تھا۔ حنان نے اپنے باپ سدیر سے اور سدیر نے اپنے والد سے اور انہوں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زمانۂ جناب رسول خدا میں ایک منافق مرگیا (اُس کا بیٹا مؤمن تھا) آنحضرتؐ نے اُس کے پاس کسی کو بھیجکر کہلا بھیجا کہ جب تم جنازہ لیکر چلنے لگو تو مجھے خبر کر دینا۔ پس جب وہ لوگ مُردے کا کام انجام دے چکے ایک آدمی کو اطلاع کے لیے آنحضرتؐ کی خدمت میں روانہ کر دیا آنحضرتؐ وہاں تشریف لے گئے اور اُس میت کے فرزند کا ہاتھ پکڑ کے جنازہ کے ہمراہ چلے۔ عمر نے اعتراض کیا یا رسول اللہ! کیا آپکو خدا نے اِن لوگوں پر نماز جنازہ پڑھنے اور اِن کی قبروں کے پاس کھڑا ہونے کو منع نہیں کر دیا ہے؟ آنحضرتؐ نے کچھ جواب نہ دیا۔ جیسے ہی وہ لوگ جنازہ لیے ہوئے قبر پر پہنچنا چاہتے تھے کہ عمر بن خطاب نے جناب رسولِ خدا سے پھر وہی خطاب کیا۔ کیا آپ کو خدا تعالےٰ نے اِنکی نماز جنازہ پڑھنے اور اُن کی قبروں پر کھڑے ہونے سے منع نہیں کیا ہے؟ اِن لوگوں نے تو خدا و رسولؐ کا انکار کیا ہے اور یہ کفر کی حالت میں مرے ہیں۔ آنحضرتؐ نے اُس وقت عمر سے فرمایا کہ تو نے نہ تو مجھکو اِسکی جنازہ پر نماز پڑھتے دیکھا اور نہ میں اُسکی قبر پر کھڑا ہوا (پھر تو مجھ پر اعتراض کیوں کرتا ہے؟) چونکہ اِسکا بیٹا با ایمان ہے ہم کو اُس کا حق ادا کرنا ضروری تھا (اس لیے ہم چلے آئے) عمر نے کہا کہ میں خدا کے غضب اور اے جناب رسولِ خدا! آپ کے غضب سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ محمد بن المہاجر نے اپنی ماں اُم سلمہ سے روایت کی ہے کہ میں (ایک روز) جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں گئی اور میں نے عرض کی کہ اے فرزندِ رسولِ خدا! اللہ تعالےٰ آپ کو دشمنوں سے محفوظ رکھے۔ ایک مرتبہ فرقۂ مرجیہ کی

ایک عورت (سفرِ حج میں) میرے ہمراہ تھی جب قافلہ جبل اَیَن کے پاس پہنچا تو سب آدمیوں نے احرام باندھ لیا اور اُس عورت نے بھی احرام باندھ لیا لیکن میں نے وادی عقیق پر پہنچکر احرام باندھا۔ پس وہ عورت بولی کہ اے گروہ شیعہ تم لوگ اِس چھوٹی سی بات میں بھی عام مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہو کہ اُنہوں نے تو کوہ اَیَن سے احرام باندھا اور تم نے وادی عقیق سے۔ اسی طرح تم لوگ نمازِ میت میں بھی اُن کے مخالف ہو کہ وہ تو میت پر چار تکبیریں کہتے ہیں اور تم لوگ پانچ تکبیریں کہتے ہو۔ (اے مولا!) وہ عورت خدا کی قسم کھا کر یہ بات کہہ رہی تھی کہ میت پر چار ہی تکبیریں کہنی چاہییں۔ امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ جناب رسولِ خدا کا دستور یہ تھا کہ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے۔ پہلی تکبیر کے بعد تشہد پڑھتے تھے۔ دوسری کے بعد صلوات۔ تیسری کے بعد عام مؤمنین کے لیے استغفار۔ چوتھی کے بعد خاص اُس میت کے لیے دُعا۔ پانچویں پر ختم کر دیتے اور تشریف لیجاتے تھے۔ اور جب سے خدائے تعالےٰ نے آنحضرت کو منافقین کے جنازہ پر نماز پڑھنے کو (یعنی چوتھی تکبیر کے بعد خاص اُن کے لیے دعا کرنے کو) منع فرمایا تو اُس دن سے وہ جناب منافقین کی نماز جنازہ یوں پڑھنے لگے کہ پہلی تکبیر کے بعد تشہد دوسری کے بعد صلوات۔ تیسری کے بعد عام مؤمنین کے واسطے استغفار اور چوتھی پر ختم کر دیتے اور خاص اُس میت کے لیے دعائے مغفرت نہ فرماتے ۔
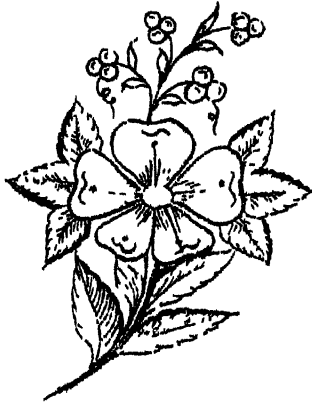
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضمیمہ جات بابت پارۂ یازدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق ص ۳۲۳ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب آیہ زکوٰۃ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ماہ مبارک رمضان میں نازل ہوئی تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے منادی کو حکم دیا کہ تمام آدمیوں کو خبر دیدے کہ تم پر اللہ نے نماز کی طرح زکوٰۃ بھی واجب فرما دی ہے پس منادی نے آواز دی ای مسلمانو! خدا نے تیرا اونٹ۔ گائے۔ بکری۔ جو۔ گیہوں۔ خرما۔ انگور (کشمش و منقے) میں زکوٰۃ فرض کی ہے۔ ان کے سوا اور چیزوں میں معافی دی ہے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں پھر اُن مسلمانوں کے مالوں میں سے کوئی چیز جناب رسولؐ خدا کے پاس نہیں آئی۔ یہاں تک کہ ایک سال ختم ہوگیا (اور دوسرا ماہ رمضان آگیا) پس اُن لوگوں نے روزے رکھے۔ جب عید الفطر آئی تو حضرتؐ نے پھر منادی کو ندا کرنیکا حکم دیا۔ منادی نے (مدینہ کے) تمام مسلمانوں میں پکار دیا اے مسلمانو! اپنے مالوں کی زکوٰۃ نکالو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں۔ پھر حضرتؐ نے مال زکوٰۃ تحصیل کرنیکے لیے عاملوں اور خراج زمین وصول کرنیوالوں کو انکے پاس بھیجا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جن لوگوں کا گمان یہ ہے کہ امام (زمانہ) آدمیوں کے مال کا محتاج ہے وہ کافر ہیں بلکہ وہ خود محتاج ہیں کہ امام اُن کے مالوں کو قبول کرے۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا اُن کے مالوں میں سے زکوٰۃ لیلو کہ اُنکو بھی پاک کردو اور اس زکوٰۃ لینے کی وجہ سے اُنکے مال کو بڑھا دو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۳ متعلق ص ۳۲۳ تفسیر عیاشی میں ہے کہ جب جناب امام زین العابدین علیہ السلام کسی سائل کو کچھ عطا فرماتے تھے تو اُس کے ہاتھ پر بوسہ دیتے تھے۔ کسی نے عرض کیا اے مولا آپ کس لیے سائل کے ہاتھوں کو بوسہ دیا کرتے ہیں۔ حضرتؑ نے جواب دیا وجہ یہ ہے کہ صدقہ پہلے خدا کے پاس پہنچتا ہے پھر بندہ کے ہاتھ میں جاتا ہے۔ خدا نے ہر چیز پر ایک فرشتہ موکل کر دیا ہے مگر صدقہ پر کسی کو مقرر نہیں کیا۔ میں وہ خدا ہی کے ہاتھ میں جائیگا۔ راوی کہتا ہے میرا گمان یہ ہے کہ وہ جناب روٹی یا درہم کو بوسہ دیا کرتے ہونگے۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار جب کسی کو کچھ صدقہ دینے تھے تو اُس کے ہاتھ میں رکھنے کے بعد اُٹھا لیتے تھے اور بوسہ دیکر سونگھتے تھے پھر اُسی کو دیدیتے تھے۔ الخصال میں ہے جناب امیرالمومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم کسی سائل کو صدقہ دو تو اُس سے دعا کا التماس کرو کیونکہ اُسکی دعا تمہارے حق میں قبول ہوگی اور اُسکے اپنے لیے قبول نہیں ہوگی۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ایک دن میں نے ایک دینار صدقہ میں دیا تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد کیا یا علی کیا تم کو خبر نہیں ہے کہ صدقہ جب مومن کے ہاتھ سے نکلتا ہے تو ستر شیطانوں کے جبڑوں کو توڑ دیتا

اور سائل کے قبضہ میں جانے سے پہلے پروردگار کے ہاتھ میں پہنچتا ہے چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ الخ کیا اُنہوں نے یہ نہیں جانا کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اُن سے صدقات لے لیتا ہے۔ معلےٰ ابن خنیس سے منقول ہے کہ ایک رات جناب امام جعفر صادق علیہ السلام دولتسرا سے برآمد ہوئے۔ اُس وقت کچھ بوندیاں پڑ رہی تھیں پس وہ جناب بنی ساعدہ کی جھونپڑیوں کی طرف چل نکلے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ ناگاہ کوئی چیز حضرتؑ کے دست مبارک سے چھوٹ پڑی۔ حضرت نے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اُرْدُدْہُ عَلَیْنَا فرمایا یعنی میں اللہ کا نام لیتا ہوں خدایا تو اس چیز کو میری طرف پھیر دے۔ اتنے میں یہ غلام بھی اُن جنابؑ تک پہنچ گیا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ حضرتؑ نے (جواب سلام دیکر) فرمایا کہ تو معلےٰ بن خنیس ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں اے مولا میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ حضرتؑ نے فرمایا اے معلےٰ ذرا اس جگہ اپنے ہاتھ سے ٹٹولو جو کچھ تمہیں ملے وہ مجھے دیدو۔ میں نے جو تلاش کیا تو روٹیاں پھیلی ہوئی پائیں۔ پس میں ایک ایک دو دو کرکے اُٹھانے لگا۔ اُن جناب کے ہاتھ میں ایک زنبیل تھی جس کے بوجھ سے وہ حضرتؑ تھک گئے تھے۔ میں نے عرض کیا اے مولا میں آپ پر فدا ہو جاؤں یہ زنبیل حضور میرے حوالے کردیں (میں اسے پہنچا دونگا) حضرتؑ نے جواب دیا اے معلےٰ (ابن خنیس) میں بہ نسبت تمہارے اس کام کے کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔ البتہ تم میرے ہمراہ چلے چلو۔ پس ہم دونوں قبیلہ بنی ساعدہ کے جھونپڑے پر پہنچ گئے۔ دیکھا ہم نے کہ ایک جماعت پڑی ہوئی سو رہی ہے پس حضرتؑ نے آخر تک کسی کے پاس ایک روٹی کسی کے پاس دو روٹیاں چھپا دیں۔ یہانتک کہ جب وہ جناب واپس ہوئے میں نے عرض کیا اے مولا کیا انہیں معلوم ہو جائیگا کہ آپ نے انکے پاس روٹیاں رکھی ہیں۔ حضرتؑ نے جواب دیا نہیں اگر وہ جان لیتے تو ہم پر یہ بھی لازم تھا کہ ہم روٹی کے ساتھ نمک بھی اُن کو دیتے۔ (آگاہ ہو جا کہ) خداوند عالم نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ہر ایک کے لیے ایک خازن مقرر کیا ہے جو اُسے محفوظ (جمع) رکھے مگر صدقہ کا حافظ خود خدا ہے۔ میرے پدر بزرگوار جب کسی کو صدقہ دیتے تھے تو سائل کے ہاتھ میں رکھکے واپس لیتے تھے اور اُسے بوسہ دیکے سونگھتے تھے پھر اُسی سائل کو عطا فرما دیتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ صدقہ پہلے خدا کے ہاتھ میں پہنچتا ہے پھر سائل کے ہاتھ میں جاتا ہے پس مجھے یہی مناسب ہے کہ میں صدقے کو چوم لیا کروں کہ وہ خدا کے ہاتھ میں گیا ہے۔ اور (آگاہ ہو جا کہ) رات کے وقت صدقہ دینا خدا کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ بڑے بڑے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ حساب (قیامت) میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔ اور دن میں صدقہ دینا مال کو زیادہ کرتا ہے اور عمر کو بڑھاتا ہے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ دو چیزوں میں کسی کی شرکت مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ ایک وضو ہے جو میں اپنی نماز کے لیے کرتا ہوں دوسرے صدقہ ہے جو خدا کے ہاتھ میں جاتا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق ص ۳۲۳ تفسیر قمی میں سماعہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کو تکلیف پہنچاتے ہو۔

ایک شخص نے عرض کیا ہم کیونکر آنحضرتؐ کو رنج پہنچاتے ہیں۔ حضرتؑ نے جواب دیا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے اعمال نامے آنحضرتؐ کی حضور میں پیش کیے جاتے ہیں۔ پس جبکہ آنحضرتؐ کی نظر تمہارے گناہ پر پڑتی ہے تو غمگین ہوجاتے ہیں۔ پس تم لوگوں کو لازم ہے کہ جناب رسول خدا کو صدمہ نہ پہنچایا کرو بلکہ آنحضرتؐ کو خوش کیا کرو۔ عبداللہ بن ابان زیات (روغن فروش) خویب لغزیا جناب امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے پاس ٹھیرا ہوا تھا۔ ایک دن اُس نے عرض کیا اے مولا آپ میرے حق میں اور میرے عیال کے لیے دعا فرمائیں۔ حضرتؑ نے جواب دیا کیا میں تمہارے واسطے دعا نہیں کیا کرتا ہوں خدا کی قسم تمہارے اعمال ہر شب و روز میرے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ عبداللہ کہتا ہے یہ بات مجھے دشوار معلوم ہوئی (یعنی میری سمجھ میں نہ آئی) حضرتؑ نے فرمایا تو نے کتاب خدا میں آیۃ قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهٗ وَالْمُؤْمِنُونَ نہیں پڑھا ہے۔ مومنون سے واللہ علی بن ابیطالب (اور ہم ائمہ) مراد ہیں۔ جمیل بن دراج کہتا ہے چند راویوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ امام کے بارے میں کچھ کلام نہ کیا کرو کیونکہ امام علیہ السلام اگرچہ اپنی والدۂ گرامی کے شکم مبارک میں ہوں ہر شخص کی باتوں کو سن لیتے ہیں۔ جب آپکی ولادت ہوتی ہے تو ایک فرشتہ آپ کی دونوں آنکھوں کے مابین یہ آیت لکھ دیتا ہے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (دیکھو ص ۲۲۶ سطر۱) پس جب وہ منصب امامت پر فائز ہوتے ہیں تو ہر بستی میں ایک منارہ نور کا قائم کیا جاتا ہے جسکی روشنی میں بندوں کے اعمال کو وہ دیکھ لیتے ہیں۔ یزید عجلی کہتا ہے کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا پس میں نے دریافت کیا اے مولا آیہ اِعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهٗ وَالْمُؤْمِنُونَ ط میں مومنوں سے مراد کون ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا اس سے ہم اہلبیتِ رسالت مراد ہیں۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا اے مولا آیا بندوں کے اعمال جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے سامنے پیش ہوتے ہیں؟ حضرتؑ نے جواب دیا بیشک کیا تم نے قول باری تعالے اِعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهٗ وَالْمُؤْمِنُونَ ط میں غور نہیں کیا خدا نے اپنی مخلوق پر اپنے گواہ مقرر کیے ہیں۔ عبداللہ بن ابان کہتے ہیں میں نے جناب امام علی الرضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا اے آقا آپ کے دوستوں میں سے ایک جماعت نے مجھے سفارشی بنایا ہے کہ آپ اُن کے حق میں دعا فرمائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا واللہ میں ہر روز اُن کے اعمال خدا کی حضور میں پیش کیا کرتا ہوں۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا اے مولا ابو الخطاب یوں کہتا تھا کہ جناب رسولؐ خدا کے سامنے ہر پنجشنبہ کو آپ کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ آنحضرتؐ کے سامنے اُنکی کل امت کے اعمال خواہ وہ نیک ہوں یا بد ہر صبح کو پیش ہوتے ہیں پس تم کو بداعمالیوں سے بچنا چاہیئے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کے اس قول سے ثابت ہے قُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهٗ وَالْمُؤْمِنُونَ ط یہ کہکر حضرت خاموش ہو رہے۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ مومنون سے حضرات ائمہ علیہم السلام مراد ہیں۔ یعقوب بن شعیب حضرت

بحق ناطق جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں مومنون سے حضرات ائمہ طاہرین مراد ہیں
جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبکہ آنحضرتؐ چند اصحاب
کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کہ تم لوگوں میں میرا موجود رہنا میری مفارقت سے بہتر ہے اور میری مفارقت
بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ یہ سنکر جابر بن عبداللہ انصاری اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ آپ کا وجود ہم
لوگوں میں آپ کی رحلت سے افضل ہے لیکن آپ کا مفقود ہو جانا کیونکر بہتر ہو گا؟ حضرتؐ نے جواب دیا
میرا ہونا تمہارے واسطے اس لیے اچھا ہے کہ خدا فرماتا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا
كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۝ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۲۸۰۔ سطر ۴) اس آیت میں عذاب
سے مراد تلوار کا عذاب ہے۔ اب رہی میری مفارقت۔ وہ تمہارے لیے یوں اچھی ہو گی کہ تمہارے اعمال
ہر دوشنبہ اور پنجشنبہ کو میرے سامنے پیش ہوا کرینگے۔ اگر وہ اعمال اچھے ہونگے تو اس کا میں خدا کی جناب
میں شکر ادا کیا کرونگا۔ اور اگر برے ہونگے تو میں تمہارے لیے استغفار کیا کرونگا۔ داؤد بن کثیر رقی سے روایت
ہے وہ کہتا ہے کہ میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اُن جنابؑ نے خود بخود
مجھ سے ارشاد کیا کہ اے داؤد پنجشنبہ کے دن تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوئے۔ پس میں نے اُن عملوں
میں ایک یہ عمل بھی پایا کہ تم نے اپنے فلاں چچا زاد بھائی کا صلۂ رحم ادا کیا (تم نے اُسکی مصیبت میں مدد کی) اس
سے میں خوش ہو گیا اس لیے کہ تمہارے صلۂ رحم سے مجھے معلوم ہو گیا کہ بہت جلد اُس کی زندگی تمام ہو جائیگی
داؤد کہتا ہے میرا ایک چچا زاد بھائی بجید دشمنِ خدا۔ ناصبی خبیث تھا مجھے اُسکی اور اُس کے عیال کی
خرابی حال اور فقر و فاقہ کی خبر پہنچی تو میں نے اُس کے پاس خور و نوش کا سامان مکہ معظمہ کی طرف سفر کرنے سے
پہلے بھیجدیا۔ پس جب میں مدینہ آیا تو جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ واقعہ مجھ سے بیان فرمایا۔ یحییٰ
حلبی نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے مولا کوئی حدیث حضرت امیر المومنین علیہ السلام
کی شان میں بیان فرمایئے۔ حضرتؑ نے فرمایا آیا تفصیل سے بیان کروں یا مجملاً؟ میں نے عرض کی مجملاً ہی سہی۔
حضرتؑ نے جواب دیا عَلِيٌّ بَابُ الْهُدٰى مَنْ تَقَدَّمَهُ كَانَ كَافِرًا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ كَانَ كَافِرًا۔
یعنی حضرت علیؑ بن ابیطالب بابِ ہدایت ہیں جو اس دروازے سے آگے بڑھ جائے وہ بھی کافر ہے اور جو اس
دروازے سے پیچھے رہے وہ بھی کافر ہے۔ میں نے عرض کیا اے آقا کچھ اور ارشاد فرمایئے۔ حضرتؑ نے
ارشاد کیا آگاہ ہو جاؤ روزِ قیامت عرش کی داہنی جانب ایک منبر رکھا جائیگا جسکی چوبیس سیڑھیاں ہونگی پس
جنابِ امیر المومنین علیہ السلام اپنے دستِ مبارک میں لواء الحمد لیے ہوئے تشریف لائینگے اور اُس منبر پر
رونق افروز ہونگے۔ پھر تمام مخلوق اُن حضرتؑ کے سامنے پیش ہو گی جس کو وہ جنابؑ پہچانتے ہونگے وہ جنت
میں داخل ہو گا اور جس سے وہ حضرتؑ واقف نہ ہونگے وہ سب دوزخ میں ڈالے جائینگے۔ میں نے عرض کیا آیا کوئی
آیت قرآنی اس بارے میں نازل ہوئی ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں تم اس قول باری تعالےٰ فَسَيَرَى اللّٰهُ

عَلَيْكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ میں کیا کہتے ہو؟ خدا کی قسم مؤمنون سے علی بن ابیطالب علیہ السلام (اور ائمہ اولاد آنحضرتؑ) مراد ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر متعلق صہ ۳۲۴ قمی نے اس آیت کا شان نزول یوں لکھا ہے کہ منافقوں کی ایک جماعت جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سب نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ آیا آپ ہم کو اجازت دیتے ہیں کہ ہم لوگ محلہ بنی سالم میں ایک مسجد بنالیں جس میں ہمارے بیمار اور بوڑھے پھونس، اور ہم لوگ بارش کی رات میں نماز پڑھ لیا کریں۔ حضرتؐ اُس وقت سفر تبوک کی تیاری میں مصروف تھے۔ مسجد بنانے کی اجازت اُن کو دیدی۔ وہ بولے یا رسولؐ اللہ ہماری آرزو یہ ہے کہ حضور وہاں تشریف لیجا کے اُس مسجد میں نماز پڑھ لیں۔ حضرتؐ نے فرمایا اب تو میں سفر میں جا۔ ہاہوں انشاء اللہ بعد واپسی اُس مسجد میں آکر نماز پڑھونگا پس جب اُن جنابؐ نے غزوہ تبوک سے مراجعت فرمائی تو یہ آیت ابو عامر راہب اور مسجد کی مذمت میں نازل ہوئی۔ حالانکہ وہ منافقین رسولؐ اللہ کے سامنے قسمیں کھا چکے تھے کہ ہم یہ مسجد نیکی اور صلاح کے لیے بناتے ہیں پس اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ پر یہ آیتیں نازل فرمائیں وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ط (اس سے مراد ہے ابو عامر راہب جو اُن لوگوں کے پاس آکر جناب رسولؐ خدا کا اور آنحضرتؐ کے اصحاب کا ذکر کیا کرتا تھا) وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ط وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ط لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ (اس سے مراد ہے مسجد قبا) اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ط فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ (ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو پانی سے طہارت کیا کرتے ہیں)۔

سورۂ بقرہ کی آیت لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا الخ کی تفسیر میں جناب امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کو بادشاہ دومۃ الجندل کا ارادہ معلوم ہوا جس کی بہت بڑی سلطنت نواحی عرب میں ملک شام کے متصل تھی۔ اس کے متعلق خبریں آنحضرتؐ کے پاس پہنچیں اور وہ بادشاہ جناب رسول خدا کو اصحاب سمیت قتل کرنے کی دھمکی دیا کرتا تھا۔ اصحاب جناب رسولؐ خدا کو اُس کی طرف سے خوف اور ڈر تھا۔ پھر منافقوں نے مخالفت جناب رسولؐ خدا پر آپس میں اتفاق کرلیا۔ سب نے ابو عامر راہب سے جس کا نام حضرتؐ نے فاسق رکھا تھا بیعت کرلی اور اُس کو اپنا امیر بنالیا اور سب کے سب اُس کے مطیع و فرمانبردار ہوگئے۔ ابو عامر راہب نے منافقین سے کہا میری رائے یہ ہے کہ میں مدینے سے چند روز کے لیے چلا جاؤں تاکہ مجھپر الزام نہ آنے پائے اور اتنے دن غائب رہوں کہ تم لوگوں کی تدبیر پوری ہوجائے اور تم لوگ اکیدر بادشاہ دومۃ الجندل کو لکھ بھیجنا کہ وہ آکر مدینہ کو تباہ و برباد کردے۔ پس خداوند عالم نے اپنے رسولؐ پر وحی بھیجی اور منافقوں کے مشورے اور اتفاق رائے سے مطلع کیا۔ اور حکم دیا کہ آپ تبوک پر چڑھائی کردیں۔ اور جناب رسولؐ خدا کا یہ قاعدہ تھا کہ جب کسی غزوہ کو تشریف لیجاتے تو غیروں سے

اپنے مافی الضمیر کو پوشیدہ رکھا کرتے سوائے اس غزوہ تبوک کے کہ اس کے متعلق آنحضرتؐ کے دل میں جو کچھ تھا وہ ظاہر فرما دیا تھا۔ اور منافقوں کو اسکا موقع دیا تھا کہ اس غزوہ کے بارے میں جو چالیں وہ چل سکیں چلیں۔ یہی غزوۂ تبوک وہ لڑائی ہے جس میں منافق ذلیل اور رسوا ہوئے۔ اور اسی جنگ میں شریک نہ ہونیکے سبب خدا نے اُن کی مذمت فرمائی ہے اور جناب رسولِ خدا نے وحی خدا تعالےٰ لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ اور یہ اظہار فرمایا کہ خدا تعالےٰ عنقریب ہم کو اکیدر پر غلبہ دیگا۔ وہ ہمارے ہاتھوں میں قید ہو جائیگا۔ اور اس شرط پر صلح کر لیگا کہ ہزار اوقیہ سونا اور دو سو حُلّے ماہ رجب میں اور ہزار اوقیہ سونا اور دو سو حُلّے ماہ صفر میں دیتا رہے۔ اور یہ بھی خبر دیدی کہ میں اسّی دن میں بسلامت مدینہ لوٹ آؤنگا۔ جناب رسولِ خدا نے اُن سے فرمایا کہ موسےٰ نے (چلتے وقت) اپنی قوم سے چالیسؔ راتوں کا وعدہ کیا تھا اور میں تم سے اسّی راتوں کا وعدہ کرتا ہوں کہ مدتِ مذکورہ پر تمہارے پاس بسلامت مالِ غنیمت لیے ہوئے مظفر و منصور واپس آجاؤنگا نہ وہاں کوئی لڑائی ہوگی اور نہ کسی مومن کو کوئی شکایت پیش آئیگی۔ منافقوں نے آپس میں کہا کہ اس قسم یہ آخری دفعہ ہے جس کے بعد یہ کوئی خبر نہ دیا کرینگے۔ اِن کے بعض صحابی گرمی کی شدت میں ہلاک ہو جائینگے اور بعضے صحرا کی گرم ہواؤں کی وجہ سے مر جائینگے اور بعضے وہاں کا خراب اور بدمزہ پانی پیکر مر جائینگے۔ جو اس سے بچ رہینگے وہ اکیدر کے ہاتھوں یا تو مارے جائینگے۔ یا زخمی ہو جائینگے پس منافقوں نے حیلہ بہانہ کرکے ہمراہ نہ جانے کی اجازت لیلی۔ کسی نے کہا مجھے گرمی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ کسی نے بہانہ کیا میں بیمار ہوں۔ کسی نے اپنے عیال کی بیماری کا عذر کیا۔ غرض آنحضرتؐ نے سبھی کو اجازت دیدی پس جب دوسرا دن ہوا اور حضرتؐ کا ارادہ تبوک کی طرف جانے کا مصمم ہوگیا تو منافقوں نے عمداً مدینہ کے باہر ایک مسجد بنائی۔ اُسکا نام مسجد ضرار رکھا۔ وہ لوگ اُس میں جمع ہوتے۔ نماز کے پیرایہ میں وہ اپنی تدبیریں اُس جگہ کیا کرتے تھے تاکہ وہ اپنے ارادوں کو سہل طریقہ سے پورا کرسکیں۔ پھر ایک گروہ منافقوں کا جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے مکان آپ کی مسجد سے دور ہیں اور ہم کو بغیر جماعت نماز پڑھنا مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ اور ہر ساعت میں حاضر ہونا بھی ہمارے امکان سے باہر ہے۔ اس سبب ہم نے ایک مسجد بنائی ہے۔ ہماری آرزو یہ ہے کہ حضور وہاں تشریف لیچلیں اور ہم لوگوں کو نماز جماعت پڑھائیں تاکہ حضور کے نماز پڑھنے کی جگہ نماز پڑھکے ہم لوگ برکت حاصل کیا کریں۔ چونکہ آنحضرتؐ کو منافقوں کے قصد و ارادے سے خدا نے ابھی اطلاع نہیں دی تھی اس وجہ سے آنحضرتؐ نے اُنکی دعوت قبول فرمالی اور حکم دیا میرا گدھا یعفور لاؤ جب وہ آگیا تو حضرتؐ اُسپر سوار ہوئے اور اُن کی مسجد کا قصد کیا لیکن ہر چند آنحضرتؐ نے اور اصحاب نے اُسے مسجد منافقین کی طرف ہانکا مگر وہ نہ چلا اور جب دوسری جانب کو ہنکایا تو اچھی طرح چل نکلا۔ یہ حال دیکھکر حضرتؐ نے فرمایا شاید اس نے مسجد کی طرف کوئی چیز دیکھ لی ہے جبھی تو اُس طرف کا رُخ نہیں کرتا۔ اچھا میرا گھوڑا لاؤ

اُسپر سوار ہو کر جاؤنگا۔ جب گھوڑا حاضر کیا گیا آنحضرتؐ اُس پر سوار ہوئے اور مسجد منافقین کی طرف ہانکا
مگر وہ بھی نہ چلا۔ پھر اصحاب نے اُسے حرکت دی لیکن اُسے بالکل جنبش نہ ہوئی۔ اور جب دوسری طرف
کو چلایا تو بخوبی چل نکلا۔ اصحاب نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ اس نے بھی کوئی چیز دیکھ لی ہے کہ اُس
طرف جانے سے کراہت کرتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا آؤ پیدل چلیں۔ پس جب اصحاب سمیت آنحضرتؐ
نے اُس مسجد کی طرف پیدل چلنے کا قصد کیا تو سب کے سب بھاری پڑ گئے بالکل حرکت نہ کرسکے اور
جب دوسری طرف کا اُنہوں نے قصد کیا تو بدن اُنکے ہلکے پڑ گئے اور دل اُن کے خوش ہو گئے۔ یہ
حال دیکھکر حضرت ختمی منزلتؐ نے فرمایا خدا کو اس وقت ہمارا مسجد کی طرف جانا پسند نہیں۔ اب انہیں
مہلت دو انشاء اللہ جب میں تبوک سے واپس آؤنگا تو اس معاملہ میں موافق مرضی باری تعالےٰ غور
کرونگا۔ پس حضرتؐ نے تبوک کا عزم بالجزم کر دیا اور منافقوں نے یہ مشورہ کیا کہ جب یہ لوگ چلے جائیں
تو باقیماندوں کی جڑ بنیاد اُکھاڑ کر پھینکدو پس خداوند عالم نے جبرئیل کو خدمتِ جنابِ رسولِ خدا میں بھیجا۔ حضرت جبرئیلؑ
حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ علی الاعلےٰ بعد تحفۂ سلام ارشاد فرماتا ہے یا تو آپ تبوک جائیں اور
علیؑ کو چھوڑ جائیں یا علیؑ کو بھیجدیں اور آپ مدینہ میں موجود رہیں۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا علی ابن ابیطالبؑ
کا یہاں رہنا مناسب ہے۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے عرض کیا میں خدا و رسول کا حکم بجالانے
کے لیے بسر و چشم حاضر ہوں اگرچہ مجھے کسی حال میں رسولؐ اللہ کا فراق گوارا نہیں آنحضرتؐ نے فرمایا اے
علیؑ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے ہو کہ تم کو مجھ سے وہ مرتبہ حاصل ہو جائے جو ہارونؑ کو موسےٰؑ سے
ملا تھا مگر (ایّھا النّاس) علیؑ ابن ابیطالبؑ میرے بعد نبی نہیں ہیں۔ جناب امیر المؤمنین نے عرض کیا یا
رسولؐ اللہ میں راضی ہوں۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ جو ثواب تم کو میرے ساتھ چلنے سے ملتا اُتنا ہی
مدینہ میں رہنے سے ملیگا۔ اور اللہ تعالےٰ نے تمہیں تنہا ایک امّت قرار دیا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو ایک امّت قرار دیا تھا۔ مدینہ میں تمہارا رہنا اور تمہاری ہیبت کفّار اور منافقین کو مسلمانوں پر دست درازی
سے باز رکھیگی۔ پس جب حضورِ سرورِ عالم تبوک کی طرف روانہ ہو گئے اور جنابِ امیر المؤمنین ہمراہِ رکاب
سعادت انتساب رخصتی کے لیے مدینہ کے باہر آئے تو منافقین معاملۂ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام میں
بات چیت کرنے لگے اور کہنے لگے کہ محمدؐ نے علیؑ ابن ابیطالبؑ کو مدینہ میں بوجہ عداوت و ملال کے
چھوڑ دیا ہے۔ اس سے اُن کا بس یہی مقصود ہے کہ منافقین رات کے وقت موقع پا کر علیؑ ابن ابیطالبؑ
کو قتل کر ڈالیں۔ یہ خبر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہٖ کے گوش گزار ہوئی تو جناب امیر المؤمنین
علیہ السلام نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ حضور نے سُنا جو منافقین نے میرے بارے میں کہا ہے؟
حضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ تم اسکی پروا نہ کرو تم بمنزلہ اُس جلد کے ہو جو میری دونوں آنکھوں کے مابین
ہے۔ تم میرے نور نظر ہو اور تم بمنزلہ اُس روح کے ہو جو میرے بدن میں ہے۔ پس جناب سرورِ دوجہاں

بادشاہ انس وجان نے اپنے اصحاب کو روانگی تبوک کا حکم دیا اور جناب امیر المومنین قاتل المشرکین مدینہ واپس آئے اور منافقین بہت سی تدبیریں نقصان پہنچانے کی کرگزرے لیکن جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ڈر سے وہ کچھ نہ کرسکے اور انہیں اس بات کا خوف تھا ایسا نہو کہ علیؑ بن ابیطالب ہم کو مسلمانوں کی طرفداری میں مدینہ سے مار کر نکالدیں۔ پھر ان منافقوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اس لڑائی سے وہ جناب ہرگز واپس نہ آئینگے۔ یہانتک کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے واقعہ بیان کیا اور خبر دیدی کہ اکیدر نے مغلوب ہوکر جناب رسول خدا سے صلح کرلی۔ پس جب جناب رسالت پناہ بسلامت مظفر و منصور جنگ تبوک سے واپس ہوئے اور خدا نے منافقوں کے مکر کو جھوٹا کر دیا تو ان جنابؐ نے مسجد ضرار کے پھونک دینے کا حکم دیا اور خدا نے یہ آیت وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا الخ نازل فرمائی۔ امام علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ابو عامر راہب اس امت کا مثل گوسالۂ امت موسٰے گوسالہ تھا۔ خدا نے اُس پر عذاب نازل کیا کہ وہ ملعون قولنج اور برص اور لقوہ اور فالج میں مبتلا رہا اور چالیس شبانہ روز عذاب دنیوی میں گرفتار رہکر عذاب دائمی کی طرف چل بسا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق ص ۳۴۷ ریان ابن صلت سے مروی ہے کہ ایک روز جناب علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام مامون ملعون کے دربار میں تشریف لیگئے اُس وقت وہاں ایک گروہ علما اور فقہا اور متکلمین کا بیٹھا ہوا تھا پس علما نے اُن جناب سے عترت اور امت میں فرق اور عترت رسول کی بزرگی اور مرتبہ دریافت کیا حضرتؑ نے فرمایا قرآن میں بارہ جگہ لفظ اصطفا کی تفسیر سے (عترت وامت کا فرق) معلوم ہوتا ہے۔ (عترت کا مرتبہ دیکھو) جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے اپنی مسجد سے اپنی ذریت یعنی عترت کے سوا سب کو نکال باہر کر دیا یہانتک کہ اصحاب اس بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ہم کو تو مسجد سے نکالدیا اور اپنی عترت کو نہیں نکالا۔ حضرتؐ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے اختیار سے نہ انہیں باقی رہنے دیا ہے اور نہ تم کو خارج کیا ہے بلکہ اللہ نے اُن کو باقی رکھا ہے اور تمکو نکال دیا ہے۔ امامؑ نے فرمایا اس میں شرح اس مضمون کی یہ ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى اے علیؑ تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسٰے سے تھی۔ علما (مخالفین) نے کہا یہ مضمون قرآن مجید میں کہاں ہے؟ جناب امام رضا علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں اس بارے میں قرآن مجید کی آیت نکالکر تمہارے لیئے تلاوت کروں؟ انہوں نے عرض کی جی ہاں ضرور۔ فرمایا قول خدا تعالےٰ یہ موجود ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۳۴۷) پس اس آیت سے ہارونؑ کی منزلت جو موسٰے سے تھی معلوم ہوگئی اور اسی سے منزلت علیؑ بن ابیطالب علیہ السلام کی جو جناب رسولِ خدا سے تھی معلوم ہوگئی۔ اور اُس کے ماسوا قول جناب رسولؐ خدا سے پوری

دلیل نکلتی ہے جبکہ اُن جناب نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ اس مسجد میں کوئی شخص سوائے میرے اور میری آل کے جنابت کی حالت میں نہیں آسکتا۔ علمائے مخالفین نے کہا اے ابوالحسنؑ (علیؑ بن موسےٰؑ) یہ بیان اور ایسی شرح سوائے آپ اہلبیتؑ رسولؐ کے اور کسی کے پاس نہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا ہمارے علم کا کون انکار کرسکتا ہے؟ حالانکہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا پس جو شخص شہر میں داخل ہونیکا قصد کرے اُس کو دروازے سے جانا چاہیے۔ (سنو) جو کچھ میں نے (اہلبیتؑ کی) فضیلت اور تقدس اور اُنکے پاک و پاکیزہ ہونے کی توضیح اور تشریح کی ہو اُسکا انکار سوائے دشمنِ خدا کے اور کوئی نہیں کرسکتا ابن مغازلی شافعی نے المناقب میں حذیفہ ابنِ اسید غفاری تک راویوں کا سلسلہ پہنچا کے روایت کی ہے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ جب حضورؐ سرورِ عالم مدینہ میں تشریف لائے اصحابِ جنابِ رسولِؐ خدا بھی پہنچ گئے۔ اُنکے پاس مکان تو تھے ہی نہیں جن میں وہ رات بسر کیا کرتے۔ پس وہ لوگ مسجدِ جنابِ رسولِؐ خدا میں سورہا کرتے تھے۔ اُسی میں اُنکو احتلام بھی ہو جایا کرتا تھا۔ ایک دن جنابِ رسولِؐ خدا نے اُن سے فرمایا کہ اب تم لوگ مسجد میں نہ سویا کرو کہ تمکو احتلام ہو جاتا ہے۔ تب اُن لوگوں نے مسجد کے چاروں طرف مکان بنا لیے اور دروازے اُن مکانوں کے مسجد میں رکھے تو جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے معاذ بن جبل کو ابوبکر کے پاس بھیجا۔ معاذ نے دروازہ پر پکار کے کہا اے ابوبکر خدا کا حکم ہے کہ تم اپنے دروازہ کو مسجد کی طرف سے بند کرلو اور مسجد سے باہر ہو جاؤ۔ ابوبکر نے جواب دیا بہت اچھا۔ (یہ کہکر) اپنا دروازہ بند کرلیا اور مسجد سے باہر ہو گیا۔ پھر آنحضرتؐ نے معاذ بن جبل کو عمر خطاب کے پاس بھیجا۔ معاذ نے عمر سے کہا کہ جنابِ رسولِؐ خدا کا حکم ہے کہ تم مسجد کی طرف سے اپنا دروازہ بند کرلو اور مسجد سے نکل جاؤ۔ عمر نے کہا بہت خوب مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک سوراخ مسجد کی طرف باقی رہے۔ جو کچھ عمر نے کہا تھا وہ بعینہ معاذ نے جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ سے عرض کر دیا۔ پھر اُن جنابؐ نے معاذ کو عثمان بن عفان کے پاس اسی حکم کے ساتھ بھیجا اور اُس زمانہ میں رقیہؑ (جناب خدیجۃ الکبرےٰ کی تربیت کردہ بیٹی) عثمان کے نکاح میں تھیں۔ عثمان نے بھی کہدیا بسر و چشم اور دروازہ بند کرکے مسجد سے نکل آیا۔ پھر جنابِ حمزہؑ کے پاس بھی پیام بھیجا۔ اُنھوں نے بھی اپنا دروازہ بند کرلیا۔ اور یہ فرمایا کہ میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کے لیے موجود ہوں۔ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام اس معاملہ میں متردد تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ آیا وہ اُن لوگوں میں محسوب ہونگے جن کا مسجد میں رہنا جائز ہو یا اُن میں شمار کیے جائینگے جو نکال دیے گئے۔ حالانکہ جنابِ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے اُن حضرتؑ کے لیے اپنے مکانوں کے بیچ میں ایک مکان بنوایا تھا اور اُسکا دروازہ مسجد میں رکھا تھا۔ پس اُن جنابؐ نے امیر المؤمنین علیہ السّلام سے ارشاد فرمایا اے علیؑ تم پاک و پاکیزہ ہو اس مکان میں رہو۔ یہ خبر حضرت امیر حمزہؑ کو پہنچی وہ جنابِ رسولِ خدا

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمکو تو مسجد سے نکالتے ہیں اور اولاد عبدالمطلب کے بچوں کو رکھتے ہیں آنحضرتؐ نے جواب دیا چچا جان اگر میرا اختیار ہوتا تو میں آپ پر کسی کو فوقیت نہ دیتا۔ خدا کی قسم یہ مرتبہ تو علیؑ بن ابیطالب ہی کو خدا نے عطا فرمایا ہے۔ اور آپ بھی اللہ کے اور اللہ کے رسولؐ کے خیر خواہ ہیں۔ آپ کو بشارت ہو۔ آنحضرتؐ کی اس بشارت دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر حمزہؑ جنگ احد میں شہید ہوگئے۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی اس منزلت نے بہت سے لوگوں کے دلوں میں حسد و رشک پیدا کر دیا۔ وہ لوگ اُن جنابؑ سے دلوں میں عداوت رکھنے لگے اور اس مرتبہ سے تمام صحابہ پر اُن جنابؑ کو فضیلت حاصل ہوگئی۔ ایک دن جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا ایہا الناس علیؑ بن ابیطالب کے مسجد میں رہنے سے بہت سے آدمی اُن کے دشمن ہوگئے اور اپنے دلوں میں کینہ رکھنے لگے۔ خدا کی قسم نہ میں نے خود سے اور لوگوں کو مسجد سے نکالا ہے اور نہ علیؑ بن ابیطالب کو مسجد میں جگہ دی ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ خداوند عالم نے جناب موسٰےؑ اور ہارونؑ کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لیے مصر میں کچھ مکان بناؤ اور اپنے مکانوں کو نماز کی جگہ قرار دو اور اُن میں نماز پڑھا کرو۔ پس بجز وحی جناب موسٰےؑ نے حکم دیا کہ سوائے اُنکے اور ذریت ہارونؑ کے کوئی شخص اُن کی مسجد میں نہ رہے۔ اور نہ مسجد میں عورتوں سے جماع کرے۔ اور نہ کوئی جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہو اور بیشک علیؑ بن ابیطالب کی منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کو جناب موسٰےؑ سے تھی علیؑ بن ابیطالب میرا بھائی ہے۔ میں اپنے کل قرابتداروں سے زیادہ اس کو دوست رکھتا ہوں۔ پس سوائے علیؑ بن ابیطالب اور اُن کی ذریت طاہرہ کے اور کسی شخص کو میری مسجد میں عورتوں سے مقاربت کرنا حلال نہیں جس کسی کو میرا کہنا بُرا معلوم ہو اُسکا راستہ اس طرف ہے اور دستِ مبارک سے ملکِ شام کی طرف اشارہ فرمایا۔ ابن مغازلی شافعی نے مناقب میں بروایت عدی بن ثابت یہ بھی لکھا ہے کہ ایک روز جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں آئے اور ارشاد کیا خدا تعالے نے جناب موسٰےؑ پر وحی کی تھی اے موسٰے تم ایک پاک و پاکیزہ مسجد بناؤ جس میں تمہارے اور ہارونؑ کے سوا کوئی اور نہ رہنے پائے۔ (اے گروہِ صحابہ) اسی طرح میری مسجد میں بھی سوائے میرے اور علیؑ بن ابیطالب اور فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے اور کوئی نہ رہنے پائیگا

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۳۴۸

قمیؒ نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل نے جناب موسٰے علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ خدا کی درگاہ میں دعا کیجیے کہ وہ ہماری بلا کو دور کر دے۔ حضرت موسٰےؑ نے دعا کی۔ جواب میں وحی آئی اے موسٰے ان لوگوں کو آگے لیجاؤ حضرت موسٰےؑ نے عرض کیا خداوندا آگے تو دریا (ئے قلزم) ہے ارشادِ باری ہوا اے موسٰے آگے بڑھیجاؤ۔ اسی طرح ہمارا حکم ہے اُسکی تعمیل تم پر واجب ہے۔ یہ دریا تمہارے لیے شگافتہ ہو جائیگا۔ پس جناب موسٰےؑ نے

نے بنی اسرائیل کو آگے بڑھایا۔ فرعون نے بھی اُنکا پیچھا کیا۔ قریب تھا کہ فرعون بنی اسرائیل کے قریب پہنچ جائے۔ بنی اسرائیل نے جو مُڑ کر دیکھا تو فرعون کو اپنے سروں پر پایا۔ موسٰے نے دریا کو اپنی لیے شگافتہ ہونیکا حکم دیا۔ دریا سے آواز آئی میں تو (بغیرِ حکمِ خدا) شگافتہ نہیں ہو سکتا۔ بنی اسرائیل بولے اے موسٰے! تم نے ہم کو دھوکا دیا۔ تم نے ہمیں ہلاک کر دیا! کاش کہ آپ ہمیں (مصر ہی میں) چھوڑ آتے کہ آلِ فرعون ہمکو غلام بنا لیتے۔ ہم لوگ گھروں سے نہ نکلتے۔ اب ہم سب کے سب یکبارگی قتل کر دیے جائینگے۔ حضرت موسٰے نے ارشاد فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ وہ عنقریب ہمارے لیے راہ پیدا کریگا۔ جاہل قوم کی اس گفتگو نے موسٰے علیہ السّلام کو رنج پہنچایا۔ بنی اسرائیل نے کہا اے موسٰے! ہم لوگ فرعونیوں کے پنجوں میں قید ہوا چاہتے ہیں۔ آپ نے تو یہ کہا تھا کہ ہمارے لیے دریا میں راستہ نکل آئیگا۔ اُس میں سے ہم سب گزر جائینگے اور چلے جائینگے۔ (دیکھیے) فرعون اور اُسکا لشکر نزدیک آگیا۔ اور آپ خود ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ وہ لوگ ہم سے کتنے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ پس حضرت موسٰے نے درگاہِ خدا میں دعا کی۔ خداوند عالم نے وحی کی اے موسٰے اپنا عصا اس دریا پر مارو۔ جونہی حضرت موسٰے نے دریا پر عصا مارا دریا شگافتہ ہو گیا اور حضرت موسٰے مع اپنی قوم کے پار اُتر گئے۔ فرعون کا لشکر جب دریا کے قریب آیا تو وہ لوگ دریا میں کشادہ راہیں دیکھکر تعجب کرنے لگے۔ فرعون نے کہا میں نے ہی تو تم لوگوں کے لیے یہ راستہ بنایا ہے پس تم لوگ اسی راہ سے گزر کر جاؤ۔ جب فرعون اپنے لشکر سمیت دریا کے بیچ میں پہنچ گیا خدا نے دریا کو ملجانے کا حکم دیدیا۔ دریا کے ملتے ہی وہ سب کے سب ڈوب گئے۔ پس فرعون نے ڈوبتے وقت کہا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ جواب دیا گیا اب تو ایمان لاتا ہے حالانکہ پہلے تو نافرمانی کر چکا اور تو فساد کرنیوالوں میں سے تھا۔ آج ہم صرف تیرے بدن کو نجات دیکر بعد میں آنیوالوں کے لیے عبرت کیلیے نشانی قرار دینگے۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ فرعون کی ساری قوم دریا میں چلی گئی تھی۔ اُن میں سے کوئی نہ بچا۔ وہاں سے وہ سب دوزخ میں چلے گئے۔ لیکن صرف فرعون کے لاشے کو خدا نے ساحل (کنارہ) پر پھینکدیا تاکہ لوگ اُسے دیکھیں اور اُسے پہچانیں اور آیندہ لوگوں کے لیے وہ لاشہ قدرتِ خدا کی نشانی قرار پائے کہ فرعون کے ہلاک ہونے میں کسی کو شک و شبہہ باقی نہ رہے کیونکہ اُس زمانہ کے لوگوں نے فرعون کو اپنا پروردگار سمجھ لیا تھا۔ پس خدا نے فرعون کو مُردار بنا کے ساحل پر پھینکدیا اور سب کو دکھا دیا کہ عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔ خدا فرماتا ہے اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝ یعنی بہت سے آدمی ہماری نشانیوں سے بیخبر ہیں۔ نیز اسی تفسیر میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب سے فرعون غرق ہوا تھا حضرت جبرئیلؑ ہر پیغمبر کے پاس مغموم و محزون آیا کرتے تھے یہانتک کہ حضرت خاتم الانبیا صلّے اللہ علیہ و آلہ کی خدمت میں بھی اُسی طرح آتے رہے لیکن جس دن آیۂ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ

مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ہ لائے تو خرم و شاداں تھے۔ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا
اے جبرئیل آج تمہاری خوشی کا کیا سبب ہوا؟ جبرئیلؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ بات یہ تھی کہ جب وقت
فرعون ڈوبنے لگا اور اُس نے اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ہ کہا تو میں نے کیچڑ کا ایک لوندا اُٹھا کے اُس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ پھر میں نے کہا آٰلْـٰٔنَ
وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ہ چونکہ میں نے یہ کام بغیر حکمِ خدا کیا تھا تو مجھے اس
بات کا خوف پیدا ہوا کہ اگر خدا فرعون کے حال پہ رحم فرمائے تو مجھے میرے اس کیے پر عذاب دیگا۔ اسی
وجہ سے میں ہمیشہ غمگین رہتا تھا۔ مگر اس وقت جو میں آپ کے پاس حکمِ پروردگار لیکر آیا ہوں تو اس میں وہی
کلمہ موجود ہے جو میں نے فرعون سے کہا تھا۔ پس میں نے سمجھ لیا کہ وہ فعل میرا مرضیٔ خدا کے موافق تھا۔ اس
وجہ سے میں خوش ہو گیا اور میرا رنج و ملال دور ہو گیا۔ وہی جناب فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ کی تفسیر میں
فرماتے ہیں جب فرعون ڈبو دیا گیا تو حضرت موسٰیؑ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ہلاک ہو جانے کی خبر دی۔
مگر اُنہوں نے یہ خبر سچی نہ سمجھی۔ پس خداوند عالم نے فرعون کا لاشہ کنارے پر پھینکدیا تاکہ بنی اسرائیل اُسکو
اپنی آنکھوں سے مُردہ دیکھ لیں۔ محمد ابن ابی عمیر نے جناب امام موسےٰ کاظم علیہ السّلام سے عرض کیا قولِ باریتعالےٰ
اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۚ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى کا مطلب کیا ہے؟ (ترجمہ کے
لیے دیکھو صفحہ ۵۰۰ سطر ۹) حضرتؑ نے فرمایا قَوْلًا لَّيِّنًا سے یہ مراد ہے کہ اُس سے کلام کرنا تو اُس کی کنیت
یعنی ابو مصعب کہکر اُسے مخاطب بنانا (اُسکا نام نہ لینا) فرعون کا نام ابو مصعب ولید بن مصعب تھا۔ اور
لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى سے مطلب یہ ہے کہ اس کلمہ سے خدا نے موسےٰ اور ہارونؑ کو فرعون کے پاس
جانے پر آمادہ کیا ہے کیونکہ خدا تعالےٰ کو یہ معلوم تھا کہ فرعون آخری عذاب دیکھے بغیر نہ ڈریگا اور نہ عبرت
حاصل کریگا۔ کیا تم یہ نہیں سُنتے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب فرعون ڈوبنے ہی لگا تب اُس نے یہ کہا اٰمَنْتُ
اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ہ مگر اللہ تعالےٰ نے اُس کا
ایمان قبول نہیں کیا اور یہ فرمایا آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ہ (ترجمہ کے
لیے دیکھو صفحہ ۳۴۸ سطر ۴) تفسیر عیاشی میں ہے کہ جب حضرت موسےٰ دریا میں چلے گئے تو اُن کے پیچھے پیچھے
فرعون بھی لشکر سمیت چلدیا مگر فرعون کا گھوڑا پانی کے اندر جانے سے جھجکا تو اُسی وقت جبرئیلؑ گھوڑی
پر سوار ہو کر آدمی کی شکل میں آموجود ہوئے۔ فرعون کے گھوڑے نے جونہی گھوڑی کو دیکھا اُس کے پیچھے
ہولیا۔ یہانتک کہ فرعون اور اُسکا لشکر دریا کے بیچوں بیچ پہنچگیا تو وہ سب کے سب ڈبو دیے گئے۔
الاختصاص میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بروایت عبداللہ بن جندب جناب علی بن موسی الرضا علیہ السّلام
سے روایت کی ہے کہ چھ لاکھ آدمی فرعون کے مقدمۃ لشکر میں تھے۔ اور دو لاکھ اُن کے بعد اور لشکر
کے آخری حصّہ میں دس لاکھ۔ پس جب حضرت موسٰےؑ دریا میں پہنچگئے تو فرعون نے لشکر سمیت اُن جنابؑ کا

پیچھا کیا۔ دریا کے پانی کو دیکھکر فرعون کا گھوڑا ٹھٹکا پس جبرئیلؑ امین آدمی کی صورت میں مادیان پر سوار اُسکے سامنے آگئے۔ فرعون کے گھوڑے کی نگاہ جو اُس مادیان پر پڑی بے اختیار اُسکی طرف چلا اس طور سے فرعون اور اُسکا لشکر دریا میں داخل ہوگیا پھر سب کے سب ڈبو دیئے گئے۔ (قول مترجم۔ اس قصّہ کے متعلق اور روایتیں انشاء اللہ سورۂ شعراء پارہ ۱۹ میں آئینگی)

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق ص ۳۴۹ تفسیر قمی میں ابو مسکان نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضور سرورِ عالم شب معراج آسمان پر تشریف لیگئے تو خدا تعالےٰ نے جناب علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کی فضیلت میں وحی نازل فرمائی اور شرف و بزرگی اُن حضرتؑ کی ظاہر کی۔ جب آنحضرتؐ واپسی میں بیت المعمور پہنچے تو وہاں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی خاطر سے تمام انبیا کو جمع کیا اور اُنہوں نے حضرت کے پیچھے نماز جماعت پڑھی اُس وقت آنحضرتؐ کے دل میں اُس وحی کی بابت جو جناب علیؑ مرتضےٰ کی عظمت کے بارے میں نازل ہوئی تھی کچھ خیال گزرا اس پر خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ { یعنی اگر تمہیں اُس فضیلت میں جو ہم نے علیؑ کے بارے میں نازل کی ہے کچھ شبہہ ہے تو ان نبیوں سے جو تم سے پہلے کتاب پڑھتے تھے دریافت کرلو (کہ اسوقت تمہارے پاس ہی موجود ہیں) ہم نے ان کی کتابوں میں علیؑ بن ابیطالب کے ایسے ہی فضائل نازل کر دیئے ہیں جیسے تمہاری کتاب میں اُتارے ہیں } لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ امام فرماتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ کو نہ شک ہوا اور نہ آنحضرتؐ نے کسی سے کچھ دریافت کیا۔ **قول مترجم** "جناب رسولِ خدا کے خیالِ مبارک میں جو کچھ گزرا ہوگا وہ منافقین امّت کے شکوک کی بابت گزرا ہوگا جس کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں ظاہرا خطاب حضرتؐ سے ہے اور باطناً انہی فضائل کے شک کرنیوالوں کی تہدید اور تنبیہ مراد ہے" ابراہیم بن عمر نے جناب امام محمد باقر یا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب ختمی منزلت صلوات اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا مجھے کچھ بھی شک نہیں ہے۔ عبد الصمد بن بشیر نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جب جناب رسولِ خدا معراج کے لیے بالائے آسمان تشریف لیگئے اور وہاں اپنے پروردگار سے مناجات کر چکے تو بیت المعمور کی طرف واپس آئے۔ یہ بیت المعمور خانۂ کعبہ کے مقابل چوتھے آسمان پر ہے اُس جگہ خدا تعالےٰ نے تمام رسولوں اور نبیوں اور ملائکہ کو جمع کیا اور جبرئیلؑ کو حکم دیا تو اُنہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی۔ اور جناب رسولِ خدا نے سب کے آگے کھڑے ہوکر نماز پڑھی۔ پس جب نماز سے فارغ ہوئے تو جبرئیلؑ نے عرض کیا فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ الخ۔ علّامہ ابن شہر آشوب نے اس آیت کی تفسیر میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ فرماتے

ہیں کہ جب میں معراج کے لیے بالائے آسمان گیا اور چوتھے آسمان پر پہنچا تو جبرئیلؑ نے تمام نبیوں اور صدیقوں
اور شہیدوں اور فرشتوں کو جمع کرکے اذان دی پھر اقامت کہی پس میں آگے بڑھا اور سب کو نماز پڑھائی۔ پھر ایسی
میں جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا یا رسول اللہ آپ ان سے دریافت کریں کہ یہ سب کس بات کی گواہی دیتے ہیں؟
(جب میں نے پوچھا) وہ سب کہنے لگے ہم گواہی دیتے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ خدا کے رسولؐ
ہیں اور علیؑ بن ابیطالب امیر المومنین ہیں۔ تفسیر ثعلبی اور اربعین خطیب میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے
جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جب میں شبِ معراج آسمان پر گیا اور جبرئیلؑ کے ہمراہ چوتھے
آسمان پر پہنچا تو میں نے وہاں یاقوتِ سرخ کا ایک مکان دیکھا۔ جبرئیلؑ نے کہا بیت المعمور یہی ہے جسے
خدا تعالٰی نے آسمان اور زمین کی خلقت سے پچاس ہزار برس پہلے پیدا کیا ہے۔ پھر جبرئیلؑ کہنے لگے یا
رسولؐ اللہ اُٹھیے اور نماز پڑھائیے۔ اور اللہ تعالےٰ نے کُل انبیاؑ کو جمع فرما دیا تھا۔ میں نے اُن سب
کو نماز پڑھائی۔ جب آخری سلام پھیر چکا تو ایک فرشتہ حکمِ پروردگار سے میرے پاس آیا اور اُس نے
کہا اے محمدؐ خداوندِ عالم بعدِ سلام ارشاد فرماتا ہے کہ آپ ان نبیوں سے دریافت کیجیے کہ یہ لوگ آپ سے
پہلے کس اعتقاد پر دنیا میں بھیجے گئے تھے؟ جب میں نے اُن سے سوال کیا تو اُنھوں نے جواب دیا ہم
سب آپ کی ولایت اور علیؑ بن ابیطالب کی ولایت پر مبعوث ہوئے تھے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق ص ۳۴۹ تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے وہ
جناب فرماتے ہیں کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے تحریر فرمایا کہ مجھ سے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ
علیہ وآلہ نے بیان کیا اور اُن سے جبرئیلؑ امین نے بیان کیا کہ یونسؑ بن متّیٰ کو خدا نے تیس ۳۰ سال کی عمر میں
اُن کی قوم کے پاس نبی بنا کر بھیجا۔ حضرت یونسؑ گرم مزاج تھے۔ اور اپنی قوم کی ایذا رسانی پر بہت کم صبر کرتے
تھے اور اپنی قوم سے مدارات کم کرتے تھے۔ بارِ نبوت کے تحمل میں عاجز آگئے تھے۔ اور اُس کے بوجھ سے ایسے
تھک گئے تھے جیسے کہ تین برس کا اونٹ کا بچہ لدنے سے تھک جاتا ہے تینتیس ۳۳ سال تک اپنی اُمت میں مقیم رہے
اور برابر لوگوں کو خدا پر ایمان کی طرف بلاتے رہے اور اپنی تصدیق اور اپنی متابعت کی رغبت دلاتے رہے
(اتنی ہدایت پر) اُنکی قوم میں سے صرف دو آدمی ایمان لائے اور اُن کے پیرو ہوئے۔ اُن دونوں میں سے
ایک کا نام روبیل تھا۔ دوسرے کا نام تنوخا۔ روبیل خاندان علم و نبوت و حکمت سے تھا اور حضرت یونسؑ
کے مبعوث بہ نبوت ہونے سے پہلے سے اُنکا مصاحب تھا۔ اور تنوخا ایک مرد کم علم تھا مگر عابد زاہد جسکی ہمیشہ
عبادت میں بسر ہوتی تھی مگر عالم اور صاحبِ حکمت نہ تھا۔ روبیل کے پاس بہت سی بھیڑ بکریاں تھیں جنکو
چرایا کرتا تھا۔ اُنہی سے اُسکی بسر اوقات ہوتی تھی۔ اور تنوخا ہیزم فروش تھا جو اپنے سر پر لکڑیاں اُٹھا کر لاتا
اور بیچا کرتا۔ اور اسی پیشے سے اپنی بسر اوقات کرتا۔ روبیل کا مرتبہ اُس کے علم و حکمت اور صحبت قدیم کی
وجہ سے جتنا حضرت یونسؑ کے نزدیک تھا اُتنا تنوخا کا نہ تھا۔ پس جب حضرت یونسؑ نے دیکھا کہ یہ لوگ میری

بات نہیں مانتے اور ایمان نہیں لاتے تو تنگ آ گئے اور اپنی ذات میں زیادہ صبر کی گنجائش نہ پائی تو خدا کی درگاہ میں شکایت کی اور شکایت میں یہ عرض کی کہ پروردگارا تو نے مجھے اس قوم کی طرف تیس برس کی عمر میں نبی بنا کر بھیجا۔ مجھے تینتیس برس ان میں گزرے کہ میں برابر ان کو تجھ پر ایمان لانے اور اپنی رسالت کی تصدیق کرنے کی دعوت دیتا رہا ہوں اور تیرے عذاب و نکال سے ڈراتا رہا ہوں۔ مگر یہ لوگ مجھے جھٹلاتے رہے اور تجھ پر ایمان نہ لائے۔ میری نبوت کا انکار کیا۔ میری رسالت کو حقیر جانا۔ مجھے یہ لوگ دھمکیاں دیتے رہے۔ اب مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہیں یہ قوم مجھے قتل نہ کر دے۔ لہذا تو ان پر اپنا عذاب نازل فرما کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے نے حضرت یونسؑ پر وحی نازل فرمائی کہ اس قوم میں کچھ تازہ حاملہ عورتیں ہیں اور کچھ ایسی بھی ہیں کہ جنکے پیٹ میں بچے کی صورت بن چکی ہے یا خلقت تمام ہو چکی ہے۔ کچھ بچے ہیں، کچھ بوڑھے بھی ہیں۔ کمزور مرد اور ضعیف عورتیں بھی ہیں اور کچھ بیمار و ناتوان بھی ہیں اور میں حاکم عادل ہوں۔ میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔ مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ تمہاری امت میں بڑوں کے گناہ کے سبب سے بے گناہ چھوٹوں پر عذاب کروں۔ اے یونسؑ وہ میرے بندے اور میری مخلوق ہیں۔ میرے شہروں میں وہ آباد ہیں میں اُنہیں روزی دیتا ہوں۔ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ ابھی توقف کروں۔ میں اُن پر مہربانی کروں اور اُن کی توبہ کا منتظر رہوں۔ اے یونسؑ میں نے تم کو تمہاری قوم کی طرف اس لیے بھیجا ہے کہ تم اُن کی حفاظت کرو اور اُن کے ساتھ نرمی اور رحمدلی سے پیش آؤ اور انبیا کی سی مہربانی کے ساتھ اُن کو ڈھیل دو۔ اور رسولوں کی سی دانائی کے ساتھ اُنکے اذیت دینے پر صبر کرو۔ اور تمہیں اُن کے لیے مثل علاج کرنیوالے طبیب کے ہونا چاہیے جو دواؤں کے استعمال کا جاننے والا ہوتا ہے۔ پس تم نے اُن کے ساتھ نادانی کا سلوک کیا اور تم نے اُن کے دلوں میں نرمی کو جگہ نہ دی اور رسولوں کا سا معاملہ اُن کے ساتھ نہ کیا۔ پھر تم اپنی سخت نظری کے سبب مجھ سے اُن پر عذاب نازل کرنیکا سوال کر بیٹھے۔ میرے بندہ نوحؑ کو دیکھو کہ اُس نے اپنی قوم کے ظلم و ستم پر تم سے کتنا زیادہ صبر کیا۔ وہ اپنی قوم سے کتنا اچھا برتاؤ رکھتا تھا اور میرے نزدیک وہ صبر کرکے کتنی ڈھیل سے کام لیتا تھا۔ اور عذر خواہی میں بیحد مبالغہ کرتا تھا۔ اسی لیے جب وہ اپنی قوم پر میری خاطر غضبناک ہوا تو میں بھی اُسکی خاطر غضبناک ہوا۔ جب اُس نے مجھ سے دعا مانگی تو میں نے اُس کی دعا کو قبول کر لیا۔ حضرت یونسؑ نے عرض کیا پروردگارا میں نے بھی اُن پر تیری محبت میں غصہ کیا ہے۔ اور جب وہ لوگ تیرے نافرمان بن گئے تو میں نے اُن کے حق میں بد دعا کی ہے۔ قسم ہے تیری عزت کی میں کبھی ان پر مہربانی نہ کرونگا اور جب وہ لوگ کافر ہو چکے اور مجھے جھٹلا چکے اور میری نبوت کا انکار کر چکے تو اب میں اُن کی نصیحت کا انتظار نہ کرونگا۔ پس اب تو اُن پر اپنا عذاب نازل کر دے کہ یہ لوگ کبھی ایمان نہ لائینگے۔ ارشاد باری ہوا اے یونسؑ! یہ ایک لاکھ یا زیادہ آدمی میری مخلوق ہیں۔ میرے شہروں کو یہ آباد کرتے ہیں۔ میرے بندے ایسے

پیدا ہوتے رہیں۔ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ ابھی ان کو مہلت دیدوں۔ اُس مصلحت کے لیے جو مجھکو سابق ہی سے معلوم ہے۔ اور میری تقدیر اور تدبیر پہلے ہی مقرر ہو چکی ہے۔ تمہیں اُن باتوں کا علم ہی نہیں ہے۔ اے یونسؑ! تم میرے رسول ہو۔ میں حکمت والا پروردگار ہوں۔ میں عالم الغیب ہوں تمہیں اس کا انجام معلوم نہیں۔ تم تو ظاہر کے جاننے والے ہو۔ باطن کے حال سے تم بیخبر ہو۔ اے یونسؑ! میں نے تمہاری دعا کو قبول کر لیا لیکن اس سے میرے نزدیک تمہارا حصہ زیادہ نہ ہوگا۔ اور نہ یہ دعا تمہاری شان کے لائق ہے۔ اے یونسؑ شوال کے وسط میں چہارشنبہ کے دن طلوع آفتاب کے بعد اُن پر عذاب نازل ہوگا۔ جاؤ۔ اُنہیں خبر دیدو۔ حضرتؑ نے فرمایا یہ مژدہ سُنکر جناب یونسؑ خوش ہو گئے کچھ بھی تو اُنہیں رنج نہوا۔ مگر اُنہیں انجام معلوم نہ تھا۔ پس حضرت یونسؑ تنوخا عابد کے پاس گئے اور اُس سے بیان کیا کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ فلاں روز اس قوم پر عذاب نازل ہوگا۔ چلو ان لوگوں کو خبر دیدیں۔ تنوخا بولا انہیں گناہوں میں پڑا رہنے دو یہانتک کہ عذاب ان پر آپڑے۔

حضرت یونسؑ نے فرمایا اچھا روبیل کے پاس چلیں۔ وہ خاندانِ نبوت کا عالم اور حکیم ہے۔ دیکھو وہ اس معاملہ میں کیا مشورہ دیتا ہے۔ اب دونوں روبیل کے پاس گئے۔ حضرت یونسؑ نبی نے فرمایا اے روبیل! میرے پاس وحی آئی ہے کہ وسط شوال میں بدھ کے دن سورج نکلنے کے بعد ان لوگوں پر عذاب نازل ہوگا۔ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ آیا ان لوگوں کو نزولِ عذاب کی خبر دیدیں (یا کیا؟) روبیل نے عرض کیا آپ خدا کی طرف صاحبِ حکمت نبی اور رسولِ کریم کی مانند رجوع کریں اور واپسیٔ عذاب کی دعا مانگیں کہ خدا اُن کے عذاب سے غنی ہے۔ اور وہ اپنے بندوں پر مہربانی کو پسند کرتا ہے۔ اگر ان پر عذاب نازل ہوگا تو اس سے آپ کو نفع نہ پہنچیگا اور نہ آپ کی پیشِ خدا منزلت بڑھیگی۔ شاید آپکی قوم کسی دن ایمان لے آئے اگرچہ آپ اُن کے کفر کو سُن چکے۔ اُن کے انکار کو مشاہدہ فرما چکے۔ پس آپ کچھ اور صبر فرمائیں اور توقف کریں۔ تنوخا نے کہا افسوس ہے تیرا اے روبیل یہ تم کیسی رائے دیتے ہو حالانکہ وہ لوگ کافر ہو چکے۔ نبیٔ خدا کا اُنہوں نے انکار کیا اور جھٹلایا۔ گھر سے اُنکو نکالدیا سنگسار کرنیکا وہ ارادہ رکھتے ہیں۔ روبیل نے کہا اے تنوخا چپ رہ تو ایک مرد عابد ہے۔ علم تجھ میں بالکل نہیں۔ پھر روبیل حضرت یونسؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا اے یونسؑ! یہ تو فرمائیے کہ جب خداوند عالم آپکی قوم پر عذاب نازل کریگا تو آیا سب کو ہلاک کر دیگا یا بعض کو ہلاک کریگا اور بعض کو باقی رہنے دیگا؟ حضرت یونسؑ نے جواب دیا بلکہ اُن سب کو ہلاک کر دیگا۔ یہی میں نے خدا سے دعا کی ہے۔ میرا دل اُنپر مہربان نہیں ہے کہ میں خدا کی طرف رجوع کروں اور واپسی عذاب کی خدا سے دعا مانگوں۔ روبیل نے عرض کیا اے یونسؑ کیا آپ کو یہ خبر ہے کہ اگر وہ لوگ عذاب نازل ہوتا ہوا دیکھیں تو اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور (گڑگڑا کر) خدا سے بخشش کی دعا مانگیں پس خدا اُن پر رحم فرمائے کہ وہ ارحم الراحمین ہے اور

عذاب کو اُن کی طرف سے پھیر دے حالانکہ آپ بدھ کے دن نازل ہونے کی خبر دے چکے ہوں تو کیا وہ کہ پھر آپ اُن کے نزدیک جھوٹے نہ ٹھیرینگے؟ تنوخا نے کہا اے روبیل! وائے ہو تجھ پر تو نے بڑی مُنہ زوری کی۔ خدا نے اپنے رسول کو نزولِ عذاب کی وحی کی ہے۔ خدا کا رسول خبر دے رہا ہے کہ اُن پر عذاب نازل ہوگا۔ اے روبیل! تو قول خدا و رسول کو رد کر رہا ہے اور قولِ رسول میں شک کرتا ہے چلا جا یہاں سے کہ تیرے سارے اعمال مٹ گئے۔ روبیل نے تنوخا سے کہا تیری عقل خراب ہوگئی (میں تجھ سے بات نہیں کرتا) پھر روبیل حضرت یونسؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کرنے لگے (خیر آپ کو اختیار ہے جو چاہیے کیجیے) اپنی قوم پر خدا سے عذاب نازل کرایئے۔ اُسکا قول سچا ہی (لیکن یاد رکھیے) جب عذاب نازل ہوگا تو ساری قوم آپ کی ہلاک ہو جائیگی۔ بستیاں اُن کی اُجڑ جائینگی تو کیا آپ کا نام نبیوں کے دفتر سے خدا تعالےٰ محو نہ فرمائیگا اور آپ کی رسالت کو نہ مٹائیگا۔ اُس وقت آپ مثل اور لوگوں کے ہو جائینگے۔ کیا آپ کو ایک لاکھ سے زیادہ بندوں کا مرنا پسند ہے؟ حضرت یونسؑ نے روبیل کی نصیحت نہ سُنی اور تنوخا کو ساتھ لے اپنی قوم کو وحیِ خدا سے خبر دی کہ وسطِ شوال میں بدھ کے دن سورج نکلنے کے بعد تم پر خدا کا عذاب نازل ہوگا۔ اُن لوگوں نے قولِ یونسؑ کو رد کر دیا اور جھٹلایا اور بُری طرح اپنی بستی سے نکال دیا۔ حضرت یونسؑ تنوخا کے ہمراہ بستی سے تھوڑی دور جا ٹھیرے اور عذاب خدا کا انتظار کرنے لگے۔ روبیل اپنی قوم کے ہمراہ بستی میں رہا یہانتک کہ ماہ شوال شروع ہوا تو روبیل نے ایک پہاڑی پر چڑھکے بلند آواز سے اپنی قوم کو پکارا اے قوم آگاہ ہو جاؤ کہ میں روبیل ہوں اور تم پر بڑا مہربان ہوں۔ تم نے عذابِ خدا کا انکار کیا۔ اب وہ مہینہ جس میں نزولِ عذاب کی یونسؑ نبی نے خبر دی تھی شروع ہوگیا۔ اس مہینہ کے وسط میں بدھ کے دن طلوعِ آفتاب کے بعد عذاب تم پر نازل ہوگا خُدا اپنے رسول سے ہرگز جھوٹا وعدہ نہیں کرتا۔ اب اپنی اپنی تدبیروں میں غور کرو۔ اس کلام نے سب کے دلوں کو ہلا دیا۔ وہ سب خوف زدہ ہوگئے۔ اور اُنکے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ بیشک ہم پر عذاب نازل ہوگا۔ پس وہ سب روبیل کے گرد جمع ہوئے اور کہنے لگے اے روبیل! تم عالم اور حکیم ہو تم ہی ہم کو مشورہ دو۔ (افسوس) ہم نہ جانتے تھے کہ تم ہم لوگوں پر اس درجہ مہربان ہو جو کچھ تم نے حضرت یونسؑ کو مشورہ دیا تھا اُس کی ہمیں خبر پہنچ گئی ہے۔ اب اپنی رائے ظاہر کرو اور ہم کو حکم دو (کہ ہم اُسے بجا لائیں) روبیل نے جواب دیا بس میرے نزدیک یہی مناسب ہے اور یہی میری رائے ہے کہ (اُس دن کا) انتظار کرو اور آمادہ رہو۔ جب چہار شنبہ کی صبح وسطِ شوال میں طلوع کرے تو تم بچوں کو اُن کی ماؤں سے جُدا کرو۔ بچّے تو پہاڑ کے نیچے جنگل کی راہوں میں رہیں عورتیں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑی ہوں۔ یہ سب باتیں طلوعِ صبح سے پہلے پہلے طے ہو جائیں۔ پھر تم سب بوڑھے اور بچّے مِلکر فریاد کرو اور خوب روؤ اور خدا کی درگاہ میں رو رو کے توبہ کرو اور استغفار پڑھو اور آسمان

کی طرف سر اُٹھاکے یوں کہو پروردگارا بیشک ہم نے ظلم کیا اور تیرے نبی کو جھٹلایا۔ اب ہم اپنے گناہوں سے تیری جناب میں توبہ کرتے ہیں۔ اگر تو ہمیں نہ بخشیگا اور ہم پر رحم نہ فرمائیگا تو ضرور ہم نقصان اُٹھائینگے اور تیرے عذاب میں گرفتار ہو جائینگے۔ (اے ہمارے معبود!) تو ہماری توبہ قبول کرلے اور اے ارحم الراحمین تو ہم پر رحم فرما۔ پھر جب تک آفتاب غروب نہ کرے یا عذاب دور نہو برابر روتے پیٹتے اور غل مچاتے رہنا۔ پس اُن لوگوں نے روبیل کی رائے پسند کرلی اور سب متفق ہوگئے کہ جو کچھ روبیل نے مشورہ دیا ہے اُسپر عمل کریں۔ جب نزولِ عذاب والابدھ کا دن آگیا تو روبیل اُس بستی سے جدا ہوگئے اور ایسی جگہ جا بیٹھے جہاں سے اُنکی فریاد کو سُنیں اور عذاب کو نازل ہوتے دیکھیں۔ جب چہارشنبہ کی صبح ظاہر ہوئی تو قوم یونسؑ نے وہی کیا جو روبیل نے اُنہیں حکم دیا تھا۔ جس وقت آفتاب بلند ہوا تو کالی زردی مائل آندھی تیزی سے اُٹھنے لگی۔ بھیانک آوازیں اُس سے آتی تھیں۔ جونہی اُن لوگوں نے آندھی کو دیکھا سب کے سب چیخنے لگے اور رو رو کے خدا کی درگاہ میں توبہ کرنے لگے اور بخشش کی دعائیں مانگنے لگے۔ بچے رو رو کر اپنی ماؤں کو ڈھونڈھتے تھے اور جانوروں کے بچے اپنی اپنی دودھ پلانے والی کی تلاش میں الگ غل مچا رہے تھے۔ چارپائے اپنے گڈریوں کی تلاش میں الگ دوڑتے پھرتے تھے۔ اسی حالت میں وہ دیر تک مبتلا رہے۔ حضرت یونسؑ اور تنوخا اُن کی آوازیں اور شور و فریاد سُن رہے تھے اور دعا کر رہے تھے کہ خداوند! تو ان پر عذاب کو اور سخت کردے۔ روبیل بھی اُنکا چیخنا چلانا سُن رہے تھے اور نازل ہونیوالا عذاب دیکھ رہے تھے۔ اور دعا کرتے تھے خدایا تو اس عذاب کو دور کردے۔ پس جب دن ڈھل گیا اور آسمان کے دروازے کھل گئے تو پروردگار کا غضب ٹھیر گیا۔ خدائے رحمٰن نے اُن پر رحم فرمایا اور اُن کی دعا منظور کی اور اُن کی توبہ قبول فرمائی اور اُن کی خطائیں معاف کیں۔ اور اسرافیلؑ کو وحی کی کہ اے اسرافیلؑ تم قوم یونسؑ کے پاس جاؤ کہ اُن لوگوں نے میرے سامنے فریاد کی اور رو رو کر مجھ سے توبہ کی اور مجھ سے بخشش چاہی۔ پس میں نے اُن پر رحم کیا اور اُن کی توبہ قبول کرلی کیونکہ میں توبہ قبول کرنیوالا مہربان خدا ہوں۔ جو بندہ میری درگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرے میں اُس کی توبہ جلد قبول کرلیتا ہوں۔ میرے بندے اور میرے رسول یونسؑ نے اپنی قوم پر نزولِ عذاب کی دعا کی تھی۔ میں نے اُن پر عذاب نازل کردیا۔ اور میں معبودِ برحق ہوں۔ اپنی عہد کا سب سے زیادہ وفا کرنیوالا ہوں۔ مگر یونسؑ نے جس وقت مجھ سے اُنپر عذاب نازل کرنیکا سوال کیا تھا تو یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ میں اُنکو ہلاک بھی کردوں لہذا اے اسرافیلؑ تم زمین پر اُترو اور میرے عذاب کو ان لوگوں سے پھیر دو۔ اسرافیلؑ نے عرض کی پروردگارا! تیرا عذاب تو اُن کے کندھوں تک پہنچ چکا۔ قریب ہے کہ وہ اُن سب کو ہلاک کردے۔ میں تو یہی دیکھ رہا ہوں کہ عذاب اُن کے قریب ہوگیا ہے۔ اب میں اُسکو کہاں لیجاؤں کس طرف پھیروں؟ ارشادِ باری ہوا اے اسرافیلؑ ہرگز ایسا نہیں ہے کیونکہ میں نے اپنے فرشتوں سے کہدیا ہے کہ جب تک میرا حکم نہ پہنچے عذاب اُن پر نہ اُترنے دو۔ اے

اسرافیلؑ جلد اُترو اور اُن پہاڑوں پر اور چشموں کے نکلنے کے موقعوں پر اور سیلابوں کے جاری ہونیکے مقاموں پر جو بڑے بڑے سرکش پہاڑوں پر ہیں جو دوسرے پہاڑوں کے مقابلہ میں غرور کرتے ہیں اس عذاب کو پہنچا دو کہ اسکی وجہ سے اُن پہاڑوں کو ذلّت حاصل ہوگی اور وہ نرم پڑجائینگے اور جم کر لوہا بنجائینگے۔ پس اسرافیلؑ اُترے اور اپنے پروں کو پھیلا کے اُن پہاڑوں پر عذاب کو ٹپک دیا جن کے بارے میں خدا نے حکم دیا تھا۔ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں وہ پہاڑ موصل کے اطراف میں ہیں پس قیامت تک اُن میں سے لوہا نکلتا رہیگا۔ جب قوم یونسؑ نے دیکھا کہ عذاب اُن کے سروں سے ہٹ گیا تو سب کے سب پہاڑ کی چوٹیوں سے اُتر کر اپنے اپنے گھروں میں آگئے اور اپنی عورتوں کو اور اپنے بال بچّوں کو اور اپنے مال مویشی کو جمع کرلائے۔ اور اس بات پر خدا کا شکر بجالائے کہ اُسنے عذاب کو ہٹا دیا۔ پس حضرت یونسؑ اور تنوخا جب پنجشنبہ کی صبح کو اُس جگہ سے جہاں وہ تھے اُٹھے تو اُنھوں نے غُل و شور کے بند ہو جانے سے جان لیا کہ بیشک عذاب نے اُن سب پر نازل ہو کر اُن کو ہلاک کر دیا۔ پس صبح سویرے سورج نکلنے کے ساتھ اُن لوگوں کا حال دیکھنے کے لیے بستی کی طرف چلے جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ لکڑہارے اور گدھے والے اور چرواہے بستی سے نکل رہے ہیں اور وہ لوگ نہایت اطمینان میں ہیں۔ یہ حال دیکھکر حضرت یونسؑ نے تنوخا سے فرمایا کہ وحی نے میری تکذیب کی۔ اس گروہ سے میرا وعدہ خلاف ہوا۔ خدا کی قسم بعد اس تکذیب کے اب یہ لوگ میرا مُنہ نہ دیکھینگے۔ پس یہ کہکر حضرت یونسؑ دریائے دجلہ کی طرف (بغیر حکم خدا) خفا ہو کے بھاگ نکلے۔ اس خیال سے کہ جب یہ لوگ مجھے دیکھینگے تو جھوٹا کہینگے۔ چنانچہ خداوند عالم اس واقعہ کی خبر آیۂ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ الخ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۴۲۵۔ سطر ۱۰) میں دیتا ہے۔ اور تنوخا بستی میں آیا۔ روبیل سے ملاقات کی۔ روبیل نے کہا اب فرمایئے اُن دونوں رایوں میں کونسی حق پر تھی تمہاری یا میری۔ تنوخا نے جواب دیا آپ نے حکیم اور عالم کی سی رائے دی۔ آپ ہی کا مشورہ ٹھیک تھا۔ میں تو ہمیشہ اپنی عبادت و پرہیزگاری کی وجہ سے اپنے کو آپ پر فضیلت دیتا تھا۔ آج آپ کی فضیلت ظاہر ہوئی خدا نے آپ کو علم و حکمت سے ممتاز کیا ہے۔ اس پر آپ متقی بھی ہیں۔ یہ باتیں اُس عبادت اور زہد سے افضل ہیں جو بغیر علم کے ہو۔ پس یہ دونوں آپس میں [illegible] کے اپنی قوم میں رہے اور حضرت یونسؑ تو اُسی وقت وہاں سے خفا ہو کے چلے گئے تھے اور اُن کا پورا واقعہ اس طرح گزرا تھا جس کی خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب میں وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ تک خبر دی ہے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ حضرت یونسؑ کتنے دن اپنی قوم سے غائب رہے کہ پھر اُن میں نبوّت اور رسالت کے ساتھ آئے پس وہ لوگ اُن پر ایمان لائے اور اُن جناب کی تصدیق کی۔ حضرتؑ نے فرمایا چار ہفتے۔ ایک ہفتہ میں دریا کے کنارے پہنچے۔ دوسرے ہفتہ

مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ تیسرا ہفتہ کدو کے درخت کے نیچے گزرا۔ چوتھے ہفتہ میں اپنی قوم کی طرف واپس آئے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ آیا یہ ہفتے مہینوں کے تھے یا دنوں کے یا ساعتوں کے؟ حضرت نے جواب دیا کہ اے ابو عبیدہ اُن لوگوں پر میدان میں عذاب نیمہ شوال میں بدھ کے دن آیا تھا اُسی دن وہ ہٹ گیا اور حضرت یونسؑ خفا ہو کر جمعرات کے دن چلدیے۔ سات دن تو سمندر تک پہنچنے میں صرف ہوئے اور سات دن مچھلی کے پیٹ میں بسر ہوئے اور سات دن خالی جگہ کدو کے درخت کے نیچے پڑے رہے۔ سات روز میں اپنی قوم کی طرف لوٹے۔ یہ کُل اٹھائیس ۲۸ روز ہوئے جبکہ حضرت یونس علیہ السّلام اُن لوگوں کے پاس آئے تو وہ لوگ مومن ہوگئے اور سب نے حضرت یونسؑ کو سچا جانا اور فرمانبرداری اختیار کی اسی وجہ سے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۚ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۳۴۹ سطر ۷) علل الشرائع میں ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کیا وجہ ہے کہ قوم یونسؑ سے عذاب ہٹا دیا گیا حالانکہ عذاب اُن کے سروں پہ پہنچ چکا تھا۔ یہ حال کسی اور اُمت کا کیوں نہوا؟ حضرت نے جواب دیا بات یہ ہے کہ خدا کے علم میں یہ گزر چکا تھا کہ قوم یونس توبہ کریگی اس وجہ سے عذاب اُن سے روک دیا جائیگا۔ خدا نے جو حضرت یونسؑ کو پہلے سے مطلع نہ کیا (کہ عذاب اُنہیں ہلاک نہ کریگا) تو اُس کا سبب یہ ہے کہ خداوند عالم کو منظور تھا کہ یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں اپنی عبادت کے لیے فارغ البال بنا دے تاکہ زیادتی ثواب اور کرامت کے وہ مستحق ہو جائیں۔ کافی میں اُنھی جناب سے منقول ہے کہ خبر عذاب دیتے وقت جبرئیلؑ نے قوم کی ہلاکت کو مشتبہ کر دیا تھا لیکن حضرت یونسؑ نے اس کو غور سے نہیں سُنا۔ تفسیر قمی اس واقعہ کے بیان میں تفسیر عیاشی سے موافق ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ایک تو واقعہ مختصر کرکے بیان کیا ہے دوسرے عابد کا نام بجائے تنوخا کے ملیخا لکھا ہے۔ تیسرے آخر میں کچھ اور بڑھا دیا ہے جو ہم سورۂ والصافات کی تفسیر میں انشاء اللہ درج کرینگے۔ اور اسی قصہ کا کچھ حصہ سورۂ انبیا میں بھی آئیگا۔ تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں جمیل سے مروی ہے وہ کہتا ہے مجھ سے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے یونسؑ کو اُنکی قوم پر مبعوث کیا۔ وہ جناب اُن لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تھے مگر وہ لوگ انکار کرتے تھے اور کہنا نہ مانتے تھے۔ پس حضرت یونسؑ نے اُن کے حق میں بد دعا کرنیکا ارادہ کرلیا۔ اُس قوم میں (صرف) دو آدمی مسلمان تھے۔ ایک عابد تھا دوسرا عالم تھا۔ ایک کا نام تنوخا دوسرے کا نام روبیل تھا۔ وہ عابد حضرت یونس علیہ السّلام کو بد دعا پر اُبھارتا تھا اور عالم روکتا تھا اور کہتا تھا اے حضرت یونسؑ آپ انہیں بد دعا نہ دیجیے کیونکہ آپ کی دعا خداوند عالم قبول تو فرمائیگا مگر اُسے اپنے بندوں کا ہلاک کرنا پسند نہیں۔ پس حضرت یونسؑ نے عابد کا کہنا کیا اور عالم کی بات نہ مانی اور اُن کے حق میں

دعائے بد کر ہی دی۔ خدا نے وحی نازل فرمائی کہ فلاں سن فلاں مہینے فلاں روز اُن پر عذاب نازل ہوگا۔ جب نزولِ عذاب کا وقت قریب آگیا حضرت یونسؑ عابد کو لیے ہوئے بستی سے نکل کھڑے ہوئے وہ مردِ عالم اُنہی لوگوں میں رہگیا جب وہ دن آیا اور عذاب نازل ہوتا معلوم ہوا تو عالم نے اپنی قوم سے پکار کے کہا ایہا الناس خدا کی درگاہ میں روؤ پیٹو تاکہ وہ تم پر رحم فرمائے اور عذاب تم سے پھیر دے۔ اُن لوگوں نے کہا اب ہم کیا تدبیر کریں۔ عالم نے جواب دیا تم سب کے سب جنگل میں نکل پڑو عورتوں سے اولاد کو اونٹوں اور گایوں اور بکریوں سے اُن کے بچوں کو جُدا کر دو پھر رو رو کے دعا مانگو۔ پس وہ لوگ صحرا میں چلے گئے۔ عالم کی بتائی ہوئی تدبیر عمل میں لائے چیخیں مار مار کے روئے۔ خدا نے اُن پر رحم کیا۔ عذاب کو اُن سے پھیر دیا۔ وہ عذاب پہاڑوں پر گرا دیا گیا حالانکہ اُنکے قریب ہو چکا تھا۔ پس حضرت یونس علیہ السلام یہ دیکھنے کے لیے کہ اُس قوم کو خدا نے کیونکر ہلاک کیا بستی کی طرف چلے۔ دیکھا کہ کسان لوگ کھیتی کا کام کر رہے ہیں۔ حضرت یونسؑ نے فرمایا (اے کسانو یہ تو بتاؤ) قوم یونسؑ نے کیا عمل کیا (جو عذاب اُن سے واپس گیا) اُن لوگوں نے جناب یونسؑ کو نہ پہچانا کہنے لگے کہ حضرت یونسؑ نے اُن کے بارے میں بد دعا کی تھی۔ خدا نے اُن کی دعا قبول فرمالی۔ عذاب اُن پر نازل ہوا پس وہ لوگ سب جمع ہوئے اور رو رو کے دعا مانگی۔ خدا نے اُن پر رحم فرمایا اور عذاب اُن سے پھیر کے پہاڑوں پر ڈال دیا۔ اب وہ لوگ یونسؑ نبی کو تلاش کر رہے ہیں کہ اُن پر ایمان لائیں۔ یہ سُنکر حضرت یونسؑ کو غصہ آگیا۔ اُسی وقت مُنہ اُٹھائے خفا ہو کے (بغیر حکمِ خدا) چلدیے۔ جیسا کہ باریتعالٰے نے خود اس قصہ کو بیان فرمایا ہے وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا الخ یعنی یونسؑ غصہ ہو کر چلدیے اور دریا کے کنارے پہنچے۔ دیکھا ایک کشتی پڑی ہے لوگ اُسے چلانا چاہتے ہیں۔ یونسؑ نے آواز دی اس کشتی میں مجھے بھی بٹھالو۔ پس کشتی والوں نے اُن کو سوار کرلیا۔ جب وہ کشتی بیچوں بیچ دریا میں پہنچی خدا نے ایک بڑی مچھلی کو وہاں بھیجدیا جس نے کشتی کو سامنے سے روک لیا۔ جونہی حضرتؑ کی نظر اُس مچھلی پر پڑی کانپ اُٹھے اور کشتی کے پچھلے حصہ میں جا بیٹھے۔ مچھلی بھی اُسی طرف پہنچ گئی اور مُنہ اپنا کھولدیا۔ یہ حال دیکھکر کشتی والے نکل کر کہنے لگے ضرور ہم میں کوئی نافرمان بندہ ہے۔ اُن لوگوں نے قرعہ ڈالا۔ قرعہ حضرت یونسؑ کے نام نکلا جیسا کہ خدا فرماتا ہے فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۲۰۷۔ سطر آخر) پس کشتی والوں نے حضرت یونسؑ کو اُٹھا کر دریا میں پھینکدیا۔ دریا میں گرتے ہی مچھلی اُنہیں نگلکے چلتی بنی۔ ایک یہودی نے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے سوال کیا تھا بتائیے وہ کونسا قید خانہ ہے جو قیدی کو لیے ہوئے زمین کے اطراف میں گھومتا رہا۔ حضرتؑ نے فرمایا وہ قید خانہ ایک مچھلی ہے جس کے پیٹ میں حضرت یونسؑ قید کیے گئے تھے۔ پھر وہ مچھلی دریائے قُلزم میں پہنچی۔ وہاں سے دریائے مصر میں آئی۔ پھر دریائے طبرستان گئی۔ پھر دجلہ میں داخل ہوئی پھر

وہ زمین کے نیچے اُس مقام پر پہنچی جہاں قارون جو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے زمانے میں ہلاک ہوا تھا قید تھا۔ اُس پر خدا نے ایک فرشتہ مقرر کیا تھا جو اُسے ہر روز زمین میں ایک قدآدم دھسا دیتا تھا۔ حضرت یونسؑ علیہ السّلام مچھلی کے پیٹ میں خدا کی تسبیح کرتے تھے اور استغفار پڑھتے تھے۔ جیسے ہی یہ آواز قارون نے سُنی تو اُس نے فرشتہ سے کہا آپ مجھے تھوڑی مُہلت دیجیے کہ میں ذ آدمی کی آواز سُنی ہے۔ (میں اُس سے کچھ باتیں کرلوں) خدا نے فرشتہ کو الہام کیا کہ اِسے مُہلت دیدو۔ فرشتہ نے قارون کو بات کرنے کی اجازت دی۔ قارون نے کہا تم کون ہو؟ (تمہارا کیا نام ہے؟) حضرت یونسؑ نے جواب دیا میں ایک بھاگا ہوا بندہ یونسؑ بن متیؑ ہوں۔ قارون نے کہا کہ اے حضرت یونسؑ بتایئے کہ حضرت موسیٰؑ بن عمران نے جو خدا کے بارے میں شدید الغضب تھے کیا کیا؟ حضرت یونسؑ نے جواب دیا بہت دن ہوئے کہ اُنہوں نے وفات پائی۔ قارون نے کہا اچھا یہ تو فرمایئے کہ حضرت ہارونؑ بن عمران جو اپنی قوم پر مہربان اور رحمدل تھے کیا ہوئے۔ حضرت یونسؑ نے جواب دیا وہ بھی انتقال کرگئے۔ پھر قارون نے اُن سے کلثم بنت عمران کا حال دریافت کیا جو اُس سے نامزد تھیں۔ جناب یونسؑ نے فرمایا عرصہ ہوا وہ بھی مرگئیں۔ اب کوئی آلِ عمران سے باقی نہیں رہا۔ قارون نے کہا افسوس آلِ عمران میں سے کوئی نہ بچا۔ (چونکہ قارون نے آلِ عمران کے فنا ہوجانے کا افسوس کیا تھا اِسکی جزا میں خداوندِ عالم نے نگہبان فرشتہ کو حکم دیا کہ جب تک دنیا باقی ہے اُتنے دن قارون سے عذاب کو روک دے) پس عذاب اُس سے اُٹھا دیا گیا۔ جب حضرت یونسؑ نے یہ حال دیکھا تو ظلمات میں عرض کیا خدایا تیرے سوا کوئی معبود نہیں بیشک میں نے اپنے نفس کو ستایا (کہ بغیر تیرے حکم کے چلا آیا) خدا نے حضرت یونسؑ کی توبہ قبول کرلی اور مچھلی کو حکم دیا کہ یونسؑ کو اُگل دے۔ اُس نے حضرت یونسؑ کو دریا کے کنارے ڈال دیا درآنحالیکہ اُنکی کھال اور گوشت جاتا رہا تھا۔ خدا نے کدو کا درخت اُگایا جس نے حضرت یونسؑ کو دھوپ سے بچایا۔ کچھ دنوں حضرت یونسؑ اُس کے سایہ میں رہے۔ پس خدا نے کدو کے درخت کو حکم دیا کہ اُن پر سے ہٹ جائے۔ دھوپ کی تیزی نے جناب یونسؑ کو بیچین کردیا۔ خدا نے اُن کے پاس وحی بھیجی اے یونسؑ تم کو ایک لاکھ سے زیادہ پر رحم نہ آیا اور خود ایک ساعت کی اذیت میں گھبرا گئے۔ حضرت یونسؑ نے عرض کی پروردگارا بخشدے۔ میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں۔ پس خداوندِ عالم نے اُن کو تندرستی عطا فرمائی۔ وہ اپنی قوم میں واپس آئے۔ وہ لوگ اُن جناب پر ایمان لائے جیسا کہ خدا فرماتا ہے فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ۝ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۳۴۹ سطر ۷) روایت ابی الجارود میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے یوں منقول ہے کہ حضرت یونسؑ تین روز مچھلی کے پیٹ میں رہے پس انہوں نے تین ظلمتوں میں ندا کی ایک ظلمت تو دریا کی تھی دوسری تاریکی

رات کی تھی تیسری اندھیری مچھلی کے پیٹ کی تھی۔ آواز دی کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۵۲ سطر ۱) خدا نے اُن کی دعا قبول فرمائی مچھلی نے اُن کو کنارے پر ڈال دیا۔ خدا نے سایہ کے لیے ایک کدو کی بیل اُن کے قریب اُگا دی۔ وہ حضرت اُسے چوستے تھے اور اُسکے پتّوں کا اپنے بدن پر سایہ کرتے تھے۔ بال اُنکے اُڑ گئے تھے۔ کھال اُنکی باریک پڑ گئی تھی۔ وہ حضرت رات دن خدا کی تسبیح کرتے تھے اور رات دن اُسکی یاد میں مشغول رہتے تھے۔ پس جب بدن میں اُنکے قوّت آ گئی اور اعضا سخت ہو گئے تو خدا نے دیمک کو بھیجا۔ دیمک نے بیل کی جڑ کو کھا لیا جس سے وہ بیل خشک ہو گئی۔ اُسکا سوکھ جانا جناب یونسؑ پر شاق گزرا اور رنجیدہ ہو گئے۔ خدا نے وحی کی اے یونسؑ تمہارے حُزن و ملال کا سبب کیا ہوا؟ یونسؑ نے عرض کی پروردگارا دیمک نے اس بیل کو جو مجھ پر اپنے پتّوں سے سایہ کرتی تھی خراب کر دیا وہ سوکھ گئی۔ ارشادِ باری ہوا ای یونسؑ تم ایک درخت کے خشک ہو جانے سے جس کو نہ تم نے بویا تھا نہ اُسے تم نے سینچا تھا اور نہ تمہیں اُسکی چنداں پروا تھی فقط اس لیے رنجیدہ ہو گئے کہ وہ تمپر سایہ کیا کرتی تھی مگر ایک لاکھ یا زیادہ آدمیوں کے لیے تم غمگین نہوئے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اہلِ نینوا ایمان لے آئے اور پرہیزگار ہو گئے۔ اے یونسؑ تم اُنکے پاس واپس جاؤ۔ پس حضرت یونسؑ چلے۔ جب نینوا کے قریب پہنچے تو بستی میں جانے سے شرم آئی۔ ایک چرواہے سے ملاقات ہوئی۔ اُس سے جناب یونسؑ نے فرمایا تو اہلِ نینوا کو خبر کر دے کہ یونسؑ آ گئے۔ چرواہا بولا آپ جھوٹ بولتے ہیں آپکو شرم نہیں آتی۔ یونسؑ تو دریا میں ڈوب کے ملکِ عدم کو چلے بھی گئے۔ حضرت یونسؑ نے فرمایا اگر یہ بکری گواہی دے کہ میں یونسؑ ہوں تو تو مان لیگا؟ چرواہے نے کہا بیشک۔ حضرت یونسؑ نے عرض کیا خدایا تو اس بکری کو گویائی عطا فرما کہ وہ میرے یونسؑ ہونے کی گواہی دے۔ پس بکری نے بزبانِ فصیح کہا ہاں یہ یونسؑ خدا کے نبی ہیں۔ جب چرواہا اپنی قوم کے پاس یہ خبر لیکر آیا اور اُن سے حضرت یونسؑ کا آنا بیان کیا تو اُن لوگوں نے اُس چرواہے کو پکڑ لیا اور پیٹنے کا ارادہ کیا۔ چرواہے نے کہا جو میں کہتا ہوں اُسکا میرے پاس گواہ موجود ہے وہ گواہ یہ بکری ہے جو میری سچائی اور یونسؑ کے واپس آنے کی گواہی دیگی۔ پس وہ بکری بقدرتِ خدا گویا ہوئی اور گواہی دی۔ یہ حال دیکھکر وہ لوگ تلاشِ حضرت یونسؑ میں بستی سے نکل پڑے اور سب کے سب حاضرِ خدمت ہوئے اور بصدقِ دل ایمان لائے۔ خدا نے اُنکو عذاب سے نجات دینے کے بعد ایک مدّت تک زندہ رکھا۔

تمام شد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ضمیمہ جات بابت پارۂ دوازدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳۵۵ احتجاج طبرسی میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اے مولا اپنی بڑی سے بڑی فضیلت بیان فرمائیے۔ پس اُن جناب نے یہ آیت تلاوت فرمائی اَفَمَنۡ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ وَیَتۡلُوۡہُ شَاہِدٌ مِّنۡہُ۔ اور ارشاد کیا کہ جناب رسولِ خدا کا شاہد میں ہوں۔ اُسی کتاب کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے ایک زندیق نے کہا کہ میں تو یہ پاتا ہوں کہ خدا تعالےٰ (اپنی کتاب میں خبر دیتا ہے کہ ہمارے نبیؐ کے بعد ایک شاہد انہی سے اُنکا قائم مقام ہوگا اور جو شخص آنحضرتؐ کے بعد اُنکی جگہ بیٹھا اُس نے تو مدت تک بُت پرستی کی تھی (کیا وہی جناب رسولِ خدا کا شاہد تھا؟) حضرتؑ نے جواب دیا قول باریتعالےٰ وَیَتۡلُوۡہُ شَاہِدٌ مِّنۡہُ سے مراد خدا کی حجت ہے جس کو خدا نے اپنی مخلوق پر مقرر کیا ہے اور یہ بات اُنکو جتلا دی ہے کہ نبیؐ کی جگہ کا حقدار ایسا شخص ہے جو اُنکا قائم مقام ہو سکے اور اُنکے بعد ایسا شخص اُنکا نائب ہوگا جو مثل جناب رسولِ خدا کے پاک و پاکیزہ ہوتا کہ اُس شخص کو جو نجاست کفر سے کسی وقت آلودہ ہو چکا ہے جناب رسولِ خدا کی جگہ بیٹھنا جائز نہو اور ظلم و گناہ پر اعانت کرنیوالوں کو (لاعلمی کے) عذر کا موقع نہ ملے۔ کیونکہ خداوند عالم نے اُس شخص پر جو کافر رہ چکا ہے عہدۂ نبوت و ولایت کو حرام فرمادیا ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ نے جناب ابراہیمؑ کے جواب میں ارشاد فرمایا لَا یَنَالُ عَہۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۲۹ سطر ۵) اس آیت میں ظالمین سے مراد مشرکین ہیں کیونکہ ظلم بمعنی شرک ہے۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۶۵۷۔ سطر ۴) پس جب حضرت ابراہیمؑ کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ خدا تعالےٰ کا یہ منصب بُت پرستوں کو نہیں مل سکتا تو درگاہِ باری میں عرض کی وَاجۡنُبۡنِیۡ وَبَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۴۱۳۔ سطر ۸) آگاہ ہو جاؤ کہ جس نے منافقوں کو سچوں پر اور کفار کو مؤمنوں پر ترجیح دی اُسنے خدا پر بہت بڑا افترا کیا۔ اور بڑی تہمت لگائی اور بڑا وبال سمیٹا۔ خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب میں تصدیق کرنیوالے اور جھٹلانیوالے میں اور طاہر و نجس میں اور مؤمن و کافر میں فرق بتا دیا ہے اور یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ وفات جناب رسولِ خدا کے بعد اُنکا عہدہ ایسے ہی شخص کو ملیگا جو اُنہی کی طرح سچا اور عادل اور پاک و پاکیزہ و افضل ہو۔ اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر میرے لیے مسندِ قضا بچھا دی جائے تو میں اُسپر بیٹھکر توریت والوں کو توریت کے موافق فتوے دونگا۔ انجیل والوں کا

مقدمہ انجیل کے مطابق فیصل کرونگا۔ قرآن والوں کے جھگڑے قرآن مجید سے طے کرونگا۔ یہ میرے روشن فیصلے خدا کے پاس پہنچینگے۔ خدا کی قسم جتنی آیتیں قرآن میں نازل ہوئی ہیں خواہ وہ دن میں آئی ہوں یا رات میں اُتری ہوں مجھے اُن سب کی شانِ نزول معلوم ہے اور جس جس کا سر اُسترے سے مونڈا گیا ہے اُسکی آیت قرآنی ضرور ہے خواہ وہ آیت اُس کو جنت میں لیجائے یا جہنم میں پہنچائے۔ یہ سُنکر ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا یا امیر المؤمنین بتائیے آپکی شان میں کونسی آیت نازل ہوئی ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا تونے یہ قولِ باریتعالے اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ نہیں سُنا؟ پس جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر تھے اور میں اُن جناب کا شاہد ہوں۔ اور اُنہی سے ہوں اور اُنکا قائم مقام ہوں۔

شیخ نے اپنی اَمالی میں جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام کی یہ حدیث لکھی ہے کہ اُن حضرتؑ نے جمعہ کے خطبہ میں بالائے منبر ارشاد فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور جانداروں کو خلق فرمایا قریش میں کوئی مرد ایسا نہیں ہے جس کے سر پر اُسترا چلا ہو مگر یہ کہ اُسکے بارے میں کوئی نہ کوئی آیت قرآنِ مجید میں ضرور نازل ہوئی ہے۔ مجھے وہ آیتیں اُسی طرح معلوم ہیں جس طرح وہ اشخاص معلوم ہیں۔ ایک شخص نے عرض کی یا امیر المؤمنین آپ کی شان میں کونسی آیت ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا اگر تو پوچھتا ہے تو سمجھ بھی لے اور یاد رکھ۔ کہ آیندہ میرے سوا کسی اور سے ایسا سوال نہ کرنا۔ آیا تو نے سورۂ ہود پڑھی ہے؟ اُس نے عرض کی یا امیر المؤمنین پڑھی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کیا قولِ باریتعالے اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ تونے سُنا ہے؟ اُسنے عرض کی جی ہاں سُنا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اپنے پروردگار کی کُھلی دلیل پر جو تھے وہ تو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ تھے اور جو شاہد اُنکے خاندان سے اُنکے پیچھے پیچھے آیا وہ میں ہوں۔ خدا کی قسم میں ہی جنابِ رسولِ خدا کا گواہ ہوں اور میں ہی اُن حضرتؐ کی عترت سے ہوں۔

جنابِ امام حسن علیہ السّلام نے معاویہ کے دربار میں ایک طویل خطبہ کے مابین ارشاد فرمایا کہ ای گروہِ مردم میں تم سے ایک بات کہتا ہوں۔ تمہارے کان بھی ہیں اور دل بھی۔ سُنو ہم اہلبیتِ رسالت ہیں خدا نے ہم کو شرفِ اسلام سے بزرگی بخشی۔ پھر ہمیں تمام مخلوق میں سے پسند کر کے برگزیدہ اور ممتاز فرمایا۔ اور رِجس سے ہمکو دور کر دیا اور ہم کو ایسا پاک قرار دیا جیسا کہ پاک قرار دینے کا حق ہے رِجس کے معنی ہیں شک کرنا۔ پس ہم نہ تو خدا کے برحق ہونے میں شک کرتے ہیں اور نہ دینِ اسلام کے برحق ہونے میں۔ ہر طرح کے نقصان اور عیب سے خدا نے ہم کو پاک قرار دیا ہے آدم علیہ السّلام سے لیکر ہم تک سب کے سب نعمتہائے خدا کا بخلوص شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔ جب کبھی آدمیوں

میں دو حصے ہوئے تو خدا تعالیٰ نے ہمکو بہترین حصہ میں رکھا۔ یہانتک کہ خداوند عالم نے جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور رسالت کے لیے منتخب کیا اور قرآن مجید اُن کے پاس بھیجا۔ پھر لوگوں کو خدا کی طرف بُلانے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے میرے والد ماجد نے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی یہ دعوت قبول کی اور سب سے اوّل انہوں نے ایمان کا اظہار کیا اور خداؤ رسولؐ کی تصدیق فرمائی۔ پس خداوند عالم نے اپنی کتاب میں جو جناب رسولِ خدا پر نازل ہوئی ہے۔ ارشاد کیا اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَیَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خدا کی کُھلی ہوئی دلیل پر تھے۔ اور میرے پدر بزرگوار اُن کے گواہ تھے۔ جو آنحضرتؐ کے پیچھے پیچھے (ہدایت کے لیے) آئے۔

شیخ مفید نے اپنی امالی میں بروایتِ عباد بن عبداللہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے کھڑے ہوکر جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی یا امیر المؤمنین اس آیت "اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَیَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ" کی تفسیر میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ حضرتؑ نے ارشاد کیا "مَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ" سے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر تھے اور میں اُن جناب کا گواہ ہوں اور اُنہی کی عترت سے ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُسی کی قسم قریش میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کے سر پر اُسترا پھیرا گیا ہو کہ اُس کی شان میں کوئی آیت نازل نہ ہوئی ہو اور اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہم اہلبیت کے لیے خدا تعالےٰ نے اپنے نبیؐ اُمّی کی زبانی کیا کچھ عطا فرمایا تو تم اس کو سمجھ لو کہ مجھے وہ اسقدر محبوب ہے کہ اگر میرے سامنے کا یہ میدان سونے سے بھرا ہوا ہو تو اُس کے مقابل سب ہیچ ہے۔ واللہ ہماری مثال اس امت میں کشتئ نوحؑ کی سی ہے اور باب حطۂ بنی اسرائیل کی سی۔

سُلیم بن قیس ہلالی کی کتاب سے وہ گفتگو جو قیس بن سعد بن عبادہ اور معاویہ میں ہوئی نقل کی گئی ہے۔ قیس نے کہا کہ جب حضور سرورِ عالم نے وفات پائی تو انصار جمع ہو کر ابوبکر کے پاس مجتمع ہوئے اور (آپس میں یہ) کہنے لگے کہ ہم لوگ سعد بن عبادہ کی بیعت کیے لیتے ہیں۔ اتنے میں قریش بھی آگئے۔ قریش نے ہمارے مقابلے میں حجتیں پیش کیں جو جناب امیر المؤمنین علیؑ بن ابیطالب اور اُنکے اہلبیت پیش کرتے اور ہم لوگوں کے خلاف جناب رسولؐ خدا کے حقدار اور عزیز قریب ہونے کی حجت سے غالب آئے۔ اس کے بعد قریش نے انصار پر بھی ظلم کیا اور آل محمدؐ پر بھی۔ البتہ میں بقسم کہتا ہوں کہ انصار میں سے۔ قریش میں سے عرب میں سے عجم میں سے کوئی بھی اس عہدہ کا مستحق نہ تھا بلکہ منصب خلافت سوائے علیؑ بن ابیطالب اور اُن کے بعد اُنکی اولاد کے اور کسی کا حق نہ تھا۔ یہ سُنکر معاویہ نے غضبناک ہو کر کہا کہ اے پسر سعد یہ

مضمون تو نے کس سے لیا اور یہ روایت تو نے کس سے سُنی۔ غالباً اپنے باپ ہی سے سُنی ہوگی اور اُسی نے بیان کی ہوگی۔ قیس نے جواب دیا کہ میں نے تو یہ روایت اُس سے سُنی ہے جو میرے باپ سے بھی بہتر ہے اور میرے باپ کی بہ نسبت اُسکا حق مجھ پر زیادہ ہے۔ معاویہ نے پوچھا وہ کون ہے؟ قیس نے جواب دیا وہ اس امّت کے عالم اور اُسکے ربّانی اور صدیق اور فاروق حضرت علی بن ابیطالب علیہ السّلام ہیں۔ جن کی شان میں خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝ اِسکے بعد جو جو آیتیں حضرتؑ کی شان میں نازل ہوئی تھیں اُس نے پڑھکر سُنائیں۔ معاویہ بولا کہ صدیقِ امّت تو ابوبکر ہے اور فاروقِ امّت عمر بن خطاب اور مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ سے مراد عبداللہ بن سلام ہے۔ قیس نے کہا کہ ان خطابات کا سب سے زیادہ سزاوار اور ان آیات کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جس کی شان میں خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہو اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ۔ نیز یہ آیت نازل فرمائی اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ (ترجمہ کو لیو دیکھو صفحہ ۳۹۷ سطر ۱۰) اور وہ شخص ہے جسکو جنابِ رسُولِ خدا نے غدیرِ خم میں اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا اور یہ فرمایا کہ جس کا میں حاکم ہوں اُس کا یہ علی بھی حاکم ہے اور غزوہ تبوک کے (جاتے) وقت فرمایا تھا کہ اے علی! تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو جنابِ ہارونؑ کو جنابِ موسےٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہو گا۔

کشف الغمّہ میں ہے عبّاد بن عبداللہ اسدی کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام کو بالائے منبر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ قریش میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں ایک یا دو آیتیں نازل نہ ہوئی ہوں۔ منبر کے نیچے سے ایک شخص نے عرض کی، بتائیے آپ کی شان میں کونسی آیت اُتری ہے؟ حضرتؑ یہ سُنکر خفا ہوئے اور فرمایا اگر تو سب کے سامنے سوال نہ کرتا تو میں تجھے جواب نہ دیتا۔ وائے ہو تجھ پر کیا تو نے سورۂ ہود نہیں پڑھی ہے؟ پھر حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ۔ اور فرمایا کہ رسولُ اللہ خدا کی کھلی ہوئی دلیل پر تھے اور میں اُنھی سے ہوں اور اُن جناب کا گواہ ہوں۔

ابنِ شہر آشوب نے طبرسی سے اور اُنھوں نے راویوں کے ذریعہ سے جابر بن عبداللہ انصاری سے اور اصبغ بن نباتہ اور جنابِ امام زین العابدین اور جنابِ امام محمد باقرؑ اور جنابِ امام جعفر صادق علیہم السّلام سے روایت کی ہے کہ جنابِ امیرالمؤمنین صلوات اللہ علیہ نے فرمایا "اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ" سے مراد جنابِ محمدِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ سے مراد میں ہوں۔

حافظ ابو نعیم نے تین طریقہ سے عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ "اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ" جنابِ رسُولِ خدا ہیں اور "يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ" میں ہوں۔

خطیب خوارزمی نے بھی یہی لکھا ہے۔
ابن مغازلی شافعی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا میں اپنے پروردگار کی واضح دلیل ہوں اور علی بن ابیطالب علیہ السلام میرے گواہ ہیں۔
ابن مغازلی شافعی نے راویوں کے ذریعہ سے علی بن حابس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں اور ابو مریم دونوں عبداللہ بن عطا کے پاس گئے۔ ابو مریم نے کہا اے عبداللہ تو علی بن حابس سے وہ حدیث بیان کر دے جو تو نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی مجھے سنائی تھی۔ اُس نے کہا میں اُن حضرتؑ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ہماری طرف سے پسر عبداللہ بن سلام ہو کے گزرا۔ میں نے عرض کیا اے مولا میں آپ پر فدا ہو جاؤں کیا یہ اُسی کا بیٹا ہے جسکی شان میں آیا ہے "وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ" حضرتؑ نے فرمایا نہیں وہ تو تمہارے آقا امیر المومنین علی بن ابیطالب کی مدح میں ہے جنکی شان میں بہت سی آیاتِ قرآنی آئی ہیں مثلاً "وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ" (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۵۰۴ سطر ۱۰) اور "اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ" اور "اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ" (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۵۰۱ سطر ۵)
ابان بن تغلب نے مسلم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں نے ابوذرؓ غفاری اور مقدادؓ بن اسود اور سلمانؓ فارسی کو کہتے ہوئے سُنا کہ ہم لوگ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے سوائے ہمارے اور کوئی اُن جناب کے پاس موجود نہ تھا کہ یکایک غزوہ بدر میں شریک ہونیوالے مہاجروں کے تین گروہ حاضر ہوئے۔ اُنہیں دیکھکر آنحضرتؐ نے فرمایا میرے بعد تین فرقے ہو جائینگے۔ ایک فرقہ اہلِ حق کا ہوگا جو ذرا بھی باطل میں آلودہ نہوگا۔ اُن کی مثال سونے کی سی ہوگی کہ جتنا بھی اُسے آگ میں تپاؤ اُتنا ہی اُسکا کھراپن کھلتا جائیگا۔ اور اُس کی خوبی بڑھتی جائیگی۔ اور اُن کا امام اُس تہائی میں سے ایک شخص ہوگا اور وہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں "اِمَامًا وَّرَحْمَةً" فرمایا ہے (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۳۵۵ ۔ سطر ۶) دوسرا فرقہ اہلِ باطل کا ہوگا جسکو حق سے کچھ سروکار نہوگا۔ اُنکی مثال لوہے کے زنگ کی سی ہوگی کہ جتنا اُسے آگ میں تپایا جائے اُسکا میل کچیل اور زیادہ ثابت ہو اور اُن کا امام اِس دوسری تہائی میں سے ایک ہوگا۔ تیسرا فرقہ اہلِ ضلالت کا ہوگا۔ وہ مذبذب ہوگا نہ اِدھر ہوگا نہ اُدھر۔ اُن کا امام اُس تیسری تہائی میں سے ایک ہوگا۔ مسلم کہتا ہے کہ میں نے اُن سے دریافت کیا کہ وہ اہلِ حق اور اُن کا امام کون ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ حضرت علیؑ بن ابیطالب متقیوں کے امام ہیں لیکن اور دو پیشواؤں کو ظاہر کیا۔ میں نے کوشش بھی کی کہ کسی طرح اُن دونوں خبیثوں کا نام بھی وہ مجھے بتا دیتے مگر اُنھوں نے نہ بتایا۔

اس حدیث کو خوارزم کے بڑے خطیب موفق بن احمد نے نقل کیا ہے اور ابو الفرج المعانی صحیح بخاری والے کے اُستاد نے بھی روایت کیا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۳۵۹

صالح ہروی نے حضرت علیؑ بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے عرض کیا اے مولا! حضرت نوحؑ کے زمانہ میں تمام دنیا کیوں غرق کردی گئی۔ حالانکہ ڈوبنے والوں میں بچے اور بے گناہ لوگ بھی تھے حضرتؑ نے فرمایا ان میں اطفال بالکل نہ تھے اس لیے کہ خداوند عالم نے طوفان سے چالیس برس پہلے عورتوں کے رحموں کو بانجھ کردیا تھا پس اُنکی نسل قطع ہوگئی تھی اور وہ سب کے سب ڈبو دیے گئے۔ اور اُن میں کوئی طفل نہ تھا۔ خدائے عادل کے خلافِ شان ہے کہ وہ بیگناہوں پر عذاب کرے۔ اب رہے اور لوگ۔ چونکہ انہوں نے نبیٔ خدا حضرت نوحؑ کو جھٹلایا تھا یا اُن کی تکذیب کرنیوالوں کے فعل پر راضی ہوگئے تھے اس لیے وہ غرق کردیے گئے۔ کیونکہ جو شخص کسی امر سے غائب ہو مگر اُسپر راضی ہوجائے تو وہ مثل اُن لوگوں کے شمار کیا جائیگا جو حاضر ہوا اور اُسکا مرتکب ہو۔

مفضل بن عمر کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ابو العباس کے پاس تشریف لے چلے تو اُس وقت میں حضرتؑ کے ہمراہ کوفہ میں موجود تھا۔ جب محلۂ کناسہ پر پہنچے تو حضرتؑ نے فرمایا اس جگہ میرے چچا زید کو سولی دیگئی تھی۔ خدا اُن پر رحم فرمائے۔ وہاں سے چلکر وہ حضرتؑ روغن فروشوں کے کوچہ میں تشریف لائے۔ یہ وہ مقام ہے کہ اِس جگہ چراغ فروشوں کا سلسلہ ختم ہوا تھا۔ پس وہ جناب سواری سے اُتر پڑے اور مجھ سے فرمایا تو بھی اُتر آ۔ کیونکہ اس جگہ مسجد کوفہ تھی جسے حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں اِس جگہ سوار ہوکر چلوں۔ میں نے عرض کیا اے مولا! اُس مسجد کو کس نے مٹا دیا؟ حضرتؑ نے فرمایا پہلے تو طوفانِ نوحؑ نے خراب کیا۔ پھر بادشاہ کسریٰ اور نعمان کے آدمیوں نے اُسے تباہ کیا۔ رہی سہی زیاد ابنِ ابوسفیان نے مٹادی۔ میں نے عرض کی اے مولا! کیا کوفہ اور مسجدِ کوفہ حضرت نوحؑ کے زمانہ میں تھے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں اے مفضل تھے۔ حضرت نوحؑ اور اُن کی قوم کوفہ کی سمت مغرب میں فرات کے کنارے ایک بستی میں رہتے تھے۔ اور حضرت نوحؑ بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے۔ پس خدا نے اُن کو برگزیدہ کیا اور اپنا نبی مقرر فرمایا۔ حضرتؑ اُن لوگوں میں سے اوّل شخص ہیں جنھوں نے کشتی بنا کر پانی پر چلائی۔ حضرت نوحؑ اپنی قوم کو نو سو پچاس برس تک ہدایت کرتے رہے۔ لیکن وہ لوگ اُن جناب سے مذاق اور مسخراپن کرتے تھے۔ پس جب حضرت نوحؑ کو معلوم ہوگیا (کہ اب یہ لوگ ایمان نہ لائینگے) تو اُن کے واسطے بد دعا کی۔ اور درگاہِ باری میں عرض کیا پروردگارا! تو زمین پر کسی کافر کو باقی نہ رکھ کہ اگر تو انہیں چھوڑ دیگا تو یہ لوگ تیرے بندوں کو گمراہ کردینگے۔ اور کافروں کی بدکار اولاد پیدا ہوگی۔ خدا نے وحی نازل فرمائی اے نوحؑ! بہت جلد

ایک بڑی کشتی تیار کرلو۔ پس حضرت نوحؑ نے اپنے ہاتھوں سے مسجدِ کوفہ میں کشتی بنانا شروع کردی۔ جسکے لیے لکڑی بہت دور سے لائی جاتی تھی۔ یہانتک کہ اُسے بنا کے فراغت پائی۔ مفضل کہتے ہیں چونکہ زوال ہوگیا تھا اس لیے امام علیہ السلام خاموش ہوگئے۔ پس حضرتؑ اُٹھ کھڑے ہوئے اور نمازِ ظہر و عصر ادا فرمائی۔ جب مسجد سے واپس ہوئے تو بائیں طرف متوجہ ہوکر دارالدارین کی جانب دستِ مبارک سے اشارہ کیا۔ یہاں بن حکیم کا مکان تھا اور اِس زمانہ میں اُس جگہ فرات کا پانی جاری ہے۔ پس حضرتؑ نے فرمایا اے مفضل اس مقام پر قومِ نوحؑ نے اپنے بُت یغوث و یعوق و نسر قائم کررکھے تھے۔ پھر حضرتؑ تھوڑی دور چل کر گھوڑے پر سوار ہوگئے۔ میں نے عرض کی اے آقا حضرت نوحؑ نے کتنے دن میں کشتی تیار کرلی تھی؟ حضرتؑ نے فرمایا دو دَوروں میں بنا چکے تھے۔ میں نے عرض کیا دو دَوروں کی کتنی مقدار ہوتی ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا اسّی برس۔ میں نے عرض کی کہ مخالفین تو یوں کہتے ہیں کہ حضرت نوحؑ نے کشتی پانسو برس میں بنائی تھی۔ حضرتؑ نے فرمایا حاشا وکلا یہ کیونکر ہوسکتا ہے حالانکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے "وَوَحْيِنَا" (دیکھو صفحہ ۳۵۹ سطر ۴) **"قولِ مترجم"** صاحبِ تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ حدیث کے آخری فقرہ "وَوَحْيِنَا" میں دو احتمال ہوتے ہیں ایک یہ کہ جو چیز کہ خدا کے حکم اور اُسکی تعلیم سے تیار کیجائے اُسکا زمانہ اس مُدّت (پانسو سال) تک کیونکر طولانی ہوسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس مقام پر وحی کی سُرعت و عجلت کے ساتھ تفسیر کی ہے اس لیے کہ لفظ وحی اس معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ پس محاورہ میں کہا جاتا ہے اَلْوَحَا اَلْوَحَا۔ ممدودہ و مقصورہ دونوں کے ساتھ جس سے جلدی کرنا مراد ہوتا ہے۔ اور دوسرے معنی سند کے مقام پر زیادہ چسپاں ہیں۔"

میں نے عرض کی کہ اے مولا! یہ تو بتایئے کہ وہ تنّور تھا کہاں جس میں سے پانی اُبلا تھا اور اُسکا واقعہ کیا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ تنّور ایک ایماندار بڑھیا کے گھر میں تھا جسکا مکان مسجد کے دہنے حصّہ کے پیچھے قبلہ کی طرف تھا۔ میں نے عرض کی کہ اب اُسکا نشان کہاں ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ آجکل جہاں پر باب الفیل کا گوشہ ہے۔ پھر میں نے عرض کی سب سے پہلے اُسی تنّور سے پانی ظاہر ہوا؟ حضرت نے جواب دیا ہاں خدا کو یہی منظور تھا کہ قوم اپنی آنکھ سے علامتِ عذاب دیکھ لے پھر خدا تعالےٰ نے اُن پر موسلا دھار پانی برسایا اور زمین کے کل چشمے بھی جاری کردیے۔ پس اُن سب کو تو خدا تعالےٰ نے ڈبو دیا اور حضرت نوحؑ کو مع اُنکے ہمراہیوں کے جو کشتی میں تھے غرق ہونے سے بچا لیا۔ میں نے عرض کیا نوح علیہ السّلام کو کشتی میں کتنے دن لگے کہ پانی زمین میں جذب ہوگیا اور وہ کشتی سے برآمد ہوئے؟ حضرت نے فرمایا سات شبانہ روز۔ اور حضرتؑ نے سات دن تک بیت اللہ کا طواف کیا بعد ازاں کشتی کوہِ جودی پر ٹھیری۔ یہ اُس دریائے فرات کا منبع ہے جو کوفہ کے

پاس بہتا ہے میں نے دریافت کیا کہ اُس زمانہ میں مسجدِ کوفہ تھی؟ حضرت نے فرمایا وہ انبیائے خدا کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ جب حضور سرورِ عالم شبِ معراج یہاں وارد ہوئے تو جبرئیل ؑ نے عرض کیا یا رسول ؐ اللہ! آپ اپنے پدر بزرگوار آدم علیہ السّلام کی مسجد میں اُتریے کہ انبیاء علیہم السّلام کا مصلّے ہے۔ پس وہ جناب اُتر پڑے اور نماز پڑھی۔ پھر آسمان پر تشریف لیگئے۔

عبدالحمید ابن دیلم نے جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ وہ جناب فرماتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ہمراہ کشتی میں جانوروں کے آٹھ جوڑے لیے تھے جنکی خبر خدا نے قرآن میں دی ہے ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ ؕ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ ؕ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۲۳۲ - سطر ۴) (کشتی میں آٹھ جوڑے تھے دو جوڑے بھیڑ کے تھے۔ ایک اہلی جسے آدمی پالتے ہیں دوسرا وحشی جو پہاڑوں میں رہتا ہے۔ شکار اُسکا حلال ہے دو جوڑے بکری کے تھے۔ ایک پالتو جسے آدمی پرورش کرتے ہیں دوسرا جنگلی وہ ہرن کا سا گلہ ہے جو صحراؤں میں رہتا ہے۔ گائے کے بھی دو جوڑے تھے۔ ایک پالتو دوسرا نیل گائے۔ اونٹ کے بھی دو جوڑ تھے ایک بختی دوسرا عربی۔ اور ہر قسم کے پرندے بھی تھے پالتو بھی اور جنگلی بھی۔ بعد اُسکے تمام زمین ڈبو دی گئی (سوائے مقام بیت اللہ کے)۔

ابوبصیر کہتے ہیں کہ جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام نے فرمایا جبکہ خداوندِ عالم نے قوم نوح ؑ کو تباہ کرنیکا ارادہ کیا تو چالیس برس پہلے عورتوں کو بانجھ بنا دیا۔ پھر اُن میں کوئی بچہ پیدا نہوا۔ پس نوح علیہ السلام کشتی تیار کر چکے تو خدا کا حکم پہنچا کہ سُریانی زبان میں آواز دو۔ جونہی حضرت نوح ؑ نے پکارا سارے وحشی اور حیوان حاضر ہو گئے۔ پس حضرت نوح ؑ نے حیوان کی ہر جنس سے دو دو جوڑے اپنی کشتی میں رکھ لیے اور تمام دنیا میں کُل اسّی آدمی ایمان لائے تھے اُن کو بھی سوار کر لیا جیسا کہ خدا فرماتا ہے قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ۝ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۳۵۹ سطر ۱۰) (جب تنور نے جوش کھایا تو) ہم نے کہا کہ اس کشتی میں ہر ہر قسم کا ایک ایک جوڑا لے لو اور اپنے کُل اہل و عیال کو سوار کر لو سوائے اُنکے جن کے برخلاف پہلے ہی ہمارا حکم ہو چکا ہے اور جو ایمان لایا ہے (اُسی بھی بٹھا لو) حالانکہ اُن کے ساتھ بہت ہی کم ایمان لائے تھے۔ وہ کشتی مسجدِ کوفہ سے جاری ہوئی تھی۔ جب قوم نوح ؑ کے ہلاک ہونیکا دن آیا زوجہ نوح ؑ اُس مقام پر روٹی پکا رہی تھی جو مسجدِ کوفہ میں فار التنّور کے ساتھ معروف ہے۔ حضرت نوح ؑ نے کشتی میں ہر جنس حیوان کے لیے جدا جدا درجے بنائے تھے۔ اُن میں ہر ایک کے کھانے پینے کا سامان بھی رکھ لیا تھا۔ جب تنور سے پانی اُبلنے لگا تو حضرت نوح ؑ کی زوجہ چیخنے لگیں۔ پس حضرت نوح ؑ تنور کے پاس آئے اور اُسپر مٹی رکھکر

مُہر کر دی۔ تا اینکہ تمام حیوانات کو سفینہ میں داخل کر لیا۔ پھر آپ (دوبارہ) تنور کے پاس آئے اور مُہر اپنی
توڑ دی اور مٹی اُس سے ہٹا دی۔ آفتاب کو گہن لگا۔ آسمان سے بغیر قطروں کا موسلا دھار پانی پڑنے لگا
زمین کے چشمے کھُل گئے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ اس واقعہ کی یوں خبر دیتا ہے۔ "فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ
بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۔ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۔ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى
ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ" (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۴۴۸ ۔ سطر ۹) اُس وقت حضرت نوحؑ نے فرمایا
"اِرْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا" (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۳۶۰ ۔ سطر ۱) جب سب لوگ سوار ہوگئے
تو کشتی چل نکلی۔ حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا کہ وہ کبھی گرتا ہے کبھی کھڑا ہوتا ہے۔ فرمایا اے
فرزند! تو بھی ہمارے ساتھ ہو جا۔ کافروں کا ساتھ نہ دے۔ اُس نے کہا میں اس پہاڑ پر چڑھ جاؤنگا۔
وہ مجھے ڈوبنے سے بچا لیگا۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا آج کے دن خدا کے عذاب سے کوئی بچانے والا
نہیں ہے سوائے اُس کے جسپر خدا رحم فرمائے۔ (جب) حضرت نوحؑ نے (اپنے بیٹے کو ڈوبتے دیکھا
تو) اپنے پروردگار کو پکار کے عرض کیا اے میرے اللہ! میرا بیٹا میرے اہل میں داخل ہے اور تیرا
وعدہ سچا ہے تو سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے۔ ارشادِ باری ہوا اے نوحؑ! وہ تمہاری اولاد سے نہیں
ہے کیونکہ وہ بدچلن ہے۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ جس بات کا تمہیں علم نہو اُسکی بابت تم مجھ سے سوال
نہ کرو کہیں تم جاہلوں میں شامل نہو جاؤ۔ حضرت نوحؑ نے عرض کیا پروردگارا ضرور میں اس بات سے
تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے میں ایسی بات کی درخواست کروں جسکا مجھے علم نہو اگر تو مجھے معاف
نہ کریگا اور مجھپر رحم نہ فرمائیگا تو میں نقصان اُٹھانیوالوں میں سے ہو جاؤنگا۔ پس موج اُن دونوں کے
درمیان حائل ہوگئی اور نوحؑ کا بیٹا ڈوب گیا۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ موجوں کے تھپیڑوں نے
کشتی کو چلایا یہانتک کہ وہ مکہ معظمہ پہنچی اور خانہ کعبہ کے اُسنے سات دورے کیے۔ تمام دنیا پانی میں
ڈوب گئی تھی مگر خانہ کعبہ کا مقام غرق نہوا تھا اسی لیے اُسکا نام بیت عتیق ہوا کہ وہ ڈوبنے سے
آزاد (محفوظ) کیا گیا۔ اور چالیس روز تک آسمان سے پانی پڑتا رہا اور زمین سے چشمے اُبلے یہانتک
کہ کشتی بلند ہوگئی اور آسمان کے دروازے کھُل گئے۔ حضرت نوحؑ نے ہاتھ اُٹھا کے دعا مانگی خدایا
اب تو اس پانی کو روک دے۔ پس خدا تعالےٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اپنا پانی پی لے۔ چنانچہ قرآن مجید
میں خبر دیتا ہے۔ کہا گیا اے زمین تو اپنے پانی کو نگل لے۔ اور اے آسمان تو رک جا۔ تمام پانی سُکھا دیا
گیا۔ معاملہ طے کر دیا گیا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھیر گئی۔ زمین نے اپنے پانی کو اُتار لیا جب ہی آسمان
کے پانی نے اُس میں داخل ہونا چاہا تو زمین نے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے یہ حکم ہے کہ میں اپنا پانی کھینچ لوں
پس آسمان کا پانی روئے زمین پر باقی رہ گیا اور کشتی نوحؑ کوہ جودی پر جو موصل کے قریب ایک
بڑا پہاڑ ہے ٹھیر گئی۔ پس خدا تعالےٰ نے جبرئیل امین کو بھیجا اُنہوں نے وہ پانی اُن سمندروں میں

پہنچا دیا جو دنیا کے گرداگرد ہیں۔ حضرت نوحؑ کو یہ حکم ہوا اے نوحؑ تم اور جو گروہ تمہارے ساتھ ہے کشتی سے اُترو کہ تم پر اور تمہارے ساتھ والوں پر ہماری طرف سے سلامتی اور برکتیں ہیں اور اُنہی میں سے کچھ گروہ ایسے ہونگے جن کو ہم عنقریب نفع پہنچا ئینگے۔ پھر ہماری طرف سے اُنکو دردناک عذاب پہنچیگا۔ پس نوح علیہ السلام اسّی آدمیوں سمیت موصل میں کشتی سے اُتر پڑے اور بلدۃ الثمانین اسی جگہ آباد کیا۔

قمیؔ نے طوفانِ نوحؑ کا واقعہ یوں لکھا ہے۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام اپنی قوم کو تین سو برس تک خدا کی طرف بلاتے رہے اور ہدایت کرتے رہے مگر کسی نے اُن کا کہنا نہ مانا۔ پس اُن جناب نے اُن لوگوں پر دعائے بد کرنیکا ارادہ کیا تو طلوعِ آفتاب کے قریب فرشتوں کے بارہ ہزار گروہ پہلے آسمان سے اُن کے پاس آموجود ہوئے۔ حضرت نوحؑ نے ارشاد کیا تم کون ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا ہم بارہ ہزار گروہ ملائکہ آسمانِ اوّل کے رہنے والے ہیں۔ آسمانِ دنیا کی موٹائی پانسو برس کی ہے اور اسی قدر زمین سے آسمانِ دنیا تک فاصلہ ہے۔ طلوعِ صبح کے وقت ہم وہاں سے چلے تھے اس وقت ہم آپ کے پاس پہنچگئے۔ ہم سب آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنی قوم کو بد دعا نہ کریں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا میں نے اُنکو تین سو برس کی مہلت دی پس جب چھ سو سال گزر گئے اور یہ لوگ ایمان نہ لائے تو انپر بد دعا کرنے کا قصد کیا۔ اتنے میں دوسرے آسمان سے بارہ ہزار فرشتوں کی جماعت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آنجنابؑ نے پوچھا تم کون ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا ہم بارہ ہزار قبیلے دوسرے آسمان کے ہیں (یہ ملحوظِ خاطر رہے کہ) دوسرے آسمان کی موٹائی پانسو برس کی ہے اور اسی قدر آسمانِ دنیا سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ ہے۔ آسمانِ دنیا کی موٹائی بھی پانسو برس میں طے ہوتی ہے۔ اور اتنی ہی مسافت آسمانِ دنیا سے زمین تک ہے ہم سب طلوعِ آفتاب کے وقت وہاں سے چلے تھے۔ چاشت کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ ہماری استدعا آپ سے یہ ہے کہ آپ اپنی قوم کے لیے بد دعا نہ فرمائیں۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا میں نے اُن کو تین سو برس کی اور مہلت دی جب نو سو برس ہوگئے اور وہ ایمان نہ لائے تو اُن کے لیے بد دعا کا قصد کیا۔ خدا نے حضرت نوحؑ کو وحی کی۔ اے نوحؑ تمہاری قوم میں سے جو ایمان لاچکے وہ لاچکے اب کوئی بھی ایمان نہ لائیگا۔ پس جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں اُس سے تم رنجیدہ نہو۔ اُس وقت نوحؑ نے عرض کی اے میرے پروردگار تو زمین پر کافروں سے کسی ایک بسنے والے کو بھی نہ چھوڑ کہ اگر تو اُن کو چھوڑ دیگا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کرینگے۔ اور بدکار کفار اُن کی اولاد میں پیدا ہونگے پس خدا نے حکم دیا اے نوحؑ تم خرمے کے درخت لگاؤ۔ یہ حکم پاتے ہی وہ حضرتؑ خرمے کے درخت لگانے میں مصروف ہوگئے۔ اُنکی قوم کے لوگ اُدھر سے گزرتے تھے اور مسخراپن اور مذاق کرتے تھے

اور وہ لوگ کہتے تھے اس بوڑھے کو دیکھو کہ نو سو برس کی عمر میں اب باغ لگانے بیٹھے ہیں۔ ساتھ ہی وہ ملاعنہ اُن جناب پر پتھر مارتے تھے۔ پس جب پچاس برس اور گزر گئے۔ غرض کے درخت بڑے ہو کر اپنی مراد کو پہنچ گئے تو خدا نے اُنکے کاٹنے کا حکم دیا (یہ حال دیکھکر) اُنہوں نے ہنسی اُڑائی کہ یہ درخت تو رسیدہ ہو گئے تھے (انہیں کیوں برباد کر دیا) اس واقعہ کی خدا خبر دیتا ہے کہ جب قوم نوحؑ اُنکی طرف سے گزرتی تھی تو اُنسے مسخراپن کیا کرتی تھی۔ حضرت نوحؑ نے اُنسے کہا اگر تم ہم سے ہنسی کرتے ہو (کر و کسی وقت) ہم بھی تم سے یونہی ہنسی کرینگے۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائیگا۔ پس خدا نے حضرت نوحؑ کو کشتی بنانیکا حکم دیا اور تعلیم کے لیے جبرئیلؑ کو اُنکے پاس بھیجدیا اور زمین میں اُس کشتی کا طول بارہ سو ہاتھ کا تھا۔ اور اُسکا عرض آٹھ سو ہاتھ اور اونچائی اسّی ہاتھ کی تھی۔ نوح علیہ السّلام نے درگاہِ خدا میں عرض کی اے میرے پروردگار کشتی کے بنانے میں کون میری مدد کریگا؟ ارشاد باری ہوا اے نوحؑ اپنی قوم سے کہو جو ہماری کشتی کے بنانے میں ہاتھ بٹائیگا اور بڑھئی کا کام کریگا تو اُسے چاندی اور سونا مزدوری میں ملیگا نوحؑ نے اپنی قوم کو یہی آواز دی وہ لوگ مزدوری کے لیے آ گئے کام بھی کرتے تھے اور مزاح بھی اُڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو یہ خشکی میں کشتی بناتے ہیں۔

الاکمال میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم پر عذاب نازل ہونے کی خدا سے درخواست کی تو خدا تعالےٰ نے جبرئیلؑ کو اُنکے پاس بھیجا۔ جبرئیلؑ حاضرِ خدمت ہوئے۔ اُن کے ساتھ خرمے کی سات گٹھلیاں تھیں۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا یا نبی اللہ خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے یہ لوگ میری مخلوق اور بندے ہیں۔ میں انکو اپنے عذاب سے اُس وقت ہلاک کرونگا کہ اِن کو دوبارہ ہدایت کیجائے اور ان پر حجّت تمام کر دی جائے۔ پس اب تم اپنی قوم کی نصیحت میں پھر کوشش کرو میں تمہیں اسکا ثواب دونگا اور تم یہ گٹھلیاں بو دو۔ کہ تم کو اِنکے بنانے اور رسیدہ ہونے اور پھل لانے کے زمانے تک اِس مصیبت سے نجات اور رہائی حاصل ہوگی اور تم اسکی اُن لوگوں کو بھی خوشخبری دیدو جو تم پر ایمان لائے ہیں۔ پس جب درختوں کے کلّے پھوٹے اور وہ سخت ہو گئے اور کمال کو پہنچ گئے اور بہت دنوں کے بعد اسپر پھل لگے تو حضرتِ نوحؑ نے خدا تعالےٰ سے وعدہ وفائی کی درخواست کی۔ ارشادِ باری ہوا اب تم ان درختوں کی گٹھلیاں لگاؤ۔ کچھ زمانہ تک اور صبر کرو اس قوم کو مکرر ہدایت کرکے حجّت تمام کر لو۔ پس حضرت نوح علیہ السّلام نے لوگوں کو خبر دی (کہ اب کی دفعہ عذاب آئیگا) یہ خبر سُنکر تین سو آدمی مرتد ہو گئے (ایمان سے پھر گئے) اور کہنے لگے کہ نوحؑ کا دعوے سچا ہوتا تو اُس کا پروردگار وعدہ خلافی نہ کرتا۔ پس خداوندِ عالم ہر دفعہ نیا باغ لگانیکا حکم دیتا رہا۔ یہانتک کہ سات مرتبہ باغ لگائے اور ہر دفعہ ایمانداروں میں سے ایک ایک گروہ مرتد ہوتا رہا۔ تا اینکہ ستر آدمی اسلام پر باقی رہگئے اُس وقت

خداوندِ عالم نے وحی کی اے نوحؑ اب رات اور دن میں فرق ہو گیا۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے حق ظاہر ہو گیا جن کی طینت بُری تھی وہ دین سے پھر گئے۔ پس اگر میں اُس وقت کفار کو ہلاک کر دیتا تو یہ مرتد ہونیوالے جو (ظاہر میں) ایمان لا چکے تھے باقی رہجاتے تو میں نے تم سے تمہاری قوم کے خالص مومنوں اور توحید کے ماننے والوں کے لیے جو وعدہ کیا تھا وہ کیسے ٹھیک ہوتا کہ میں تمہاری نبوّت کے ماننے والوں کو زمین پر اپنا خلیفہ بناؤنگا اور دین کے اظہار کی اُنہیں قدرت دونگا۔ اور اُنکے خوف کو امن سے بدل دونگا تاکہ شرک و کفر کے دور ہونے سے وہ میری اچھی طرح عبادت کر سکیں۔ پس جبکہ میں اُن مرتدوں کے ضعفِ اعتقاد اور خباثتِ طینت اور بدباطنی سے جسکا انجام نفاق اور طرح بطرح کی گمراہی ہے بخوبی واقف تھا تو ایسے لوگوں کو کیونکر خلیفہ بناتا اور کیسے قدرت و امان دیتا اور جبکہ خلیفہ بناتے وقت مُومنین کو حکومت ملنے کی اُن کو خبر ہو جاتی تو مُومنین کے دشمن اُنہیں ہلاک کر دیتے۔ اُس وقت ظالموں کی بُری رسمیں رواج پا جاتیں۔ اور اُنکا نفاق مستحکم ہو جاتا۔ اُن کے دلوں کی گمراہی کا رنج ہیجان میں آتا۔ اپنے بھائیوں سے کھُلم کھُلا عداوت رکھتے اور طلبِ حکومت و ریاست پر اُن سے لڑتے۔ پھر کیونکر مُومنین کو اجرائے دین پر قدرت ہوتی اور لڑائی جھگڑوں میں فتنہ و فساد برپا ہونے میں ہرگز اُنکا فرمان جاری نہوتا۔ پس اب تم ہمارے روبرو ہماری وحی کے موافق کشتی تیار کر لو۔

قمیؒ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے جبکہ خداوندِ عالم نے قوم نوحؑ کے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو چالیس برس پہلے عورتوں کو بانجھ بنا دیا۔ اس عرصہ میں کوئی بچّہ پیدا نہوا۔ پس جب حضرت نوحؑ کشتی بنا چکے۔ تو حکم خدا ہوا اے نوحؑ اب تم سُریانی زبان میں ایک آواز لگاؤ کہ تمام جانور تمہارے پاس آجائینگے۔ جونہی اُن جناب نے آواز دی سارے حیوانات آموجود ہوئے پس حضرت نوحؑ نے ہر جنس میں سے سوائے بلّی اور چوہے کے دو دو جوڑے کشتی میں بٹھائے۔ جب آدمیوں نے جانوروں کے گوبر اور بیٹ اور فضلۂ انسان کی جناب نوحؑ سے شکایت کی تو اُن حضرت نے سؤر کو بُلا کر اُسکی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اُسے چھینک آئی تو اُسکی ناک سے (بقدرتِ خدا) ایک جوڑا چوہے کا گر پڑا۔ پس جب چوہوں کی نسل پھیلی اور وہ نقصان دینے لگے تو یہ حال اُن لوگوں نے جناب نوحؑ کو بیان کیا۔ حضرتؑ نے شیر کو طلب فرما کے اُسکی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔ ہاتھ کے پھیرتے ہی اُسے چھینک آئی تو اُس کی ناک سے ایک جوڑا بلّی کا (بقدرتِ خدا) نکل پڑا۔ دوسری روایت میں ہے کہ لوگوں نے حضرت نوحؑ سے فضلہ کے بکثرت ہو جانے کی شکایت کی تو اُن جنابؑ نے ہاتھی کے ماتھے پر ہاتھ پھیرا کہ چھینک کے ساتھ سؤر کا جوڑا اُس کی ناک سے نکل پڑا۔

عللُ الشرائع میں ہے جناب امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب امیر المؤمنین

علیہ السلام سے کسی نے پوچھا یا امیرالمومنین کیا وجہ ہے کہ بھیڑ کی شرمگاہ برہنہ ہے اور دُم اُس کی چھوٹی ہے (اور دُنبہ کے چکتی ہوتی ہے) حضرتؑ نے فرمایا جس وقت نوح علیہ السلام نے بھیڑ کو کشتی میں داخل کرنا چاہا تو یہ رُک گئی پھر اُسے دھکیلا تو اُسکی دُم ٹوٹ گئی۔ اور دُنبہ جلدی سے کشتی میں چلا گیا۔ حضرت نوحؑ نے اُسکی شرمگاہ پر ہاتھ پھیرا بس اُسکی دُم کی جگہ چکتی نمودار ہوگئی۔ الخصال میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت نوحؑ نے کشتی میں نوے حجرے جانوروں کے واسطے بنائے تھے۔

ضمیمہ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۲۴۷

تنبیہ مجمع البیان اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا انجام گناہ سے زیادہ مضر اور خراب ہو اور جس سے جلد ندامت و پشیمانی حاصل ہو۔ اور نہ کوئی چیز نیکی سے بڑھکر ہے کہ جو گناہ کو جلدی سے مٹا دے اور اُسپر غالب آجائے۔ مگر یہ اُن گناہوں کو دور کرتی ہے اور گراتی ہے جو نامۂ اعمال میں لکھدیے جاتے ہیں۔ اور بندہ اُنکو بھول جاتا ہے نیکی کا گناہ کو دور کر دینا قولِ باریتعالےٰ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ سے ظاہر ہے۔

جمیل بن صالح سے منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا (اے جمیل!) تم آدمیوں کے فریب اور دھوکے میں نہ پڑو اس لیے کہ اُنکی دھوکہ بازی کا بُرا اثر تم ہی پر ہوگا۔ اور نہ اپنی زندگی کو ایسے ویسے کاموں میں بسر ہونے دو کہ تمہارے ساتھ ساتھ (خدا کا) نگہبان بھی رہتا ہے (جو تمہارے اعمال لکھ لیتا ہے) میں نے تو نیکی سے بڑھکر ابھی تک کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو گناہانِ کبیرہ پر بہت جلد غالب آجائے۔ تم کو لازم ہے کہ تم عملِ خیر کو چھوٹا نہ سمجھو کہ وہ بروزِ قیامت تمہیں خوش کر دیگا۔ اور کسی بُرے کام کو حقیر جانو کہ وہ فردائے قیامت تمہیں رنج دیگا۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝

ابو حمزۂ ثمالی نے جناب امام محمد باقر یا جناب امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے ایک روز جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے حاضرین سے خطاب فرمایا (ایہا الناس!) تمہارے نزدیک قرآن مجید میں کونسی آیت ایسی ہے جو سب سے زیادہ بندوں کو رحمت خدا کی امیدوار بنانیوالی ہے؟ ایک نے کہا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۱۳۶۔ سطر ۴) حضرتؑ نے فرمایا یہ ایک نیکی ہے۔ یہ وہ آیت نہیں ہے۔ بعض نے کہا یہ آیت ہے يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۰۴۷۔ سطر ۹) حضرتؑ نے فرمایا یہ بھی نیکی ہے وہ آیت نہیں (جو میں دریافت کرتا ہوں) بعض نے

کہا یہ آیت ہے "وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ" (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۱۰۵ سطر ۸) حضرتؑ نے فرمایا یہ بھی حسنہ ہے وہ آیت نہیں ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں یہ سُنکر اُن لوگوں نے سر جُھکا لیے۔ حضرتؑ نے فرمایا اے گروہِ مسلمین! تمہیں کیا ہو گیا (کیوں جواب نہیں دیتے ہو؟) اُن لوگوں نے عرض کیا خدا کی قسم اب تو ہمیں اور کوئی آیت معلوم نہیں حضرتؑ نے فرمایا میں نے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ سب سے زیادہ امید وار بنانیوالی کتابِ خدا میں یہ آیت ہے اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۳۷۔ سطر ۲) حضور سرورِ عالمؐ نے یہ آیت پوری تلاوت کر کے ارشاد کیا اے علیؑ! قسم ہے اُسکی جسنے مجھے برحق بشیر و نذیر مقرر کیا ہے جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اُس کے اعضائے وضو کے گُناہ گر جاتے ہیں اور جب وہ اپنے ظاہر و باطن کو (خدا کی طرف) متوجہ کرتا ہے تو جس وقت وہ اپنی نماز کو تمام کریگا تو گناہوں سے اِس طرح باہر آئیگا گویا اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔ پھر اگر وہ گناہ کریگا تو دوسری نماز میں اُسکی وہی حالت ہو جایئگی۔ یہانتک کہ اُن جنابؐ نے پانچوں نمازیں شمار کیں اور فرمایا اے علیؑ یہ پنج وقتہ نماز میری امت کے لیے اُس نہرِ جاری کی مانند ہے جو تم میں سے کسی کے دروازے پر بہتی ہو۔ پس تم سمجھ لو کہ جس کے بدن میں مَیل کُچیل ہو اور وہ ایک دن میں پانچ مرتبہ اُس میں نہائے تو کیا اُسکے بدن میں مَیل باقی رہیگا۔ خدا کی قسم اسی طرح میری امت کو یہ پانچ وقت کی نماز (بشرطِ قبولیت) گناہوں سے پاک و صاف کر دیتی ہے۔

سماعہ بن مہران کہتا ہے کہ ایک پہاڑی آدمی نے جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک شخص کو بادشاہ (جابر) کے ملازموں سے کچھ مال ہاتھ لگا۔ پس کچھ تو اُسنے صدقہ میں دیا اور کچھ مال اپنے عزیزوں میں تقسیم کیا اور کچھ حجِ بیت اللہ میں صرف کیا تاکہ اُس کے گناہ معاف ہوں اور (ہر کام کے وقت) اِس آیت کو پڑھ دیتا تھا اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ' حضرتؑ نے فرمایا یہ اُسنے خطا کی) گناہ سے گناہ دور نہیں ہو سکتا بلکہ نیکی سے بدی زائل ہوتی ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳۷۷

غرض جب برادرانِ یوسفؑ کو یقین ہو گیا کہ اب یعقوب علیہ السلام نہ آئینگے تو وہ سب کے سب حضرت یوسفؑ کو ایک بن میں (گنجان) درختوں کے نیچے لائے اور کہنے لگے اس درخت کے نیچے اسے مار کر ڈالدیں کہ رات کو بھیڑیا آکر کھا جائیگا۔ بڑے بھائی (یہودا) نے کہا یوسفؑ کو قتل تو نہ کرو بلکہ تمہیں کچھ ایسا ہی کرنا ہے تو کسی گہرے کنوئیں میں اسے پھینکدو کہ اُسے کوئی راہگیر اُٹھا لیجائیگا۔ پس وہ لوگ حضرت یوسفؑ کو ایک کنوئیں پر لائے اور اُنکو اُس کنوئیں میں دھکیل دیا۔ اُنکا گمان یہ تھا کہ یوسفؑ اُسکے پانی میں

ڈوب جائینگے۔ مگر جس وقت حضرت یوسفؑ کنوئیں کی تہ میں پہنچے تو اپنے بھائیوں کو آواز دیکر بولے کہ اے اولادِ روبین! تم میرے باپ حضرت یعقوب علیہ السّلام کو میرا سلام کہدینا جس وقت اُنکے کان میں یوسفؑ کی آواز پہنچی تو آپس میں کہنے لگے کہ جب تک یہ مر نہ جائے ہم کو یہیں ٹھہرا رہنا چاہیے پس وہ شام تک اُسی جگہ موجود رہے۔ جب رات ہوگئی تو گھر واپس گئے۔

تفسیر قمیؒ میں یوں لکھا ہے کہ وہ لوگ حضرت یوسفؑ کو ایک کنوئیں کے قریب لائے اور کنوئیں کی مُنڈیر پر بٹھا کے کہا اے یوسفؑ! اپنا کُرتہ اُتار دے۔ حضرت یوسفؑ یہ سُنکر رونے لگے اور کہا اے بھائیو! تم مجھے برہنہ نہ کرو۔ پس اُن میں سے ایک نے چُھری نکالکے کہا اگر تو کُرتہ نہ اُتاریگا تو میں ضرور تجھے قتل کر دونگا۔ یہ سُنکر حضرت یوسفؑ ڈر گئے اور (جلدی سے) کُرتہ اُتار دیا۔ پس بھائیوں نے اُن حضرتؑ کو کنوئیں میں پھینکدیا اور خود وہاں سے کنارے ہو گئے۔ جب یوسفؑ علیہ السّلام تہ میں پہنچے تو درگاہِ خدا میں عرض کی اے ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ کے معبود تو میری کمزوری اور بیچارگی اور بچپنے پر رحم فرما۔ پھر قمی علیہ الرّحمہ نے فرمایا اور اس قول کو ابنِ طاؤس نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی طرف منسوب کیا ہے کہ برادرانِ یوسفؑ نے واپسی کے وقت کہا ہم اس کُرتے کو خون میں تھیڑے لیتے ہیں۔ باپ سے کہدینگے کہ یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا تو اُن کے بھائی لاوی نے کہا (یہ تمہاری رائے اچھی نہیں) کیا ہم سب یعقوبؑ اسرائیل اللہ پسر اسحٰقؑ نبی اللہ بن ابراہیمؑ خلیل اللہ کے بیٹے نہیں ہیں۔ کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ خدا تعالےٰ اس خبر کو اپنے نبیوں سے پوشیدہ رکھیگا؟ (یہ سُنکر) اُن لوگوں نے کہا اچھا آپ ہی کوئی تدبیر اور بہانہ بتا دیجیے۔ سب نے کہا چلو غسل کر کے نمازِ جماعت پڑھیں پھر خدا تعالےٰ کی حضور میں بتضرع و زاری دعا کریں کہ وہ اپنے نبیوں سے اِس واقعہ کو پوشیدہ رکھے۔ پس وہ لوگ اُٹھے اور سب کے سب نہائے۔ حضرت ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ علیہم السلام کی شریعت کا یہ حکم تھا کہ نمازِ جماعت میں گیارہ آدمی سے کم نہوں اِن میں سے ایک امام بنے اور دس اُس کے پیچھے نماز پڑھیں پس اُن لوگوں نے کہا اب ہم کیا کریں کوئی امام تو ہے ہی نہیں (نمازِ جماعت کیسے ہو؟) لاوی نے کہا خدا کو ہم اپنا امام بنائے لیتے ہیں۔ غرض اُن سب نے نماز پڑھی اور رو رو کے خدا سے دعا مانگی اے ہمارے پروردگار! تو ہمارے اس معاملہ کو چھپالے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۳۷۷

شیخ عمر بن ابراہیم اوسی نے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا اے جبرئیلؑ! آیا تم باوجود اس قوّت و طاقت کے کبھی تھکے بھی ہو؟ یعنی کبھی تم کو زحمت و مشقت بھی ہوئی ہے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا ہاں یا رسولؐ اللہ تین مرتبہ میں تھکا ہوں اور بڑی محنت کرنی پڑی ہے۔ پہلے اُس دن جبکہ ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے تو مجھے حکم خدا ہوا بہت جلد میرے بندہ ابراہیمؑ

کے پاس جاؤ۔ اے جبرئیلؑ امین اپنی عزت و جلال کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تم سے پہلے ابراہیمؑ آگ میں پہنچ گئے تو میں تمہارا نام دفتر ملائکہ سے کاٹ دونگا۔ پس میں (یہ حکم پاتے ہی) نہایت تیزی سے اُترا اور ایسے وقت میں ابراہیمؑ کو جا لیا کہ وہ آگ اور ہوا کے مابین تھے۔ پس میں نے عرض کیا اے ابراہیمؑ! اگر کوئی حاجت ہو تو بیان کرو۔ ابراہیمؑ نے جواب دیا خدا سے ضرور ہے مگر تم سے نہیں۔ دوسرے اُس دن جبکہ ابراہیمؑ اپنے فرزند اسمٰعیل کے ذبح کرنے پر مامور ہوئے تو بھی مجھے حکم ہوا اے جبرئیلؑ! جلد جا۔ اپنی عزت و جلال کی قسم اگر تمہارے پہنچنے سے پہلے اسمٰعیلؑ کے گلے پر چھُری چل گئی تو میں تمہارا نام فرشتوں کے دفتر سے مٹا دونگا۔ پس میں جلدی سے اُترا اور چھُری کو اُلٹ کر دُنبہ اُس کے نیچے ڈالدیا۔ تیسرے اُس دن کہ یوسفؑ کنوئیں میں پھینکے گئے۔ میرے پاس خدا کی وحی آئی۔ اے جبرئیلؑ! یوسفؑ کی جا خبر لو۔ اپنی عزت و جلال کی قسم اگر تمہارے جانے سے پہلے یوسفؑ کنوئیں کی تہ میں پہنچگیا تو میں تمہارا نام دفتر ملائکہ سے محو کر دونگا۔ پس میں بہت جلد اُترا اور ہوا میں یوسفؑ کو جا لیا اور ایک پتھر پر جو کنوئیں کی تہ میں تھا یوسفؑ کو بآرام بٹھا دیا۔ اور بسلامت اُنکو اُتار دیا۔ پس میں تھک گیا۔ (یارسولؐ اللہ) اُس کنوئیں میں سانپ اور اژدہے بہت تھے جس وقت اُنہیں یوسفؑ کی آہٹ معلوم ہوئی تو آپس میں کہنے لگے خبردار اب نہ نکلنا کہ نبیؐ کریم یہاں نازل ہوا ہے اور ہمارے مکان میں اُترا ہے۔ یہ سُنکر کوئی بھی اپنے بھٹوں سے باہر نہ نکلا۔ مگر ایک اژدہا برآمد ہوا اور یوسفؑ کے ڈسنے کا ارادہ کیا تو میں اُنپر چلایا جسکی وجہ سے اُنکے کان قیامت تک کے واسطے بہرے ہو گئے۔

کسی کے جواب میں عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب حضرت یوسفؑ کنوئیں کی تہ میں ٹھیر گئے اور موذی جانوروں سے وہ مطمئن ہو گئے تو اپنے بھائیوں کو آواز دیکر کہنے لگے ہر شخص اپنی موت کے وقت وصیت کیا کرتا ہے۔ میں بھی تم سے وصیت کرتا ہوں کہ جب تم اپنے مکان کو واپس جاؤ تو میری تنہائی کو اور جب تمہیں اطمینان حاصل ہو جائے تو وحشت کو۔ جب تم کھانا کھاؤ تو میری بھوک کو اور جب پانی پیو تو میری پیاس کو اور جب تم کسی جوان کو دیکھو تو میری نوجوانی کو یاد کر لینا۔ جبرئیلؑ نے کہا اے یوسفؑ خاموش ہو جاؤ (ایسی باتیں نہ کرو بلکہ) خدا سے دعا مانگو اور کہو "یَا کَاشِفَ کُلِّ کُرْبَةٍ وَّیَا مُجِیْبَ کُلِّ دَعْوَةٍ وَّیَا جَابِرَ کُلِّ کَسِیْرٍ وَّیَا حَاضِرَ کُلِّ بَلْوٰی وَیَا مُوْنِسَ کُلِّ وَحِیْدٍ وَّیَا صَاحِبَ کُلِّ غَرِیْبٍ وَّشَاهِدَ کُلِّ نَجْوٰی اَسْئَلُكَ بِحَقِّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تَجْعَلَ لِیْ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَّاَنْ تَجْعَلَ فِیْ قَلْبِیْ حُبَّكَ حَتّٰی لَا یَکُوْنَ لِیْ هَمٌّ وَّشُغْلٌ سِوَاكَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ" (اے دُکھ درد کے دور کرنیوالے! اے دعا کے قبول کرنیوالے! اے شکستہ کو جوڑنیوالے! اے ہر بلاؤں میں حاضر! اے تنہا کے مونس! اے مسافر و آوارہ وطن کے ساتھی! اے مُناجات کے وقت موجود! لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ کا صدقہ دیکر

میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میرے کام میں خوشی عطا کر اور مجھے یہاں سے نکال۔ اور اگلے مہربانوں
سے زیادہ مہربان! تو اپنی رحمت سے میرے دل میں اپنی محبت الٰہی ڈال دے کہ مجھے تیری یاد کے
سوا کوئی فکر و شغل نہونے پائے) پس فرشتوں نے درگاہ خدا میں عرض کی اے ہمارے پروردگار
ہم دعا اور آواز کو سُن رہے ہیں۔ یہ آواز تو کسی نبیؑ کی آواز معلوم ہوتی ہے اور یہ دعا بھی کسی نبیؑ کی
دعا ہے۔ ارشادِ باری ہوا یہ میرا نبی یوسفؑ ہے جو دعا کرتا ہے۔ خدا نے جبرئیلؑ کو وحی کی۔ اے
جبرئیلؑ یوسفؑ سے کہدو لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (ضرور بالضرور ایک
وقت) اُن کا یہ فعل تم خود اُنکو جتلاؤ گے اور وہ پہچانتے نہونگے ۔

تمام شد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ضمیمہ جات بابت پارہ سیز دہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۳۹۳

تفسیر قمی میں جناب امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے جب عزیز مصر (قطفیر) قحط کے زمانہ میں مرگیا تو اُس کی زوجہ زلیخا مفلس اور محتاج ہوگئی یہاں تک کہ بھیک مانگنے لگی۔ لوگوں نے اُس سے کہا کس لیے تو عزیز مصر (یوسفؑ) کے راستہ پر نہیں جابیٹھتی ہے (وہ تجھے کچھ دیدینگے۔ تیرے حالِ زار پر رحم کھائینگے) اُس زمانہ میں مصر کے بادشاہ کو عزیز مصر کہا کرتے تھے اسی سبب سے جناب یوسفؑ کا بھی لقب عزیز مصر ہو گیا۔ زلیخا نے جواب دیا (میں کس منہ سے اُنکے سامنے جاؤں) مجھے تو حیا آتی ہے۔ غرض اُن لوگوں کے بار بار کہنے سُننے سے ایک دن زلیخا گزر گاہ حضرت یوسفؑ پر جابیٹھی تھیں اُن جناب کی سواری نہایت شان و شوکت سے اُس طرف ہو کر گزری۔ زلیخا اُن حضرتؑ کا تزک و احتشام دیکھکر کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ جَعَلَ الۡمُلُوۡکَ بِالۡمَعۡصِیَةِ عَبِیۡدًا وَّجَعَلَ الۡعَبِیۡدَ بِالطَّاعَةِ مُلُوۡکًا۔ (منزہ ہے وہ اللہ جس نے بادشاہوں کو بسبب اُنکی نافرمانی کے غلام بنا دیا اور غلاموں کو بوجہ اطاعت و فرمانبرداری کے بادشاہ بنادیا) (یہ سُنکر) حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا تو وہی (زلیخا) ہے؟ اُس نے عرض کی جی ہاں۔ حضرتؑ نے فرمایا اے زلیخا تجھے مجھ سے کوئی حاجت ہے؟ زلیخا نے جواب دیا واہ جناب! اب میں بڑھیا ہوگئی تو مجھ سے اب آپ پوچھتے ہیں۔ کیوں آپ میری ہنسی اُڑاتے ہیں؟ حضرت یوسفؑ نے فرمایا میں مذاق نہیں کرتا۔ زلیخا نے کہا آپ مجھ سے ضرور دل لگی کرتے ہیں۔ جناب یوسفؑ نے فرمایا اچھا میرے مکان پر آؤ۔ غرض زلیخا حسب ارشاد دولتسرائے جناب یوسفؑ میں حاضر ہوئی۔ اُس وقت زلیخا بہت بڑھیا ہوگئی تھی حضرت یوسفؑ نے فرمایا آیا زلیخا تو نے فلاں فلاں حرکت میرے ساتھ نہیں کی تھی؟ زلیخا نے جواب دیا اے نبیٔ خدا! آپ مجھے بجل فرمائیں ملامت نہ کریں کہ میں اُس وقت تین بلاؤں میں مبتلا تھی کہ آج تک کوئی اُن میں گرفتار نہیں ہوا۔ حضرت یوسفؑ نے دریافت کیا وہ بلائیں کیا تھیں؟ زلیخا نے جواب دیا ایک تو آپ کی محبت تھی کہ خدا نے تمام عالم میں کوئی شخص آپ کی نظیر پیدا نہیں کیا۔ دوسرے میری صورت ایسی تھی کہ تمام ملکِ مصر میں مجھ سے زیادہ کوئی عورت حسینہ و جمیلہ نہ تھی اور نہ کسی کے پاس مال اس کثرت سے تھا جو (افسوس ہے کہ) مجھ سے چھین گیا۔ تیسری بلا یہ تھی کہ میرا شوہر نامرد تھا۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا اے زلیخا اب تو کیا چاہتی ہے؟ اُس نے کہا آپ خدا سے

دعا فرمائیے کہ مجھے دوبارہ جوان کر دے۔ پس اُن جناب نے درگاہِ خدا میں دعا مانگی۔ دعا اُنکی قبول ہو گئی۔ زلیخا پھر سے جوان ہو گئی۔ پھر حضرت یوسفؑ نے اُس سے نکاح کر لیا اور اُسے باکرہ پایا۔

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۲۰۵

تفسیر برہان میں فضیل بن یسار سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ علم دو قسم کا ہے۔ ایک وہ ہے جو تمام مخلوق سے پوشیدہ ہے۔ خدا کے سوا کوئی اُس پر اطلاع نہیں رکھتا دوسرا علم وہ ہے جو خدا نے اپنے فرشتوں اور رسولوں کو سکھا دیا ہے۔ پس جو باتیں خدا تعالیٰ نے اپنے فرشتوں اور نبیوں کو بتا دی ہیں وہ ضرور ہونگی اُنکے متعلق نہ خدا کا وعدہ جھوٹا ہو گا نہ وہ فرشتے اور انبیاء جھوٹے پڑینگے۔ اور جو علم خدا کے پاس مخزون ہے اُس میں سے خدا تعالیٰ جس چیز کو چاہے مقدم کر دے اور جسکو چاہے مؤخر کر دے۔ اور جو چاہے ثابت و برقرار رکھے۔

ابو حمزہ ثمالی نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے حضرت آدم علیہ السلام کو انبیاءؑ کے نام بتائے اور اُن کی عمروں سے اطلاع دی۔ جب حضرت داؤد نبیؑ کے نام کی نوبت آئی اور آدم علیہ السلام نے اُنکی دنیاوی زندگانی چالیس برس کی پائی تو درگاہِ خدا میں عرض کی اے میرے پروردگار داؤدؑ کی عمر کتنی کم ہے اور میری عمر کتنی زیادہ ہے۔ پروردگار اگر میں اپنی عمر میں سے تیس برس داؤد کو دیدوں تو آیا تو اُس کی زندگی میں تیس برس اور بڑھا دیگا؟ فرمایا ہاں اے آدم ایسا ہی ہوگا۔ اسپر اُنھوں نے عرض کی کہ خداوندا تو میں نے اپنی عمر میں سے تیس برس اسکو دیئے تو اس کی بابت حکم نافذ فرما دے۔ یہ تیس برس اِسکی عمر میں بڑھا اور میری عمر میں سے کم کر دے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے لیے تیس برس زیادہ کر دیئے اور وہ اُن کے لیے مثبت ہو گئے۔ حالانکہ پہلے اُن کے لیے اس سے کم زندگی ثابت ہو چکی تھی۔

قول باری تعالیٰ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ اسی پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی خدا نے وہ زندگی جو آدم علیہ السلام کے لیے ثابت کی تھی محو کر دی اور جتنی عمر داؤد علیہ السلام کے واسطے نہ تھی وہ بڑھا دی۔ امامؑ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام کی مدتِ حیات پوری ہو چکی اور ملک الموت اُنکی قبضِ روح کے لیے آئے تو حضرت آدمؑ نے فرمایا اے ملک الموت ابھی تو میری عمر میں سے تیس برس باقی ہیں (ابھی سے تم کیوں آ گئے)۔ ملک الموت نے عرض کیا اے آدمؑ جب آپ وادئ روحا میں تھے اور آپ کے سامنے انبیاءؑ کے نام اور اُن کی عمریں پیش ہوئی تھیں تو کیا آپ نے اپنی عمر میں سے تیس برس کم کر کے اپنے فرزند داؤدؑ کو نہیں دیئے تھے۔ حضرت آدمؑ نے جواب دیا یہ تو مجھے یاد نہیں۔ ملک الموت نے کہا اے آدمؑ! کیا آپ انکار کرتے ہیں (یاد تو کیجیے) کیا آپ نے خدا تعالیٰ سے یہ درخواست نہیں کی تھی کہ تیس برس میری عمر سے منہا کر کے داؤدؑ کی عمر میں بڑھا دے۔ پس خدا نے

آپ کی سفارش کے بموجب اتیس برس کتاب زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے قائم کردیے اور کتاب ذکر میں آپ کی عمر میں سے تیس محو فرما دیے۔ آدم علیہ السلام نے کہا کہاں لکھا ہے لاؤ مجھے بھی تو معلوم ہو جائے۔ امام نے فرمایا آدم علیہ السلام نے اپنے یاد نہ رہنے کا سچا عذر کیا تھا۔ یہ اُن کا انکار نہ تھا۔ اور اُسی دن سے خدا نے اپنے بندوں کو حکم دیدیا کہ جب آپس میں مقررہ وقت کے لیے قرض کا لین دین یا کوئی اور معاملہ کیا کریں تو لکھ لیا کریں۔ کیونکہ حضرت آدمؑ اپنے معاملہ کو بھول گئے تھے۔ اور اُنہوں نے کہدیا تھا کہ میں نے تو اقرار نہیں کیا تھا۔

تفسیر عیاشی میں ایوب بن نوح سے مروی ہے وہ کہتا ہے میں مدینہ میں جناب امام حسن عسکری علیہ السلام کی حضور میں حاضر تھا۔ اُن حضرتؑ نے بغیر میرے سوال کے خود ہی مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے ایوبؑ خدا وند عالم نے اپنے نبیوں میں سے کسی کو اُس وقت تک شرف نبوت سے مشرف نہیں فرمایا جب تک کہ اُن سے تین باتوں کا اقرار نہ لے لیا۔ اوّل یہ کہ گواہی دیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دوسرے یہ کہ خدا کے لیے کسی کو شریک نہ مانیں۔ تیسرے یہ (عقیدہ رکھیں) کہ خدا قادر ہے۔ اُسے اختیار ہے جس وقت جس چیز کو چاہے مقدّم کر دے اور جسکو چاہے مؤخّر کر دے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ جب لوگوں میں اختلاف پھیل جائیگا تو اُن میں اُس وقت تک چلا جائیگا جب تک کہ حضرت صاحب الامر علیہ السّلام ظہور نہ فرمائیں۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے لیلۃ القدر کے متعلق سوال کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا شب قدر میں ملائکہ اور لکھنے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اُس سال میں جو کچھ ہونیوالا ہے اور بندوں پر جو کچھ گزرنیوالی ہے وہ سب لکھ لیتے ہیں مگر بہت سی باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو مشیّت خدا پر موقوف ہیں۔ پس اُن میں سے (موافق مصلحت) جسکو چاہتا ہے مقدّم کر دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے تاخیر میں ڈالدیتا ہے۔ اور کسی چیز کو مٹا دیتا ہے اور کسی کو قائم کر دیتا ہے اور حقیقی نوشتہ اُسی کے پاس ہے۔

زرارہ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کتاب خدا میں ایک آیت نہوتی تو میں تمہارے سامنے گزشتہ اور آیندہ قیامت تک کی خبریں بیان کر دیتا۔ میں نے عرض کی وہ کونسی آیت ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ۔

فضیل بن یسار سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سُنا کہ بعض چیزیں ایسی ہیں جو یقینی ہو کے رہینگی اور بعض ایسی ہیں جو مشروط ہیں۔ خدا کے نزدیک کسی چیز پر موقوف ہیں۔ اُن میں سے جس کو چاہتا ہے مقدّم یا مؤخّر کر دیتا ہے اور جس کو

چاہتا ہے محو یا ثابت کر دیتا ہے۔ اُن امور پر خدا نے کسی کو اطلاع نہیں دی ہے لیکن جو باتیں رسولوں نے (بغیر کسی قید کے) خدا کی طرف سے پہنچائیں اور بیان کیں وہ ضرور بالضرور ہونیوالی ہیں۔ ان میں ردّ و بدل کرکے خدا اپنے نبی کو اور فرشتوں کو اور اپنے آپ کو جھوٹا نہ کریگا۔

ابنِ سنان نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے وہ جنابؑ فرماتے ہیں خدا تعالےٰ جس چیز کو چاہتا ہے مقدّم کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مؤخّر کر دیتا ہے اور جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت کر دیتا ہے۔ اُسے ہر چیز کا علم ہے۔ خدا جس کام کا ارادہ کرتا ہے کرنے سے پہلے ہی وہ علمِ خدا میں ہوتا ہے۔ جن جن چیزوں میں خدا کو مصلحت پیش آتی ہے خدا کو اُن مصلحتوں کا پہلے ہی سے علم ہوتا ہے کیونکہ جہالت اُسپر محال ہے۔

عمّار بن موسےٰ نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اِس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے حضرتؑ نے فرمایا اس کتاب سے مراد ایک ایسا نوشتہ ہے جس میں سے خدا تعالےٰ جس چیز کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے قائم فرما دیتا ہے۔ اسی لیے دعا کی وجہ سے قضا پلٹ جاتی ہے اور یہ بھی اُس میں لکھا ہوگا کہ فلاں دعا سے یہ قضا ٹل جائیگی۔ مگر جو باتیں اُمّ الکتاب (لوحِ محفوظ) میں ہوں تو ان میں کسی دعا کا کوئی اثر نہو گا۔

ابو ہاشم جعفری کہتے ہیں (میرے سامنے) محمد بن صالح ارمنی نے جناب امام حسن عسکری علیہ السلام سے اِس آیت یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَہٗۤ اُمُّ الْکِتٰبِ ۝ کی تفسیر دریافت کی۔ حضرتؑ نے فرمایا محو تو وہی چیز کیجائیگی جو پہلے سے ہو اور ثابت وہی چیز کیجائیگی جو پیشتر سے نہو۔ (ابو ہاشم کہتے ہیں) میں نے اپنے جی میں کہا یہ تو (مقولہ) ہشام کے بالکل خلاف ہے تا وقتیکہ کوئی چیز ہو نہ جائیگی اُسکا علم ہو ہی نہیں سکتا۔ پس وہ جناب میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا (آگاہ ہو جا) کہ خدائے جبّار تمام چیزوں کے پیدا کرنے سے پہلے ہر چیز کا عالم تھا اور اُس میں پیدا کرنیکی قدرت اُس وقت موجود تھی جبتک کہ کوئی چیز پیدا ہی نہیں فرمائی تھی اور وہ پرورش کرنیوالا اُس وقت بھی تھا جبکہ کوئی ایسا وجود موجود نہ تھا جسکی پرورش فرماتا اور قادر وہ اِس سے پہلے تھا کہ اُن چیزوں کا ظہور ہو جنپر اُس کا قدرت رکھنا ثابت ہو سکے (ابو ہاشم کہتے ہیں کہ یہ تقریر سُنکر) میں نے عرض کی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حُجّتِ خدا اور اُس کے عادل ولی ہیں اور آپ امیرؑ المومنین کے قدم بہ قدم ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۲۱۴ تفسیر قمّی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ملکِ شام کے ایک صحرا میں مقیم تھے۔ حضرت ہاجرہؑ کے بطنِ مبارک سے

حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے تو حضرت سارہؑ کو اس بات کا بیحد رنج و ملال ہوا کہ میرے تو ابھی تک کوئی اولاد نہوئی (ہاجرہ کے لڑکا بھی ہوگیا) جناب سارہؑ حضرت ابراہیمؑ کو ہاجرہؑ کے بارے میں بہت ایذا دیتی تھیں اور غمگین رکھتی تھیں۔ ایک دن خدا کی درگاہ میں حضرت ابراہیمؑ نے اس امر کی شکایت کی۔ ارشادِ باری ہوا اے ابراہیمؑ! عورت کی مثال ٹیڑھی پسلی کی سی ہے اگر تم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دوگے تو اس سے فائدہ اُٹھاؤگے۔ اور اگر اُسے سیدھا کروگے تو وہ ٹوٹ جائیگی۔ (اچھا) اب تم یہاں سے اسمٰعیلؑ اور ہاجرہ کو لیجاؤ۔ جناب ابراہیمؑ نے عرض کیا اے میرے پروردگار کہاں لیجاؤں؟ ارشاد ہوا میرے حرم میں لیجاؤ جسے میں نے جائے امن قرار دیا ہے۔ اور زمین کے حصّوں میں سب سے پہلے اُسکی زمین کو میں نے پیدا کیا ہے اور وہ سرزمین مکہ ہے۔ پس جبرئیلؑ براق لیکر حاضر ہوئے اور حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و ہاجرہ کو اُسپر سوار کیا۔ راہ میں جہاں کہیں حضرت ابراہیمؑ سرسبز و شاداب زمین جس میں باغ اور کھیتی دیکھتے تھے تو فرماتے تھے اے جبرئیلؑ کیا یہیں کا حکم ہوا ہے۔ جبرئیلؑ عرض کرتے تھے نہیں ابھی چلے چلیے یہاں تک کہ زمین مکّہ پر پہنچے اور خانۂ کعبہ کی جگہ سواری روک دی گئی۔ حضرت ابراہیمؑ چلتے وقت سارہؑ سے عہد کر آئے تھے کہ مرکب سے بغیر اُترے ہوئے واپس آجاؤنگا اس لیے اُن جنابؑ نے ہاجرہؑ و اسمٰعیلؑ کو اُتار دیا اور خود نہ اُترے۔ اس جگہ ایک درخت تھا اُس کے نیچے حضرت ہاجرہؑ بیٹھ گئیں اور درخت پر چادر جو اُن کے پاس تھی تان لی اور اُس کے سایہ میں بیٹھ گئے۔

پس جس وقت ابراہیم علیہ السلام نے اُن کو چھوڑتے اور سارہ کے پاس واپس جانیکا ارادہ کیا تو ہاجرہ نے عرض کیا اے ابراہیمؑ آپ ایسی جگہ مجھے کیوں چھوڑے جاتے ہیں جہاں نہ کوئی مونس تنہائی ہے۔ نہ یہاں پانی ہے۔ اور نہ یہاں کھیتی ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا اے ہاجرہ حکمِ خدا یہی ہے کہ میں تم دونوں کو اس مقام میں چھوڑ جاؤں۔ وہ ہر جگہ موجود ہے (وہی تمہارا نگہبان ہے) یہ کہکر حضرتؑ واپس ہوئے جب کدا پر پہنچے جو وادیٔ ذی طوٰی میں ایک پہاڑ ہے تو اسمٰعیلؑ و ہاجرہ کی طرف مُنہ کر کے درگاہِ خدا میں عرض کی رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ۝ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۴۱۳ سطر ۱۱) پھر وہاں سے حضرتؑ چلدیے۔ ہاجرہ اکیلی رہگئیں۔ جب آفتاب بلند ہوا تو حضرت اسمٰعیلؑ کو پیاس لگی اور پانی طلب کیا حضرت ہاجرہؑ پانی کی تلاش میں اُس مقام پر آئیں جہاں (حج و عمرہ میں) سعی کیجاتی ہے اور آواز دی آیا کوئی اِس جنگل میں مونس و غمخوار ہے (جو میرے بچّے کو پانی پلائے)؟ (اسی دوڑ دھوپ میں) حضرت اسمٰعیلؑ ہاجرہؑ کی نظروں سے غائب ہوگئے۔ (وہاں سے

واپس ہوئیں) اور کوہِ صفا پر چڑھ گئیں۔ صحرا کی طرف نگاہ دوڑائی تو ایک جگہ (کوہِ مروہ کے قریب) سراب (پانی کی صورت کی ریت) نظر آئی۔ ہاجرہؑ نے خیال کیا یہ پانی ہے (بیچین ہو کر) اُس کی طرف دوڑیں۔ جب دور نکل گئیں تو پھر اسمٰعیلؑ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے (مُڑ کر دیکھا تو) کوہِ صفا کے قریب پھر اُن کو سراب نظر آئی۔ پانی کے خیال میں پھر وہاں سے صفا کی طرف روانہ ہوئیں اور اتنی دور نکل گئیں کہ اسمٰعیلؑ دکھائی نہ دیتے تھے۔ (مجبور ہو کے) صفا پر ٹھہر گئیں اور چاروں طرف پانی کو دیکھنے لگیں تو پھر اُنہیں کوہِ مروہ کی طرف پانی کی صورت۔ ریت نظر آیا۔ پھر وہاں سے مروہ کی طرف لوٹیں اور اتنی دور جا کر ٹھہر گئیں کہ اسمٰعیلؑ آنکھوں سے پوشیدہ ہو گئے۔ وہاں پہنچکر پھر انہیں کوہِ صفا کی طرف پانی کی صورت ریت نظر پڑا۔ وہاں سے پھر پلٹیں یہانتک کہ صفا سے مروہ تک آنے جانے میں سات دَورے ہو گئے۔ جب ساتویں چکر میں کوہِ مروہ سے اپنے معصوم بچّے کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ اسمٰعیلؑ کے پیروں کے قریب زمین سے پانی اُبل رہا ہے (بیچین ہو کے دوڑیں) اسمٰعیلؑ کے پاس آئیں اور پانی کے گرد ریت جمع کر دیا۔ چونکہ وہ پانی جاری تھا حضرت ہاجرہؑ نے اُس کے چاروں طرف ریت اکٹھا کر کے اُسے روک دیا۔ اس لیے اُس مقام کا نام زمزم ہو گیا۔ جب مکّہ میں پانی ظاہر ہو گیا تو پرندے اور وحشی جانور وہاں آنے لگے۔ قبیلۂ جُرہُم کے کچھ لوگ ذی مجاز اور عرفات کے مابین ٹھہرے ہوئے تھے اُنھوں نے اس مقام میں پرندے اُڑتے ہوئے دیکھے تو سبب معلوم کرنیکے لیے چلے۔ یہانتک کہ اُس مقام پر آئے جہاں حضرت ہاجرہؑ اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو اپنی گود میں لیے ہوئے بیٹھی تھیں۔ درخت پر سایہ کے لیے چادر تان لی تھی۔ پانی اُن کے قریب ظاہر ہو چکا تھا۔ پس اُن لوگوں نے پوچھا اے بی بی! تو کون ہے اور تیرا اور اس بچّہ کا واقعہ اور سرگزشت کیا ہے؟ ہاجرہؑ نے جواب دیا میں ابراہیم خلیل الرحمٰن کے فرزند کی ماں ہوں اور یہ اُنکا فرزند ہے۔ اُن جناب کو خدا نے حکم دیا تھا کہ ہم دونوں کو اس جگہ پہنچا دیں۔ اُن لوگوں نے کہا آپ ہمیں اجازت دیتی ہیں کہ ہم بھی اس جگہ بود و باش اختیار کر لیں (ہاجرہؑ نے اُن سے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ کو آ لینے دو) جب تیسرے دن جناب ابراہیمؑ مزاج پُرسی کی غرض سے وہاں آئے تو ہاجرہؑ نے قبیلۂ جُرہُم کی درخواست اُن حضرت سے بیان کی۔ حضرت ابراہیمؑ نے اجازت دیدی۔ حضرت ہاجرہؑ نے اُن لوگوں سے کہدیا پس وہ لوگ وہاں رہنے لگے۔ خیمے اپنے تان لیے۔ ڈیرے اپنے ڈالدیے۔ ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ اُن سے مانوس ہو گئے۔ جب تیسری مرتبہ حضرت ابراہیمؑ تشریف لائے تو وہاں بکثرت لوگوں کو آباد پایا۔ یہ حال دیکھکر وہ جناب بیحد خوش ہوئے باقی واقعہ سورۂ بقر میں گزرا (دیکھو صفحہ ۳۰ نوٹ نمبرا)

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۴۱۵ | تفسیر برہان میں ثوبان سے مروی ہے کہ ایک یہودی جناب رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے محمدؐ! میں آپ سے کچھ دریافت

کرتا ہوں اُسکا آپ مجھے جواب دیجیے؟ پس ثوبان نے اُسے ٹھوکر لگائی اور کہا (اے بدبخت نام کیوں لیتا ہے) یارسول اللہ! کہکے بات کر۔ وہ یہودی بولا میں تو نام ہی لیکے پکارونگا اور وہی نام لونگا جس کے یہ سزاوار ہیں۔ پھر آنحضرتؐ کی طرف مخاطب ہو کے کہنے لگا۔ بتائیے کہ جب زمین دوسری زمین سے اور آسمان دوسرے آسمان سے بدلے جائینگے تو اُس دن آدمی کہاں ہونگے؟ حضرتؐ نے فرمایا ظلمات میں محشر کے قریب ہونگے۔ اُس نے کہا جب لوگ بہشت میں داخل ہونگے تو سب سے پہلے اُنہیں کھانے کو کیا چیز ملیگی؟ حضرتؐ نے جواب دیا مچھلی کا کلیجہ۔ اُس نے کہا کھانے کے بعد کیا چیز پینگے؟ حضرتؐ نے فرمایا سلسبیل کا پانی۔ اُس نے کہا اے محمدؐ! بیشک تم سچے ہو۔

محمد بن مسلم سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جب سے خدا نے زمین کو پیدا کیا ہے ایسے ایسے سات عالم خلق فرمائے۔ جن میں حضرت آدمؑ کی اولاد نہ تھی۔ وہ لوگ مٹّی سے پیدا کیے گئے تھے۔ اُنکو خدا نے یکے بعد دیگرے ایک ایک عالم میں آباد کیا۔ پھر خدا نے آدمؑ ابوالبشر کو اور اُنکی ذرّیت کو اُن سے پیدا کیا۔ خدا کی قسم جب سے جنّت پیدا ہوئی ہے وہ کبھی ارواحِ مومنین سے خالی نہیں رہی۔ اور نہ دوزخ ارواحِ کفّار و گنہگاران سے خالی رہا۔ شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ جب قیامت برپا ہوگی اور جنّتی بندوں کے بدن اور روحیں جنّت میں داخل ہوجائینگی اور اہلِ دوزخ کے جسم اور روحیں دوزخ میں چلی جائینگی تو خدا کے شہروں میں نہ کوئی اُس کی عبادت کریگا اور نہ کوئی جدید خلقت پیدا کیجائیگی جو خدا کی پرستش کرے اور اُسکی وحدانیت کو مانے (یہ خیال تمہارا غلط ہے بلکہ) خدائے عزّوجل (اس دنیا کے فنا ہونیکے بعد) بغیر مردوں اور عورتوں کے ایک مخلوق کو پیدا کریگا جو اُسکی عبادت کیا کریگی۔ اور اُسکو ایک جانیگی اور اُس کی تعظیم کیا کریگی۔ اُنکے لیے ایک زمین پیدا کریگا جس میں وہ لوگ آباد ہونگے اور اُن پر سایہ کرنیکے لیے ایک نیا آسمان بنائیگا چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۱۵۴ سطر ۱۱) نیز خدا تعالےٰ فرماتا ہے اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ط بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؏ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۸۲۸ سطر ۱)

تفسیر برہان میں ہے کہ ابرش کلبی نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں یہ بات عرض کی کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ خدا تعالےٰ کے اس قول یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ یہ زمین بدل کر روٹی ہوجائیگی۔ حضرتؑ نے فرمایا جن لوگوں نے تجھ سے بیان کیا صحیح بیان کیا جس وقت لوگ موقف میں کھڑے ہونگے یہ زمین بدل کر نہایت ہی نفیس روٹی بنجائیگی۔ جس میں سے لوگ کھائینگے۔ یہ سُنکر ابرش خوب ہنسا اور کہنے لگا حساب دینا ایسا ہی آسان کام ہے کہ اُنہیں حساب دینے کا بھی ہوش رہیگا۔ حضرتؑ نے فرمایا وائے ہو تجھپر (خدا کے معاملات میں ہنسی کیسی؟)

یہ تو بتا کہ دونوں مقاموں میں سے زیادہ کام میں پھنسے ہوئے کہاں ہونگے اور زیادہ بُری حالت میں کس جگہ ہونگے آیا موقف میں (جہاں حساب دے رہے ہونگے) یا جہنم میں جہاں عذاب پا رہے ہونگے؟ اُس نے کہا یہ تو ظاہر ہے کہ جہنم میں زیادہ مشغول اور زیادہ بُرے حال میں ہونگے۔ فرمایا وائے ہو تجھپر۔ دیکھ خدا تعالےٰ اُن لوگوں کے اس حال کے بارے میں جبکہ وہ جہنم میں ہونگے فرماتا ہے لَاٰكِلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّومٍ ۝ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۝ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ۝ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۵۵۸ سطر ۶) یہ سنکر آبرش چپ رہ گیا۔ دوسری حدیث میں یوں آیا ہے کہ حضرتؑ نے جواب میں فرمایا کہ جب وہ لوگ دوزخ میں اور عذاب میں ہونگے اُس وقت تو اُن کو ضریع کے کھانے سے اور حمیم کے پینے سے کوئی چیز باز ہی نہ رکھیگی تو بھلا حساب دینے کی حالت میں وہ کھانے سے کیونکر باز رہ سکتے ہیں؟

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارۂ چاردہم

ضمیمہ نوٹ نمبر۳ متعلق صفحہ ۴۱۹

تفسیر قمیؔ میں ہے ایک دن ہام بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرتؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ بجید لمبا چوڑا اور عظیم الجثہ ہے اور اُسکی صورت ڈراؤنی ہے۔ پس حضرتؐ نے ارشاد کیا تو کون ہے؟ اُس نے عرض کی میرا نام ہام بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس ہے جس دن قابیل نے ہابیلؑ کو قتل کیا میری عمر چند سال کی تھی۔ میرا شیوہ یہ تھا کہ میں خدا پر توکل کو منع کرتا تھا اور حرام چیزیں کھانیکی طرف رغبت دلاتا تھا۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری جان کی قسم وہ جوان سب سے بدتر ہے جسے امیدیں دلائی جائیں اور وہ بہکانے میں آجائے اور اسی طرح وہ ادھیڑ سب سے بدتر ہے جس کو عذاب خدا سے اطینان دلایا جائے اور وہ باوجود بدکاری کے مطمئن ہو جائے۔ اُس نے کہا اے محمدؐ! آپ مجھے ملامت نہ کریں میں حضرت نوحؑ کے ہاتھ پر توبہ کر چکا ہوں اور کشتی میں اُن حضرتؑ کے ہمراہ تھا۔ اور میں اُن حضرتؑ پر قوم کے برخلاف دعا کرنے پر ناراض بھی ہوا تھا۔ اور میں اُس وقت بھی حاضر تھا جب حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے گئے تھے آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ صحیح وسالم رہے تھے۔ اور میں حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے ہمراہ اُس وقت بھی موجود تھا کہ جب اللہ نے فرعون کو ڈبو دیا۔ اور بنی اسرائیلؑ کو نجات دی تھی۔ اور میں حضرت ہودؑ کے ساتھ تھا جبکہ اُنہوں نے اپنی قوم کو بددعا کی تھی اور میں اُن سے بھی ناراض ہوا تھا۔ اور میں حضرت صالحؑ کی خدمت میں حاضر تھا جبکہ اُنہوں نے اپنی قوم پر نزولِ عذاب کی خدا سے درخواست کی تھی میں نے بددعا کرنے سے اُن کو روکا بھی تھا۔ میں نے تمام (آسمانی) کتابیں پڑھی ہیں۔ ہر کتاب میں آپ کے ظہور کی میں نے بشارت دیکھی ہے اور تمام نبیوں نے آپ کو سلام کہدیا ہے اور وہ سب یہ بھی کہتے تھے کہ آپ سارے نبیوں سے افضل اور بزرگ مرتبہ ہیں۔ اب آپ بھی اُس میں سے جو کچھ آپ پر خدا نے نازل کیا ہے مجھے کچھ تعلیم فرمایئے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے امیر المؤمنین علیہ السّلام سے ارشاد کیا اے علیؑ! ہم اسے (احکام دین) تعلیم کر دو۔ ہام نے عرض کی یا رسولؐ اللہ ہم تو سوائے نبی اور وصی نبی کے کسی کی اطاعت نہیں کرتے۔ یہ بزرگوار کون ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا یہ میرے بھائی اور وصی اور وزیر اور میرے وارث علیؑ ابن ابیطالب ہیں۔ اُس نے عرض کی بیشک میں نے ان کا نام کتبِ آسمانی میں آلیا دیکھا ہے۔ پس امیر المومنین علیہ السّلام نے اُسے تعلیم دی۔ پھر جنگِ لیلۃ الہریر

میں بھی جو بمقام صفین برپا ہوئی تھی جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کی خدمت میں ہاٰم حاضر ہوا تھا۔

قولِ مترجم۔ اس بیان سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جنابِ رسولِ خداؐ باوجودِ علمِ نبوّت ہاٰم کے حالات سے آگاہ نہ تھے بلکہ بہت سی مصلحتیں اسکی مقتضی ہوا کرتی ہیں کہ ایسے لوگ اپنی بیتی خود کہہ سنائیں تاکہ انسان صورت شیطان سیرت لوگوں کی ہدایت کا باعث ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۴۲۵

احتجاج طبرسی میں جنابِ امام موسی کاظم علیہ السّلام سے منقول ہے۔ اُن جنابؑ نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کی حدیث اپنے آباءِ طاہرین سے روایت کی ہے کہ ملکِ شام کا رہنے والا ایک یہودی عالم جو توریت وانجیل وزبور کو پڑھا ہوا تھا۔ صحفِ انبیاءؑ سے وہ واقف تھا۔ انبیاء کے دلائل اور معجزات پر اُسے اطلاع تھی ایک دن مسجدِ رسولؐ میں آیا اور بیٹھ گیا۔ اصحابِ رسولؐ کا مجمع اُس وقت مسجد میں موجود تھا۔ اُن میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السّلام اور عبداللہ ابنِ عباسؓ اور ابو سعید جہنی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ پس یہودی نے کہا اے اُمّتِ محمدؐ! تم نے کسی نبی کا درجہ۔ کسی رسول کی فضیلت نہیں چھوڑی جو اپنے نبیؐ کو نہ دیدی ہو۔ اب میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔ تم لوگ اُس کا مجھے جواب دو۔ یہ سُنکر سب نے اُس کی طرف سے مُنہ پھرا لیا لیکن حضرت امیر المؤمنین علیہ السّلام نے فرمایا بیشک خداوند عالم نے تمام نبیوں اور رسولوں کے مراتب اور فضائل جنابِ محمدِ مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ والاصفات میں جمع کر دیے ہیں۔ بلکہ بہ نسبت تمام انبیاء ومرسلین کے چند در چند محامد اُن جناب کو خدا نے عطا فرمائے ہیں۔ یہودی بولا تم میرے سوال کا جواب دوگے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں آج میں تیرے سامنے رسول اللہؐ کے ایسے فضائل بیان کرونگا جن سے مؤمنین کی آنکھیں خنک ہوجائینگی اور شک کرنیوالوں کے شک دور ہوجائینگے۔ اور میں جو فضائل بیان کرونگا اُن سے کسی نبی پر عیب لگانا یا اُنکی منقصت ظاہر کرنا میرا مقصود نہوگا بلکہ خدا کی شکر گزاری ہوگی کہ اُس نے اپنے رسول حضرت محمدِ مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہٖ کو وہ مدارج بھی عطا فرمائے جو اور نبیوں کو دیے تھے بلکہ اُس سے زیادہ عنایت کیے جس کے سبب سے وہ جنابؐ تمام رسولوں سے افضل ہوگئے۔ یہودی نے کہا میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں اُسکا جواب دیجیے۔ حضرتؑ نے فرمایا بیان کر۔ اُس نے عرض کی آپ اسکے قائل ہیں یا نہیں کہ خدا تعالےٰ نے جو کچھ اور انبیاءؑ کو دیا تھا وہ ہمارے نبیؐ کو بھی عطا کیا ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا بیشک! جو کچھ اور نبیوں کو عطا کیا تھا وہ بھی دیا اور اُس سے بھی زیادہ عنایت کیا۔ اب یہودی نے یہ عرض کیا کہ دیکھیے کہ حضرت موسےٰؑ بن عمران کو تو خدا تعالےٰ نے فرعون کے پاس رسول بنا کر بھیجا اور اُنکو اپنی بڑی سے بڑی نشانی دکھائی۔ حضرتؑ نے فرمایا ایسی ہی ہمارے رسولؐ کی حالت ہے بلکہ اُن جنابؐ کو خدا نے بہت سے فرعونوں کے پاس بھیجا تھا مثلاً ابو جہل بن ہشام۔ عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ۔ ابوالبختری۔ نضر ابن الحارث۔ اُبی بن خلف۔ حجّاج کے دونوں بیٹے منبہ ونبیہ۔ اور پانچ

آدمی ہنسی اُڑانیوالے ولید بن مغیرہ مخزومی۔ عاص بن وائل سہمی۔ اسود بن عبدیغوث زہری۔ اسود بن مطلب۔ حارث بن طلاطلہ۔ پس خداتعالٰے نے ان سب کو اطراف میں اور خود اُنکی ذاتوں میں ایسی نشانیاں دکھلادیں کہ اُن سب پر جناب رسولِ خدا کا برحق ہونا ظاہر ہو گیا تھا (یہ اور بات ہے کہ ایمان نہ لائے) یہودی بولا خدانے موسٰے کا بدلہ فرعون سے لیا تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا اسی طرح یہاں بھی ہوا۔ خداتعالٰے نے فرعونوں سے جناب رسولؐ خدا کا انتقام لیا ہنسی اُڑانیوالوں کے انجام کی خبر تو خدا نے اپنے قول اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ سے دی ہے۔ پس وہ پانچوں مختلف طور سے ایک ہی دن اور ایک ہی ساعت میں مار ڈالے گئے مگر اس طرح کہ ایک کی موت دوسرے سے مختلف تھی۔ ولید بن مغیرہ تو یوں مرا کہ وہ کہیں جارہا تھا۔ رستہ میں بنی خزاعہ میں سے ایک شخص نے تیر میں پر لگاکے رکھدیا تھا۔ ولید کے پاؤں میں اُسکی بوری گھُس گئی جس سے اُسکی رگِ اکحل کٹ گئی۔ بدن کا خون بہنے لگا یہانتک کہ وہ مرگیا۔ مرتے وقت اُسنے کہا مجھے محمدؐ کے پروردگار نے قتل کیا ہے۔ رہا عاص بن وائل سہمی۔ وہ کسی کام کو کسی ایسے موقع پر گیا تھا جو ایک بڑے پتھر کے نیچے واقع تھا۔ وہ پتھر اُسپر گرا اور اُسکے بدن کے ٹکڑے اُڑا دیئے۔ وہ مرگیا اور مرتے مرتے کہتا تھا کہ محمدؐ مصطفٰے کے خدانے مجھے قتل کیا ہے۔ اسود بن عبدیغوث کا یہ حال ہوا کہ وہ اپنے بیٹے زمعہ کے استقبال کے لیے گھر سے نکلا اور ایک درخت کے سایہ میں جا کھڑا ہوا۔ پس جبرئیلؑ آئے اور اُسکے سر کو درخت کے تنہ پر دے مارا اُس نے اپنے غلام سے کہا تو اسکو (جو میرا سر توڑے ڈالتا ہے) منع کر۔ اُسنے جواب دیا میں تو یہی دیکھہ رہا ہوں کہ آپ خود اپنا سر درخت کے تنہ پر مار رہے ہیں اور کوئی یہاں موجود نہیں۔ پس وہ مرگیا۔ مرتے وقت بولا مجھے محمدؐ کے پروردگار نے قتل کیا ہے۔ اسود بن المطلب کو جناب رسولؐ خدا نے بددعا کی تھی کہ خدایا تو اسکو اندھا کردے اور اسکو بیٹے کے غم میں مبتلا کر۔ پس جب نزولِ عذاب کا دن آیا تو وہ اپنے گھر سے نکلا جب ایک مقام پر پہنچا تو جبرئیلؑ نے ایک سبز پتی اُسکی آنکھوں میں لگادی پس وہ اندھا ہو گیا۔ پھر وہ زندہ رہا یہانتک کہ وہ اپنے بیٹے کے غم میں ہلاک ہو گیا۔ اور حارث بن طلاطلہ بادِ سموم کے موسم میں گھر سے باہر آیا۔ ہوا کی گرمی سے رنگ اُس کا کالا پڑ گیا۔ پس جب وہ گھر میں جانے لگا۔ اُسکی اولاد نے اُسے روکا۔ اُسنے کہا میں حارث ہوں۔ یہ سنکر وہ لوگ جھلائے اور اُسکو مار ڈالا قتل ہوتے وقت وہ کہہ رہا تھا مجھے محمدؐ کے رب نے قتل کیا ہے۔ نیز دوسری روایت میں یوں بھی وارد ہوا ہے کہ اسود بن المطلب نے دریائے شور کی مچھلی کھائی تھی۔ مچھلی کھاتے ہی اُس پر پیاس نے غلبہ کیا۔ پانی پیتے پیتے اُسکا پیٹ پھٹ گیا مرتے وقت اُسنے کہا مجھے محمدؐ کے پروردگار نے قتل کیا ہے۔ ان پانچوں ملعونوں کو ایک وقت میں یہ سزائیں اس لیے دی گئی تھیں کہ اُنہوں نے جناب رسولؐ خدا سے یہ کہا تھا کہ اے محمدؐ! ہم ظہر کے

وقت تک تمہارا انتظار کرتے ہیں۔ یا تو اس عرصہ میں آپ اپنے دعوائے نبوت سے باز آ گئے ورنہ ہم آپ کو قتل کر دینگے۔ جناب رسول خداؐ کو اُن کے اس قول سے بہت ہی صدمہ پہنچا۔ بیت الشرف میں تشریف لیگئے۔ دروازہ بند کر لیا۔ جبرئیل امین منجانب رب العالمین اُسی وقت حاضر خدمت ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسولؐ اللہ! پروردگار عالم بعد تحفۂ درود و سلام یہ ارشاد فرماتا فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ٥ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۴۲۵ سطر ا) جس کا مطلب یہ ہے کہ اہل مکہ پر امر دین کو ظاہر کر دو اور اُنکو قبول ایمان کی دعوت دو۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیل امین ان ہنسی اُڑانیوالوں کا اور جو دھمکی دے چکے ہیں اسکا کیا علاج کروں؟ جبرئیل امینؑ نے عرض کی خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۙ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۴۲۵ سطر ا) فرمایا اے جبرئیلؑ! ابھی ابھی تو وہ میرے روبرو موجود تھے۔ عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! ابھی ابھی اُن کا فیصلہ کیے آتا ہوں اور حضور اسی وقت اظہار امر دین فرمائیں۔ ان پانچ کے علاوہ جو فرعون باقی رہے وہ سب بدر کے دن تلوار کے گھاٹ اُتارے گئے۔ اُنکی پوری جمعیت کو خدا تعالےٰ نے شکست دی اور وہ گروہ پیٹھ دکھا کر بھاگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۴۴۸

کسی نے عرض کیا یا ابن رسولؐ اللہ! جدال احسن اور غیر احسن کیا ہے۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا جدال غیر احسن یہ ہے کہ تم کسی مخالف مذہب سے مناظرہ کرو اور وہ تمہارے سامنے کوئی امر باطل پیش کرے جس کو تم خدا کی بتائی ہوئی حجت سے رد نہ کرسکو بلکہ تم اُس کے جواب میں کسی ایسے امر حق کا انکار کر دو جسے مخالف اپنے باطل دعوے کے ثبوت میں تمہارے سامنے پیش کرنا چاہتا ہو پس تم یہ خیال کرکے کہ اگر دشمن فلاں حق بات کو اپنے دعوے پر دلیل قائم کریگا تو مجھ سے جواب نہ بن پڑیگا۔ لاؤ پہلے ہی سے اُس کا انکار کر دیں۔ پس اس طریقہ کا مجادلہ ہمارے شیعوں پر حرام ہے۔ اس لیے کہ ایسے مجادلہ اور جواب سے ضعیف الاعتقاد مومنین پر اور مذہب کے باطل کرنیوالے مخالفین پر بُرا اثر پڑیگا۔ مخالفین پر تو اس وجہ سے بُرا اثر ہوگا کہ وہ کمزور عقیدے والوں کو اور کمزور بنا دینگے ضعیف الاعتقاد لوگوں پر بُرا اثر ہونیکی وجہ یہ ہے کہ جب وہ لوگ تمہارا جواب ناقص پائینگے تو اُن کے دل غمگین ہونگے کہ باطل مذہب والوں سے مذہب حق والے مغلوب ہوگئے۔ اب رہا وہ جدال جو احسن ہو۔ وہ یہ ہے جس کا خدا نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا ہے کہ جو کوئی تم سے مرنیکے بعد اُٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونیکا انکار کرے تو تم اُس سے مناظرہ کرو۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۱۱۷ سطر ۲) اس قول کو

ردمیں خدانے اپنے رسولؐ پر وحی نازل فرمائی قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ۝ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۱۱۷ سطر ۳) مطلب اسکا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ سے یہ چاہا کہ وہ باطل پر اڑنیوالے لوگوں سے جو یہ کہا کرتے تھے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ خدا تعالےٰ بوسیدہ ہڈیوں کو پھر مبعوث فرمائیگا خدا تعالےٰ فرماتاہے "قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ" اسکا مطلب یہ ہے کہ جو ابتدا میں جبکہ کوئی چیز نہ تھی ازسرنو پیدا کرسکا کیا وہ اس سے عاجز ہوجائیگا کہ پُرانی بوسیدہ چیزوں کا پھر اعادہ کرے کیونکہ تمہارے خیال کے بموجب کسی چیز کا ابتداءً بنانا یا کرنا اُس کے دوبارہ بنانے یا کرنے سے بہت دشوار ہوتا ہے پھر فرمایا "الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ۝" اسکا یہ مطلب ہے کہ جب اُس نے گیلے اور ہرے درخت میں جلانیوالی آگ کو پوشیدہ کر رکھا ہے جس کو ضرورت کے وقت نکال دیتا ہے تو تم سمجھ سکتے ہو کہ وہ گلی سڑی چیز کے دوبارہ پیدا کرنے پر تو اور زیادہ قدرت رکھتا ہوگا۔ پھر فرمایا أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُم ۚ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۱۱۷ سطر ۶) اسکا مطلب یہ ہے کہ جب آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا تمہارے نزدیک بھی بہت بڑی بات ہے اور تمہاری عقلیں بھی اک بوسیدہ چیز کے دوبارہ پیدا کرنے سے اسکو زیادہ عظیم الشان جانتی ہیں تو پھر تم نے یہ کیسے مان لیا کہ خدا تعالےٰ نے ایسا عظیم الشان کام انجام دیا ہوگا۔ اور تمہارے خیال میں جو اتنا سخت کام ہے اُس کو پورا کیا ہوگا اور جب تم نے اسے مان لیا تو جو کام تمہاری نظر میں بھی اس سے زیادہ آسان ہے یعنی بوسیدہ چیز کا پھر پیدا کر دینا۔ اسے کیوں نہیں تسلیم کرتے ہو۔

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے آیاتِ مذکورۂ بالا تلاوت فرماکے اور انکا مطلب بیان فرماکے ارشاد فرمایا کہ یہ طریقۂ جدال تو وہ ہے جسے جنابِ رسولِ خداؐ نے احسن فرمایا ہے اس لیے کہ اِس سے کافروں کے عذر منقطع ہوجاتے ہیں اور اُنکے شبہات دور ہوتے ہیں۔ اب رہا وہ طریقۂ جدال جو غیر احسن ہے۔ کہ تم کو ایک امر حق میں اور مجادلہ کرنیوالے کے پیش کردہ امر باطل میں تمیز تو دشوار ہو اور تم اُس کے باطل کے دفع کرنے کے خیال سے اُس حق کا انکار کرجاؤ تو ایسا مجادلہ کرنا حرام ہے۔ اس لیے کہ تم اور تمہارا مخالف اس معاملہ میں یکساں ہوگئے۔ یعنی ایک حق کا وہ انکار کرتا تھا ایک کے تم بھی منکر ہوگئے۔

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارۂ پانزدہم

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۴۴۹

کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جبرئیل امین جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں براق لیکر حاضر ہوئے جو قد میں خچر سے چھوٹا تھا اور گدھے سے بڑا۔ کنوتیاں اُس کی برابر چلتی رہتی تھیں۔ نظر اُس کی اپنے سموں پر رہتی تھی اور جہاں سے جہانتک نگاہ کام کرتی ہے اتنے عرصہ کو ایک قدم میں طے کرلیتا تھا۔ اور کافی میں اتنا اور زیادہ ہے کہ جب وہ کسی پہاڑ پر چڑھنے کا قصد کرتا تو اُسکے آگے کے پاؤں چھوٹے ہوجاتے اور پچھلے بڑے اور جب پہاڑ سے اُترنیکا ارادہ کرتا تو اگلے پاؤں بڑھجاتے اور پچھلے چھوٹے ہوجاتے۔ اُسکی داہنی طرف کی یال کے بال کھڑے رہتے تھے۔ اُس کے دو پر پیچھے کی طرف لگے ہوئے تھے۔

عیون اخبار الرضا میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ خدا تعالےٰ نے براق کو میرے لیئے مسخر فرمادیا تھا اور وہ جنت کے چوپایوں میں سے ایک چوپایہ ہے۔ قد میں نہ تو بہت چھوٹا ہے اور نہ بہت بڑا۔ اسپر بھی اگر خدا تعالےٰ اُسے حکم دیتا تو ایک ہی دفعہ کے چلنے میں دنیا اور آخرت کا پورا چکر کرجاتا اور وہ تمام چوپایوں میں رنگ کی حیثیت سے بھی سب سے خوبصورت تھا۔

تفسیر قمی میں بروایت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام مروی ہے کہ جناب جبرئیل امین اور حضرت میکائیلؑ اور حضرت اسرافیلؑ براق لیکر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے تو لگام تھامی دوسرے نے رکاب پکڑی اور تیسرے نے اُسپر آنحضرتؐ کے لباس کو ٹھیک ٹھاک کردیا۔ اب براق لگا کلیلیں کرنے تو جبرئیل امین نے اُس کے طمانچہ مار کر فرمایا کہ اے براق ٹھیر جا کہ ان جیسا کوئی نبی نہ تو ان سے پہلے تجھ پر سوار ہوا اور نہ ان کے بعد کوئی سوار ہوگا۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ وہ آنحضرتؐ کو لیکر چلا اور بلند ہونا شروع ہوا بہت زیادہ نہیں جبرئیل امین ساتھ ساتھ تھے اور آنحضرتؐ کو آسمان و زمین کی نشانیاں دکھلاتے جاتے تھے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں چلا ہی جارہا تھا کہ داہنی طرف سے پکارنیوالے نے پکارا یا محمدؐ میں نے اُس کی

طرف کوئی توجہ نہیں کی اور اُسے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ایک پکارنے والے نے بائیں طرف سے پکارا۔ میں نے اُسکا بھی کوئی جواب نہیں دیا اور اُس طرف بھی توجہ نہ کی۔ پھر ایک عورت میرے سامنے آئی جس کی دونوں باہیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ دنیا کی ہر زیب و زینت سے مزین تھی اور وہ کہنے لگی کہ اے محمدؐ ذرا ٹھیر جائیے مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ میں نے اُس کی طرف بھی کوئی توجہ نہ کی پھر میں آگے بڑھا چلا گیا تو میں نے ایک آواز سُنی جس نے میرا دل ہلا دیا (ذرا طبیعت ٹھیری تھی) کہ جبرئیلؑ امین نے مجھے اُتارا اور مجھسے کہا کہ نماز پڑھ لیجیے۔ میں نے اُتر کر نماز پڑھی اور مجھ سے دریافت کیا کہ حضور جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ تو اُنہوں نے بتایا کہ یہ مدینۂ طیّبہ ہے جہاں آپ کو ہجرت کر کے آنا ہے۔ پھر میں سوار ہوا اور جہانتک خدا کو منظور ہوا ہم چلے گئے۔ پھر جبرئیلؑ امین نے مجھ سے کہا کہ اُتریے اور نماز پڑھیے۔ چنانچہ میں نے نماز پڑھی تو اُنہوں نے دریافت کیا کہ حضور سمجھے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی میں نے کہا نہیں تو اُنہوں نے کہا کہ یہ نماز آپ نے طور سینا میں پڑھی ہے جہاں اللہ تعالےٰ نے حضرت موسےٰ علیہ السّلام سے کلام فرمایا تھا۔ پھر میں سوار ہوا اور جہانتک خدا کو منظور تھا ہم چلے گئے۔ اُسکے بعد جبرئیلؑ امین نے مجھ سے کہا کہ اُتریے اور نماز پڑھیے چنانچہ میں نے اُتر کر نماز پڑھی۔ پھر جبرئیلؑ نے کہا یا رسولؐ اللہ آپ نے سمجھا بھی کہ یہ نماز آپنے کہاں پڑھی۔ میں نے جواب دیا نہیں۔ جبرئیلؑ بولے آپ نے بیت اللحم میں نماز پڑھی ہے اور بیت اللحم بیت المقدس کے اطراف میں ہے۔ اِسی جگہ حضرت عیسےٰؑ بن مریمؑ پیدا ہوئے تھے۔ پھر ہم سوار ہو کر چلے یہانتک کہ بیت المقدس پہنچے اور جس حلقے میں انبیائے سابقین اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے اُسی میں میں نے بُراق کو باندھ دیا اور مسجد میں داخل ہوا۔ جبرئیلؑ امین میرے ساتھ ساتھ تھے۔ یہاں ہم نے حضرتِ ابراہیمؑ۔ حضرتِ موسےٰؑ اور حضرتِ عیسےٰؑ کو انبیاءؑ کے گروہ میں جو مشیّتِ الٰہی سے وہاں موجود تھے دیکھا۔ وہ سب کے سب میرے گرداگرد جمع ہوگئے۔ اقامت کہی گئی۔ مجھے ذرا بھی شک نہ تھا کہ جبرئیلؑ ہم سب کے آگے کھڑے ہونگے مگر جب صفیں درست ہوگئیں تو جبرئیلؑ نے میرا بازو پکڑ کے مجھے سب سے آگے کھڑا کر دیا۔ میں نے اُن سب کی پیشنمازی کی مگر مجھے اس بات پر کچھ فخر نہیں ہے۔ نماز کے بعد خازن (مہمان خانۂ الٰہی کا داروغہ) میرے سامنے تین پیالے لایا۔ ایک میں دودھ تھا۔ دوسرے میں پانی تیسرے میں شراب۔ ساتھ ہی میں نے ایک کہنے والے کو یہ کہتے سُنا کہ اگر انہوں نے پانی لے لیا تو یہ خود بھی ڈوب جائینگے اور اِنکی امّت بھی ڈوب جائیگی۔ اور اگر شراب پی لی تو خود بھی بہکینگے اور امّت بھی بہک جائیگی اور جو لیا دودھ تو خود بھی راہِ راست پر قائم رہینگے اور اِنکی امّت بھی۔ آنحضرتؐ

کا بیان ہے کہ میں نے دودھ کا پیالہ اُٹھایا۔ اور اُس میں سے (جتنا مناسب جانا) پی لیا۔ اِس پر جبرئیلؑ امین مجھ سے کہنے لگے (یارسول اللہ!) آپ بھی راہ راست پر برقرار رہیے اور آپکی امّت کی ہدایت کا بھی سامان ہو گیا۔ پھر جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا یا حضرت آپ نے راہ میں کیا کیا چیزیں ملاحظہ فرمائیں؟ میں نے جواب دیا کہ اپنی داہنی طرف سے میں نے ایک منادی کی آواز سُنی تھی۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا آپ نے اُسے کوئی جواب تو نہیں دیا تھا؟ میں نے کہا جواب کیسا! میں نے تو اُسکی طرف توجّہ بھی نہ کی۔ جبرئیلؑ نے کہا وہ پکارنیوالا یہود کا پیشوا تھا اگر آپ اُس سے خطاب کرتے تو آپ کے بعد آپ کی ساری امّت یہودی ہو جاتی۔ جبرئیلؑ بولے پھر آپ نے کیا ملاحظہ فرمایا؟ میں نے جواب دیا کہ کسی منادی نے میری بائیں جانب سے مجھے پکارا (یہ سُنکر) وہ کہنے لگے کہ یارسولؐ اللہ آپ نے اُس سے کلام تو نہیں کیا؟ میں نے کہا کلام کیسا میں نے اُسکی طرف التفات بھی نہیں کیا۔ جبرئیلؑ نے کہا وہ دین نصاریٰ کی طرف بلانیوالے کی آواز تھی۔ اچھا ہوا کہ آپ نے اُسے جواب نہ دیا ورنہ آپ کے بعد آپ کی ساری امّت نصرانی ہو جاتی۔ پھر جبرئیلؑ نے پوچھا وہ کون چیز تھی جو آپ کے سامنے آ موجود ہوئی تھی؟ میں نے جواب دیا مجھے ایک عورت ملی جسکے دونوں بازو کُھلے ہوئے تھے اور ہر قسم کی دنیاوی زینت سے وہ آراستہ تھی۔ کہنے لگی کہ اے محمدؐ ذرا ٹھیریے مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ اسپر جبرئیلؑ امین نے دریافت کیا کہ آپ نے اُس عورت سے کوئی بات کی؟ میں نے کہا نہ تو میں نے اُس سے کوئی بات کی اور نہ میں اُسکی طرف متوجّہ ہوا۔ جبرئیلؑ نے وہ عورت (اصل میں) دنیا تھی۔ اگر آپ اُس سے بات چیت کر لیتے تو آپ کی ساری امّت آخرت کو چھوڑ کر محض دنیا کو اختیار کر لیتی۔ میں نے کہا پھر مجھے ایسی ہولناک آواز آئی جسنے میرے دل کو دہلا دیا۔ جبرئیلؑ بولے یارسولؐ اللہ! آپ نے کچھ سُنا؟ میں نے کہا ہاں کچھ سُنا۔ کہنے لگے ستّر برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ جہنّم کے کنارے ایک پتّھر تھا جسے میں نے اُس میں دھکیل دیا تھا۔ اس وقت وہ تہ میں جا کر بیٹھا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس خبر کے سُننے کے بعد جب تک آنحضرتؐ زندہ رہے کبھی نہیں ہنسے۔ حضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ پھر جبرئیلؑ آسمانِ اوّل پر گئے اور اُنکے ساتھ ساتھ میں بھی گیا۔ اُسپر ایک فرشتہ ہے جسکا نام اسمٰعیلؑ ہے۔ صاحب خطفہ وہی ہے جو شیاطین کو تیروں سے مارتا ہے جس کے بارے میں جناب باری عزّ اسمہ ارشاد فرماتا ہے اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ (دیکھو صفحہ ۱۲۱ نوٹ نمبر ۳۰) اُس فرشتے کے ماتحت ستّر ہزار فرشتے ہیں کہ اُن میں سے ہر ایک فرشتہ کے ماتحت ستّر ستّر ہزار فرشتے اور ہیں۔ اُس فرشتے نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ تمہارے ہمراہ کون بزرگوار ہیں؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا میرے ہمراہ (پیغمبر آخر الزّمان)

جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ ہیں۔ اُس نے کہا کیا وہ جناب مبعوث برسالت ہو گئے ؟ جبرئیلؑ نے کہا ہاں۔ پس اُسنے آسمان کا دروازہ کھولدیا۔ میں نے اُسسے سلام کیا اور اُسنے جواب میں مجھے سلام کیا۔ میں نے اُسکے لیے طلب مغفرت کی اور اُسنے میرے لیے طلبِ مغفرت کی اور میرے آنے پر اظہارِ خوشنودی کیا اور ملائکہ مجھ سے بغلگیر ہوئے۔ یہانتک کہ جب آسمانِ اوّل میں داخل ہوا تو کوئی فرشتہ مجھے ایسا نہ ملا جو مجھے دیکھکر خوش نہوا ہو۔ اور مجھے اُس نے بشارت نہ دی ہو۔ مگر ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ جس سے زیادہ بڑی کوئی مخلوق میں نے اُس وقت تک نہیں دیکھی تھی۔ صورت اُسکی بدصورت اور چہرہ سے غیظ و غضب کے آثار نمایاں تھے۔ پس اُسنے مثل اوروں کے سلام و دعا کے کلمات تو ادا کیے مگر ہنسا نہیں اور نہ میں نے اُسکے چہرے سے وہ خوشی کے آثار پائے جو اور فرشتوں کے چہرے سے ظاہر ہوئے تھے جو مجھے دیکھکر مسکرائے تھے۔ میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا یہ کون ہے ؟ میں تو پریشان ہو گیا۔ جبرئیلؑ نے کہا اِس سے تو پریشان ہونا ہی چاہیے اس لیے کہ ہم سب اِس سے پریشان رہتے ہیں۔ یہ مالک داروغۂ جہنم ہے۔ یہ کبھی نہیں ہنسا اور جب سے خدا تعالےٰ نے اِسے جہنم کا اختیار دیا ہے خدا کے دشمنوں اور نافرمانوں پر اِسکا غیظ و غضب بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ اور خداوندِ عالم اِسکے ذریعے سے اُن لوگوں سے انتقام لیگا۔ اگر آپ سے پہلے جو گزرے ہیں اُن میں سے یہ کسی کے سامنے ہنسا ہوتا یا آپ کے بعد جو آنیوالے ہیں اُن میں سے کسی کے لیے ہنسنے والا ہوتا تو بیشک آپ کی حضور میں بھی ہنستا۔ مگر اِس کو تو کبھی ہنسی آتی ہی نہیں۔ الغرض میں نے اُسکو سلام کیا۔ اُسنے جوابِ سلام دینے کے بعد مجھے جنت کی خوشخبری دی۔ پھر میں نے جبرئیلؑ سے یہ کہا اور جبرئیلؑ کی وہ قدر و منزلت تھی کہ حق تعالےٰ نے اُنکی مدح میں فرمایا ہے مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیۡنٍ (دیکھو صفحہ ۲۰۷ نوٹ نمبرا) اے جبرئیلؑ آیا تم مالک کو حکم نہیں دیتے کہ وہ ہمیں دوزخ کا معائنہ کرادے۔ جبرئیلؑ نے مالک سے فرمایا اے مالک تم جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ کو جہنم کا معائنہ کرادو۔ یہ سُنتے ہی اُس نے اوّل تو دوزخ کی آڑ کو دور کیا اور پھر اُسکا ایک دروازہ کھول دیا۔ پس اُس سے ایک شعلہ بلند ہوا جو آسمان میں پھیل گیا۔ جہنم کی آگ بھڑکی اور بلند ہوئی یہانتک کہ مجھے گمان ہوا کہ یہ مجھکو لپیٹ لیگی۔ میں نے جبرئیلؑ سے کہا اے جبرئیلؑ مالک سے کہدو کہ اُس آڑ کو پھر قائم کردے۔ مالک نے آڑ کو حکم دیا کہ اپنی جگہ قائم ہو جائے۔ چنانچہ وہ آڑ جس مقام سے ہٹی تھی اُسی جگہ قائم ہو گئی۔ پھر میں وہاں سے روانہ ہوا۔ راہ میں ایک بزرگوار گندم رنگ قوی الجثہ میری نظر پڑے۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں ؟ اُنہوں نے کہا یہ آپکے دادا حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ آنحضرتؐ نے ملاحظہ

فرمایا کہ اُن جناب کے سامنے اُنکی ذریت پیش ہو رہی ہے تو وہ فرماتے جاتے ہیں کہ اچھی خوشبو ہے اور اچھی خوشبو پاک جسم سے آرہی ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے سورۂ مطففین کی اٹھارھویں آیت کَلَّآ اِنَّ کِتَابَ الْاَبْرَارِ سے شروع کر کے آخر تک تلاوت فرمائی۔ پھر حضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا حضرت آدمؑ پر سلام کیا اور اُنہوں نے مجھپر سلام کیا اور میں نے اُن کے لیے استغفار کیا اُن حضرتؑ نے مجھے دعا دی اور فرمایا مرحبا اے فرزندِ صالح اور نبی صالح تم زمانہ صالح میں مبعوث برسالت ہوئے۔ پھر میرا گزر ایک فرشتہ کے پاس سے ہوا جو ایک مقام بلند پر بیٹھا ہوا تھا اُسکے دونوں گھٹنوں کے مابین ساری دنیا تھی اور اُسکے ہاتھ میں ایک نور کی لوح تھی اور اُس میں ایک نوشتہ بھی تھا جسکی طرف وہ ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ نہ دائیں طرف توجہ کرتا تھا نہ بائیں طرف۔ رنجیدہ دردمندکی طرح اُسی لوح کی جانب (سر جھکائے ہوئے) نگراں تھا۔ میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا یہ کون ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا یہ ملک الموت ہے۔ قبضِ روح اِسکا کام ہے۔ میں نے کہا اے جبرئیلؑ تم مجھے اِس کے قریب لیچلو کہ میں اس سے باتیں کرونگا۔ وہ مجھکو اُسکے پاس لے گئے اور میں نے اُسپر سلام کیا۔ جبرئیلِ امین مخاطب ہوئے کہ اے ملک الموت! یہ نبی رحمت ہیں۔ خدا نے اپنے بندوں کی طرف اِن کو رسول مقرر کر کے بھیجا ہے۔ یہ سُنکر ملک الموت نے مجھ سے مرحبا کہا اور سلام کر کے کہا اے محمدؐ خوش ہو جیے میں آپ کی امّت میں ہر قسم کی بھلائی دیکھتا ہوں۔ میں نے جواب دیا میں خدائے منّان کی حمد بجا لاتا ہوں جسنے اپنے بندوں کو نعمتیں عطا فرمائی ہیں (جو کچھ مجھپر خدا کی مہربانی ہے) یہ میرے پروردگار کا مجھپر فضل اور اُسکی رحمت ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا اس ملکِ مقرّب کا عمل سارے فرشتوں سے زیادہ سخت ہے۔ میں نے کہا اے جبرئیلؑ! آیا وہ سب لوگ جو مرچکے ہیں یا اس زمانہ کے بعد مرینگے اُن سب کی روح یہی قبض کرینگے؟ اُنہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ میں نے پوچھا جہاں جہاں آدمی ہوتے ہیں آیا یہ فرشتہ اُن سب کو دیکھ لیتا ہے اور (قبض روح کے وقت) سب کے پاس پہنچ جاتا ہے؟ جبرئیلؑ بولے جی ہاں۔ ملک الموت کہنے لگے ساری دنیا کی مثال جس کو خدا نے میرے قابو میں کیا ہے اور اُسپر مجھے پوری قدرت دی ہے ایسی ہے جیسے آدمی کے ہاتھ میں ایک درہم ہوتا ہے اور وہ اُس کو جس طرح چاہتا ہے اُلٹتا پلٹتا ہے اور کوئی گھر ایسا نہیں ہوتا کہ جس میں ہر روز پانچ مرتبہ نظر نہ کرتا ہوں جس گھر والے کسی مُردے پر روتے ہیں تو میں اُن سے کہتا ہوں کہ اس کے غم میں نہ روؤ کہ میں تمہارے پاس بھی مکرّر آؤنگا تا اینکہ تم میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ رہیگا۔ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا اے جبرئیلؑ بربادی کے لیے موت کافی ہے۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا موت کے بعد جو بربادی ہے وہ موت کی بربادی سے زیادہ سخت ہے۔ پھر میں وہاں سے آگے بڑھا

پھیرا گزر ایسی قوم کی طرف سے ہوا جن کے سامنے دسترخوان بچھے ہوئے ہیں کہ اُنپر عمدہ گوشت بھی ہے اور خراب بھی مگر وہ لوگ عمدہ گوشت کو تو چھوڑ دیتے ہیں اور بڑے گوشت کو کھاتے ہیں۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں ؟ جبرئیلؑ نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو مالِ حرام کھاتے ہیں اور مالِ حلال کو چھوتے بھی نہیں اور یہ سب آپ کی امت میں سے ہیں۔ پھر میں نے ایک فرشتہ کو دیکھا جس میں خدا نے عجیب وغریب صنعت قرار دی ہے کہ آدھا بدن اُسکا آگ کا ہے اور آدھا برف کا۔ نہ آگ برف کو پگھلاتی ہے اور نہ برف آگ کو بجھاتی ہے وہ بلند آواز سے کہہ رہا ہے سُبْحَانَ الَّذِيْ كَفَّ حَرَّ هٰذِهِ النَّارِ فَلَا يُذِيْبُ الثَّلْجَ وَكَفَّ بَرْدَ الثَّلْجِ فَلَا يُطْفِيْ حَرَّ هٰذِهِ النَّارِ اَللّٰهُمَّ مُؤَلِّفَ بَيْنَ الثَّلْجِ وَالنَّارِ اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِ عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ "پاک ہے وہ اللہ جس نے اِس آگ کی حرارت کو روکا کہ وہ برف کو پگھلا نہیں سکتی اور اُس برف کی برودت کو روکا کہ وہ آگ کو بجھا نہیں سکتی۔ اے اللہ اے برف اور آگ کے مابین الفت پیدا کرنیوالے تو اپنے مومن بندوں کے دلوں میں الفت پیدا کر دے"۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون فرشتہ ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا یہ ایک ملکِ مقرّب ہے جس کو پروردگارِ عالم نے آسمان وزمین کے اطراف پر مقرر فرمایا ہے۔ یہ فرشتہ مومنین کا جو زمین پر رہتے ہیں بڑا خیر خواہ ہے۔ جب سے یہ پیدا ہوا ہے اُنکے لیے خدا سے دعا کرتا رہتا ہے جیسا کہ حضور سُن رہے ہیں۔ دو فرشتے آسمان کے دروازے پر اور ہیں ایک اُن میں سے یوں دعا کرتا ہے خدایا جو لوگ تیری درگاہ میں مال صرف کریں تو اُنکو اُسکا عوض عطا فرمادے اور دوسرا یہ عرض کرتا ہے یا اللہ ہر بخیل بندہ کے مال کو تلف فرمادے۔ پھر آگے بڑھا اور ایک گروہ کی طرف سے گزر ہوا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹ کی مانند تھے۔ اُن کے پہلوؤں سے گوشت کاٹا جاتا تھا اور اُن کے مُنہ میں ڈالا جاتا تھا۔ جبرئیلؑ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو بندگانِ خدا کی عیب جوئی اور چغل خوری کیا کرتے ہیں۔ پھر میرا ایک قوم پر گزر ہوا جن کے سروں کو فرشتے پتھر سے کچلتے تھے۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو بغیر نمازِ عشا ادا کیے ہوئے سوجاتے ہیں۔ پھر ایک قوم پر میری نظر پڑی جن کے مُنہ میں آگ ڈالی جاتی تھی اور پشتوں کی راہ سے نکل جاتی تھی۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ اُنھوں نے کہا یہ وہ ہیں جو یتیموں کا مال (ناحق) ناحق اور بروئے ظلم کھا جاتے ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ آگ کھاتے ہیں اور قیامت کے دن یہ سب دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں ڈالے جائینگے۔ پھر آگے چلا تو کچھ لوگ دیکھے جو کھڑا ہونا چاہتے ہیں مگر توند بڑی ہونیکی وجہ سے اُٹھ نہیں سکتے ہیں۔ جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی کہ یہ لوگ سود خوار ہیں۔ قیامت کے دن اپنی قبروں سے اس طرح اُٹھینگے جیسے کسی کو

شیطان مس کرکے خبطی بنادے۔ یہ لوگ فرعون کی راہ پر ہیں۔ صبح و شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔ پس یہ لوگ عرض کرتے ہیں خدایا قیامت کب قائم ہوگی؟ پھر میں نے آگے چلکے چند عورتیں دیکھیں جو پستانوں کے بل لٹکی ہوئی تھیں۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ عورتیں کون ہیں؟ اُنہوں نے عرض کی یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کی اولادیں جنتی ہیں اور اپنے شوہروں کے مال اُنکو میراث میں دلواتی ہیں۔ یہ سُنکر حضور سرورِ عالم نے فرمایا خدا اُنپر سخت عذاب نازل کرے جو اپنے بچّوں کو غیروں کی نسل میں داخل کر دیتی ہیں کہ وہ اُن لوگوں کی (نامحرم) عورتوں پر نظر ڈالتے ہیں اور اُنکا مال (ناجائز) کھاتے ہیں۔ پھر ہم فرشتوں کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے جن کو خدا تعالےٰ نے جیسا چاہا ہے پیدا کیا ہے اور اُنکے چہروں کی وضع قطع جیسی چاہی قرار دی ہے۔ ان فرشتوں کے جسموں کا کوئی جوڑ بند ایسا نہیں ہے جو خدا کی حمد اور تسبیح مختلف آوازوں میں (چلا) چلّاکے اور خوفِ خدا سے رو رو کے نہ کرتا ہو۔ میں نے اُنکا حال جبرئیلؑ سے دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ جس طور سے آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں اُسی طرح یہ فرشتے پیدا کیے گئے ہیں نہ تو آج تک ان میں سے ایک فرشتے نے دوسرے سے بات کی ہے اور نہ انہوں نے اپنے سروں کو بلند کیا ہے اور نہ نیچے کو جُھکایا ہے۔ یہ سب باتیں خدا کے ڈر اور خوف کی وجہ سے ہیں۔ میں نے اُن پر سلام کیا مگر اُنہوں نے میری طرف بغیر نظر کیے ہوئے سلام کا جواب دیا۔ جبرئیلؑ اُن سے مخاطب ہوئے کہ اے فرشتو آگاہ ہو جاؤ یہ ہیں حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ نبیِّ رحمت۔ خدا نے اِن کو اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے۔ نبوّت اِن پر ختم ہوچکی۔ یہ تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ تم اِن جنابؐ سے کلام کیوں نہیں کرتے ہو؟ اُن فرشتوں نے جبرئیلؑ کی یہ گفتگو سُنی تو سب نے متوجّہ ہو کر مجھپر سلام کیا اور میرا اکرام کیا اور مجھ کو اور میری اُمّت کو بھلائی کی بشارت دی۔ پھر ہم دوسرے آسمان پر پہنچے۔ وہاں دو شخص دیکھے جو ایک دوسرے سے شکل و صورت میں مشابہت رکھتے تھے۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ دونوں کون ہیں؟ جواب دیا یہ یحیٰؑ اور عیسےٰؑ خالہ زاد بھائی ہیں۔ پس میں نے اُن دونوں پر سلام کیا اور اُنہوں نے مجھپر سلام کیا۔ میں نے اُنکے لیے دعا کی۔ اُنہوں نے بھی مجھے دعا دیکر کہا مرحبا اے برادر صالح اور اے نبیِّ صالح۔ بعد اسکے میں نے فرشتوں کا ایک گروہ دیکھا جن کے چہروں سے خضوع و خشوع کا اثر نمایاں تھا۔ خدا نے جس سمت چاہا اُنکے چہروں کا رُخ قرار دیا تھا۔ اُن میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو طرح طرح کی آوازوں میں خدا کی حمد و تسبیح نہ کرتا ہو۔ پھر ہم تیسرے آسمان پر گئے وہاں ایک شخص ایسا حسین و خوبصورت تھا جس کا حُسن تمام خلائق سے اس قدر زائد تھا جیسے چودھویں رات کا چاند تمام ستاروں پر روشنی میں فوقیت و فضیلت رکھتا ہے۔ میں نے دریافت کیا اے

جبرئیلؑ یہ کون ہیں ؟ اُنہوں نے جواب دیا یہ آپ کے بھائی یوسفؑ (نبی) ہیں۔ پس میں نے اُن پر سلام کیا۔ اُنہوں نے مجھپر سلام کیا۔ میں نے اُنکے لیے دعا کی۔ اُنہوں نے بھی دعا دیکر کہا مرحبا اے برادرِ صالح اور اے نبیّ صالح جو منا سب زمانہ میں مبعوث برسالت ہوئے۔ پھر مینے یکا یک وہاں بھی اُسی طور کے فرشتے دیکھے جنکا خضوع وخشوع مثل آسمانِ اوّل اور آسمانِ دوم کے فرشتوں کے تھا۔ جبرئیلؑ نے اُنسے میرے بارے میں وہی کہا جو اور فرشتوں سے کہا تھا۔ اور وہ سب میرے ساتھ اُسی طرح پیش آئے جیسے اور فرشتے پیش آئے تھے۔ پھر ہم چوتھے آسمان پر گئے۔ وہاں ناگاہ میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ کون ہیں ؟ اُنہوں نے کہا کہ یہ حضرت ادریسؑ (نبی) ہیں جنکو خدا نے بلند مرتبہ مکان کی طرف اُٹھالیا ہے۔ میں نے اُنہیں سلام کیا۔ اُنہوں نے مجھپر سلام کیا۔ میں نے اُنکو دعا دی۔ اُنہوں نے مجھے دعا دی۔ وہاں ملائکہ کو خضوع وخشوع میں ویسا ہی پایا جیسا کہ پہلے آسمانوں میں۔ پھر اُن سب نے مجھے اور میری اُمّت کو خیر وخوبی کی بشارت دی۔ پھر میں نے ایک فرشتے کو تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا جسکی ماتحتی میں ستّر ہزار فرشتے تھے اور ہر ہر فرشتہ کے زیرِ حکم ستّر ہزار ملک اور تھے (جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دل میں خیال گزرا یہ تو بڑا عظیم الشّان فرشتہ ہے (یہ حال دیکھکر) جبرئیلؑ نے اُس فرشتے سے چلّا کے کہا اُٹھ کھڑا ہو۔ وہ (جبرئیلؑ کے حکم سے کھڑا ہو گیا اور) قیامت تک کھڑا رہیگا۔ پھر ہم پانچویں آسمان پر گئے۔ وہاں میں نے ایک ادھیڑ عُمر کے شخص کو دیکھا جن سے زیادہ حُسن ابتک میں نے کوئی نہ دیکھا تھا جنکی آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور اُنکے گرداگرد اُنکی اُمّت کا ایک بڑا گروہ جمع تھا جنکی کثرت سے مجھے بڑا تعجب ہوا۔ میں نے دریافت کیا کہ اے جبرئیلؑ یہ کون ہیں ؟ جبرئیلؑ نے کہا یہ اپنی قوم کی بات مان لینے والے ہارونؑ بن عمران نبی ہیں۔ میں نے اُنکو سلام کیا اُنہوں نے مجھپر سلام کیا میں نے اُنکے لیے مغفرت کی دعا کی اُنہوں نے میرے لیے (دعا کی) وہاں بھی اور آسمانوں کی طرح (بہت سے) فرشتے خضوع وخشوع میں مصروف پائے۔ پھر ہم چھٹے آسمان پر پہنچے۔ وہاں ایک شخص گندمی رنگ طویل القامت دیکھا اُن کے جسم پر اتنے بڑے بڑے بال تھے کہ اگر دو کُرتے بھی پہنتے تو بھی اُن کے بال کُرتوں سے باہر نکل آتے۔ میں نے سُنا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ بنی اسرائیل کا گمان یہ تھا کہ میں اولادِ آدمؑ میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ ہوں حالانکہ یہ شخص (جناب پیغمبرؐ آخر الزّمان) پیش خدا مجھ سے گرامی تر ہیں۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ یہ کون ہیں ؟ جواب دیا کہ یہ آپکے بھائی موسٰےؑ بن عمران ہیں۔ پس میں نے اُن کو سلام کیا اور اُنہوں نے مجھکو سلام کیا میں نے اُنکو دعا دی اور اُنہوں نے مجھکو دعا دی اور اُس جگہ بھی میں نے اور آسمانوں کی طرح (بہت سے)

فرشتے خضوع وخشوع میں مشغول پائے۔ پھر ہمارا آسمانِ ہفتم پر ورود ہوا۔ اب جس فرشتے کی طرف سے میرا گزر ہوتا تھا وہ کہتا تھا اے محمدؐ آپ بھی پچھنے لگوائیے اور اپنی امت کو بھی پچھنے لگوانیکا حکم دیجیے۔ اور اُس آسمان پر ایک بزرگوار کو دیکھا جن کے سر اور ڈاڑھی کے بال سیاہ اور سفید ملے جُلے تھے۔ کرسی پر وہ جناب رونق افروز تھے۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں جو ساتویں آسمان پر بیت المعمور کے دروازہ پر جوارِ رحمتِ خدا میں فروکش ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا یا رسولؐ اللہ! یہ آپ کے جدِّ نامدار حضرت ابراہیمؑ ہیں اور آپکا اور آپکی امت میں سے متقیوں کا محل یہی ہے۔ (امام فرماتے ہیں) پس جناب رسولؐ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۱۹ سطر ۱۰) پس میں نے اُنپر سلام کیا اور اُنہوں نے مجھپر سلام کیا۔ اور فرمایا مرحبا اے نبیِّ صالح اور اے فرزند صالح اے مناسب زمانے میں رسالت پر مامور ہونیوالے اُس آسمان پر بھی مثل دیگر افلاک کے (بہت سے) فرشتوں کو خضوع وخشوع میں مشغول پایا۔ پس اُنہوں نے مجھے اور میری امت کو خیر وخوبی کی بشارت دی۔ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان ہے کہ میں نے ساتویں آسمان میں کچھ سمندر نور کے جگمگ جگمگ کرتی ہوئی دیکھے جنکی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں اور کچھ سمندر تاریکیوں کے دیکھے اور کچھ سمندر برف کے دیکھے جن سے گرج کی آوازیں نکلتی تھیں۔ جب میں اُنکے دیکھنے سے پریشان ہوا تو میں نے جبرئیلؑ امین سے دریافت کیا۔ اُنہوں نے جواب دیا یا رسولؐ اللہ! آپکو بشارت ہو اور خدا تعالےٰ نے جو اعزاز واکرام آپکا کیا ہے اُسکا شکریہ بجالائیے اور جو برتاؤ آپ کے ساتھ کیا ہے اُسکا شکریہ بجالائیے۔ حضرتؐ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مدد وقوت سے مجھے قائم رکھا کہ جبرئیلؑ امین سے میں نے بہت ہی کچھ باتیں کیں۔ مجھے بھی اپنی جگہ حیرت ہوتی تھی اور انہیں بھی۔ اُنہوں نے مجھ سے کہا یا رسولؐ اللہ جو کچھ آپ دیکھتے ہیں اُسی کو آپ عظیم سمجھتے ہیں یہ تو آپ کے پروردگار کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے تو وہ خالق کیسا ہوگا جس نے اُن چیزوں کو بھی پیدا کیا ہے جنہیں آپ دیکھ رہے ہیں اور اُن چیزوں کو بھی پیدا کیا ہے جو آپکے پروردگار کی مخلوق میں ان سے کہیں بڑی ہیں اور اُنکو آپ دیکھ بھی نہیں رہے۔ یقین جانیے کہ خدا تعالےٰ اور اُسکی مخلوق کے درمیان نوّے ہزار حجاب ہیں اور خدا تعالےٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ قرب رکھنے والا میں ہوں اور اسرافیلؑ ہیں مگر خدا تعالےٰ کے اور ہمارے مابین بھی چار حجاب ہیں۔ ایک حجاب نور کا ہے۔ ایک حجاب ظلمات کا۔ ایک حجاب بادلوں کا۔ ایک حجاب پانی کا۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ منجملہ اُن عجیب چیزوں کے جو اللہ تعالےٰ نے پیدا کی ہیں اور اپنے ارادے کے ماتحت رکھی ہیں میں نے ایک مرغ کو دیکھا جسکے دونوں پاؤں

ساتویں زمین کی تہ تک پہنچے ہوئے ہیں اور اُسکا سر عرش کے قریب ہے اور اللہ تعالےٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جسے اللہ تعالےٰ نے جیسا چاہا ہے پیدا کیا ہے۔ اُس فرشتہ کے بھی دونوں پاؤں تو ساتویں زمین کی تہ تک پہنچے ہوئے ہیں اور قد اوپر کو بڑھتا گیا ہے یہانتک کہ ساتویں آسمان کی ہوا میں جانکلا اور اُس سے بھی بڑھتے بڑھتے قریب عرش جاکر ختم ہوا ہے۔ وہ ہمیشہ یہ تسبیح کرتا رہتا ہے "سُبْحَانَ رَبِّيْ حَيْثُ مَاكُنْتَ لَا تَدْرِيْ اَيْنَ رَبُّكَ مِنْ عَظْمِ شَانِهٖ" (میرا پروردگار پاک وپاکیزہ ہے اور تم کہیں بھی ہو اُسکی عظمت اتنی بڑی ہے کہ اُسکو سمجھ ہی نہیں سکوگے کہ وہ کہاں ہے) اُس مُرغ کے مونڈھوں پر دو بازو ہیں کہ اُن دونوں کو جب پھیلاتا ہے تو مشرق ومغرب سے نکل جاتے ہیں۔ جب صبح ہوتی ہے تو وہ اپنے دونوں بازو پھیلا کر پھڑپھڑاتا ہے اور یہ تسبیح ادا کرتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ الْمُتَعَالِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (اللہ تعالےٰ جو بادشاہ ہے اور پاک وپاکیزہ ہے ہر طرح سے منزہ ہے خدا تعالےٰ بڑی عظمت والا بڑے مرتبے والا ہر طرح سے پاک وپاکیزہ ہے۔ سوائے اُس زندہ اور ہمیشہ رہنے والے خدا کے اور کوئی معبود نہیں ہے) جس وقت وہ یہ کہتا ہے تو زمین کے کُل مُرغ تسبیح کرتے ہیں اور اپنے اپنے بازوؤں کو پھڑپھڑاتے ہیں اور چیخنے لگتے ہیں۔ اور جب آسمان کا وہ مُرغ خاموش ہوجاتا ہے تو زمین کے بھی کُل مُرغ چُپ ہوجاتے ہیں۔ اس مُرغ کے رونگٹے سبز تھے اور پر ایسے سفید تھے جنکی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے اور اُن سفید پروں کے نیچے اور چھوٹے چھوٹے سبز رونگٹے تھے اور اُنکی سبزی سے زیادہ تیز سبزی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جبرئیلؑ امین کے ساتھ ساتھ چلا یہانتک کہ بیت المعمور میں پہنچا اور وہاں میں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ میرے ساتھ کچھ لوگ میرے اصحاب میں سے بھی تھے جن کے لباس نئے نئے تھے اور کچھ ایسے تھے کہ اُنکے لباس پھٹے پُرانے تھے۔ پس نئے لباس والے تو اندر جاسکے اور پھٹے پُرانے کپڑے والے روک دیے گئے۔ پھر میں مسجد سے نکلا تو میرے سامنے دو نہریں لائی گئیں۔ از آنجملہ ایک نہر کا نام کوثر ہے اور دوسری نہر کا نام رحمت ہے۔ کوثر سے تو میں نے پانی پیا اور رحمت سے غسل کیا۔ پھر اور بہت سی چیزیں میرے سامنے پیش کیگئیں۔ یہانتک کہ میں جنت میں پہنچا تو یکایک میں نے اُسکے وسط میں اپنے مکان اور اپنی ازواج کے مکان دیکھے اور یہ بھی دیکھا کہ وہاں کی مٹی مشک کی مانند (خوشبو) ہے اور ایک لونڈی کو دیکھا کہ وہ جنت کی نہروں میں غوطے لگاتی ہے۔ اُس سے میں نے دریافت کیا کہ اے لڑکی تو کس کے لیے ہے؟ اُس نے عرض کی کہ زیدؓ بن حارثہ کے لیے۔ جب صبح ہوئی تو زیدؓ بن حارثہ کو میں نے یہ خوشخبری پہنچا دی۔ میں نے جنت کے پرندوں کو دیکھا

کہ وہ قد میں بختی اونٹ کے برابر ہیں اور وہاں کے اناروں کو دیکھا کہ وہ بڑے حجم سے (یعنی بڑے ڈول کے جیسے بیل وغیرہ کھینچتے ہیں) کے برابر ہیں۔ اور ایک درخت ایسا دیکھا کہ اگر ایک پرندہ اُسکی جڑ کے دور کو ناپنے کے لیے اُڑایا جائے تو سات سو برس میں بھی اُسکا پورا چکر نہ کرسکے اور جنت میں ایک گھر بھی ایسا نہیں ہے جس میں اُس درخت کی شاخ موجود نہو۔ میں نے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ یہ کیا ہے؟ تو اُنہوں نے کہا کہ درخت طوبےٰ یہی ہے جسکے بارے میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ (دیکھو صفحہ ۴۰۲ سطر ۸) جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں جنت میں پہنچا تو اُس وقت میرے حواس بجا ہوئے اور اُس وقت میں نے جبرئیلؑ امین سے اُن دریاؤں کا حال دریافت کیا اور جو عجائبات اُنکے متعلق تھے اور جو جو خوف دلانیوالی چیزیں اُن میں تھیں اُن سب کی بابت دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ اُن حجابوں کے سراپردے ہیں جو خدا اور مخلوق کے مابین حائل ہیں اور اگر یہ پردے نہوتے تو نور عرش صاف نمایاں ہوتا اور جو چیزیں اُس میں ہیں وہ بھی دکھائی دیتیں۔ اُسکے بعد میں سدرۃ المنتہےٰ تک پہنچا دیکھتا کیا ہوں کہ اُسکا ایک ایک پتا ایک ایک امت پر سایہ کرنیکو کافی ہے۔ وہاں سے میں اُس جگہ پہنچا جسکے بارے میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (دیکھو صفحہ ۹۳۸ سطر آخر) پس اُس وقت منجانب رب العزت آواز آئی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ الخ (دیکھو صفحہ ۶۷ نوٹ نمبر۲ مع ضمیمہ متعلقہ) آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اُس وقت میں نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! تونے اپنے نبیوں اور رسولوں کو بہت سی فضیلتیں عنایت کی ہیں پس مجھے بھی کچھ عطا فرما۔ منجانب رب العزت خطاب ہوا (کہ اے ہمارے حبیب!) ہمنے جو کچھ تم کو عطا فرمایا ہے اُس میں یہ دو کلمے خاص اپنے عرش کے نیچے سے عطا فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ (بغیر خدا کے وسیلہ کے نہ کوئی زور ہے نہ کوئی قوت تجھسے بھاگ کر سوائے تیری ہی حضوری میں لوٹ آنیکے کہیں نجات ہی نہیں مل سکتی) آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ وہاں کے فرشتوں نے مجھے ایک دعا بتلائی جو میں صبح و شام پڑھا کرتا ہوں چنانچہ میں صبح کے وقت یوں کہتا ہوں اَللّٰهُمَّ اِنَّ ظُلْمِيْ اَصْبَحَ مُسْتَجِيْرًا م بِعَفْوِكَ وَذَنْبِيْ اَصْبَحَ مُسْتَجِيْرًا م بِمَغْفِرَتِكَ وَذُلِّيْ اَصْبَحَ مُسْتَجِيْرًا م بِعِزَّتِكَ وَفَقْرِيْ اَصْبَحَ مُسْتَجِيْرًا م بِغِنَاكَ وَوَجْهِيَ الْفَانِيْ اَصْبَحَ مُسْتَجِيْرًا م بِوَجْهِكَ الْبَاقِي الَّذِيْ لَا يَفْنٰى (یا اللہ رات بھر میں جو بات مجھ سے بیجا ہوئی ہے وہ تیری معافی کے بھروسے پر اور جو گناہ مجھ سے ہوا وہ تیری مغفرت کے سہارے پر اور جو ذلت مجھے پہنچی وہ تیری عزت کے برتنے پر (یعنی تیرا عزت دینا اُسے ذلت نہ رہنے دیگا)

اور میرا فقر و فاقہ تیرے غنی کرنیکی بدولت فقر و فاقہ نہ رہیگا اور میری فنا ہوجانیوالی ذات تیری ہمیشہ رہنے والی اور غیر فانی ذات کی پناہ میں ہے) اور جب شام ہوتی ہے تو یوں کہتا ہوں اَللّٰھُمَّ اِنَّ ظُلْمِیْ اَمْسٰی مُسْتَجِیْرًا بِعَفْوِكَ وَذَنْبِیْ اَمْسٰی مُسْتَجِیْرًا بِمَغْفِرَتِكَ وَذُلِّیْ اَمْسٰی مُسْتَجِیْرًا بِعِزَّتِكَ وَفَقْرِیْ اَمْسٰی مُسْتَجِیْرًا بِغِنَاكَ وَوَجْھِیَ الْفَانِیْ اَمْسٰی مُسْتَجِیْرًا بِوَجْھِكَ الْبَاقِی الَّذِیْ لَا یَفْنٰی (یا اللہ دن بھر میں جو بات مجھ سے بیجا ہوئی وہ تیری معافی کے بھروسے پر اور جو گناہ مجھ سے ہوا وہ تیری مغفرت کے سہارے پر اور جو ذلت مجھے پہنچی وہ تیری عزت کے بھروسے پر (یعنی تیرا عزت دینا اُسے ذلت نہ رہنے دیگا) اور میرا فقر و فاقہ تیرے غنی کرنیکی بدولت فقر و فاقہ نہ رہیگا اور میری فنا ہوجانیوالی ذات تیری ہمیشہ رہنے والی اور غیر فانی ذات کی پناہ میں ہے) پھر میں نے اذان سُنی تو دیکھتا کیا ہوں کہ اذان ایک ایسا فرشتہ دے رہا ہے جو اُس رات سے پہلے کبھی آسمان میں نہیں دیکھا گیا۔ اُسنے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور خدا تعالےٰ نے فرمایا میرا بندہ سچ کہتا ہے میں اس سے بڑا ہوں کہ کسی طرح کوئی میرا وصف بیان کر سکے۔ پھر اُسنے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِسپر خدا تعالےٰ نے فرمایا میرا بندہ سچ کہتا ہے خدا میں ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر اُس نے کہا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اِسپر خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ میرا بندہ سچ کہتا ہے بیشک محمد میرا بندہ ہے اور میرا رسول ہے میں نے ہی اُسے مبعوث کیا اور میں نے ہی اُسے منتخب کیا۔ پھر اُسنے کہا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ میرے بندہ نے سچ کہا اور میرے فریضہ کی طرف بُلایا پس جو شخص بخوشی خاطر اور امیدوار ثواب ہو کر اُسکی طرف جائیگا تو اُسکے جو گناہ گزر چکے ہیں اُن کا کفارہ ہوجائیگا۔ پھر اُسنے کہا حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ بیشک یہ نماز صلاح بھی ہے فلاح بھی ہے نجاح بھی ہے۔ پھر میں نے اُن فرشتوں کی پیشنمازی کی جیسے کہ بیت المقدس میں انبیاءؑ کی پیشنمازی کرچکا تھا۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد مجھپر ایک وجد کی سی حالت طاری ہوگئی۔ میں بے اختیار سجدہ میں گر پڑا اور مجھے میرے پروردگار نے آواز دیکر فرمایا کہ میں نے ہر نبی پر جو تم سے پہلے تھے پچاس وقت کی نماز واجب کی ہے اب تم پر اور تمہاری امت پر بھی واجب کردی لہذا تم بھی بجالایا کرو اور اپنی امت کو بھی تاکید کردو کہ بجالایا کریں اس کے بعد میں اُترنے لگا یہانتک کہ ابراہیمؑ کے پاس سے گزرا۔ اُنھوں نے مجھ سے کوئی بات نہ پوچھی۔ اب موسٰےؑ کے پاس پہنچا تو اُنہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ یا حضرتؐ کہیے آپ نے کیا کیا؟ میں نے بیان کیا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے یہ فرمایا کہ میں نے تم سے پہلے ہر نبی پر پچاس وقت کی نماز واجب کی تھی اور اب تم پر اور تمہاری امت پر بھی اتنی ہی واجب کی۔ موسٰےؑ نے فرمایا کہ

یا حضرتؐ آپ کی امت تو سب سے آخر امت اور سب سے کمزور امت ہے اور آپ جو کچھ عرض کرینگے اُسے خدا تعالیٰ رد نہ کریگا اور آپ کی امت سے پچاس وقت کی نماز ادا کرنا ممکن نہوگا۔ پس آپ اپنے پروردگار کی حضور میں پھر جایئے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجیے (آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ) میں پھر پلٹ گیا یہانتک کہ سدرۃ المنتہٰے تک پہنچا اور وہاں جاکر سجدہ میں گر پڑا۔ پھر عرض کی کہ پروردگارا! تو نے مجھپر اور میری امت پر پچاس وقت کی نماز فرض کی ہے اسقدر کی تو مجھ میں اور میری امت میں تاب نہیں ہے۔ پس خدا تعالےٰ نے دس کم فرما دیں۔ اب میں موسےٰ علیہ السّلام تک پلٹ کر آیا اور اس واقعہ کی خبر دی۔ اُنہوں نے فرمایا کہ پھر جایئے اتنی بھی نہیں ہوسکینگی۔ پھر میں لوٹ کر اپنے پروردگار کی حضور میں پہنچا۔ پھر اُسنے دس کم کر دیں۔ اب میں پھر موسےٰ علیہ السّلام کے پاس لوٹ کر آیا اور اُنکو اس واقعہ کی خبر دی۔ اُنہوں نے فرمایا کہ پھر جاؤ۔ غرض ہر دفعہ لوٹ کر جانے میں میں سجدہ میں گر پڑتا تھا (اور میرا پروردگار ہر دفعہ اپنے فضل سے دس نمازیں کم کر دیتا تھا) یہانتک کہ آخر میں دس ہی وقت کی نماز رہگئی۔ اب میں موسےٰ علیہ السّلام کے پاس آیا اور اُن کو اطلاع دی اُنہوں نے فرمایا یہ بھی نہوسکیگی۔ میں پھر اپنے پروردگار کی حضور میں پلٹ کر پہنچا اور اُسنے پانچ اور کم کر دیں اب میں پھر موسےٰ کے پاس واپس آیا اور اُنکو اسکی خبر دی تو اُنہوں نے فرمایا کہ نہیں اتنی بھی نہوسکیگی اسپر میں نے کہا کہ اب مجھے اپنے پروردگار سے عرض کرتے شرم آتی ہے میں تو اتنے ہی پر بس کرونگا۔ اُس وقت ایک منادی نے مجھے ندا دی کہ چونکہ تم نے اسپر بس کی ہے اس لیے یہ پانچ پچاس کی منزلت میں قرار دیگئی ہیں یعنی ہر نماز کا ثواب دس گنا کر دیا گیا ہے اور جو شخص بھی تمہاری امت میں سے کسی نیکی کا قصد کریگا اگر اُسے بجا لایا تو اُس کے لیے (کم از کم) دس گنا ثواب لکھا جائیگا اور اگر نہ بجا لایا تب بھی اُسکے لیے ایک نیکی کا ثواب ہم لکھدینگے۔ اور جو شخص آپکی امت میں سے کسی بدی کا قصد کریگا اگر اُسے کرگزرا تو اُس کے ذمّہ ایک بدی لکھی جائیگی اور اگر کچھ نہ کیا تو (محض قصد کرنے کے سبب) کچھ بھی نہ لکھا جائیگا۔ یہ فرما کر جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسےٰ علیہ السّلام کو خدا تعالےٰ اس امت کی طرف سے جزائے خیر دے۔ پھر فرمایا کہ خدا تعالےٰ کے اس قول سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ الخ کی تفسیر یہ ہے۔

المجالس میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جب جناب رسولِ خدا کو شبِ معراج بیت المقدّس تک پہنچایا تو جبرئیلِ امین آپ کو براق پر سوار کرکے لیگئے تھے اور جب دونوں صاحب بیت المقدّس پہنچے تو جبرئیلِ امین نے آنحضرتؐ کو انبیاؑ کی محرابیں دکھلائیں اور آنحضرتؐ نے اُن سب میں نمازیں پڑھیں اور جب بعد معراج آنحضرتؐ کو واپس لائے تو واپسی میں جناب رسولِ خدا کا گذر قریش کے ایک قافلہ کے پاس سے ہوا وہاں آپ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک برتن

میں اُنکا پانی بھرا ہوا ہے اور ایک اونٹ اُنکا گم ہو گیا ہے جسے وہ تلاش کر رہے ہیں تو جناب رسولِ خدا نے اُس پانی میں سے پیا اور باقی کو لُنڈھا دیا۔ صبح جب جناب رسولِ خدا نے قریش کو یہ واقعہ سُنایا کہ خدا تعالیٰ نے شبا شب مجھے بیت المقدس پہنچایا اور مجھے انبیاءؑ کی نشانیاں اور اُن کے مقامات دکھلائے اور میں واپسی میں فلاں مقام پر قافلہ کے پاس سے گزرا اور اُنکا ایک اونٹ کھویا گیا تھا اور اُنکے پانی میں سے کچھ میں نے پیا اور باقی کو لُنڈھا دیا تو ابوجہل بولا (یارو!) موقعہ تو تم کو اچھا ملا اب ان (حضرتؐ) سے پوچھ لو کہ اُس میں ستون کتنے ہیں اور قندیلیں کتنی ہیں۔ چنانچہ اُن لوگوں نے پوچھا کہ اے محمدؐ! یہاں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو بیت المقدس کو دیکھ آئے ہیں۔ بھلا بتایئے تو سہی کہ اُسکے ستون کتنے ہیں؟ قندیلیں کتنی ہیں؟ اور محرابیں کتنی ہیں؟ جبرئیلؑ امین اُسی وقت آئے اور بیت المقدس کی صورت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے پیش کر دی۔ پس جو کچھ یہ لوگ پوچھتے جاتے تھے آنحضرتؐ اُسکا جواب اُنکو دیتے جاتے تھے۔ جب اُنکو پورا جواب دے چکے تو کہنے لگے کہ اچھا (اب فیصلہ اُس وقت ہو گا جب) قافلہ بھی آلے اور جو کچھ آپ نے اُنکی نسبت فرمایا ہے ہم اُسے بھی دریافت کرلیں۔ اسپر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُن سے فرمایا کہ اِسکی تصدیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ قافلہ کل صبح کو سورج نکلنے کے ساتھ تمہارے پاس پہنچیگا اور ابلق رنگ کا اونٹ اُسکے آگے آگے ہوگا۔ پس دوسرے دن جیسے ہی صبح ہوئی یہ لوگ گھاٹی کی طرف نظر دوڑانے کے لیے بڑھے اور کہنے لگے کہ لو سورج تو یہ نکل آیا پس یہ کہنا ہی تھا کہ سامنے سے قافلہ بھی نمودار ہوا جیسے جیسے کرۂ آفتاب بلند ہوتا گیا ویسے ویسے قافلہ بھی قریب آتا گیا جسکے آگے ابلق رنگ کا اونٹ تھا۔ ان لوگوں نے اہلِ قافلہ سے جناب رسولِ خدا کے قول کی تصدیق چاہی اُن لوگوں نے بیان کیا کہ بیشک فلاں مقام پر ہمارا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اور ہمنے پانی رکھا تھا جو صبح کو گرا ہوا پایا گیا۔ یہ سُنکر بجائے تصدیق کرنیکے اُنکی سرکشی اور بڑھ گئی۔

تفسیر قمی میں بھی قریب قریب یہی روایت موجود ہے۔

کشف الغمۃ میں ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دریافت کیا گیا تھا کہ شب معراج آپ کے پروردگار نے آپ سے کس لہجہ میں بات کی تو فرمایا کہ مجھسے علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کے لہجہ میں خطاب فرمایا تھا اور اُسی وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں نے عرض کیا کہ پروردگارا! آیا تو مجھسے خطاب فرما رہا ہے یا علیؑ؟ ارشاد ہوا کہ اے احمد! میں شے ہوں مگر اشیاء کے مانند نہیں۔ نہ میرا قیاس انسانوں کا سا کیا جاسکتا ہے اور نہ میرا وصف اشیاء کے ساتھ بیان ہوسکتا ہے میں نے تم کو اپنے نور سے پیدا کیا اور علیؑ کو تمہارے نور سے پیدا کیا۔ پس میں تمہارے دل کے بھیدوں پر مطلع ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ تمہارے دل میں علیؑ ابن ابیطالب سے زیادہ کسی کی محبت نہیں ہے۔

لہذا میں نے علیؑ ہی کی زبان میں تم سے خطاب کیا کہ تمہارا دل مطمئن ہو جائے۔

قول مترجم۔ صاحب تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ قصۂ معراج کے متعلق حدیثیں اس کثرت سے ہیں کہ انکا کسی ایک کتاب یا ایک رسالہ میں جمع کرنا محال ہے اور اُن میں بہت سی باتیں اسرار کی ایسی ہیں کہ سوائے اَلرَّاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ کے اور کسی سے انکا حل ممکن ہی نہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۴۵۴

کافی میں ہے کہ جب جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مہدی خلیفہ عباسی کے پاس تشریف لائے دیکھا کہ وہ بندگانِ خدا کے حقوق واپس کر رہا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اے مہدی! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو ہمارا حق واپس نہیں دیتا؟ اُس نے جواب دیا کہ اے ابوالحسنؑ! وہ حق کونسا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا جبکہ خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کے ہاتھ پر بغیر لڑائی کے فدک اور اُسکے قریب والے املاک فتح کر دیئے اُن مقامات پر مسلمانوں نے چڑھائی نہیں کی تھی (اس لیے وہ صرف رسولؐ اللہ کا مال تھا) پس خدا نے آیۂ وَآتِ ذَا الْقُرْبیٰ حَقَّہٗ نازل فرمایا۔ آنحضرتؐ نہیں جانتے تھے کہ اس سے کون مراد ہیں؟ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیلؑ سے اور اُنہوں نے خود ربّ العالمین سے دریافت کیا کہ ذوالقربےٰ سے کون کون مراد ہے؟ وحی آئی اے رسولؐ! یہ فدک اپنی بیٹی فاطمہؑ کو دیدو۔ پس آنجنابؐ نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہؑ! مجھے حکم پروردگار پہنچا ہے کہ میں فدک تمہیں دیدوں۔ جناب سیدہؑ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! میں نے آپکے اور خدا کے عطیہ کو بسروچشم قبول کیا۔ پس جبتک جناب رسولؐ خدا حیات رہے جناب سیدہؑ کے وکلا تحصیل وصول کیا کرتے تھے۔ جس وقت ابوبکر حاکم بن بیٹھا تو اُس نے جناب سیدہؑ کے وکیلوں کو فدک سے نکال باہر کیا۔ جناب سیدہؑ ابوبکر کے پاس گئیں اور فرمایا اے ابوبکر! تو میرا حق مجھے واپس دے۔ اُسنے کہا کہ تم اپنے دعوے پر گواہ لاؤ خواہ کالے ہوں یا گورے کہ جناب رسولؐ خدا نے فدک تمہیں دیدیا ہے۔ جناب معصومہؑ حضرت امیرالمؤمنین علیؑ ابن ابیطالبؑ اور حضرت امّ ایمنؓ کو لے گئیں۔ ان دونوں نے گواہی دی۔ ابوبکر نے فدک کے واپس دینے کا پروانہ لکھدیا۔ جناب سیدہؑ اُس پروانہ کو لیے ہوئے دولتسرا کی طرف تشریف لےچلیں۔ راہ میں عمر ملا اور کہا کہ اے دختر رسولؐ خدا! یہ تمہارے پاس کیا ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا یہ پروانہ ہے جو پسر ابوقحافہ نے میرے لیے لکھا ہے۔ عمر نے کہا ذرا مجھے تو دکھاؤ؟ جناب سیدہؑ نے انکار کیا اُس نے زبردستی پروانہ چھین لیا اور دیکھا پھر اُسپر تھوک کر لکھے ہوئے کو مٹا کے چاک چاک کر ڈالا اور کہا کہ یہ وہ ہے جس پر لشکر نے چڑھائی نہیں کی ہے پس تم ہمارے گلے گھونٹ دو۔ یہ سُنکر مہدی نے کہا کہ اے ابوالحسنؑ فدک کی حدود تو بتائیے؟ حضرتؑ نے فرمایا ایک حد اُسکی کوہ اُحد ہے۔ دوسری حد عریش مصر ہے۔ تیسری حد سیف البحر ہے۔ چوتھی حد دومۃ الجندل ہے۔ خلیفہ مہدی نے کہا یہ سب فدک میں ہیں؟ حضرتؑ نے جواب دیا ہاں یہ سب

وہ مقامات ہیں جو بغیر لڑائی کے فتح ہوئے ہیں۔ مہدی نے کہا یہ تو بہت ہے میں اسمیں غور کرونگا۔
ریان بن الصلت سے مروی ہے کہ جناب امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا قول باریتعالیٰ وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ میں ایک خصوصیت ہے کہ جسکے ساتھ خدائے عزیز وجبار نے ذریت رسولؐ کو خاص کیا ہے اور تمام امت پر اُن کو بزرگی بخشی ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کو طلب فرماکے ارشاد کیا اے فاطمہؑ! یہ فدک وہ ہے جسپر فوج کشی نہیں کیگئی۔ یہ صرف میرا مال ہے مسلمانوں کا اس میں بالکل حق نہیں ہے۔ میں خدا کے حکم سے تم کو اور تمہاری اولاد کو دیتا ہوں تم اسے لیلو۔
تفسیر برہان میں بطریق عامہ ثعلبی سے روایت ہے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے ملکِ شام کے ایک شخص سے فرمایا آیا تو نے قرآن مجید پڑھا ہے؟ اُس نے عرض کی جی ہاں! حضرتؑ نے فرمایا آیا تو نے سورۂ بنی اسرائیل میں آیت وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ نہیں پڑھی؟ اُس نے جواب دیا کہ آیا وہ اقربا جن کے حق دیے جائینگا خود حق تعالےٰ نے حکم دیا آپ ہی حضرات ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں وہ ہم ہی ہیں۔
تفسیر عیاشی سے منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب یہ آیت وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ الخ نازل ہوئی تو جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے جبرئیلؑ سے فرمایا کہ مسکین کو تو میں سمجھ گیا یہ ذی القربےٰ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے عرض کیا وہ آپ کے عزیز قریب ہیں۔ پس آنجنابؐ نے حسنین اور فاطمہ زہرا علیہم السلام کو بلاکر ارشاد فرمایا مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ وہ زمینیں جو بغیر لڑائی بھڑائی کے خدا تعالےٰ نے مجھے عطا فرمائی ہیں وہ میں تمہیں دیدوں لہذا فدک کی جاگیر میں نے تم کو دیدی۔
عطیہ عوفی کہتا ہے جب جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے خیبر کو فتح کیا اور فدک بغیر لڑائی کے مفتوح ہوگیا اور خدا تعالےٰ نے آیۂ وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ نازل کیا تو جنابِ رسولؐ خدا نے جناب سیدہؑ سے ارشاد فرمایا اے فاطمہؑ فدک تمہارا حق ہوگیا۔
عبد الرحمن بن فلح سے مروی ہے کہ خلیفہ مامون نے عبداللہ بن موسے العبسی کو خط لکھکر معاملۂ فدک اُس سے دریافت کیا۔ اُسنے جواب میں یہی حدیث لکھدی جو اوپر گزری ہے۔
عطیہ سے روایت ہے کہ خلیفہ مامون نے اولادِ جناب فاطمہؑ کو فدک واپس دیدیا۔
ابو طفیل سے منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے شورلے کے دن ارشاد فرمایا آیا تم میں کوئی ایسا ہے جسکی شان میں آیۂ وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ نازل ہوا ہو؟ سب نے جواب دیا ایسا تو کوئی نہیں ہے۔

قول مترجم۔ عوام الناس میں ملک فدک باغ فدک کے نام سے مشہور ہے جس سے یہ دھوکا دیا جاتا ہے کہ وہ کوئی بڑی چیز نہ تھی صرف دو چار کھجور کے درخت تھے حالانکہ یہ غلط ہے۔ بلکہ فدک ملک خیبر کے یہودیوں کے مواضعات میں سے ایک موضع تھا جس کی آمدنی نہایت معقول تھی اور یہ جو باغ فدک کہا جاتا ہے اسکی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ علاقہ اس قدر زرخیز تھا کہ آس پاس کے ملک کے مقابلہ میں باغ کہا جاتا تھا جیسے کہ انگریز ملک اودھ کو باغ ہند کہتے ہیں دوسرے یہ کہ لفظ اصلاً باغ و فدک تھا یعنی دونوں چیزوں کے درمیان میں واو عطف تھا جس سے یہ مطلب ہے کہ جناب رسولِ خدا نے جناب سیدہ کو اپنا باغ بھی دیدیا تھا جو مدینۂ منورہ کے قریب موضع عوالی کے رقبہ میں واقع تھا اور قریۂ فدک بھی دیدیا تھا جو مدینۂ منورہ سے اتنے فاصلہ پر تھا کہ وہاں دو دن میں پہنچ سکتے تھے کسی کاتب کی خود اپنی حماقت یا کسی خائن حاکم کی ہدایت سے باغ و فدک کا واؤ لکھنے سے رہ گیا۔ یار لوگوں نے باغ فدک پڑھنا شروع کر دیا جیسے گلستاں کے اس مصرعہ کی گت بنگئی ع خاندان و نبوتش گم شد۔ جسکا مضمون مطابق قرآن مجید ہے اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ (دیکھو صفحہ ۱۶۱ ۳ سطر ۲) مگر کاتب صاحب کے واؤ اڑا دینے نے اور لوگوں کے نون کو با پر مقدم کر دینے نے "خاندانِ نبوتش گم شد" پڑھوا دیا۔ حالانکہ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اسکی بنوت ہی جاتی رہی یعنی وہ بیٹا ہونے سے خارج کر دیا گیا۔ یہی حالت باغ و فدک کی ہوگئی۔ (غصب فدک کی مفصل کیفیت کے لیے نوٹ نمبرا مندرجہ صفحہ ۱۵۱ ۶ مع اسکے ضمیمہ کے ملاحظہ فرمائیے)۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۴۶۱ تفسیر صافی میں ہے کہ مخالفین میں سے بعض نے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ اُن کے منبر پر چڑھتے ہیں اور بندروں کی طرح کودتے پھاندتے ہیں۔ یہ دیکھکر حضرتؐ نے فرمایا کہ بنی امیہ کو اُنکے اسلام لانیکے عوض میں دنیوی جاہ و حشم ملجائیگا۔ اور بعض یوں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے خواب میں دیکھا کہ اُنکے منبر پہ بندر چڑھتے اُترتے ہیں یہ حال دیکھکر آنحضرتؐ کو صدمہ ہوا اور رنجیدہ ہوگئے۔ قمیؒ نے لکھا ہے کہ جب حضور سرورِ عالم نے خواب میں دیکھا کہ اُنکے منبر پہ بندر چڑھتے اُترتے ہیں اس خواب سے حضرتؐ کو بہت رنج ہوا اور غمگین رہنے لگے تو خدا نے یہ آیت نازل فرمائی وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ۔ اس میں شجرۂ ملعونہ سے مراد بنی امیہ ہیں۔

صحیفۂ سجادیہ کے مقدمہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت اپنے آبا و اجداد کے مذکور ہے کہ ایک روز جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو منبر پہ کچھ غنودگی سی آگئی۔ تو آنحضرتؐ

نے خواب میں دیکھا کچھ لوگ منبر پر بندروں کی طرح کود رہے ہیں اور مسلمانوں کو پچھلے پاؤں چلاتے ہیں یعنی مرتد بناتے ہیں۔ یہ خواب دیکھکر آنحضرتؐ اُٹھ بیٹھے۔ چہرۂ مبارک سے حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے۔ اتنے میں جبرئیلؑ یہ آیت لائے وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ الخ مطلب یہ تھا کہ اِن لوگوں سے مراد بنی امیہ ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے جبرئیلؑ آیا یہ لوگ میرے ہی عہد اور میرے ہی زمانہ میں ہونگے؟ جبرئیلؑ نے عرض کی نہیں بلکہ اسلام کی چکّی آپکی ہجرت سے لیکے دس برس تک ایک شان سے چلتی رہیگی۔ پھر ۳۵ھ تک اسلام کی چکّی ایک دوسری شان سے چلیگی۔ اسکے بعد پانچ برس اوّل شان سے چلیگی۔ اُسکے بعد ضرور ہے کہ گمراہی کی چکّی اپنی کیلی پر قائم ہوکر چلتی رہے۔ پھر فرعون لوگ ملک کے مالک ہوجائیں۔ امام فرماتے ہیں کہ اسی کے بارے میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۭ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ڏ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۭ (دیکھیے صفحہ ۹۵۶ سطر ۵) اس میں ہزار مہینے سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں بنی امیہ سلطنت اسلامی پر قابض رہینگے۔ اور اس زمانہ میں شب قدر مطلق نہوئی۔ امامؑ فرماتے ہیں پس خداوندِ عالم نے اپنے نبی کو مطلع کردیا کہ بنی امیہ اس امت کے بادشاہ ہوجائینگے اور اُن کی مدتِ شاہی بھی بتلادی کہ اگر اتنے زمانہ کے اندر پہاڑ بھی اُنکا مقابلہ کرینگے تو وہ غالب آجائینگے اور وہ برابر غالب ہی رہینگے یہانتک کہ خدا اُنکی حکومت کو برباد کردے اور وہ لوگ اتنی مدت میں ہم اہلبیت کی دشمنی کو خوب ظاہر کرینگے۔ اور خدا نے اپنے رسولؐ کو اُن صدموں اور اذیّتوں سے خبر دیدی ہے جو اُنکے ہاتھوں سے اُنکے زمانہ میں اولادِ رسولؐ اور اُنکے محبّوں اور شیعوں کو پہنچینگے

قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی۔ آنحضرتؐ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ میں لوگوں کو اسلام سے مرتد ہوتے دیکھتا ہوں اِسکا مطلب یہ ہے کہ لوگ اسلام کا اظہار کرتے تھے۔ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ باوجود اِس کے تھوڑا تھوڑا کرکے اسلام سے نکلتے جاتے تھے۔ گویا اُنکی حالت اُس شخص کی سی تھی جو راہِ راست پر تو ہو اور مُنہ بھی اُسکا حق کی طرف یعنی منزلِ مقصود کی طرف ہو مگر بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے کو ہٹتا چلا جائے۔ یہانتک کہ جب اپنا چلنے کا کام پورا کرچکے تو اپنے آپ کو جہنم میں پائے۔

احتجاج طبرسی میں جناب امام حسن علیہ السّلام سے ایک حدیث منقول ہے جس میں یہ ہے کہ مروان بن حکم سے فرمایا اے مروان! صرف میں ہی تجھے اور تیرے باپ کو بُرا نہیں کہتا ہوں بلکہ خدا نے تجھپر اور تیرے باپ پر اور تیری اولاد و ذرّیّت پر اور تیرے باپ کی نسل پر اپنے رسولؐ کی زبانی قیامت تک کے لیے لعنت کی ہے۔ اے مروان! تو اِسکا انکار نہیں کرسکتا اور نہ وہ لوگ انکار کرسکتے ہیں جنکو

سامنے جناب رسولؐ خدا نے تجھ پر اور تیرے باپ پر لعنت کی ہے۔ اور اے مروان! جتنا خدا نے تمہیں خوف دلایا اور ڈرایا اُتنا ہی تم اور سرکشی کرنے لگے۔ بیشک خدا نے اور اُس کے رسولؐ نے سچ فرمایا ہے۔ چنانکہ خدا تعالٰے فرماتا ہے وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۚ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ۝ اے مروان! اس شجرۂ ملعونہ سے قرآن مجید میں تو اور تیری ذرّیت مراد ہیں۔ نیز جناب رسولؐ خدا اور جناب امیرؑ سے ایک اور حدیث میں منقول ہے کہ جو لوگ قرآن مجید پر قائم ہیں اور اس کے ظاہر و باطن پر عمل کرتے ہیں اُنکا نکاس ایک ایسے درخت سے ہے جسکی جڑ نہایت مضبوط اور محکم ہے اور اسکی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ ہر زمانہ میں اپنے پروردگار کے حکم سے اپنا پھل دیتا رہتا ہے یعنی اُس سے وقتاً فوقتاً سمجھنے والوں کے لیے ایسے ایسے علوم ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اور اُنکے دشمنوں کا نکاس اُس شجرۂ ملعونہ سے ہے جو اپنے مُنہ سے پھونک مار مار کر نورِ خدا کو بجھانا چاہینگے مگر خدا تعالٰے اپنے نور کو پورا کرکے رہیگا۔ اے مروان! اگر منافقوں طعونوں کو معلوم ہوتا کہ ان آیتوں کو باقی رکھنے میں جنکی تاویل میں نے تجھ سے بیان کی انکا کتنا بڑا ضرر ہے تو وہ انکو بھی قرآنِ مجید سے ایسے ہی نکال دیتے جیسے کہ اور آیتیں نکالدیں۔

تفسیر ثعلبی میں ہے کہ جب سے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے خواب میں دیکھا کہ بنی اُمیّہ آپکے منبر پر بندروں کی طرح اُترتے چڑھتے ہیں تو ایسے غمگین ہوئے کہ مرتے دم تک پھر کسی نے آپ کو ہنستے نہ دیکھا۔ اِسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۳ متعلق صفحہ ۴۶۳ تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ جب میں مقامِ محمود پر بیٹھونگا تو اپنے والدین کی اور اُس بھائی کی سفارش کرونگا جو زمانۂ جاہلیت میں میرے ہمراہ رہا کرتا تھا۔

تفسیر برہان میں سماعہ بن مہران نے جناب امام موسٰی کاظمؑ سے خدا تعالٰے کے اِس قول عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝ کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے اُن حضرتؑ نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ اتنے عرصہ تک کھڑے رہینگے جتنا چالیس دن اور رات میں گذرتا ہے اور آفتاب کو حکم دیا جائیگا کہ بندوں کے سروں پر آجائے اور پسینہ اُنکے دہانہ تک آجائیگا۔ اور زمین کو یہ حکم ہوگا کہ پسینہ کی ایک بوند بھی جذب نہ کرے پس وہ سب کے سب (گھبرائے ہوئے) حضرت آدم علیہ السّلام کے پاس آئینگے اور اُنسے شفاعت کی خواہش کرینگے وہ حضرتؑ اُنکو حضرت نوحؑ کی طرف ہدایت کر دینگے۔ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ کی طرف ہدایت کرینگے حضرت ابراہیمؑ حضرت موسٰےؑ کا حوالہ دینگے اور حضرت موسےٰ علیہ السّلام حضرت عیسےٰ

علیہ السلام کا پتہ بتا دینگے۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حوالہ دیدینگے اور یہ بھی کہدینگے کہ جناب محمد مصطفٰے خاتم النبیین ہیں تم سب لوگوں کو اُنہی کا دامن پکڑنا چاہیے۔ جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرمائینگے کہ ہاں میں شفاعت کے لیے تیار ہوں۔ چنانچہ حضرتؐ اُن سب کو لیے ہوئے جنّت کے دروازہ پر تشریف لائینگے۔ کھٹکھٹائینگے۔ اُنسے کہا جائیگا کہ آپ کون ہیں؟ حالانکہ اللہ جانتا ہوگا۔ آپ فرمائینگے کہ میں محمدؐ ہوں۔ دروازہ کھولدو۔ پس جیسے ہی دروازہ کھولا جائیگا حضوری پروردگار کے تصوّر میں سجدے میں گر پڑینگے اور اُس وقت تک سر نہ اُٹھائینگے جب تک یہ نہ کہا جائیگا کہ بولو اور مانگو (کہ تم جو کچھ مانگو گی وہی) ملیگا اور شفاعت کرو (کہ جسکی شفاعت تم کروگے) قبول کیجائیگی۔ پھر آنحضرتؐ سر اُٹھائینگے اور حضوری پروردگار عالم کی تصوّر میں پھر سجدہ میں گر جائینگے پھر مثل سابق کہا جائیگا۔ پھر آنحضرتؐ اپنا سر مبارک اُٹھائینگے اور اب جو شفاعت کرنے پر مستعد ہونگے تو اُن تک کی بھی شفاعت کرینگے جو جہنّم میں جل چکے ہونگے پس قیامت کے دن تمام گروہوں میں سے کوئی شخص جناب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سی وجاہت نہ رکھتا ہوگا خدا کے اس قول عَسیٰ اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کا یہی مطلب ہے۔

شیخ نے اپنی آمالی میں بہ سلسلۂ روایت نقل کیا ہے کہ جناب امام علی نقی علیہ السلام نے بروایت آبا وَ اجدادِ خود جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اور اُن حضرتؑ نے جابرؓ ابن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے خود جناب رسولؐ خدا کو یہ فرماتے سُنا کہ جب قیامت کے دن تمام آدمی محشور ہونگے تو ایک آدمی مجھے آواز دیگا یا رسولؐ اللہ خدا نے آج کے دن آپکو اختیار دیا ہے کہ اپنے دوستوں کو اور اپنے اہلبیتؑ کے محبوں کو جو آپکی خاطر اُنسے تولّا رکھتے تھے اور آپکی خاطر اُنکے دشمنوں سے تبرّا کیا کرتے تھے معاوضہ دلوائیے اور جیسا جی چاہے معاوضہ دلوائیے۔ میں درگاہِ خدا میں عرض کرونگا اے میرے پروردگار تو اِن سب کو جنّت میں داخل کردے۔ پس وہ لوگ جس جس راستے میں چاہونگا بہشت میں داخل ہوجائینگے (اے علیؑ!) اُس مقام محمود سے جسکا خدا نے وعدہ فرمایا ہے یہی مراد ہے۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے ارشاد فرمایا اے علیؑ! تمہارے شیعہ قیامت کے دن اپنی مراد کو پہنچینگے پس جسنے تمہارے کسی شیعہ کی اہانت کی اُسنے تمہاری اہانت کی اور جسنے تمہاری اہانت کی اُسنے میری اہانت کی اور جس نے میری اہانت کی اُسے خدا تعالےٰ آتش جہنّم میں داخل کریگا کہ وہ ہمیشہ اُس میں رہیگا اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ یا علیؑ! تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ تمہاری روح میری روح ہے۔ تمہاری طینت میری طینت ہے۔ تمہارے شیعہ ہمارے خمیر کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں پس

جو شخص اُنکو دوست رکھیگا وہ ہمارا دوست ہوگا اور جو اُنہیں غضبناک کریگا وہ ہمیں غضبناک کریگا۔ جو اُنسے دشمنی کریگا وہ ہمارا دشمن ہے جو اُنسے دلی محبت رکھیگا وہ ہمارا دلی دوست ہے۔ یا علیؑ! تمہارے شیعوں کی خطائیں اور گناہ بخشدیے جائینگے۔ اے علیؑ! میں روزِ قیامت جب مقامِ محمود پر پہنچونگا تمہارے شیعوں کی شفاعت کرونگا پس تم اُنکو خوشخبری سُنادو۔ اے علیؑ! تمہارے شیعہ خدا کے شیعہ ہیں۔ تمہارے انصار خدا کے انصار ہیں۔ تمہارے دوست خدا کے دوست ہیں۔ تمہارا گروہ خدا کا گروہ ہے۔ اے علیؑ! تمہارا دوست سعادتمند ہے اور تمہارا دشمن بدبخت ہے۔ اے علیؑ! تمہارے لیے جنّت میں خزانہ ہے اور جنّت کے ذوالقرنین تم ہی ہو۔

تفسیرِ عیاشی میں خثیمہ جعفیؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب میں اور مفضّل بن عمر وجنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کی خدمت میں تھے کہ ہم دونوں کے سوا تیسرا کوئی نہ تھا پس مفضّل وجعفی نے اُن حضرتؑ کی خدمت میں عرض کی کہ مولا! ہم سے کوئی ایسی حدیث بیان فرمایئے جس سے ہمارے دل خوش ہو جائیں فرمایا کہ اچھا سُنو! جب قیامت کا دن ہوگا تو خدا تعالےٰ اپنی ساری مخلوق کو ایک بلند زمین پر جمع کریگا اور سب کے سب ننگ دھڑنگ ہونگے یعنی برہنہ پا جسم سے ننگے اور بال تک بھی بدن پر ندارد۔ جب اُن لوگوں کو کھڑے کھڑے اتنا عرصہ گزر جائیگا کہ اُن کا پسینہ ٹھوڑیوں تک آجائیگا تو وہ گھبرا کر کہینگے کہ کاش خدا تعالےٰ ہمارا فیصلہ فرمادے گو ہمیں جہنّم ہی میں بھیجدے۔ اسلیے کہ جس تکلیف میں وہ ہونگے اُسکے مقابلہ میں جہنّم میں ہونیکو راحت سمجھینگے۔ پس حضرت آدمؑ کی خدمت میں حاضر ہونگے اور عرض کرینگے کہ آپ ہم سب کے باپ بھی ہیں اور آپ نبی بھی ہیں پس آپ خدا تعالےٰ سے یہ عرض کریں کہ وہ ہمارا فیصلہ فرمادے گو جہنّم ہی میں بھیجے۔ آدم علیہ السّلام فرمائینگے بیٹو! میں اس قابل نہیں ہوں! خدا تعالےٰ نے مجھے پیدا کیا اور اپنے عرش پر مجھے جگہ دی اور اپنے سارے فرشتوں سے مجھے سجدہ کرایا پھر مجھے ایک حکم دیا جس کی تعمیل میں مجھ سے ترکِ اولےٰ ہوگیا لیکن میں تمہیں اپنے ایک سچے بیٹے کو بتائے دیتا ہوں جو نوسو پچاس (۹۵۰) برس تک اپنی قوم میں دین کی دعوت دیتا رہا۔ جتنا جتنا وہ اُسے جھٹلاتے تھے اللہ تعالےٰ اُسکی سچائی کی گواہی دیتا تھا۔ وہ نوحؑ ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ نوح علیہ السّلام کے پاس آئینگے اور اُنسے عرض کرینگے کہ آپ پروردگارِ عالم سے درخواست کیجیے کہ وہ ہمارا فیصلہ فرمادے گو جہنّم ہی میں بھیجے۔ وہ فرمائینگے صاحبو! میں اس قابل نہیں ہوں میں نے یہ کہا تھا کہ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ (دیکھو صفحہ ۳۰۶ سطر ۱۱) (حالانکہ عبداللہ وہ عاق تھا) لیکن میں تمہیں ایک ایسے شخص کو بتائے دیتا ہوں جسے دنیا میں خدا تعالےٰ نے خلیل اللہ کا خطاب دیا۔ تم ابراہیمؑ کے پاس جاؤ۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ لوگ ابراہیمؑ کے پاس جائینگے۔ وہ حضرت فرمائینگے

کہ لوگو! میں اس کام کا نہیں ہوں۔ میں نے تو خود ہی کہا اِنِّیْ سَقِیْمٌ (دیکھو صفحہ ۱۷ سطر ۱) (حالانکہ
میں اُس وقت بیمار نہ تھا) لیکن میں تمہیں ایک ایسے شخص کو بتلائے دیتا ہوں جس سے خداتعالےٰ
نے خود کلام فرمایا اور اُسے کلیم ہونیکا شرف بخشا۔ وہ موسےٰ علیہ السّلام ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ موسےٰ
علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہونگے اور اُن سے سفارش کی درخواست کرینگے۔ موسےٰ علیہ السّلام
فرمائینگے کہ بھائیو! میں اس قابل کہاں ہوں میں نے تو ایک شخص کو قتل کر دیا تھا (دیکھو صفحہ ۳۶
سطر ۹۔ اور صفحہ ۶۱۶ سطر ۵ تا صفحہ ۶۱۷ سطر ۱۱) ہاں میں تمہیں ایسے شخص کو بتائے دیتا ہوں
جو حکمِ خدا سے (نئی) مخلوق بھی پیدا کرتا تھا اور خدا ہی کے حکم سے مادرزاد اندھوں کو اور کوڑھیوں
کو شفا بھی بخشا کرتا تھا۔ وہ عیسےٰ علیہ السّلام ہیں۔ چنانچہ لوگ اُن کے پاس آئینگے وہ فرمائینگے
کہ (دوستو!) میں تمہاری دستگیری نہیں کر سکتا لیکن میں تمہیں ایک ایسے شخص کو بتائے دیتا
ہوں جسکے دنیا میں پہنچنے کی میں خود تم کو خوشخبری دے آیا تھا وہ احمد (مجتبےٰ محمدِ مصطفےٰ صلّے اللہ
علیہ وآلہ) ہیں۔ پھر امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام سے لیکے آنحضرتؐ سے پہلے پہلے
جو نبی بھی اولادِ آدمؑ میں ہوا ہے وہ اُسوقت لوائے محمّدیؐ کے نیچے آ کھڑا ہوگا۔ پھر وہ سب
لوگ بھی (گھبرائے ہوئے) آنحضرتؐ کے پاس آئینگے۔ پھر فرمایا کہ وہ لوگ سوال کرینگے کہ یارسول اللہ
حضور خداتعالےٰ سے عرض کریں کہ وہ ہمارا فیصلہ فرما دے گو جہنّم ہی میں بھیجے۔ حضرتؐ فرمائینگے
کہ بہت اچھا میں تم سب کی دستگیری کے لیے موجود ہوں۔ پس آنحضرتؐ دارالرحمٰن میں آئینگے
جس سے مراد عدن ہے اور اُسکے دروازہ کی وسعت اتنی ہے جتنا مشرق سے مغرب تک کا
فاصلہ۔ حضرتؐ اُس دروازے کی زنجیروں میں سے ایک زنجیر کو حرکت دینگے تو آواز دیجائیگی
کون ہے؟ حالانکہ خداتعالےٰ آپ سے واقف ہوگا۔ آنحضرتؐ جواب دینگے کہ میں ہوں محمّدؐ!
جواب ملیگا کہ اِنکے لیے (دروازہ) کھولدو۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے لیئے دروازہ کھولدیا جائیگا
اور آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے پروردگارِ عالم کی عظمت و جلالت دیکھونگا تو اُسکی بزرگی
ایسی بیان کرونگا کہ مجھسے پہلے کسی نے اُسکی بزرگی ویسی بیان نہ کی ہوگی اور نہ میرے بعد کوئی
اُسکی بزرگی ویسی بیان کرسکیگا۔ پھر میں سجدہ میں گر پڑونگا۔ پھر ارشادِ باریتعالےٰ ہوگا کہ اے
محمّدؐ! تم اپنا سر اُٹھاؤ اور جو تمہارا جی چاہے کہو کہ تمہاری بات سُنی جائیگی اور جسکی مناسب جانو
سفارش کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ پس جو جی چاہے مانگو وہ تمکو ملیگا۔ آنحضرتؐ فرماتے
ہیں کہ اُس وقت میں اپنا سر اُٹھاؤنگا اور اپنے پروردگار کی عظمت و جلالت دیکھکر پہلے سے
کہیں زیادہ اُسکی بزرگی بیان کرونگا۔ پھر سجدہ میں گر پڑونگا۔ پھر ارشادِ باری ہوگا کہ اے محمّدؐ!
تم اپنا سر اُٹھاؤ اور جو کہنا ہے کہو کہ تمہارا قول سُنا جائیگا اور جسکی مناسب سمجھو شفاعت کرو

کہ تمہاری شفاعت مانی جائیگی۔ اور جو مانگنا ہے مانگو وہ تمکو دیا جائیگا۔ اُسوقت میں اپنا سر اُٹھاکر عرض کرونگا کہ اے میرے پروردگار تو اپنے بندوں کے حق میں فیصلہ فرمادے گو یہ جہنم ہی میں جائیں۔ اُس وقت ارشاد باری ہوگا کہ اچھا اے محمدؐ! آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اُسوقت ایک سانڈنی لائی جائیگی جو یاقوت سُرخ کی ہوگی اور اُسکی نکیل سبز زبرجد کی ہوگی۔ میں اُسپر سوار ہوکر مقام محمود پر آؤنگا اور وہاں آکر ٹھیرونگا۔ یہ مقام محمود عرش الٰہی کے مقابل بڑی تیز خوشبودار مشک کا ایک ٹیلہ ہوگا۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ پھر ابراہیمؑ بلائے جائینگے اور وہ بھی ویسی ہی سانڈنی پر سوار کیے جائینگے اور مقام محمود پر پہنچکر جناب رسولِ خدا کے دائیں ہاتھ کھڑے ہوجائینگے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس حدیث کو بیان کرتے وقت جناب رسولِ خدا نے اپنا دستِ مبارک اُٹھاکر امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ کے شانہ پر مارکر یہ فرمایا تھا کہ یا علیؑ واللہ ایک ایسی ہی سانڈنی تمہارے لیے بھی لائی جائیگی۔ تمہیں اُسپر سوار کیا جائیگا پھر تم آکر اپنے باپ ابراہیمؑ کے اور میرے مابین کھڑے ہوجاؤ گے۔ اُسوقت ایک منادی خدائے رحمٰن کی طرف سے پکارکر یہ کہیگا اے مخلوقِ خدا! آیا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے انصاف نہیں ہے کہ ہر ہر گروہ کو اُسی شخص کے ساتھ کردے جسکو دنیا میں وہ اپنا اپنا سردار سمجھتے رہے۔ سب لوگ جواب دینگے بیشک بیشک۔ اور اسکے سوا کیا انصاف ہوسکتا ہے؟ امامؑ فرماتے ہیں کہ وہ شیطان کھڑا ہوجائیگا جسنے لوگوں کے ایک فرقہ کو گمراہ کیا تھا یہانتکہ اُنہیں یہ سمجھا لیا تھا کہ عیسٰےؑ خود خدا ہیں اور خدا کے بیٹے ہیں چنانچہ ایسا سمجھنے والے سب اُسکے پیچھے پیچھے جہنم میں چلے جائینگے۔ پھر وہ شیطان کھڑا ہوگا جسنے لوگوں کے ایک فرقہ کو گمراہ کیا تھا یہانتک کہ اُنہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ عُزیرؑ خدا کے بیٹے تھے۔ پس ایسا عقیدہ رکھنے والے سب اُسکے ساتھ ہوکر جہنم میں پہنچ جائینگے۔ اسی طرح ہر ہر اُمت میں سے ایک ایک شیطان جس جس نے کسی گروہ کو گمراہ کیا ہوگا کھڑا ہوتا جائیگا اور اُسکے ماننے والے اُسکے پیچھے پیچھے داخلِ جہنم ہوتے جائینگے۔ باقی رہجائیگی یہ اُمت تو پھر ایک منادی منجانب پروردگارِ عالم پکارکر یہ کہیگا کہ اے مخلوق خدا! آیا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے انصاف نہیں ہے کہ ہر گروہ کو اُسی شخص کے ساتھ کردے جسے وہ دارِ دنیا میں اپنا آقا سمجھتے تھے سب کہینگے بجا ہے۔ اسکے سوا اور انصاف ہوکیا سکتا ہے؟ چنانچہ شیطانِ اوّل کھڑا ہوگا اور جتنے اُسکے یار ہونگے سب اُسکے پیچھے ہو لینگے۔ پھر شیطانِ ثانی کھڑا ہوگا اُسکے جتنے یار ہونگے سب اُسکا پیچھا لینگے۔ پھر شیطانِ ثالث کھڑا ہوگا اُس کے جتنے ماننے والے ہونگے اُسکا پیچھا پکڑینگے۔ پھر معاویہ کھڑا ہوگا اُس سے دوستی رکھنے والے اُسکے پیچھے پیچھے ہوجائینگے۔ اِدھر جناب علی مرتضٰے علیہ السلام کھڑے ہونگے اور جو حضرات اُن سے تولّا رکھنے والے ہونگے وہ اُنکے ساتھ ساتھ داخلِ فردوس بریں ہونگے۔ پھر یزید بن معاویہ کھڑا ہوگا

جن جن لوگوں نے اُسے اپنا ولی و والی جانا تھا وہ سب اُسکے ساتھ ہو جائینگے - ادھر جناب امام حسنؑ کھڑے ہونگے۔ اُنکو مولا ماننے والے اُنکے ساتھ ہونگے۔ اسی طرح جناب سیّد الشّہدا امام حسین علیہ السّلام کھڑے ہونگے۔ اُنکو آقا سمجھنے والے اُنکے ہمراہ ہونگے۔ پھر مروان بن حکم اور اُسکا بیٹا عبد الملک بن مروان دونوں کھڑے ہوجائینگے۔ ان دونوں کو خلیفہ برحق ماننے والے اُن کا پیچھا پکڑینگے۔ پھر جناب سیّد الساجدین امام زین العابدینؑ کھڑے ہونگے۔ اُن حضرت کو دوست رکھنے والے اُنکی معیّت میں ہونگے۔ اُدھر ولید بن عبد الملک کھڑا ہوگا۔ اُسکے پیروکار اُسکا پیچھا لینگے۔ اِدھر سے جناب امام محمد باقرؑ کھڑے ہونگے اور اُن حضرتؑ کے موالی اُن حضرتؑ کے گروہ میں شامل ہو جائینگے (جنابِ امام جعفرِ صادقؑ فرماتے ہیں کہ) پھر میں کھڑا ہونگا اور جو مجھے مولا ماننے والے ہیں وہ میرے ساتھ ہونگے اور میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ تم دونوں میرے ساتھ ہوگے۔ پھر ہم لائے جائینگے اور اپنے پروردگار کے عرش پر ہم جلوس کرینگے اور لوگوں کے اعمال نامے پیش کیے جائینگے اور ہم اپنے دشمنوں کے برخلاف گواہی دینگے اور ہمارے شیعوں میں سے جو گنہگار ہونگے اُنکی ہم شفاعت کرینگے اور رہے ہمارے شیعوں میں سے وہ جو متقی و پرہیزگار ثابت ہونگے اُنکو بامراد بنا کر خدا تعالےٰ خود نجات دیگا نہ کوئی تکلیف اُنکو پہنچیگی نہ وہ رنجیدہ ہونگے"۔ خیثمہ جعفی بیان کرتے ہیں کہ حدیث یہاں تک پہنچنے پائی تھی کہ ایک لونڈی نے آکر عرض کی کہ مولا فلاں قریشی درِ دولت پر حاضر ہے۔ امامؑ نے ارشاد فرمایا کہ اُسے آنے دو۔ پھر ہم لوگوں سے فرمایا کہ اب خاموش ہو رہو (یعنی اس حدیث کے سلسلہ میں اب کچھ نہ پوچھو)

عیص بن قاسم نے جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ چند ہاشمی جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! چوپایوں کی زکوٰۃ وصول کرنیکے واسطے آپ ہم لوگوں کو عامل مقرر فرما دیجیے ہم زیادہ حقدار ہیں جو حصّہ اور عاملین کو ملا کرتا ہے وہی ہمکو ملجایا کریگا کہ ہم اُسکے اوروں سے زیادہ مستحق ہیں۔ حضرتؐ نے جواب دیا اے اولادِ عبد المطلب! صدقہ نہ میرے لیے حلال ہے نہ تمہارے لیے۔ لیکن مجھ سے خدا نے شفاعت کا وعدہ کیا ہے۔ پھر فرمایا خدا تعالےٰ نے اپنے وعدہ پر گواہی بھی دیدی ہے۔ اے عبد المطلب کے فرزندو! اب تم بتاؤ کہ جب میں جنّت کے دروازہ کا حلقہ پکڑ کے خدا سے شفاعت کی درخواست کرونگا تو کیا تم یہ گمان کرسکتے ہو کہ میں تم پہ دوسرے کو ترجیح دونگا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جب قیامت کے دن تمام جن و انس ایک جگہ جمع ہونگے اور اُنہیں ٹھیرے ٹھیرے ایک عرصہ دراز ہو جائیگا تو وہ سب کے سب شفاعت کے خواہاں ہونگے۔ اور کہینگے کسکے پاس جائیں۔ کسکو شفیع بنائیں۔ پس وہ لوگ نوح علیہ السّلام کے پاس جائینگے اور اُن سے شفاعت کی درخواست کرینگے۔ وہ جواب دینگے افسوس! میں خود ضرورتمند ہوں اور اپنی حاجت بارگاہِ الٰہی

میں پیش کرچکا ہوں۔ وہ لوگ آپس میں کہینگے پھر اب کس کے پاس جائیں۔ کوئی جواب دیگا حضرت ابراہیمؑ کے پاس جاؤ۔ پس وہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں حاضر ہونگے اور اُنسے شفاعت چاہینگے۔ وہ جنابؑ فرمائینگے افسوس! میں خود ضرورتمند ہوں۔ اپنی حاجت بارگاہِ الٰہی میں پیش کرچکاہوں۔ آپس میں کہینگے کہ اب کسکے پاس چلیں۔ کوئی کہیگا کہ حضرت موسٰے کے پاس چلو۔ اب موسٰےؑ کے پاس آئینگے اور اُنسے شفاعت کا سوال کرینگے۔ جنابِ موسٰےؑ فرمائینگے افسوس! میں خود ضرورتمند ہوں۔ اپنی حاجت بارگاہِ الٰہی میں پیش کرچکا ہوں۔ آپس میں کہینگے اب کس کے پاس چلیں۔ جواب ملیگا حضرت عیسٰے علیہ السّلام کے پاس چلو۔ پس وہ سب کے سب حضرت عیسٰے کے پاس آکر شفاعت کی استدعا کرینگے۔ جنابِ عیسٰے جواب دینگے کہ میں خود ضرورتمند ہوں اور اپنی درخواست بارگاہِ الٰہی میں پیش کرچکا ہوں۔ اُسوقت وہ کہینگے اب کس سے عرض حال کریں۔ کہنے والا کہیگا۔ حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں جاؤ۔ پس وہ لوگ میرے پاس آئینگے اور شفاعت کے طالب ہونگے۔ پس میں خدا پر بھروسہ کرکے کھڑا ہو جاؤنگا اور بلاخوف جنّت کے دروازہ پر آؤنگا زنجیر در پکڑ کر ہلاؤنگا۔ آواز آئیگی کون ہے؟ میں جواب دونگا احمدؐ! یہ سُنکر خدّامِ جنّت آئینگے اور دروازہ کھولدینگے۔ جس وقت میں جنّت کی نعمتیں دیکھونگا خدا کی عظمت و جلالت کو یاد کرکے سجدہ میں گر پڑونگا۔ ایک فرشتہ میرے پاس آئیگا اور کہیگا یا رسولؐ اللہ! سجدہ سے سرِ مبارک اُٹھائیے اور خدا سے سوال کیجیے کہ آپ جو کچھ مانگینگے آپ کو عطا کیا جائیگا اور جسکی مناسب جانیے شفاعت فرمائیے کہ آپکی شفاعت قبول کیجائیگی۔ پس میں سر اُٹھاکر دروازۂ جنّت میں داخل ہونگا۔ پھر سجدہ میں گرکر اپنے پروردگار کی عظمت اور بزرگی کا ذکر کرونگا۔ پھر ایک فرشتہ آکر ذکر کریگا کہ یا رسولؐ اللہ! اپنا سر مبارک اُٹھائیے اور جو جی چاہے سوال کیجیے کہ آپکو عطا کیا جائیگا۔ اور جس کی چاہیے شفاعت کیجیے کہ قبول کیجائیگی۔ پھر آنحضرتؐ کچھ دیر تک جنّت میں چلتے پھرتے رہینگے۔ پھر سجدہ میں گرکر اپنے پروردگار کی عظمت و بزرگی بیان کرینگے۔ پھر ایک فرشتہ آکر یہی پیغام دیگا کہ یا رسولؐ اللہ! اپنا سر مبارک اُٹھاکر جو کچھ جی چاہے مانگیے ملیگا اور جسکی جی چاہے شفاعت کیجیے مان لی جائیگی۔ اسکے بعد اُٹھکر جو کچھ بھی سوال کرینگے خدا تعالٰے ضرور بالضرور وہ سب آنحضرتؐ کو عطا فرمائیگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۴۶۳

(نوٹ نمبر ۴ کے آخر میں ہونیکے بجائے حوالہ غلطی سے نوٹ نمبر ۵ کے آخر میں دیا گیا ہے۔ مقبول)

تفسیر برہان میں ہے کہ علامہ ابن بابویہ قمی علیہ الرحمہ نے بسلسلۂ اسنادِ خود محمد بن حرب الہلالی امیر مدینہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام

سے عرض کی یا ابن رسول اللہ! میرے دل میں ایک بات ہے جو حضرت سے پوچھنا چاہتا ہوں حضرتؑ نے فرمایا کہ تمہارا جی چاہے تو میں تمہاری وہ بات تمہارے سوال کرنے سے پہلے ہی بیان کر دوں اور جی چاہے تم خود ہی بیان کرو۔

میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ بھلا آپ نے میرے دل کی بات میرے سوال کرنے سی پہلے جان کیسے لی؟ فرمایا توسّم و تفرّس کے سبب سے۔ کیا تم نے خدا تعالےٰ کا یہ قول نہیں سنا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ (دیکھو صفحہ ۴۲۳ سطر ۲ مع نوٹ نمبر ۳) اور جناب رسولؐ خدا کا یہ قول نہیں سنا اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ (دیکھو صفحہ ۴۲۳ نوٹ نمبر ۳) محمد بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! اچھا جو میرے دل میں بات ہے بتا دیجیے۔ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا تم مجھ سے یہ دریافت کرنا چاہتے تھے کہ علیؑ ابن ابیطالبؑ میں اتنی تو قوت موجود تھی کہ ملک خیبر میں قلعۂ قموص کا دروازہ اُکھاڑ لیا اور پس پشت پھینکا تو چالیس ہاتھ کے فاصلہ پر جا کر گرا حالانکہ چالیس آدمی اُسے نہیں اُٹھا سکتے تھے مگر کعبہ کی چھت پر سے بتوں کے گرانے کے دن جناب رسولؐ خدا کو اپنے کندھے پر نہ اُٹھا سکے حالانکہ جناب رسولِ خدا اونٹ پر بھی سوار ہوتے تھے۔ گھوڑے پر بھی سوار ہوتے تھے۔ گدھے پر بھی سوار ہوتے تھے اور شب معراج بُراق پر بھی سوار ہوئے تھے اور یہ یقینی بات ہے کہ ان جانوروں کی قوت کو جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی قوت سے کوئی مناسبت ہی نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! خدا کی قسم میں آپ سے یہی پوچھنا چاہتا تھا اب حضور مجھے بتلا دیں؟

فرمایا! بہت اچھا سُنیے۔ علیؑ مرتضےٰ کو جو شرف ملا ہے جناب رسولؐ خدا کے باعث اور جو رفعت حاصل ہوئی ہے آنحضرتؐ کے سبب تو یہ رتبہ بھی آنحضرتؐ ہی کے سبب ملا کہ اُنہوں نے شرک کی آگ بجھا دی۔ اور خدا کے سوائے جو بھی معبود تھا اُسے باطل کر دیا۔ اگر جناب رسولِ خدا بتوں کے گرانیکی غرض سے علیؑ مرتضےٰ کے کاندھے پر سوار ہوئے ہوتے تو آنحضرتؐ کی دسترس علیؑ کے ذریعہ سے ہوتی۔ اِس سے یہ نتیجہ نکلتا کہ علیؑ مرتضےٰ جناب رسولِ خدا سے افضل ہیں۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ جناب امیرؑ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جب میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ والہ وسلّم کی پشت پر سوار ہوا تو مجھے ایسا شرف ملا اور ایسی رفعت ملی کہ اگر میں یہ چاہتا کہ آسمان کو پالوں تو اُسے بھی تو پالیتا۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ چراغ ہی تو وہ چیز ہے جسکے ذریعہ سے اندھیرے میں راستہ ملتا ہے اور ہر شاخ جڑ ہی سے تو پھوٹا کرتی ہے۔ اور حضرت امیرالمؤمنین یہ بھی فرما چکے ہیں کہ میں جناب رسولؐ خدا سے ایسی ہی نسبت رکھتا ہوں جیسے روشنی کو روشنی سے نسبت ہوتی ہے۔

کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ جناب محمد مصطفےٰ اور جناب علیؑ مرتضےٰ دونوں کے دونوں مخلوق خدا کی پیدا ہونے سے دو ہزار برس پہلے پیشِ خداوند عالم ایک ہی نور تھے اور فرشتے اس نور کی اصل کو بھی دیکھتے تھے اور جو چمکتی ہوئی شعاع اس سے نکلتی تھی اُسکو بھی دیکھتے تھے اور دریافت کرتے تھے کہ اے ہمارے معبود اور اے ہمارے سردار یہ نور کیا ہے تو منجانب پروردگارِ عالم اُنکی طرف وحی کیجاتی تھی کہ یہ نور میرے نور سے ہے۔ اسکی جڑ نبوّت ہے اور اسکی شاخ امامت۔ اب رہی جڑ وہ تو میرے بندہ اور میرے رسول محمدؐ کے لیے ہے اور رہی شاخ سو وہ میرے ولی اور میری حجّت علیؑ کے لیے ہے۔ اور اگر یہ دونوں بزرگوار نہوتے تو میں اپنی مخلوق کو پیدا ہی نہ کرتا۔ کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ جناب رسولِ خداؐ نے غدیرِ خُم کے دن علیؑ مرتضےٰ کا ہاتھ بلند کرکے اُٹھایا کہ لوگوں نے دونوں بزرگواروں کی بغل کے نیچے کی سفیدی دیکھ لی اور اُنکو تمام مسلمانوں کا مولا اور امام قرار دیدیا۔ اور حظیرۂ بنی نجار والے دن حسن وحسین علیہما السّلام کو خود اپنے کندھوں پر سوار کیا۔ حالانکہ بعض صحابیوں نے یہ بات عرض بھی کی کہ یا رسولؐ اللہ اِن دونوں صاحبزادوں میں سے ایک کو تو ہمیں دیدیجیے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ تو بہت ہی اچھے سوار ہیں اور اِنکے والدِ ماجد ان دونوں سے افضل ہیں۔ اور ایسا تو اکثر ہوا کرتا تھا کہ آنحضرتؐ اصحاب کو نماز پڑھاتی ہوتے اور سجدوں میں سے کسی سجدہ کو طول دیدیتے جب سلام پھیرتے تو لوگ دریافت کرتے کہ یا رسولؐ اللہ فلاں سجدہ کو تو آپ نے بہت طول دیا تو آنحضرتؐ فرماتے کہ ہاں میرا بیٹا میری پیٹھ پر سوار ہو گیا تھا اور مجھے یہ مکروہ معلوم ہوا کہ جب تک وہ خود سے نہ اُترے اُسے علیحدہ کر دوں۔ اور اِن سب باتوں سے (حسب منشاءِ پروردگارِ عالم) لوگوں پر اُنکی شرافت و بزرگی کا اظہار کرنا مقصود ہوتا تھا۔ پس ہر نبی کے بعد نبی ہوتا آیا۔ مگر علیؑ مرتضےٰ امام تھے نبی یا رسول نہ تھے لہذا بارِ نبوّت بھی نہیں اُٹھا سکتے تھے۔

محمد بن حرب الہلالی کہتے ہیں کہ یا ابن رسولؐ اللہ! مجھے تو کچھ اور بھی سُنائیے۔ فرمایا بیشک تو اِس سے زیادہ کا مستحق ہے۔ لے اور سُن! جناب رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ مرتضےٰ کو اپنی پشتِ مبارک پر جگہ دی۔ اِس سے یہ اظہار مقصود تھا کہ جناب رسولِ خداؐ کی اولاد کے باپ علیؑ ہونگے اور جتنے ائمہؑ آنحضرتؐ کے صلب سے ہونیوالے ہیں اُن سب سے مقدّم اور امام علیؑ ہونگے۔ اِسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ آنحضرتؐ نے نمازِ استسقاء پڑھنے میں اپنی ردائے مبارک کو ایک پلٹا دیدیا تھا جس سے اپنے اصحاب کو یہ تعلیم کرنا مقصود تھا کہ ہم نے قحط سالی کو فصلِ ارزانی سے بدل دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا ابن رسولؐ اللہ! مجھے تو کچھ اور بھی سُنائیے۔ فرمایا کہ جناب رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ مرتضےٰ کو اپنی پشتِ مبارک پر اس غرض سے بھی سوار

کیا تھا کہ اپنی قوم کو جتلا دیں کہ جو شخص بعد جناب رسولؐ خدا کے آنحضرتؐ کی پشت مبارک پر سے اُن کے قرض کا اور اُنکے وعدوں کا بار اُتاریگا وہ علیؑ ہی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اُسنے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! کچھ اور بھی۔ فرمایا اس لیے علیؑ کو اُٹھایا تھا کہ علیؑ کا جو بار ہے وہ اپنے ہی اوپر لے لیں مگر علیؑ تو معصوم تھے کوئی وزر و وبال تو اُنکے ذمہ تھا نہیں اور آنحضرتؐ کے افعال لوگوں کے نزدیک حکمت اور صواب تھے۔ پس آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضےٰ سے خود فرماکر حل کر دیا کہ اے علیؑ! خدائے تبارک وتعالےٰ نے تمہارے شیعوں کے گناہوں کا بار مجھپر ڈالا پھر میری خاطر سے اُنکو بخشدیا۔ اور یہ خدائے تعالےٰ کے اس قول سے بھی ثابت ہے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (دیکھو صفحہ ۱۸ا سطر ۷ مع نوٹ) اور اسی سے خدائے تعالےٰ نے فرمایا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ (دیکھو صفحہ ۱۹۸ سطر ۷) اور جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ لوگو! تم کو اپنے اپنے نفوس کی حفاظت لازم ہے اس لیے کہ جب تم خود ہدایت یافتہ ہو تو کسی دوسرے کا گمراہ ہونا تمکو ضرر نہیں پہنچاتا اور علیؑ میرا النفس اور میرا بھائی ہے تم علیؑ کی اطاعت کرو اس لیے کہ علیؑ نہ کبھی راہ راست سے بھٹکینگے اور نہ بدنصیب ہونگے۔ پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطر ۵) محمد بن حرب الہلالی کہتے ہیں کہ اسکے بعد جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھسے فرمایا کہ اے امیر جناب رسولؐ خدا نے کعبۃ اللہ کی چھت پر سے بتوں کو گرانے کے وقت جو علیؑ مرتضےٰ کو اپنے دوش مبارک پر اُٹھایا ہے اُس میں جتنے پہلو نکلتے اور جتنے مطالب آنحضرتؐ نے مراد لیے ہیں اگر میں وہ سب تمہارے سامنے بیان کروں تو شاید تم یہ کہنے لگو کہ جعفر بن محمدؑ دیوانے ہو گئے ہیں۔ لہذا جو تم سُن چکے ہو تمہارے لیے یہی کافی ہے۔ محمد بن حرب کہتے ہیں کہ میں اُٹھکر امامؑ کے قریب گیا اور سر مبارک کو بوسہ دیا اور یہ عرض کیا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (دیکھو صفحہ ۲۲۷ سطر آخر)

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ ابوبکر شیرازی نے جناب امیر المؤمنین کی شان میں جو قرآن مجید نازل ہوا ہے اُسے قتادہ کی روایت سے جمع کیا ہے از آنجملہ یہ بھی ہے کہ قتادہ نے مسیّب سے روایت کی ہے اور مسیّب نے ابوہریرہ سے۔ ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ مجھسے جابر ابن عبداللہ انصاری نے ذکر کیا کہ ہم جناب رسولؐ خدا کے ساتھ شہر مکہ اور حرم کعبہ میں پہنچے تو کعبۃ اللہ کے گرداگرد تین سو ساٹھ بت موجود تھے۔ آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضےٰ کو اُنکے توڑنیکا

حکم دیا اور بیت اللہ کے اوپر ایک بڑے اونچے قد کا بُت تھا جسکا نام ہُبل تھا۔ پس آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضےٰ کی طرف دیکھکر فرمایا کہ اے علیؑ میری پشت پر سوار ہو جاؤ تاکہ ہُبل کعبۃ اللہ کے اوپر سے گرا دیا جائے۔ علیؑ مرتضےٰ نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ حضور میری پشت پر سوار ہو جائیں۔ پس جیسے ہی آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضےٰ کی پشت پر قدم رکھا تو وہ حضرتؑ خود فرماتے ہیں کہ ثقلِ رسالت کے سبب میں آنحضرتؐ کو نہ اُٹھا سکا اور میں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! میں ہی آپکی پشتِ مبارک پر سوار ہو جاؤنگا۔ پس آنحضرتؐ نے تبسم فرمایا۔ اُتر آئے۔ اپنی پشتِ مبارک جُھکا دی۔ میں آنحضرتؐ کے کاندھے پر سوار ہو گیا اُسی کی قسم جسنے دانے کو شگافتہ کیا اور انسان کو پیدا کیا اگر میں یہ چاہتا کہ آسمان کو چھولوں تو میں اپنے دونوں ہاتھوں سے آسمان کو چھو سکتا تھا۔ پس میں نے کعبہ کی چھت پر سے ہُبل کو پھینکدیا اور اُسی کے بارے میں خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًاo علامہ ابنِ شہر آشوب فرماتے ہیں کہ روزِ فتح مکہ جناب امیر علیہ السّلام کو امرِ عظیم پیش آیا تو وہ آنحضرتؐ کے دوشِ مبارک پر سوار ہوئے۔ اور پھر کعبہ کی چھت پکڑ کر اُسپر چڑھ گئے اور بتوں کو اسطرح اُکھاڑا کہ بیت اللہ کی دیواریں بھی ہل گئیں۔ پھر اُنکو اس طرح پھینکا کہ اُنکے پرخچے اُڑ گئے۔ یہ روایت احمد حنبل اور ابو یعلےٰ موصلی نے بھی اپنی اپنی مُسند میں درج کی ہے اور ابو بکر خطیب نے اپنی تاریخ میں اور خطیب خوارزمی نے اپنی کتاب اربعین میں اور محمد بن صباغ زعفرانی نے اپنی کتاب الفضائل میں اور ابو عبد اللہ طبری نے اپنی کتاب الخصائص میں درج کی ہے۔ اور جناب علامہ سید رضی اپنی کتاب المناقب الفاخرہ فی العترۃ الطاہرہ میں باسنادِ خود مجاہد سے روایت کرتے ہیں اور مجاہد حضرت عبد اللہ ابنِ عباسؓ سے کہ جناب رسولِ خداؐ کعبۃ اللہ میں پہنچے تو یکایک دیکھتے کیا ہیں کہ ابنِ مسعود کی ڈوچیاں بھری ہوئی لٹک رہی ہیں۔ جناب امیر المؤمنین سے فرمایا کہ اے علیؑ! ان ڈوچیوں میں سے ایک ڈوچی میرے پاس لے آؤ۔ وہ حضرتؑ ایک ڈوچی لے آئے آنحضرتؐ نے اُس میں سے پانی بھی پیا اور وضو بھی فرمایا۔ پھر ابنِ مسعود کی طرف دیکھکے ارشاد ہوا کہ تمہاری ڈوچی میں مجھے ایک قسم کی خوشبو معلوم ہوئی یہ کیسی ہے؟ ابنِ مسعود نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! مکہ کا پانی مجھے بھاری معلوم ہوا تھا اس سبب سے میں نے چند کھجوریں (یعنی چھوارے) لیکر اپنی ڈوچی میں ڈالکر پانی میں بھگو دیئے تھے تاکہ پانی میرے لیے میٹھا بھی ہو جائے اور ہلکا بھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ حلال ہے اور پانی بھی پاک ہے۔ پھر حضرتؐ اُٹھے اور شیبہ سے کنجی لی اور کعبۃ اللہ کا دروازہ کھولا۔ اُس وقت حضرت عباسؓ ابنِ عبد المطلب نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! آیا میں

آپکا چچا اور آپ کے والد کا ہمسر نہیں ہوں ؟ فرمایا ہاں ! ہو۔ اچھا چچا اپنا مطلب بیان کر دو؟ اُنہوں نے
عرض کی کعبہ کی کُنجی مجھے عنایت فرما دیجیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا لو چچا لو۔ اُسکے بعد جبرئیلؑ امین
نازل ہوئے۔ عرض کرنے لگے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ
امانت تو اُسکے مالک ہی کو ملنی چاہیے۔ تب آنحضرتؐ نے حضرت عباسؓ سے کُنجی واپس لیکر
شیبہ ہی کو دیدی اور آنحضرتؐ کعبہ میں داخل ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ابراہیم علیہ السّلام
کی تصویر موجود ہے۔ ارشاد فرمایا کہ صورتوں اور مورتوں کو نہ پوجو کہ اللہ تعالےٰ اُنکو ناپسند
کرتا ہے اور اِنکے بنانیوالے کو بھی بُرا جانتا ہے۔ پھر اپنی ردائے مبارک کے گوشے سے
اُسکو مٹانے لگے۔ پھر جب باہر تشریف لائے تو شیبہ سے فرمایا کہ دروازہ بند کر دو۔ پھر
سرِ مبارک بلند کیا تو دیکھتے کیا ہیں کہ کعبۃ اللہ کی چھت پر بھی ایک بت موجود ہے علیؑ مرتضےٰ
سے فرمانے لگے اے علیؑ اِس بُت کا میں کیا علاج کروں ؟ اُنہوں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ
ابھی میں حضور کے سامنے جُھکا جاتا ہوں۔ حضور میری پیٹھ پر سوار ہو کر اسے گھسیٹ لیں جنابِ
رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ اگر میری ساری اُمّت اوّل سے آخر تک اس بات کی
کوشش کرے کہ میرے اعضائے ظاہری میں سے کسی ایک عضو کا بھی بوجھ اُٹھالیں تو نہیں
اُٹھا سکتے۔ لیکن اے علیؑ تم میرے قریب آؤ۔ چنانچہ علیؑ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ کے قریب
آیا تو آنحضرتؐ نے اپنے دستِ مبارک سے میری دونوں پنڈلیاں پکڑ کر مجھے زمین سے اُٹھالیا
اور سر سے اونچا کر دیا تو میں دیکھتا کیا ہوں کہ میں آنحضرتؐ کے شانہائے مبارک پر ہوں۔
پھر مجھسے ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ! بلند ہو اور اِس بُت کو کھینچ لو؟ پس میں نے اُس بت کو پکڑ کر کھینچا
اور زمین پر دے مارا تو وہ ثلاثہ (تین ٹکڑے) ہوگیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ! جس وقت تم میرے
دوش پر ہو تو کیا دیکھتے ہو؟ میں نے کہا یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں میں تو
اچھا ہی اچھا دیکھتا ہوں۔ ادنےٰ سی بات یہ ہے کہ اگر آسمان کو میں اپنے دونوں ہاتھوں سے
چھونا چاہوں تو چھو سکتا ہوں۔ تب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ! اللہ تمہارے شرف کو اور
زیادہ کرے۔ پھر میرے نیچے سے کھسک گئے اور میں زمین پر گرا تو ہنسا۔ فرمانے لگے کہ یا علیؑ
تمہارے ہنسنے کا کیا باعث ہے؟ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا
ہو جائیں کعبہ کی سی بلندی سے میں زمین پر گرا اور مجھے اِس گرنے سے چوٹ نہیں لگی۔ فرمایا
یا علیؑ بھلا تمہارے چوٹ کیا لگتی۔ چڑھایا تو تمہیں محمدؐ جیسے (سید النّبیین) نے اور اُتارا تمہیں جبرئیلؑ
جیسے (روح الامین) نے۔ اِس کے بعد آنحضرتؐ تو تشریف لیگئے اور حضرت عباسؓ لگے اپنا
فخر جتانے کہ میں سردارِ قریش ہوں اور میں از روئے حسب و نسب کے سب سے بہتر ہوں اور

میرے یہاں سب سے بہتر سواریاں موجود ہیں۔ حاجیوں کا پانی پلانا میرے ہاتھ ہے۔ میرے سوا کسی دوسرے کو یہ منصب حاصل نہیں۔ اسپر شیبہ بولا کہ واہ یہ نہیں ہوسکتا۔ سردارِ قریش تو میں ہوں۔ خدمتِ کعبہ میرے ہاتھ میں ہے کلید برداری مجھ سے متعلق ہے۔ یہ منصب کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ جناب امیر المومنین نے فرمایا تم دونوں صاحب اپنا اپنا فخر میرے مقابلہ میں جتلاتے ہو اور اپنی باتوں سے مجھے چڑاتے ہو۔ میں تم دونوں کا بھی سردار ہوں اور ماورائے جناب رسولِ خدا تمام اہلِ زمین کا سردار ہوں۔ میں ہی تو وہ ہوں جسنے تمہارا منہ کھول ڈالا ہے جسکے سبب سے تم ایمان لے آئے اور آنحضرتؐ کی رسالت کا تمنے اقرار کرلیا۔ جناب امیرؑ کے اس قول سے وہ دونوں بہت ہی چڑپائے اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر علیؑ مرتضےٰ نے جو کچھ اُنسے کہا تھا وہ سب کچھ بیان کیا۔ جبرئیلؑ امین اُسی وقت نازل ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسولؐ اللہ! خدائے برحق بعد درود و سلام یہ ارشاد فرماتا ہے کہ شیبہ اور عباسؓ سے کہدیجیے أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ (دیکھو صفحہ ۳۰۱ سطر ۹) یارسولؐ اللہ! علی مرتضےٰ اُن دونوں سے کہیں بہتر ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۵ متعلق صفحہ ۴۶۳

طب الائمہؑ میں جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جب کبھی کسی مومن کو کوئی مرض لاحق ہو اور مرض کی جگہ ہاتھ رکھکر یہ آیت پڑھے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۙ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا تو کیسی ہی بیماری کیوں نہو دور ہوجائیگی۔ چنانچہ مضمون شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ اسی پر دلالت کرتا ہے۔

اُنہی جنابؑ سے منقول ہے کہ آیت قرآنی سے گنڈا تعویذ اور عمل کرنا جائز ہے اور جسے قرآن سے شفا نہوگی گویا اُسے خدا تعالےٰ ہی نے شفا نہ بخشی۔ کیا قرآن مجید سے بھی بڑھکے کوئی تعویذ یا دعا ہوسکتی ہے۔ کیا خدا تعالےٰ نہیں فرماتا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

ضمیمہ نوٹ نمبر۱ متعلق صفحہ ۴۶۵ گفتگوئے عبد اللہ بن ابی امیہ با جناب رسولؐ خدا۔

عبد اللہ بن ابی امیہ۔ اے محمدؐ تم نے تو بہت بڑا دعوےٰ کیا ہے اور بڑی ہولناک بات کہی ہے۔ تم نے یہ گمان کرلیا ہے کہ تمام عالموں کے پروردگار کے رسول تم ہو حالانکہ تمام عالموں کے پروردگار اور تمام مخلوق کے خالق کو اسکی ضرورت کیا پڑی ہے کہ تم جیسا اُسکا رسول ہو

سبحان اللہ! ہم ہی جیسا ایک آدمی جو ویسے ہی تو کھانے کھائے جیسے کہ ہم کھاتے (پیتے) ہیں اور اسی طرح چلے پھرے جیسے کہ ہم چلتے پھرتے ہیں (اور پھر رسول خدا بھی بنجائے) ذرا اسی پر نظر ڈالو کہ بادشاہِ روم و بادشاہِ فارس جب کسی کو اپنا ایلچی بناکر بھیجتے ہیں تو ایسے ہی کو بناتے ہیں جو بڑا مالدار اور بڑا اصاحب مقدور ہو جس کی محل سرائیں اور مکانات خیمے اور ڈیرے اور لونڈی اور غلام۔ نوکر و چاکر بہت کثرت سے ہوں اور وہ تو سارے عالموں کا پروردگار۔ ان سب سے کہیں زیادہ بلند مرتبہ ہے کہ یہ سب بڑے بڑے بادشاہ اُسکے بندے ہیں۔ (وہ رسول بناکر بھیجے تو تم ایسے مفلس کو۔ ہماری سمجھ ہی نہیں آتا کہ تم (وہ نبی ہو) اگر کہیں تم نبی ہوتے تو تمہاری اردلی میں کوئی فرشتہ ہوتا جو تمہاری تصدیق کرتا پھرتا اور ہم بھی اُسکو دیکھتے۔ بلکہ اللہ کو اگر منظور ہوتا کہ ہماری پاس کسی نبی کو بھیجے تو وہ کسی فرشتہ ہی کو کیوں نہ بھیجدیتا۔ ہمارے پاس ہم ہی جیسے آدمی کو بھیجنا بے معنی سی بات ہے۔ اے محمدؐ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہونہو تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ باقی تم نبی (وبی) کچھ بھی نہیں ہو۔

<u>جناب رسولؐ خدا</u>۔ تمہیں کچھ اور بھی کہنا ہے یا کہہ چکے؟

<u>عبداللہ بن ابی امیہ</u>۔ جی ابھی تو بہت کچھ کہنا ہے۔ اگر اللہ کو یہ منظور ہوتا کہ ہمارے پاس کسی کو نبی بناکر بھیجے تو کسی ایسے شخص کو نہ بھیجتا جو ہم میں مال کی حیثیت سے بہت ہی بڑھا ہوا ہوتا اور ہر طرح خوشحال ہوتا۔ یہ کیا ضرور ہے کہ اللہ نے یہ قرآن جسکی نسبت آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ ہی پر نازل کیا ہے اور آپ ہی کو یہ دیکر رسول بناکر بھیجا ہے۔ ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل نہ فرمایا۔ یا تو مکہ کے ولید بن مغیرہ پر نازل فرماتا یا طائف کے عروہ بن مسعود ثقفی پر۔

<u>جناب رسولؐ خدا</u>۔ اچھا اب کہہ چکے یا کچھ اور بھی کہنا ہے؟

<u>عبداللہ بن ابی امیہ</u>۔ جی ہاں ابھی کہنا ہے ہم تو آپ پر ایمان لائینگے نہیں جب تک کہ آپ اِسی مکہ میں ہمارے لیے اِسی زمین میں سے ایک چشمہ نہ جاری کر دیں۔ کیونکہ یہ زمین سخت پتھریلی بلکہ نری پہاڑی ہی پہاڑی ہے۔ اب اسے آپ کھود ڈالیں اور اس میں چشمے ہی چشمے بہادیں اسلیے کہ ہمکو چشموں کی ضرورت ہے۔ یا آپ کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک بڑا سا باغ ہو کہ آپ بھی اُسمیں سے کھائیں (پئیں) اور ہمیں بھی خوب کھلائیں (پلائیں) اور اس کے بیچ بیچ میں بہت کی نہریں پھیلادیں یا جاری کر دیں۔ یا جیسا کہ آپ گمان کر چکے ہیں آسمان ہی کا ایک ٹکڑا گرا دیں کیونکہ یہ تو آپ کہہ چکے ہیں وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا

يَقُوْلُ اَصْحٰبُ مَرْكُوْمٌ (دیکھو صفحہ ۸۳۸ سطر آخر) شاید ہم ایسے ہی کہیں۔ پھر کہنے لگا یا تم اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے ہی لاکر کھڑا نہ کردو۔ یا اچھا یوں سہی کہ آپ کا کوئی مکان سونے کا ہو کہ اُس میں سے ہمیں بھی کچھ دیجیے جس سے ہم بھی مالدار ہوجائیں۔ پھر ممکن ہے کہ ہم سرکش بنجائیں کیونکہ آپ یہ بھی تو کہہ چکے ہیں كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۙ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ (دیکھو صفحہ ۹۵۵ سطر ۷) پھر بولا آپ آسمان ہی پر نہ چڑھ جائیں اور ہم تو آپکے آسمان پر چڑھ جانے پر بھی اُس وقت تک ایمان نہ لائینگے جب تک کہ آپ ہمارے نام ایک خط نہ بھیجیں جسے ہم پڑھکر دیکھیں (اور جسکا مضمون یہ ہو) "حکمت والے زبردست خدا کی طرف سے۔ عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی اور اُس کے ساتھیوں کے نام۔ تم لوگوں کو لازم ہے کہ تم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب پر ایمان لاؤ کہ وہ میرا رسول ہے اور اُسکی سب باتوں کو سچّا جانو کہ وہ میری طرف سے کہتا ہے"۔

اے محمدؐ! اگر یہ سب کچھ بھی کرو تو بھی یہ نہیں معلوم کہ میں تم پر ایمان لاؤنگا یا نہ لاؤنگا بلکہ اگر تم ہم سب کو آسمان تک لیچلو اور آسمان کے دروازے بھی کھل جائیں اور ہمیں تم اُنکے اندر بھی پہنچا دو تب بھی ہم تو یہی کہے جائینگے کہ یہ اور کچھ نہیں ہماری نظربندی کردیگئی ہے اور ہم پر جادو کردیا گیا ہے۔

جناب رسولؐ خدا۔ اے عبداللہ تجھے کچھ اور بھی کہنا ہے یا بس؟

عبداللہ بن ابی امیہ۔ کیا جتنی ایرادیں میں آپ پر کرچکا ہوں یہ کافی و وافی نہیں ہیں؟ مجھے تو اب کچھ اور کہنا نہیں۔ آپ کو جو کچھ کہنا ہے فرمایئے اور اگر آپ کے پاس کوئی حجت و دلیل ہے تو اُسے بیان کیجیے۔ مگر اپنے دشمن نہ بنیئے اور ہمنے جو جو کچھ سوال کیے ہیں اُنکے جواب دیجیے۔

جناب رسولؐ خدا۔ (خدا سے عرض کرنے لگے) الٰہی تو ہر آواز کا سننے والا اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ تیرے بندے جو کچھ کہہ رہے ہیں اُس سے تو خوب واقف ہے۔ منجانب رب العزت آیہ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط سے وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا تک کی آیتیں نازل ہوئیں (دیکھو صفحہ ۵۷۴ تا ۵۷۵) پھر یہ آیت نازل ہوئی فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ؕ (دیکھو صفحہ ۳۵۴ سطر ۴) نیز یہ آیت بھی نازل فرمائی وَقَالُوْا

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ ط وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ ٥ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ ٥ (دیکھو صفحہ ۴۰ سطر ۲)

جناب رسولِ خدا۔ (اوپر کی آیتوں کے بعد) ہاں ای عبد اللہ! یہ جو تونے کہا کہ میں اسی طرح کھانا کھاتا ہوں جس طرح تم لوگ کھانا کھاتے ہو اور اسی کی وجہ سے تونے یہ گمان کرلیا کہ میں اللہ کا رسول نہیں ہوسکتا تو اصل معاملہ تو خدا کے ہاتھ ہے وہ جو چاہے کرے اور جیسا چاہے حکم دیدے اُسکے کُل حکم قابلِ تعریف ہیں۔ مجھے تجھے یا کسی اور کو اُسپر اعتراض کرنیکا کوئی حق نہیں ہے کہ فلاں بات کیوں کی اور فلاں بات کیسے کی؟ کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ خدا تعالیٰ کسی کو فقیر بناتا ہے اور کسی کو امیر کسی کو معزز بناتا ہے اور کسی کو ذلیل۔ کسی کو توانا و تندرست بنایا ہے اور کسی کو کمزور و بیمار۔ کسی کو شریف بنایا ہے اور کسی کو رذیل۔ اور کھانا یہ سب کے سب کھاتے ہیں۔ پھر فقیروں کو تو یہ حق نہیں ہے کہ وہ یہ عرض کریں کہ تونے ہمیں فقیر کیوں بنایا اور فلاں فلاں کو امیر کیوں کیا۔ نہ کمینوں کو یہ منصب حاصل کہ وہ کہیں کہ تونے ہمیں کمینہ کیوں بنایا اور فلاں و فلاں کو شریف کیوں بنایا۔ نہ بیماروں اور کمزوروں کی یہ مجال ہے کہ وہ یہ عرض کرسکیں کہ تونے ہمیں بیمار و کمزور کیوں بنایا اور فلاں و فلاں کو توانا و تندرست کیوں رکھا۔ نہ ذلیل لوگوں کی یہ قدرت ہے کہ وہ یہ عرض کرسکیں کہ تونے ہمیں ذلیل کیوں بنایا ہے اور فلاں و فلاں کو معزز کیوں قرار دیا ہے۔ نہ بدصورتوں کی یہ حیثیت کہ وہ یہ عرض کرسکیں کہ تونے ہمیں بدصورت کیوں بنایا ہے اور فلاں و فلاں کو خوبصورت کیوں بنایا ہے۔ اگر وہ ایسا کہیں تو وہ اپنے آقا کے احکام کو رد کرنیوالے۔ اُسکے حقوق میں دست اندازی کرنیوالے بلکہ آقا ہونیکا انکار کرنیوالے ہونگے۔ اور اُسکی طرف سے اُن سب کا جواب یہ ہوگا کہ میں بادشاہِ مطلق ہوں۔ پست کرنیوالا۔ بلند کرنیوالا۔ غنی بنانیوالا۔ فقیر بنانیوالا۔ عزت دینے والا۔ ذلت دینے والا صحت دینے والا اور بیمار بنانیوالا اصرف میں ہوں اور تم سب میرے لونڈی غلام ہو۔ تمہارا حق اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ میری اطاعت کرو اور میرا حکم مانو۔ اگر تم نے میری اطاعت کی تو تم میرے ماننے والے بندے ہو گئے اور اگر تم نے انکار کیا تو تم منکر ہوگئے اور میرے عذاب کے مستحق قرار پائے یعنی ہمیشہ کے لیے گئے گزرے ہوئے پھر خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ مطلب یہ ہے کہ کھانا مثل تمہارے ہی کھاتا ہوں یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (دیکھو صفحہ ۴۸۵ سطر ۹) مطلب یہ ہے کہ اُنسے کہدو کہ بشریت میں تو میں تم ہی جیسا ہوں لیکن میرے پروردگار نے مجھ کو نبوت کے ساتھ خصوصیت بخشی ہے جیسا کہ وہ دوسرے آدمیوں سے

مقابل میں کسی کو دولتمندی کے ساتھ خصوصیت بخشتا ہے۔ کسی کو صحت جسمانی کے ساتھ کسی کو حسن و جمال کے ساتھ۔ پھر اس سے انکار کیوں کرتے ہو کہ اُسنے مجھ کو نبوت کے ساتھ خصوصیت بخشی۔

اب رہا تمہارا یہ قول کہ بادشاہِ روم و بادشاہِ فارس جسے ایلچی بنا کے بھیجتے ہیں وہ بڑا مالدار اور بڑا شاندار شخص ہوتا ہے۔ اُسکے بڑے بڑے مکان اور محلسرائیں ہوتی ہیں۔ اُسکے خیمے ڈیرے۔ لونڈی غلام۔ نوکر چاکر بہت سے ہوتے ہیں۔ تمام عالموں کا پروردگار تو ان سے بالاتر ہے۔ یہ سب اُس کے بندے ہیں۔ تو چاہیے کہ اُسکا رسول اور اُسکا پیغامبر تو بہت بڑی شان اور سامان کا ہو) تو اے عبداللہ خدا تعالےٰ بہت بڑا صاحب تدبیر و حکمت ہے وہ تمہارے خیال اور گمان کے بموجب عملداری نہیں کرتا۔ نہ اُسے تمہاری نکتہ چینیوں کی پروا ہے بلکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو مناسب سمجھتا ہے حکم دیتا ہے اور اُسکا ہر فعل قابلِ تعریف ہے۔ اُس نے اپنے نبیؐ کو اس لیے مبعوث کیا ہے کہ لوگوں کو اُنکے دین کی تعلیم دے اور اُنکو اُنکے پروردگار کی طرف بلائے۔ اور رات اور دن کی کل ساعتوں میں اپنی ذات کو اسی کام کے لیے وقف رکھے اگر اُسکا کوئی بڑا سا محل اور قلعہ ہوتا جسکے اندر وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتا اور لونڈی غلام نوکر چاکر اُسکی خدمت میں اور پہرے پر ہوتے تو بتاؤ رسالت بیکار ہوتی یا نہیں۔ اور بہتا ملاز ہدایت کشائی میں پڑ جاتے یا نہیں۔ کیا تم بادشاہان دنیا کو نہیں دیکھتے کہ جب وہ پردہ میں بیٹھے ہوتے ہیں تو کیسی کیسی برائیاں پھیلتی رہتی ہیں جنکی اُنکو خاک بھی خبر نہیں ہوتی۔ اے عبداللہ! اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنی رسالت پر مبعوث فرمایا۔ ایسی حالت میں کہ میرے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ تاکہ تم اُسکی قوت و قدرت کو پہچان لو اور یہ بھی سمجھ لو کہ وہ اپنے رسولؐ کی اس طرح سے مدد کر رہا ہے کہ تم اُسے قتل نہیں کر سکتے۔ اور نہ اُس کو کارِ رسالت سے باز رکھ سکتے ہو۔ اس میں اُسکی قدرت کا اور تمہارے عاجز ہونے کا زیادہ کُھلا ثبوت ہے اور آگے چلکر وہ مجھے تمہارے اوپر ایسی فتح دیگا کہ میں اپنے اختیار سے تم کو باسانی قتل بھی کرونگا اور قید بھی۔ پھر مجھے تمہارے شہروں پر بھی مظفر و منصور فرمائیگا اور میرے ساتھ ایمان لانیوالوں کو بھی تم پر اور تمہارے دین سے موافقت رکھنے والوں پر غالب فرمادیگا کہ تم کو اُن شہروں سے نکال باہر کرینگے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اب رہا تیرا یہ قول کہ اگر تم نبی ہوتے تو تمہاری اردلی میں کوئی فرشتہ ہوتا جو تمہاری تصدیق کرتا اور ہم بھی اُسکو دیکھتے بلکہ اُسے یہ منظور ہوتا کہ ہمارے پاس کسی نبی کو بھیجے تو کسی فرشتہ ہی کو ہمارے پاس

کیوں نہ بھیجدیتا ہم جیسے ایک آدمی کو کیوں بھیجا۔ تو فرشتہ کو تو تمہارے ظاہری حواس محسوس ہی نہیں کر سکتے اس لیے کہ وہ قسم ہوا سے ہے دیکھنے کی چیز نہیں ہے۔ اور اگر تم اس طرح سے دیکھ سکتے کہ تمہاری بصارت کی قوت بڑھادی جاتی تو تم یہ کہتے کہ یہ تو فرشتہ نہیں ہے۔ یہ تو بشر ہے اس لیے کہ وہ بھی تمہارے لیے بشرہی کی صورت میں ظاہر ہوتا۔ تاکہ تمکو اس سے الفت ہوتی کہ تم اُسکی بات سمجھ سکو اور اُسکے مطلب اور مراد کو پالو۔ پھر تم اُس کے فرشتہ ہونے کو کیونکر سچ سمجھتے اور یہ کیونکر جانتے کہ جو کچھ وہ کہتا ہی وہ برحق ہے۔ اِس لیے خدا تعالےٰ نے بشرہی کو رسول بناکر بھیجا اور اُسکے ہاتھوں پہ ایسے معجزے ظاہر کیے جو بشر کے اختیارات سے باہر ہیں اور تمہارے دل اس بات کو جانے ہوئے ہیں۔ پس اُن معجزات کو دیکھکر چونکہ تم نے اپنے آپ کو عاجز سمجھ لیا اسی سے ثابت ہوگیا کہ وہ معجزہ ہیں۔ اور اُس بشر کی سچائی پہ خدا کی طرف سے شہادت۔ اب اگر فرشتہ ظاہر ہوا ہوتا اور اُس کے ہاتھ سے ایسی چیزیں ظاہر ہوتیں جن سے بشر عاجز ہے تو تم اُسے معجزہ نہ سمجھتے اس لیے کہ اُس سے تم یہ کیونکر سمجھتے کہ جو کچھ اُسنے کیا ہے اُس سے اُس کے ہم جنس فرشتے عاجز ہیں اور اپنی طبائع اور اختیار سے ایسا نہیں کر سکتے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ پرندے اُڑتے ہیں تو یہ اُنکا کوئی معجزہ نہیں ہے اِس لیے کہ اُڑنیکا فعل اُنکے ہم جنس اور پرندوں سے بھی ہو سکتا ہے اور اگر کوئی آدمی پرندوں کی طرح اُڑے تو یہ ضرور اُسکا معجزہ ہوگا۔ پس خدا تعالےٰ نے تو معاملہ کو تمہارے لیے آسان کیا ہے اور اپنا رسول تم ہی جیسے آدمی کو قرار دیا ہے تاکہ تم پر اُسکی حجت قائم ہو جاوے اور تم اعتراض کرکے ایسا سخت معاملہ پیش کرتے ہو جس میں کوئی حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ جو تو نے کہا کہ تم جادو کے مارے ہوئے ہو۔ تو میں ایسا کیونکر ہو سکتا ہوں حالانکہ تم سب اچھی طرح جانتے ہو کہ میری عقل اور قوتِ تمیز تم سب سے بالاتر ہے۔ جس وقت سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اُسوقت سے لیکر چالیس برس کے سن تک آیا تمنے مجھ میں کوئی لغو بات۔ کوئی بیہودہ کام۔ کوئی جھوٹ کوئی خیانت۔ کوئی قول کی غلطی۔ کوئی رائے کی خامی تجربہ سے پائی ہے (ہرگز نہیں پائی) تو کیا تم گمان کر سکتے ہو کہ کوئی شخص اتنی مدت تک خطا اور لغزش سے اپنی ہی ذاتی قوت سے محفوظ رہ سکتا ہے یا اُس کے لیے منجانب اللہ عصمت درکار ہے اسی لیے تو خدا تعالےٰ فرماتا ہے اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا (دیکھو صفحہ ۴۷۵ سطر ۱۰) مطلب یہ ہے کہ اپنے جھوٹے دعووں کے ثابت

کرنیکے لیے تمہارے برخلاف کوئی حجّت قائم کرنیکی راہ نہیں پاتے ۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا
کہ اب رہا تمہارا یہ قول کہ یہ قرآنِ مجید ان دونوں بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ
نازل کیا گیا یعنی مکّہ کے ولید ابن مغیرہ پر یا طائف کے عُروہ ابن مسعود ثقفی پر تو خدا تعالےٰ
کی نظر میں مالِ دنیا کی عزّت و عظمت ایسی نہیں ہے جیسی کہ تمہاری نظر میں اگر خدا کے
نزدیک ساری دنیا کی قدر و قیمت ایک پرِ پشہ کے برابر بھی ہوتی تو اپنے مخالف کافر کو
ایک گھونٹ پانی بھی نہ پینے دیتا اور خدا کے عطیّات ہمارے ہاتھ نہیں ہیں بلکہ وہ جسکو
کا تقسیم کرنیوالا خود ہے اور اپنے لونڈی غلاموں میں جو چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے
عملدرآمد خود فرماتا ہے ۔ اُسکو کسی سے اس قسم کا خوف و اندیشہ نہیں ہے جس طرح سے تم
کسی سے اُس کے مال کے سبب سے ڈرتے ہو یا کسی سے اُس کے حال کے سبب سے
اسی سبب سے تم اُس کو نبی بنانا چاہتے ہو ۔ خدا تعالےٰ کو نہ کسی کے مال کے سبب سے کوئی
لالچ ہے نہ حال کے سبب سے جیسا کہ تم کو طمع دامنگیر ہے کہ وہ اُس کو اُس لالچ کے سبب سے
نبوّت کی عزّت بخشدے ۔ نہ اُسکو کسی سے خواہشِ نفسانی کی کوئی محبّت ہے جیسا کہ تم کو
محبّت ہوتی ہے کہ اُسکی وجہ سے تم غیر مستحق کو مقدّم کر دیتے ہو ۔ اُسکا تو کُل معاملہ عدل پر
مبنی ہے ۔ پس وہ دین کے افضل رتبہ پر اُسی کو مامور فرماتا ہے جو اُس کی طاعت و عبادت
میں افضل رتبہ رکھتا ہو اور عزّت و جلال میں اُسی کو بڑھاتا ہے جو اُسکی خدمت میں اجلّ و
اکرم ہو اور اسی طرح مراتب دین میں اُس شخص کو سب سے آخر کر دیتا ہے جو اُسکی طاعت
و عبادت میں سب سے زیادہ سُست ہو ۔ اور جب اُسکی یہ صفت ہے تو نہ وہ مال کی
طرف نظر فرماتا ہے نہ حال کی طرف ۔ بلکہ یہ مال ہے تو اور یہ حال ہے تو سب اُسکی مہربانی
سے ہے اور خدا کے ذمّہ اُسکے کسی بندہ کی طرف سے کوئی امر لازم نہیں ہو سکتا ۔ پس
اُس سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ تو نے فلاں بندہ کو مال عطا فرمایا ہے تو یہ بھی لازم ہے
کہ اب اُسے نبوّت بھی عطا فرما دے ۔ کیونکہ نہ کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ اُسکے خلاف منشاء
اُس پر جبر کر سکے نہ یہی لازم ہے کہ ایک مہربانی فرمائی ہے تو دوسری مہربانی بھی ضرور کرے ۔
کیوں عبد اللہ ! کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ ایک شخص کو تو کیسا مالدار بنایا ہے اور اُس کے
ساتھ ہی بدصورت اور دوسرے شخص کو کیسا خوبصورت بنایا ہے اور اُسکے ساتھ ہی
فقیر ۔ اور ایک شخص کو کسطرح شرف بخشا ہے اور ساتھ ہی فقیر کیا ہے اور ایک شخص کو کیسی
دولت بخشی ہے اور ساتھ ہی اُسکے کمینہ بنایا ہے ۔ پھر نہ تو دولتمند کو یہ منصب ہے کہ وہ یہ
عوض کر سکے کہ میری دولت کے ساتھ فلاں شخص کی خوبصورتی کیوں نہ عطا کیگئی ۔ نہ خوبصورت

کی یہ مجال ہے کہ وہ یہ عرض کرے کہ میرے حسن کے ساتھ فلاں کی دولت مجھے کیوں نہ دی گئی۔ نہ شریف کی یہ قدرت کہ وہ یہ عرض کرسکے کہ میری شرافت کے ساتھ فلاں کی دولت کیوں نہ عطا ہوئی اور نہ کمین کی یہ حیثیت کہ وہ یہ عرض کرے کہ میری دولت کے ساتھ فلاں شخص کی شرافت کیوں نہ بخشی گئی بلکہ اختیار بالکل خدا کو ہے وہ جو چاہے کرے اور جس طرح چاہے نعمتیں تقسیم فرمائے۔ اُسکے کُل افعال حکمت کے مطابق ہیں اور اُسکے اعمال میں کوئی گرفت نہیں ہوسکتی اسی لیے اُس نے تم لوگوں کے سوال و جواب میں لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ (دیکھو صفحہ ۴۸۷ سطر ۵) ارشاد فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ط نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دیکھو صفحہ ۴۸۷ سطر ۶) مطلب یہ ہے کہ ہم نے ایک کو دوسرے کا محتاج بنا دیا ہے مثلاً اُسکو تو اِسکے مال کی احتیاج ہے اور اِسے اُسکی چیز کی یا اُسکی خدمت کی۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ بڑے سے بڑا بادشاہ اور بڑے سے بڑا دولتمند بعض چیزوں میں غریب سے غریب کا محتاج ہوتا ہے یا تو کسی چیز کا جو اُس کے پاس نہیں ہوتی یا کسی فن کا جو وہ نہیں جانتا یا خدمت کا جس سے اُسکی آسائش کی چیزیں مہیا ہوتی ہیں جس سے وہ مستغنی ہی نہیں ہوسکتا یا انواع علوم و فنون کا جن کی اُسے احتیاج ہوتی ہے کہ وہ غریب سے فائدہ اُٹھائے پس جسطرح یہ غریب اُس بادشاہ یا دولتمند کے مال کا محتاج ہے اُسی طرح یہ بادشاہ اُس غریب کے علم کا یا اُسکی رائے کا یا اُسکی معرفت کا محتاج ہوتا ہی۔ اب اس بادشاہ کو یہ منزلت حاصل نہیں کہ وہ یہ عرض کرسکے کہ میرے مال کے باوجود مجھے اِس غریب کا علم بھی کیوں نہ دیدیا گیا۔ نہ اُس غریب کے لیے موزوں ہے کہ وہ یہ کہہ سکے کہ جیسی مجھے رائے عطا کیگئی ہے۔ علم دیا گیا ہے اور فنونِ حکمت میں دسترس حاصل ہے ایسے ہی مجھے اِس بادشاہ کا یا دولتمند کا مال بھی کیوں نہ دیدیا گیا۔ پھر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے عبد اللہ! یہ جو تونے کہا ہے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا الخ تو اِس میں تونے تمام عالموں کے پروردگار کے رسول پر ایسی چیزوں کی نکتہ چینی کی ہے کہ ان میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ اگر محمدؐ انکا اظہار بھی کردے تو وہ نبوت کی دلیل ہی نہیں ہوسکتیں اور رسول اللہ کی شان اِس سے ارفع واعلیٰ ہے کہ جاہلوں کے جہل سے فائدہ اُٹھا کر اُن پر ایسی بات سے حجت قائم کرے جو فی الحقیقت کوئی حجت ہی نہو اور ان میں سے بعض باتیں ایسی بھی ہیں کہ اگر رسول

اُنکو ظاہر کردی تو اُنکے ساتھ تیری ہلاکت بھی یقینی ہے حالانکہ رسول کا کام یہ ہے کہ ایسی دلیلیں اور ایسی حجتیں پیش کرے جن سے اللہ کے بندوں پر ایمان لانا لازم ہو جائے "تاکہ وہ ہلاکت ابدی سے محفوظ رہیں حالانکہ ای عبد اللہ! تو ذاتی ہلاکت اپنی نادانی سے خود چاہتی حالانکہ تمام عالمونکا پروردگار اپنے بندوں پر بہت زیادہ رحیم ہے اور اُنکی مصلحتوں سے بہت زیادہ واقف ہے وہ یہ نہیں چاہتا کہ اُن کے اعتراضوں کے سبب اُنکو ہلاک کردے اور اُنمیں سے بعض باتیں ایسی بھی ہیں کہ وہ محال ہیں نہ اُنکا ہونا صحیح ہے نہ جائز اور پروردگار عالم کا رسول اُنکو خوب پہچانتا ہے وہ تیرے تمام عذر قطع کردیگا اور مخالفت کی راہیں تجھپر بند کردیگا اور تجھے اس بات پر مجبور کردیگا کہ تو اللہ کی حجتوں کی تصدیق کرے تیرے لیے کوئی گریز کا موقعہ اور بھاگنے کی جگہ نہ ہیگی اور اُنمیں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جنکی بابت تجھے اقرار کرنا پڑیگا کہ تو اُن باتوں میں سرکش کینہ توز ہے نہ کسی حجت کو قبول کرتا ہے نہ کسی دلیل کو کان لگا کر سنتا ہے پس جو شخص ایسا ہو اُسکا علاج یہی ہے کہ آسمان سے اُسپر عذاب نازل ہو یا جہنم میں اللہ تعالےٰ اُسکو پہنچادے یا اپنے دوستوں کی تلواروں سے اُسکو سزا دے۔ ہاں اے عبد اللہ! یہ جو تو نے کہا کہ ہم تو آپ پر ایمان لائینگے نہیں جبتک کہ آپ اسی مکہ میں زمین سے ایک چشمہ جاری نہ کردیں اس لیے کہ اُسکی زمین پتھریلی چٹانوں والی اور پہاڑی ہے اس زمین کو آپ کاٹیں اور کھودیں اور چشمے بہائیں اس لیے کہ ہم کو اُن کی ضرورت ہے پس تیرا یہ سوال کرنا اس بنا پر ہے کہ تو خدائی دلیلوں کو جانتا ہی نہیں۔ بھلا خیال تو کر کہ اگر میں ایسا کردوں تو کیا اس کے سبب سے میں نبی ہو جاؤنگا۔ کیا تو اس باب میں غور نہیں کرتا کہ طائف میں تیرے باغات موجود ہیں کیا وہاں ایسی پتھریلی اور خراب زمینیں نہیں ہیں۔ جن کو تو نے درست کیا اور نرم کیا اور اُنکو کھود کھاد کر چشمے جاری کیے ہیں اور وہ چشمے تو نے ہی پہاڑوں میں سے نکالے ہیں۔

عبد اللہ ابن ابی امیہ مخزومی۔ جی ہاں ضرور ہے۔

جناب رسول خدا۔ اور جیسا تو نے کیا ہے ایسے ہی طائف میں اور لوگوں نے بھی چشمے بہائے اور باغ لگائے ہیں۔

عبد اللہ بن ابی امیہ مخزومی۔ جی ہاں لگائے ہیں۔

جناب رسول خدا۔ تو کیا ان چشموں کے بہانے سے اور ان باغوں کے لگانے سے تو اور وہ نبی بنگئے؟

عبد اللہ ابن ابی امیہ۔ جی نہیں تو۔

جناب رسولِ خدا۔ پس اسی طرح اگر محمدؐ بھی مکہ میں چشمے ظاہر کردے اور باغ لگا دے تو یہ اُسکی نبوت کی دلیل نہیں ہوسکتی بلکہ یہ تو ایسی بات ہوگی جیسے تو یہ کہدے کہ ہم تو ایمان لائینگے نہیں جب تک کہ آپ کھڑے ہوکر زمین پر نہ چلیں یا جب تک کہ آپ کھانا نہ کھائیں جیسے کہ اور لوگ کھاتے ہیں۔ اب رہا تیرا یہ قول کہ "اَنْ تَکُوْنَ لَکَ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ" (دیکھو صفحہ ۲۶۴ سطر ۹) کہ آپ خود بھی اُس میں سے کھائیں اور ہمیں بھی کھلائیں فَتُفَجِّرَ الْاَنْھٰرَ خِلٰلَھَا تَفْجِیْرًا۔ تو آیا طائف میں خود تیرے اور تیرے یاروں کے کھجوروں کے اور انگوروں کے باغ ہیں یا نہیں جنمیں سے تم خود بھی کھاتے ہو اور اوروں کو بھی کھلاتے ہو اور اُنکے اندر اندر تم نے ندیاں بھی بہا رکھی ہیں تو آیا اُنکے سبب سے تم نبی ہوگئے؟

عبد اللہ ابن ابی امیہ مخزومی۔ جی نہیں تو۔

جناب رسولِ خدا۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ تم اللہ کے رسول پر نکتہ چینی کرنے میں ایسی باتیں پیش کرتے ہو کہ اگر تمہاری نکتہ چینی کے بموجب وہ باتیں ہوجائیں تو اللہ کے رسول کی سچائی پر دلالت نہ کریں بلکہ اگر وہ ایسا کرے تو اُسکا ایسا کرنا اُسکے کذب پر دلالت کرے اس لیے کہ ان باتوں سے تو کوئی حجت نہیں قائم ہوتی۔ بلکہ کمزور عقل والوں کو دھوکا دیکر اُنکو اُن کے دین سے اور عقل سے ہٹایا جاسکتا ہے اور پروردگار کے رسول کی شان ایسا کرنے سے اجل و ارفع ہے۔ پھر جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ اے عبد اللہ! رہا تیرا یہ قول "اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ کَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا کِسَفًا" (دیکھو صفحہ ۲۶۴ سطر ۱۰) اور اسکی تائید میں تو نے خدا تعالے کا یہ قول بھی بیان کیا "وَاِنْ یَّرَوْا کِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا یَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْکُوْمٌ" (صفحہ ۲۶۵ سطر ۱۰) تو آسمان کے تم پر گرنے میں تو تمہاری ہلاکت اور تمہاری موت (یقینی) ہے اور اللہ کے رسول سے تم ایسا چاہتے ہو کہ وہ تمکو ہلاک کردے حالانکہ تمام عالموں کے پروردگار کا رسول تو تم پر خود تم سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے۔ وہ تمہاری ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ وہ تو تم پر اللہ کی حجتیں قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور اللہ کی حجتیں کچھ اُس کے نبی کے لیے بندوں کے اعتراضات اور نکتہ چینیوں کے موافق نہیں ہوتیں اس لیے کہ بندے تو یہ بالکل نہیں جانتے کہ خوبی کس میں ہے اور خرابی کس میں ہے اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ خوبی کے لیے کیا کیا امور موزوں ہیں اور کیا کیا ناموزوں ہیں اسی وجہ سے انکی نکتہ چینیاں

مختلف اور اُنکے اعتراضات ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں یہانتک کہ اُنکا واقع ہونا ہی محال ہو جاتا ہے۔ اگر بندوں کے اعتراضات کی طرف توجہ کیجائے تو جیسے تیرا یہ اعتراض ہے کہ آسمان تم پر کیوں نہیں گرتا ممکن ہے کہ دوسرا تمہارا بھائی یہ اعتراض کرے کہ آسمان تو تم پر نہ گرے بلکہ زمین آسمان تک اُٹھائی جائے اور آسمان پر جا گرے تو ایک دوسرے کی ضد اور ایک دوسرے کی مخالفت ہوئی اور ایسا ہونا محال ہے اس لیئے کہ خدا تعالےٰ اپنی تدبیریں ایسے انداز پر نہیں چلاتا کہ جس سے محال لازم آئے۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ اے عبد اللہ! کبھی تو نے یہ بھی دیکھا ہے کہ کوئی طبیب بیماروں کی نکتہ چینیوں اور اُنکے اعتراضات کے بموجب اُنکے علاج کرتا ہو بلکہ طبیب تو اُسکے بموجب عمل کریگا جس میں وہ بیمار کی بہتری سمجھے خواہ بیمار کو وہ بات پسند ہو یا ناپسند۔ پس تم لوگ مریض اور خدا تعالےٰ تمہارا طبیب ہے۔ اب اگر تم اُسکے علاج کو مانوگے تو وہ تم کو شفا بخشیگا اور اگر تم سرکشی کروگے تو وہ تم کو تمہاری بیماری کی حالت میں چھوڑ دیگا۔ اور اے عبد اللہ! کبھی تو نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ایک شخص نے کسی شخص کے برخلاف اپنے حق کا دعوےٰ کیا ہو تو حکام میں سے کسی حاکم نے مدعی کو اسپر مجبور کیا ہو کہ مدعا علیہ کی نکتہ چینیوں کی بموجب اپنا ثبوت دے کیونکہ اگر ایسی صورت ہو تو نہ کسی کا دعوےٰ کسی کے برخلاف ثابت ہو سکے اور نہ کسی کا حق کسی کے ذمہ نکلے۔ اور نہ ظالم و مظلوم کے مابین کوئی فرق ثابت ہوا اور نہ سچے اور جھوٹے کے درمیان کوئی تمیز ہو سکے۔ پھر فرمایا کہ اے عبد اللہ! اب رہا تیرا یہ قول اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ قَبِیْلًا ۙ (صفحہ ۴۶۴ سطر ۱۱) مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارے مقابل ہوں اور ہم اُنکو اپنی آنکھوں سے دیکھیں تو یہ سوال ایسا محال ہے کہ اسکا محال ہونا کسی سے چھپا نہیں۔ بیشک میرا پروردگار بزرگ و برتر مخلوق کی مانند نہیں ہے جو کہیں آئے اور جائے اور حرکت کرے اور کسی چیز کے سامنے ہو کہ کہیں لایا جاسکے۔ یہ تو تم نے محال کا سوال کیا اور جو کچھ تم نے چاہا یہ تو تمہارے بتوں کی حالت ہے۔ جو کمزور ہیں اور ناقص۔ نہ سُنتے ہیں۔ نہ دیکھتے ہیں۔ نہ کچھ جانتے ہیں۔ نہ تمہارے یا کسی اور کے کچھ کام آسکتے ہیں۔ کیوں عبد اللہ! کیا طائف میں تیری زمین اور تیرے باغات نہیں ہیں اور کیا مکہ میں تیری جائداد نہیں ہے اور تیرے کارندے وہاں نہیں رہتے؟

عبد اللہ ابن ابی امیہ مخزومی۔ جی کیوں نہیں! کارندے بھی رہتے ہیں۔

جنابِ رسولِ خدا۔ تو کیا تو اُن سب کی نگرانی اور لین دین اپنی ذات ہی سے کرتا ہے یا تیرے اور تیرے کاشتکاروں اور اجارہ داروں کے باہمی معاملات کارندوں اور مختاروں کے ذریعے سے طے ہوتے ہیں۔

عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی۔ جی کارندوں اور مختاروں ہی کے ذریعے سے طے ہوتے ہیں۔

جنابِ رسولِ خدا۔ آیا تیری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ اگر تیرے کاشتکار اور تیرے اجارہ دار اور تیرے غلام تیرے کارندوں اور مختاروں سے یہ کہدیں کہ ہم تو تمہاری مختاری اور کارندہ گری کو سچا نہیں سمجھتے جب تک کہ تم عبداللہ ابن ابی امیہ کو ہمارے سامنے نہ لاؤ کہ ہم خود اُسکو دیکھیں اور جو کچھ تم کہتے ہو ہم خود اُس کی زبان سے سُنیں تو آیا تجھے اُن کا یہ کہنا گوارا ہوگا اور آیا تو اُن کے لیے اس بات کو جائز رکھیگا؟

عبداللہ بن ابی امیہ۔ ہرگز نہیں۔

جنابِ رسولِ خدا۔ تو بھلا ایسے موقع پر تیرے مختاروں اور کارندوں کے ذمہ کیا بات لازم ہے۔ یہی نا کہ تیری طرف سے اُنکے سامنے کوئی صحیح نشانی پیش کریں جو اُنکی سچائی پر دلالت کرتی ہو؟

عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی۔ بیشک یہی ہے۔

جنابِ رسولِ خدا۔ کیوں عبداللہ! کیا تیرے مختار کے لیے جب وہ تیری رعایا سے اس قسم کی باتیں سُنیں یہ زیبا ہے کہ وہ تیرے پاس پلٹ کر آئے اور تجھ سے یہ کہے کہ اُٹھکر سیدھا میرے ساتھ چل اس لیے کہ تیری رعایا نے تیرے نہ آنے پر اعتراض کیا ہے تو آیا اُسکا ایسا کہنا تیری طبیعت کے مخالف نہوگا اور تو اُس سے یہ نہ کہیگا کہ تو میرا مختار ہے نہ مشیر کار اور نہ تو مجھپر حکم چلانیوالا ہے (کہ اس طرح کی باتیں بناتا اور حکم چلاتا ہے)۔

عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی۔ جی ہاں ضرور ایسا ہی کہونگا۔

جنابِ رسولِ خدا۔ پھر تو پروردگارِ عالم کے رسولؐ کے برخلاف ویسے ہی اعتراضات کیوں پیش کرتا ہے جو اپنے اجارہ داروں اور کاشتکاروں کے لیے جائز نہیں رکھتا کہ وہ تیرے کارندہ اور مختار کے مقابل پیش کریں۔ تو نے پروردگارِ عالم کے رسولؐ سے یہ کیسے چاہا کہ وہ اپنے پروردگار کی اس طرح اہانت کرے کہ اُسکے اوپر حکم چلائے یا اسی قسم کی اُس کو ممانعت کرے حالانکہ تو اپنے کارندوں اور مختاروں کے لیے ایسی بات خود اپنے بارے میں جائز نہیں سمجھتا۔ اب جو کچھ تو نے نکتہ چینیاں کیں اور

ایمان نہ لانیکی وجوہ بیان کیں اُن سب کے باطل کرنیکے لیے یہ قطعی حجتیں ہیں اور اے عبد اللہ! اب رہا تیرا یہ قول "اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ" (صفحہ ۴۶۵ سطر ا) زخرف سے مراد ہے سونا تو آیا تجھے یہ اطلاع نہیں ملی کہ عزیز مصر کے کتنے مکان سونے کے ہیں ؟

عبد اللہ ابن ابی امیہ مخزومی - جی ہاں ملی ہے۔

جناب رسولؐ خدا - تو آیا اُن سونے کے مکانوں کے سبب سے وہ نبی ہو گیا ؟

عبد اللہ ابن ابی امیہ مخزومی - جی نبی تو نہیں ہوا۔

جناب رسولؐ خدا - تو اسی طرح محمدؐ کے لیے بھی سونے کے مکان کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور محمدؐ خدائی دلیلوں کے ہوتے تیری جہالت سے کوئی فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتے۔ اور اے عبد اللہ! اب رہا تیرا یہ قول "اَوْ تَرْقٰى فِى السَّمَآءِ" اور پھر تونے یہ یہ کہا "وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ" (صفحہ ۴۶۵ سطر ۲) تو اے عبد اللہ! آسمان کی طرف چڑھنا اُس سے اُترنے کی نسبت زیادہ دشوار ہے اور تو خود اسکا مقر ہو چکا کہ چڑھنے پر تو ایمان لائیگا نہیں تو ایسا ہی اُترانے کی نسبت سمجھنا چاہیے۔ پھر جو تونے یہ کہا "حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ" اور اس کے بعد یہ کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اس پر بھی میں آپ پر ایمان لاؤنگا یا نہ لاؤنگا تو اس سے اے عبد اللہ تونے کھلم کھلا اقرار کیا کہ تجھپر اللہ کی حجت قائم ہو جائے تو بھی تو عناد پر تنا رہیگا تو تیرا کوئی علاج اس کے سوا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء میں سے خواہ وہ بشر سے ہو یا فرشتگان عذاب سے کسی نہ کسی کے ہاتھوں تجھے سزا دلوائے اور مجھپر تو اُس نے تیرے تمام اعتراضات کو باطل کرنیکے لیے ایک جامع بات نازل فرما دی چنانچہ مجھسے ارشاد فرمایا کہ اے رسولؐ تم یہ کہدو "سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا" (صفحہ ۴۶۵ سطر ۲) میرے پروردگار کی شان اس سے کہیں زیادہ عظیم و رفیع ہے کہ جاہلوں کے جائز اور ناجائز اعتراضات کے بموجب کسی بات کا صدور فرمائے۔ اور میں تو ایک آدمی ہوں کہ جسکو اُسنے رسول بنا کر بھیجا۔ میرے ذمہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ جو حجتیں اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہیں وہ میں اُس کے بندوں پر قائم کر دوں۔ میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اپنے پروردگار پر کوئی حکم چلاؤں۔ نہ یہ کہ میں کسی بات سے اُسے منع کروں اور نہ یہ کہ میں اُسکو مشورہ دوں۔ ورنہ میں بھی اُسی ایلچی کی مانند سمجھا جاؤنگا

جسکو کسی بادشاہ نے اپنی ایک مخالف قوم کے پاس بھیجا تھا اور وہ اُن کے پاس سے پلٹ کر اپنے بادشاہ کے پاس آیا تو اُس پر یہ حکم چلاتا ہوا آیا کہ اُن لوگوں کے جو کچھ اعتراض ہیں آپ اُس کے بموجب کیوں نہیں کرتے (اور ایسا حکم چلانیکے عوض میں بادشاہ نے اُسکی خوب گوشمالی کی تھی)

عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی کی یہ گفتگو ختم ہوئی تھی کہ ابوجہل ملعون نے دخل درمعقولات کے طور پر گفتگو شروع کر دی۔ اُس سے جو کچھ باتیں ہوئیں وہ بھی ذیل میں اسی پیرایہ میں درج کیجاتی ہیں۔

ابوجہل:۔ اے محمدؐ بات تو ایک ہی سی ہے کیا تم نے یہ گمان نہیں کیا کہ موسےٰ علیہ السلام کی قوم نے جب انسے یہ سوال کیا کہ آپ ہمیں خدا کو کھلم کھلا دکھلا دیں تو وہ لوگ اُسی وقت بجلی کے گرنے سے جل گئے۔ اگر آپ نبی ہوتے تو ہم بھی اُسی طرح کبھی کے جل گئے ہوتے اس لیے کہ ہم نے تو آپ سے اُس سے زیادہ سخت سوال کیا جیسا کہ موسےٰ علیہ السّلام کی قوم نے خود موسےٰ علیہ السلام سے کیا تھا اس لیے کہ اُنہوں نے تو اتنا ہی کہا تھا کہ آپ اللہ کو ہمیں کھلم کھلا دکھلا دیں (اور وہ موسےٰ علیہ السّلام پر ایمان رکھتے تھے) اور ہمنے تو یہ کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائینگے جب تک کہ آپ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے نہ لے آئیں کہ ہم اُنکو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

جناب رسولِ خدا:۔ اے ابوجہل! کیا تجھکو ابراہیمؑ خلیل اللہ کا قصہ معلوم نہیں جبکہ (آسمانوں زمین کے) سلطنتوں کے حجاب اُن کے لیے اُٹھا دیے گئے تھے اور یہ خدا تعالےٰ کے اس قول سے ثابت ہے "وَكَذَٰلِكَ نُرِيٓ إِبْرَٰهِيمَ مَلَكُوتَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ ٱلْمُوقِنِينَ ۝" (صفحہ ۲۱۷ سطر ۵) یہ اس طرح ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے اُنکی بصارت بھی قوی کر دی اور اُن کو آسمان کے نیچے ایک حد تک بلند کیا تاکہ ساری زمین پر نظر ڈالیں اور جو اُس میں کھُلے اور چھپے ہیں اُن سب کو دیکھیں۔ پس اُنکی نظر ایک مرد اور ایک عورت پر پڑی جو فحش میں مبتلا تھے۔ اُن دونوں کی ہلاکت کے لیے دعا کی۔ وہ دونوں ہلاک ہوگئے۔ پھر اور دو کو اسی طرح دیکھا۔ اُنکی ہلاکت کے لیے بھی دعا کی وہ بھی ہلاک ہوگئے۔ پھر اور دو کو ایسی ہی حالت میں دیکھا اُن کے لیے بھی بددعا کی وہ بھی ہلاک ہوگئے۔ پھر اور دو کو دیکھا اُنکے لیے بددعا کا قصد کیا ہی تھا کہ خدا تعالےٰ نے اُنکے لیے وحی فرمائی کہ اے ابراہیمؑ

بس کرو۔ میرے غلام اور لونڈیوں کے خلاف اپنی بد دعا کو روکو"۔ میں بڑا رحم کرنیوالا بڑا حکم چلانیوالا اور بڑا بُرد بار خدا ہوں۔ میرے بندوں کے گناہ مجھے اُسی طرح کوئی نقصان نہیں پہنچاتے جیسے کہ اُنکی اطاعت مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ میں اُنکا انتظام اس طرح نہیں کرتا کہ ہر دم بھڑکتا ہوا غصہ اُنہی پر اُتارا کروں جیسا کہ تم انتظام کر رہے ہو۔ بس اب تم میرے بندوں اور کنیزوں کے لیے بد دعا مت کرنا اس لیے کہ تم صرف ایک ڈرانیوالے بندے ہو نہ تم میری سلطنت میں میرے ساجھی ہو اور نہ مجھپر اور میرے بندوں پر نگراں ہو۔ اب رہے میرے بندے اُن سے میرا معاملہ تین طرح میں سے کسی ایک طرح پر ہوتا ہے یا تو وہ میری حضور میں توبہ کر لیتے ہیں تو میں اُنکی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور اُنکے گناہ بخشدیتا ہوں اور اُنکے عیوب پر پردہ ڈالدیتا ہوں یا (اگر توبہ نہیں کرتے تو) میں اپنا عذاب اُن سے روکے رکھتا ہوں۔ اس حکم کے سبب کہ اُن کے صلب سے مومن اولاد پیدا ہونیوالی ہے پس میں اُن نافرمان بآپوں کے ساتھ ملائمت کا برتاؤ کرتا ہوں اور ڈھیل دیتا ہوں اسطرح کہ عذاب کو اُن سے برطرف رکھتا ہوں کہ وہ مومن اُنکے صلب سے پیدا ہوچکے۔ پس جب وہ مؤمن اُن سے الگ ہوچکتا ہے تب میرا عذاب اُن پر نازل ہوتا ہے اور میری مصیبت اُنکو آگھیرتی ہے۔ اب اگر (یہ دونوں صورتیں نہوں یعنی) نہ یہ ہو نہ وہ تو تیسری صورت یہ ہے کہ (اُنکو ڈھیل اس لیے دیتا ہوں کہ) جو عذاب میں نے اُنکے لیے تیار کر رکھا ہے وہ اُس سے کہیں بڑا ہے جو تم اپنی بد دعا سے اُنکے لیے مہیا کرانا چاہتے ہو۔ اس لیے کہ میرا تیار کیا ہوا عذاب میری جلالت اور کبریائی کے موافق ہوگا۔ سوائے ابراہیمؑ تم میرے معاملہ میں اور میرے بندوں کے معاملہ میں دخل نہ دو اس لیے کہ میں اُن پر تمہاری بہ نسبت کہیں زیادہ مہربان ہوں تم میرے اور میرے بندوں کے معاملے کو یونہی رہنے دو اس لیے کہ میں بڑا حکم چلانیوالا بڑا بُرد بار۔ بڑا جاننے والا اور بڑا حکمت والا ہوں۔ میں اپنے معاملات کی تدبیر اپنے علم کے بموجب کرتا ہوں اور اپنی قضا و قدر کو اُن کے معاملات میں مناسب سمجھکر جاری کرتا ہوں۔ پھر جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ اے ابوجہل تجھسے جو خدا نے اِس عذاب کو دفع کیا ہے وہ اُس کے اِس حکم کی وجہ سے ہے کہ تیرے صلب سے تیرا ایک مسلمان بیٹا عکرمہ نام عنقریب پیدا ہوگا اور وہ مسلمانوں کے ایک حصّہ کا حاکم بھی ہوگا اور جب تک وہ مسلمانوں کی اطاعت کرتا رہیگا خدا تعالےٰ کے نزدیک اُسکا رتبہ

بھی بزرگ رہیگا۔ ورنہ عذاب تجھپر کبھی کا نازل ہوجاتا اور اسی طرح اور عذاب مانگنے والونپر
بھی اُسی وقت عذاب نازل ہوجاتا جبکہ اُنہوں نے عذاب کا سوال کیا تھا۔ اُن لوگوں
کے حق میں اسی لیے تاخیر کیگئی ہے کہ اُن میں سے بعض کی نسبت خدا کو علم ہے کہ
وہ عنقریب اُسکے رسول محمدؐ (مصطفےٰ) پر ایمان لے آئینگے اور اس ذریعے سے
سعادت حاصل کرینگے تو خدا تعالےٰ اُنکے سعادت کے سامان منقطع نہیں فرماتا
اور اس بارے میں اُن کے حق میں بخل نہیں برتتا۔ اور بعض ایسے ہیں کہ اُن سے
مومن اولاد پیدا ہونیوالی ہے۔ پس وہ باپ کو اس لیے مہلت دیتا ہے کہ اُس سے
سعید بیٹا پیدا ہوجائے۔ اگر ایسے ایسے امور مانع نہوتے تو اُن سب پر عذاب نازل
ہوچکا ہوتا۔ اور اے ابوجہل اب ذرا آسمان کی طرف تو نگاہ اُٹھاکر دیکھ! اب جو نظر
اُٹھاکر دیکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ آسمانوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور اُن میں سے
نکلتی ہوئی آگ اُن عذاب مانگنے والوں کے سرپر ہرایک کی سیدھ میں ہے۔ اور اتنی
قریب ہوگئی ہے کہ شانوں کے مابین اُسکی گرمی محسوس کر رہے ہیں۔ اب تو ابوجہل
اور اُن لوگوں کی بوٹی بوٹی کانپنے لگی۔ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ ہرگز نہ ڈرو اسلیے
کہ اللہ تعالےٰ اِس سے تم کو ہلاک نہ کریگا۔ یہ تو خدا تعالےٰ نے تمہاری عبرت کیلیے
ظاہر کی ہے۔ اب جو اُنہوں نے نظر ڈالی تو دیکھتے کیا ہیں کہ اُن لوگوں کی پشتوں
میں سے نور نکل نکل کے اُس آگ کا مقابلہ کرتا ہے اور اُس کو رفع دفع کردیتا ہے
یہانتک کہ آسمان میں جہاں سے وہ آئی تھی وہیں لوٹ جاتی ہے۔ آنحضرتؐ نے
فرمایا کہ بعض کے نور تو وہ ہیں جو اللہ کے علم میں ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد مجھپر ایمان
لے آئینگے اور بعض کی پاک اولاد کے نور ہیں جسے خدا چاہتا ہے کچھ عرصہ کے
بعد وہ اُن صلبوں سے پیدا ہونگے اور گو یہ لوگ خود ایمان نہ لائیں مگر وہ ایمان
لے آئینگے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ یہ آیتیں عبد اللہ ابن ابی امیہ کے بارے میں نازل
ہوئی ہیں۔ جو جناب ام المؤمنین امِ سلمہؓ کا بھائی تھا اور خدا تعالےٰ نے اُسکے
وہ اقوال نقل فرمائے ہیں جو اُس نے خاص مکہ معظمہ میں جناب رسولؐ خدا سے
کہے تھے۔ اور یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ بعد ہجرت جب جناب رسولؐ خدا
(مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوچکے اور) فتح مکہ کے ارادہ سے نکلے تو عبد اللہ بن ابی امیہ
آپ کے استقبال کو آیا اور آنحضرتؐ کو سلام کیا۔ آنحضرتؐ نے اُسکے سلام کا جواب ندیا

بلکہ اُسکی طرف سے مُنہ پھیر لیا اور اُس سے کوئی بات نہ کی۔ اُسکی بہن جناب ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی حضرتؐ کے ساتھ تھیں۔ یہ اُنکے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ اے خواہر آنحضرتؐ نے سب لوگوں کا اسلام تو قبول کیا مگر میرا اسلام رد کر دیا تو کیا میں اس قابل بھی نہیں ہوں کہ میرا اسلام مثل اور لوگوں کے قبول کر لیا جائے (اُمّ المؤمنینؓ نے فرمایا کہ میں حضرتؐ سے دریافت کیے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتی) جب آنحضرتؐ امّ سلمہؓ کے ہاں آئے تو اُنہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ قریش ہوں تو اور عرب ہوں تو حضور کے ذریعہ سے تو سب ہی لوگوں کو سعادت حاصل ہوئی۔ رہگیا تو ایک میرا (بدنصیب) بھائی کہ حضور نے جہاں اور لوگوں کا اسلام قبول کیا اُسکا اسلام رد فرما دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے اُمّ سلمہؓ! تمہارے بھائی نے میری ایسی تکذیب کی کہ کسی دوسرے نے میری ویسی تکذیب ہی نہیں کی۔ وہ وہی تو ہے جس نے مجھ سے یہ کہا تھا "لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۙ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۙ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۙ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ" (دیکھو صفحہ ۴۶۴ سطر ۸ تا صفحہ ۴۶۵ سطر ۲) حضرت امّ سلمہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوجائیں کیا آپ نے یہ نہیں ارشاد فرمایا تھا کہ اسلام پہلی سب باتوں کو محو کر دیتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ میں نے ضرور کہا تھا۔ (لیکن اس شخص کے بارے میں تم جیسی کی سفارش کی ضرورت تھی) پھر آنحضرتؐ نے اُسکا اسلام قبول فرما لیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۳ متعلق صفحہ ۴۶۹

جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اصحاب کہف ایک ظالم اور سرکش بادشاہ کے زمانہ میں تھے جو اپنی کل رعایا کو بتوں کے پوجنے پر مجبور کرتا تھا اور جو اُسکا کہنا نہ مانتا تھا اُسکو قتل کر دیتا تھا اور یہ لوگ مومن تھے کہ صرف خدائے عزّوجلّ کی پرستش کرتے تھے اور اُس بادشاہ نے شہر کے دروازہ پر کچھ آدمی مقرر کر دیے تھے کہ جو کسی کو شہر سے باہر نہ جانے دیتے تھے جبتک کہ بتوں کو سجدہ نہ کرلے۔ پس یہ لوگ شکار کے بہانے سے نکلے اور راستہ میں اُنکو ایک گڈریا ملا اُسے بھی اُنہوں نے اپنے طریق میں شامل کرنا چاہا وہ چرواہا تو نہ مانا مگر ایک کتا اُسکے

ساتھ تھا اُس نے اُنکی بات سُنی اور اُنکے ساتھ ہو گیا۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جنّت میں چوپایوں میں سے تین ہی جائینگے۔ ایک بلعم باعورا کا گدھا۔ دوسرا حضرت یوسف علیہ السّلام کا گدھا۔ تیسرے اصحاب کہف کا کُتّا۔ پس یہ اصحاب کہف شکار کے بہانے سے اُس ظالم بادشاہ کے قانون سے ڈر کر شہر سے نکل کر شام کے وقت ایک غار میں جا چھپے کُتّا بھی اُن کے ہمراہ تھا۔ پس خداوند عالم نے نیند اُن پر غالب کر دی جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَضَرَبْنَا عَلَىٰٓ اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ (دیکھو صفحہ ۹۶۴ سطر ۷) اور وہ اتنے عرصہ تک سوتے رہے کہ بادشاہ مع اپنی کُل رعایا کے ہلاک ہو گیا۔ وہ زمانہ ہی بدل گیا دوسرا زمانہ آ گیا۔ نئے آدمی پیدا ہو گئے۔ اُس وقت یہ لوگ بیدار ہوئے۔ آپس میں کہنے لگے بھلا ہم کتنی دیر سوئے ہونگے؟ کسی نے آفتاب بلند دیکھکر کہا ایک دن سوئے یا دن کا کچھ حصّہ۔ پھر اُن لوگوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا بھیس بدل کے بستی میں جاؤ اور اِس روپیہ کا کھانا لے آؤ۔ دیکھو خبردار کوئی تمکو پہچان نہ لے کہ اگر اُنہیں ہمارا حال معلوم ہو جائیگا اور ہم کو شناخت کر لینگے تو یا تو وہ لوگ ہم سب کو قتل کر ڈالینگے یا ہمکو بجبر اپنے دین میں داخل کر لینگے۔ پس ایک شخص بستی کی طرف گیا اُس نے دیکھا نہ تو ویسی بستی ہے جیسی چھوڑی تھی نہ وہاں کے باشندوں کی ویسی صورت ہے۔ نہ وہ لوگ اسے پہچانتے ہیں۔ نہ یہ اُنکو شناخت کر سکتا ہے۔ نہ وہ لوگ اس کی بولی سمجھتے ہیں نہ یہ اُنکی زبان سمجھتا ہے پس اُن لوگوں نے اس سے پوچھا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ اُس نے اپنا سارا قصّہ اُن لوگوں سے بیان کیا۔ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی۔ بادشاہ مع ارکین دولت اُس شخص کے ہمراہ غار پر آیا۔ بادشاہ کے ساتھی غار میں جھانکنے لگے۔ ایک نے کہا یہ تین آدمی ہیں چوتھا کُتّا ہے۔ دوسرا بولا تین نہیں بلکہ پانچ ہیں۔ چھٹا کُتّا ہے۔ تیسرے نے کہا سات ہیں۔ آٹھواں کُتّا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا چونکہ یہ لوگ مؤمن ہیں (غار کا دروازہ بند کر کے) اِس غار پر مسجد بنا دو کہ ہم یہاں زیارت کیا کرینگے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں "ہر سال میں دو دفعہ اُنکی کروٹ بدلی جاتی ہے۔ چھ مہینے وہ لوگ داہنی کروٹ پر سوتے ہیں اور چھ مہینے بائیں پر اور کُتّا غار کے دروازہ کی طرف ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے۔

تفسیر برہان میں مناقب ابن شہر آشوب سے بروایت ابن سالم منقول ہے وہ بیان کرتا ہے کہ میں بصرہ میں انس بن مالک صحابی رسولؐ خدا کی مجلس میں حاضر ہوا۔ وہ حدیثیں بیان کر رہا تھا مجمع میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر یہ دریافت کیا کہ اے صحابی رسولؐ اللہ! یہ حالت جو میں آپ کی دیکھتا ہوں کیوں ہے؟ اس لیے کہ میرے والد نے جناب رسولؐ خدا سے

سُنی ہوئی حدیث خود مجھ سے بیان کی آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ کسی مومن کو برص
وجذام کی بلا میں مبتلا ہی نہیں کرتا۔ ابنِ سالم کہتے ہیں کہ یہ سُنکر انسؓ بن مالک نے نیچے کو سر
جُھکا لیا اور اُس کی دونوں آنکھوں سے بیساختہ آنسو جاری ہوگئے پھر سر اُٹھا کر یہ کہا کہ بندۂ
صالح علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کی بد دعا مجھ میں اثر کر گئی۔ ابنِ سالم کہتے ہیں کہ چاروں طرف
سے لوگ اُٹھ اُٹھ کر اُس پر ہجوم کرکے آئے اور سب یہ کہتے تھے کہ ہاں اے انسؓ ہمیں اسکا
سبب سُنا دو۔ انسؓ یہ کہہ رہا تھا کہ مجھے اِس سے معاف کرو۔ لوگوں کا یہ اصرار ہوا کہ ہوتی
نہیں اب تو تم کو یہ قصّہ سنانا ہی پڑیگا۔ انسؓ نے کہا اچھا اچھا اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاؤ اور مجھ سے
پورا پورا واقعہ سُنلو۔ میرے اس مرض کا سبب علیؑ ابنِ ابیطالبؑ ہوئے ہیں۔ واقعہ یہ تھا
کہ جنابِ رسولِ خداؐ کی خدمت میں بلادِ مشرق کی طرف سے جسے ہندق کہتے ہیں فلاں
بستی کا ایک اونی فرش بطور ہدیہ کے لایا گیا۔ آنحضرتؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں ابوبکر۔
عمر۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ سعید۔ عبدالرحمن ابنِ عوف زہری کو بلا لاؤں۔ چنانچہ میں
ان سب کو بُلا لایا اور آنحضرتؐ کے ابنِ عم علیؑ ابنِ ابیطالب پہلے ہی سے آنحضرتؐ کے
پاس موجود تھے۔ پھر آنحضرتؐ نے اُن سب کو فرش پر بٹھایا پھر مجھ سے فرمایا کہ اے انسؓ
تو بھی (اُسپر) بیٹھ جا۔ تاکہ جو کچھ ان سب پر گزرے وہ واقعہ تو مجھ سے بیان کردے۔ پھر
ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ ہوا کو حکم دو کہ تمہیں اُٹھا لے۔ امام اوّل جنابِ علیؑ مرتضےٰ نے
ارشاد فرمایا کہ اے ہوا ہمیں اُٹھا لے۔ یہ فرمانا تھا کہ ہم سب ہوا پر تھے۔ جنابِ رسولِ خداؐ
نے فرمایا کہ جاؤ برکتِ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ جہاں تک خدا کو منظور تھا
ہم چلے گئے۔ پھر جنابِ امیرالمؤمنین نے فرمایا کہ اے ہوا ہمیں اُتار دے۔ یہ فرمانا تھا کہ
ہوا نے ہمیں اُتار دیا۔ جنابِ علیؑ مرتضےٰ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ بھلا کچھ جانتے ہو کہ تم
لوگ کہاں ہو؟ سب نے کہا کہ اللہ اور اُسکا رسولؐ اور علیؑ مرتضےٰ بہتر جانتے ہیں (بھلا
ہم کیا جانیں؟) فرمایا اصحاب الکہف والرقیم کا مقام یہی ہے جن کے بارے میں خداتعالےٰ
فرماتا ہے کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔

اے اصحابِ رسولؐ اب اُٹھو اور اُنکو سلام کرلو یہ سُنکر ابوبکر و عمر دونوں کود کود کر کھڑے
ہوئے اور بولے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَصْحَابَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ۔ انسؓ کا بیان ہے کہ
اُن دونوں کو کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ پھر طلحہ اور زبیر کھڑے ہوئے اور دونوں نے کہا
اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَصْحَابَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ۔ مگر اُن دونوں کو بھی کسی نے جواب
نہ دیا۔ انسؓ کہتا ہے کہ پھر میں اور عبدالرحمن ابنِ عوف اُٹھے اور میں نے بڑھکر کہا کہ

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ یَآ اَصۡحَابَ الۡکَهۡفِ وَالرَّقِیۡمِ۔ میں خادم رسولؐ اللہ اَنَسؓ اِبن مالک ہوں مگر مجھے بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ (قولِ مترجم۔ سعد وسعید ایسے بے سعادت تھے کہ اس روایت میں انس بن مالک اُنکے سلام کرنیکا ذکر بھول گیا یا اوروں کے سلام کا جواب نہ ملنے کے سبب وہ یونہی گھُنّے سادھ گئے) اَنَسؓ کہتا ہے کہ اس کے بعد ابوالائمہ جناب علیؑ مرتضٰے خود اُٹھے اور ارشاد فرمایا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ یَآ اَصۡحَابَ الۡکَهۡفِ وَالرَّقِیۡمِ الَّذِیۡنَ کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا (اے غار والو! اور اے کتبہ والو! جو ہماری نشانیوں میں سے عجیب ہو تم پر سلام خدا) اُنہوں نے فوراً جواب دیا وَعَلَیۡكَ السَّلَامُ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ یَا وَصِیَّ رَسُوۡلِ اللّٰهِ (اے وصیِ رسولِ خدا! آپ پر بھی خدا کا سلام ہو اور اُسکی رحمتیں اور برکتیں (نازل ہوں) حضرتؑ نے فرمایا کہ اے اصحاب کہف! تم نے جنابِ رسولؐ خدا کے صحابیوں کا جوابِ سلام کیوں نہ دیا؟ اُنہوں نے عرض کی کہ اے خلیفہٗ رسولؐ خدا! ہم وہ خاص مؤمن ہیں جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ نے ہماری توفیق وہدایت بہت زیادہ فرمادی۔ اب ہم کو اسکا حکم نہیں ہے کہ ہم سوائے نبی یا وصی نبیؐ کے کسی اور کے سلام کا جواب دیں۔ آپ خاتم النّبیین کے وصی اور خود سیّد الوصیّین ہیں (اس لیے آپ کے سلام کا جواب دیا یہ کس کھیت کا بتھوا اور کونسے باغ کی مولی ہیں کہ ہم اِنکے سلام کا بھی جواب دیتے) پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ کیوں اے اصحابِ رسولؐ تم نے سُن لیا۔ سب بولے کہ جی ہاں یا امیرؑ المومنین سُن لیا۔ فرمایا! اچھا تو اپنا اپنا ٹھکانا پکڑو اور اپنی اپنی جگہ سنبھل کر بیٹھ جاؤ۔ اَنَسؓ کا بیان ہے کہ ہم سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ پھر حضرتؑ نے حکم دیا کہ اے ہوا ہم کو اُٹھالے۔ چنانچہ ہم اُٹھالیے گئے (پھر حکم دیا کہ چل وہ چلی) اور جہانتک اللہ کو منظور ہوا لیے چلی تا آنکہ سورج ڈوب گیا۔ اُس وقت حضرتؑ نے حکم دیا کہ اے ہوا اب ہمیں اُتار دے (ہوا نے جو اُتارا تو) ہم دیکھتے کیا ہیں کہ ہم ایسی زمین میں ہیں جو رنگت میں تو زعفران سی ہے اور اُس میں کوئی آبادی وغیرہ نہیں ہے۔ نباتات وہاں کی فقط سنّیا ناسی ہے اور رہا پانی بھی اُس زمین میں ندارد۔ اِس لیے ہم نے عرض کی یا امیرؑ المومنین نماز کا وقت تو آگیا اور یہاں پانی بھی میسّر نہیں جس سے ہم وضو کریں۔ تو حضرتؑ اُٹھے اور اُس زمین کے ایک موقعہ پر گئے اور پائے مبارک سے وہاں ایک ٹھوکر ماردی فوراً میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ فرمایا لو جو چاہتے تھے حاضر ہے اور اگر تم نے نہ مانگا ہوتا تو جبرئیلؑ امین خود ہمارے لیے جنّت کا پانی لاتے (قولِ مترجم۔ ایسے خوش نصیب ہوتے ہی کیوں ؟) اَنَسؓ کا بیان ہے کہ ہم نے وضو کیا اور نمازیں پڑھیں اور حضرتؑ تو اُس وقت تک نماز

پڑھتے رہے کہ آدھی رات بھی گزر گئی۔ اُس وقت ارشاد فرمایا کہ اپنا اپنا ٹھکانا پکڑو۔ اب صبح کی نماز پوری یا ادھوری تم لوگ جناب رسولِ خداؐ کے ساتھ جا پڑھو گے۔ پھر حکم دیا کہ اے ہوا ہمیں اُٹھا۔ اب جو دیکھا تو ہم ہوا میں تھے۔ پھر جسقدر خدا کو منظور ہوا ہم چلتے رہے۔ اب یکایک کیا دیکھتے ہیں کہ ہم جناب رسولِ خداؐ کی مسجد میں ہیں اور آنحضرتؐ نماز صبح کی ایک رکعت پڑھ چکے ہیں بس ایک رکعت تو ہمنے حضرتؐ کے ساتھ پڑھی اور ایک اپنی اپنی۔ پھر آنحضرتؐ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ اے اَنَس لے اب یہ واقعہ تو مجھ سے بیان کریگا یا میں تجھ سے بیان کروں؟ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! آپ کی زبانِ مبارک سے زیادہ شیریں معلوم ہوگا۔ اَنَس کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ نے ابتدا سے واقعہ شروع کیا اور انتہا تک اس طرح بیان کر گئے کہ گویا ہمارے ساتھ ہی ساتھ تھے۔ پھر فرمایا کہ اے اَنَس جس وقت میرا بھیّا تجھ سے یہی واقعہ بطور گواہی کے پوچھیگا تو آیا تو میرے بھائی علیؑ ابنِ ابیطالب کے حق میں گواہی دیگا؟ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ میں ضرور گواہی دونگا۔ اَنَس کا بیان ہے کہ جب آبو بکر خلیفہ بن بیٹھا تو جناب امیر علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے ایسے وقت میں کہ میں آبو بکر کے پاس بیٹھا تھا اور لوگ اُس کے اِرد گرد تھے۔ اُس وقت مجھ سے فرمایا کہ ای اَنَس! فضیلتِ بساط کی گواہی نہ دوگے اور اُس دن کی گواہی نہ دوگے جس دن چشمہ سے پانی نکلا تھا تو میں نے کہا کہ اے علیؑ میں تو بڑھاپے کی وجہ سے بھول گیا۔ اسپر حضرتؑ نے فرمایا کہ اے اَنَس بعد اِسکے کہ آنحضرتؐ تجھے وصیّت فرما چکے تھے اگر تو نے جان بوجھ کر اِس گواہی کو چھپایا ہے تو خدا تعالےٰ تیرے چہرے پر سپیدی پیدا کر دے اور تیرے اندرون میں آگ بھڑکا دے اور دیدے تیرے بیٹھ کر دے۔ پس میں اپنی جگہ سے نہیں اُٹھنے پایا کہ مبروص بھی ہوگیا اور اندھا بھی اور اب میں نہ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھ سکتا ہوں اور نہ کسی اور مہینے کے اس لیئے کہ جو کچھ میں کھاتا ہوں وہ میرے پیٹ میں ٹھہرتا ہی نہیں (بھسم ہوا چلا جاتا ہے۔ قصّہ تو یہ بیان کر دیا۔ اِس کے بعد) اَنَس اُسی حال میں رہا یہانتک کہ بصرہ ہی میں مر گیا۔

تفسیر برہان میں بروایتِ عبداللہ ابنِ عباس منقول ہے کہ جب عمر ابنِ خطاب خلافت کا مالک بن بیٹھا تو یہودیوں کے کچھ لوگ مع اپنے علماء کے اُس کے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ اے عمر! (جناب) محمدؐ (مصطفےٰ) کے بعد اُن کا ولی امر تو ہی ہے؟ کہنے لگا کہ ہاں میں ہی ہوں۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم تجھ سے کچھ باتیں پوچھنا چاہتے ہیں اگر وہ تو نے

ہمکو ٹھیک ٹھیک بتلا دیجئے تو ہم داخلِ اسلام ہو جائینگے اور یہ جان لینگے کہ دینِ اسلام برحق ہے اور محمدؐ سچے نبی تھے۔ اور اگر تو نے ہمیں وہ باتیں نہ بتلائیں تو ہم جان لینگے کہ دینِ اسلام جھوٹا ہے اور یہ کہ محمدؐ (مصطفےٰ) نبی نہ تھے۔ اسپر عمر نے کہا کہ جو تمہارا جی چاہے پوچھو۔ اُنھوں نے بہت سے مسئلے پوچھے (جن کا ذکر اصل حدیث میں موجود ہے مگر یہاں بنظرِ اختصار ہم نے اُن کا ذکر چھوڑ دیا) راوی کہتا ہے کہ مسئلے سُنکر خلیفہ جی نے اپنا سر جُھکا لیا۔ پھر جناب امیر المؤمنین علیؑ ابنِ ابیطالب کی طرف سر اُٹھاکر خلیفہ جی بولے کہ اے ابو الحسنؑ! جو مسئلے اس وقت دریافت کیے گئے ہیں میں تو اُنکا جواب سوائے آپکے اور کسی کے پاس دیکھتا نہیں۔ اگر انکا کوئی جواب ہے تو دیجیے (اسلام کی عزّت بچائیے اور اِن سے میرا پیچھا چُھڑائیے) جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے (اسلام پر رحم فرماکر) اُن یہودیوں سے ارشاد فرمایا کہ تم کو جو کچھ پوچھنا ہے وہ مجھ سے پوچھو۔ لیکن جواب دینے سے پہلے میری ایک شرط ہے وہ تم کو ماننی پڑیگی۔ اُنھوں نے دریافت کیا کہ بھلا وہ آپ کی شرط کیا ہے؟ فرمایا جب میں تم کو مطابق اُس کے خبر دیدوں جو تمہاری توریت میں درج ہے تو تم کو ہمارے دین میں داخل ہونا پڑیگا۔ اُنھوں نے عرض کی کہ ہاں یہ منظور! حضرتؑ نے فرمایا کہ اچھا اب تم مجھ سے ایک ایک بات کرکے پوچھتے جاؤ۔ چنانچہ وہ ایک ایک بات پوچھتے تھے اور حضرتؑ جواب دیتے جاتے تھے۔ (اُن سوالات و جوابات کو بھی بوجہ طوالت ہم نے یہاں درج نہیں کیا) ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ یہودیوں کے عالم تین تھے۔ ازانجملہ دو تو جھپٹ کر اُٹھے اور اُنہوں نے صاف کہا "نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"۔ مگر تیسرے نے ذرا تامّل کیا اور یہ عرض کی کہ یا علیؑ بات تو میرے دل میں وہی آئی تھی جو میرے ساتھیوں کے دل میں آئی۔ لیکن مجھے ایک بات اور پوچھنا باقی ہے۔ (وہ بتا دیجیے تو میں بھی اِسی طرح ایمان لے آؤنگا) پہلے زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہوئے ہیں جو تین سَو نو ۳۰۹ برس تک مُردہ رہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُن کو زندہ کیا۔ اب آپ مجھے بتلا دیجیے کہ اُنکا قصّہ کیا ہے؟ جناب امیر علیہ السّلام نے یہ سُنا تو اسطرح شروع فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ الخ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۴۶۸ سطر ۵ و ۶) اور جب حضرتؑ نے ارادہ کیا کہ سورۂ کہف کی تلاوت فرمائیں تو وہ یہودی بول اُٹھا کہ یہ سورہ تو ہمنے بہت دفعہ سُنا ہے اگر آپ کو اصل واقعہ سُنانا ہے تو اِن لوگوں کا پورا قصّہ سُنائیے۔ اُنکے نام بتائیے۔ اُنکی تعداد سے مطلع کیجیے۔ اُنکے کُتّے کا نام بتائیے۔ اُنکے غار کا نام فرمائیے۔ اُن کے مُلک کے نام سے

آگاہ کیجیے اور اُنکے شہر کا نام بتلا دیجیے ؟ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہر طرح کی قوّت و قدرت تو خدا ہی کو حاصل ہے مگر اے یہودی ! (تو بھی کیا یاد رکھیگا سُنلے)
میرے حبیب جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ ملکِ روم میں ایک شہر اُفسُوس نامی تھا جس کا بادشاہ بہت ہی نیک شخص تھا۔ اُس بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔ معاملۂ سلطنت درہم و برہم ہوگیا اور اراکین سلطنت میں پھوٹ پڑگئی۔ یہ معاملہ فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے گوش زد ہوا۔ جسکا نام دُقیوس تھا۔ وہ ایک لاکھ آدمی لیکر چڑھ دوڑا اور شہر اُفسُوس پر قبضہ کرلیا اور اُسی کو اپنا دار السلطنت بنایا۔ اور اُس میں ایک قلعہ ایسا تعمیر کیا جسکا طول و عرض تین میل سے تین میل تھا۔ پھر اُس قلعہ میں ایک دربار کا مکان بنوایا جسکا طول و عرض ہزار ہاتھ سے ہزار ہاتھ تھا۔ اُس میں تمام شیشہ جڑا ہوا تھا اور اُس دربار کے مکان میں چار ہزار ستون سونے کے تھے اور ہزار قندیلیں سونے کی تھیں جو خالص چاندی کی زنجیروں میں لٹک رہی تھیں۔ جن میں اچھی سے اچھی خوشبوئیں روشن کیجاتی تھیں۔ اِس دربار کے مشرقی حصّہ میں اسّی نشست گاہیں قرار دی تھیں۔ اور اِسی طرح غرب کی طرف اسّی نشست گاہیں بنائی تھیں۔ سُورج کسی طرف سے بھی ہر پھر کر آئے اِس دربار کے مکان میں موزوں روشنی پہنچاتا تھا اور بادشاہ نے اپنے لیئے ایک تخت سونے کا بنوایا تھا جس کے پائے چاندی کے تھے مگر اُن میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اِس کے اوپر قالین بچھائے تھے۔ اور تخت کے داہنی طرف اسّی کُرسیاں سونے کی زبرجد سبز سے جڑی ہوئی بچھائی تھیں۔ اِن پر تو وہ اپنے مذہب کے پادریوں کو بٹھاتا تھا اور تخت کے بائیں طرف اسّی کُرسیاں چاندی کی بچھائی تھیں جن میں یاقوت سُرخ جڑے ہوئے تھے۔ اُنپر اپنے اراکینِ دربار یعنی والیانِ مُلک کو جو اُسکے ماتحت تھے بٹھاتا تھا۔ پھر خود تخت پر بیٹھکر تاج اپنے سر پر رکھتا تھا۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ اِسپر وہ یہودی اُچھل پڑا اور کہنے لگا یا امیر المؤمنین وہ تاج کس چیز کا تھا ؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہر طرح کی قوّت و قدرت تو خدائے بزرگ و برتر ہی کو ہے (اب یہ سوال کیا ہے تو اِسکا بھی جواب سُنلے) اُسکا تاج سونے کا تھا مگر جالی دار جس کے سات رُکن تھے کہ ہر رُکن پر ایک ایسا سفید موتی جڑا ہوا تھا جسکی چمک اُس چراغ کی روشنی کے مانند تھی جو اندھیری رات میں روشن کیا جائے اور اُسنے اپنے والیانِ مُلک کی اولاد میں سے پچاس لڑکے لیے آنکو دیبائِ سُرخ کی پوشاک پہنائی اور رفرفِ سبز کے پاجامے پہنائے۔ تاج اُن کے سروں پر رکھے۔ گرزے اُن کے ہاتھوں میں دلوائی

اور پازیب اُن کے پاؤں میں پہنائیں اور سونے کے عصا اُن کے ہاتھوں میں دیے۔
اور اُن کو اپنے پیچھے ایک صف میں کھڑا کیا۔ اور علماء کی اولاد میں سے چھ لڑکے لیے جن کو
اپنا وزیر قرار دیا۔ اُن میں سے تین کو اپنے دائیں ہاتھ بٹھاتا تھا اور تین کو بائیں ہاتھ۔
یہاں تک سُنکر یہودی بولا کہ بھلا جن تین کو اپنے دائیں ہاتھ بٹھاتا تھا اُنکے نام کیا تھے
اور جن تین کو اپنے بائیں ہاتھ بٹھاتا تھا اُن کے نام کیا تھے؟ جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام
نے فرمایا کہ جن تین کو اپنے دائیں ہاتھ بٹھلاتا تھا اُنکے نام تو تملیخا۔ مُکسلینا اور محسیمینا
تھے۔ اب رہے وہ تین جن کو بائیں ہاتھ بٹھلاتا تھا اُنکے نام مرطوس۔ کینظوس اور
سازبیوس تھے۔ اپنے تمام معاملات میں انہی سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ ابن عباسؓ
فرماتے ہیں کہ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ وہ بادشاہ اپنے مکان کے صحن میں بھی روزانہ
اجلاس کیا کرتا تھا۔ اِس طرح کہ اُس کے مذہبی سردار دائیں ہاتھ بیٹھتے تھے اور امراؔ
اراکین دربار اُسکے بائیں ہاتھ بیٹھتے تھے اور تین نوجوان اس شان سے اُسکی حضور میں پہنچتے تھے
کہ ایک کے ہاتھ میں سونے کا پیالہ مُشک سے بھرا ہوا ہوتا تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں
چاندی کا پیالہ گلاب سے بھرا ہوا ہوتا تھا اور تیسرے کے ہاتھ میں ایک سفید پرندہ ہوتا تھا
جسکی چونچ سُرخ ہوتی تھی۔ جیسے ہی بادشاہ کی نظر اُس پرندہ پر پڑتی وہ سیٹی بجاتا اور پرندہ
اُس سیٹی کو سُنکر گلاب کے پیالے میں جا پڑتا اور اُس میں خوب لوٹکر اپنے پر و بازو کو گلاب
میں تر کرلیتا۔ پھر دوسری سیٹی پر وہ پرندہ اُس پیالہ میں سے اُڑکر مشک کے پیالہ میں جا پڑتا
اور اُس میں خوب لوٹکر اپنے پر و بال میں مُشک بھرلیتا۔ پھر تیسری سیٹی دینے پر وہ پرندہ
اُڑکر بادشاہ کے سر پر معلق ہو جاتا (اور بادشاہ کے اوپر اُن خوشبوؤں کی بارش کرتا)
بادشاہ نے جو یہ رنگ دیکھا تو بڑی سرکشی اور جبروت اختیار کی اور خدا تعالےٰ کو چھوڑکر
اپنے لیے خدا ہونیکا دعوےٰ کیا اور اپنی رعایا میں جو عزّت دار تھے اُن سب کو اس کے
قبول کرنیکی دعوت دی اور جس جس نے اُسکی یہ دعوت مان لی اُن کو انعام دیے۔ اُنکی
آؤ بھگت کی۔ اُنکو خلعت دیے۔ اور جس نے اُس کی بات نہ مانی اُسکو قتل کر دیا۔ (اب
جان کے خوف سے اور مال کے لالچ سے) زیادہ ماننے والے ہی ہو گئے۔ اُس نے سال
میں ایک مرتبہ اُن کے لیے ایک عید قرار دی پس ایک دن جبکہ وہ لوگ عید منا رہے تھے
اور مذہبی لوگ اُسکے دائیں ہاتھ بیٹھے تھے اور اراکینِ سلطنت بائیں ہاتھ بیٹھے تھے کہ
یکایک اُن پادریوں میں سے ایک پادری آگے بڑھا اور اُسکو اطلاع دی کہ فارس کی فوجیں
چڑھ آئی ہیں۔ یہ سُنکر اُس کو اسقدر رنج پہنچا کہ تاج اُسکے سر سے گر گیا۔ اُن تین نوجوانوں میں سے

جو اُس کے دائیں ہاتھ تھے ایک نے جسکا نام تملیخا تھا اس بات کو غور سے دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر دُقیوس جیسا کہ گمان کرتا ہے خدا ہوتا تو اسے نہ تو خوشی ہوتی اور نہ رنج اور نہ اسکو پیشاب کی ضرورت ہوتی نہ پاخانہ کی اور نہ سوتا اور نہ جاگتا۔ یہ سب باتیں خدا کے کام نہیں ہیں۔ یہ جوان سب تعداد میں چھ تھے اور قاعدہ انہوں نے یہ مقرر کیا تھا کہ کھانا سب ملکر ایک ایک دن ایک ایک کے ہاں کھایا کرتے تھے۔ وہ دن تملیخا کے ہاں کھانا کھانے کا تھا۔ اُس نے اُن کے لیے اچھے اچھے کھانے اور نفیس نفیس پینے کی چیزیں تیار کر رکھی تھیں جب سب کھانے پینے سے فارغ ہوئے تو اُس نے کہا بھائیو! میرے دل میں ایک ایسی بات پیدا ہوئی ہے جسنے میرا کھانا پینا بھی چھڑا دیا ہے اور نیند بھی اُڑا دی ہے۔ سب نے مِلکر کہا اے تملیخا! وہ بات کیا ہے؟ تملیخا نے کہا کہ میں نے مدت تک آسمان کے بارے میں غور کیا کہ وہ کون ہے جس نے اس کی چھت کو ایسی بلندی پر سنبھال رکھا ہے حالانکہ نہ اوپر سے کچھ تانیں تنی ہوئی ہیں اور نہ نیچے سے کوئی اڑواڑ لگی ہوئی ہے۔ اور وہ کون ہے جس نے اِس میں سورج اور چاند جیسے دو چمکتے ہوئے روشنی دینے والے ستارے چلتے کر دیے ہیں اور وہ کون ہے جس نے اُس کو ستاروں سے زینت دی ہے پھر میں نے مُدّت تک اِس زمین کے بارے میں فکر کی تو میں نے سوچا کہ وہ کون ہے؟ جس نے اُس کو جمع شدہ پانی کے اوپر مسطح کر کے پھیلا دیا ہے اور وہ کون ہے جس نے پہاڑوں کے ذریعہ سے اس کو اس بات سے روکا کہ کسی طرف جُھک نہ جائے۔ پھر میں نے اپنی ذات کے بارے میں سوچا اور بہت سوچا اور یہ خیال کیا کہ آخر وہ کون ہے جس نے مجھے ماں کے پیٹ سے جنین بنا کر نکالا اور جبکہ میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھا تو مجھکو غذا بھی پہنچائی اور میری پرورش بھی کی۔ ضرور اِن سب چیزوں کا کوئی بنانیوالا اور کوئی تدبیر کرنیوالا اور ہی ہے۔ یہ دُقیوس بادشاہ تو ہے نہیں۔ ہو نہو وہ کل بادشاہوں کا بادشاہ اور تمام آسمانوں پر حکم چلانیوالا ہے۔ یہ سُنتے ہی وہ سب نوجوان تملیخا کے قدموں پر گر پڑے اور اُنکو بوسہ دیکر کہنے لگے کہ بیشک اللہ تعالےٰ نے ہم سب کو آپ کے ذریعے سے گمراہی سے بچایا اور ہدایت کا راستہ سمجھایا۔ اب آپ جو رائے ہم کو دیں (ہم اُسی کی تعمیل کو حاضر ہیں) حضرتؑ فرماتے ہیں کہ تملیخا یہ سُنتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُسکا چھوٹا سا ایک باغ تھا اُسکے پھل تین درہم کو فروخت کیے۔ وہ اپنی جیب میں ڈالے اور سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور شہر سے نکل گئے۔ جب تین میل چل چکے تو تملیخا نے کہا کہ بھائیو! دنیاوی سلطنت تو گئی اور دنیا کا معاملہ زائل ہو گیا اب اپنے اپنے گھوڑوں سے اُترلو اور پیادہ پا

چلو۔ چنانچہ وہ اُسی دن دن میں سات فرسخ (۲۱ میل) چلے اور اُن کے پاؤں سے خون بہنے لگا
حضرتؑ فرماتے ہیں کہ ایک گڈریہ سے اُنکو ملنے کا اتفاق ہوا تو اُنہوں نے پوچھا کہ اے
گڈریے آیا تیرے پاس کچھ دودھ پینے کو مل سکتا ہے یا پانی پینے کی کوئی سبیل ہے؟ راعی نے
کہا کہ تمہیں جو جو کچھ چاہیے وہ سب موجود ہے مگر مجھے تمہارے چہروں سے شاہی کے آثار
معلوم ہوتے ہیں اور میرا گمان یہ ہے کہ تم بادشاہ دُقیوس کے خوف سے بھاگے ہو۔ اُن سب
نے کہا کہ اے گڈریے! ہمارے لیے جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے اور سچائی ہمکو تیرے ہاتھ سے
بھی نجات دے سکتی ہے۔ اُسنے کہا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ اُس وقت اُن سب نے اُسے
اپنا قصہ سُنایا۔ گڈریے نے اپنے آپ کو اُن کے قدموں پر گرا دیا اور اُنکے قدم چومنے لگا
اور کہنے لگا کہ صاحبو! جو بات آپ لوگوں کے دل میں سما چکی ہے وہی میرے دل میں بھی سما گئی
مگر مجھے اتنی مہلت دیجیے کہ میں بھیڑ بکریاں اِنکے مالکوں کو واپس کر آؤں اور آپ صاحبوں
سے آملوں۔ چنانچہ یہ ٹھہر گئے۔ اُس نے بھیڑ بکریاں واپس کیں اور دوڑتا چلا آیا۔ ایک
کُتّا بھی اُس کے پیچھے پیچھے تھا۔ اتنا سُنکے وہ یہودی بولا کہ یا علیؑ مرتضےٰ یہ تو بتلا دیجیے
کہ اُس کُتے کا رنگ کیا تھا اور اُسکا نام کیا تھا؟ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ ای اخا الیہود
اُس کُتے کا رنگ تو ابلق تھا جسمیں سیاہی زیادہ تھی۔ اب رہا نام سو وہ قطمیر تھا جب اُن
نوجوانوں نے کُتے کی طرف دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ کُتا بھونک بھونک کر
ہمیں فضیحت کریگا۔ لاؤ اسے پتھر مار کر بھگا دیں۔ جیسے ہی کُتے نے اِنکی طرف دیکھا کہ یہ اُسی
بھگانے پر اصرار کر رہے ہیں تو وہ اپنی دُم کے بَل کھڑا ہو گیا۔ سچ سچ چلا اور نہایت
صاف زبان سے گویا ہوا اور بآوازِ بلند یہ کہتا تھا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ صاحبو! مجھے رہنے دو۔ میں آپ کے دشمنوں سے آپ کی نگہبانی کرونگا۔
حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اب تو لگے وہ اُسکو گلے سے لگانے اور گڈریا اُن سب کو لیکر چلا۔
اور چلتا ہی رہا یہانتک کہ ایک پہاڑ پر اُن سب کو لیکے جا چڑھا اور وہاں لیجا کے اُن
سب کو ایک غار میں اُتار دیا جسکا نام وصید تھا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ اُس غار کے سامنے
چشمہ بھی ہے اور میوہ دار درخت بھی ہیں۔ پس انہوں نے وہ میوے کھائے اور
پانی پیا اور جب رات ہو گئی تو سب کے اُس غار میں پناہ لی۔ اُس وقت ملک الموت کو
خدا تعالےٰ نے وحی فرمائی کہ اُنکی روحیں قبض کرے اور ایک ایک آدمی پر دو دو فرشتے
تعینات کر دیے کہ ہر ایک کو داہنی کروٹ سے بائیں اور بائیں کروٹ سے داہنی بدلواتے
رہیں اور سورج کے داروغہ کو یہ حکم دیدیا کہ سورج اُن کے غار سے دائیں ہاتھ سے بچا بچا

جا مارے ہے اور بائیں ہاتھ کو کترا کے چلا جایا کرے۔
یہاں دُقیوس جب عید کے میلے سے پلٹ کر آیا تو اُس نے ان نوجوانوں کی بابت دریافت کیا تو اُسکو خبر دیگئی کہ وہ تو بھاگ گئے۔ وہ اسّی ہزار سوار لیکر چلا اور اُن کے قدموں کے نشان پر آتے آتے اُسی پہاڑ پر آچڑھا اور اُسی غار میں جا اُترا۔ ان لوگوں نے دیکھا تو اُن کو سوتے پایا۔ اسپر وہ بادشاہ کہنے لگا کہ اگر میں انکو کچھ سزا بھی دینا چاہوں تو جو سزا ان لوگوں نے اپنے آپ کو دی ہے میں اُس سے زیادہ کیا سزا انکو دونگا مگر معماروں کو بُلواؤ (چنانچہ معمار آئے) اور بادشاہ کے حکم سے غار کا دروازہ پتھر اور چونے سے بند کر دیا گیا۔ پھر اُسنے اپنے درباریوں سے کہا کہ ان لوگوں سے کہدو کہ یہ اپنے اُس خدا سے جو آسمانوں میں ہے کہدیں کہ وہ اُنکو اُٹھا کر لیجائے۔ اور اگر یہ سچے ہیں تو انکو اس جگہ سے رہائی دلوا دے۔ پھر جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یہودی وہ تین سَو نو[۳۰۹] برس اسی حال میں رہے۔ پھر جب اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا کہ اُنکو زندہ کرے تو اسرافیل فرشتے کو حکم دیا کہ اُن کے جسم میں روح پھونکدے تو وہ اپنی نیند سے اُٹھ بیٹھے۔ پھر جو سورج چمکا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ رات بھر تو ہم خدا کی عبادت سے غافل ہی رہے۔ اُٹھکر کیا دیکھتے ہیں کہ چشمہ بہت ہی نیچے کو اُتر گیا اور درخت بالکل سوکھ گئے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے ہمارا معاملہ تو بہت ہی عجیب ہے۔ ایسا بھرا پُرا چشمہ ایک ہی رات میں ایسا اُتر گیا۔ اور ایسے ایسے درخت ایک ہی رات میں یوں سوکھ گئے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ ادھر اُنکو بھوک نے ستایا تو آپس میں کہنے لگے کہ اچھا اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ دیکے بستی میں تو بھیجو کہ وہ جاکر دیکھے کہ کونسا کھانا پاکیزہ ہے کہ اُس میں سے تمہارے لیے کچھ کھانا لائے مگر آئے جائے چپ چاپ اور تمہاری خبر مطلق کسی کو نہ کرے۔ اسپر تملیخا نے کہا کہ تمہارے کاموں کے لیے میرے سوا کوئی نہ جائیگا مگر اے چرواہے اِلا تو اپنے کپڑے مجھے دیدے (میں بھیس بدلکر جاؤں (حضرتؑ فرماتے ہیں کہ چرواہے نے اپنے کپڑے اُنکو دیدیئے اور تملیخا (اُنکو پہنکر) شہر کو چلدیئے۔ راستہ میں بہت سی ایسی جگہیں دیکھیں جو پہچان ہی میں نہ آتی تھیں اور کتنے ہی راستے ایسے ملے جو اوپرے اوپرے تھے۔ تا آنکہ وہ شہر کے دروازے پر پہنچے۔ وہاں یکایک دیکھتے کیا ہیں کہ ایک سبز جھنڈا قائم ہے جس پر زرد حرفوں میں یہ لکھا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عِیْسٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ وَرُوْحُہٗ۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ وہ لگے اس علم کو غور سے دیکھنے اور اپنی آنکھوں سے مس کرنے اور یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ کیا میں اب بھی سو رہا ہوں۔ پھر شہر میں گئے۔ بازار میں پہنچے تو وہاں ایک نان بائی کو دیکھا تو اُس سے کہا کہ میاں نان بائی تمہارے اِس شہر کا کیا نام ہے؟

اُس نے کہا اُفسُوس۔ فرمایا اچھا تمہارے بادشاہ کا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا عبدالرحمٰن!
کہنے لگے اے شخص ذرا مجھے ہلا جلا تو سہی کہیں میں سوتا تو نہیں ہوں۔ نان بائی نے کہا
(سبحان اللہ! اگر) تم سوتے ہوتے تو مجھ سے بات کیسے کرتے۔ اِسپر تملیخا اُس نان بائی سے
بولے اچھا تو تم مجھے اس روپیہ کا کھانا دیدو۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ جب نان بائی نے وہ
درہم۔ اُس کی بڑائی اور اُس کے نقوش دیکھے تو بڑا تعجب کیا۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ یہودی
یہانتک سُنکر اُچھل پڑا اور کہنے لگا کہ یا علیؑ ہر درہم کا وزن کسقدر تھا؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ اے
یہودی اُس وقت کے ہر درہم کا وزن اِس وقت کے درہم کے مقابلہ میں ۱۰ ۲/۳ تھا۔ حضرتؑ
فرماتے ہیں کہ نان بائی اُس درہم کو دیکھکر بولا اے شخص! تجھے تو کہیں بڑا خزانہ ملا ہے۔
تملیخا نے کہا کہ بھائی ایسا نہیں ہے یہ تو میرے باغ کے پھلوں کی قیمت ہے جو کوئی تین
دن ہوتے ہیں کہ میں نے بیچے تھے اور میں اِس شہر سے چلا گیا تھا اور لوگوں کو دقیوس
بادشاہ کی پرستش کرتے چھوڑ گیا تھا۔ یہ سُنکر تو نان بائی اپنے آپے میں نہ رہا اور کہنے لگا
اگر تو مجھے اُس خزانہ کا حصّہ نہ دیگا تو تو میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ غضب خدا کا
تو ایسے شرابی آدمی کا ذکر کرتا ہے جو خدائی کا دعوےٰ کیا کرتا تھا۔ اور جسے مرے ہوئے
بھی تین سو برس سے زیادہ ہوگئے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اُس نان بائی نے تملیخا کو گرفتار
کرلیا۔ اور اُسے بادشاہِ وقت کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ یہ جوان کون ہے؟
نان بائی نے کہا کہ یہ وہ شخص ہے جسکو بڑا خزانہ ملا ہے۔ بادشاہ نے کہا اے جوان! ڈر نہیں!
اس لیے کہ ہمارے نبی حضرت عیسےٰؑ ابنِ مریم نے ہمکو حکم دیا ہے کہ جن لوگوں کو خزانے
ملیں ہم اُن سے اُنکا صرف پانچواں حصّہ لے لیں۔ پس تو پانچواں حصّہ ہمیں دیدے۔ اور
بخیر و عافیت چلا جا۔ اِسپر تملیخا نے کہا کہ اے بادشاہ! ذرا میرے معاملے میں غور و فکر کو
کام میں لائیے۔ مجھے خزانہ وغیرہ کچھ نہیں ملا۔ میں تو اِسی شہر کا رہنے والا ہوں۔ بادشاہ
نے کہا کہ تم اِسی شہر کے رہنے والے ہو؟ اُنہوں نے فرمایا جی ہاں اِسی شہر کا۔ بادشاہ نے
کہا تو اچھا کچھ لوگوں کے نام تو لو۔ اُس وقت تملیخا نے کوئی ہزار آدمیوں کے نام لیے۔
جن میں سے کوئی ایک بھی نہیں پہچانا جاتا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ نام تم کیسے لے رہے ہو؟
فرمایا کہ ہمارے زمانے کے نام تو یہی تھے۔ بادشاہ نے کہا اچھا اِس شہر میں تمہارا کوئی
گھر بھی ہے؟ فرمایا جی ہاں ہے۔ ذرا بادشاہ سلامت میرے ساتھ سوار ہوکر چلیں۔
حضرتؑ فرماتے ہیں کہ بادشاہ سوار ہوکر اُنکے ساتھ ہوگیا۔ تو اس شہر میں جس مکان کا
سب سے زیادہ اونچا دروازہ تھا اُس پر تملیخا بادشاہ کو لے آئے اور کہنے لگے یہی مکان

میرا گھر ہے۔ اُسکا دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک بوڑھا (پھونس) نکل کر آیا کہ بُڑھاپے کے سبب اُسکی بھنویں لٹک کر اُسکی آنکھوں پر آرہی تھیں۔ دریافت کرتے لگا کہ آپ صاحبوں کا کیا مطلب ہے؟ بادشاہ نے فرمایا کہ ہم ایک عجیب خبر تمہارے پاس لائے ہیں۔ یہ نوجوان گمان کرتا ہے کہ یہ مکان اُسی کا ہے۔ تو اب وہ بوڑھا انکی طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا کہ آپ ہیں کون؟ فرمایا کہ میں قسطنطین کا بیٹا تملیخا ہوں۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ یہ سُنکر بوڑھا اُنکے قدموں پر گر پڑا اور دونوں قدم چومنے لگا کہنے لگا کہ بیت المقدس کے مالک خدا کی قسم یہ تو میرے اجداد میں سے ہیں۔ اب بادشاہ کو خیال آیا کہ او ہو! یہ تو اُن چھ میں سے ہیں جو دُقیوس بادشاہ کے خوف سے بھاگ کر چلے گئے تھے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اس خیال کے آتے ہی بادشاہ تعظیماً اپنے گھوڑے پر سے اُتر پڑا اور اُنکو اپنے کاندھے پر اُٹھالیا اور لوگ لگے اُنکے ہاتھ اور پاؤں چومنے۔ اور یہ پوچھنے لگے کہ اے تملیخا تمہارے اور ساتھی کیا ہوئے؟ اُنھوں نے اُنکو اطلاع دی کہ فلاں غار میں ہیں۔ اب جس دن کا یہ واقعہ بیان کیا جا رہا ہے اُس دن اس شہر کے مالک دو بادشاہ تھے ایک مسلمان اور ایک عیسائی۔ سو یہ دونوں مع اپنے درباریوں کے سوار ہوکر تملیخا کے ساتھ گئے اور جب غار کے قریب پہنچے تو تملیخا نے اُن سب سے کہا کہ صاحبو! مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میرے ساتھی گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُنکر کہیں یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ بادشاہ دُقیوس اُنکو پکڑنے آگیا ہے لہذا مجھے مہلت دیجیے کہ میں آگے بڑھکر اُن کو خبر کر دوں۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ سب لوگ ٹھہر گئے۔ اکیلے تملیخا آگے بڑھکر غار میں پہنچے جب اِنکے ساتھیوں نے انکو دیکھا تو اُن سے گلے ملے اور کہنے لگے کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے آپ کو دُقیوس کے ہاتھ سے نجات دی۔ اسپر تملیخا بولے کہ تم اپنا اور دُقیوس کا ذکر تو چھوڑو۔ تمہیں یہ بھی خبر ہے کہ تم یہاں کتنی مدت رہے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ یہی دن بھر یا اس سے کچھ کم! تملیخا نے کہا کہ تم لوگوں کو یہاں تین سو نو (۳۰۹) برس ہو چکے۔ دُقیوس مدت ہوئی مر گیا اور اسکے بعد صدی پر صدی گزر گئی۔ اللہ تعالےٰ نے تو اس شہر والوں کے لیے ایک نبی مبعوث فرمایا جسکا نام حضرتِ مسیح عیسےٰؑ ابن مریمؑ ہے اور اُنکو خداتعالےٰ نے زندہ زمین سے اُٹھا لیا ہے اب خود اس شہر کا بادشاہ مع اور لوگوں کے ہم لوگوں کی زیارت کو آیا ہے۔ وہ بیچارے سُنکر گھبرائے اور کہنے لگے کہ اے تملیخا کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو سب لوگوں کے لیے نشانہ اور آزمائش بنا دیں۔ تملیخا بولے کہ اب تم بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ بولے کہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ آپ بھی خداتعالےٰ سے دعا کریں اور ہم بھی خداتعالےٰ سے آپکے ساتھ دعا کریں کہ وہ ہماری روحیں پھر قبض کرلے اور ہمارا آج شام کا کھانا ہمکو جنت میں عطا فرمائے

حضرتؑ نے فرمایا کہ اِس پر اُن سب نے ہاتھ اُٹھائے اور عرض کرنے لگے کہ خداوندا! جو کچھ دینِ برحق میں سے تو نے ہمکو عطا فرمایا اُسی کا واسطہ تو ہماری روحوں کو قبض کرنیکا حکم جاری فرما۔ اور اِس غار کے دروازہ پر ایسی روک لگا دے کہ آدمی اندر آنے سے پریشان ہو۔ پس وہ دونوں بادشاہ آکر غار کے دروازہ پر سات دن طواف کرتے رہے اور اُنکو غار میں جانیکا کوئی رستہ ہی نہ ملا اُس وقت مسلمان بادشاہ تو کہنے لگا کہ یہ اصحاب کہف ہمارے دین پر مرے ہیں۔ میں تو اس غار کے دروازہ پر مسجد بنواؤنگا۔ اس پر وہ نصرانی بادشاہ بولا کہ واہ! وہ تو ہمارے دین پر مرے ہیں۔ میں تو اس غار کے دروازہ پر گرجا بنواؤنگا المختصر دونوں میں خوب لڑائی ہوئی اور آخرالامر مسلمان بادشاہ عیسائی بادشاہ پر غالب آیا۔ اور اُس نے غار کے دروازہ پر مسجد بنواہی دی۔ یہ قصہ تمام فرما کے جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے یہودی! میں تجھے خدا کی قسم دیکر دریافت کرتا ہوں کہ جو کچھ تمہاری توریت میں لکھا ہے میرا بیان اُس کے مطابق ہے یا نہیں؟ یہودی نے عرض کی خدا کی قسم نہ آپنے ایک حرف کم کیا نہ زیادہ کیا اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور اِس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے برحق رسولؐ ہیں۔ اور اس بات کی بھی دیتا ہوں کہ جناب رسولِؐ خدا کے برحق خلیفہ۔ وصی اور مؤمنوں کے امیر صرف آپ ہی ہیں۔ (**قولِ مترجم**) اس واقعہ میں جو یہ ذکر آیا ہے کہ اُس شہر کے مالک دو بادشاہ تھے ایک مسلمان اور ایک عیسائی۔ تو اس مسلمان سے محمدی مراد نہیں ہے اِس لیے کہ آنحضرتؐ کی بعثت کا وقت اُس وقت تک نہیں ہوا تھا بلکہ ایسا شخص مراد ہے جو جناب عیسےٰ علیہ السلام کو اُسی منزلت پر سمجھتا تھا جو منجانب اللہ اُن حضرتؑ کو عطا ہوئی تھی۔ اور عیسائی سے مراد تثلیث کا عقیدہ رکھنے والا ہے۔ لفظ مسلمان یا مسلم کی بنا کُل توحید و نبوت کے ماننے والوں کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چلی آتی ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۵؎ (دیکھو صفحہ ۴۴ سطر ۵)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۲۷۴

مَن لا یحضرہ الفقیہ میں ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی شخص انشاءاللہ کہنا بھول جائے تو چالیس دن کے اندر جس وقت یاد آئے کہدے۔ اس لیے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چند یہودی کچھ سوال لیکر آئے تھے۔ حضرتؐ نے بغیر انشاءاللہ کہے ہوئے فرما دیا تھا کہ تم لوگ کل میرے پاس آنا میں اِن سوالوں کا جواب دیدونگا۔ پس چالیس روز تک جبرئیلؑ حاضر خدمت نہوئے۔ اکتالیسویں روز یہ آیہ لائے وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ

فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (دیکھو صفحہ ۴۷۲ سطر ۶)۔
کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے آیۂ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (ترجمے کے لیے دیکھو صفحہ ۵۰۹ سطر ۸) کی تفسیر میں مروی ہے کہ جب خداوند عالم نے حضرت آدمؑ اور حواؑ سے ارشاد کیا کہ تم دونوں نہ اس درخت کے پاس جانا اور نہ اسکا پھل کھانا تو انہوں نے بغیر انشاء اللہ کہے ہوئے اقرار کرلیا کہ پروردگارا ہم دونوں نہ اس درخت کے قریب جائینگے اور نہ اسکا پھل کھائینگے۔ پس خداوند عالم نے ان دونوں کے دلوں میں اس درخت کی خواہش پیدا کردی۔ امامؑ نے فرمایا کہ خدائے عزّ وجلّ نے اپنے نبیؐ کے پاس یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (دیکھو صفحہ ۴۷۲ سطر ۶) جسکا مطلب یہ ہے کہ میرا ارادہ تو اس کام کے کل کرنیکا ہے سوائے اسکے کہ اللہ چاہے۔ یعنی اگر اللہ نہ چاہیگا تو نہ کرسکونگا۔ پس مشیت خدا ہر بات میں مقدم ہے۔ پس جب اللہ ہی کو یہ منظور نہوگا کہ میں وہ کام کروں تو مجھے کام کرنیکی قدرت کہاں سے ملیگی۔ اسی لیے خدا تعالےٰ نے فرمایا "وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ" جسکا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اپنے فعل کو خدا کی مشیت کے ساتھ مشروط کردے۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے کسی ضرورت کے لیے ایک شخص کے نام خط لکھنے کا حکم دیا۔ جب خط لکھکر کاتب نے حضرتؑ کے سامنے پیش کیا تو ان جنابؑ نے بعد ملاحظہ ارشاد فرمایا کہ تم کو کیسے امید ہوگئی کہ ہمارا مقصد پورا ہوگا حالانکہ اس میں انشاء اللہ کہیں بھی نہیں ہے۔ تم اس میں ہر اس موقعہ پر جہاں لفظ انشاء اللہ کی ضرورت ہے وہاں انشاء اللہ لکھدو۔

التہذیب میں اس روایت کے بعد اتنا اور زیادہ ہے کہ حضرتؑ نے دوات قلم منگاکر حکم دیا کہ لو اس میں لفظ انشاء اللہ بڑھادو۔ چنانچہ جس جس موقع پر ضرورت تھی وہاں لفظ انشاء اللہ بڑھادیا گیا۔

التہذیب میں مرازم بن حکیم سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن جناب امام جعفر صادق علیہ السلام معتب کے مکان پر تشریف لیگئے۔ وہ عمرۂ مفردہ ادا کرنیکے لیے جانیوالا تھا۔ معتب نے حضرتؑ کے سامنے ایک تختی رکھدی جسپر اس نے اپنے عیال کے خور ونوش کے بارے میں کچھ ہدایات لکھی تھیں اور یہ بھی اس میں تحریر تھا کہ اتنا اتنا مال فلاں فلاں کو دیا جاوے لیکن اس میں انشاء اللہ کسی جگہ نہیں لکھا تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا اے معتب! یہ تختی کس نے لکھی ہے کہیں اسنے انشاء اللہ نہیں لکھا۔ اس نے کیسے سمجھ لیا کہ یہ کام پورے ہوجائینگے۔ پس

حضرتؑ نے قلم و دوات طلب کر کے فرمایا اِس میں انشاء اللہ اور بڑھا دو۔

نوٹ متعلق صفحہ ۴۷۵ سطر ۳

اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝ کتاب الاختصاص

میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بروایت عبد اللہ ابن سلیمان جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جس وقت (خلافت اوّل کے آغاز میں) جناب امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کو گلے میں چادر ڈالکر کھینچا لایا گیا ہے تو حضرتؑ جناب رسولِ خدا کی قبر کے پاس ٹھہرے اور یہ ارشاد فرمایا "یَا ابْنَ عَمِّیْ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ کَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ" (اے میرے چچیرے بھائی! بیشک قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا اور قریب ہے کہ مجھے قتل کر ڈالیں) پس جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کی قبر مبارک سے ایک ہاتھ ابو بکر کی طرف (اشارہ کرتا ہوا) نکلا جس کو لوگ پہچانتے تھے کہ آنحضرتؐ ہی کا ہاتھ ہے اور ایک ایسی آواز پیدا ہوئی جسکو لوگ پہچانتے تھے کہ آنحضرتؐ ہی کی آواز ہے اور یہ ارشاد فرمایا یٰھٰذَآ اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝ (اے شخص! کیا تو اُسکا انکار کرتا ہے جس نے (فی الحقیقت) تجھ کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھے اچھا خاصہ آدمی بنا دیا)

اُسی کتاب میں بروایت محمّد ابن خالد الطیالسی جسنے بتوسط اپنے والد کے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے منقول ہے کہ جب ابو بکر خلیفہ بنا دیا گیا تو عمر جناب امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کیا تم کو خبر نہیں ہے کہ ابو بکر خلیفہ بنا دیا گیا؟ اُن جنابؑ نے عمر سے فرمایا کہ اُسے خلیفہ بنا کس نے دیا؟ کہنے لگا کہ سب مسلمانوں نے باہمی رضامندی سے بنا دیا۔ اِسپر جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا کہ واللہ! اِن مسلمانوں نے کتنی جلد جناب رسولِ خدا سے مخالفت کی ہے اور کس طرح آنحضرتؐ کے عہد کو توڑا ہے اور ابو بکر کا وہ نام رکھدیا ہے جسکا وہ مستحق ہی نہیں۔ واللہ جناب رسولِ خدا نے اُسکو خلیفہ نہیں بنایا۔ اسپر عمر اُن حضرتؑ سے کہنے لگا (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ خدا تمہارا بُرا کرے۔ حضرتؑ نے اُس سے فرمایا کہ میرے قول کی اگر تو دلیل چاہے تو میں وہ دلیل دینے کو موجود ہوں۔ عمر بولا کہ تم تو (معاذ اللہ) جناب رسولِ خدا کے برخلاف اُنکی زندگی میں بھی جھوٹ بولا کرتے تھے اور بعد اُنکی وفات کے بھی جھوٹ بولتے ہو۔ اِسپر حضرتؑ نے اُس سے فرمایا کہ ذرا ہمارے ساتھ چل تاکہ معلوم ہو جائے کہ جناب رسولِ خدا کی حیات میں اور اُنکی وفات کے بعد وہ کون ہے جو اُن حضرتؐ کے برخلاف سب سے زیادہ جھوٹ بولتا رہا۔ پس عمر حضرتؑ کے ساتھ گیا تا آنکہ قبر مبارک پر پہنچا تو یکایک دیکھتا کیا ہے

کہ ایک پنجہ برآمد ہوا جس پر یہ آیت لکھی تھی "اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىکَ رَجُلًا" اب جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا کیوں (اے جھوٹوں کے جھوٹے!) اب تو تو خوش ہوا دیکھ تجھے جناب رسولِ خدا نے اپنی زندگی میں بھی فضیحت کیا تھا اور اب بعدِ وفات بھی فضیحت کیا ہے۔ نیز اُسی کتاب میں بروایت زیاد ابنِ المنذر جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ مدینہ کے کسی کوچہ میں بوڑھا ابوبکر جنابِ امیر المومنین کو مِلگیا تو حضرت نے اُس سے فرمایا کہ تو نے ایسی (اور ایسی) نالائقی کی اور اِس طرح (اور اِس طرح) ظلم کیا۔ اُسنے کہا کہ اِس سے واقف کون ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ جنابِ رسولِ خدا واقف ہیں۔ اُس نے کہا کہ میری رسائی جنابِ رسولِ خدا تک کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ حضرت مجھے بھی جتلا دیں۔ ہاں اگر وہ حضرت خواب میں تشریف لا کر مجھسے فرمادیں تو میں اِسے مان لوں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تجھے جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں پہنچادونگا۔ چنانچہ حضرت اُس بڈھے کو مسجدِ قبا میں لیگئے تو یکایک وہ دیکھتا کیا ہے کہ جنابِ رسولِ خدا مسجدِ قبا میں موجود ہیں اور اُن حضرت نے ارشاد فرمایا کہ امیرالمومنین پر ظلم کرنے سے بازرہ۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اِسکے بعد ابوبکر کی مڈبھیڑ عمر سے ہوئی۔ اُس کے سے سارا واقعہ بیان کیا تو اُس نے کہا چُپ رہ! (خبردار کسی سے ذکر نہ کیجیو۔ ارے کھوسٹ!) تو نے آج تک اتنا بھی نہ پہچانا کہ اولادِ عبدالمطلب ہمیشہ کے جادوگر ہیں۔ اُسی کتاب میں بروایت معاویہ ابن عمار الدّہنی جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایکدن ابوبکر جنابِ امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ روزِ اعلانِ ولایت (عیدِ غدیر) کے بعد جنابِ رسولِ خدا نے آپ کے بارے میں ہم سے کوئی نئی بات نہیں فرمائی۔ اور میں اِس بات کا اقراری ہوں اور جنابِ رسولِ خدا کی زندگی میں بھی میں آپ کو امیرالمومنین جانتا اور مانتا تھا اور جنابِ رسولِ خدا نے ہم کو یہ خبر بھی دی ہے کہ آپ اُنکے وصی اور اُنکے وارث ہیں اور اُنکے اہل و عیال کے لیے اُنکے خلیفہ بھی ہیں مگر آنحضرت نے ہم کو یہ خبر نہیں دی کہ آپ اُنکی وفات کے بعد بھی اُنکے خلیفہ ہونگے۔ لہذا فیما بین اِس معاملہ میں ہمارے ذمہ کوئی جرم نہیں اور بینی وبین اللہ ہم کسی طرح گنہگار نہیں۔ یہ سُنکر اُن حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ بھلا اگر تو جنابِ رسولِ خدا کو دیکھے اور آنحضرت تجھ سے یہ فرمائیں کہ جس جگہ کو تو دبا بیٹھا ہے میں ہی اُس کا مستحق ہوں نہ کہ تو۔ اور اگر تو اُس جگہ سے نہ ہٹا تو تو کافر ہو جائیگا۔ پھر کیا کہتا ہے؟ اُسنے عرض کی کہ اگر میں جنابِ رسولِ خدا کو دیکھ لوں اور جو کچھ آپ نے مجھسے فرمایا ہے آنحضرت اُسکا

ایک حصّہ بھی مجھ سے بیان کردیں تو وہ ہی میرے لیے کافی ہوگا۔ فرمایا اچھا تو جب تو نمازِ مغرب پڑھ چکے تو میرے پاس آجائیو۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ وہ نمازِ مغرب کے بعد حضرتؑ کی خدمت میں آگیا۔ آپ نے اُسکا ہاتھ پکڑا اور مسجدِ قبا میں لیگئے۔ تو وہ یکایک دیکھتا کیا ہے کہ جناب رسولِ خداؐ قبلہ کی طرف رُخ کیے ہوئے تشریف فرما ہیں اور اس سے خطاب کرکے فرمارہے ہیں کہ اے عتیق! تو نے علیؑ مرتضےٰ پر حملہ کیا اور نبوت کی جگہ جا بیٹھا حالانکہ میں علیؑ مرتضےٰ کو تیرے سامنے سب پر مقدم کرچکا تھا۔ اب جو لباس (خلافت) تو نے پہن لیا ہے اُسے اُتار دے اور اُسے علیؑ کے لیے چھوڑ دے ورنہ یہ سمجھ لے کہ تیرا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ پھر حضرتؐ ابوبکر کو ہاتھ پکڑ کر مسجد سے باہر لائے اور جنابِ رسولِ خداؐ اُن دونوں کے سامنے سے اُٹھکر تشریف لیگئے۔ اور جنابِ امیرالمؤمنینؑ وہاں سے سلمانؓ فارسی کے پاس گئے اور فرمایا کہ اے سلمانؓ! کیا تمہیں خبر نہیں کہ معاملہ یوں اور یوں گذرا۔ سلمانؓ فارسی عرض کرنے لگے کہ ضرور ہے کہ وہ اِس معاملہ کی آپکے نام کے ساتھ شہرت دیگا اور اپنے یار کے لیے اس کیفیت کو ضرور ظاہر کریگا اور یہ بھی ضرور ہے کہ پوری پوری خبر اُسکو پہنچا ئیگا۔ اِسپر جناب امیرالمؤمنینؑ متبسم ہوئے اور فرمانے لگے کہ یار کو خبر دینا۔ یہ تو ضرور کریگا۔ پھر اپنے ذاتی معاملات پر نظر ڈالکر واللہ قیامت تک وہ دونوں ہرگز ہرگز اِسکا ذکر نہ کرینگے۔ چنانچہ اِدھر ابوبکر نے عمر سے ملاقات کی اور کہا کہ علیؑ فلاں فلاں وقت آئے تھے اور فلاں فلاں جگہ لیگئے تھے اور جنابِ رسولِ خداؐ نے ایسا اور ایسا فرمایا۔ یہ سُنکر عمر نے اُس سے کہا کہ پھٹے مُنہ تو بھی کتنا کودن ہے۔ خدا کی قسم تو اُسوقت (معاذاللہ نقلِ کفر کفر نباشد) اِبنِ اَبی کبشہ (یہ وہ کنیّت ہے جس سے کفار جنابِ رسولِ خداؐ کا ذکر کیا کرتے تھے) کے جادو کی لپیٹ میں آگیا تھا۔ کیا تو اس بات کو بھول گیا کہ کُل بنی ہاشم اور اُنکے ماننے والے اِسی بھیس میں تو ہیں (یعنی سب جادوگر ہیں)۔

اُسی کتاب میں بروایتِ ابو سعید الہکاری جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب امیرالمؤمنینؑ کی ابوبکر سے مُلاقات ہوئی تو حضرتؑ نے اُس سے فرمایا کہ کیا جنابِ رسولِ خداؐ نے تجھکو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تو میری اطاعت کرے اُسنے کہا نہیں تو۔ اور اگر آنحضرتؐ مجھے حکم دیتے تو کیا میں اطاعت نہ کرتا؟ فرمایا چل میرے ساتھ جنابِ رسولِ خداؐ کی خدمت میں چلیں۔ پس وہ حضرتؑ کے ساتھ مسجدِ قبا میں گیا تو یکایک دیکھتا کیا ہے کہ جنابِ رسولِ خدا مسجدِ قبا میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب حضرتؐ فارغ ہوئے تو علیؑ مرتضےٰ نے اُن سے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ! میں نے ابوبکر سے یہ کہا تھا کہ کیا تجھے جناب

رسولِ خدا نے میری اطاعت کرنیکا حکم نہیں دیا تو یہ کہتا ہے کہ ہاں نہیں دیا اُس وقت جناب رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو بکر! میں نے تجھ کو ضرور حکم دیا ہے کہ تو علیؑ مرتضٰے کی اطاعت کر۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ابو بکر مسجد سے نکل کر عمر سے ملا تو ترساں و لرزاں تھا۔ عمر ٹھہر کر پوچھنے لگا کہ ارے تجھے ہو کیا گیا ہے؟ تو ابو بکر نے جواب دیا کہ مجھسے جناب رسولِ خدا نے ایسا اور ایسا فرمایا ہے۔ اس پر عمر نے کہا پتھر پڑیں اُس اُمّت پر جس نے تجھ جیسے کو اپنا حاکم بنالیا۔ کیا تو بنی ہاشم کے جادو سے واقف نہیں ؟ بصائر الدّرجات میں بروایتِ ابی عمارہ ابان ابن تغلب جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب امیر المؤمنین ابو بکر کے پاس آئے اور اُسپر حجّت قائم کردی پھر اُس سے فرمایا کہ آیا تو اِسپر راضی نہیں ہے کہ جناب رسولِ خدا میرے اور تیرے مابین فیصلہ فرمائیں۔ اُس نے عرض کی بھلا مجھے اِسکا موقع کیسے ملیگا ؟ اِسپر حضرتؑ اُسکا ہاتھ پکڑ کر مسجدِ قبا میں لے آئے تو یکایک دیکھتا کیا ہے کہ آنحضرتؐ مسجد میں موجود ہیں۔ پس آنحضرتؐ نے جنابِ امیر المؤمنین کے موافق اور ابو بکر کے برخلاف فیصلہ سُنا دیا۔ وہاں سے ابو بکر خوف زدہ واپس ہوا۔ راستہ میں عمر سے مڈبھیڑ ہوئی۔ سارا واقعہ اُسسے سُنایا تو اُسنے کہا (ارے بو بکر!) تجھے ہو کیا گیا ہے آیا تو بنی ہاشم کے جادو سے واقف نہیں ہے ؟

کافی میں بروایتِ عبّاس ابن جریش جناب امام محمد تقی علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک دن جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام نے ابو بکر سے یہ فرمایا لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ٥ (دیکھو صفحہ ۱۱۳ سطر ۱۰) اور یہ فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب رسولؐ خدا نے شہید ہو کر انتقال فرمایا۔ خدا کی قسم وہ تیرے پاس ضرور آئینگے۔ پس جب وہ تیرے پاس آئیں تو یقین کریجیو کیونکہ شیطان آنحضرتؐ کی صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ اُس وقت جناب امیرؑ نے ابو بکر کا ہاتھ پکڑا تو یکایک اُس نے جنابِ رسولؐ خدا کو دیکھا۔ آنحضرتؐ نے اُس سے ارشاد فرمایا کہ اے ابو بکر! علیؑ پر اور اُسکی اولاد میں سے جو گیارہ امام ہونگے اُن پر ایمان لا کہ وہ سب میری مانند ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ نبوت اُن کو نہیں ملی۔ خدا کی حضور میں توبہ کر اور جو کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اِنکو دیدے اِس لیے کہ تیرا کوئی حق اِس میں نہیں ہے۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اِسکے بعد آنحضرتؐ تشریف لیگئے اور ابو بکر نے اُنکو پھر دیکھا۔

صاحب درر المناقب حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب امیر المومنین کو چہارے مدینہ کا گشت کر رہے تھے کہ ابو بکر سامنے سے آگیا۔ اُن جنابؑ نے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا پھر فرمایا کہ اے ابو بکر! اُس اللہ سے ڈر جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے۔ پھر تجھے اچھا خاصہ آدمی بنا دیا اور اے ابن ابی قحافہ! قیامت کو بھی یاد کر اور جناب رسول خدا جو کچھ فرما گئے تھے اُسے بھی دھیان میں لا۔ یہ تو تم لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ غدیر خم میں تم کو کیا کیا وصیتیں فرمائی تھیں۔ اگر اب بھی امر خلافت تو مجھے واپس کر دے تو میں خدا سے دعا کرونگا کہ تیرے اِس وقت تک کے افعال کو وہ بخشدے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو ذرا یہ بھی سوچ لے کہ کل جناب رسولؐ خدا کو کیا جواب دیگا؟ یہ سُنکر ابو بکر بولا کہ آپ مجھے جناب رسولؐ خدا کو خواب میں دکھا دیں اور آنحضرتؐ مجھکو اُس چیز سے روکدیں جو مجھے میسر آگئی ہے تو میں اُنکی اطاعت کرونگا۔ اسپر جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر میں حالت بیداری ہی میں تجھے آنحضرتؐ کی زیارت کرادوں تو کیسا؟ (اُس نے کہا سبحان اللہ! اِس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے۔ میں اور زیادہ اطاعت کو حاضر ہوں) پھر جناب علیؑ مرتضٰے اُس کا ہاتھ پکڑ کر مسجد قبا میں لے آئے تو اُس نے دیکھا کہ آنحضرتؐ محراب مسجد میں کفش پہنے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اے ابو بکر! کیا میں نے تجھ سے بار بار اور بکرّات و مرّات یہ نہیں کہا تھا کہ علیؑ ابن ابیطالب میرے خلیفہ ہیں اور میرے وصی ہیں۔ اُنکی اطاعت میری اطاعت ہے اور اُنکی نا فرمانی میری نا فرمانی ہے۔ اور اُنکی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور اُنکی نا فرمانی خدا کی نا فرمانی ہے۔ حضرت عبد اللہؓ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہاں سے ابو بکر بہت ہی پریشان و ترساں و لرزاں نکلا اور اُسنے یہ ارادہ حتمی کر لیا کہ امر خلافت جناب امیر المؤمنین کو دیدے کہ اتنے ہی میں اُسکے یاروں میں سے ایک شخص اُسے مِل گیا۔ جو کچھ دیکھا تھا اُس سے بیان کیا تو اُسنے کہا کہ یہ تو بنی ہاشم کے جادوؤں میں سے ایک جادو ہے۔ تجھے جو خلافت مل گئی ہے اِسپر ڈٹا رہ۔ اور اِسکے استحکام میں کوشش کیے جا۔ الغرض اُس یار نے اتنا بہکایا اتنا بہکایا کہ وہ حق سے باز رہا۔ تفسیر بُرہان میں کسی مشہور عالم کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ شیعہ بالاتفاق روایت کرتے ہیں کہ جب ابو بکر جناب امیر المومنین علیہ السّلام کی جگہ غصباً متمکن ہو گیا اور اپنے آپ کو امام مشہور کرنے لگا اور لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت لینے لگا تو جناب امیر علیہ السّلام نے آنحضرتؐ کے اقوال سے اُسپر حجّت

قائم کی اور یہ اقوال اُن حضرتؐ نے بہت سے موقعوں پر فرمائے تھے کہ علیؑ میرے خلیفہ اور وصی اور وزیر۔ میرا قرض ادا کرنیوالے اور میرے وعدوں کو پورا کرنیوالے ہیں۔ نیز اُن حضرتؐ نے لوگوں کو اپنی حیات میں بھی اُنکے اِتباع کا حکم دیا اور بعدِ وفات بھی۔ ابو بکر کا جواب اس موقعہ پر یہ تھا کہ لوگو! میں تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم سے کسی طرح بہتر نہیں ہوں سو تم مجھے اِس حکومت سے معذور ہی رکھو۔ اِسپر جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے اُس سے فرمایا کہ یوں کہنے سے تجھے حکومت سے کون معذور رکھیگا۔ تو خود بخود اپنے گھر میں بیٹھ رہ۔ اور امرِ خلافت اُسکے سپرد کر دے جسکو اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے خلیفہ اور امیر مقرر کیا ہے۔ اور قریش کے کینہ ور لوگ تجھے دھوکے میں نہ ڈالیں اِس لیے کہ وہ دنیا کے بندے ہیں۔ وہ حق کو اُسکی جگہ سے صرف اِس لیے ہٹانا چاہتے ہیں کہ تیرے بعد حکومت خود حاصل کر لیں اور جب تک تو زندہ ہے تیری دنیا کا حصّہ لیتے رہیں۔ اِسکا جواب ابو بکر سے صاف نہ بن پڑا۔ اُسکی زبان لکنت کرنے لگی اور امرِ خلافت جنابِ امیرؑ کے سپرد کرنے میں پس وپیش کرنے لگا۔ جناب امیر علیہ السّلام نے ایک دن اُس سے ارشاد فرمایا کہ اگر میں جنابِ رسولِ خداؐ کو تجھے دکھلا دوں اور وہ حضرتؐ تجھے میرا اتباع کرنیکا اور امرِ خلافت میرے سپرد کرنیکا حکم دیدیں تو کیا تو بھی اُن کے قول کو قبول کرلیگا؟ حضرتؑ کی اس بات پر متعجب ہوکر لگا ہنسنے اور یہ کہنے کہ جی ہاں قبول کرلونگا۔ اسپر حضرتؑ نے اُسکا ہاتھ پکڑا اور اُس مسجد میں لیگئے جو مدینہ میں مسجدِ قبا کے نام سے مشہور ہے۔ جنابِ رسولِ خداؐ کو اُسکو دکھلا دیا کہ آنحضرتؐ اُس سے فرما رہے ہیں کہ ارے ابو بکر! کیا وہ سب کچھ بھول گیا جو علیؑ کے بارے میں میں تجھ سے کہہ چکا ہوں۔ یہ امرِ خلافت علیؑ کے سپرد کر دے۔ علیؑ کی پیروی کر اور اُن کی مخالفت روا نہ رکھ۔ جب ابو بکر یہ سُن چکا اور جنابِ رسولِ خداؐ اُس کی آنکھوں کے سامنے سے غائب ہوگئے تو مبہوت اور متحیّر ہو کر رہ گیا اور اُس کے بدن میں کپکپی سی پڑ گئی۔ اور پختہ ارادہ کرلیا کہ امرِ خلافت اُن جنابؑ کے سپرد کر دے مگر بعد میں ثانی نے اُس کی رائے میں دخل دیا اور جو کچھ بہت سی احادیث میں بیان ہو چکا ہے وہ کچھ اُسنے کہا (اور آخر الامر اُسے حق سے باز رکھا)۔

قولِ مترجم۔ صاحب برہان فرماتے ہیں کہ اس مضمون کی روایتیں بہت ہی کثرت سے ہیں۔ مگر ہم نے طول ہو جانے کے خوف سے اتنی ہی روایتوں پر اختصار کیا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۴۷۹

تفسیر عیاشی میں اس مچھلی کا قصہ دو اور طریقوں سے نقل کیا گیا ہے۔ ایک طریقہ سے تو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے یوں روایت ہے کہ حضرت یوشعؑ نے اُس مچھلی کو بھون لیا تھا اور اُس کو ایک پیمانہ (ناپ کے برتن) میں رکھکر ساتھ لے لیا تھا۔ پھر دونوں صاحب چلے یہانتک کہ ایک ضعیف آدمی کے پاس پہنچے جو چت لیٹے ہوئے تھے اور اُنکا عصا اُن کے پہلو میں رکھا ہوا تھا اور اُنکے اوپر ایک چادر ایسی پڑی ہوئی تھی کہ اُس سے سر ڈھانکتے تو اُن کے دونوں پاؤں کُھل جاتے اور اگر پاؤں ڈھانکتے تو سر کُھل جاتا۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ موسےٰ علیہ السلام تو وہاں نماز پڑھنے لگے اور حضرت یوشعؑ سے یہ فرمایا کہ تم سب چیزوں کی نگہبانی کرتے رہنا۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اُسوقت آسمان سے ایک بوند اُس پیمانے میں گری۔ جس سے وہ مچھلی تڑپی اور پیمانہ میں سے اُچھل کر نکلی اور دریا میں پہنچ گئی۔ خدا تعالےٰ کے اِس قول وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا کا یہی مطلب ہے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اِس کے بعد ایک پرندہ آیا۔ کنارۂ سمندر پر اُترا۔ پھر اُس نے چونچ اپنی سمندر میں ڈالی۔ اور یہ کہا کہ اے موسےٰ میری اِس چونچ کے اوپر اِس سارے سمندر میں سے جتنا پانی لگا ہے آپکو اپنے پروردگار کے علم میں سے اتنا بھی نہیں ملا۔

اور دوسری طرح جناب امام محمد باقر اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے یوں روایت کیگئی ہے کہ جب موسےٰ علیہ السلام کا معاملہ اِس حد تک پہنچا کہ اُنکو علم حاصل کرنیکا حکم دیا گیا تو اُنکو ایک پیمانہ بھی عطا ہوا جس میں ایک نمک لگی ہوئی مچھلی تھی۔ اور اُن سے یہ کہا گیا کہ یہی مچھلی آپ کو اُن صاحب تک پہنچا دیگی۔ مجمع البحرین کے پاس ایک چٹان ہے اور اُس کے پاس ایک چشمہ ہے اُسکا ایک قطرہ بھی کسی مُردے پر پڑ جائے تو وہ زندہ ہوجاتا ہے اس لیے اُسکا نام چشمۂ حیات ہے۔ چنانچہ دونوں بزرگوار چلے اور اُس چٹان کے پاس پہنچے تو حضرت یوشعؑ لگے اُس مچھلی کو اُس چشمہ میں دھونے۔ وہ مچھلی اُن کے ہاتھ میں تڑپی جس سے اُنکے ہاتھ میں ایک خراش بھی آگئی اور وہ اُنکے ہاتھ سے نکلکے دریا میں داخل ہوگئی۔ مگر وہ حضرت موسےٰ علیہ السلام سے اِس واقعہ کا ذکر کرنا بھول گئے۔

کتاب اکمال الدین میں جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اُنحضرتؑ نے کسی یہودی کے جواب میں جس نے اُن حضرتؑ سے کچھ مسئلے دریافت کیے تھے

یہ ارشاد فرمایا کہ رہا تیرا یہ قول کہ پہلا چشمہ جو روئے زمین پر جاری ہوا وہ کونسا ہی؟ تو یہودیوں کا گمان تو یہ ہے کہ وہ چشمہ ہے جو بیت المقدس میں پتھر کے نیچے سے نکلا ہے مگر وہ جھوٹے ہیں۔ بلکہ وہ چشمہ چشمۂ آبِ حیات ہے جس تک موسےٰ علیہ السلام اور اُنکے وصی پہنچے تھے اور حضرت یوشعؑ نے نمک لگی ہوئی مچھلی اُسی میں دھوئی تھی جس سے وہ زندہ ہوگئی تھی۔ اور اُس پانی کی خاصیت ہی یہ ہے کہ جس مُردہ کو چھو جائے وہ زندہ ہوجاتا ہے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام ذوالقرنین کے آگے آگے اُس چشمۂ آبِ حیات کی تلاش میں گئے تھے۔ اُنہوں نے اُسے پا بھی لیا تھا اور اُس میں سے پی بھی لیا تھا۔ ہاں ذوالقرنین کو وہ نہیں ملا تھا۔

تمام شد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ضمیمہ جات بابت پارہ شانزدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر۴ متعلق صفحہ ۴۸۲

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ جب جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ نے حضرت موسےٰ۔ حضرت یوشع اور حضرت خضر علیہم السلام کا قصّہ بیان فرمایا تو لوگوں نے عرض کی کہ ہم سے اُس پھرنیوالے کا بھی حال بیان فرمایئے جو مشرق و مغرب میں چلا پھرا ہے کہ وہ کون تھا؟ اور اُسکا قصّہ کیا ہے؟ اُس وقت خدا تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں "وَیَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنۡ ذِی الۡقَرۡنَیۡنِ الخ"۔ اور جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ذوالقرنین نبی تھے یا بادشاہ؟ حضرتؑ نے جواب دیا وہ نہ نبی تھے اور نہ بادشاہ۔ بلکہ خدا کے نیک بندے تھے۔ وہ خدا کو دوست رکھتے تھے اور خدا اُن کو دوست رکھتا تھا۔ وہ خدا سے خلوص رکھتے تھے اور خدا تعالےٰ اُنکو خالص بندہ جانتا تھا اور اُنہیں اُنکی قوم کے پاس ہدایت کرنیکے لیے بھیجا تھا۔ پس اُن لوگوں نے ذوالقرنین کے سر کے داہنے حصّہ پر ضربت لگائی تو ذوالقرنین اُنکی نظروں سے جب تک خدا کو منظور تھا غائب ہوگئے۔ پھر دوبارہ خدا نے اُنکو بھیجا تو اُن لوگوں نے ذوالقرنین کے سر کے بائیں حصّہ پر ضربت لگائی۔ پھر اُنکی نظروں سے ایک مُدّت تک غائب رہے۔ پھر تیسری بار ہدایت کے لیے بھیجے گئے۔ خداوند عالم نے اُن کو زمین میں اقتدار دیا۔ (ایہا النّاس!) ذوالقرنین کی مثل تم میں بھی موجود ہے۔ مُراد حضرتؑ کی یہ تھی کہ میں بھی مثلِ ذوالقرنین ہوں۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ذوالقرنین کو خدا تعالےٰ نے اُنکی قوم کی ہدایت پر مامور کیا تھا۔ پس اُس قوم نے ذوالقرنین کے سر کے داہنے حصّہ پر تلوار ماری۔ خدا نے اُنکو پانسو برس تک مُردہ رکھا۔ پھر دوبارہ زندہ کرکے اُنھی کی ہدایت کے واسطے بھیجا تو اب کی دفعہ اُنھوں نے ذوالقرنین کے بائیں حصّۂ سر پر ضربت لگائی۔ پھر خدا نے اُنکو پانسو برس کے لیے موت دیدی۔ پھر زندہ کرکے اُن لوگوں کے پاس ہدایت کے لیے بھیجا اور زمین کے مشرق و مغرب کا مالک کردیا۔ یعنی جہاں سے سورج نکلتا دکھائی دیتا ہے وہاں سے لیکر اُس جگہ تک کا جہاں وہ ڈوبتا نظر آتا ہے۔ چنانچہ

آیات مندرجۂ ذیل میں خدا تعالیٰ نے اسی امر کی خبر دی ہے حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ الخ
تفسیر عیاشی میں جناب امیر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ذوالقرنین نہ نبی تھے اور نہ رسول بلکہ وہ ایک بندہ تھے جو اللہ کو دوست رکھتے تھے اور اللہ انکو دوست رکھتا تھا۔ وہ خدا تعالیٰ کی جناب میں خلوص رکھتے تھے اور خدا تعالیٰ انکو بندۂ خالص جانتا تھا۔ انھوں نے اپنی قوم کو (دینِ خدا کی) دعوت دی۔ اُن لوگوں نے اُن کے ایک حصّۂ سر پر ضربت لگائی اور انکو مار ڈالا۔ پھر خدا تعالیٰ نے انکو مبعوث فرمایا اور اُن لوگوں نے اُن کے دوسرے حصّۂ سر پر ضربت لگائی اور اُنکو قتل کر دیا۔ اور ایک حدیث میں یوں وارد ہے کہ اُن حضرتؑ سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ آیا ذوالقرنین پادشاہ تھے یا نبی۔ اور اُن کے دونوں قرن سونے کے تھے یا چاندی کے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ نہ وہ نبی تھے اور نہ بادشاہ اور نہ اُن کے قرن سونے کے تھے اور نہ چاندی کے (اس سے آگے وہ بیان فرمایا جو عیّاشی کی روایت میں اوپر مذکور ہو چکا)
الخصال میں بطور حدیث مرفوع منقول ہے کہ تمام روئے زمین کے چار شخص مالک ہوئے ہیں۔ دو مؤمن تھے اور دو کافر۔ مؤمن تو سلیمان بن داؤد اور ذوالقرنین تھے اور کافر نمرود مردود اور بخت نصّر شقی۔ ذوالقرنین کا نام عبداللہ بن ضحّاک تھا۔ تفسیر عیّاشی میں ہے کہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام نے سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ ذوالقرنین ایک بندۂ صالح تھے جن کا نام عیّاش تھا۔ خدا تعالیٰ نے ان کو طوفانِ نوحؑ کے بعد گزشتہ صدیوں میں سے کسی صدی میں برگزیدہ فرما کے نواحِ مغرب کی طرف ہدایت کیلیے بھیجا۔ وہاں کے لوگوں نے اُن کے سر کے داہنے حصّہ پر ضربت لگائی جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔ پھر سو برس کے بعد خدا تعالیٰ نے اُن کو زندہ کرکے بلادِ مشرق میں بھیجا وہاں کے باشندوں نے اُنکی تکذیب کی اور سر کے بائیں حصّہ پر ضربت لگائی اور وہ اُس سے ہلاک ہو گئے۔ پھر سو برس کے بعد خدا تعالیٰ نے اُن کو زندہ کیا اور سر پر جو دو ضربیں لگی تھیں اُن ضربتوں کی جگہ دو کھو کھلے سینگ پیدا کر دیے جن کو سلطنت کی عزّت اور نبوّت کی علامت قرار دیا۔ پھر خدا تعالیٰ نے اُن کو آسمانِ دنیا تک بلند کیا اور پردے اُنکی آنکھوں سے ہٹا دیے گئے۔ تمام دنیا کی چیزیں خشکی اور تری۔ پہاڑ اور چٹیل میدان اور کچھاریں سب دکھائی دینے لگیں یہانتک کہ مشرق سے مغرب تک کی ساری چیزوں پر اُنکی نگاہ پڑ گئی۔ اور خدا تعالیٰ نے اُن کو ہر شے میں ایسی بصیرت عطا فرمائی جس سے انھوں نے حق و باطل کو پہچان لیا۔ اور ایک بادل کے ذریعہ سے اُنکی تائید کی جس میں

اندھیریاں بھی ہوتی تھیں اور کڑک بھی اور چمک بھی۔ اور وہ ہر وقت اُنکے سر پر رہتا تھا۔ پھر اُن کو زمین پر اُتارا اور وحی فرمائی کہ اب زمین کے مغربی نواح میں بھی جاؤ اور مشرقی میں بھی اِس لیے کہ ہم مُلکوں میں تمہارے لیئے چلنا پھرنا آسان کر دینگے اور بندوں کو تمہارا معتقد و مطیع بنا دینگے اور تمہارا خوف اُنکے دلوں میں بٹھا دینگے۔ چنانچہ پہلے وہ مغرب کی طرف گئے۔ جس بستی میں پہنچتے تھے تو غضبناک شیر کی طرح ڈکارتے تھے اور اُس بادل سے جو اُن کے سر پر رہتا تھا اُس بستی پر تاریکی چھا جاتی تھی جس میں کڑک اور دمک ہوتی تھی۔ جو اُنسے مخالفت کرتا تھا اور دشمنی کرتا تھا اُسپر بجلی گراکر اُسے ہلاک کرتے تھے ابھی ذوالقرنین مغرب میں نہ پہنچنے پائے تھے کہ تمام مشرق و مغرب والے اُنکے تابع فرمان ہو گئے جیساکہ قولِ باری تعالےٰ اِنَّا مَکَّنَّا لَہٗ فِی الْاَرْضِ الخ سے ظاہر ہے۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ ذوالقرنین کو خدا تعالےٰ نے اختیار دیا تھا کہ چاہیں تو سخت بادلوں پر سوار ہو کے زمین کی مسافت طے کریں یا مطیع و فرمانبردار بادل پر تو اُنہوں نے آخرالذکر بادل کو پسند کیا تھا۔ اِسی پر وہ سوار ہوتے تھے اور جب کسی قوم کے پاس جاتے تھے تو اپنی طرف سے آپ ہی ایلچی بنکر اُنکے پاس جاتے تھے تاکہ اور ایلچیوں کو جھٹلانے کا جیسا موقعہ ہو سکتا ہے وہ اُنکو نہ ملے۔

جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام سے کسی نے ذوالقرنین کے حالات دریافت کیئے تو حضرتؑ نے جواب دیا کہ ذوالقرنین کے لیے خدا نے بادل کو مسخر کر دیا تھا اور اسباب اُنکے لیے مہیا کر دیے تھے اور ایک روشنی اُنکو عطا فرمائی تھی۔ کسی نے عرض کی کہ وہ روشنی کیسی تھی؟ فرمایا وہ روشنی ایسی تھی جس سے وہ رات کو بھی دن کی طرح دیکھ لیتے تھے۔ (قولِ مترجم۔ بجلی کی روشنی کے خیالی موجد دیکھلیں کہ پہلے بھی یہ روشنی عطا ہو چکی ہے۔ کچھ اِس زمانہ والوں کی ذاتی ایجاد نہیں ہے)۔

اکمال اور الخرائج میں ہے کسی نے جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام سے سوال کیا کہ ذوالقرنین کو یہ بات کیسے حاصل ہوئی کہ شرق و غرب میں پہنچ گئے؟ فرمایا خدا تعالےٰ نے بادل کو اُنکا فرمانبردار بنا دیا تھا اور اسباب اُنکے واسطے آسان کر دیے تھے اور ایک روشنی عطا فرمائی تھی جسکی وجہ سے اُنکے لیے رات اور دن یکساں تھا۔ اور الخرائج میں اِس قدر اور زیادہ ہے کہ اُنہوں نے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ وہ سورج سے اِس قدر قریب ہو گئے کہ اُنہوں نے اُس کے شرقی کنارہ کو بھی پکڑ لیا تھا اور غربی کنارہ کو بھی۔ جب اُنہوں نے اپنی قوم سے یہ قصّہ بیان کیا اور اپنی منزلت اُنپر ظاہر کی تو اُنہوں نے اُنکا نام ذوالقرنین رکھا۔

اور انہوں نے اُن سب کو خدا کی طرف دعوت دی اور وہ داخلِ اسلام ہوئے **(قولِ مترجم)**
اوپر کی روایتوں میں پانچ پانچ سو برس بھی ذوالقرنین کا مُردہ رہنا بیان کیا گیا ہے۔ اور
ایک ایک سو برس بھی۔ ظاہراً یہ اختلافِ بیان روایات کو مشکوک کرنے والا ہے۔ مگر جن لوگوں
کو علم ہیئت میں دخل ہے اُن کو یہ معلوم ہے کہ عطارد کا سال اٹھاسی دن کا ہوتا ہے۔ زہرہ
کا دوسو چون دن کا۔ زمین کا تین سو پینسٹھ دن کا۔ اسی طرح مریخ ومشتری و زحل و یورینس
وغیرہ کے بڑے بڑے یعنی زمین کے سال کے حساب سے کئی کئی برس کے ایک ایک برس
ہوتے ہیں اور اُن زمانوں میں جبکہ ذوالقرنین تھے مختلف قومیں مختلف ستاروں کی پرستش
کیا کرتی تھیں اور انہی کے حساب سے اپنا سال بھی شمار کرتی تھیں تو ممکن ہے کہ کسی
سیارہ کے پانچ برس دوسرے سیارہ کے ایک برس کے برابر ہوں۔ تو اسی طرح ممکن ہے
کہ پہلے سیارہ کی ماننے والی قوم کے نزدیک جس واقعہ کو پانسو برس گزرے ہوں دوسرے
سیارہ کے ماننے والی قوم کے نزدیک اُسی واقعہ کو سو برس گزرینگے۔ پہلی قوم کی روایت
اگر پانسو برس ہوگی تو دوسری قوم کے یہاں کی مطابق اُسی روایت میں سو برس ہوجائینگے۔
مختصراً اتنا اشارہ کر دیا گیا زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔

تفسیر برہان میں جابرؓ ابن عبداللہ انصاری سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے
جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ذوالقرنین ایک مردِ نیک
تھے۔ خداتعالےٰ نے اُنکو اپنے بندوں پر حجت قرار دیا تھا پس اُنہوں نے اپنی قوم کو دینِ خدا
کی طرف ہدایت کی اور اُنکو تقوےٰ اور پرہیزگاری کا حکم دیا۔ اُس قوم نے ذوالقرنین کی
ایک حصّۂ سر پر ضربت ماری پس ذوالقرنین ایک زمانہ تک غائب رہے۔ لوگوں نے خیال کیا
کہ یا تو وہ مر گئے یا کسی جنگل میں چلے گئے۔ پھر وہ ظاہر ہوئے اور اپنی قوم کے پاس آئے۔
پس اُنہوں نے اُن کے دوسرے حصّۂ سر پر بھی ضربت لگائی۔ اور تم میں بھی ایک ذوالقرنین
موجود ہے (مراد جنابِ امیر علیہ السّلام ہیں) خدا نے ذوالقرنینؑ کو تمام روئے زمین کا بادشاہ
کیا تھا اور ہر چیز کا سبب اُن کو عطا فرمایا تھا اور وہ مشرق میں بھی پہنچے تھے اور مغرب میں بھی۔
اور خداتعالےٰ میری اولاد میں سے قائمِ آلِ محمدؐ کو ہو بہو ایسی ہی حکومت عنایت کریگا۔ اور اُنکو
زمین کے شرق میں بھی پہنچا دیگا اور غرب میں بھی۔ زمین کا کوئی حصّہ پہاڑی ہو یا چٹیل میدان
جسپر ذوالقرنین نے قدم رکھا ہے باقی نہ رہیگا۔ مگر یہ کہ خداتعالےٰ قائمِ آلِ محمدؐ کو اُسپر پہنچائیگا
روئے زمین کے خزانے اُنکے لیے کھولدیگا اور کانیں ظاہر فرمادیگا۔ رعب و دبدبہ سے اُنکی
مدد فرمائیگا اور تمام زمین کو اُنکے ذریعہ سے عدل و انصاف سے اُسی طرح مملو کر دیگا جس طرح

کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

کتاب اختصاص میں جناب شیخ مفیدؒ نے بہ سلسلۂ اسنادِ خود عبد الرحمن قصیر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ ذو القرنین کے پاس خدا نے دو بادل بھیجے تھے ایک ذلول دوسرا صعب اور یہ اختیار دیا تھا کہ اُن دونوں میں سے جسکو چاہیں پسند کرلیں۔ پس اُنہوں نے ذلول کو اختیار کیا اور صعب تمہارے مولا کے لیے چھوڑ دیا۔ میں نے عرض کی صعب کیا چیز ہے؟ حضرت نے فرمایا صعب وہ بادل تھا جس میں گرج اور بجلی اور صاعقہ تھا۔ تمہارے امام اُسپر سوار ہونگے اور ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے اسباب ملاحظہ کرینگے۔ پس وہ پانچ زمینیں آباد اور دو زمینیں غیر آباد پائینگے۔ نیز اُسی کتاب میں ابوبصیر سے منقول ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام تمام زمین کے اوپر اور نیچے کے بادشاہ تھے۔ دو بادل اُنکے سامنے پیش کیے گئے تھے ایک ذلول دوسرا صعب۔ ذلول میں زمین کے اوپر کا فرشتہ تھا اور صعب میں زمین کے نیچے کا فرشتہ تھا۔ پس اُن جنابؑ نے صعب کو اختیار کیا۔ وہ ساتوں زمینوں میں اُنکو لیگیا۔ پس اُن جناب نے چار زمینیں آباد پائی تھیں اور تین غیر آباد۔ اُسی کتاب میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ خداوند عالم نے ذو القرنین کے پاس دو بادل ایک ذلول دوسرا صعب بھیجے تھے۔ اور اُنہیں اختیار دیا تھا کہ جسے چاہیں پسند کرلیں تو اُنہوں نے ذلول کو پسند کیا تھا۔ ذلول وہ بادل ہے جس میں بجلی اور گرج نہ تھی۔ صعب کو اس لیے اُنہوں نے پسند نہ کیا تھا کہ اُسے خدا تعالےٰ نے قائم آلِ محمدؐ کے لیے رکھا تھا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۷ متعلق صفحہ ۴۸۵

کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے اِس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ جو شخص کوئی عمل خیر خوشنودئ خدا کے لیے نہ بجالائے بلکہ غرض اُس کی یہ ہو کہ لوگ سُنکر تعریف کریں تو یہ شخص اپنی عبادت میں مشرک ہوگا۔ پھر فرمایا جو شخص چھپا کے نیکی کرے تو خداوند عالم اُس کو کبھی نہ کبھی ضرور ظاہر کردیگا اور جو بندہ پوشیدہ بُرا کام کرے تو اگرچہ کتنا ہی زمانہ گزر جائے تو خدا تعالےٰ اُسے کبھی نہ کبھی ظاہر کردیگا۔ تفسیرِ بُرہان میں ہے حسن بن علی وشا کہتے ہیں کہ میں جناب امام علی رضا علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا میں نے اُن جنابؑ کے پاس لوٹا رکھا ہوا ہے اور وہ نماز کے لیے وضو کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے حضرتؑ کے دستِ مبارک پر پانی ڈالنے کا ارادہ کیا مگر اُن جنابؑ نے منع کردیا۔ میں نے عرض کی اے مولا!

آپ مجھکو ثواب حاصل کرنے سے کیوں روکتے ہیں ؟ فرمایا اے حسن ! تم کو تو ثواب ملیگا مگر میں زیر بار ہو جاؤنگا۔ میں نے عرض کی اے مولا یہ کیوں ؟ حضرتؑ نے جواب دیا کیا تم نے قول باریتعالے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ نہیں سُنا ہے ۔ اب میں نماز کے لیے وضو کرتا ہوں۔ نماز خدا تعالےٰ کی عبادت ہے ۔ مجھے مکروہ معلوم ہوتا ہے کہ میری عبادت میں کوئی شریک ہو جائے۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے کسی نے اس آیت کی تفسیر دریافت کی۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ عمل صالح سے ائمہ اثنا عشر کی معرفت مراد ہے اور لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ سے حضرت علی علیہ السّلام کی اطاعت مقصود ہے کہ کسی دوسرے نااہل کو اُن جناب کی خلافت میں شریک نہ کرنا چاہیے۔ تفسیر قمیؔ میں اُنہی حضرتؑ سے روایت کیگئی ہے کہ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ کا یہ مطلب ہے کہ ولایت آل محمدؐ کے ساتھ کسی اور کی ولایت کو شریک نہ کرنا چاہیے اور اُنکی ولایت عمل صالح ہے اور جسنے اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک کیا اُس نے ہماری ولایت میں بھی شریک کیا اور اسکا انکار کیا اور جناب امیر المؤمنین کے حق اور اُنکی ولایت کا بھی منکر ہوا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۷ متعلق صفحہ ۴۹۲

کافی میں ہے۔ جابر جعفی نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ فرشتوں میں ایک فرشتہ خدا کے نزدیک نہایت جلیل القدر تھا (ترک اولےٰ کی وجہ سے) اُسپر عتاب خداوندی ہوا۔ آسمان سے زمین پر اُتار دیا گیا۔ پس وہ جناب ادریسؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ اے ادریسؑ ! خدا کے نزدیک آپکا بڑا مرتبہ ہے۔ آپ خدا تعالےٰ سے میری سفارش کر دیجیے۔ یہ سُنکر حضرت ادریسؑ نے پیہم تین رات بے تکان نماز پڑھی ۔ اور تین روز بغیر افطار کیے روزے رکھے۔ پھر چوتھی صبح کو اُس فرشتے کے لیے خدا تعالےٰ سے دعا مانگی۔ فرشتے نے عرض کی اے ادریسؑ ! دعا آپ کی قبول ہوگئی۔ خدا تعالےٰ نے مجھے باز و عطا فرما دیے۔ اے ادریسؑ ! میں چاہتا ہوں کہ آپ کے احسان کے شکریہ میں آپکی کوئی خدمت بجالاؤں۔ اگر کوئی مطلب ہو تو بیان فرمائیے۔ حضرت ادریسؑ نے جواب دیا کہ تم مجھے ملک الموت کو دکھا دو۔ شاید کہ میں اُن سے مانوس ہو جاؤں۔ کیونکہ ملک الموت کی یاد کے ساتھ مجھے کوئی چیز اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ پس فرشتے نے اپنے باز و پھیلا دیے اور کہا کہ اے ادریسؑ سوار ہو جائیے۔ پس وہ فرشتہ حضرت ادریسؑ کو لیکر آسمان دنیا پر پہنچا اور ملک الموت کو وہاں تلاش کیا اور نہ پایا۔ کسی نے کہا

دوسرے آسمان پر جاؤ۔ پس وہ فرشتہ برابر اُڑتا رہا یہانتک کہ چوتھے اور پانچویں آسمان کے مابین ملک الموت کو آتے ہوئے دیکھا۔ فرشتہ نے ملک الموت سے کہا کہ اے ملک الموت میں تم کو اِس وقت ترشرو پاتا ہوں۔ ملک الموت نے جواب دیا کہ میں ابھی عرش کے نیچے تھا کہ یکایک حکمِ خدا پہنچا کہ اے ملک الموت! آسمانِ چہارم و پنجم کے درمیان ایک آدمی کی روح قبض کرلو۔ اِس حکم سے مجھکو نہایت تعجب ہوا ہے۔ یہ باتیں سُنکر جناب ادریسؑ خوف زدہ ہو گئے اور فرشتے کے بازو سے چھُٹ پڑے۔ اُسی جگہ ملک الموت نے اُنکی روح قبض کرلی۔ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا کا مطلب یہی ہے۔

تفسیرِ قمی میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اِس آیت کی تفسیر میں یوں روایت ہے کہ ایک فرشتہ پر (بوجہ ترکِ اولےٰ) عتابِ الٰہی ہوا۔ تمام بال و پر اُس کے نوچ دیے گئے اور کسی جزیرہ میں ڈالدیا گیا۔ مُدتوں اُسی میں پڑا رہا۔ یہانتک کہ ادریس علیہ السّلام مبعوث ہوئے۔ پس وہ فرشتہ اُن جنابؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ یانبیؑ اللہ! آپ میرے حق میں دعا کریں کہ خدا تعالےٰ مجھ سے راضی ہوجائے۔ اور مجھے بازو عطا کردے۔ حضرت ادریسؑ نے اُسکے لیے دعا کی۔ پس خدا تعالےٰ اُس سے راضی ہوگیا اور بال و پر اُسے واپس دیئے۔ فرشتے نے عرض کی یانبی اللہ! اگر کوئی ضرورت ہو تو بیان فرمایئے کہ میں اُسے انجام دوں۔ جنابِ ادریسؑ نے جواب دیا کہ تم مجھے آسمان پر لے چلو کہ میں ملک الموت کو ایک نظر دیکھلوں کہ اُنکی یاد کے ساتھ زندگی تلخ ہے۔ پس وہ فرشتہ حضرت ادریسؑ کو اپنے بازو پر بٹھا کے لے اُڑا یہانتک کہ آسمانِ چہارم تک پہنچا دیا۔ حضرت ادریسؑ نے دیکھا کہ ملک الموت تعجّب سے سر ہلاتے آرہے ہیں۔ پس حضرت ادریسؑ نے ملک الموت کو سلام کرکے سر ہلانیکا سبب دریافت کیا۔ ملک الموت نے جواب دیا ابھی ابھی مجھے حکمِ خدا ہوا ہے کہ میں آسمانِ چہارم و پنجم کے مابین آپکی روح قبض کرلوں۔ میں نے عرض کیا تھا اے میرے پروردگار چوتھے آسمان کی موٹائی پانسو برس کی ہے اور چوتھے آسمان سے تیسرے آسمان تک پانسو برس کی راہ ہے۔ پھر تیسرے آسمان کی موٹائی پانسو برس کی ہے اور تیسرے آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کی راہ ہے۔ پھر دوسرے کی موٹائی بھی اُتنی ہی ہے اور دوسرے آسمان سے پہلے آسمان تک فاصلہ بھی اتنا ہی ہے۔ آسمانِ اوّل کی موٹائی بھی اُسی قدر ہے۔ پھر آسمانِ اوّل سے زمین تک بھی اتنی ہی مسافت ہے تو اُنکی روح کا قبض کرنا اتنی بلندی پر کیسے ہوگا؟ (یہ عرض ہی کررہا تھا کہ آپ کو میں نے دیکھکر تعجب کیا) پھر ملک الموت نے چوتھے اور پانچویں

آسمان کے درمیان جناب ادریس کی روح قبض کرلی۔ قولِ باریتعالےٰ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا کا یہی مطلب ہے۔ نیز اُسی کتاب میں بروایتِ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام خود جناب رسولِ خداؐ سے حدیث شبِ معراج میں منقول ہے آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ پھر میں آسمانِ چہارم پر گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ وہاں ایک شخص موجود ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ اے جبرئیلؑ یہ شخص کون ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ حضرت ادریسؑ یہی تو ہیں جنکو خدا تعالےٰ نے اس مکان بلند تک رفعت دی ہے۔ پس میں نے اُنکو سلام کیا اور اُنہوں نے مجھے سلام کیا اور میں نے اُنکے لیے دعائے مغفرت مانگی اور اُنہوں نے میرے لیے دعائے مغفرت کی۔ (**قول مترجم**) کوئی صاحب یہ وہم نہ کریں کہ حضرت ادریسؑ زندہ نہیں ہیں جیساکہ اہلِ اسلام کا اعتقاد ہے۔ اوپر کی روایتوں سے صاف ثابت ہے کہ وہ زمین سے زندہ ہی اُٹھائے گئے اور آخری روایت بتلاتی ہے کہ وہ آنحضرتؐ سے زندہ ہی ملے۔ پس قبضِ روح جو چوتھے اور پانچویں آسمان کے مابین ملک الموت کے ہاتھوں واقع ہوئی وہ شاید اُس وحشت کے رفع کرنیکی غرض سے ہو جو اُنکو ملک الموت سے تھی اور پھر وہی روح اُنکے جسم میں لوٹا دیگئی ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۴۹۶

اُس دروازہ پر ایک درخت ہے جس کا ایک ایک پتا اتنا بڑا ہوگا کہ ایک لاکھ آدمی اُسکے سایہ میں آجائیں۔ اور اُس درخت کے داہنی طرف ایک پاک و پاکیزہ چشمہ ہوگا اُس میں سے اُن لوگوں کو ایک ایک گھونٹ پانی پلایا جائیگا جس کی وجہ سے خداوند عالم اُنکے دلوں کو حسد سے پاک کردیگا اور اُنکے بدنوں سے بال گر پڑینگے۔ یہ مطلب قولِ باری تعالےٰ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر وہ لوگ درخت کی بائیں جانب والے چشمہ پر وارد ہونگے۔ وہ آبِ حیات کا چشمہ ہوگا۔ اُسمیں وہ لوگ نہائینگے۔ پھر کبھی اُنکو موت نہ آئیگی۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ پھر وہ لوگ عرش کے سامنے ٹھہرائے جائینگے اور ہر ہر طرح کی آفتوں سے اور بیماریوں سے اور گرمی و سردی سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوچکے ہونگے۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے اُن فرشتوں سے جو اُن کے ساتھ ہونگے فرمائیگا کہ اے فرشتو! میرے اِن دوستوں کو جنّت میں لیجاؤ۔ یہاں عام لوگوں کے ساتھ اِنکو نہ ٹھیراؤ۔ میں اِن سے پہلے ہی راضی ہوچکا اور میری رحمت اِن پر لازم ہوچکی۔ پھر مجھے یہ کیسے گوارا ہو کہ میں اِن کو ہر نیک و بد کے ساتھ کھڑا رکھوں۔ پس ملائکہ اُن کو جنّت کی طرف لیجائینگے اور

بڑے دروازہ پر پہنچکے ملائکہ زنجیر در ہلائینگے۔ اُس زنجیر کی رگڑ سے ایک آواز پیدا ہوگی جو تمام حوران بہشتی کے کانوں میں پہنچیگی جن کو خدا تعالےٰ نے اپنے دوستوں کے لیے پیدا کیا اور مہیّا کر رکھا ہے۔ پس وہ حوریں جس وقت کھٹکھٹانے کی آواز سنینگی تو خوش خوش ایک دوسرے کو بشارت دینگی اور کہینگی آہا! ہمارے پاس اولیائے خدا آتے ہیں۔ پس اُن کے لیے دروازہ کھولدیا جائیگا۔ وہ سب کے سب جنت میں داخل ہوجائینگے اُن کی ازواج حور العین میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی اُن پر جُھک جُھک کر نظر کرینگی اور کہینگی خوشا حال آپ لوگوں کا ہم تو آپ کے بڑے مشتاق تھے۔ اولیائے خدا بھی اِن حوروں وغیرہ کو ویسا ہی جواب دینگے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ضمیمہ جات بابت پارہ ہفدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۵۱۶

یہ سنکر ابی عمیر نے عرض کی یا بن رسول اللہ جو شخص گناہ کبیرہ کرکے نادم نہو وہ مومن کیوں نہیں ہے؟

حضرتؑ نے جواب دیا ایسا کوئی نہیں ہے جو اس بات کا عقیدہ بھی رکھتا ہو کہ گناہ کرنیوالا عذاب کا مستحق ہے اور گناہ پر سزا ضرور ملیگی پھر وہ گناہ کرکے نادم نہو۔ پس جب نادم ہوگیا تو یہی اسکی توبہ ہوگئی۔ اور وہ شفاعت کا مستحق ہوگیا۔ اور جو گناہ کرکے پشیمان نہوگا وہ اصرار کرنیوالا سمجھا جائیگا اور اصرار کرنیوالے کے لیے بخشش نہیں ہے اس لیے کہ جس گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اُس کے متعلق وہ عذاب پر ایمان نہیں رکھتا۔ اگر وہ عذاب کا عقیدہ رکھتا ہوتا تو نادم بھی ضرور ہوتا۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ فرماتے ہیں کہ (توبہ و استغفار کے ساتھ کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا (یعنی قابل معافی ہوجاتا ہے) اور اصرار کے ساتھ صغیرہ صغیرہ نہیں رہتا (یعنی کبیرہ ہوجاتا ہے) اب رہا قول باریتعالے لَا یَشۡفَعُوۡنَ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰی۔ اِسکا مطلب یہ ہے کہ روزِ قیامت شفاعت کرنیوالے اُسی کی شفاعت کرینگے جس کا دین خدا کو پسند ہوگا۔ اور دین کے معنی یہ ہیں کہ بندہ یہ عقیدہ رکھے کہ اچھے اور بُرے کاموں کی جزا ضرور ملیگی۔ پس جب بندہ کا دین پسندیدۂ خدا ہوا تو وہ تو اپنے گناہ پر ضرور پشیمان ہوگا اس لیے کہ اُسے اِس بات کا یقین ہے کہ روزِ قیامت ہر نیکی و بدی کا نتیجہ ملیگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۵۱۷

کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے کسی نے اِس آیت کا مطلب دریافت کیا حضرتؑ نے فرمایا کہ جب خدا تعالےٰ نے آدم علیہ السّلام کو زمین پر اُتار دیا تو اُس وقت آسمان اس طرح بند تھا کہ اُس سے ایک قطرہ پانی کا نہ برستا تھا اور زمین اس طرح بند تھی کہ اُس سے کوئی چیز نہ اُگتی تھی۔ پس جب آدم علیہ السّلام کی توبہ قبول فرمائی تو خدا نے آسمان کو حکم دیا تو بادلوں سے کچھ بوندا باندی ہوئی۔ پھر خدا تعالےٰ نے دوبارہ حکم دیا تو اُس نے اپنا دہانہ کھول دیا (یعنی خوب پانی پڑا) پھر زمین کو حکم دیا تو اُس سے درخت روئیدہ ہوگئے۔ اور درختوں پر پھل آگئے اور نہریں جاری ہوگئیں۔ پس وہ تو اُنکا بند ہونا تھا اور یہ اُنکا کھُلنا ہوا۔ تفسیر قمی میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اِس آیت کی تفسیر دریافت کی۔ حضرتؑ

نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ تو ویسا ہی ہے جیسی اُسنے اپنی صفت خود بیان فرمائی ہے۔ اب رہا عرش خدا وہ پانی پر تھا اور پانی ہوا پر اور ہوا کی کوئی حدمحدود نہ تھی۔ اور اُس وقت تک ہوا اور پانی کے سوا کوئی اور مخلوق نہ تھی۔ اور اُس زمانہ میں پانی محض شیریں اور خوشگوار ہی تھا۔ پس جب خدا نے زمین کو پیدا کرنیکا ارادہ کیا تو ہواؤں کو چلنے کا حکم دیا۔ ہواؤں کی تھپیڑوں سے پانی جوش مارنے لگا اور موجزن ہوگیا۔ جس کی وجہ سے پانی پر جھاگ آ گئے۔ پھر خدا نے اُس جھاگ کو اکٹھا کر کے اُس جگہ جمع کر دیا جہاں خانۂ کعبہ بنایا گیا ہے۔ پھر اُن جھاگوں کو پہاڑ بنا دیا اور اُس کے نیچے سے زمین پھیلائی۔ چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (دیکھو صفحہ ۹۷ سطر ۹) پھر خدا نے جب تک اُسے منظور ہوا کسی چیز کو پیدا نہ کیا۔ اور جب یہ چاہا کہ آسمان کو پیدا کرے تو ہواؤں کو چلنے کا حکم دیا۔ ہواؤں کے چلنے سے اور اُنکے جھونکوں سے سمندروں میں تلاطم آیا اور پانی موجیں مارنے لگا جس کے سبب سے پانی پر کف آ گیا۔ پھر کف اور موجوں کے درمیان سے بغیر آگ کے دُھواں نکلا۔ اُس دُھوئیں سے خدا تعالےٰ نے آسمان کو پیدا کیا اور آسمان میں برج اور ستارے اور آفتاب و ماہتاب کی منزلیں قرار دیں اور اِن سب کو آسمان میں چلتا کر دیا۔ آسمان کا رنگ ہرے پانی کی مانند سبز ہے اور زمین کا رنگ شیریں پانی کی طرح غبار آلود ہے۔ یہ دونوں زمین و آسمان بند تھے۔ اِن دونوں میں دروازے نہ تھے۔ نہ زمین سے کوئی چیز اُگتی تھی نہ آسمان سے پانی برستا تھا۔ پس خدا نے آسمان کو شگافتہ فرمایا یعنی اُس سے پانی برسایا اور زمین کو شگافتہ فرمایا یعنی اُس سے نباتات پیدا کی۔ قولِ باریتعالےٰ اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ کا یہی مطلب ہے۔ تفسیر برہان میں بروایتِ ابو حمزہ ثمالی اور ابو منصور سے بروایتِ ابو ربیع منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جس سال ہشام بن عبد الملک حج کے لیے گیا اور اُسکے ساتھ نافع غلام عمر ابن الخطاب بھی تھا اُسی سال ہم بھی جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کے ہمرکاب حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ نافع نے جناب امام علیہ السّلام کو رکن بیت اللہ کے پاس دیکھا جس حال میں کہ لوگ چاروں طرف سے اُن حضرتؑ پر ہجوم کیے ہوئے تھے تو ہشام سے دریافت کرنے لگا کہ یہ صاحب کون ہیں جنپر لوگ ٹوٹے پڑتے ہیں؟ ہشام نے جواب دیا کہ یہ تو اہلِ کوفہ کا نبی محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ ابن ابیطالبؑ ہے۔ نافع نے کہا حضور ذرا دیکھیں کہ میں اِنکے پاس ضرور جاؤنگا اور اِن سے ضرور وہ وہ مسئلے دریافت کرونگا جنکا جواب سوائے نبی یا فرزندِ نبی یا وصیِ نبی کے کسی اور سے نہ بن پڑے۔ ہشام لعین نے

کہا اے نافع (ابلیہ) بیا اور سوال کر۔ شاید انکو خجالت حاصل ہو۔ پس نافع گیا اور آدمیوں پر تکیہ کرکے کھڑا ہوا۔ پھر حضرتؑ کی طرف دیکھکر کہنے لگا کہ اے محمدؐ بن علیؑ! میں نے توریت و انجیل و زبور و قرآن کو پڑھا ہے۔ اِن کتابوں میں حلال و حرام کے متعلق جتنے بھی احکام ہیں وہ مجھے سب معلوم ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں اِس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے چند ایسے سوال کروں جن کا جواب سوائے نبی یا وصی نبی یا فرزند نبی کے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ پس حضرتؑ نے سر مبارک بلند کرکے فرمایا جو تیرا جی چاہے دریافت کر۔ پس نافع سوال کرتا جاتا تھا اور حضرتؑ اُس کا جواب دیتے جاتے تھے۔ منجملہ اُن سوالات کے ایک یہ بھی تھا کہ قولِ باریتعالےٰ اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا کی تفسیر بیان فرمایئے؟ حضرتؑ نے ارشاد کیا جبکہ خدا تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارا تو آسمان بھی بستہ تھا کہ وہ ایک قطرہ پانی کا نہ برساتا تھا۔ اور زمین بھی بند تھی کہ کوئی چیز نہ اُگاتی تھی۔ جس وقت اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کی توبہ قبول کی تو آسمان کو پانی برسانے کا حکم دیا تو بادلوں سے کچھ بوندا باندی ہوئی۔ پھر دوبارہ حکم دیا اُس وقت بادلوں کے دہانے کھل گئے (یعنی خوب مینہ برسا) پھر زمین کو حکم دیا تو اُس سے درخت اُگے اور اُن درختوں سے پھل پیدا ہوئے اور نیز زمین پر ندیاں بہ نکلیں۔ پس پہلی حالت تو آسمان و زمین کا بند ہونا تھا اور یہ ان دونوں کا کھل جانا ہے۔ یہ جواب سُنکر نافع نے کہا اے فرزندِ رسولؐ (بیشک) آپنے سچ فرمایا۔ کتاب الارشاد میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بروایت علماء یہ مضمون درج کیا ہے کہ عمرو بن عبید جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا کہ سوالات کے ذریعے سے حضرتؑ کا امتحان لے۔ چنانچہ عرض کرنے لگا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں قولِ باریتعالےٰ اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا سے کیا مراد ہے؟ اور یہ رتق و فتق کیا ہے؟ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے اُس سے فرمایا کہ ابتدا میں آسمان بھی بند تھا اُس سے مینہ نہ برستا تھا اور زمین بھی بند تھی کہ اُس سے کوئی چیز نہ اُگتی تھی۔ یہ سُنکر عمرو خاموش ہو گیا اور اُسکو کوئی جائے اعتراض باقی نہ رہی۔ پھر اُس نے دوسری مرتبہ عرض کی کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں قولِ باریتعالےٰ وَمَنۡ یَّحۡلِلۡ عَلَیۡہِ غَضَبِیۡ فَقَدۡ ہَوٰی (دیکھو صفحہ ۵۰۵ سطر ۴) میں غضبِ خدا کے کیا معنی ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا غضبِ خدا سے مُراد اُسکا عذاب ہے اور اے عمرو جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ خدا کی حالت میں کچھ تغیّر و تبدّل ہو جاتا ہے وہ کافر ہے (قولِ مترجم۔ یہ سُنکر ایسی بولتی بند ہوئی کہ چُپ چاپ

چنیت ہوئے)

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۵۲۱

تفسیر قمیؔ میں منقول ہے کہ ہر چند حضرت ابراہیمؑ نے لوگوں پر اپنی حجّت و دلیل قائم کی اور بتوں کی عبادت سے روکنا چاہا مگر انھوں نے حضرتؑ کا کہنا نہ مانا۔ جب اُن کی عید کا دن آیا تو نمرود مع اپنے ارکان دولت اور رعایا کے عید منانے کے لیے شہر سے باہر گیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اُن کے ہمراہ جانے سے کراہت کی تو نمرود نے اُنکو بتخانہ سپرد کر دیا۔ پس جب وہ لوگ چلے گئے تو ابراہیم علیہ السّلام ہر بت کے سامنے کھانا لے گئے اور ہر ایک سے ارشاد فرمایا! لے کھانا کھالے اور اگر نہیں کھاتا ہے تو مجھے جواب دے۔ جب کوئی نہ بولا تو ہاتھ میں بسولا لیکر اُس کے ہاتھ پاؤں توڑ ڈالے۔ سب کے ساتھ یہی عمل کیا مگر بڑے بُت کو چھوڑ دیا اور بسولا اُسکی گردن میں لٹکا دیا۔ وہ صدر میں دھرا ہوا تھا۔ جب بادشاہ اور لوگ عید سے پلٹ کر آئے تو بتوں کو ٹوٹا پھوٹا پایا۔ آپس میں کہنے لگے کہ جس نے ہمارے معبودوں کی یہ گت بنائی ہے بیشک وہ بڑا ہی ظالم ہے۔ (پھر) کہنے لگے ہم نے تو ایک نوجوان کو جسکا نام ابراہیمؑ ہے اور جو آذر کا بیٹا (بھتیجا) ہے اُن کا (بڑا) ذکر کرتے ہوئے سُنا تھا (ہو نہو یہ اُسی کی کرتوت ہے) پس وہ لوگ جناب ابراہیمؑ کو نمرود کے پاس لے گئے۔ نمرود نے آذر سے کہا تو نے مجھ سے خیانت کی اور اِس لڑکے کی مجھے اطلاع نہ ہونے دی۔ آذر نے جواب دیا کہ اے بادشاہ یہ کام ابراہیمؑ کی ماں کا ہے اور وہ اپنے اس فعل کی جوابدہی بھی کر سکتی ہے۔ پس نمرود نے جناب ابراہیمؑ کی والدہ کو طلب کر کے پوچھا کہ تو نے اِس لڑکے کا حال مجھ سے کیوں پوشیدہ رکھا کہ اس نے ہمارے معبودوں کی گت جو کچھ بھی بنائی بنائی۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ اے بادشاہ میں نے تیری رعیت کی ہمدردی میں ایسا کیا ہے۔ نمرود بولا اِس کا مطلب بیان کرو ہمدردی کیسی؟ والدۂ جناب ابراہیمؑ نے کہا بات یہ ہے کہ جب میں نے یہ دیکھا کہ تو اپنی رعایا کی اولاد کو (ناحق) قتل کرتا ہے تو مجھے خیال ہوا کہ اِس سے تو لوگوں کی نسل ہی قطع ہو جائیگی پس میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا کہ اگر یہ لڑکا وہی ہے جس کی تلاش میں نمرود ہے تو میں اِس لڑکے کو اُس کے حوالے کر دونگی کہ اُسے قتل کر دے اور لوگوں کی اولاد قتل کرنے سے باز رہے اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو ہمارا لڑکا ہمیں مبارک! اے نمرود اب تو نے اِسے پالیا تو اب رعایا کی اولاد قتل کرنے سے ہاتھ روک لے۔ نمرود نے والدۂ جناب ابراہیمؑ کی بات قبول کی۔ پھر حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا کہ اے ابراہیمؑ! ہمارے معبودوں کے ساتھ

یہ حرکت کس نے کی ؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ یہ حرکت تو اِن کے بڑے نے کی ہے۔
اب اگر یہ بولتے ہوں تو تم اِنہی سے پوچھلو۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے
فرمایا کہ قسم بخدا نہ تو اُن کے بڑے بُت نے یہ فعل کیا تھا اور نہ ابراہیم علیہ السّلام نے
خلافِ واقعہ کچھ فرمایا۔ اِسپر کسی نے سوال کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ فرمایا ایسے ہو سکتا
ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جو کچھ فرمایا مشروط فرمایا یعنی یوں فرمایا کہ اگر یہ بڑا بُت
بول سکتا ہے تو یہ فعل بھی اِس نے کیا اور اگر نہیں بول سکتا تو اِس نے کچھ بھی نہیں کیا۔
پس نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کے معاملہ میں اپنی قوم سے مشورہ لیا۔ اُن لوگوں نے کہا
کہ اگر تم سے ہو سکتا ہے تو اپنے دیوتاؤں کی مدد کرو اور ابراہیمؑ کو آگ میں جلاڈالو۔ جناب
امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ فرعونِ ابراہیمؑ (یعنی نمرود) اور اُسکے مشیر سلطنت
بڑے ولد الحرام تھے کہ اُنہوں نے نمرود کو یہ مشورہ دیا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۵۲۲ سطر ۱) اور موسٰی علیہ السّلام
والا فرعون اور اُس کے ارکینِ دولت ولد الحلال تھے کہ اُنہوں نے جناب موسٰیؑ کے
بارے میں یہ رائے دی اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ يَاْتُوْكَ
بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ۔ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۵۰۸ سطر ۵) الغرض ابراہیمؑ کو نمرودِ
مردود نے قید کرلیا اور اُنکو جلانے کے لیے (خشک) لکڑیاں جمع کرنیکا حکم دیا۔ جب آگ
میں ڈلوانے کا دن آیا تو نمرود لع اپنے لشکر کے بستی سے باہر نکلا اور اُس مکان میں آیا جو
خاص اِس لیے بنایا گیا تھا کہ وہاں بیٹھکر نمرود حضرت ابراہیمؑ کا آگ میں جلنا دیکھے۔
وہ آگ بیحد تیز تھی جو کوئی پرند اُسپر سے گزرتا تھا تو جل جاتا تھا۔ کسی میں اتنی قدرت نہ تھی
جو آگ کے قریب جاکر ابراہیمؑ کو اُس میں ڈال دیتا۔ (وہ لوگ حیران تھے کہ کس طرح
ابراہیمؑ کو آگ میں پھینکیں کہ) شیطان نمرود کے پاس آیا اور اُس نے اِن لوگوں کے لیے
گوپھن بنائی۔ جب وہ تیار ہوگئی تو اُس میں جناب ابراہیمؑ کو بٹھایا۔ آذر ملعون قریب
آیا اور ایک طمانچہ اُس کافر نے رخسارۂ ابراہیمؑ پر مارا اور کہنے لگا اے ابراہیمؑ! ابھی
اپنا باطل عقیدہ چھوڑ دے۔ اُس وقت کوئی چیز ایسی باقی نہ رہی جس نے پروردگارِ عالم
کی درگاہ میں جناب ابراہیمؑ کے لیے دعا نہ کی ہو۔ ملائکہ آسمانِ دنیا پر بھیج لیے گئے۔ زمین
نے عرض کی خدایا اگر ابراہیمؑ جل گئے تو مجھپر تیری عبادت کرنے والا کوئی باقی نہ رہیگا۔ ملائکہ
عرض کرنے لگے پروردگارا! تیرا خلیل آگ میں جلایا جاتا ہے۔ جناب احدیت سے خطاب
ہوا اگر ابراہیمؑ مجھ سے دعا کریگا تو میں ضرور اُس کے لیے کفایت کرونگا۔ جبرئیلؑ نے عرض کی

خداوندا! ابراہیم تیرا خلیل ہے اُس کے سوا زمین پر تیری عبادت کرنیوالا کوئی نہیں ہے تو نے اُسکے دشمن کو اُس پر مسلط کیا ہے کہ وہ ابراہیمؑ کو آگ میں جلانا چاہتا ہے۔ ارشادِ باری ہوا اے جبرئیلؑ خاموش ہوجا۔ یہ بات وہ کہیگا جو تیری مانند موت سے خوف کرتا ہو۔ ابراہیمؑ میرا بندہ ہے۔ اگر وہ مجھ سے درخواست کریگا تو میں اُسکی دستگیری کرونگا۔ پس اُس وقت جنابِ ابراہیمؑ نے یہ کلمات کہے اور دعا مانگی یَا اَللّٰہُ یَا وَاحِدُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ یَا مَنْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ نَجِّنِیْ مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ (اے اللہ! اے تنہا! اے یکتا! اے بے نیاز! نہ تجھ سے کوئی پیدا ہوا نہ تو کسی سے پیدا ہوا۔ نہ کوئی تیرا ہمسر ہے۔ تو اپنی رحمت سے آتشِ نمرود سے مجھے نجات دے)۔ امام علیہ السّلام نے فرمایا پس جبکہ جنابِ ابراہیم علیہ السّلام کو گوپھن میں رکھدیا گیا تو جبرئیل علیہ السّلام نے ہوا میں اُن سے ملاقات کی اور عرض کی اے ابراہیمؑ آیا آپ کو مجھ سے کوئی حاجت ہے تو بیان کیجیے؟ اُن حضرتؑ نے جواب دیا اے جبرئیلؑ تم سے کوئی حاجت نہیں ہاں خدا سے ضرور ہے۔ پس جبرئیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو ایک انگوٹھی دی جس پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَی اللّٰہِ وَاَسْنَدْتُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ لکھا ہوا تھا (جب وہ جناب آگ میں پہنچے تو) خدا تعالےٰ نے آگ کو سرد ہوجانے کا حکم دیا۔ اتنی ٹھنڈی ہوگئی کہ سردی سے حضرت ابراہیمؑ کے دانت بجنے لگے۔ پھر آگ سے ارشادِ باری ہوا۔ ابراہیمؑ کو صحیح و سالم رکھ۔ پس جبرئیلؑ حاضرِ خدمت ہوئے اور آگ میں بیٹھکر اُن جنابؑ سے باتیں کرنے لگے۔ نمرود نے جو یہ واقعہ دیکھا تو کہنے لگا اگر کوئی شخص کسی کو معبود بنائے تو ابراہیمؑ کے معبود جیسے کو اپنا خدا سمجھے۔ یہ سُنکر نمرود کے ارکینِ دولت میں سے ایک شخص بولا کہ میں نے آگ کو قسم دیدی تھی کہ ابراہیمؑ کو نہ جلائے۔ اُسکا یہ کہنا تھا کہ آگ سے ایک شعلہ نکلا اور اُسی شخص کو جلاکر خاک کردیا۔ اُس وقت حضرت لوطؑ بھی حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لائے اور ہجرت کرکے شام کی طرف چلے گئے اور نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو اُسی آگ میں ایک سبز اور شاداب باغ میں ایک مردِ پیر کے ہمراہ باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو آزر سے کہا تیرے بیٹے (یعنی بھتیجے) کا اُس کے پروردگار کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ چھپکلی تو آتشِ ابراہیمی بھڑکانے کے لیے پھونک مارتی تھی اور مینڈک اُسکو بجھانے کے لیے پانی لالاکے ڈالتا تھا۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالےٰ نے آگ کو یہ حکم دیا "کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا" تو ساری دنیا میں تین دن تک آگ نے کچھ اپنا کام ہی نہ کیا۔ پھر خدا تعالےٰ نے یہ فرمایا وَاَرَادُوْا بِہٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰھُمُ الْاَخْسَرِیْنَ

(ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۵۲۲ - سطر ۳) (اُس وقت سے آگ کام دینے لگی) اِس کے بعد خدا تعالےٰ نے فرمایا وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ٥ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۵۲۲ سطر ۴) اِس آیت میں الارض سے مُراد ملکِ شام اور سوادِ کوفہ ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۵۲۷

العلل میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے جس وقت قائم آلِ محمدؑ ظہور کرینگے تو عائشہ دوبارہ زندہ کیجائیگی۔ وہ جنابؑ اُسپر (حد جاری کرینگے اور) کوڑے لگائینگے۔ اور دخترِ رسولؐ جنابِ فاطمۂ زہراؑ کا اُس سے بدلا لینگے۔ کسی نے عرض کی عائشہ پر کوڑے کیوں پڑینگے؟ حضرتؑ نے جواب دیا اِس لیئے کہ اُس نے حضرت امّ المومنین ماریہ قبطیہ مادرِ ابراہیمؑ پر تہمت لگائی تھی۔ کسی نے سوال کیا کہ عائشہ پر جھوٹا اتہام لگانے کی سزا حضرت قائمؑ کے لیئے خدا نے کیوں چھوڑ دی؟ حضرتؑ نے جواب دیا وجہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے جنابِ محمد مصطفٰے صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے اور قائم آلِ محمدؑ کو انتقام اور منافقین سے بدلا لینے والا معیّن فرمائیگا۔

تفسیرِ مجمع البیان میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اِس آیت کی نزول کے وقت حضرت جبرئیلِ امین سے یہ دریافت کیا کہ اِس رحمت کا حصّہ کچھ تم کو بھی ملا ہے؟ اُنہوں نے عرض کی جی ہاں ملا ہے۔ میں ہمیشہ انجامِ امر سے ڈرا کرتا تھا مگر جب آپ پر ایمان لایا تو اللہ تعالےٰ نے اپنے کلامِ پاک میں اِن لفظوں میں میری تعریف فرمائی ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ٥ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۔ (دیکھو صفحہ ۵۲۷ سطر ۲)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۷ متعلق صفحہ ۵۳۳

تفسیرِ قمّی میں ابو بصیر سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے عرض کیا اے مولا میں آپ پر فدا ہو جاؤں (جنّت کا حال سُنا کر) میرے شوق کو بڑھائیے! حضرتؑ نے فرمایا اے ابو محمد جنّت کی ادنےٰ نعمت یہ ہے کہ اُس کی خوشبو اتنی دور سے معلوم ہوگی جتنی مسافت دنیاوی حساب سے ایک ہزار برس میں طے ہو۔ اور اہلِ جنّت کا چھوٹے سے چھوٹا درجہ اتنا ہے کہ اگر اُس میں تمام جن وانس منزل کریں تو بھی اُسکا سامانِ خورونوش سب کو کافی ہوگا۔ کوئی چیز کم نہ پڑیگی۔ اور اہلِ جنّت کا ادنےٰ مرتبہ یہ ہے کہ جو شخص جنّت میں داخل ہوگا اُس کے لیئے تین باغ کھولے جائینگے۔ جب وہ نیچے والے باغ میں جائیگا تو وہاں اپنی بیویاں اور خدمت کرنیوالے اور نہریں جاری اور ہر قسم کا میوہ پائیگا جسکے دیکھتے ہی آنکھیں اُسکی خنک اور دل اُسکا خوش ہو جائیگا۔ پس جبکہ وہ خدا کا

شکر اور اُسکی حمد بجا لائیگا۔ آواز آئیگی (ذرا) اپنا سر اُٹھا کر دوسرے باغ کو تو دیکھ کیونکہ اِس میں نعمتوں کا وہ سامان ہے جو پہلے میں نہ تھا۔ پس یہ بندۂ مومن عرض کریگا ای میرے پروردگار! یہ باغ بھی تو مجھے عطا فرمادے۔ جواب آئیگا اگر میں تجھے یہ دیدونگا تو تو مجھ سے اِس کے سوا اور باغ بھی مانگیگا۔ وہ عرض کریگا اے میرے پروردگار! بس یہی مجھے دیدے۔ جب وہ بندۂ مومن اُس باغ میں داخل ہو کر خدا کا شکر و حمد بجا لائیگا تو حکم خدا ہوگا کہ اِسکے سامنے تیسرے باغ کا دروازہ بھی کھولدو۔ جب وہ آنکھ اُٹھاکے اُسکی نعمتیں دیکھیگا تو ان دونوں جنّتوں سے چند در چند اسبابِ عیش و نشاط اِس میں نظر آئینگے۔ اُنہیں دیکھکر بیحد خوش ہوگا اور درگاہِ خدا میں عرض کریگا پروردگارا! تو بیشک سزاوارِ حمد ہے۔ تیری حمد و توصیف کا احاطہ نہیں ہوسکتا کہ تو نے مجھے جنّتوں میں پہنچا کر احسان کیا اور آتش ہائے دوزخ سے نجات دی۔ ابو بصیر کہتے ہیں یہ سُنکر میں رونے لگا اور میں نے عرض کی کہ اے آقا میں آپ پہ قربان ہو جاؤں کچھ اور فرمائیے؟ حضرتؑ نے ارشاد کیا اے ابو محمد! جنّت میں ایک نہر ہے۔ جس کے دونوں کناروں پر نوجوان لڑکیاں اُگی ہوئی کھڑی ہونگی۔ جب مردِ مومن اِن میں سے کسی لڑکی کے پاس سے گزریگا اور وہ لڑکی اُسے اچھی معلوم ہوگی تو اُسے اُکھاڑ لیگا۔ اللہ تعالےٰ اُس کی جگہ دوسری اور اُگا دیگا۔ ابو بصیر نے عرض کی میں آپ پر قربان ہو جاؤں کچھ اور ارشاد فرمائیے۔ حضرتؑ نے فرمایا اے ابو محمد! ہر ایک مومن کے نکاح میں آٹھ سو کنواری لڑکیاں اور چار ہزار شوہر دیدہ عورتیں اور دو حوریں ازواج سے ہونگی۔ میں نے عرض کی اے مولا! میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ اے مولا کیا آٹھ سو کنواری لڑکیاں ملینگی؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں۔ جب اُن سے ہم بستری کیجائیگی تو وہ باکرہ ہونگی۔ میں نے دریافت کیا اے مولا! حوریں کس چیز سے پیدا کیگئی ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا جنّت کی نورانی مٹی سے مخلوق ہوئی ہیں۔ اُنکی پنڈلیوں کا گودا ستّر حلّوں میں سے بھی نظر آئیگا۔ مومن کا جگر حور کے لیے آئینہ ہوگا اور حور کا جگر مومن کا آئینہ ہوگا۔ میں نے عرض کی اے مولا! میں آپ پر فدا ہو جاؤں کیا حورانِ جنّت جنّت میں باتیں بھی کرینگی؟ حضرتؑ نے فرمایا اُنکی شیریں بیانی ایسی ہوگی کہ کسی نے بھی نہ سُنی ہوگی۔ میں نے کہا وہ کیا باتیں ہونگی؟ حضرتؑ نے فرمایا وہ نرم آوازوں سے کہینگی ہم ہمیشہ زندہ رہینگے ہمیں کبھی موت نہ آئیگی۔ ہم نازک اندام ہیں سختی ہم میں بالکل نہیں۔ ہم ہمیشہ یہیں رہنے والے ہیں۔ ہم کبھی یہاں سے کوچ نہ کرینگے۔ ہم ہمیشہ خوش مزاج رہینگے کبھی ہمکو غصّہ نہ آئیگا۔ خوشا حال اُس کا جو ہمارے لیے پیدا کیا گیا اور جس کے واسطے ہم مخلوق ہوئے ہیں۔ ہم وہ ہیں کہ اگر ہمارا گیسو زمین و آسمان کے مابین معلق کر دیا جائے تو دیکھنے والوں کی آنکھیں چکا چوند ہو جائیں

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۵۲۴

کافی اور العلل میں ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ اور اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ کو خانۂ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا گیا اور اُسکی تعمیر ختم ہو گئی تو وہ جناب اُسکے ایک رُکن پر رونق افروز ہوئے اور آواز دی ھَلُمَّ اَلحَجَّ یعنی حج کیلیے آؤ اور اگر ھَلُمُّوا اِلَی الحَجِّ فرماتے تو حج کرنے کو وہ لوگ آتے جو اُس وقت تک پیدا ہو چکے تھے (کیونکہ صیغۂ ھَلُمُّوا سے خطاب اُن لوگوں سے کیا جاتا ہے جو موجود ہوں) لیکن اُن جنابؑ نے ھَلُمَّ اَلحَجَّ فرمایا (اس لیے کہ صیغۂ ھَلُمَّ کا استعمال عام ہے۔ یعنی جن سے خطاب کیا جائے خواہ بوقتِ خطاب موجود ہوں یا نہوں)۔ یہ آواز سُنتے ہی لوگوں نے لَبَّیْكَ کہنا شروع کیا یہانتک کہ جو اپنے باپوں کی پُشتوں میں (بصورتِ نطفہ) تھے اُنہوں نے لَبَّیْكَ دَاعِیَ اللہِ لَبَّیْكَ دَاعِیَ اللہِ کہا پس جس نے دس دفعہ لبّیک کہی تھی اُس نے دس حج کیے اور جس نے پانچ مرتبہ لبّیک کہی تھی وہ پانچ حج بجا لایا اور جس نے جتنی بار لبّیک کہی تھی اُسنے اُتنے ہی حج کیے۔ جس نے ایک دفعہ لبّیک کہی تھی اُس نے صرف ایک ہی حج ادا کیا اور جس نے بالکل لبّیک نہیں کہی تھی وہ حج سے محروم رہا۔

تفسیر برہان میں ہے کہ معاویہ بن عمّار نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے وہ جناب فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس برس تک مدینہ میں قیام فرمایا اور حج بجانہ لائے۔ پھر خدانے یہ آیت نازل فرمائی وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالحَجِّ" پس حضرتؐ نے موذنوں کو حکم دیا کہ بلند آواز سے اِس بات کا اعلان کردیں کہ اِس سال جناب رسولِ خداؐ حج کو جائینگے۔ جو لوگ مدینہ میں موجود تھے وہ اور عوالی کے باشندے اور قرب و جوار کے بدوی سب اِس خبر سے آگاہ ہو گئے۔ اور آنحضرتؐ کے ہمراہ حج بیت اللہ ادا کرنیکے لیے اس لیے جمع ہو گئے کہ احکامِ خدا کی پابندی دیکھ بھال کے کرسکیں۔ اور جو کچھ حضرتؐ کو کرتے دیکھیں وہی خود بھی بجا لائیں پس جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ چھبیس [26] ذیقعدہ کو مدینۂ منورہ سے برآمد ہوئے اور ذوالحلیفہ میں پہنچکر بوقتِ زوال حضرتؐ نے غسلِ (احرام) کیا اور مسجد شجرہ میں نمازِ ظہر پڑھی۔ وہاں سے حجّ افراد کے ارادہ سے روانہ ہو کے مقامِ بیدا میں جو پہلے میل کے پاس ہے آئے۔ پس حضرتؐ کے لیے لوگوں کی دونوں طرف سے دو صفیں قائم ہو گئیں۔ اور حج افراد کی نیّت کر کے لبّیک کہی۔ چھیاسٹھ یا چونسٹھ قربانیاں ہمراہ لیں۔ یہانتک کہ آخری

تاریخ ذیقعدہ کو مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ جب چوتھی ذی الحجہ آئی تو آنحضرتؐ نے بیت اللہ کا پورا طواف یعنی سات دور کا طواف کیا۔ نماز طواف مقام ابراہیمؑ کے پیچھے ادا فرمائی۔ وہاں سے پھر حجر اسود کے قریب آئے اور اُسکو بوسہ دیا۔ اِس سے پہلے شروع طواف میں بھی بوسہ دے چکے تھے۔ پھر فرمایا کہ صفا و مروہ دونوں (پہاڑیاں) شعائر اللہ (خدا کی نشانیوں) میں سے ہیں۔ پس جو کچھ خدا نے حکم دیا تھا حضرتؐ نے اُسسے شروع کر دیا۔ مسلمانوں کا بھی یہی گمان تھا کہ صفا اور مروہ کے مابین سعی کرنا خدا کی نشانیوں میں سے ہے۔ پس جو حج کرے یا عمرہ بجا لائے اُسے اِن دونوں (پہاڑیوں) کا طواف بھی ادا کرنا لازم ہے۔ پھر حضرتؐ کوہِ صفا پر آئے اور اُس پر چڑھ گئے اور رکنِ یمانی کی طرف مُنہ کر کے خدا کی حمد و ثنا بجا لائے اور اتنی دیر تک حضرتؐ نے دعا مانگی کہ جتنی دیر میں سورتِ بقرہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھی جا سکے۔ پھر وہاں سے اُتر کے کوہِ مروہ پر آئے۔ وہاں بھی مثل کوہِ صفا کے قیام کیا۔ پھر اُس سے اُتر کر صفا کی جانب واپس ہوئے۔ تھوڑی دیر اُسپر توقف فرمایا پھر اُتر کر کوہِ مروہ کی جانب تشریف لائے۔ یہانتک کہ اپنی سعی کو کوہِ مروہ پر ختم کر کے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور حمد و ثنائے باریتعالےٰ ادا کرنیکے بعد پشتِ مبارک کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا یہ جبرئیلؑ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ جو کوئی اپنے ہمراہ قربانی نہیں لایا ہے (یعنی جس نے حجِ قران کا احرام نہیں باندھا ہے) وہ احرام کھول ڈالے۔ اگر میں پہلے سے حجِ قران کی نیت کیے ہوئے نہ ہوتا تو جو میں نے تم کو حکم دیا ہے اُسپر میں بھی عمل کرتا (احرام کھول دیتا) اور حجِ قران بجا لانیوالے کو قربانی سے پہلے احرام نہ کھولنا چاہیے۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ اُن لوگوں میں سے ایک شخص (یعنی ابن الخطاب) نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! ہم لوگ حج بھی کرنے جائیں اور ہمارا یہ حال بھی ہو کہ غسلِ جنابت کے قطرے ہمارے بالوں سے ٹپکتے ہوں۔ جنابِ رسولِؐ خدا نے اُس سے فرمایا کہ اے شخص! تو تو کبھی اس حکم پر ایمان نہ لایا۔ پس سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آج ہم نے اپنے دین کو سمجھا گویا کہ آج ہم پیدا ہوئے ہیں۔ یہ جو آپ نے حکم دیا ہے یہ اسی سال کے لیے ہے یا آیندہ کے لیے بھی ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا یہ حکم قیامت تک ہمیشہ کے لیے ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے اپنے ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں ڈالکر فرمایا کہ عُمرہ حج میں قیامت تک کے لیے یوں داخل ہو گیا (جیسے ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں)۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ اُسی وقت جناب امیر المؤمنین علیہ السلام یمن سے مکہ میں جنابِ رسولِ خدا کے پاس آ حاضر ہوئے۔ اور وہاں سے جنابِ سیدہ علیہا السلام کی

قیامگاہ پر تشریف لائے تو وہ معصومہؑ اپنا احرام کھول چکی تھیں اور رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کو خوشبو محسوس ہوئی تو فرمایا کہ اے سیدہؑ! یہ کیا؟ معصومہؑ نے جواب دیا مجھے رسولِ خداؐ نے یونہی حکم دیا ہے۔ پس جناب امیر المؤمنین دریافتِ حال کے لیے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! فاطمہؑ نے تو احرام کھول لیا ہے اور رنگین لباس بھی پہن لیا ہے۔ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا میں نے اُن لوگوں کو تو یہی حکم دیا ہے مگر یا علیؑ! تم نے کس نیّت سے احرام باندھا ہے؟ حضرتؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اُسی نیّت سے احرام باندھا تھا جس نیّت سے حضور نے باندھا تھا۔ جناب رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا تو اے علیؑ! تم اپنے احرام پر برقرار رہو اور تم میری قربانی میں میرے شریک ہو۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں پھر جناب رسولِ خدا مکہ معظمہ میں زمین بطحےٰ پر اپنی اصحاب سمیت فروکش ہوگئے۔ اور طواف کے لیے برابر آتے جاتے رہے یہاں تک کہ روز ترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) آگیا تو آنحضرتؐ نے زوال کے وقت اُن لوگوں کو حکم دیا کہ اغسل کرکے حج کا احرام پھر باندھیں۔ اور آنحضرتؐ کا یہ حکم خداتعالےٰ کے اس قول مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ کے مطابق تھا۔ پھر آنحضرتؐ اور اصحاب احرام حج باندھے لبیک لبیک کہتے ہوئے برآمد ہوئے۔ منےٰ تک آئے اور نماز ظہر و عصر و مغرب و عشا و نماز فجر منےٰ ہی میں ادا کی۔ پھر وہ جنابؐ علے الصّباح مجمع کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہوئے اور قریش کا قاعدہ تھا کہ مزدلفہ (مشعر الحرام) ہی میں وقوف کرکے واپس ہوجایا کرتے تھے اور دوسرے حاجیوں کو بھی مشعر سے آگے جانے کو منع کیا کرتے تھے۔ اُس سال بھی قریش کی آرزو یہی تھی کہ جہاں سے وہ واپس ہوتے ہیں وہیں سے اور لوگ بھی چلے آئیں۔ مگر جناب رسولِ خدا مزدلفہ سے آگے بڑھ گئے کیونکہ خداتعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۴۸ سطر ۶) اس آیت میں اَلنَّاسُ سے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ اور اُن کے بعد والے جو اُنہی کی ملت پر تھے مُراد ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ جس راہ سے یہ لوگ چلے اُسی راستہ سے مسلمانوں کو بھی چلنا چاہیے) جب قریش نے دیکھا کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کا ہودج (مشعر سے) آگے بڑھ گیا تو اُنہیں رنج ہوا۔ وہ تو یہی چاہتے تھے کہ تمام آدمی مشعر ہی سے چلے آئیں۔ پس آنحضرتؐ کی سواری وادی نمرہ میں جسے بطن عرفہ بھی کہتے ہیں پہنچی اراک (پیلو) کے درخت اُس جگہ بہت تھے۔ وہاں حضرتؐ کا خیمہ نصب کیا گیا

اور حاجیوں نے بھی اپنے اپنے تنبو۔ چادریں۔ ڈیرے۔ چھولداریاں تان لیں۔ زوالِ آفتاب کے وقت حضرتؐ برآمد ہوئے۔ قریش بھی ہمراہ تھے۔ آنحضرتؐ نے غسل فرمالیا تھا اور تلبیہ بند کردیا تھا۔ یہانتک کہ آپ نے مسجد میں توقف فرمایا۔ تمام آدمیوں کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ کسی بات کا حکم دیا۔ کسی کام کی ممانعت کی پھر ایک اذان اور دو اقامتوں سے نمازِ ظہر و عصر ادا کی۔ پھر وہ جناب کوہِ عرفات پر پہنچے وہاں بھی تھوڑی دیر ٹھہرے رہے۔ لوگوں کی حالت یہ تھی کہ حضرتؐ کی سواری پر پلے پڑتے تھے تاکہ ناقہ کے پہلو میں ٹھہریں آنحضرتؐ وہاں سے اپنا اونٹ ہٹالے گئے۔ وہ بھی ساتھ ساتھ چلدیئے۔ پس حضرتؐ نے ارشاد فرمایا ایھا النّاس! میرے ناقہ کے قریب ہی موقف نہیں ہے بلکہ یہ سارا میدان وہاں تک وقوف کی جگہ ہے۔ دستِ مبارک سے اشارہ کرکے بتا دیا۔ یہ سنکر وہ مجمع متفرق ہوگیا اور کچھ فاصلہ سے وہ لوگ ٹھہر گئے۔ مزدلفہ میں بھی یہی واقعہ ہوا اسی طرح وقوف کی جگہ بتائی۔ پس جبکہ آفتاب غروب ہوگیا تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ عرفات سے باطمینان روانہ ہوگئے۔ اُن کے ہمراہ سارے حاجی چل پڑے اور مزدلفہ یعنی مشعر الحرام میں آئے۔ وہاں پہنچکے حضرتؐ نے نمازِ مغربین ایک اذان اور دو اقامتوں سے پڑھی۔ پھر صبح تک وہیں مقیم رہے۔ نمازِ صبح بھی اُسی جگہ ادا کی۔ اور بنی ہاشم میں سے کمزور و ناتوان آدمی دن نکلنے سے پہلے ہی مشعر سے چلدیئے لیکن حضرتؐ نے اُن کو یہ حکم دیدیا تھا کہ طلوعِ آفتاب سے پیشتر جمرۂ عقبہ پر رمی نہ کریں (کنکریاں نہ ماریں) پس جب آفتاب طلوع ہوگیا تو جنابِ رسولؐ خدا مشعر سے روانہ ہوکر منےٰ میں تشریف لائے اور جمرۂ عقبہ پر رمی کی (سات کنکریاں ماریں) بعد اسکے آنحضرتؐ کے ہمراہ چونسٹھ یا چھیاسٹھ قربانیاں تھیں وہ آنحضرتؐ نے نحر کردیں۔ اور چونتیس ۳۴ یا چھتیس ۳۶ اونٹ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام لائے تھے یہ اُن جنابؑ نے نحر کیئے۔ پھر حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکم دیا کہ ہر ایک اونٹ سے ایک ایک بوٹی لیکر ایک بڑی دیگ میں پکائیں۔ جب وہ گوشت تیار ہوگیا تو حضرتؐ نے بہمراہی جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام تناول فرمایا اور شوربا اُسکا پی لیا اُن اونٹوں کی کھالیں اور جھولیں اور قلادے (گلو بند) قصّابوں کو نہیں دیئے بلکہ محتاجوں پر تصدق کردیئے۔ پھر حضرتؐ نے سرِ مبارک منڈوایا اِس کے بعد وہ جناب (طواف) زیارت کے لیے بیت اللہ شریف لے گئے۔ وہاں سے پھر منےٰ واپس آئے اور تیرھویں ذیحجّہ تک وہیں رہے۔ پھر آنحضرتؐ نے تینوں جمروں پر رمی فرمائی اور روانہ ہوکے بطحےٰ میں تشریف لائے۔ عائشہ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ حضور کی اور بیبیاں تو حج و عمرہ

دونوں بجالا چکیں۔ میں نے صرف حج ہی کیا۔ میں تو بغیر عمرہ کیے مدینہ واپس نہ جاؤنگی۔ پس حضرتؐ خود تو بطحا میں مقیم رہے مگر عبد الرحمن بن ابوبکر کو (جو عائشہ کا بڑا بھائی تھا) اُس کے ہمراہ وادیٔ تنعیم کو (جو مکہ سے تقریبًا چار میل ہے) بھیجدیا۔ وہاں عائشہ نے عمرہ (مفردہ) کا احرام باندھا اور مکہ میں آئی۔ اوّل خانۂ کعبہ کا طواف کیا پھر مقامِ ابراہیمؑ کے پاس دو رکعت نمازِ طواف پڑھی۔ پھر صفا اور مروہ کے مابین سعی کی۔ پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس آئی۔ اُسی دن اُن جنابؐ نے مدینہ کی طرف کوچ کردیا۔ نہ پھر مسجد الحرام میں گئے اور نہ طواف کیا۔ ابتداءً عقبۂ مذنبین سے آنحضرتؐ داخلِ مکہ ہوئے تھے اور اب وادیٔ ذی طوٰے کے راستہ سے جو مکہ کا نشیبی حصہ ہے بارادۂ روانگی باہر نکلے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ضمیمہ جات بابت پارہ ۱۸

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۵۵۸

کافی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِس آیت کی تفسیر دریافت کیگئی تھی تو اُن حضرتؑ نے فرمایا کہ اِس میں اُس الزام زنا لگانیوالے کا ذکر ہے جو اپنی زوجہ کو الزام زنا لگائے۔ پھر جب وہ الزام زنا لگانیکے بعد اِس کا اقرار کرلے کہ اُسنے اپنی زوجہ پر افترا کیا تھا تو اُسپر حد جاری کیجائیگی مگر اُس کی عورت اُس کو دلادی جائیگی اور اگر اپنے الزام سے انکاری نہو اور اُسی پر قائم رہے تو اُسے چار مرتبہ یہ گواہی دینی پڑیگی کہ اَشۡهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّیۡ لَمِنَ الصّٰدِقِیۡنَ فِیۡمَا رَمَیۡتُهَا بِهٖ (میں نے اِس عورت کو جس امر کی نسبت دی خدا کی قسم میں اُس میں سچّا ہوں) اور پانچویں مرتبہ یہ کہنا پڑیگا کہ اِنَّ لَعۡنَةَ اللّٰهِ عَلَیَّ اِنۡ کُنۡتُ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ (اگر میں جھوٹا ہوں تو خدا کی لعنت خود مجھپر ہو) اور اگر عورت کو یہ منظور ہو کہ وہ عذاب سے چھٹکارا پاجائے اور وہ عذاب ہے سنگسار ہونا تو اُس کو چار مرتبہ یہ گواہی دینی پڑیگی کہ اَشۡهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ فِیۡمَا رَمَانِیۡ بِهٖ (میں خدا کی قسم کھاکر کہتی ہوں کہ میرا شوہر اِس الزام کے لگانے میں جو اُس نے مجھپر لگایا ہے جھوٹا ہے) اور پانچویں مرتبہ یہ کہنا پڑیگا کہ اِنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیَّ اِنۡ کَانَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ فِیۡمَا رَمَانِیۡ بِهٖ (اگر میرا شوہر اِس الزام کے لگانے میں جو اُس نے مجھپر لگایا ہے سچّا ہو تو خود مجھپر خدا کا غضب نازل ہو)۔ اور اگر عورت ایسا نہ کرے تو وہ سنگسار کیجائیگی اور اگر ایسا کریگی تو اپنی ذات کو سزا سے بچالیگی۔ مگر پھر اپنے شوہر کے لیے قیامت تک حلال نہ ہوسکیگی۔ کسی نے عرض کی کہ یا ابن رسولؐ اللہ! جب شوہر و زوجہ کو الگ کردیا جائے اور اُس عورت کے بچّہ ہوجائے اور وہ لڑکا اپنی عمر کو پہنچکر) مرے (تو اُسکا وارث کون ہوگا؟) فرمایا اُسکی وارث اُسکی ماں ہوگی اور اگر اُس کی ماں مرچکی ہو تو اُس لڑکے کے ماموں اور خالائیں (یعنی اُس کی ماں کے رشتہ دار) اُس کے وارث ہونگے اور جو اُس لڑکے کو ولدالزنا کہیگا اُسکے اوپر قاذف (جھوٹی تہمت لگانے والے) کی حد جاری ہوگی۔ اِس پر کسی نے عرض کی

کہ یا مولا! اگر (بعد پشیمانی کے) وہ شخص اقرار کرلے کہ وہ لڑکا میرا ہی ہے تو آیا وہ لڑکا اُسکو ملجائیگا؟ فرمایا اُس کو ہرگز نہیں ملیگا اور اگر یہ لڑکا اُس کے سامنے مرجائے تو اُسکو اس لڑکے کی وراثت بھی نہ ملیگی۔ مگر (چونکہ اُس نے اُس کی نسبت اپنے بیٹا ہونیکا اقرار کرلیا تو) وہ لڑکا اُسکی وراثت پالیگا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ یہ آیت لعان کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اِسکا سببِ نزول یہ ہوا کہ جب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ جنگ تبوک سے مدینہ واپس آئے تو عویمر بن ساعدۂ عجلانی انصاری حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کی یارسول اللہ! میری زوجہ سے شریک بن سمحا نے زنا کیا ہے اور وہ اُسی سے حاملہ بھی ہوگئی ہے۔ یہ سُنکر حضرتؐ نے اُس کی طرف سے روئے انور پھرالیا۔ اُسنے دوبارہ وہی مضمون عرض کیا۔ پھر حضرتؐ نے روئے مبارک پھرالیا۔ یہانتک کہ چار دفعہ اُس نے یہی واقعہ بیان کیا تو آنحضرتؐ اُٹھکر بیت الشرف میں چلے گئے۔ اُس وقت آیۂ لعان نازل ہوئی۔ تب آنحضرتؐ برآمد ہوئے اور اصحاب کے ہمراہ نمازِ عصر ادا کرکے عویمر سے ارشاد فرمایا کہ تو اپنی زوجہ کو لے آ کہ تم دونوں کے مقدّمہ میں حکمِ خدا آگیا۔ پس وہ اپنی زوجہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ چل تجھے جنابِ رسولِ خداؐ نے طلب فرمایا ہے۔ چونکہ وہ عورت بڑی خاندان کی تھی اِس لیے اُس کے ساتھ اُس کی قوم کی ایک جماعت بھی آئی۔ جب وہ عورت مسجدِ رسولؐ میں حاضر ہوگئی حضرتؐ نے فرمایا کہ اے عویمر منبر پر جاکر لعان کر۔ اُس نے عرض کی یارسولؐ اللہ! کیونکر لعان کروں؟ حضرتؐ نے فرمایا یوں کہ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّیْ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ فِیْمَا رَمَیْتُهَا بِهٖ (میں خدا کی قسم کھاکے گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جس امر کو اِس عورت کی طرف منسوب کیا ہے میں اُس میں سچّا ہوں) عویمر آگے بڑھا اور اِسی طرح کہا۔ حضرتؐ نے فرمایا اِسی طرح پھر کہہ۔ اُس نے دوبارہ وہی الفاظ کہے۔ یہاں تک کہ پورے چار دفعہ اُس سے وہی کلمات کہلوائے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اب پانچویں بار یہ کہکے گواہی دے اِنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیَّ اِنْ کُنْتُ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ فِیْمَا رَمَیْتُهَا بِهٖ (میں اگر اِس امر میں جو میں نے اِس عورت کی طرف منسوب کیا ہے جھوٹا ہوں تو مجھپر خدا کی لعنت ہو) اُس نے پانچویں دفعہ اِسی طرح کہدیا۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا اے عویمر! اگر تو نے جھوٹ بولا ہے تو تجھپر لعنت ضرور ہوگی۔ پھر فرمایا کہ اے عویمر اب تو یہاں سے ہٹ جا! جب وہ ہٹ گیا تو اُس کی زوجہ سے فرمایا کہ آیا تو بھی اِسی طرح گواہی دیگی کہ جس طرح تیرے شوہر نے گواہی دی بصورتِ دیگر

میں تجھپر خدا کی مقرر کی ہوئی حد جاری کرونگا۔ اُس عورت نے اپنی قوم کی طرف دیکھکے کہا کہ میں تو (حد جاری کرا کے) اِس شام کے وقت اِنکے چہروں پر کلنک کا ٹیکا نہ لگاؤنگی۔ یہ کہکر وہ آگے بڑھی اور منبر پر چڑھ گئی اور یہ کہا اَشْهَدُ بِاللهِ اِنَّ عُوَيْمَرَ بْنَ سَاعِدَةَ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ فِيْمَا رَمَانِيْ بِهٖ (میں خدا کی قسم کھاکر گواہی دیتی ہوں کہ عویمر بن ساعدہ نے جو الزام مجھپر لگایا ہے اُس میں وہ جھوٹا ہے) آنحضرتؐ نے اُس سے فرمایا کہ اِس کا پھر اعادہ کر۔ اُس عورت نے اُسکا اعادہ کیا یہانتک کہ چار مرتبہ دُہرایا۔ پھر جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ اے عورت پانچویں مرتبہ یوں کہہ کہ اِنَّ غَضَبَ اللهِ عَلَيَّ اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ فِيْمَا رَمَانِيْ بِهٖ (اگر اسکا الزام لگانا سچا ہو تو خدا اپنا غضب مجھپر نازل کرے) چنانچہ اُس عورت نے پانچویں دفعہ یہ کہا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا وائے ہو تجھپر ضرور تیرے اوپر خدا غضبناک ہوگا (اگر تو جھوٹی ہوگی) پھر آنحضرتؐ نے عویمر سے فرمایا جا اب یہ عورت تجھ پر کبھی حلال نہوگی۔ عویمر نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! جو مال اپنا میں اسکو دیچکا ہوں اُس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا کہ اگر تو ہی جھوٹ بولا ہے تو اُس جھوٹ کے سبب وہ تجھے نہیں مل سکتا اور اگر تو نے سچ کہا ہے تو وہ اُس کے مہر میں محسوب ہو جائیگا کیونکہ تو اُس سے جماع کرچکا ہے۔ پھر جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا اگر اِس عورت کا بچہ دُبلی پنڈلیوں والا اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں والا اور حبشیوں کے سے بل کھائے ہوئے بالوں والا پیدا ہو تو وہ زنازادہ ہوگا اور اگر بڑی بڑی آنکھوں والا اور بھورے بھورے بالوں والا پیدا ہوا تو وہ اپنے باپ (عویمر) کا ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کے جب لڑکا پیدا ہوا تو اُس میں وہی علامتیں موجود تھیں جو آنحضرتؐ نے زنازادہ کے لیے بیان فرمائی تھیں۔ پھر یہ بھی حضرتؐ نے فرمایا کہ یہ عورت اپنے شوہر پر حلال نہ ہوگی اور نہ شوہر اُس بچہ کی میراث پائیگا بلکہ ماں اُس کی وارث ہوگی اور اگر ماں زندہ نہ رہے تو اِس بچہ کی میراث اُسکے ماموں اور خالائیں لے لینگی۔ اور اگر (شوہر کے سوا) کوئی دوسرا شخص کسی عورت کو زنا کی نسبت دیگا تو اُسپر جھوٹا الزام لگانیوالے کی حد جاری کیجائیگی۔

کتاب العوالی میں روایت کیگئی ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی زوجہ پر یہ الزام لگایا کہ وہ شریک بن سمحا سے پھنسی ہوئی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ثبوت پیش کر۔ ورنہ تجھے حد لگائی جائیگی۔ اُس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! ہم میں سے کوئی شخص اپنی زوجہ کے پاس کسی غیر مرد کو پائے پھر اُسی سے ثبوت طلب کیا جائے (کیا اچھا انصاف ہے؟) مگر

آنحضرتؐ یہی فرماتے رہے کہ شہادت پیش کر۔ ورنہ تجھے سزا دیجائیگی۔ اِس پر اُس نے عرض کی کہ اُسی کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا میں تو یقیناً سچا ہوں اور (میری سچائی کا ثبوت یہ ہے کہ میں خدائتعالےٰ سے دعا کرتا ہوں) عنقریب اللہ تعالےٰ ایسی آیت نازل فرمائیگا جس سے مجھے حد لگنے سے نجات ملے۔ چنانچہ (اُسکی سچائی اور اُس کا ایمان آڑے آیا اور) خدائتعالےٰ نے حکم لعان وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ الخ نازل فرمایا۔

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جو شخص اپنی زوجہ کو زنا کی نسبت دے تو اُس عورت کے مقابلہ میں اُس وقت تک وہ لعان نہیں کرسکتا جب تک یوں نہ کہے کہ میں نے ایک شخص کو اِس عورت کی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں خود اِس سے زنا کرتے دیکھا ہے۔

اور جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے کہ لعان کے وقت امام کو چاہیے کہ خود قبلہ کی طرف پشت کرکے بیٹھے اور مرد و عورت کو برابر اپنے سامنے قبلہ رو کھڑا کرے۔ پہلے مرد سے قسم لے پھر عورت سے۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ مرد کو اپنی داہنی جانب اور عورت کو بائیں جانب کھڑا کرلے۔

منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ایک شخص کو لعان کے لیے کھڑا کیا اُس نے قسم کھاکے دو مرتبہ گواہی دی۔ پھر وہ قسم کھانے سے باز رہا اور لعان پورا ہونے سے پہلے اپنے کو جھوٹا بتایا۔ تو اُن حضرتؑ نے حکم دیا اسکو جھوٹا الزام لگانیوالے کی سزا دیجائے اور اِن دونوں (زن و شوہر) میں جدائی نہ کیجائے۔

جناب امام محمد تقی علیہ السّلام سے منقول ہے کہ کسی شخص نے اُن حضرتؑ سے دریافت کیا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ جب کوئی مرد اپنی زوجہ کو الزام دے تو اُسے تنہا کو چار مرتبہ خدا کی قسم کھاکے گواہی دینی پڑتی ہے اور یہ گواہی اُسکی چار گواہوں کی برابر سمجھی جاتی ہے۔ اور اُسی عورت کو اُس کے شوہر کے سوا کوئی دوسرا الزام دے تو خواہ وہ باپ ہو یا بھائی یا بیٹا ہو یا اور عزیز و قریب ہو تو اُسے مجبور کیا جاتا ہے کہ یا تو اپنے قول کی باقاعدہ سزا بھگتے یا ثبوت پیش کرے! اُن حضرتؑ نے فرمایا کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے یہ سوال ہوچکا ہے تو اُس کے جواب میں اُن حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ شوہر جو اپنی زوجہ کو الزام دیتا ہے تو اُس کو یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھ سے ایسا اور ایسا دیکھا تو اُس وقت تو اُس کی شہادت چار گواہیوں کے برابر ہوجاتی ہے جبکہ وہ خدا کی قسم کھاکر اظہار دے اور

جو وہ یہ کہے کہ میں نے اپنی آنکھ سے ایسا ایسا نہیں دیکھا تو اُس سے بھی کہا جائیگا کہ وہ اپنے قول پر ثبوت پیش کرے اور وہ بھی ایسا ہی سمجھا جائیگا جیساکہ شوہر کے سوا کوئی دوسرا محرم الزام دیتا اور سبب اسکا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو حق شوہر کو عورت کے متعلق عنایت فرمایا ہے وہ کسی دوسرے محرم کے لیے نہیں ہے۔ نہ عورت کے باپ کو وہ حق حاصل ہے اور نہ بیٹے کو یعنی یہ لوگ رات میں اور دن میں بیدھڑک اُس کے پاس نہیں جا سکتے (جیساکہ شوہر جا سکتا ہے) لہذا شوہر ہی کے لیے تو یہ کہنا جائز ہو سکتا ہے کہ میں نے ایسا اور ایسا دیکھا اور اگر شوہر کے سوا کوئی اور یہ کہے کہ میں نے ایسا اور ایسا دیکھا تو اُس سے یہ سوال کیا جائیگا کہ تجھ کو اس عورت کے خلوت خانہ میں جہاں تجھ اکیلے نے ایسا اور ایسا دیکھا جانیکا کیا حق تھا تو جھوٹا الزام لگانیوالا ہے۔ لہذا لازم ہے کہ تجھ پر وہی حد جاری کیجائے جو اللہ نے تیرے لیے واجب کی ہے۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ جو شوہر کی اکیلی گواہی چار گواہوں کی برابر رکھی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس سے چار قسمیں لی جاتی ہیں کہ ایک ایک قسم ایک ایک گواہ کے برابر ہے۔

علل الشرائع میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ زنا میں چار گواہ کیوں رکھے گئے اور قتل میں دو کیوں؟ فرمایا خدائے عزّ وجل نے تمہارے لیے متعہ کو حلال کیا ہے اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ عنقریب یہ متعہ تمہارے لیے معیوب سمجھا جائیگا لہذا اُس سے تمہاری احتیاط کے لیے چار گواہوں کا حکم دیدیا کہ کسی ایک امر کے لیے چار گواہ بہت ہی کم میسّر آیا کرتے ہیں۔ اگر اُس ستار نے ایسا حکم نہ دیا ہوتا تو تم لوگ بہت سزا پاتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اُن حضرتؑ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ زنا میں سزا دو کو ہوتی ہے (لہذا گواہ چار چاہئیں) مگر یہ صورت جائز نہیں ہے کہ ایک ایک مجرم کے دو دو گواہ ہوں اس لیے کہ مرد و عورت دونوں ایک ہی جرم کے باہم شریک ہیں۔ اور حد بھی دونوں پر ایک ہی دم جاری کیجائیگی۔ اب رہا معاملۂ قتل اس میں حد تو صرف قاتل پر جاری کیجائیگی نہ کہ مقتول پر۔ (لہذا وہاں دو گواہ کافی ہوئے)۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۵۶۵

کتاب التوحید اور معانی الاخبار میں بروایت جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام منقول ہے کہ اُن جنابؑ نے اس آیت "اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ" کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ مشکوٰۃ سے حضرت فاطمۂ زہرا اور مصباح سے حضرت امام حسنؑ اور زجاجہ سے حضرت امام حسینؑ مراد ہیں۔ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ۔ یہ جناب سیّدہ

علیہا السلام کا ایک وصف ہے کہ وہ معصومہ تمام عورات عالم میں ستارۂ روشن کی مانند ہیں۔ یُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے جناب ابراہیمؑ مراد ہیں زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ کا یہ مطلب ہے کہ وہ حضرت نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی۔ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ کا یہ مطلب ہے کہ اِس شجر مبارکہ سے علم کا چراغ روشن ہوگا اگرچہ آگ اُسکے قریب بھی نہ جائے۔ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ سے مقصود یہ ہے کہ ایک امام کے بعد دوسرا امام ہوتا رہیگا (یہانتک کہ بارھویں پر دنیا ختم ہو جائے) يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ سے یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالےٰ جسے چاہے ائمہ ہدےٰ علیہم السلام کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ اظہارِ واقعہ ہے۔ راوی حدیث کہتا ہے کہ میں نے عرض کی کہ یا مولا اِسی سورت میں آگے جو یہ آیت ہے اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ الخ اِسکا کیا مطلب ہے؟ (دیکھو صفحہ ۵۶۶ سطر ۷ تا ۱۰)۔ (حضرتؑ نے جو مطلب ارشاد فرمایا اُسکے لیے دیکھو صفحہ ۵۶۶ نوٹ نمبر۲)

اُسی کتاب میں فضیل بن یسار سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے مولا قولِ باریتعالےٰ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا خدائے بزرگ و برتر ایساہی ہے۔ میں نے عرض کی پھر۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ سے کیا مُراد ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ۔ میں نے عرض کی كَمِشْكٰوةٍ کیا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ جناب رسولِ خدا کا سینۂ مبارک۔ میں نے پوچھا فِيْهَا مِصْبَاحٌ کیا چیز ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا اِس میں نور علم یعنی نبوت ہے۔ میں نے دریافت کیا اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ کا کیا مطلب ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا علم جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قلب مطہر جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام میں در آیا۔ میں نے عرض کی كَاَنَّهَا "اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا كَاَنَّهَا کیوں پڑھا جاتا ہے؟ میں نے عرض کی قربان ہو جاؤں پھر کیونکر پڑھوں؟ فرمایا یوں پڑھو۔ "كَاَنَّهٗ كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ۔" فرمایا اِس سے جناب امیرالمؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام مراد ہیں کہ وہ جنابؑ نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی۔ میں نے عرض کی يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ سے کیا غرض ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ قریب ہے کہ علم عالمِ آلِ محمدؐ کے مُنہ سے قبل اِسکے کہ وہ گویائی سے

کام لیں خود بخود نکلے۔ میں نے عرض کی نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ ایک امام کے بعد دوسرا امام ہوتا رہیگا (یہانتک کہ بارھویں پر دنیا ختم ہوجائیگی) نیز عیسے ابن راشد نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے اِس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے وہ جناب فرماتے ہیں کہ کَمِشْکٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ میں مشکوٰة سے تو مراد نورِ علم ہے جو جناب رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ کے سینۂ مبارک میں ہے اور اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ میں زُجَاجَةٍ سے سینۂ جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام مُراد ہے کہ علم جنابِ رسولِ خدا اس سینہ میں درآیا اور وجہ اِسکی وہ تعلیم تھی جو آنحضرتؐ نے علی علیہ السّلام کو دی کَاَنَّهَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَکَةٍ۔ فرمایا اِس سے نورِ علم مراد ہے۔ لَا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ فرمایا اِس سے یہ مراد ہے کہ وہ حضرت نہ یہودی ہیں نہ نصرانی۔ یَکَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب عالمِ آلِ محمدؐ سوال سے پہلے علوم کے ساتھ گویا ہونگے۔ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔ یعنی آلِ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ایک امام کے بعد دوسرا امام نورِ علم وحکمت سے مؤید ہوتا رہیگا اور یہ سلسلہ آدم علیہ السّلام سے برابر چلا آتا ہے اور قیامت تک برقرار رہیگا۔ جابر بن یزید نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے یہ روایت کی ہے کہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ کَمِشْکٰوةٍ میں مشکوٰة سے مُراد سینۂ جنابِ رسولِ خدا ہے اور فِیْهَا مِصْبَاحٌ میں مصباح سے مُراد علم ہے اور اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ میں زُجَاجَةٍ سے مُراد جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام ہیں کہ جن کے پاس علم جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم موجود تھا۔ نیز عبد اللہ بن جندب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام علی رضا علیہ السّلام کی خدمت میں عریضہ بھیجکر اِسی آیت کی تفسیر دریافت کی تو حضرتؑ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ امّا بعد آگاہ ہوجاؤ کہ جناب محمد مصطفٰے صلّے اللہ علیہ وآلہ تمام مخلوق میں خدا کے امین تھے۔ جب اُن جناب نے وفات پائی تو ہم اہلبیتؑ رسالت آنحضرتؐ کے وارث ہوئے۔ اب ہم روئے زمین پر امینِ خدا ہیں ہمارے پاس موتوں کا اور بلاؤں کا علم ہے اور عرب کے نسب اور اسلام کا مَولَد ہم کو معلوم ہے۔ اگر کوئی گروہ سو شخصوں کو گمراہ کرے تو ہم اُسکے ہانکنے والے اور کھینچنے والے اور آواز لگانیوالے کو پہچانتے ہیں۔ جب ہم کسی آدمی کو دیکھتے ہیں تو اُسکے ایمان اور نفاق کی حقیقت کو سمجھ لیتے ہیں۔ ہمارے شیعوں کے نام اور اُن کے باپ داداؤں کے نام ہمارے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں۔ خدا نے ہم سے اور اُن سے

عہد و پیمان لے لیا ہے۔ وہ ہمارے چشموں پر وارد ہونگے اور جہاں ہم داخل ہونگے
وہاں وہ داخل ہونگے۔ اُن کے اور ہمارے سوا قیامت تک کوئی شخص دینِ اسلام
پر قائم نہیں رہ سکتا۔ ہم نے جنابِ رسولِ خداؐ سے نور حاصل کیا ہے اور آنحضرتؐ نے
ہمارے پروردگار سے لیا ہے اور ہمارے شیعہ ہمارے اِس نور میں سے حصّہ لینے والی
ہیں۔ جو ہم سے جُدا ہوگیا وہ ہلاک ہوا (یعنی جہنمی ہوا) اور جس نے ہماری متابعت کی
اُس نے نجات پائی (یعنی جنّتی ہوا) اور ہم سے جُدا ہونیوالا اور ہماری ولایت کا انکار
کرنیوالا کافر ہے۔ اور ہماری متابعت کرنیوالا اور ہمارے دوستوں کا پیرو مومن ہے۔
کافر ہم سے ہرگز محبت نہ کریگا اور مومن کبھی ہم سے عداوت نہ رکھیگا۔ اور جو ہماری محبت
پر مرے تو خدا پر لازم ہوگا کہ اُسے ہمارے ساتھ محشور کرے۔ جو شخص ہماری متابعت
کرے ہم اُس کے لیے نور ہیں اور جو ہماری ہدایت پر چلے اُس کے لیے ہم ہدایت ہیں
اور جو ہمارا نہیں اُسکو اسلام سے بھی کچھ تعلق نہیں۔ ہمارے ہی ذریعے سے خدا نے
اپنے دین کی ابتدا کی اور ہمارے ہی ہاتھوں خدا اُسکو انجام کو پہنچائیگا۔ ہمارے ہی
سبب سے خدائتعالے تم کو زمین سے پیدا ہونیوالی چیزیں کھلاتا ہے اور ہماری ہی
وجہ سے خدائتعالے مینہ برساتا ہے۔ اور جب تم سمندر میں ہو تو خدائتعالے ہماری
ہی وجہ سے تم کو ڈوبنے سے محفوظ رکھتا ہے اور جب تم خشکی میں ہو تو ہماری ہی وجہ
سے خدائتعالے تم کو اُس میں دھنسنے سے بچاتا ہے۔ اور ہمارے ہی ذریعے سے
خدائتعالے تم کو تمہاری زندگی میں اور تمہاری قبروں میں اور محشر میں صراط پر میزان
کے پاس اور دخولِ جنّت کے وقت نفع پہنچائیگا۔ کتابِ خدا میں ہماری مثل مشکوٰۃ
بیان کیگئی ہے اور مشکوٰۃ قندیل ہے۔ پس ہم مشکوٰۃ ہیں اور فِيْهَا مِصْبَاحٌ سے مُراد
جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ میں زجاجہ سے
مُراد آنجنابؐ کا عنصر طاہر ہے۔ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ
مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ سے یہ مُراد ہے کہ گویا وہ چمکتا ہوا تارا
ہے جو زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہوا ہے۔ نہ شرق سے اُسکو نسبت ہے
اور نہ غرب کی طرف وہ منسوب ہے۔ جسکا یہ مطلب ہے کہ نہ اُن کا نسب ادّعائی ہے
نہ غیر معروف۔ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ سے مراد یہ ہے کہ عنقریب
اُسکا روغن بغیر آگ کے چھوئے روشنی دیگا۔ اِسکی مثل قرآن مجید ہے نُوْرٌ عَلٰی
نُوْرٍ کا مطلب یہ ہے کہ امام کے بعد امام ہوگا يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ

اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۔ میں نور سے مُراد جناب علی ابن ابیطالب علیہ السّلام ہیں۔ خدا تعالٰے جس کو دوست رکھتا ہے اُسکو ہماری ولایت قبول کرنیکی توفیق عنایت فرماتا ہے۔ اور یہ خدا پر لازم ہے کہ ہمارے فرمانبردار دوستوں کو ایسے حال میں قبر سے اُٹھائے کہ اُن کے چہرے درخشاں ہوں۔ اُن کے ایمان کی دلیل روشن ہو۔ اُن کی حجّت خدا کے نزدیک ظاہر ہو۔ اور خدا پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ ہماری پیروی کرنیوالوں کو پرہیزگار۔ سچ بولنے والے۔ مرتبۂ شہادت پانیوالے۔ نیک بخت بنائے۔ وہ لوگ ہمارے بہت اچھے رفیق ہونگے۔ اگر ہم اہلبیتؑ میں سے کوئی شہید ہو تو اُس کا مرتبہ کُل شہیدوں سے دس حصّہ زیادہ ہوگا اور ہمارے شیعوں میں سے جو شہید ہو اُسکا درجہ غیر امت کے شہیدوں سے نو حصّے بڑھا ہوا ہوگا۔ ہم ہیں برگزیدۂ خدا۔ ہم ہیں تمام نبیوں کے پیشرو۔ ہم ہیں اوصیائے رسولؐ کی اولاد۔ خدا نے قرآن مجید میں ہمارا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا ہے۔ بہ نسبت اور لوگوں کے جناب رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ہمارے لیے اولویّت زیادہ ہے۔ ہم ہی وہ ہیں جن کے لیے خدا نے اپنا دین مقرر کیا ہے جیسا کہ اپنے کلام پاک میں ہم سے خطاب کرکے ارشاد فرماتا ہے کہ اے آلِ محمدؐ! شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ ط کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ مَا تَدْعُوْھُمْ اِلَیْہِ ط اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ ط (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۲۷۷ سطر ۱۰ تا صفحہ ۳۷۷ سطر ۴) ہم نے تمہارے لیے دین کی وہ باتیں قرار دی ہیں جن کی نوحؑ کو وصیّت کی تھی۔ پھر ہمارے جدّ امجد کی طرف خطاب کرتا ہے کہ ای محمدؐ! اور ہم نے تمہاری طرف اور ابراہیمؑ اور موسٰےؑ اور عیسٰےؑ کی طرف بھی وہی باتیں وحی کی ہیں کہ دین کو قائم رکھو اور جُدا جُدا فرقے نہ بن جاؤ۔ جو باتیں خدا کی طرف سے ہمکو پہنچیں وہ ہم نے جان لیں (کسی اجنبی شخص سے) ہمنے تعلیم حاصل نہیں کی۔ تمام انبیا کے علوم ہم کو سونپے گئے۔ رسولوں اور نبیوں میں سے جو صاحبانِ علم ہیں اُن کے اور جو اولوالعزم نبی ہیں اُن کے وارث ہم ہی ہیں۔ جس بات کی تم لوگوں کو دعوت دیتے ہو یہ مشرکوں پر بہت گراں گزرتی ہے۔ یہاں جس چیز کی دعوت دیجاتی ہے اُس سے ولایت علیؑ ابن ابیطالب مراد ہے۔ اور اِسی طرح مشرک سے وہ لوگ مُراد ہیں جو ولایت علیؑ ابن ابیطالب میں غیر کو شریک کرتے ہیں۔ اور خدا تو اُسی کو ہدایت کی توفیق عطا

فرماتا ہے جو ولایتِ علیؑ ابنِ ابیطالب قبول کرنے میں اُسکی طرف رجوع کرے (اے عبداللہ بن جندبؓ) میں نے تمہارے پاس (تمہارے جواب میں) ایسا خط بھیجا ہے جس میں ہدایت کی باتیں ہیں۔ تم اِس کو خوب غور و فکر سے پڑھو اور سمجھو کہ یہ خط دل کی بیماریوں کو شفا دینے والا ہے۔ صالح بن سہل ہمدانی سے روایت ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اِس آیت اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا مصباح سے حضرت امام حسن اور اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ میں زجاجہ سے مراد حضرت امام حسین اور اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ سے جناب فاطمہ زہرا علیہم السّلام مراد ہیں جو تمام بہشتی عورات میں مثل ستارۂ درخشاں کے ہونگی۔ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ میں شجرۂ مبارکہ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السّلام ہیں۔ لَا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ سے یہ مطلب ہے کہ وہ حضرتؑ نہ یہودی مذہب رکھتے تھے اور نہ نصرانی۔ یَکَادُ زَیْتُہَا یُضِیْٓءُ سے یہ مطلب ہے کہ اِس نسل مبارکہ سے علم پھیلیگا۔ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ سے یہ مطلب ہے کہ اگرچہ اُنہوں نے کسی سے نہ سیکھا ہو) نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ سے یہ مطلب ہے کہ اِسی سلسلۂ مبارکہ میں ایک امام کے بعد دوسرا امام ہوتا رہیگا (یہانتک کہ بارہ کی تعداد پوری ہو جائے)۔ یَہْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ سے یہ مطلب ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے نور کی یعنی ائمہ علیہم السّلام کی پیروی کی جسکو چاہتا ہے توفیق عطا فرماتا ہے۔ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۵۶۵ سطر ۳ تا ۸) حضرت جابر ابنِ عبداللہ انصاری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جناب امیر المومنین علیہ السّلام کی خدمت میں مسجدِ کوفہ میں حاضر ہوا۔ دیکھا میں نے کہ وہ جناب اپنی انگشتِ مبارک سے کچھ لکھ رہے ہیں اور تبسّم فرماتے جاتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا امیر المؤمنین! حضور کیوں مسکرا رہے ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا مجھے اِس بات پر تعجب آتا ہے کہ لوگ اِس آیت کو پڑھتے ہیں مگر جیسا سمجھنے کا حق ہے سمجھتے نہیں۔ میں نے عرض کی وہ کونسی آیت ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا خدا تعالےٰ کا یہ قول اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ میں مشکوٰۃ سے تو حضور سرورِ عالمؐ مراد ہیں۔ فِیْہَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ میں زجاجہ سے حسنؑ و حسینؑ مراد ہیں۔ کَاَنَّہَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ علیؑ ابن الحسینؑ۔ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ۔ محمدؑ بن علیؑ۔ زَیْتُوْنَۃٍ جعفرؑ ابن محمدؑ۔ لَا شَرْقِیَّۃٍ موسےٰ ابن جعفرؑ

وَ لَا غَرْبِیَّۃٍ۔ علیؑ ابن موسےٰ۔ یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓئُ۔ محمدؑ ابن علیؑ۔ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ۔ علیؑ ابن محمدؑ۔ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔ حسنؑ ابن علیؑ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ القائم المھدیؑ ہیں۔ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمٌ۔

(**قولِ مترجم**) مندرجۂ بالا روایتوں میں جو کچھ کچھ اختلاف پایا جاتا ہے کہ کہیں شجرۂ مبارکہ سے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ مراد لیے گئے ہیں اور کہیں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام اور کسی روایت میں مشکوٰۃ سے جنابِ رسولِ خدا مراد لیے گئے ہیں اور کسی میں صدرِ جنابِ رسولِ خدا۔ کسی میں مصباح سے آنحضرتؐ مراد ہیں اور کسی میں علم نبوت۔ کسی میں زجاجہ سے جنابِ سیدۂ مراد ہیں اور کسی میں حسنین علیہما السّلام اور کسی میں عنصرِ طاہر آنحضرتؐ۔ تو فی الاصل یہ اختلاف کچھ اختلاف نہیں ہے اِس لیے کہ اصل سب کی ایک ہے۔ نورِ واحد سے پیدا ہوئے ہیں اور وہی نور صلب حضرت ابراہیم علیہ السّلام میں بھی تھا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۵۶۹

احتجاجِ طبرسی میں جنابِ امیر المومنین علیہ السّلام سے ایک حدیث منقول ہوئی ہے جس میں ثلثہ کے مثالب (معائب) کا ذکر ہے۔ اور اِس بات کا کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کو مہلت کیوں دی۔ آخر میں حضرتؑ نے فرمایا کہ وجہ اِس کی یہ تھی کہ خدا تعالےٰ نے جو اپنے دشمن ابلیس کو مہلت دی ہے اُس کی تکمیل ہو جائے اور نوشتۂ خدا حدِ آخر تک پہنچ جائے اور کافروں پر خدا تعالےٰ کا قول ثابت ہو جائے اور اُس وعدۂ برحق کا وقت قریب پہنچ جائے جس کو خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب میں اپنے اِس قول میں صاف طور سے بیان کیا ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ۝ الخ (دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطر ۵ تا ۱۰) اور یہ اُس وقت ہوگا جبکہ اسلام کا محض نام رہجائیگا اور قرآن کا محض نشان اور جنابِ صاحب الامر علیہ السّلام بوجہ غدرِ بیّن کے غائب ہو جائینگے۔ اِس لیے کہ فتنہ و فساد دلوں پر علے العموم چھاجائیگا۔ حتےٰ آنکہ جو اُن کے عزیز قریب ہونگے وہی اُن کے سب سے زیادہ دشمن ہو جائینگے اور اُس وقت اللہ تعالےٰ اُن حضرتؑ کی ایسے لشکروں سے مدد کریگا جن کو تم نہ دیکھتے ہوگے۔ اور اپنے نبیؐ کے دین کو اُنھی حضرت (صاحب الامرؑ) کے ہاتھوں سے غالب کردیگا۔ اور اُن حضرتؑ کو تمام ادیانِ باطلہ پر غلبہ عطا فرمائیگا گو مشرکوں کو بُرا لگے۔ الجوامع میں جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

منقول ہے کہ مجھے زمین کے انتہائی حصّہ تک پہنچا یا گیا۔ پس مجھے اُسکا مشرق بھی دکھایا گیا اور مغرب بھی اور عنقریب میری امّت کی سلطنت اُس مقام تک پہنچ جائیگی جہاں تک مجھے پہنچا یا گیا تھا۔ نیز حضرت مقدادؓ نے اُنہی حضرتؐ سے روایت کی ہے کہ زمین پر کوئی گھر خواہ وہ مٹی کا بنا ہوا ہو یا اُون کا ایسا باقی نہ رہیگا جس میں خدا تعالےٰ کلمۂ اسلام کو نہ پہنچا دے۔ خواہ کسی عزّت دار کی عزّت کے ساتھ پہنچے یا کسی ذلت والے کی ذلت کی ساتھ۔ اگر خدا تعالےٰ اُن کو عزّت دیگا تو جو اِس آیت کے حقیقی اہل ہیں انکو بھی اُنہی کی تابعین سے قرار دیگا اور اگر اُن سے توفیقِ ہدایت سلب فرمالیگا تو بھی اُنکے بارے میں خدا تعالےٰ با قاعدہ باز پُرس کریگا۔

ابو بصیر نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اِس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ یہ آیت قائم آلِ محمدؐ اور اُن کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عبداللہ بن سنان سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اِس آیت کی تفسیر دریافت کی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت امیر المؤمنین علیؑ ابن ابیطالب اور ائمہؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ط سے ظہور قائم آلِ محمد کا زمانہ مُراد ہے۔

واثلہ ابن الاصقع نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن جندل بن جنادہ بن جبیر حضرت رسول خدا صلےاللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! بتائیے وہ کونسی چیز ہے جو خدا کے لیے نہیں اور وہ کیا چیز ہے جو خدا کے پاس نہیں اور وہ کیا ہے جس کو خدا نہیں جانتا؟ آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ وہ چیز جو خدا کے لیے نہیں وہ تو اُسکا شریک ہے یعنی خدا تعالےٰ کوئی شریک نہیں رکھتا اور وہ چیز جو خدا کے پاس نہیں وہ ظلم ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور وہ چیز جس کو خدا نہیں جانتا وہ اے یہود یو تمہارا یہ قول ہے کہ عزیرؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ یہ نہیں جانتا کہ اُس کے کوئی بیٹا بھی ہے۔ یہ جواب سُنکر جندل نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے برحق رسولؐ ہیں۔ پھر اُس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کل رات میں نے حضرت موسےٰ علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ حضرتؑ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اے جندل تو حضرت محمد مصطفےٰ صلےاللہ علیہ وآلہ پر ایمان لا اور اُن کے اوصیاء سے متمسّک ہو۔ یا رسول اللہ! خدا نے اسلام تو مجھے نصیب کیا میں مومن ہو گیا۔ اب فرمائیے کہ آپ کے بعد آپ کے اوصیا کون کون ہونگے؟ تاکہ میں اُن سے بھی

تمسک کرسکوں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے جندل! میرے بعد میرے اوصیا، عدد میں نقبائے بنی اسرائیل کے برابر ہونگے۔ جندل نے کہا میں نے توریت میں دیکھا ہے کہ نقبائے بنی اسرائیل بارہ تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری اُمت کے امام بھی بارہ ہونگے۔ جندل نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا وہ سب کے سب ایک ہی زمانہ میں ہونگے؟ حضرتؐ نے جواب دیا نہیں بلکہ ایک کے بعد دوسرا ہوگا۔ اے جندل! تم ان میں سے صرف تین اماموں کو دیکھوگے۔ میرے بعد سب سے پہلے میرے وصی سیّد الاوصیاء ابوالائمہ علیؑ ابن ابیطالب ہیں۔ پھر اُن کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ (یکے بعد دیگرے) امام ہونگے۔ اے جندل! میرے بعد تم اُن سے ضرور متمسک رہنا۔ ایسا نہو کہ جاہلوں کی جہالت تمہیں دھوکا دے۔ اے جندل! جب علیؑ ابن الحسینؑ سیّد العابدین کی ولادت کا زمانہ قریب آئیگا تو تمہارا انتقال ہوجائیگا۔ اور آخری رزق تمہارا دودھ ہوگا۔ جندل نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے توریت میں یہ نام پڑھے ہیں۔ الیا۔ یقطوا۔ شبرا۔ شبیرا۔ مگر میں اِن کا مطلب نہیں سمجھتا تھا۔ (قول مترجم۔ یقطوا تو فارقلیطا کا ہم معنی جناب رسولِؐ خدا کا نام احمدؐ ہے۔ الیا یا ایلیا ہم معنی علیؑ ہے۔ شبّر ہم معنی حسنؑ اور شبیّر ہم معنی حسینؑ مشہور ہیں)۔ اب فرمایئے کہ امام حسینؑ کے بعد کے امام ہونگے اور اُن کے نام کیا کیا ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے فرزند حسینؑ کی نسل میں نو امام ہونگے۔ مہدیؑ بھی اُنہی میں سے ہوگا۔ جس وقت حسینؑ کی مدّت حیات پوری ہوجائیگی تو اُن کے فرزند علیؑ جن کا لقب زین العابدین ہے امام ہونگے۔ پھر جب علیؑ ابن الحسینؑ کی زندگانی ختم ہوجائیگی تو اُن کے فرزند محمدؑ باقر لقب امام ہونگے۔ پھر محمدؑ کے بعد اُنکے فرزند جعفرؑ امام ہونگے صادق اُن کا لقب ہوگا۔ پھر جعفرؑ کے بعد اُن کے بیٹے موسیٰؑ امام ہونگے اُن کا لقب کاظم ہے۔ پھر موسیٰؑ کے بعد اُن کے بیٹے علیؑ امام ہونگے اُن کا لقب رضا ہے۔ پھر علیؑ کے بعد اُن کے فرزند محمدؑ امام ہونگے لقب اُن کا زکی ہوگا۔ پھر محمدؑ کے بعد اُن کے بیٹے علیؑ جن کا لقب نقی ہے امام ہونگے۔ پھر علیؑ کے بعد اُن کے فرزند حسنؑ جنکا لقب امین ہے امام ہونگے۔ پھر میری امّت کا امام غائب ہوجائیگا جندل نے عرض کی یا رسول اللہ کیا حسنؑ (بن علیؑ بن محمدؑ) غائب ہوجائینگے؟ حضرتؐ نے فرمایا وہ غائب نہونگے۔ بلکہ اُن کے فرزند (جو کہ بارھویں امام ہیں) غائب ہوجائینگے۔ جندل نے کہا یا رسولؐ اللہ اُن کا اسمِ مبارک کیا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا جب تک وہ ظاہر نہونگے اُن کا نام نہ لیا جائیگا۔ جندل نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں نے توریت میں ان سب کا تذکرہ پایا ہے

اور حضرت موسےٰ ابن عمران نے ہمکو آپ کی اور آپ کے بعد والے وصیوں کی خوشخبری دی ہے۔ پھر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطر ۵) پھر جندل نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! اُنہیں کس کا خوف ہوگا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہر امام کے زمانہ میں ایک بادشاہِ جابر ہوگا جو اُنہیں ستائیگا اور ایذا دیگا۔ خداوندعالم ہمارے قائم کو جلد ظاہر کرے وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دینگے جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ خوشحال اُن لوگوں کا جو اُن کے زمانۂ غیبت میں صبر سے کام لیں اور اُن کی محبت پر قائم رہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کی توصیف خدا تعالےٰ نے اپنے قول اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ سے فرمائی ہے۔ یہی لوگ خدا کے گروہ ہیں اور جان لو کہ خدا کا لشکر ضرور غالب ہوگا۔ ابن الاصقع کہتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے زمانہ تک جندل مدینہ میں رہے۔ پھر وہ طائف کو چلے گئے۔ نعیم بن ابو قیس نے مجھ سے بیان کیا کہ میں طائف میں جندل کے پاس گیا وہ بیمار تھے۔ اُنہوں نے پینے کے لیے دودھ مانگا اور کہا کہ مجھے جناب رسولِ خدا نے خبر دیدی ہے کہ میرا آخری رزق دودھ ہوگا۔ یہ کہکر وہ انتقال فرماگئے۔ اور طائف میں مقامِ کورا میں مدفون ہوئے۔ خدا اُن پر رحم فرمائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۵۷۵

عبداللہ ابن ابوامیہ کے سوالات کے جوابات تفصیل کے ساتھ پارہ ۱۵ کے ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۴۶۵ میں مذکور ہو چکے۔

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارہ نوزدہم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ و ۵ متعلق صفحہ ۵۷۷

تفسیر برہان میں کتاب الغیبۃ سے بروایت حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں اہلِ یمن کا ایک ڈیپوٹیشن (وفد) آیا۔ آنحضرتؐ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ اہلِ یمن تمہارے پاس آتے ہیں۔ یہ ایک رنگ سے دوسرا رنگ بآسانی قبول کرلیا کرتے ہیں جب وہ لوگ آنحضرتؐ کی حضور میں حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ انکے دل نرم ہیں مگر انکا ایمان مضبوط ہے۔ منصور انہی میں سے ہوگا جو ستر ہزار آدمی سے میرے بیٹے اور میرے وصی کے بیٹے (مراد ہیں جناب صاحب الامر علیہ السّلام) کی نصرت کے لیے نکلیگا۔ اُن سب کی تلواروں کے پرتلے چمڑے کے ہونگے۔ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! وہ آپ کے وصی کون ہیں؟ فرمایا وہی ہے جس کے ساتھ تمسّک کرنیکا تم کو حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (دیکھو صفحہ ۹۹ سطر ۲) اِس پر اُن لوگوں نے عرض کی کہ یارسولؐ اللہ! ذرا ہمارے لیے کھولکر بیان فرمادیجیے کہ مندرجۂ بالا قولِ خدا میں حبل سے کیا مُراد ہے؟ فرمایا قولِ خدا خود اسکا مفسّر ہے اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ (دیکھو صفحہ ۱۰۱ سطر ۲) پس حَبْلٌ مِّنَ اللّٰهِ سے مُراد کتابِ خدا ہے اور حَبْلٌ مِّنَ النَّاسِ سے مُراد میرا وصی ہے۔ لوگوں نے عرض کی کہ یارسولؐ اللہ! آخر وہ آپ کا وصی ہے کون؟ فرمایا وہی ہے جس کے بارے میں خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (دیکھو صفحہ ۷۴۱ سطر ۴) لوگوں نے عرض کی کہ یارسولؐ اللہ! یہ جنب اللہ کیا چیز ہے؟ فرمایا وہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (دیکھو صفحہ ۵۷۷ سطر ۹ و ۱۰) فرمایا وہی میرا وصی ہے جو میرے بعد مجھ تک پہنچانیکا راستہ ہے۔ اِس پر لوگوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! آپ کو اُسی کی قسم جس نے آپ کو برحق

نبی بنا کر بھیجا ہے آپ ہمیں اپنے وصی کو دکھا دیجیے ہم تو اُسکی زیارت کے بہت ہی
مشتاق ہو گئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو متوسّمین (فراست سے
پہچاننے والوں) کے لیے نشانی قرار دیا ہے۔ پس اگر تم اُس کو اُس شخص کی سی نظر سے
دیکھو گے جس کی شان میں خدا نے فرمایا مَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ
هُوَ شَهِيْدٌ (دیکھو صفحہ ۸۳۰ سطر ۱) تو تم اُس کو پہچان لوگے کہ وہی میرا وصی ہے۔
جیسے کہ تم نے یہ پہچان لیا کہ میں ہی تمہارا نبی ہوں۔ پس اب تم صفوں میں چلو پھر داور
چہروں کو غور سے دیکھو بھالو۔ پس جس کی طرف تمہارے دل کھنچیں سمجھ لو کہ وہ وہی ہے
اِس لیے کہ خدا تعالےٰ اُسی کے بارے میں اپنی کتاب میں (دعائے ابراہیمؑ کو نقل)
فرماتا ہے فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ (دیکھو صفحہ ۱۴۴ سطر ۲)
اِس میں ضمیر "ھم" سے مراد خود میرا وصی اور اُسکی وہ اولاد ہے جو معصوم اور لائق درود
وسلام ہیں۔ جابر فرماتے ہیں کہ اس پر قبیلۂ اشعریین میں سے ابن عامر اشعری اور قبیلۂ
خولانیین میں سے ابو غرہ خولانی اور ظبیان اور عثمان ابن قیس اور قبیلۂ دوسیین میں
سے عزیہ دوسی اور لاحق ابن علاقہ کھڑے ہوئے۔ صفوں کے اندر اُنہوں نے گشت لگائی
چہروں کو دیکھا بھالا اور اصلع[۱] بطین[۲] کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ!
ہمارے دل تو اِس کی طرف کھنچتے ہیں۔ اِس پر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے فرمایا کہ جب تم نے رسولؐ خدا کے وصی کو پہچان لیا قبل اِس کے کہ تم اُسے جانتے ہو تو
تم خود برگزیدۂ خدا ہو گئے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم نے پہچانا کس ذریعہ سے کہ یہ وہی ہیں؟ اِس پر
وہ لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے اور عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ! ہم نے سب ہی لوگوں
کی طرف نظر ڈالی تو ہمارے دل پر اُن کا کوئی اثر نہوا۔ لیکن جب ہم نے اِس بزرگ کی طرف
دیکھا تو پہلے تو ہمارے دل کانپ گئے۔ پھر ہمارے نفس مطمئن ہو گئے۔ پھر ہمارے جگر پانی
ہو گئے۔ اور ہماری آنکھیں بھر آئیں۔ ہمارے سینے نورانی ہو گئے اور ایسا معلوم ہونے لگا
کہ گویا یہ ہمارے باپ ہیں اور ہم اِنکے بیٹے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا

---

[۱] اصلع وہ شخص ہے جسکے سر کے اگلے حصّہ پر بال نہ اُگے ہوں اور بعض احادیث میں بجائے اصلع لفظ انزع مذکور ہوا ہے جو
اصلع کے ہم معنی ہے اور مراد یہ ہے کہ منزوع الشرک تھے یعنی کبھی نجاست شرک میں آلودہ نہوئے تھے۔ ۱۲۔ منہ

[۲] بطین وہ شخص ہے جس کا پیٹ بڑا ہو یہ لفظ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کے اوصاف میں مذکور ہوا ہے
اُس سے حضرتؑ کا علم وحکمت سے پُر ہونا مراد ہے۔ ۱۲۔ منہ

کہ وَمَا یَعْلَمُ تَاوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ (دیکھو صفحہ ۷۸ سطر ۸) تمہاری
اِس سے وہی منزلت ہے جو تم بیان کر چکے۔ اِسی منزلت کے سبب سے نیکی تمہارے
حق میں پہلے ہی طے ہو چکی اور تم جہنم سے دور رہو گے۔ جابر فرماتے ہیں کہ یہ بزرگوار جنکے
نام لیے گئے زندہ رہے تاآنکہ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کے ساتھ جنگ جمل
وجنگ صفین میں حاضر ہوئے اور سب کے سب نے صفین میں شہادت پائی۔ جناب
رسولِ خدا اِن کی نسبت صاف جنت کی خوشخبری دے چکے تھے اور یہ خبر بھی دے چکے
تھے کہ وہ جناب امیر المؤمنین علیؑ ابن ابیطالب کی معیّت میں شہادت پائینگے۔

کافی میں جابر ابن یزید جعفی علیہ الرحمہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن
میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی یابن
رسول اللہ! یہ شیعہ فرقوں کے جو آپس کے اختلاف ہیں اسنے تو مجھے پریشان کر دیا۔
فرمایا اے جابر! کیا میں تجھے اِن کے اختلاف کا مطلب نہ سمجھا دوں کہ ان میں اختلاف
کس حیثیت سے ہوا۔ اور یہ کس وجہ سے فرقہ فرقہ بنگئے۔ میں نے عرض کی یابن رسول اللہ!
ضرور سمجھا دیجیے۔ فرمایا کہ جب لوگ اختلاف کریں تو تُو اختلاف نہ کیجیو۔ اے جابر! سُنلے کہ
امام زمانہ کا منکر ویسا ہی ہے جیسے جناب رسولِ خدا کے زمانہ میں اُن کا منکر۔ اے جابر!
اب جو میں کہتا ہوں اُسے غور سے سُن لے۔ اور اپنے ہی دل میں رکھیو۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے
عرض کی کہ جس وقت تک چاہوں؟ فرمایا غور سے سن لے۔ اور اُس جگہ تک دل میں رکھیو جہانتک
کہ تیری سواری تجھ کو لیجائے (تصریح۔ مطلب یہ ہے کہ قریب وفات دوسروں کی ہدایت
کے لیے اِس کا اظہار کر دیجیو تاکہ دشمنوں کی ضرر رسانی سے تو خود محفوظ رہے اور امر ہدایت
بھی ضائع نہونے پائے۔ واقعہ جو آگے ارشاد ہوا حسب ذیل ہے)

جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وفات کے سات دن بعد جب کہ
قرآن مجید کو (حسب تنزیلِ الٰہی) مرتب و مکمل کرنے سے فراغت پائی تو جناب امیر المؤمنین
علیہ السلام نے شہر مدینہ میں لوگوں کے سامنے اِس طرح خطبہ پڑھا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ
اَعْدَمَ الْاَوْھَامَ اَنْ تَنَالَ اِلَّا وُجُوْدَہٗ وَحَجَبَ الْعُقُوْلَ اَنْ تَتَخَیَّلَ ذَاتَہٗ
لِامْتِنَاعِھَا مِنَ الشِّبْہِ وَالتَّشَاکُلِ (ہر طرح کی تعریف اُسی خدا کے لیے زیبا
ہے جس نے اوہام کو اِس طرح معدوم کیا کہ کہیں پاتے ہی نہیں جاتے سوائے اِسکے
کہ خود اسکا وجود (یعنی اُس کی ہستی معمولی طور پر عقل میں آجانے کی چیز نہیں ہے) اور
عقلوں پر ایسے پردے ڈالے ہیں کہ اُس کی ذات کا خیال ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اِس لیے

کہ وہ نہ کسی چیز کے مانند ہے نہ کسی چیز کے ہمشکل } یہ خطبۂ جلیلہ بہت بڑا ہے۔ اِسکا
ابتدائی بڑا حصّہ فرمانیکے بعد حضرتؑ نے یوں ارشاد کیا کہ "لوگو! خدا نے بزرگ و برتر نے
اپنے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے خاص وسیلہ کا وعدہ فرمایا اور خدا کا وعدہ
ہے اور وہ اپنے وعدہ کے ہرگز ہرگز برخلاف نہ کریگا۔ آگاہ ہوجاؤ کہ وہ
جنّت کا اعلےٰ درجہ ہے۔ اور قرب خدا کی انتہائی منزل اور آرزو
اونچی چوٹی۔ اُس کے ہزار زینے ہونگے کہ ایک زینے سے دوسرے زینے
ہوگا جتنا ایک عمدہ گھوڑے کی دوڑ لاکھ برس میں طے کرسکے۔ اور وہ زینے
اِس طرح ہیں۔ پہلا زینہ موتی کا۔ دوسرا جواہر کا۔ تیسرا زبرجد کا۔ چوتھا بڑے
بڑے یاقوت کا۔ چھٹا زمرّد کا۔ ساتواں مرجان کا۔ آٹھواں کافور کا۔ نواں عنبر کا۔ دسواں
بلخش کا۔ گیارھواں سونے کا۔ بارھواں چاندی کا۔ تیرھواں بادل کا۔ چودھواں ہوا کا۔
پندرھواں نور کا۔ اِن سب کو طے کرکے جنّت میں پہنچتے ہیں جس کے دروازہ پر جناب
رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم دو ردائیں اوڑھے بیٹھے ہونگے۔ ازانجملہ ایک رحمتِ خدا
کی ہوگی اور دوسری نورِ خدا کی۔ تاجِ نبوّت اور اکلیلِ رسالت آپ کے سر اطہر پر ہوگا
جس کے نور سے تمام میدانِ حشر جگمگ جگمگ کرتا ہوگا اور میں اُس دن بڑے درجہ پر
ہونگا۔ وہ صرف جنابِ رسولِ خدا کے درجہ سے (تو) کم ہوگا (اور سب سے اعلےٰ)۔
میں بھی اُس دن دو ہی چادریں اوڑھے ہونگا ایک ارغوانی نور کی اور دوسری کافور کی
رہے اور رسولؑ اور اوصیاءؑ اور مختلف زمانہ کے بزرگ۔ اور خدا کی حجتیں۔ یہ سب
ہم سے نیچے رتبہ پر ہونگے۔ ہمارے دائیں ہاتھ کی طرف ان میں سے اکثر نور و کرامت
کے حُلّے پہنے ہوئے ہونگے اور کوئی مقرب فرشتہ اور مرسل نبی ایسا باقی نہ رہیگا
جو ہمارے نور کو دیکھکر مبہوت نہ ہوجائے۔ اور ہماری روشنی اور جلال سے متعجب نہ ہو
اور اُس مقررہ وسیلہ کے دائیں طرف یعنی جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے دائیں
طرف جہانتک نظر کام دیگی ایک بدلی چھائی ہوئی ہوگی جس سے یہ آواز آتی ہوگی کہ
اے اہلِ محشر! خوشحال اُس کا جس نے وصی سے دوستی رکھی اور نبی اُمّی عربی پر
ایمان لایا۔ اور جو اُسکا منکر رہا جہنّم اُس کی وعدہ گاہ ہے۔ اور اِس مقررہ وسیلہ کے
بائیں طرف یعنی جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے بائیں ہاتھ ایک غبار سا ہوگا
(جیسے کہ سخت گرمی کے موسم میں آندھی آنے سے پہلے آسمان پر چھا جایا کرتا ہے) اس سے
یہ آواز آتی ہوگی۔ خوشحال اُس شخص کا جس نے وصی سے دوستی رکھی اور نبی اُمّی پر ایمان

لایا۔ اُسی کی قسم جس کے ہاتھ اعلیٰ اختیار رہے سوائے اُس شخص کے جو اپنے خالق کی حضور میں ان دونوں کی سچّی محبت کے ساتھ آئیگا اور اُنکی اولاد کا پیرو ہوگا اور کوئی نہ کامیاب ہوگا اور نہ راحت و جنّت تک پہنچیگا۔ پس اے خدا تعالےٰ کی مقرر کردہ ولایت کو ماننے والو! تم تو اپنی سرخروئی کا اور اپنے سرداروں کی بزرگی کا اور اپنی ذاتی عزت و کامیابی کا یقین کرلو۔ آج کے دن تم تختوں پر ایک دوسرے کے مقابل بیٹھوگے اور اے انحراف کرنیوالو! اور خدا تعالےٰ سے یعنی اُس کی یاد سے اور اُس کے رسولؐ سے اور اُس کی راہ سے اور مختلف زمانے کے بزرگوں سے رُکنے والو اور روکنے والو! تم اپنی روسیاہی کا اور اپنے پروردگار کے غضب کا باور کرلو۔ یہ اُس کرتوت کا بدلہ ہے جو تم کیا کرتے تھے۔ اور پہلے ایک رسول اور ایک نبی بھی ایسا نہیں گزرا جو اپنے بعد کے آنیوالے رسول کی خبر نہ دیتا رہا ہو۔ اور جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تشریف آوری کی خوشخبری نہ سُناتا رہا ہو اور اپنی قوم کو آنحضرتؐ کے اتباع کی وصیّت نہ کرتا رہا ہو۔ اور اپنی امّت سے ایسا صاف صاف بیان نہ کرتا رہا ہو جس سے وہ آنحضرتؐ کی صفات کو پہچان لیں اور خود اُس نبی کا بھی اتباع کریں تو آنحضرتؐ کی شریعت کے بموجب اور بعد اُس نبی کے کسی کے بھٹک جانیکا اندیشہ نہ رہے۔ پس جو گمراہ ہوا اور بھٹکا تو بعد اِس کے کہ اُس کے نبی کی طرف سے کافی ہدایت اور ڈرا وا ہو چکا تھا اور حجّتِ خدا کو پورا ہونیکے بعد اُس نے بدل دیا تھا۔ اور اُمّتوں کو اِس بات کی امید باقی رہتی تھی کہ رسول آئینگے۔ نبیؐ آئینگے۔ اور اگر کسی امّت کی آزمائش بعد ایک نبی کے آجانیکے دوسرے نبی کی تشریف آوری کے سبب سے کی بھی جاتی تھی تو گو اُن کی مصیبت اور بلا کتنی ہی بڑی ہو تاہم امید اُس سے زیادہ بڑی ہوتی تھی۔ مگر کوئی مصیبت اور کوئی بلا اُس مصیبت اور بلا سے بڑی نہیں ہے جو آنحضرتؐ کی اُمّت کو پیش آئی۔ اِس لیے کہ آنحضرتؐ پر خوشخبری دینا اور ڈرانا سب ختم ہو گیا حجّتیں تمام ہوگئیں۔ خدا اور مخلوقِ خدا کے مابین کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ خدا نے بندوں کی خود اپنی ذات تک رسائی کا دروازہ اُنہی حضرتؐ کو مقرر کیا۔ اور بندوں کے اعمال کا نگران اُنہی کو قرار دیا۔ اب کوئی عمل بغیر توسطِ آنحضرتؐ قبول نہیں کیا جائیگا۔ اور آنحضرتؐ کی اطاعت بغیر کسی کو قربِ الٰہی حاصل نہوگا چنانچہ وہ اپنی محکم کتاب میں ارشاد فرماتا ہے۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ج وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْہِمْ حَفِیْظًا ہ (دیکھو صفحہ ۳۴۱ سطر آخر) تو اِس طرح اپنی اطاعت کو جنابِ رسولِ خدا کی اطاعت کے ساتھ ملا دیا اور اپنی نافرمانی کو آنحضرتؐ کی نافرمانی سے

ساتھ ایک کر دیا۔ یہ سب سے بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ خدا تعالےٰ نے معاملات آنحضرتؐ کے سپرد فرمائے ہیں اور جو آنحضرتؐ کی متابعت یا نافرمانی کرے اُس کے اعمال و افعال کا گواہ اِسی حکیم محکم کو قرار دیا ہے اور اپنی کتاب عظیم کے دوسرے موقع پر اس کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی پیروی کی حرص دلانے کے لیے اور آنحضرتؐ کی تصدیق کی رغبت دلانے کے لیے اور آنحضرتؐ کی دعوت قبول کرنے کے لیے ارشاد فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط (دیکھو صفحہ ۴۸ سطر ۴) پس آنحضرتؐ کا اتباع خدا کی محبّت اور آنحضرتؐ کی رضا۔ گناہوں کی مغفرت۔ نورِ ایمان کے کمال اور جنّت کے واجب ہونے کے موجب ہیں۔ اور آنحضرتؐ کی اطاعت سے روگردانی کرنا خدا تعالےٰ کی نافرمانی۔ اُس کے غضب۔ اُسکے غصّہ۔ اُس سے دوری اور جہنّم میں پہنچنے کا باعث ہوگا۔ اور یہ خدا تعالےٰ کے اِس قول سے ثابت ہے۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ (دیکھو صفحہ ۵۵ سطر ۳) اِس قولِ باریتعالےٰ میں کفر سے مُراد آنحضرتؐ کا انکار اور اُن کی نافرمانی ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالےٰ نے میری وجہ سے اپنے بندوں کا (خاص) امتحان لیا ہے اور میرے ہاتھوں سے اپنے مخالفوں کو قتل کرایا اور میری تلوار سے اپنے منکروں کو فنا کرایا۔ اور مجھے مومنوں کے لیے تو باعثِ قربت قرار دیا اور سرکشوں کے لیے موت کی گھاٹی۔ اور گناہگاروں کے لیے سیفِ (بُرّان) بنایا۔ اور میری وجہ سے اپنے رسولؐ کی کمر مضبوط کی اور مجھے اُنکی نصرت کرنیکی عزّت بخشی اور مجھے اُن کے علم سے مشرف فرمایا اور اُن کے احکام کی تعلیم اور تعمیل کی بزرگی دی اور اُن کے وصی ہونیکی خصوصیت عنایت فرمائی اور اُنکی امّت میں اُنکا خلیفہ ہونیکے لیے چُن لیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے اُس حالت میں جبکہ مہاجر و انصار آنحضرتؐ کے گرد جمع تھے اور محفل اُن سے بھری تھی ارشاد فرمایا لوگو! علیؑ کی منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسٰےؑ سے تھی۔ فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہوگا۔ پس مومنین نے رسولِؐ خدا کے اِس کلام کو جو اللہ کی طرف سے تھا خوب سمجھا۔ چونکہ یہ تو وہ سب جانتے ہی تھے کہ میں جنابِ رسولِؐ خدا کا حقیقی بھائی تو ہو ہی نہیں سکتا جیسے کہ حضرتِ ہارونؑ حضرت موسٰے علیہ السّلام کے حقیقی بھائی تھے اور نہ میں نبی ہو سکتا تھا اِس لیے کہ نبوّت تو آنحضرتؐ پر ختم ہی ہو چکی تھی لامحالہ مجھے منزلتِ ہارونی عطا فرمانیکا مطلب اپنی خلافت کا عطا فرمانا تھا جیسے کہ حضرت موسٰے علیہ السّلام نے حضرت ہارون علیہ السّلام کو خلیفہ بنایا تھا جبکہ یہ الفاظ فرمائے اُخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ

وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ (دیکھو صفحہ ۲۶۵ سطر ۱۰) اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا قول تھا جبکہ ایک گروہ نے آنحضرتؐ سے باتیں کیں اور یہ عرض کی کہ ہم حضور کے غلام ہیں تو آنحضرتؐ حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے فارغ ہوکے غدیر خم میں پہنچے اور حکم دیا تو منبر کی سی صورت تیار کیگئی۔ پھر اُس کے اوپر چڑھے اور میرے بازو پکڑ کر اُٹھایا یہانتک کہ آنحضرتؐ کی سپیدیٔ زیر بغل نمایاں ہوئی۔ اور بہت بلند آواز سے اُسی محفل میں فرمایا جس کا میں آقا ہوں یہ علیؑ اُسکا آقا ہے۔ یا اللہ! تو اُس سے دوستی کیجیو جو اِس سے دوستی کرے اور تو اُس سے دشمنی کیجیو جو اِس سے دشمنی کرے۔ پس میری دوستی پر خدا کی دوستی موقوف ہوئی اور میری دشمنی پر خدا کی دشمنی۔ اور اُسی دن خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (دیکھو صفحہ ۱۶۹ سطر ۹ و ۱۰) پس میری ولایت کمال دین کا باعث اور پروردگارِ عالم کی خوشنودی کا سبب قرار پائی اور خدا تعالےٰ نے مخصوص میرے لیے اور میری اولاد کی عزت بڑھانے کے لیے اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم جو عظمت میری فرماتے تھے اور جو فضیلت مجھکو دیتے تھے اُس کے اظہار کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۲۱۴۔ سطر ۸) اور مجھ میں ایسی منقبتیں ہیں کہ اگر میں اُن کا ذکر کروں تو رفعتِ قدر عظیم ہوجائے۔ اور اُن کے غور سے سُننے کو بھی عرصہ درکار ہو اور اگر قمیصِ خلافت کو دو بدبختوں نے کھینچ تان کر اپنے بدن میں پہن لیا اور مجھ سے اُس چیز میں جھگڑا کیا جس میں اُن دونوں کا کوئی بھی حق نہ تھا۔ گمراہی کے سبب سے خلافت کو اپنا مرکب قرار دیا اور جہالت سے اپنے آپ کو کامیاب سمجھا تو جسپر کہ وہ وارد ہوئے کیا بُرا ٹھکانا ہے اور جسکی کہ اُنہوں نے اپنے نفسوں کے لیے ابتدا کی ہے وہ کیا بُرا عمل ہے۔ وہ دونوں اپنے گھروں میں بیٹھکر ایک دوسرے کو لعنت کیا کرینگے اور اُن میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے بیزاری کریگا اور جس وقت مڈبھیڑ ہوگی تو ہر ایک اپنے ساتھی سے یہ کہیگا يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝ (دیکھو صفحہ ۷۸۵۔ سطر ۶) پس وہ بوڑھا بدبخت اُس کے جواب میں کہیگا يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝ (دیکھو صفحہ ۵۷۷۔ سطر آخر) پس وہ ذکر میں ہوں جس سے وہ بہک گیا اور وہ سبیل میں ہوں جس سے وہ بھٹک گیا اور وہ ایمان میں ہوں جس کا اُس نے انکار کیا۔

اور وہ قرآن میں ہوں جس کو اُس نے چھوڑ دیا اور وہ دین میں ہوں جسکے بارے میں اُس نے جھوٹ بولا اور وہ راستہ میں ہوں جس کو چھوڑ کر اُس نے کجروی اختیار کی۔ گو چند روزہ دنیا میں وہ چرے (چُگیے) اور اِس فنا ہونیوالی کے دھوکے میں آ گئے اور اِسی کی وجہ سے وہ دونوں (چار و ناچار) جہنم کے گڑھے کے کنارہ پر ہونگے۔ بدترین والی سواری پر سوار ہونگے اور یاس و ناامیدی کے ڈپوٹیشن میں شامل۔ اور قابلِ لعنت جگہ پر وارد ہونگے چلا چلا کر ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہونگے۔ حسرت کے ساتھ دونوں چیختے پیٹتے ہونگے کسی طرح کی راحت اُن دونوں کو نہ ملیگی اور کبھی عذاب سے مہلت نہ پائینگے حقیقتِ حال یہ ہے کہ یہ لوگ بُتوں کے پُجاری تھے۔ اور مندروں کے مہنت۔ انہوں نے اُنکی پوجا کی رسمیں مقرر کر رکھی تھیں۔ اُنکے لیے نذر بھینٹ چڑھایا کرتے تھے اور قربانیاں کیا کرتے تھے اور اُنہی کی خاطر سے بحیرہ۔ سائبہ۔ وسیلہ اور حام (کنپھٹی اونٹنی۔ اونٹوں کا سانڈ۔ بکری کا جُڑواں بچہ اور بہت بوڑھا اونٹ) مقرر کیے تھے۔ اور پتی ڈالکر تیروں کے ذریعہ سے اونٹ کا گوشت تقسیم کیا کرتے تھے (اِس کی تفصیل کے لیے دیکھو صفحہ ۱۶۹ نوٹ نمبر ۱) یادِ خدا سے ہٹے ہوئے۔ راہِ راست سے دور اور بارگاہِ الٰہی سے دوری کی طرف پورے مائل تھے۔ شیطان اُن پر حاوی ہوگیا تھا اور جاہلیت کے سیاہ رنگ میں شرابور تھے۔ اپنی جہالت سے اُس کو شیرِ مادر کی طرح پی گئے تھے۔ اور ضلالت و گمراہی کے ڈورے میں اُس کو پرو لیا تھا۔ پس خدا تعالےٰ نے ہم (محمدؐ و آلِ محمدؐ) کو رحمت بنا کر اُنکی طرف بھیجا اور ہم کو اُن کے لیے رأفت قرار دیا اور ہماری وجہ سے گھٹا ٹوپ اندھیریوں سے نور اُن لوگوں کے لیے چمکایا جو اُس سے فائدہ اُٹھانا چاہیں اور اُن کے لیے فضیلت مقرر کی جو اُس نور کی پیروی کریں اور اُن کے لیے توفیق کی تائید عطا فرمائی جو تصدیق کریں۔ پس بعد ذلت کے وہ معزز ہوگئے اور قلت کے بعد اُن کو کثرت حاصل ہوئی۔ مخالفوں کے دل و دماغ پر اُن کی ہیبت چھاگئی اور بڑے بڑے گردن کش و سرکش اُنکے سامنے ذلیل ہوگئے اور اُنکو ایسی نعمتیں اور بزرگیاں حاصل ہوئیں جن کا زبانوں پر چرچا ہوگیا۔ خوف کے بعد اُنہوں نے امن پایا اور انتشار کے بعد اُن کا جتھا بنگیا۔ اور ہماری ہی وجہ سے معد ابنِ عدنان کی اولاد فخر کرنیکے قابل ہوگئی۔ ہم نے اُن کو بابِ ہدایت کے اندر پہنچایا اور سلامتی کے گھر میں اُنکو داخل کر دیا۔ ہم نے اُن کو لباسِ ایمان سے آراستہ کیا۔ تمام عالم پر وہ ہماری ہی وجہ سے غالب آئے اور جنابِ رسولِ خدا کے زمانہ میں اُن میں صلحاء کے آثار بھی پیدا ہوگئے۔ کوئی کوئی اُن میں حق کا حمایت کرنیوالا اور جہاد کرنیوالا

پیدا ہوا۔ اور نہ نماز پڑھنے والا اور خلوص سے عبادت کرنیوالا پیدا ہوا۔ کوئی اعتکاف
کرنیوالا اور روزہ رکھنے والا پیدا ہوا۔ امانت داری اُن سے ظاہر ہوئی۔ ثواب کی باتیں نمایاں
ہوئیں [illegible]۔ جب اللہ نے اپنے نبی کو اپنی حضور میں طلب فرما لیا تو اس کے بعد اتنی
سی دیر [illegible] جھپکے یا بجلی کی چمک ہوجائے وہ اپنے پچھلے پاؤں پلٹ گئے۔ حق
سے [illegible] پھر ان کفار جو حق کے مقابلہ میں مارے گئے تھے اُن کے خون کا
مطالبہ کرنے لگے۔ ڈولیاں کی تو ایاں مخالفت پر کھڑی ہوگئیں۔ دروازہ گرا دیا اور خانۂ
ایمان کو برباد کر دیا۔ آثارِ جناب رسولِ خدا کو بدل ڈالا۔ آنحضرتؐ کے احکام سے نفرت
کی۔ اُن کے انوارِ ہدایت سے دوری اختیار کی جس کو آنحضرتؐ خلیفہ کر گئے تھے اُسے
چھوڑ کر ایک اور شخص کو اُسکا قائم مقام مان لیا۔ ایسا کرنے میں انتہائے نافرمانی کی حالانکہ
گمان یہ کر لیا کہ آلِ ابی قحافہ سے جس شخص کو اُنہوں نے پسند کر لیا وہی جناب رسولِ خدا
کے مقام پر بیٹھنے کا اُس سے زیادہ حقدار بھی ہے جس کو خود خدا تعالےٰ اور اُس کے
رسولؐ نے جانشینِ رسولؐ قرار دیا تھا۔ اور یہ بھی گمان کر لیا کہ آلِ ابی قحافہ کا مہاجر تمام
مہاجرین و انصار سے بہتر بھی ہے۔ اور بنی ہاشم و بنی عبدِ مناف پر حکومت کرنیکا حقدار
بھی۔ آگاہ ہوجاؤ کہ پہلی جھوٹی گواہی جو اسلام میں دیگئی وہ انہی لوگوں کی گواہی تھی کہ
اُنہوں نے اپنے یار کو رسولؐ اللہ کا خلیفہ ظاہر کیا مگر جب سعد بن عبادہ رحمۃ اللہ کا معاملہ گزرا
جو کچھ بھی گزرا تو اپنے اس [illegible] سے پھرے اور یہ اظہار کرنے لگے کہ جناب رسولِ خدا بغیر
کسی کو خلیفہ کئے [illegible] چلے گئے۔ پس جناب رسولِ خدا پہلے شخص ہیں جن کے
بارے میں اسلام میں جھوٹی گواہی دیگئی حالانکہ جو کچھ یہ لوگ کر چکے ہیں اُس کا جلد کچھ حصہ
کا بدلہ بہت ہی جلد پا لینگے۔ اور جس کی بنیاد پہلے ڈال گئے پچھلے بھی اُسکا بھگتان بھگتیں گے۔
گو کچھ عرصہ تک مہلت ملے۔ اور ایک عرصہ تک مبتلائے مصیبت نہوں۔ چلت پھرت میں
آزاد رہیں اور اس دھوکا دینے والی دنیا میں بتدریج پکڑے جائیں۔ فوراً کوئی سزا
نہ دی جائے۔ اور دور و دراز کی امیدیں باندھنے کے موقعے ملیں۔ اس لیے کہ خدا تعالےٰ نے
نے شداد ابن عاد۔ ثمود ابن عبود اور بلعم ابن باعورا کو بھی مہلتیں دی تھیں۔ اور اپنی ظاہری
اور باطنی نعمتیں اُن پر پوری کی تھیں۔ مال سے بھی اُنکی مدد فرمائی تھی اور عمریں بھی اُن کو
طویل عطا کی تھیں۔ اور زمین اُن کے لیے اپنی برکتوں کے ڈھیر لگاتی تھی تاکہ وہ خدا کی
نعمتوں کو یاد کریں۔ پھر اُس کی ہیبت اور اُس کے خوف کو اپنے دل میں جگہ دیں۔ اُس کی
حضور میں رجوع کریں اور تکبر سے باز آئیں۔ (مگر اُنہوں نے ایسا نہیں کیا تو) پھر جب اپنی

مُدّت پوری کر چکے اور جو کچھ اُن کی تقدیر میں کھانا پینا تھا وہ کھا پی چکے تو خدا تعالےٰ نے اُنکو دھر پکڑا اور کچل ڈالا۔ پس کوئی تو اُن میں ایسا تھا کہ اُسپر پتھراؤ کیا گیا۔ اور کوئی ایسا تھا کہ اُس کو چیخ نے آلیا۔ اور بعض ایسے تھے کہ اُن کو اندھیریوں نے پھونک دیا اور بعض ایسے تھے کہ اُن کو زلزلہ نے ہلاک کیا۔ اور بعض ایسے تھے کہ وہ زمین میں دھنستے ہی چلے گئے۔ خدا کا تو یہ کام ہے نہیں کہ اُن پر ظلم کرتا۔ وہ کمبخت اپنے آپ پر خود ہی ظلم کیا کرتے تھے۔ یہ یاد رکھو کہ ہر آنیوالے امر کے لیے ایک نوشتہ موجود ہے۔ جب اُس نوشتہ کی مدّت پوری ہو جاتی ہے ہونیوالا کام بھی ہو جاتا ہے۔ نافرمان لوگوں کی جو گت بننے والی ہے اور اِن نقصان اُٹھانیوالوں کا جو انجام ہونیوالا ہے اگر وہ تم کو کھولکر دکھا دیا جائے تو تم جس حالت میں ہو اُسکو چھوڑ کر پورے اللہ والے بنجاؤ۔ لوگو! اسے خوب سمجھ لو کہ میں تم میں ایسا ہی ہوں جیسے کہ فرعون والوں میں حضرت ہارونؑ تھے اور جیسے بنی اسرائیل کے لیے باب حطہ تھا۔ اور جیسے نوح علیہ السّلام کی قوم میں کشتیٔ نوحؑ تھی۔ اور میں نبأ عظیم (خبر بزرگ) ہوں۔ صدیق اکبر میں ہوں۔ اور اِس میں کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہے کہ جن چیزوں سے تم کو ڈرایا جاتا ہے اُنکا تم کو کما حقّہٗ علم ہو جائیگا۔ اللہ کے نزدیک عرصہ اتنا ہی باقی ہے جیسے کھانیوالا ایک لقمہ گلے سے اُتارے یا پینے والا ایک گھونٹ پانی پی لے۔ یا اونگھنے والا ایک جھونٹا کھائے۔ پھر جو تغیّرات واقع ہونگے وہ اُن کو اِس غفلت کا مزا چکھائینگے دنیا میں تو رسوائی نتیجہ میں ملیگی اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈالے جائینگے۔ کیونکہ جو عمل تم کر رہے ہو اللہ اُس سے غافل نہیں ہے کہ جو راہِ راست سے بھٹک گیا ہے اور اُس نے حق کی حُجّت کا انکار کر دیا ہے اور خدا تعالےٰ کی ہدایت کی مخالفت کی اور نورِ خدا سے پھر گیا اور خلیفۂ خدا کی نافرمانی پر پل پڑا۔ پانی کے بدلے شراب کو اور نعمت کے بدلے عذاب کو۔ کامیابی کے بدلے بدبختی کو اور خوشحالی کے بدلے بدحالی کو اور وسعت کے بدلے تنگی کو اختیار کیا۔ کیا ایسا شخص اِس سے مطمئن ہو سکتا ہے کہ جو بدی اُسنے کی اُس کا بدلہ نہ پائے اور حق کے خلاف چلنے کا مزا نہ چکھے۔ اُن کو لازم ہے کہ حقیقی وعید کا یقین رکھیں اور جن چیزوں سے اُن کو ڈرایا جاتا ہے وہ اُنپر پڑیں اور پھر پڑیں۔ مگر یہ واقعہ اُس دن ہوگا جس دن کی تعریف خدا تعالےٰ نے یوں فرمائی ہے۔

يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ط ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ط اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۙ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ط ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۔ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ وقف فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ

وَمِیدِیْلِیْ ہ (دیکھو صفحہ ۳۰۸ سطر ۷ لغایت ۱۰)

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۵۷۹

اور اُس درخت پر ریشمی کپڑا جس پر طرح طرح کی تصویریں کڑھی ہوئی ہوتی تھیں ڈال دیتے تھے۔ پھر وہ لوگ اس درخت کے لیے بکریاں اور گائیں لاکر بھینٹ چڑھاتے تھے۔ اور درخت کی قربانی کے لیے اُنکو ذبح کرتے تھے۔ پھر (سوکھی) لکڑیاں لاکر آگ روشن کرتے تھے (اور قربانیوں کے گوشت کو اُس میں ڈال دیتے تھے پھر) جس وقت اِن قربانیوں کا دھواں اور اُن کے جلنے کی بو اندھوا میں پھیلتی تھی اور آسمان کے اور اُنکی نظر کے مابین حائل ہو جاتی تھی تو وہ سب کے سب اُس درخت کے لیے سجدہ میں گر پڑتے تھے اور روروکے اور گڑگڑا گڑگڑاکے کہتے تھے اسے ہمارے معبود! تو ہم سے راضی ہو جا۔ اور شیطان آکر اُس درخت کی ٹہنیوں کو ہلاتا تھا اور اُس کے تنہ میں سے لڑکوں کی سی آواز سے چیخ کر کہتا تھا اسے میرے بندو! میں تم سے راضی ہوں پس دل خوش رکھو اور آنکھیں ٹھنڈی (کرو)۔ اُس وقت وہ لوگ سجدہ سے سر اُٹھاتے تھے اور شرابیں پیتے تھے۔ ڈھول بجاتے تھے اور اپنے ہاتھوں میں راکھی باندھتے تھے (ترجمہ - راکھی دلی کی زبان میں اُس چیز کو کہتے ہیں جو ہندو لوگ سلونوں کے موقعہ پر اپنے پہنچے میں باندھ لیتے ہیں۔ دوسرے شہروں میں اور اور مقامات میں (جو کچھ اسکا نام ہو) اور ایک شبانہ روز اس سلسلہ قیام کرکے اپنے اپنے گھروں کو پلٹ جاتے تھے۔ ایرانیوں نے اپنے مہینوں کے نام ابان اور آذر وغیرہ اِنہی بستیوں کے نام پر رکھے ہیں۔ اِسی وجہ سے وہ لوگ آپس میں کہتے تھے کہ یہ فلاں مہینے کی عید ہے اور یہ فلاں مہینے کی عید ہے۔ پس جب سب سے بڑی بستی (اسفندار) کی عید آتی تو تمام چھوٹے بڑے جمع ہوتے۔ درخت صنوبر اور چشمہ کے پاس ریشمی سراپردہ نصب کرتے تھے جسپر قسم قسم کی تصویریں کڑھی ہوتی تھیں اور اُس سراپردہ کے بارہ دروازے ہوتے تھے۔ ہر ایک بستی والوں کے واسطے جُداگانہ دروازہ قرار دیا جاتا تھا۔ پھر وہ لوگ اُس سراپردہ کے باہر سے درخت صنوبر کو سجدہ کرتے تھے اور اُس درخت کے لیے بہ نسبت اُن درختوں کے جو اُن کی بستیوں میں تھے کئی گُنی زیادہ قُربانیاں چڑھاتے تھے۔ یہاں ابلیس آتا تھا اور درخت کو بڑے زور سے ہلاتا تھا اور اُس کے اندر سے باوازِ بلند اُن سے باتیں کرتا تھا اور دوسرے شیطانوں سے زیادہ اُن لوگوں سے وعدے بھی کرتا تھا اور

امیدیں بھی دلاتا تھا۔ تب وہ لوگ خوش خوش سجدہ سے سر اُٹھاتے اور خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے اور شراب کی اور باجوں کی کثرت سے بات تک نہ کر سکتے تھے (اور نہ کان پڑی آواز سُنائی دیتی تھی) اور سال کی تمام عیدوں کے ہم عدد بارہ دن اور رات وہاں بسر کرتے تھے۔ پھر واپس چلے آتے تھے۔ پس جبکہ اُن کے کفر کی مدت طوالنی ہوئی اور غیر خدا کی عبادت کرتے ہوئے اُنکو ایک زمانہ گزر گیا تو عزّ و جلّ عالم نے یہود ابن یعقوب کی اولاد میں سے ایک نبی کو اُنکی ہدایت کے لیے بھیجا۔ پس وہ مدت تک اُن کو عبادتِ خدا کی طرف بُلاتے رہے اور معرفت و ربوبیتِ الٰہی کی تلقین کرتے رہے۔ لیکن وہ لوگ پیروی نہ کرتے تھے۔ جب نبی خدا نے گمراہی اور ضلالت پر اُن کا اصرار اور ہدایت و نجات کے ماننے سے انکار دیکھ لیا اور اُنکی بڑی بستی کی عید آ گئی تو درگاہِ خدا میں عرض کی اے میرے پروردگار! تیرے بندے میری تکذیب اور تیرے انکار پر اڑے ہوئے ہیں۔ اب یہ لوگ کل کے دن درخت کی پرستش کرینگے جو نہ انہیں کچھ نفع دے سکتا ہے اور نہ کچھ ضرر پہنچا سکتا ہے خدایا! تو انہیں اپنی قدرت و قوت دکھا دے۔ اِن کے کُل درختوں کو خشک کر دے۔ جب صبح ہوئی تو اُنہوں نے درختوں کو سوکھا ہوا پایا۔ اِس سے وہ بہت ہی ہراساں اور ناامید ہو گئے۔ اور اُنکے دو گروہ ہو گئے۔ ایک فرقہ تو یہ کہتا تھا کہ اس شخص نے جو یہ گمان کرتا ہے کہ میں زمین و آسمان کے معبود کا رسول ہوں تمہارے معبودوں پر اس لیے جادو کیا ہے کہ تمہیں تمہارے خداؤں سے برگشتہ کرکے اپنے خدا کی طرف متوجہ کرے۔ دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ جب تمہارے خداؤں نے یہ دیکھا کہ یہ شخص اُنکو عیب لگاتا ہے۔ اُنکی بُرائیاں کرتا ہے اور تم کو اُنکی عبادت سے ہٹا کر اور کی طرف بُلاتا ہے تو وہ تم سے ناراض ہو گئے اور اُنکی رونق و خوبی تمہاری نظروں سے غائب ہو گئی۔ تاکہ تم اُنکا بدلہ لینے کے لیے اس شخص پر غضب و غصّہ ہو (تو اب تم ایک دل اور ایک جان ہو کر اسکو قتل کر ڈالو) پس وہ ملاعنہ نبی خدا کے قتل پر متفق ہو گئے اور سیسے کی بڑے بڑے نل چوڑے مُنہ کے بنائے۔ پھر ایک نل چشمہ کی تہ میں نصب کر دیا اور اُس میں تلے اوپر اتنے نل جوڑے کہ بالائی حصّہ پانی کے باہر تک آگیا۔ پھر اُن لوگوں نے نلوں کے ذریعہ سے چشمہ کا پانی کھینچ لیا اور اُس کی تہ میں تنگ مُنہ کا ایک گہرا کنواں کھودا۔ اور اُس میں اپنے نبی کو ڈال دیا۔ اور اُس کے مُنہ پر ایک بڑا پتھر رکھدیا۔ پھر اُنہوں نے اس چشمہ میں جو نل لگائے تھے وہ الگ کر لیے (کہ سارا چشمہ پانی سے بھر گیا) اور آپس میں کہنے لگے اب

ہمیں امید ہے کہ ہمارے معبود ہم سے راضی ہو جائینگے۔ اس لیے کہ یہ تو اُنہوں نے دیکھ ہی لیا کہ جو اُن کی بُرائیاں کیا کرتا تھا اور ہم کو اُن کی عبادت سے روکا کرتا تھا اُس کو ہمنے قتل کر دیا اور (ہزاروں من) مٹی کے نیچے دبا بھی دیا۔ اب تو بڑے معبود کو شفا ہو جائیگی اور اُس کی رونق و بہار جیسی تھی ویسی ہی پھر ہو جائیگی۔ پس وہ لوگ تمام دن اپنے نبی کی آہ و بُکا سُنتے رہے کہ وہ درگاہِ خدا میں عرض کر رہے ہیں خدایا! تو اِس مقام کی تنگی اور میری بیچینی کو ملاحظہ فرما رہا ہے۔ اب میری کمزوری اور بیچارگی پر رحم فرما اور جلدی سے میری روح قبض کرلے۔ اور میری دعا قبول کرنے میں دیر نہ لگا۔ یہی فرماتے فرماتے اُن حضرتؑ نے انتقال کیا۔ اُس وقت خدا تعالےٰ نے جبرئیلؑ سے فرمایا اے جبرئیلؑ! میرے اِن بندوں کو میرے حلم نے جری بنا دیا۔ یہ لوگ میرے عذاب سے بیخوف ہوگئے کہ اِنہوں نے مجھے چھوڑ کر اوروں کی پرستش کی۔ میرے رسول کو قتل کیا۔ کیا اِنکا یہ گمان ہے کہ یہ میرے عذاب کی برداشت کر سکینگے اور میری سلطنت سے نکل جائینگے؟ یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ میں اُن لوگوں سے انتقام لیتا ہوں جو میری نافرمانی کرتے ہیں۔ اور میرے عذاب سے بیخوف رہتے ہیں میں نے اپنی عزت کی قسم کھالی ہے کہ اِن پر عذاب نازل کر کے خلائق کے لیے اِن کو عبرت بناؤں۔ اب میں اُن کی کچھ بھی علت نہ کرونگا۔ پس جبکہ وہ لوگ عید منا رہے تھے ناگاہ بڑی تیز سُرخ رنگ آندھی نمودار ہوئی جسے دیکھکر وہ سب کے سب حیران و خوف زدہ ہوگئے اور ایک دوسرے سے لپٹنے لگے۔ پھر زمین اُن کے نیچے گندھک بنکے تپنے لگی اور ایک کالے رنگ کی بدلی اُنپر چھا گئی جس سے اُن لوگوں پر بھڑکتے ہوئے بڑے بڑے انگارے پڑنے لگے۔ پس اُنکے بدن اُسی طرح پگھل گئے جس طرح آگ میں سیسہ گداختہ ہو جاتا ہے۔ یہانتک ارشاد فرماکی جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا خدا کا غضب اور اُسکا عذاب نازل ہونے سے ہم پناہ مانگتے ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر کے سوا نہ کسی میں قدرت ہے اور نہ کوئی بلاؤں کو پھیر سکتا ہے۔

تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں ایک عورت اپنی کنیز کو ہمراہ لیے ہوئے حاضر ہوئی اور عرض کی یابن رسول اللہؐ! کیا انجام ہوگا اُس عورت کا جو عورت کے ساتھ چپٹی کھیلے؟ حضرتؑ نے فرمایا وہ جہنم میں جائیگی۔ روزِ قیامت وہ میدانِ حشر میں لائی جائینگی۔ آگ کی چادر اور آگ کی اوڑھنی اُنہیں اُڑھائی جائیگی اور آگ کے موزے اُنہیں پہنائے جائینگے۔ آگ کے ڈنڈے اُنکی

شرمگاہوں اور اُن کے پیٹوں میں ڈالے جائینگے اور پھر وہ عورتیں دوزخ میں گرادی جائینگی۔
اُس نے عرض کی اِسکا ذکر کتاب خدا (قرآن مجید) میں نہیں ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا ضرور
ہے۔ اُس نے کہا کہاں ہے؟ فرمایا وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ۔ اصحاب الرّس کی
عورتیں چپٹی کھیلا کرتی تھیں۔

تفسیر مجمع البیان میں جناب امام محمد باقر اور جناب امام جعفر صادق علیہما السّلام سے
منقول ہے کہ اصحاب الرّس کی عورتیں چپٹی کھیلا کرتی تھیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۵۷۹

ایک دن کوئی عرب اپنے اونٹ وہاں لایا جیسے ہی اُس نے چاہا کہ اپنے اونٹوں کو اُس
پتھر سے مَس کرکے برکت حاصل کرے اُس کے اونٹ بدکے اور بھاگ گئے تو اُس نے دو
شعر کہے جن کا مطلب یہ ہے کہ میں تو اِس مبارک پتھر کے پاس اِس لیے آیا تھا کہ ہماری جماعت
کو اکٹھا رکھے۔ اِس نے تو ہم میں اور پھوٹ ڈالدی تو وہ سعد کاہے کا ہے۔ یہ سعد نہیں ہے
بلکہ زمین سے نکلی ہوئی ایک سلپٹ چٹان ہے جو نہ کسی گمراہ کو راستہ بتاتی ہے نہ کسی قسم
کی برکت دیتی ہے۔ ایک دن دوسرے عرب کا اُدھر سے گزر ہوا۔ اُس نے دیکھا کہ اُس پتھر پر
لومڑی پیشاب کر رہی ہے۔ یہ حال دیکھکر اُس نے ایک شعر کہا جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا
کی قسم لومڑیاں اِس کے سر پر پیشاب کر رہی ہیں اور جسپر لومڑیاں پیشاب کریں وہ بڑا ذلیل ہے

کافی میں ہے کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے ایک طولانی حدیث میں
ارشاد فرمایا اے ہشام! پھر خدا تعالےٰ نے اِن بے عقلوں (کفار) کی مذمت میں یہ آیت بھیجی
اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ
اَضَلُّ سَبِيْلًا۔ اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے ایک طولانی
حدیث میں فرمایا اصحاب مشئمہ میں سے یہود اور نصارےٰ بھی ہیں جن کے بارے میں خداوند عالم
ارشاد فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (دیکھو
صفحہ ۴۳ سطر ۸) پس اہل کتاب حضرت محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ کی ذات کو اور (میری)
ولایت کو توریت وانجیل کے ذریعہ سے خوب پہچانتے ہیں جس طرح کہ اپنے گھروں میں اپنی
اولاد کو جانتے ہیں لیکن اُن میں کا ایک گروہ جان بوجھکر حق کو چھپاتا ہے۔ حق تمہارے پروردگار
کی طرف سے ہے تم کبھی شک نہ کرنا۔ اب جو اُنہوں نے اپنی جانی پہچانی چیز کا انکار کیا تو خدا تعالےٰ
نے اُن کو بلا میں مبتلا کیا اور روحِ ایمان اُن سے لیلی۔ صرف تین روحوں کو یعنی روحِ قوت
روحِ شہوت اور روحِ بدن کو اُن کے جسموں میں جگہ دی اور پھر اُن کو چوپایوں کی طرف منسوب

کرکے فرمایا اِنْ ھُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَام۔ یہ لوگ تو چارپایوں کے مانند ہیں۔ اس لیے کہ چارپایوں میں بھی تین روحیں ہیں ایک روحِ قوت جسکی وجہ سے وہ بوجھ اٹھاتے ہیں۔ دوسری روحِ شہوت جسکی وجہ سے وہ گھانس پھونس چرتے چگتے ہیں۔ تیسری روحِ بدن جسکے باعث سے وہ چلتے پھرتے ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۱ متعلق صفحہ ۵۸۱

روضۃ الواعظین میں ہے کہ جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا خداوندِ عالم نے ایک پوشیدہ سفید رنگ نطفہ پیدا کیا۔ پھر اس کو ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل فرماتا رہا یہانتک کہ وہ صلب عبدالمطلب میں پہنچا۔ وہاں اس کے دو حصّے کیے۔ ایک حصّہ صلب عبداللہ میں رکھا اُس سے میری ولادت ہوئی۔ دوسرا حصّہ صلبِ ابوطالب میں گیا اُس سے علیؑ ابنِ ابیطالب پیدا ہوئے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہی وَھُوَالَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاۤءِ بَشَرًا الخ۔ تفسیر برہان میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ اور حضرت علی ابنِ ابیطالب علیہ السّلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ چونکہ جنابِ رسولِ خدا نے جنابِ امیرالمؤمنین کے ساتھ اپنی دخترِ نیک اختر کا نکاح کردیا تھا تو اس سبب سے جنابِ علیؑ ابنِ ابیطالب جنابِ رسولِ خدا کے داماد ہوئے اور چچازاد بھائی تو پہلے ہی سے تھے۔ بنابریں نسب بھی مسلّم ہوگیا اور دامادی بھی۔

عکرمہ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے یوں روایت کی ہے کہ جب خداوندِ عالم نے آدم علیہ السّلام کو پیدا کیا تو پانی سے نطفہ کو بھی پیدا کیا۔ پھر اُس نطفہ میں نور کی آمیزش فرماکر اُسے حضرت آدمؑ کی پشتِ مبارک میں بطورِ امانت رکھا۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے کے صلب میں قرار دیا۔ پھر انوش کے صلب میں۔ پھر قینان کی پشت میں رکھا۔ پھر وہ نطفہ ایک باپ سے دوسرے باپ کی طرف منتقل ہوتا ہوا ابراہیم علیہ السّلام کی پشت میں آیا۔ وہاں سے حضرت اسمٰعیلؑ کی پشت میں آیا پھر وہ کبھی پاک و پاکیزہ پشت میں کبھی طیّب و طاہر رحم میں رہا یہانتک کہ جناب عبدالمطلب کے صلب میں پہنچا۔ وہاں پہنچکر اُس نور کے دو حصّے ہوگئے ایک حصّہ صلبِ حضرت عبداللہ میں گیا جس سے جنابِ محمد مصطفٰے صلّے اللہ علیہ وآلہ متولّد ہوئے۔ دوسرا حصّہ صلبِ حضرت ابوطالب کی طرف منتقل ہوا جس سے جنابِ امیرالمؤمنین علیؑ بن ابیطالب کی ولادت ہوئی۔ پھر خداوندِ عالم نے جنابِ علیؑ ابنِ ابیطالب کا نکاح جنابِ فاطمہ

(بنت رسولؐ خدا) سے کر دیا اور قولِ باریتعالے هُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا کا یہی مطلب ہے۔ جابر جعفی نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب جناب امیر المومنین علیہ السلام جنگ نہروان سے فارغ ہو کر کوفہ واپس تشریف لائے اور اُن جنابؑ کو یہ خبر پہنچی کہ معاویہ علیہ اللعن اُن حضرتؑ کو دشنام دیتا ہے اور عیب لگاتا ہے اور اُن کے اصحاب کو قتل کرتا ہے تو حضرتؑ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ بھی ارشاد ہوا کہ میں ہی وہ داماد ہوں جس کی شان میں خدا نے آیۂ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا نازل فرمایا ہے۔

ابوالحسن ابن زید ابن علیؑ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام ہی اپنے جدِ بزرگوار جناب امام زین العابدین علیہ السلام کا سن مبارک دریافت کیا۔ اُن جنابؑ نے جواب دیا مجھ سے میرے والدِ ماجد نے اُن سے جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں ایک موقعہ پر اُس سال میں جس سال میرے چچا جناب امام حسن علیہ السلام کی شہادت ہوئی ہے اپنے پدرِ بزرگوار جناب امام حسین اور اپنے عم نامدار جناب امام حسن علیہما السلام کے پیچھے پیچھے مدینہ کے ایک کوچہ میں جا رہا تھا۔ میں اُس زمانہ میں بچہ تھا۔ ابھی بلوغ کو نہ پہنچا تھا۔ راستہ میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ اور انس بن مالک انصاری ایک جماعتِ قریش و انصار کے ساتھ اُن سے ملے۔ جوں ہی جابرؓ نے میرے چچا اور میرے والدِ ماجد کو دیکھا بے اختیار جھک کر اُن حضراتؑ کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لینے لگے۔ یہ حال دیکھکر ایک مردِ قریشی نے جو مروانی تھا کہا اے جابرؓ! یہ تو تمہارا سن و سال اُس پر تم جناب رسولؐ خدا کے جلیل القدر صحابی۔ پھر تم یہ کیا کرتے ہو؟ یہ جابرؓ انصاری غزوۂ بدر میں بھی موجود تھے۔ جابرؓ نے جواب دیا اے قریشی دور ہو۔ اگر ان دونوں کی فضیلت و منزلت جیسی کہ مجھے معلوم ہے تجھے بھی معلوم ہوتی تو تو اُنکے قدموں کے نیچے کی خاک کو اسی طرح چومتا جیسے کہ میں نے اِن کے قدم چومے ہیں۔ پھر جابرؓ انصاری انس بن مالک کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابوحمزہ! مجھ سے جناب رسولؐ خدا نے اِن دونوں کے وہ فضائل بیان فرمائے ہیں جنکے بارے میں میرا یہ خیال تھا کہ یہ مراتب کسی آدمی کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ انس نے کہا کہ اے ابوعبداللہ! وہ مراتب کیا ہیں؟ جناب امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب امام حسن اور جناب امام حسین علیہما السلام تو وہاں سے تشریف لے گئے اور میں وہاں کھڑا ہوا ان لوگوں کی باتیں سنتا رہا۔ پس جابرؓ نے حدیث شروع کی اور فرمایا

ایک دن جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ بہت سے لوگ آنحضرت صلعم کے گرداگرد تھے۔ اُن جنابؐ نے مجھ سے فرمایا اے جابرؓ حسنؑ وحسینؑ کو میرے پاس بُلالاؤ۔ وہ حضرت صلعم ان دونوں پر بیحد فریفتہ تھے۔ پس میں گیا اور دونوں کو لے آیا۔ میں کبھی ایک شاہزادہ کو گود میں لیتا تھا کبھی دوسرے کو کندھے پر بٹھاتا تھا۔ حضرت صلعم نے جو میری الفت اور میری تکریم اُن دونوں شاہزادوں کے ساتھ ملاحظہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ حضرت صلعم کے چہرۂ مبارک سے خوشی کے آثار ظاہر ہورہے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا اے جابرؓ! کیا تم اِن دونوں کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی یا رسول صلعم اللہ! میرے ماں باپ قربان ہوجائیں اِن کی دوستی سے مجھے کون چیز روک سکتی ہے حالانکہ اِنکا رتبہ جو حضور کے نزدیک ہے وہ ظاہر ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے جابرؓ! کیا تم اِن کے فضائل سُننا چاہتے ہو؟ بیان کروں؟ میں نے عرض کی یا رسول صلعم اللہ! میرے ماں باپ فدا ہوجائیں ضرور بیان فرمائیے۔ حضرت صلعم نے ارشاد کیا جبکہ خدا تعالےٰ کو میرا پیدا کرنا منظور ہوا تو اُس نے میرا نور پاکیزہ سفید نطفہ کی صورت میں پیدا کرکے آدم علیہ السلام کی صلب میں امانت رکھّا۔ پھر وہ برابر پاک صلب سے پاکیزہ رحم کی طرف منتقل ہوتا ہوا نوحؑ اور ابراہیمؑ تک پہنچا۔ یہانتک کہ عبدالمطلب کی صلب میں آیا۔ اِس عرصہ میں کبھی کفر کی نجاست نے مجھے آلودہ نہیں کیا۔ پھر یہ نطفہ دو حصّوں میں منقسم ہوگیا۔ ایک حصّہ (میرے والد) حضرت عبداللہ کے صلب میں گیا۔ اُس سے میں پیدا ہوا۔ خدا نے مجھپر نبوّت ختم کردی۔ دوسرا حصّہ (میرے چچا) حضرت ابوطالب کی صلب میں گیا اُس سے علیؑ ابن ابیطالب کی ولادت ہوئی اور خدا نے وصایت اُن پر تمام کردی۔ پھر دونوں نور ایک جگہ جمع ہوگئے۔ اُس سے جُہر وجُہیر یعنی حسنؑ وحسینؑ متولّد ہوئے اسباطِ نبوّت کا اِنہی دونوں پر خاتمہ ہوا اور میری اولاد کا سلسلہ اِنہی دونوں سے چلا اور خداتعالےٰ نے مجھے حکم دیا کہ کفر کی ایک بستی یا بہت سی بستیاں فتح کرلوں۔ خداوندِ عالم تمام زمین کو اُس کے ظلم وجور سے بھر جانیکے بعد عدل وانصاف سے معمور کردیگا۔ یہ (میرے نواسے) دونوں پاک وپاکیزہ ہیں۔ یہ دونوں تمام جوانانِ اہلِ بہشت کے سردار ہیں خوشحال اُس کا جو اِن دونوں سے اور اِن کے باپ سے محبت رکھے اور ویل ہے اُس کے لیے جو اِن سے دشمنی کرے اور اِنکو رنج پہنچائے۔

تفسیر ثعلبی میں ہے ابنِ سیرین کہتا ہے کہ یہ آیت جناب رسولِ خدا صلعم اور جناب علیؑ ابنِ ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی ہے اُس وقت جبکہ حضورؐ سرورِ عالم نے اپنی

پارۂ جگر فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کا نکاح جناب امیر المومنین کے ساتھ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ اگر علیؑ ابن ابیطالب پیدا نہوتے تو فاطمہؑ زہرا کے لیے کفو (یعنی ہمسر) ہی ممکن نہ تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جناب رسولِ خدا نے (جناب علی مرتضے صلوات اللہ علیہ سے مخاطب ہوکے) فرمایا کہ اے علیؑ! اگر تم نہوتے تو روئے زمین پر میری فاطمہؑ کا کفو نہ ملتا۔

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۵۹۹

تفسیر برہان میں ہے کہ عبد اللہ بن حرث بن نوفل نے جناب امیرالمومنین سے روایت کی ہے کہ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے اولادِ عبد المطلب کو جمع کیا وہ چالیس یا اُنتالیس آدمی تھے۔ پس آنحضرتؐ نے پہلے تو عام طور سے پھر ہر ہر شخص سے استفسار فرمایا کہ تم میں کون ایسا ہے جو (اِس وقت تو) میرا بھائی اور میرا وزیر بنے (اور میرے بعد تم لوگوں میں) میرا خلیفہ۔ میرا وصی اور میرا وارث ہو۔ اِس کے جواب میں ہر ایک انکار کرتا رہا تا آنکہ حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السّلام وارد ہوئے۔ اُنہوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں اِن خدمات کے لیے حاضر ہوں۔ یہ سُنکر جناب سرورؐ کائنات نے ارشاد فرمایا اے اولادِ عبد المطلب دیکھو یہ علیؑ ابنِ ابیطالب میرا وزیر ہے اور میرے بعد تم میں یہی میرا وارث اور میرا خلیفہ ہوگا۔ پس وہ آپس میں ہنستے ہوئے اُٹھ گئے اور جناب ابوطالبؑ سے کہنے لگے لیجیے! اب آپ اپنے بیٹے کی اطاعت کریں کہ آپ کے بھتیجے صاحب آپ کو یہی حکم دیتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے جناب امیر المومنین علیہ السّلام سے روایت کی ہے وہ جنابؑ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسولؐ خدا نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ! خدا نے مجھکو یہ حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤں۔ یہ سُنکر میں اِس سے دلتنگ ہوا اور میں یہ جانتا تھا کہ جب میں اِن کے سامنے اِس معاملہ کی اظہار کی جرأت کرونگا تو اِن سے مجھے وہ کچھ دیکھنا پڑیگا جو مجھے ناگوار ہوگا۔ پس میں اِس معاملہ میں خاموش ہو رہا۔ آخر جبرئیل علیہ السّلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے محمدؐ! اگر آپ اِس حکمِ خدا کی تعمیل نہ کرینگے تو یہ امر آپ کے پروردگار کی سخت ناراضی کا باعث ہوگا۔ اے علیؑ میں حکمِ خدا کو ضرور پورا کرونگا۔ تم ایک صاع آٹے کی روٹی اور ایک ران بکری کی تیار کرلو اور ایک پیالہ دودھ مہیا کر رکھو۔ پھر اولادِ مطلب کو کھانے کے لیے بُلالاؤ تاکہ میں اُن سے گفتگو کروں اور جو حکم مجھ کو دیا گیا ہے وہ اُن تک پہنچادوں (جناب امیرؑ المومنین فرماتے ہیں کہ)

جو حکم آنحضرتؐ نے مجھے دیا تھا میں نے اُس کی تعمیل کی۔ پھر میں نے حسبِ ارشادِ جنابِ رسولِ خدا
کھانا تیار کر کے اولادِ عبدالمطلب کو بُلایا۔ اُس دن وہ سب چالیس آدمی تھے یا اِس
تعداد سے ایک زیادہ ہو یا ایک کم۔ منجملہ اُن کے جنابِ رسولِ خدا کے چچا ابوطالبؓ۔ حمزہؓ۔
عباسؓ۔ ابولہبؔ بھی تھے۔ جب وہ سب جمع ہو گئے۔ جنابِ رسولِ خداؐ نے مجھے اُس
کھانے کے حاضر کرنیکا حکم دیا جو میں نے اُن کے لیے تیار کیا تھا۔ پس میں نے وہ کھانا
لاکر حضرتؐ کے سامنے چُن دیا۔ آنحضرتؐ نے اُس میں سے ایک بوٹی اُٹھائی اور دندانِ
مبارک سے کاٹکر اُسی رکابی کے کنارے پر رکھدی جس میں سالن تھا۔ پھر فرمایا بسم اللہ
نوش کیجیے۔ پس اُن لوگوں نے اتنا کھایا کہ کسی کے پیٹ میں گنجائش باقی نہیں رہی۔ میں
اُسی خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے وہ کھانا جو میں نے
اُن کے سامنے رکھا تھا اتنا تھا کہ اُن میں کا ایک آدمی اُسے کھا لیتا مگر میں نے کھانے پر اُن
لوگوں کی اُنگلیوں کے نشان ہی نشان دیکھے (کھانا بجنسہ باقی رہا) پھر میں دودھ کا
کاسہ اُن کے سامنے لایا۔ وہ دودھ اُن سب نے خوب پیا یہاں تک کہ سب سیراب
ہو گئے۔ حالانکہ وہ دودھ اتنا تھا کہ اُن میں سے ایک ہی آدمی پی لیتا۔ بعدِ فراغ جونہی
جنابِ رسولِ خداؐ نے اُن لوگوں سے بات کرنیکا ارادہ کیا ابولہب جلدی سے بول اُٹھا
کہ دیکھا تمہارے میزبان نے تم پر کیسا جادو کیا ہے؟ یہ سُنکر وہ سب کے سب چلدیے
اور متفرق ہو گئے۔ آنحضرتؐ کچھ بھی نہ فرمانے پائے۔ دوسرے دن پھر مجھ سے فرمایا
اے علیؑ! دیکھی تم نے اِس مردک کی چالاکی کہ مجھ سے پہلے ہی ایسی بات کہدی جس سے
وہ سب کے سب اُٹھ کھڑے ہوئے میں اُن سے کچھ بھی نہ کہنے پایا۔ (خیر) پھر آج
تم کل کی طرح کھانا تیار کر کے اِن سب کو دعوت دینا۔ چنانچہ میں نے ارشادِ نبوی کے
موافق کھانا تیار کر کے اُن سب کو جمع کر لیا۔ آنحضرتؐ نے کھانا طلب فرمایا۔ میں نے
حاضر کیا۔ پس آنحضرتؐ نے روزِ گزشتہ کی مانند ایک بوٹی دانتوں سے توڑ کر سالن
کے کاسہ میں رکھدی۔ پھر اُن سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ کسی کو خواہش طعام
باقی نہیں رہی۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اِنہیں دودھ بھی پلاؤ۔ چنانچہ میں نے وہ دودھ
کا پیالہ لاکر رکھدیا۔ وہ سب کے سب اُسے پیکر اچھی طرح سیراب ہو گئے پس جناب
رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے عبدالمطلب کے فرزندو! خدا کی قسم
میں نے تو اِس ملکِ عرب میں کسی کو نہیں سُنا جو اپنی قوم کے لیے مجھ سے بہتر چیز لایا ہو۔
میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی خیر و خوبی لیکر آیا ہوں۔ میرے پروردگار نے مجھے حکم

دیا ہے کہ میں تمہیں اُس کی طرف بلاؤں۔ پس تم میں کون ایسا ہے جو خدا پر ایمان لائے اور میرا دین جاری کرنے میں میرا ہاتھ بٹائے تاکہ اب تو وہ میرا بھائی اور میرا وزیر ہواور میرے بعد وہ میرا وصی اور میرا خلیفہ میرے کنبہ میں ہو جائے۔ یہ سُنکر سب نے مُنہ پھرالیا اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا حالانکہ میں اُن سب میں کم عمر تھا۔ میری آنکھیں بھی صاف نہ تھیں۔ پیٹ بھی میرا بڑا تھا۔ پنڈلیاں بھی میری دُبلی پتلی تھیں اور میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں آپ کی رسالت کے امور سر انجام دینے کے لیے حاضر ہوں۔ حضور مجھ کو اپنا وزیر بنالیں۔ پس آنحضرتؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کے اُن لوگوں سے ارشاد فرمایا (ایہا النّاس!) یہ میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا وزیر اور میرا خلیفہ تم لوگوں میں ہے۔ تم سب اِسکی سُننا اور اِسکی ماننا۔ یہ سُنکر وہ لوگ ہنستے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابو طالبؑ سے کہنے لگے لیجیے آپ کا بھتیجا آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنے بیٹے کی سُنیں اور اُسکی اطاعت کیا کریں۔

بروایت ابو رافع آزاد کردہ جناب رسولؐ خدا منقول ہے کہ ایک روز جناب رسولِ خدا نے شعب ابو طالب میں تمام بنی عبد المطلب کو جمع کیا وہ سب لوگ حضرت عبد المطلب کی صُلبی اولاد میں سے چالیس آدمی تھے۔ آنحضرتؐ نے اُن کے لیے بکری کی ایک ران پکوائی۔ پھر ایک کاسہ میں روٹی چوری گئی اور شوربا اور گوشت اُس میں ملایا گیا بعد اِس کے وہ کاسہ اُن لوگوں کے سامنے رکھا گیا۔ پس اُنہوں نے خوب سیر ہو کے کھایا کہ اُن کی کوکھیں تن گئیں۔ پھر اُن کو ایک پیالہ دودھ پلایا کہ وہ سب کے سب اُسی پیالے سے سیراب ہو گئے۔ ابو لہب بولا خدا کی قسم اگر ہم میں سے ایک کو بھی اتنا کھانا کھلایا جاتا تو وہ ہرگز سیر نہوتا۔ اور اگر اِس دودھ کے برابر نبیذ پلائی جاتی تو وہ سیراب نہوتا۔ اور فرزند ابو کبشہ نے ہم سب کو بُلا کر ایک ران گوشت اور ایک پیالہ سے سیر و سیراب کر دیا۔ ہو نہو یہ تو کھُلا جادو ہے۔ ابو رافع کہتے ہیں دوسرے دن پھر اُن سب کی جناب رسولِ خدا نے دعوت کی۔ پس (جب وہ کھا چکے تو) حضرتؐ نے فرمایا خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے کُنبہ والوں اور خالص رشتہ داروں کو خدا سے ڈراؤں۔ تم لوگ میرے عزیز قریب ہو اور خالص رشتہ دار ہو۔ (سنو!) خدا نے جتنے نبی بھیجے ہیں ہر ایک کے لیے اُسی کے کُنبہ میں سے اُس کا قوّتِ بازو۔ وزیر۔ وارث اور وصی مقرر کیا ہے۔ پس تم میں سے ایسا کون ہے جو اِس وقت اُٹھکر مجھ سے بیعت کرے کہ وہی میرا قوّتِ بازو اور وزیر ہو اور وہی میرا وارث۔ دوسرا میرے کُنبہ میں سے میرا وارث نہو اور وہی میرے تمام تابعین میں میرا

وصی اور میرا خلیفہ ہو۔ اور اُس کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہو جو ہارونؑ کو موسٰے سے تھی۔ فرق اتنا ہی رہے کہ وہ میرے بعد نبی نہوگا۔ یہ سُنکر سب خاموش ہو رہے۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا خدا کی قسم ابھی ایک شخص تم میں سے اُٹھ کھڑا ہوگا جو تم میں سے نہ ہوگا۔ اُس وقت تم کو ندامت ہوگی (حضرتؐ یہ فرما ہی رہے تھے کہ) جناب امیرالمؤمنین علیؑ ابن ابیطالب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ سب کے سب حضرت علیؑ کو دیکھ رہے تھے۔ پس اُن جنابؑ نے جناب رسولِ خداؐ سے بیعت کی اور اُن کے ارشاد کو قبول کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے پاس آؤ۔ جب وہ قریب گئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا اپنا مُنہ کھولو۔ جب آپؑ نے مُنہ کھولا تو آنحضرتؐ نے کچھ لعابِ دہن ڈالدیا اور کچھ دونوں شانوں اور کچھ دونوں چھاتیوں کے مابین مل دیا۔ اسپر ابولہب نے کہا آپ نے اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ بہت ہی بڑا سلوک کیا کہ اُس نے تو آپ کی بات مانی اور آپ نے اُس کے مُنہ اور چہرہ کو تھوک سے بھر دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا (کہ تو جھک مارتا ہے) میں نے تو علیؑ کو علم و حکمت اور احکام دین سے مملو کر دیا ہے۔

براء ابن عازب سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولادِ عبدالمطلب کو جمع کیا وہ چالیس نفر تھے کہ ہر ایک اُن میں سے ایک بکرا کھا جاتا تھا۔ اور ایک بڑا کاسہ دودھ کا پی جاتا تھا۔ پس آنحضرتؐ نے جناب علیؑ مرتضٰے سے فرمایا اے علیؑ! ایک ران بکرے کی تیار کرلو۔ جب یہ کھانا تیار ہوگیا تو حضرتؐ نے فرمایا بسم اللہ! سب صاحب کھانا کھائیں۔ پس دس دس آدمیوں نے مِلکر خوب پیٹ بھر کے کھایا۔ پھر آنحضرتؐ نے دودھ کا ایک پیالہ طلب کیا اور اُس میں سے ایک گھونٹ نوش فرما کے سب کے سامنے رکھدیا۔ اور فرمایا بسم اللہ! پیو۔ وہ دودھ پیکر سب سیراب ہوگئے۔ پس ابولہب سب سے پہلے بولا۔ دیکھو اس شخص نے تم پر کیسا جادو کیا ہے (کہ تھوڑے سے کھانے سے اور دودھ سے تم سب کو سیر و سیراب کر دیا) یہ سُنکر آنحضرتؐ خاموش ہو رہے اور کچھ نہ فرمایا۔ دوسرے دن پھر اُن سب کی ویسی ہی دعوت کی۔ جب وہ کھاپی چکے تو آنحضرتؐ نے اُن سب کو نصیحت فرمائی اور خدا کا خوف دلایا اور ارشاد فرمایا کہ اے اولادِ عبدالمطلب! آگاہ ہو جاؤ۔ میں تم سب کی طرف خدا کی جانب سے بشیر و نذیر ہوکر آیا ہوں۔ تم سب اسلام لاؤ۔ میری اطاعت کرو کہ ہدایت پاؤگے۔ اور راہِ راست پر آجاؤ گے۔ پھر فرمایا کہ تم میں کون ایسا ہے جو امورِ رسالت میں میرا قوتِ بازو بنے اور میرا کام بٹائے تاکہ وہ میری طرف سے حاکم اور میرے بعد

میرا وصی اور خلیفہ ہو۔ اور میرا قرض بھی ادا کرے۔ حضرت نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا کسی نے جواب نہ دیا سب کے سب خاموش رہے۔ مگر جناب علیؑ ابن ابیطالب ہر دفعہ کھڑے ہوجاتے تھے اور عرض کرتے تھے یا رسولؐ اللہ! اِس خدمت کے لیے میں حاضر ہوں۔ جب تیسری بار بھی جناب علی ابن ابیطالب علیہ السّلام نے ہی جواب دیا تو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا اے علیؑ تم ہی میرے خلیفہ اور وصی ہو۔ پس وہ لوگ یہ سُنکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابوطالب سے کہنے لگے لیجیے اب آپ بھی اپنے بیٹے کی اطاعت کیا کریں کیونکہ آپ پر محمدؐ (رسولؐ اللہ) نے حاکم بنا دیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۵۹۹

تفسیر مجمع البیان میں ہے عیاشی نے روایت کی ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا شعرا سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے دین کے برخلاف فقہ بنالی ہے پس وہ خود بھی گمراہ ہوگئے اور دوسروں کو بھی اُنھوں نے گمراہ کردیا۔ الاعتقادات میں ہے کہ اُنہی حضرتؑ سے اِس کی تفسیر دریافت کیگئی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اِس آیت میں شعرا سے مُراد وہ لوگ ہیں جو جھوٹے قصّے بیان کیا کرتے ہیں۔ (التصریح۔ دونوں قسم کے جھوٹے آگئے)۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۶۰۲

تفسیر مجمع البیان میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے اپنے والدِ ماجد جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ اُن جنابؑ نے ارشاد فرمایا کہ سلیمان ابن داؤد علیہما السّلام زمین کے مشرق و مغرب کے مالک ہوگئے تھے اور اُن حضرتؑ نے سات سو برس اور چھ مہینے بادشاہت کی۔ دنیا میں جتنے رہنے والے ہیں سب پر اُن کی سلطنت یکساں تھی جن ہوں یا انسان۔ شیاطین ہوں یا چوپائے۔ پرندے ہوں یا درندے۔ اور اُن حضرتؑ کو ہر چیز کا علم دیا گیا تھا اور ہر جاندار کی بولی سکھائی گئی تھی اور اُن حضرتؑ کے زمانے میں ایسی ایسی عجیب صنعتیں عمل میں لائی گئیں جن کا اُن سے پہلے لوگ ذکر ہی سُنا کرتے تھے (دیکھی کسی نے بھی نہ تھیں) خدا تعالےٰ کے اِس قول عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ کا یہی مطلب ہے۔

الجوامع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سے مراد ہے سلطنت اور نبوّت (دونوں چیزیں)۔

البصائر میں ہے کہ کسی شخص نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی حضور میں یہ پوری آیت تلاوت کی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اصل میں تو مِنْ نہ تھا اصل تو یوں تھی۔

وَاُوْتِیْنَا کُلَّ شَیْءٍ " **قول مترجم** - جو مُرید آج تک اپنے پیروں کے عیب چھپانے کے لیے مِنْجنا تے پھرتے ہیں وہ اِس روایت کو ذرا غور سے دیکھیں۔ نحوی ترکیب اور معانی و بیان کے قواعد سے بھی مطابقت کریں فصاحت و بلاغت سے بھی بانچیں۔ اور پھر دیکھیں کہ جن کے گھر میں کلام خدا نازل ہوا ہے وہ اُس کے سمجھنے اور بتلانے کے زیادہ اہل ہیں یا عمرو و بکرو زید کہ اِن میں سے کوئی جولاہا تھا تو کوئی دری باف۔ کوئی بزاز تھا تو کوئی دلّال۔ کوئی حلّاق تھا تو کوئی حجّام۔ کوئی جرّاح تھا تو کوئی فصّاد۔ کلامِ خدا سے اُن لوگوں کو اور اُن لوگوں سے کلام خدا کو واسطہ کیا۔ سوائے اِس کے بائے بسم اللہ سے سین ناس تک طوطے کی طرح رٹ لیں مگر خدا سِتیاناس کرے جو ایک لفظ بھی سمجھیں ؛

کافی میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے حضرتؑ نے فرمایا امام پر کسی طرح کی بولی مخفی نہیں نہ آدمیوں کی نہ پرندوں کی نہ چوپایوں کی بلکہ وہ ہر ذی روح کی زبان جانتے ہیں اور جس میں یہ خصلت نہ ہو وہ امام نہیں ہو سکتا۔ منقول ہے ایک دن دولتخانۂ جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی دیوار پر اُن جناب کے سامنے کبوتر نر و مادہ کا ایک جوڑا آکر بیٹھا اور اُس نے اپنی بولی میں حضرت سے باتیں کیں۔ حضرت ایک ساعت تک اُنھی کی زبان میں اُن کو جواب دیتے رہے۔ پھر وہ جوڑا اُڑ گیا اور دوسری دیوار پر بیٹھکر کبوتر نے اپنی مادہ کو آواز دی اور تھوڑی دیر گونجتا رہا۔ پھر دونوں اُڑ گئے۔ کسی نے عرض کی یا ابن رسول اللہ یہ پرندہ کیسا ہے ؟ حضرت نے فرمایا ہر شے جسکو حق تعالیٰ نے پیدا کیا ہے خواہ وہ پرندہ ہو یا چوپایہ یا کوئی دوسری ذی روح چیز ہو وہ اولاد آدمؑ سے زیادہ ہماری بات کو سنتی اور ہماری اطاعت کرتی ہے۔ اِس کبوتر نے اپنی مادہ پر بدگمانی کی تھی اُس نے ہر چند قسمیں کھائیں کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے (مگر کبوتر کو یقین نہ آیا) پس وہ کبوتر بولا اچھا حضرت محمد بن علی علیہما السلام کے فیصلہ پر تو راضی ہو جائیگی ؟ اُس نے کہا میں راضی ہوں۔ وہ دونوں میرے پاس آئے۔ میں نے جواب دیا کہ بیشک کبوتر نے اپنی مادہ پر ظلم کیا ہے اُس وقت کبوتری کو اُس نے سچا جانا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۶۰۵

کافی میں جناب امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آصف بن برخیا کے اسمِ اعظم کا وہ حرف پڑھتے ہی زمین اُس مقام سے سبا تک سب سمٹ گئی کہ اُنہوں نے بلقیس کا تخت اپنے ہاتھ سے لیکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے کر دیا۔ پھر

پلک جھپکنے سے پہلے زمین ویسی ہی پھیل گئی جیسے پہلے تھی۔ تفسیر عیاشی میں انہی حضرت سے یوں منقول ہے کہ جس کو کتاب کا تھوڑا سا علم دیا گیا وہ آصف بن برخیا تھے۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ سلیمان علیہ السلام اس چیز کی معرفت سے عاجز تھے جس کی معرفت آصف کو حاصل تھی۔ بلکہ سلیمان علیہ السلام کی غرض یہ تھی کہ اس سے تمام جنوں اور انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ سلیمانؑ کے بعد اُن کے خلیفہ اور حجت خدا آصف بن برخیا ہیں اور آصف کو جتنا بھی علم تھا وہ بحکم خدا حضرت سلیمان ہی نے اُن کو سکھایا تھا تاکہ اُن کی امامت میں کوئی اختلاف نہ کر سکے جس طرح کہ حضرت داؤدؑ نے اپنی زندگی میں حضرت سلیمانؑ کو علوم تعلیم کر دیے تھے تاکہ حضرت سلیمانؑ کی نبوت و امامت لوگوں پر ظاہر ہو جائے اور مخلوق پر پوری حجت قائم ہو۔

تفسیر برہان میں بروایت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام منقول ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے اسم اعظم کے ۷۳ حروف قرار دیے ہیں منجملہ اُن کے آدم علیہ السلام کو ۲۵ حرف عطا فرمائے تھے اور نوح علیہ السلام کو ۱۵۔ اور ابراہیمؑ کو ۸۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو چار۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو ۲۔ انہی کے ذریعہ سے وہ مُردوں کو بھی زندہ کر دیتے تھے اور مادر زاد اندھے اور مبروص کو تندرست کر دیتے تھے اور جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ۷۲ حرف عطا فرمائے اور صرف ایک حرف پوشیدہ رکھا تاکہ کسی شخص کو ارادہ خدا کا علم نہ ہو سکے اور نہ کوئی بندوں کے دل کے بھید سے آگاہ ہونے پائے۔

عبد اللہ ابن بکیر کہتے ہیں کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا جو لوگ وہاں موجود تھے اُنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے علم اور اُن کی سلطنت کا ذکر کیا۔ حضرتؑ نے مجھ سے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام کو اسم اعظم کا صرف ایک حرف عطا ہوا تھا لیکن تمہارے امام علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو جن کی شان میں خدا نے قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۝ (دیکھو صفحہ ۴۰۵ سطر ۱۰) فرمایا ہے پوری کتاب کا علم حاصل تھا۔ میں نے عرض کی اے مولا میں فدا ہو جاؤں بیشک آپ سچ فرماتے ہیں۔ (قول مترجم) وصی جناب سلیمان علیہ السلام کی نسبت خدا تعالے نے فرمایا اَلَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ۝ فرمایا۔ جس کا مِنْ تبعیضیہ ہے جو بتلاتا ہے کہ کتاب کے ایک جزو کا علم دیا گیا تھا اور وصی جناب رسول خدا کی نسبت فرمایا

مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ ۔ (تفصیل کے لیے دیکھو نوٹ نمبر ۴ مندرجہ صفحہ ۴۰۵) اسی وجہ سے وصی آنحضرتؐ اس قابل قرار پایا کہ نبوت کی شہادت دینے میں شریک خدا ہو۔ حالانکہ خدا وحدہٗ لا شریک لہٗ ہے۔

عمرو بن حنظلہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کی اے مولا! میرا گمان ہے کہ مجھے حضور کی جناب میں ایک منزلت خاص حاصل ہوگئی ہے۔ حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے۔ میں نے عرض کی اے آقا! مجھے ایک ضرورت ہے۔ فرمایا وہ کیا؟ میں نے عرض کی مجھے اسم اعظم سکھا دیجیے۔ فرمایا اُس کے سیکھنے کی تم میں قوت وطاقت بھی ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا اچھا اِس گھر میں چلے جاؤ۔ جب میں اُس گھر کے اندر چلا گیا تو حضرتؑ نے زمین پر اپنا دست مبارک رکھا۔ ناگاہ سارے مکان میں تاریکی چھا گئی۔ بس میرے پہلو کانپنے لگے۔ بدن میں لرزہ پڑ گیا حضرتؑ نے فرمایا کہیے اب بھی آپ اسم اعظم سیکھینگے؟ میں نے عرض کی جی نہیں۔ حضرتؑ نے دست مبارک زمین سے اُٹھا لیا۔ مکان اپنی اصلی حالت پر آگیا۔

سید رضی رحمہ اللہ الخصائص میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام مسجد میں رونق افروز تھے کہ دو شخص جھگڑتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے کہ ایک ان میں خارجی تھا۔ اُن دونوں نے اپنے مقدمہ میں حضرتؑ سے فیصلہ چاہا (دونوں کے دعوے سُنکر) حضرتؑ نے جو حکم دیا وہ ملعون خارجی کے خلاف ہوا۔ اُس نے کہا خدا کی قسم آپ نے انصاف نہیں کیا اور فیصلہ ٹھیک نہیں دیا۔ اور خدا کی مرضی کے موافق آپ نے حکم نہیں سُنایا۔ پس حضرتؑ نے اُس کی طرف دست مبارک سے اشارہ کرکے فرمایا اِخْسَأْ عَدُوَّ اللّٰہِ (او دشمن خدا دُھوت) حضرتؑ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ کالا کُتا بن گیا۔ حاضرین دربار کا بیان ہے قسم بخدا ہم نے دیکھا کہ اُس کے کپڑے اُس کے جسم سے علیحدہ ہو کر ہوا میں اُڑ گئے۔ اور وہ حضرتؑ کے سامنے دُم ہلانے لگا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو کر اُس کے چہرے پر بہنے لگے۔ یہ حال دیکھکر حضرتؑ کا دل بھر آیا۔ پس حضرتؑ نے آسمان کی طرف دیکھا اور لبہائے مبارک کو حرکت دیکے کچھ فرمایا جسے ہم نے بالکل نہ سُنا۔ پھر قسم بخدا ہم نے دیکھا کہ وہ خارجی اپنی صورت پر لوٹ آیا اور آدمی ہو گیا۔ اور اُس کے کپڑے بھی ہوا سے اُڑتے ہوئے اُس کے شانوں پر آپڑے۔ جب وہ مسجد سے جانے لگا تو ہم نے دیکھا کہ پاؤں اُس کے لرز رہے ہیں۔ پس ہم لوگ نہایت متحیر ہو کر جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی طرف نظر کرنے لگے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ تم لوگ کیا دیکھتے ہو اور کیوں تعجب کرتے ہو؟

ہم نے عرض کی یا امیر المومنین ہم کو حیرت کیوں نہ ہو حالانکہ آپ نے ایک عجیب کام کیا ہے
حضرتؑ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ آصف بن برخیا وصی حضرت سلیمان بن داؤد
علیہما السلام نے ایک ایسا کام کیا تھا جو اس سے بہت مشابہ تھا۔ اُس کا تذکرہ خدا تعالیٰ
اپنی کتاب میں اُس جگہ فرماتا ہے جہاں یہ ارشاد ہوا ہے اَيُّكُمْ يَأْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ
يَّأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ
مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۝ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ
اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ
هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۖ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ
لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ۝ (دیکھو صفحہ ۶۰۵ سطر ۷ تا صفحہ ۶۰۶ سطر ۳)
اب تم ہی بتاؤ کہ تمہارے رسولؐ کا خدا کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے یا سلیمان علیہ السلام کا؟
اُن لوگوں نے جواب دیا اے امیر المومنین ہمارے نبیؐ افضل ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا
پس تمہارے نبیؐ کا وصی بھی وصی سلیمانؑ سے زیادہ گرامی قدر ہے۔ وصی سلیمانؑ کو
اسمِ اعظم کا صرف ایک حرف عطا کیا گیا تھا جس کے ذریعہ سے انہوں نے خدا سے
دعا مانگی (اثر اس کا یہ ہوا کہ) اُس مقام سے لیکر تخت بلقیس تک کی ساری زمین دھنس
گئی) اور پلک جھپکنے سے پہلے تخت حاضر کر دیا اور ہمارے پاس تو اسمِ اعظم خدا تعالیٰ
کے بہتّر حرف ہیں۔ صرف ایک ہی حرف ایسا ہے جس کا علم اُس نے تمام مخلوق سے پوشیدہ
رکھا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اُسے اپنی ذات کے ساتھ خاص کر لیا ہے۔ حاضرینِ دربار نے
عرض کی یا امیر المومنین جب آپ کے پاس ایسی چیز موجود ہے تو پھر آپ کو معاویہ وغیرہ
سے لڑنیکے لیے انصار کی اور لوگوں کو دوسری لڑائی کے واسطے جمع کرنے کی کیا ضرورت
ہے؟ حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ
وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۱۶ سطر ۶ و ۷) پھر ارشاد فرمایا کہ میں جو ان لوگوں
کو معاویہ سے لڑنیکے لیے بلاتا ہوں اُس کی غرض تو یہ ہے کہ اُن پر حجت قائم ہو جائے
اور کارِ خدا کے لیے تکلیف اُٹھانیکے عادی ہو جائیں اور اگر معاویہ کو ہلاک کرنیکا حکم
ہو گیا ہوتا تو پھر تاخیر کیوں ہوتی۔ لیکن (اُسے تو مہلت دی گئی ہے۔ یہ تو مخلوقِ خدا کے
امتحان کے لیے ہے) خدا تعالیٰ کو اختیار ہے کہ جس جس چیز سے اور جس جس طرح
چاہے اپنی مخلوق کا امتحان لے"۔ حاضرینِ دربار کا بیان ہے کہ ہم حضرتؑ کے پاس سے
اُٹھے تو اس حال میں اُٹھے کہ حضرتؑ نے جو کچھ فرمایا تھا اُس کی ہمارے دلوں میں بیحد

عظمت تھی۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ حضرت موسے ابن جناب امام محمد تقی بن جناب امام علی رضا بن جناب امام موسی کاظم علیہم السّلام کی ملاقات یحییٰ ابن اکثم سے ہوئی۔ اُس نے آپ سے کچھ مسائل دریافت کیے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اپنے برادرِ مکرم جناب امام علی نقی علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؑ نے مجھ سے بہت سی نصیحت کی باتیں ارشاد فرمائیں۔ تاآنکہ میں نے اپنی سرکشی چھوڑی اور حضرتؑ کی اطاعت کا اقرار کیا اور اِس کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کی کہ میں قربان ہو جاؤں ابن اکثم نے مجھ سے کچھ مسئلے دریافت کیے ہیں جن کا میں اُسے جواب دینا چاہتا ہوں۔ حضرت نے تبسّم فرماکے دریافت کیا کہ آیا کسی مسئلہ کا جواب دے بھی دیا ہے؟ میں نے عرض کی ابھی تو نہیں دیا۔ فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہدیا کہ میں نہیں جانتا۔ عرض کی یہ تو میں نے نہیں کہا۔ فرمایا اچھا اُس کے سوالات کیا کیا تھے؟ عرض کی ایک سوال تو یہ تھا کہ مجھے بتلاؤ آیا سلیمان علیہ السّلام آصف ابن برخیا کے علم کے محتاج تھے یا نہیں؟ پھر اسی طرح اور سوالات کا ذکر کیا (جنھیں سماعت فرماکر) حضرتؑ نے ارشاد فرمایا اچھا بھائی لکھو۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تم نے خدا تعالےٰ کے اِس قول کی بابت جو اُسی کی کتاب میں ہے۔ "قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ"۔ سوال کیا ہے تو سمجھ لو کہ اِس سے مراد آصف ابن برخیا ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السّلام اُن چیزوں کی معرفت سے جن کو آصف ابن برخیا جانتے تھے بے بہرہ یا عاجز نہیں تھے۔ بلکہ اُن حضرتؑ کا مقصود یہ تھا کہ اُن کی تمام اُمّت خواہ وہ جنوں میں سے ہوں یا آدمیوں میں سے یہ جان لیں کہ آصف ابن برخیا اُن حضرتؑ کے بعد حجّتِ خدا ہیں۔ اور یہ کہ سلیمان ابن داؤد علیہما السّلام نے اپنا علم حکم خدا سے آصف ابن برخیا کے سپرد فرما دیا ہے اور خدا تعالےٰ نے اُنھی حضرتؑ کو اِس کے سمجھنے کا فہم عطا فرمایا ہے جیسا کہ سلیمان علیہ السّلام کو حضرت داؤد علیہ السّلام کی زندگی میں علم و فہم عطا فرمادیا تھا کہ اُنکی امامت و نبوّت بعد حضرت داؤد علیہ السّلام کے مسلّم ہو گئی تھی۔ اِسی طرح یہ مقصود تھا کہ آصف بن برخیا کی امامت و وصایت کے بارے میں بھی کوئی اختلاف واقع نہو اور مخلوقِ خدا بے تامّل اُن کو حجّتِ خدا سمجھ لے۔

تمام شد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضمیمہ جات متعلق پارہ بستم

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۶۱۲

تفسیر مجمع البیان میں بعینہ یہی قصہ بروایت تفسیر عیاشی حضرت ابوذر غفاری سے منقول ہے۔ اور کافی میں بروایت جناب امام محمد باقر علیہ السلام منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ چھ چیزیں مجھ کو عطا فرمائی گئی ہیں۔ علم المنایا۔ علم البلایا۔ علم الوصایا۔ فصل الخطاب۔ صاحب الکرات اور دولت الدول میں ہوں اور صاحب عصا و میسم یعنی وہ دابۃ جو لوگوں سے کلام کریگا۔ (میں ہی ہوں)

قول مترجم۔ علم المنایا۔ منایا جمع ہے منیہ کی اور منیہ کے معنی ہیں موت۔ لہذا علم المنایا کے معنی ہوئے علم اوقات وفات۔ علم البلایا۔ بلایا جمع ہے بلیۃ کی اور بلیۃ کے معنی ہیں امتحان و آزمائش اور علم البلایا کے یہ معنی ہیں کہ خاصان خدا کی اور عام مخلوق خدا کی کس کسطرح آزمائش کیجائیگی اور کس کس چیز سے اور کس کس زمانہ میں۔ علم الوصایا۔ وصایا جمع وصیت کی ہے اور جب وہ خدا کی طرف منسوب ہو تو اُس سے مراد خاص احکام ہیں جیسے فرمایا "وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسٰنًا" (دیکھو صفحہ ۸۰۳ سطر ۵) اور "یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ"۔ (دیکھو صفحہ ۱۲۳ سطر ۸) اور جب انبیاء کی طرف منسوب ہو تو اُس سے مراد ہوتی ہے وہ احکام جو انبیاء محافظت شریعت کے واسطے اپنے نائب و قائم مقام کو دیتے ہیں۔ اسی لیے قائم مقام اوصیاء کہلاتے ہیں جیسے کہ شیث وصی آدم تھے اور سام بن نوح وصی نوح تھے۔ اور یوحنا بن حنان ابن عم ہود وصی ہود تھے۔ اور اسمٰعیل و اسحٰق ابنائے ابراہیم وصی ابراہیم علیہ السلام تھے۔ اور یوشع بن نون وصی موسیٰ علیہ السلام تھے۔ اور شمعون بن حمون الصفا جو مریم کے چچا تھے وہ وصی عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اور علی مرتضیٰ ابن عم محمد المصطفیٰ وصی محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

یا وہ احکام مراد ہوتے ہیں جو امت کو اوصیاء کی متابعت کے متعلق دیں۔

اور جب وصیت عام لوگوں کی طرف منسوب ہو تو اُس سے مراد وہ آخری خواہش ہوتی ہے جو اپنی اولاد یا مال کے لیے کر جائیں۔ پس علم الوصایا ان سب قسم کی وصیتوں پر حاوی ہے۔

فصل الخطاب کے معنی کے لیے دیکھو صفحہ ۷۲۵ نوٹ نمبر ۳۔

صاحب الکرات اور دولت الدول سے مراد ہے زمانۂ رجعت میں آنیوالا۔

صاحب عصا و میسم میسم کے معنی ہیں نشان کرنیکا آلہ۔ یعنی انگوٹھی۔

الاکمال میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے دجال اور اُس کے قاتل کا تذکرہ کرکے ارشاد فرمایا کہ اِس کے بعد الطامۃ الکبریٰ ہوگی۔ کسی نے عرض کی یا امیر المومنین! طامۃ الکبریٰ کیا چیز ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کوہ صفا کے قریب سے دابۃ الارض کا نکلنا۔ اُسکے پاس حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی اور جناب موسٰے کا عصا ہوگا۔ ہر مومن کی پیشانی پر وہ اُسی انگشتری سے مُہر کردیگا جس میں یہ نقش ہوجائیگا کہ "هٰذَا مُؤْمِنٌ حَقًّا" (یہ سچا مومن ہے) اور عصائے موسٰے ہر کافر کے چہرے پر مار یگا جس سے ایک خط پڑجائیگا اور اُس میں لکھا ہوگا هٰذَا كَافِرٌ حَقًّا (یہ پکا کافر ہے) ایماندار بندہ کافر سے کہیگا وائے ہو تجھ پر یقیناً ویل تیرے لیے ہے۔ اور کافر جواب میں یہ کہیگا اے مومن! خوشا حال تیرا۔ کاشکے میں بھی تجھ جیسا مومن ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کرتا۔ پھر وہ دابۃ الارض مشرق اور مغرب کے درمیان بحکم خدا اپنا سر آسمان کی طرف بلند کریگا۔ یہ واقعہ اُس زمانہ میں ہوگا کہ جب آفتاب سمت مغرب سے طلوع کیا کریگا۔ اُس وقت دروازۂ توبہ بند ہوجائیگا۔ پھر نہ کسی کی توبہ قبول ہوگی اور نہ کوئی عمل قبول کیا جائیگا۔ اور جو شخص پہلے سے ایمان نہ لاچکا ہوگا یا اپنے ایمان کے بارے میں کسی نیکی کا اکتساب نہ کرچکا ہوگا تو اُس وقت کا ایمان لانا اُس کے لیے کچھ مفید نہو گا۔ پھر فرمایا اِس کے بعد کے حالات مجھ سے دریافت نہ کرنا کہ میرے حبیب جناب رسولِ خدا نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ میں سوائے اپنی ذریت کے اور کسی کو اُن حالات کی خبر نہ دوں۔

تفسیر مجمع البیان میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ دابۃ الارض کا طول ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ نہ کوئی اُس کو پکڑ سکیگا اور نہ کوئی اُس سے بھاگ سکیگا۔ مؤمن کی دونوں آنکھوں کے مابین وہ نشان لگائیگا۔ پس کندہ ہوجائیگا "مؤمن" اِسی طرح کافر کی بھی دونوں آنکھوں کے مابین نشان کردیگا جس سے لکھ جائیگا "کافر"۔ اُس کے ہمراہ جناب موسٰے کا عصا اور حضرت سلیمانؑ کی انگشتری ہوگی۔ مومن کا چہرہ عصائے موسٰے لگانے سے چمکنے لگیگا اور کافر کی پیشانی انگشتری سلیمانؑ سے داغی جائیگی (کوئی کسی کا نام نہ لیگا) ایک دوسرے کو "یا مومن"۔ اور "یا کافر" کہکے آواز دیا کرینگے۔

جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام سے کسی نے دابۃ الارض کا حال دریافت کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا آگاہ ہو کہ وہ کوئی دُمدار جانور نہیں ہے بلکہ وہ تو صاحب ریش انسان ہے۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا (قیامت سے پہلے) دابۃ الارض ظاہر ہوگا۔ اُس کے پاس عصائے موسےٰ اور سلیمان بن داؤدؑ کی انگشتری ہوگی۔ مومن کا چہرہ عصائے موسےٰ کی وجہ سے روشن و منور کردیگا اور کافر کا مُنہ انگشتری کے سبب سے داغدار کردیگا۔[1]

اصبغ بن نُباتہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں گیا۔ دیکھا میں نے کہ وہ حضرتؑ سرکہ اور زیتون سے روٹی تناول فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا امیر المؤمنین قول خدا وَاِذَا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ میں دابۃ الارض کیا چیز ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا اُس سے مُراد وہ دابہ ہے جو سرکہ اور زیتون سے روٹی کھارہا ہے۔

اصبغ بن نُباتہ کہتے ہیں کہ ایک دن معاویہ بولا اے گروہ شیعہ تمہارا یہ گمان ہے کہ دابۃ الارض سے علیؑ ابن ابیطالب مراد ہیں۔ میں نے جواب دیا ہمارا تو کیا ذکر ہے۔ یہودی مذہب والے بھی یہی کہتے ہیں۔ رأس جالوت کو بُلا کر دریافت کرلے (جب وہ آیا تو) معاویہ ملعون بولا وائے ہو تجھپر کیا تم لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ دابۃ الارض کا وجود ہوگا۔ اُس نے کہا ہاں ضرور ہوگا۔ معاویہ نے پوچھا دابۃ الارض کیا چیز ہے؟ اُس نے جواب دیا ہوتا کیا۔ آدمی ہے۔ معاویہ نے کہا اُس کا نام کیا ہے؟ اُس نے کہا دابۃ الارض کا نام اِلیّا ہے۔ پس معاویہ میری طرف متوجہ ہوکے کہنے لگا وائے ہو تجھپر اے اصبغ لفظ اِلیّا علیؑ سے کسقدر مشابہت رکھتا ہے۔

بروایت عبد اللہ بن یسار جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہے اے محمد! اوصیائے ائمہؑ میں سب سے پہلے میں نے علیؑ بن ابیطالب سے عہد وپیمان لیا تھا اور سب اماموں کے بعد علیؑ ابن ابیطالب کی روح قبض کرونگا علیؑ ابن ابیطالب ہی وہ دابۃ الارض ہے جو آدمیوں سے کلام کریگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۳ متعلق صفحہ ۶۱۴

کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے فرزند جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ بھی اُن میں سے ہیں جن کی شان میں خدا نے فرمایا ہے وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ الخ

معانی الاخبار میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن

[1] قول مترجم۔ دونوں باتیں دونوں طرح کی وارد ہوئی ہیں معنی میں کوئی منافات نہیں۔ بہر حال ایک مومن کی علامت ہوگی اور ایک کافر کی۔ منافقوں کے یہاں بھی روایات کی یہی حالت ہو ۱۲

جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ حضرت علی ابن ابیطالب و حسنین علیہم السلام کی طرف نظر کرکے خوب روئے پھر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میرے بعد کمزور بنا دیے جاؤ گے کسی نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا مقصود جنابِ رسولؐ خدا کا یہ تھا کہ تم میرے بعد خلقت کے امام ہو۔ چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا یہ آیت قیامت تک ہمارے ہی بارے میں جاری رہیگی۔

المجالس میں ہے انہی جنابؑ نے فرمایا کہ یہ آیت ہمارے لیے ہے اور ہماری ہی شان میں ہے۔

اکمال والغیبۃ میں مروی ہے کہ جناب قائم آلِ محمدؐ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اُنہوں نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

الجوامع میں جنابِ امام زین العابدین علیہ السّلام سے منقول ہے وہ جنابؑ فرماتے ہیں قسم ہے خدا کی جس نے حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ کو حق کے ساتھ بشیر و نذیر مبعوث کیا ہے ہم اہلبیتؑ میں سے نیک لوگ اور اُن کے شیعہ جنابِ موسےٰ علیہ السّلام اور اُن کے شیعوں کی مانند ہیں اور ہمارے دشمن اور اُن کے پیرو فرعون اور اُس کے ساتھیوں کی سی منزلت رکھتے ہیں۔

تفسیر برہان میں علامہ ابن بابویہ قمیؒ علیہ الرحمہ سے بروایت حضرت موسے ابن قاسم جو جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام کے پڑوتے تھے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جنابِ حکیمہ خاتون بنتِ جنابِ محمد تقی علیہ السّلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے بھتیجے ابو محمد حسن بن علی العسکری علیہما السّلام نے مجھے بلا بھیجا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ پھوپی اماں آج کی رات آپ ہمارے ہاں روزہ افطار فرمائیے گا اس لیے کہ یہ شب پانزدہم شعبان ہے اور خدائے تبارک وتعالے اسی شب میں اپنی حجت کو ظاہر کریگا اور وہ خدا تعالے کی زمین میں اُس کی حجت بنکر رہیگا۔ جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے بھتیجے امامِ زمانہ کی خدمت میں عرض کی کہ یہ تو فرمائیے کہ اُس حجت خدا کی ماں کونسی ہوگی؟ فرمایا نرجس خاتون۔ میں نے کہا میں آپ پر قربان ہو جاؤں میں تو نرجس خاتون میں کوئی علامت حمل کی پاتی نہیں۔ فرمایا یہ صحیح ہے مگر ہوگا وہی جو میں آپ سے کہتا ہوں۔ جناب حلیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ میں گھر میں گئی اور جب سلام کرکے بیٹھی تو نرجس خاتون میرے پاس آکر میری جرابیں اُتارنے لگیں اور مجھ سے کہتی جاتی تھیں کہ اے میری سیدہ آپ کا

مزاج تو اچھا ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ سیدہ اور سردار تو میرے سارے کنبہ کی اب تم ہو۔
جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ اس پر نرجس خاتون کہنے لگیں کہ پھوپی اماں آپ یہ کیسی باتیں
کر رہی ہیں۔ بزرگی تو آپ ہی کی ہے۔ جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ اُس پر میں نے یہ کہا کہ
بیٹی آج کی رات میں خدائے بزرگ و برتر تمہیں ایسا بچہ عنایت فرمائیگا جو دنیا و آخرت کا مالک
و سردار ہوگا (پھر تمہاری بزرگی میں کیا شک رہا) یہ سُنکر جناب نرجس خاتون بیٹھ گئیں اور
شرماسی گئیں۔ جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ جب میں عشاء کی نماز پڑھکر فارغ ہوئی تو
میں نے روزہ افطار کیا۔ کچھ کھایا پیا اور اس کے بعد اپنے بستر پر جا لیٹی اور سو رہی۔ جب
آدھی رات ہوئی تو میں نمازِ شب کے لیے اُٹھی اور جب نمازِ شب سے فارغ ہوئی تو میں نے
دیکھا کہ نرجس خاتون سو رہی ہیں اور کوئی نئی بات اُن کے لیے نہیں ہوئی۔ پھر میں بیٹھی تعقیبات
پڑھتی رہی۔ پھر لیٹ گئی۔ پھر گھبرا کر جاگ اُٹھی۔ اُس وقت بھی دیکھا کہ وہ سو رہی ہیں۔ پھر دیکھا
کہ نرجس خاتون اُٹھیں پھر اُنھوں نے نماز پڑھی اور اُس کے بعد پھر سو رہیں۔ جناب
حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ اب تو میرے دل میں شکوک پیدا ہونے لگے۔ اِس پر ابو محمد علیہ السلام
اپنے مقام سے بآوازِ بلند بولے کہ پھوپی اماں جلدی مت کرو۔ وقت آپہنچا۔ یہ حضرتؑ فرماتی
ہیں کہ میں نے سورۂ الٓمٓ سجدہ اور سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی۔ میں پڑھ ہی رہی تھی
کہ نرجس خاتون گھبرائی ہوئی اُٹھیں اور میں لپک کر اُن کے پاس پہنچی اور میں نے کہا بیٹی!
اللہ تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے کیا تمہیں کوئی چیز محسوس ہوتی ہے؟ بولیں ہاں پھوپی اماں!
محسوس ہوتی ہے تو میں نے کہا بیٹی! تم اپنے حواس ٹھکانے کر لو اور اپنی ساری توجہ ایک
ہی طرف مبذول کرو۔ یہ وہی بات ہے جو میں تم سے کہہ چکی تھی۔ جناب حکیمہ خاتون فرماتی
ہیں کہ پھر مجھے ذرا غنودگی سی آگئی اور اب جو میں اس غنودگی سے چونکتی ہوں تو معلوم ہوا
کہ امامؑ نے مجھے چھو کے ہوشیار کیا۔ اور کپڑا اُٹھا کر دکھایا تو یکایک دیکھتی کیا ہوں کہ حجتِ خدا
تمام سجدہ کرنیوالے اعضا کو زمین پر ٹکائے ہوئے سجدۂ خدا میں پڑے ہیں۔ میں نے اُنھیں
اُٹھا کر چپٹا لیا تو دیکھتی کیا ہوں کہ ہر طرح سے پاک و پاکیزہ اور صاف و ستھرے ہیں۔ بس
ابو محمد علیہ السلام نے پکار کر کہا کہ پھوپی اماں! میرے بچہ کو میرے پاس لے آؤ۔ میں اُسی
اُن کی خدمت میں لیگئی تو حضرتؑ نے ایک ہاتھ تو اُن کی پیٹھ کے نیچے رکھا اور اِس طرح
اُٹھایا کہ اُن کے پاؤں اپنے سینہ پر رکھ لیے۔ پھر اپنی زبان مبارک اُن کے منہ میں دیدی
اور اپنا دوسرا ہاتھ اُن کی آنکھوں۔ کانوں اور تمام جوڑوں پر پھرایا۔ پھر فرمایا کہ بیٹا بولو تو
حجت اللہ یہ بولے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ اُس کے بعد جناب امیر المؤمنین پر اور اُور ائمہ علیہم السلام پر تا آنکہ خود اپنے والدِ ماجد پر درود بھیجا پھر چُپ ہو گئے۔ پھر ابو محمد علیہ السّلام نے مجھ سے فرمایا لو پھوپی امّاں! اب اِنہیں اِن کی ماں کے پاس لیجاؤ کہ یہ اُنہیں بھی سلام کرلیں اور پھر میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ میں اُن کو لے گئی۔ اُنہوں نے اپنی والدہ کو سلام کیا اور میں پھر اُنہیں واپس لے آئی اور بیٹھک میں حضرتؑ کے حوالے کر دیا۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ پھوپی امّاں! اب جب ساتواں دن ہو (اہلِ ہند کے اعتبار سے چھٹی) تو پھر تشریف لائیے گا۔ حکیمہ خاتونؓ فرماتی ہیں کہ صبح ہوئی تو میں امامِ زمان ابو محمد علیہ السّلام کے سلام کو حاضر ہوئی۔ اور پردہ اُٹھا کر اپنے آقا حجّتِ خداؑ کو تلاش کیا تو اُنہیں نہ دیکھا۔ میں نے امامِ زمان کی خدمت میں عرض کی کہ قربان ہو جاؤں میرے آقا و سردار حجّتِ خدا کیا ہوئے؟ فرمایا کہ پھوپی امّاں! ہم نے اُن کو اُسی کے سپرد کر دیا ہے جس کے سپرد موسےٰ علیہ السّلام کی والدہ نے موسےٰ علیہ السّلام کو کر دیا تھا۔ جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ جب ساتواں دن ہوا تو میں حضرتؑ کی خدمت میں آئی اور سلام کر کے بیٹھ گئی تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ میرے بچّہ کو لے آؤ تو میں اپنے آقا و سردار حجّتِ خداؑ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر لے گئی تو اُس دن بھی ویسے ہی عمل کیا جیسے پہلے دن کیا تھا۔ پھر اپنی زبان اُن کے مُنہ میں اِس طرح دیدی گویا اُن کو دودھ پلا رہے ہیں یا شہد چٹا رہے ہیں۔ پھر فرمایا کہ بیٹا! باتیں تو کرو۔ تو حجّتِ خدا نے پہلے تو فرمایا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ پھر جناب محمد مصطفٰے اور جناب امیر المؤمنین اور دیگر ائمہ صلوات اللہ علیہم اجمعین پر درود بھیجا۔ یہاں تک کہ اپنے والدِ ماجد پر درود بھیجکر ٹھہر گئے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَھُمْ اَئِمَّۃً وَّنَجْعَلَھُمُ الْوٰرِثِیْنَ ۝ وَنُمَکِّنَ لَھُمْ فِی الْاَرْضِ وَ نُرِیَ فِرْعَوْنَ وَھَامٰنَ وَجُنُوْدَھُمَا مِنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَحْذَرُوْنَ ۝ راوی حدیث موسے ابنِ قاسم بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب امام حسن عسکری علیہ السّلام کے خادم عقبہؔ سے یہ واقعہ دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ جناب حکیمہ خاتونؓ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ حرف بحرف صحیح ہے۔

الخصائص میں سید رضی علیہ الرحمہ نے باسنادِ خود بروایت سہل ابنِ کہیل خدا تعالےٰ کے اِس قول وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حُسْنًا (دیکھو صفحہ ۶۲۳ سطر ۲) کی تفسیر میں فرمایا کہ اِن والدین میں سے ایک علی ابنِ ابیطالب علیہ السّلام ہیں۔ پھر فرمایا کہ جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ جناب امیر المؤمنین صلوات اللہ و سلامہ علیہ

فرمایا کرتے تھے کہ دنیا بعد اس کے کہ ہم سے روگرداں رہی ہے ضرور ہے کہ ہم پر ویسی ہی مہربان ہوگی جیسی کٹکھنی اونٹنی آخر اپنے بچے پر مہربان ہو جاتی ہے اور اس کے بعد حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ الخ (قولِ مترجم) اس مضمون کی کئی حدیثیں ہیں۔ ہم نے بنظر اختصار ایک ہی کا لکھنا کافی سمجھا۔

مسند فاطمہ علیہا السلام میں ابو جعفر محمد ابن جریر طبری علیہ الرحمہ نے بروایت جناب سلمانؓ فارسی لکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ خدائے بزرگ و برتر نے کوئی نبی اور کوئی رسول ایسا مبعوث نہیں فرمایا جس کے لیے بارہ نقیب مقرر نہ کیے ہوں۔ سلمانؓ فارسی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ مضمون تو میں اہلِ توریت اور اہلِ انجیل سے بھی سُن چکا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا اے سلمان! میرے نقیبوں کو بھی جانتے ہو۔ ذرا یہ تو بتلادو کہ وہ بارہ کونسے ہیں جن کو میرے بعد اس امت کے لیے خدا تعالےٰ نے منتخب فرمایا ہے؟ سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ اس سے تو اللہ اور اُس کا رسولؐ ہی زیادہ واقف ہیں۔ اس پر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا (لو اچھا اب غور سے سُن لو) سب سے پہلے خدا تعالےٰ نے مجھ کو اپنے نور کے خلاصہ سے پیدا کیا اور مجھے (اپنی معرفت و عبادت کی) دعوت دی۔ میں نے اُسکی اطاعت کی پھر میرے نور سے علیؑ کو پیدا کیا اور اُسے (اپنی معرفت و عبادت کی اور میری معرفت و اطاعت کی) دعوت دی۔ اُس نے بھی خدا تعالےٰ کے حکم کی اطاعت کی۔ پھر علیؑ کے نور سے فاطمہ علیہا السلام کو پیدا کیا اور اُس کو (اپنی معرفت و عبادت اور ہماری معرفت و اطاعت کی) دعوت دی پس اُس نے بھی حکمِ خدا کی اطاعت کی۔ پھر مجھ سے۔ علیؑ سے اور فاطمہؑ سے حسنین علیہما السلام کو پیدا کیا۔ اُن کو ویسی ہی دعوت دی اور اُنہوں نے ویسی ہی اطاعت کی۔ پھر خدا تعالےٰ نے ہم پانچوں کے نام اپنے اسمارِ گرامی سے مشتق فرما کر رکھے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں اور خدا تعالےٰ اعلےٰ ہے اور یہ علیؑ ہے اور خدا تعالےٰ فاطر ہے اور یہ فاطمہؑ ہے اور اللہ (صاحبِ) احسان ہے اور یہ حسنؑ ہے اور اللہ محسن ہے اور یہ حسینؑ ہے۔

پھر ہم سے اور نورِ حسینؑ سے نو امامؑ پیدا کیے۔ اُن سب کو بھی ویسی ہی دعوت دی اور اُنہوں نے خدا تعالےٰ کے حکم کی ویسی ہی اطاعت کی۔ یہ واقعہ اس سے پہلے ہوا ہے کہ خدا تعالےٰ نے آسمان کی عمارت بنائی۔ اور زمین کا فرش بچھایا۔ اور ہوا اور پانی اور فرشتے اور ہمارے سوا اور آدمی پیدا کیے۔ ہم چودہ کے چودہ عالمِ نور میں خدا تعالےٰ کی تسبیح و تقدیس کرتے تھے۔ اُس کا حکم سُنتے تھے اور اُس کی اطاعت کرتے تھے۔ سلمانؓ فارسی کہتے ہیں

کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں جو ان کے مراتب
پہچاننے والا ہے اُسکا کیا رتبہ ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اے سلمانؓ! جو ان کو ایسا پہچانے
جیسا اِن کے پہچاننے کا حق ہے اور جو اِن کی پیروی کرے اور جو اِن کے دوستوں سے دوستی
کرے اور اِن کے دشمنوں سے الگ تھلگ رہے واللہ وہ ہم میں محسوب ہوگا جہاں
ہم پہنچینگے وہیں وہ بھی پہنچیگا اور جہاں ہم رہینگے وہیں وہ بھی رہیگا۔ سلمانؓ فرماتے ہیں
میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آیا اُن پر مجمل ایمان لانا کافی ہے۔ بغیر اِس کے کہ ہم اُنکے
ناموں سے اور اُن کے رشتوں سے واقف ہوں؟ (آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیوں اِنام اور رشتوں
سے واقفیت کیوں نہ حاصل کرو؟) سلمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! بھلا مجھے
اُنکی معرفت کیسے حاصل ہو؟ میں تو حسین علیہ السّلام ہی تک جانتا ہوں۔ فرمایا ہاں حسینؑ کے بعد
اُن کے بیٹے علی ابن الحسین سیّد العابدین علیہ السّلام ہونگے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے محمد ابن
علی الملقّب بہ باقر علیہ السّلام ہونگے جس کے یہ معنی ہیں کہ انبیاؑ و مرسلین اوّلین و آخرین
کے جتنے علوم ہوئے ہیں اُن سب میں موشگافیاں کرنیوالے یعنی ہندی کی چندی تبانیوالی
اور بال کی کھال نکالنے والے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے جعفر بن محمد علیہ السلام ہونگے جو
خدا کی سچّی زبان ہونگے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے موسےٰ ابن جعفر علیہ السّلام ہونگے۔ جو
خدا تعالےٰ کی راہ میں صبر کرنیکے سبب اپنے غصّہ کو روکنے والے ہونگے اور اِسی سبب سے
کاظم مشہور ہونگے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے علی بن موسےٰ علیہ السّلام ہونگے جو امرِ خدا
پر یہانتک راضی ہونگے کہ رضا مشہور ہو جائینگے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے محمد ابن علی علیہ السلام
ہونگے جن کو خدا تعالےٰ اپنی مخلوق میں سے برگزیدہ فرمائیگا۔ اُن کے بعد راہِ خدا کے بتلانیوالے
علی ابن محمد علیہ السلام ہونگے جو ہادی مشہور ہونگے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے حسن بن علی
علیہ السّلام ہونگے جو خدا کے راز کے رازدار اور خاموش مشہور ہونگے۔ اُن کے بعد اُنکے
بیٹے محمّد ابن حسن علیہ السّلام ہونگے جن کے القاب ہادی۔ مہدی۔ ناطق۔ قائم بحق اللہ
(وغیرہ) ہونگے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے سلمانؓ! تم بھی مہدی علیہ السّلام کی خدمت
میں پہنچوگے اور جو لوگ ایمان میں تمہاری مانند ہونگے وہ بھی۔ اور جو حقیقت معرفت کے
ساتھ مہدی علیہ السّلام سے تولّا رکھنے والے ہونگے وہ بھی۔ سلمانؓ فارسی فرماتے ہیں کہ
اِس پر میں نے خدا تعالےٰ کا بہت ہی شکر ادا کیا۔ پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا اُنکے
زمانہ تک میں زندہ رہونگا۔ فرمایا کہ اے سلمانؓ! یہ آیت پڑھ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا
بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا

مَّفْعُوْلًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝ (دیکھو صفحہ ۴۵۰ سطر ۲) سلمانؓ کہتے ہیں کہ اس پر میرا شوق بڑھا اور میں بہت رویا۔ پھر میں نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! یہ آپکا عہد مجھ سے ہے۔ فرمایا ہاں اُسی اللہ کی قسم جس نے محمدؐ کو برحق رسول بنا کر بھیجا ہے یہ عہد میری طرف سے بھی ہے اور علیؑ کی طرف سے بھی ہے اور فاطمہؑ کی طرف سے بھی ہے اور حسنینؑ کی طرف سے بھی ہے اور نوؤں اماموں کی طرف سے بھی ہے جو حسینؑ کی نسل میں سے ہونگے اور ہر ایک اُس شخص کی طرف سے بھی ہے جو ہم میں سے ہوگا اور ہم میں آملیگا۔ خدا کی قسم اے سلمانؓ! اُس وقت ابلیس بھی حاضر کیا جائیگا اور اُسکا کل لشکر بھی۔ اور ہر وہ شخص آئیگا جس نے ایمان کو ایمان ہی سمجھکر قبول کیا ہوگا اور ہر وہ شخص بھی لایا جائیگا جو کفر کو محض کفر ہی کی خاطر سے مانتا ہوگا (یعنی ہر خالص مومن اور ہر خالص کافر حاضر کیا جائیگا) تاکہ قصاص لیے جائیں اور جو خون ایسے ہوں کہ اُنکی دیت نہ لی گئی ہو اُنکی دیت دلائی جائے۔ اور ہر خون کا کما حقہ بدلہ ملے اور تمہارا پروردگار کسی کے حق میں ذرا سی بھی نا انصافی نہ کریگا۔ اِس آیت وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ کے اصل مطلب کا پورا ہونا بھی ہوگا۔ سلمانؓ فرماتے ہیں کہ یہ سُنکر میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کے سامنے سے کھڑا ہوگیا اور اُس وقت سے سلمانؓ کو اس کی پروا نہیں ہے کہ موت اُستک کب آلے یا وہ موت کے منہ میں کب چلا جائے۔

شیبانی نے کشف البیان میں یہ لکھا ہے کہ جناب امام محمد باقر اور جناب امام جعفر صادق علیہما السّلام سے مروی ہے کہ یہ آیت جناب صاحب الامر علیہ السّلام کی شان میں بالخصوص نازل ہوئی ہے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہونگے۔ شاہان جابرین اور سرکش لوگوں کو ہلاک کرینگے۔ مشرق سے مغرب تک تمام زمین کے وہ جناب مالک ہونگے۔ پس وہ حضرت تمام زمین کو عدل و انصاف سے ایسا بھر دینگے جیسی کہ وہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۶۱۹

من لایحضرہ الفقیہ میں اور ایک اور حدیث میں ہے کہ جناب موسےٰ علیہ السّلام کو ایفائے عہد سے پہلے اپنی زوجہ سے ہمبستر ہونا جائز نہ تھا اِس لیے کہ اُن کو وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوگیا تھا کہ وہ شرط پوری ہونے تک زندہ رہینگے۔ اِسی لیے اُنہوں نے دونوں مدّتوں میں سے طولانی مدّت وہاں بسر کی۔

الاکمال میں جناب رسولؐ خدا سے منقول ہے کہ یوشعؑ بن نون وصی حضرت موسٰےؑ اُن جناب کی وفات کے بعد تیس برس زندہ رہے زوجۂ جناب موسٰے یعنی صفرا دختر شعیبؑ نبی نے یوشعؑ پر خروج کیا اور کہا کہ بہ نسبت آپ کے خلیفہ ہونیکی میں زیادہ حقدار ہوں۔ پس زوجۂ موسٰے یوشعؑ بن نون سے خوب لڑی۔ یوشعؑ نے اُس کے ہمراہیوں کو قتل کرکے صفرا کو قید کرلیا اور اُنکی حرمت کو ضائع نہ ہونے دیا (قول مترجم حمیرا اور صفرا کے کرتوت کی مشابہت لاحظہ طلب ہے) تفسیر برہان میں علامہ ابن بابویہ قمی علیہ الرحمہ سے بروایت انس منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شعیب علیہ السّلام محبّت پروردگارِ عالم میں یہانتک روئے کہ بصارت جاتی رہی۔ خدا تعالےٰ نے پھر اُنکی بصارت عطا فرمادی۔ پھر اتنا روئے کہ نابینا ہوگئے۔ پھر خدا تعالےٰ نے اُنکی بصارت عطا فرمائی۔ پھر اتنا روئے کہ نابینا ہوگئے۔ پھر خدا تعالےٰ نے اُنکو بصارت عطا فرمائی یہانتک کہ جب چوتھی مرتبہ نابینا ہونیکی نوبت پہنچی تو خدا تعالےٰ نے اُن کی طرف وحی فرمائی کہ اے شعیبؑ ایسا کہانتک ہوتا رہیگا۔ اگر تمہارا یہ رونا خوفِ جہنّم سے ہے تو ہم نے تم کو امان دی اور اگر شوقِ جنّت کے سبب سے ہے تو ہم نے تم کو جنّت عطا کی۔ اُس وقت اُنہوں نے عرض کی کہ اے میرے معبود اور اے میرے سیّد و سردار تو خوب جانتا ہے کہ نہ میں تیرے جہنّم کے خوف سے روتا ہوں اور نہ تیری جنّت کے شوق میں بلکہ میرے دل میں تیری سچّی محبّت ہے اُس کی وجہ سے میں صبر نہیں کرسکتا۔ اِس کے جواب میں خدا تعالےٰ نے وحی فرمائی کہ جب تمہاری یہ حالت ہے تو ہم اپنے معزّز پیغمبر موسٰے بن عمران کو جسکا لقب کلیم اللہ ہے تمہاری خدمت میں دینگے۔ (یہ بنا تھی کہ موسٰے علیہ السّلام کا مدین میں ورود ہوا اور حضرت شعیب علیہ السّلام کی بیٹی سے شرطِ خدمت پر نکاح قرار پایا)۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۶۲۵

کافی میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں یہ عرض کی کہ عوام النّاس گمان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالب کافر تھے۔ فرمایا جھوٹے ہیں (خدا اُن پر لعنت کرے) وہ شخص کافر کیسے ہوسکتا ہے جو یہ کہے ؎

اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا	نَبِيًّا كَمُوْسٰى خُطَّ فِيْٓ اَوَّلِ الْكُتُبِ

(ترجمہ) کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمدؐ کو ویسا ہی نبی پایا جیسے کہ موسٰے تھے اور یہ بات سب سے پہلے نوشتہ میں لکھی ہوئی ہے۔

اور دوسری حدیث میں یہ آیا ہے کہ حضرت ابوطالب کافر ہو کیونکر سکتے ہیں حالانکہ اُنکے

یہ اقوال موجود ہیں ؎

لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُكَذَّبٌ	لَدَيْنَا وَلَا يُعْبَأُ بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ
وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ	ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

(ترجمہ) یہ تو وہ سب خوب جانتے ہیں کہ ہمارا بیٹا ہمارے نزدیک قابلِ تکذیب نہیں ہے اور بیہودہ باتوں کی طرف توجہ بھی نہیں کیجا سکتی۔ وہ ایسا حسین و خوبصورت ہے کہ اُسکے روئے اقدس کا واسطہ دیکر بادلوں سے پانی طلب کیا جاتا ہے۔ وہ یتیموں کا والی اور بیوہ عورتوں کا جائے پناہ ہے۔

قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی۔ سب سے اوپر کے شعر میں "خُطَّ فِیْ اَوَّلِ الْکُتُبِ" آیا ہے۔ اِسکا یہ مقصد ہے کہ یہ حکم سب سے پہلے نوشتہ یعنی لوحِ محفوظ میں ثبت فرما دیا گیا ہے۔

(۲) ابیض عرب کے محاورہ میں ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کی عزت میں کبھی کوئی بٹہ نہ لگا ہو۔ یعنی وہ ہمیشہ ہر معاملہ میں روسفید رہا ہو۔

(۳) ثِمَال بروزنِ کتاب اُس فریاد رس کو کہتے ہیں جو اپنی قوم کے معاملات کی درستی کرتا رہتا ہو۔

(۴) اَرَامِل جمع اَرْمَلَہ کی ہے اور اَرْمَلَہ اُس عورت کو کہتے ہیں جسکا شوہر نہو۔

(قولِ مترجم) نیز اَرَامِل جمع اَرْمَل کی بھی ہے اور اَرْمَلَہ کی بھی۔ اَرْمَل وہ مرد ہے جس کی عورت نہو۔ اور اَرْمَلَہ وہ عورت ہے جس کا مرد نہو۔ مگر اَرَامِل کا مخصوص اور کثرت سے استعمال بے شوہر کی عورتوں ہی پر ہوتا ہے۔

کافی میں ہے کہ جنابِ امام موسی کاظم علیہ السّلام سے کسی شخص نے یہ دریافت کیا تھا کہ آیا حضرت ابوطالب بحیثیت اوصیائے حضرت اسمٰعیلؑ میں ہونیکے جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ کے لیے بھی حجۃ اللہ تھے؟ فرمایا نہیں۔ بلکہ وہ وصایائے انبیاء کے ایک امین تھے جو اُنہوں نے آنحضرتؐ تک پہنچا دیں۔ اِس پر دریافت کیا گیا کہ جب اُنہوں نے وصیتیں آنحضرتؐ تک پہنچا دیں تو اس سے توصاف ثابت ہوا کہ حضرت ابوطالب حجّت تھے اور آنحضرتؐ اُن کے ماتحت۔ فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اگر جنابِ رسولِ خداؐ اُنکے ماتحت ہوتے تو پھر وصیّت ہی اُن کو کیوں پہنچاتے۔ اِس پر عرض کیا گیا تو پھر حضرت ابوطالب کی کیا حالت تھی؟ فرمایا کہ اُنہوں نے جنابِ رسولِ خداؐ کی رسالت کا اقرار کیا اور جو احکام آنحضرتؐ لائے تھے اُن کا اقرار کیا۔ انبیاء کی وصیتیں اُنکے سپرد کیں اور اُسی دن انتقال فرما گئے۔

جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب حضرت ابوطالب نے انتقال فرمایا تو جبرئیلؑ امین جنابِ رسولِ خداؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہؐ! اب آپ مکّہ سے تشریف لے جائیے کیونکہ یہاں آپ کا کوئی مددگار نہیں رہا۔ اور قریش آنحضرتؐ کو ضرر پہنچانے کے لیے ہیجان میں آئے ہوئے تھے۔ پس اِس مشورہ کے بموجب آنحضرتؐ نے شہرِ مکّہ کو چھوڑا اور مکّہ معظّمہ کے اطراف میں ایک پہاڑ کے پاس پہنچے جس کا نام حَجُوْن تھا اور اُسی میں پناہ لی۔

نیز اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جبرئیلؑ امین جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! پروردگارِ عالم آپ کو سلام پہنچاتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے آتشِ جہنّم کو اُس صلب پر حرام کیا ہے جس میں آپ کا نور رہا ہو اور اُس رحم پر حرام کیا ہے جس میں آپ حمل میں رہے ہوں اور اُس گود پر حرام کیا ہے جس میں آپ نے پرورش پائی ہو۔ پس صُلب سے مراد آنحضرتؐ کے والدِ ماجد عبد اللہ ابنِ عبد المطلب کا صلب ہے اور بطن یا رحم سے مراد جس کے حمل میں آنحضرتؐ رہے جنابِ آمنہ بنتِ وہب ہیں اور وہ گود جس نے آپ کی پرورش کی اُس سے حضرت ابوطالب کی گود مراد ہے۔ اور ایک روایت میں اتنا اور آیا ہے کہ حضرت ابوطالب کی شامل اُن کی زوجہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد بھی ہیں (کیونکہ دونوں نے اپنی اپنی گود میں کھلایا اور پرورش کی)۔

تفسیرِ عیاشی میں زُہری سے منقول ہے کہ ایک شخص جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کی خدمت میں آیا اور اُس نے حضرتؑ سے کوئی بات پوچھی جس کا آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُس وقت اُس شخص نے (بطریقِ غصّہ) یہ کہا کہ اگر آپ اپنے باپ کے بیٹے ہیں تو آپ بُت پرستوں کی اولاد ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا (خدا تجھ پر لعنت کرے) تو جھوٹ کہتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو حکم دیا کہ (اپنے بیٹے) اسمٰعیل علیہ السّلام کو مکّہ میں پہنچا دیں۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا اور خدا تعالےٰ سے یہ عرض کی "رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ"۔ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۴۱۳ سطر ۷) پس اولادِ اسمٰعیلؑ میں سے کسی نے کبھی بُت کی پرستش نہیں کی۔ ہاں عرب ضرور بتوں کو پوجنے والے تھے۔ رہی اولادِ اسمٰعیلؑ۔ اُن میں سے بعض تو یہ کہا کرتے تھے هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ط (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۴۳۳ سطر ۷) اور اس طرح کافر ہو جاتے تھے مگر بُت کو کبھی نہ پوجتے تھے یعنی مشرک ہرگز نہ تھے۔ امالی شیخ طوسی علیہ الرحمہ میں بروایتِ عبد الرحمٰن ابنِ کثیر جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے منقول ہے اور اُن حضرتؑ نے بتوسط اپنے والدِ ماجد کے اپنے جدِّ امجد سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے جو اُن حضرتؑ نے جنابِ امام حسن علیہ السّلام سے

سماعت فرمائی تھی اور وہ ایک واقعہ تھا جو اُن حضرتؑ کو طلحہ اور معاویہ کے ساتھ پیش آیا تھا۔ چنانچہ جناب امام حسن علیہ السلام نے اُن دونوں ملعونوں سے یہ ارشاد فرمایا کہ اب رہی قرابت تو وہ مشرک کو بھی نفع پہنچائیگی اور خدا کی قسم مومن کے لیے تو بہت زیادہ نافع ہوگی چنانچہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا جناب ابوطالب سے عین حالت احتضار میں یہ فرمایا کہ آپ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ لیں کہ میں اِس کے ذریعہ سے قیامت کے دن آپ کے حق میں شفاعت کرونگا حالانکہ (یہ امر مسلّم ہے کہ) جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب تک پورا یقین نہ ہوتا نہ اپنے چچا سے ایسی بات فرماتے نہ ایسا وعدہ کرتے اور (اس سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ) یہ بات سوائے ہمارے بزرگ یعنی حضرت ابوطالب علیہ السلام کے کسی دوسرے کے لیے جائز ہی نہیں کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ج حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط أُولٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۰ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۱۲۶ سطر ۹)

بروایت عبداللہؓ ابن عباس خود حضرت عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں عرض کی کہ بھتیجے! آیا اللہ نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا جی ہاں تب حضرت ابوطالبؑ نے کہا کہ اچھا مجھے کوئی معجزہ دکھا دیجیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں اِس درخت کو آپ کی خاطر سے بلاتا ہوں۔ چنانچہ اُسے بلایا تو وہ آگیا اور آنحضرتؐ کے سامنے اُس نے سجدہ کیا پھر اپنی جگہ لوٹ کر چلا گیا۔ اُس وقت حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا کہ میں اِس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً سچے رسولؐ ہیں (اِس کے بعد اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کے فرمایا) یا علیؑ تم اپنے ابن عم کی اطاعت کرو۔ کئی حدیثوں میں یہ مضمون جناب امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب کی روایتوں سے وارد ہوا ہے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام حساب جمّل کی رُو سے داخل اسلام ہوئے تھے اور امام علیہ السلام نے اپنی مٹھی باندھکر ۶۳ کا عدد بھی ظاہر کیا۔

ابوالحسن محمد ابن احمد داؤدی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوالقاسم حسین ابن روح قدس اللہ روحہ (سفیر جناب صاحب العصر والزمان عجّل اللہ فرجہ) کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے اُن سے یہ سوال کیا کہ حضرت عباسؓ کے اس قول سے کیا معنی ہیں (جو اُنہوں نے آنحضرتؐ سے فرمایا تھا کہ) آپ کے چچا ابوطالبؑ

حسابِ جمل کی رو سے اسلام لے آئے اور اپنے ہاتھ سے ۶۳ کا اشارہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اِس سے مطلب اِلٰہٌ اَحَدٌ جَوَادٌ تھا۔ اور اس کی تفسیر اِس طرح ارشاد فرمائی کہ الف کا عدد ایک ہے تو لام کے ۳۰۔ اور ہ کے ۵۔ پھر الف کا ایک ح کے ۸ دال کے ۴۔ پھر ج کے ۳ واؤ کے ۶۔ الف کا ایک اور دال کے ۴۔ اور مجموعہ ان سب کا ۶۳ ہے۔

اصبغ ابن نباتہ سے منقول ہے کہ میں نے خود جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کو یہ فرماتے سُنا کہ خدا کی قسم نہ میرے باپ نے کبھی بُت کی پرستش کی اور نہ میرے دادا عبد المطلب نے اور نہ اُن کے والد ہاشم نے اور نہ اُن کے والد عبد مناف نے۔ اِس پر کسی نے عرض کی کہ آخر وہ کِس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ فرمایا بیت اللہ کی طرف رُخ کرکے دینِ ابراہیم علیہ السّلام کے مطابق نماز پڑھا کرتے تھے اور اُسی پر قائم تھے۔ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت اسد حضرت ابو طالب علیہ السلام کی خدمت میں اِس غرض سے آئیں کہ اُن کو جنابِ رسولِ خدا کی ولادت کی خوشخبری سُنائیں تو حضرت ابو طالب نے فرمایا کہ ایک سُبت تم صبر کرو تو تب بھی تمہیں ایسے ہی شخص کی خوشخبری دونگا۔ فرق اِس قدر ہوگا کہ اُس میں نبوّت نہ ہوگی۔ حضرتؑ نے خود ارشاد فرمایا کہ سُبت سے مراد تیس برس ہیں اور جنابِ رسولِ خدا کی ولادت اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السّلام کی ولادت میں تیس ہی برس کا فاصلہ ہے۔

علّامہ ابن بابویہ القمی علیہ الرحمہ نے کتاب التوحید میں حضرت ابو طالب علیہ السلام کے کچھ اشعار نقل کیے ہیں از انجملہ اشعارِ ذیل بھی ہیں ؎

أَنْتَ الْأَمِيْنُ مُحَمَّدٌ ۔ قَرْمٌ أَغَرُّ مُسَوَّدٌ ۔ لِمُسَوَّدِيْنَ أَطَائِبَ ۔ كَرُمُوْا وَطَابَ الْمَوْلِدُ

أَنْتَ السَّعِيْدُ مِنَ السُّعُوْدِ ۔ تَكَنَّفَتْكَ الْأَسْعُدُ ۔ مِنْ بَعْدِ آدَمَ لَمْ يَزَلْ ۔ فِيْنَا وَصِيٌّ مُرْشِدٌ

فَلَقَدْ عَرَفْتُكَ صَادِقًا ۔ بِالْقَوْلِ لَا تَتَفَنَّدُ ۔ مَا زِلْتَ تَنْطِقُ بِالصَّوَابِ ۔ وَأَنْتَ طِفْلٌ أَمْرَدُ

(ترجمہ) تم امین ہو محمدؐ ہو سب سے زیادہ عزّت دار سردار ہو۔ تم سرداروں اور پاک اصلوں کے فرزند ہو جو کریم الاصل تھے۔ تمہاری جائے ولادت بہت اچھی ہے۔ تم نیک بختوں کے سعید فرزند ہو اور سعید لوگ ہی آپ پر احاطہ کیے رہے۔ آدم علیہ السّلام کے بعد سے لیکے اب تک ہمارے خاندان میں کوئی نہ کوئی ہدایت کرنیوالا وصی برابر چلا آتا ہے۔ اِسی سے میں آپ کو خوب پہچانتا ہوں کہ آپ کی ہر بات سچی ہے۔ کوئی خلافِ عقل نہیں۔ اور آپ تو اُس وقت سے جبکہ آپ بچے ہی تھے حق ہی حق باتیں کہتے رہے۔

ابن بابویہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوطالب نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی مدح میں اسی قسم کا مضمون اپنے قصیدۂ لامیہ میں بھی فرمایا ہے ؎

وَمَا مِثْلُہٗ فِی النَّاسِ سَیِّدُ مَعْشَرٍ	إِذَا قَایَسُوْہُ عِنْدَ وَقْتِ التَّفَاضُلِ
فَاَیَّدَہٗ رَبُّ الْعِبَادِ بِنُوْرِہٖ	وَاَظْھَرَ دِیْنًا حَقُّہٗ غَیْرُ زَائِلِ

اور انہی میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ	رَبِیْعُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِّلْاَرَامِلِ
یُطِیْفُ بِہِ الْھُلَّاکُ مِنْ اٰلِ ھَاشِمٍ	فَھُمْ عِنْدَہٗ فِیْ نِعْمَۃٍ وَّفَوَاضِلِ
وَمِیْزَانُ صِدْقٍ لَّا یَخِیْسُ شَعِیْرَۃً	وَمِیْزَانُ عَدْلٍ وَّزْنُہٗ غَیْرُ عَائِلِ

(ترجمہ) جب بزرگی دینے کے وقت لوگ اُس کی بزرگی کا اندازہ کریں تو تمام آدمیوں میں کوئی شخص اُن کے مانند گروہوں کا سردار نہیں ہے۔ بندوں کے پروردگار نے اپنے نور کے ذریعے سے اُنکی تائید کی ہے اور اُنہوں نے ایسا دین ظاہر کیا ہے جس کا حق ہونا کبھی زائل نہوگا۔

"اور وہ ایسے متبرک ہیں کہ اُن کے روئے روشن کا واسطہ دیکر بادلوں سے پانی طلب کیا جاتا ہے۔ وہ یتیموں کی باغ وبہار اور بیواؤں کی جائے پناہ ہیں۔ یہ بنی ہاشم میں سے ہیں جن کے گرد فقرا جمع رہتے ہیں۔ پس وہ لوگ ان کے پاس ہر طرح کی نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتے رہتے ہیں۔ اور وہ سچائی کی میزان ہیں جو جَو بھر بھی کم نہیں ہوتی اور وہ عدل کی ترازو ہیں جسکی تول ہمیشہ پوری ہی اُترتی ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں علامہ طبرسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطالب علیہ السّلام کے ایمان پر اہلبیت علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کا اجماع ثابت ہے اور اُن حضرات کا اجماع حجّت ہے اِس لیے کہ وہ ثقلین میں سے ایک ثقل ہیں جن کے اتباع کا حکم جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے اِس مشہور قول کے بموجب دیا ہے۔ "مَآ اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ" (جب تک تم اِن دونوں سے متمسّک رہوگے ہرگز ہرگز میرے بعد گمراہ نہوگے)

علامہ طبرسی علیہ الرحمہ نے مضمونِ متذکرۂ بالا قولِ باریتعالےٰ وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْہُ وَیَنْئَوْنَ عَنْہُ (دیکھو صفحہ ۲۰۷ سطر ۹) کی تفسیر میں بیان کیا ہے اور وہیں حضرت ابوطالب علیہ السّلام کے کچھ اشعار بھی لکھے ہیں جو اُن کے ایمان پر دلالت کرتے ہیں۔ مگر ہم بخوفِ طوالت اُن کو چھوڑے دیتے ہیں۔

جناب سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ اپنی کتاب طرائف میں فرماتے ہیں کہ عجائبات سے یہ بات ہے کہ دشمنانِ اہلبیت علیہم السّلام کا تعصب اِس درجہ بڑھ گیا ہے کہ اُنہوں نے یہ گمان کرلیا کہ خدا تعالےٰ نے اپنے نبی سے جو یہ فرمایا "اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ" اِس میں "مَنْ اَحْبَبْتَ" سے حضرت ابوطالب مراد ہیں۔ حالانکہ ابو المجد بن رشاوہ واعظ نے اپنی کتاب نزول القرآن میں اِسی آیت کے بارے میں حسن ابن فضل کا یہ قول نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ کیونکر کہا جاتا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی حالانکہ یہ سورت جس میں یہ آیت ہے مدینۂ منورہ میں جو سورتیں نازل ہوئیں اُن میں سب سے آخر ہے حالانکہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کا انتقال جبکہ آنحضرتؐ مکہ ہی میں تھے اور اسلام کا آغاز تھا جب ہی ہو چکا تھا۔ اور یہ آیت حرث ابن نعمان بن عبدمناف کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن سے آنحضرتؐ بہت محبت رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ اسلام لے آئیں۔ ایک دن اُنہوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں یہ بات عرض کی کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ یقیناً برحق ہیں۔ اور جو کچھ آپ لیکر آئے ہیں وہ بھی سب برحق ہے۔ لیکن آپ کے اتباع سے ہم کو یہ بات روکتی ہے کہ عرب اپنی کثرت اور ہماری قلت کے سبب ہم کو اِس سرزمین سے معدوم کر دینگے۔ اور ہم ہیں ابھی اتنی قوت نہیں کہ ہم اُن کا مقابلہ کرسکیں۔ اِسی پر یہ آیت نازل ہوئی اور آنحضرتؐ بوجہ اُن کے میلان کے جو اسلام کی طرف تھا اُن کو اسلام ہی میں شمار فرماتے تھے۔ اِسی طرح جناب سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کے لیے جو اِن روایتوں کو جانتا ہو اور اِن آیات کے مضمون سے واقف ہو یہ کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ وہ حضرت ابوطالبؑ کے ایمان سے انکار کرے۔ حالانکہ حضرت ابوطالب علیہ السّلام کی وصیت کی روایتیں جو اُنہوں نے اپنے بیٹے علی علیہ السّلام کو جنابِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ساتھ دینے کے بارے میں فرمائیں پہلے گزر چکی ہیں اور اُن کے اِس قول کا بھی ذکر ہوچکا ہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم) سوائے نیکی کے اور کسی بات کی طرف بُلا ئینگے ہی نہیں اور آنحضرتؐ کا یہ قول بھی مذکور ہوچکا "جزاك اللهُ خيرًا يا عم" (چچا جان! خدا آپ کو جزائے خیر دے) نیز آنحضرتؐ کا یہ قول کہ اگر چچا اِس وقت زندہ ہوتے تو اسلام کا عروج اور ہماری ترقی دیکھکر اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ اور اگر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اِسکا علم نہوتا کہ حضرت ابوطالب مومن مرے ہیں تو وہ کبھی حضرت ابوطالب کے حق میں دعائے خیر نہ فرماتے اور نہ کبھی اِس بات کی شہادت دیتے کہ اسلام سے

عروج اور ہماری ترقی سے اُنکی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ اور اگر امت میں سے کسی اور کی گواہی حضرت ابوطالب کے ایمان کے بارے میں سوائے عترتِ جنابِ رسولؐ خدا کی گواہی کے نہ بھی ہو تو بھی تمام امت پر عترتِ رسولؐ خدا کی گواہی کی تصدیق واجب و لازم ہے۔ اِس لیے کہ اُن کے نبیؐ نے گواہی دی ہے کہ میری عترت کتابِ خدا سے ہرگز جدا نہوگی اور اِس میں کسی قسم کا شک ہی نہیں ہوسکتا کہ عترتِ جنابِ رسولِؐ خدا حضرت ابوطالب کے باطنی حالات سے بہ نسبت غیروں کے بہت زیادہ واقف ہیں اور شیعیانِ اہلبیتؑ کا اِس بات پر اجماع ہوچکا ہے کہ جنابِ ابوطالبؑ یقینی مومن تھے اور اِس بارے میں اُن کی تصنیفات موجود ہیں۔ علّامہ ابن بابویہ علیہ الرحمہ باسناد خود علی ابنِ عقبہ سے اور وہ اپنے والد عقبہ سے روایت کرتے ہیں عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے خود جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ تم اپنے کل معاملات خدا کے واسطے کرو اور آدمیوں کے لیے کچھ نہ کرو۔ اِس لیے کہ جو کچھ بھی اللہ کے واسطے ہوتا ہے وہی خدا کے ہاں قبول ہے اور جو کچھ آدمیوں کے لیے ہوتا ہے وہ خدا کی جناب میں بار ہی نہیں پاتا اور معاملات میں لوگوں سے جھگڑا نہ کرو اِس لیے کہ جھگڑا کرنا دل کو مریض بنا دیتا ہے۔ دیکھو خدا تعالےٰ نے اپنے نبی جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے فرمایا "اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ" نیز فرمایا "اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ" (دیکھو صفحہ ۹۳۴ سطر ۱۰) سو تم لوگوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ لوگوں نے تو جو کچھ اخذ کیا ہے وہ معمولی آدمیوں سے اخذ کیا ہے اور تم نے جو کچھ لیا ہے وہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے لیا ہے۔ میں نے خود اپنے والدِ ماجد جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جب خدا تعالےٰ نے کسی بندہ کے لیے یہ لکھدیا کہ وہ ہمارے امر میں داخل ہوجائے تو وہ اُس پرندہ کی نسبت زیادہ تیزی سے داخل ہوگا جو اپنے گھونسلے میں جا گھستا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۶۲۷

کافی میں حدیث مرفوع بروایت عبد العزیز ابن مسلم منقول ہوئی ہے (وہ پوری حدیث مع ترجمہ درج کیجاتی ہے) راوی کا بیان ہے کہ ہم شہر مَرو میں جنابِ امام رضا علیہ السّلام کی عیّنت میں موجود تھے اور ہم وہاں پہنچنے کے ابتدائی زمانہ میں ایک جمعہ کے دن جامع مسجد میں اکٹھے ہوئے۔ لوگوں نے امرِ امامت کا ذکر چھیڑا اور یہ بھی ذکر نکلا کہ آدمیوں کا اِس معاملہ میں کس قدر

استلاف ہے پس میں اپنے آقا اور سید جناب امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا
اور امر امامت کے بارے میں لوگوں نے جو جو گفتگو کی تھی وہ سب اُن حضرتؑ سے عرض کی
حضرتؑ یہ سب باتیں سُنکر متبسم ہوئے پھر یوں ارشاد فرمایا۔ یَا عَبْدَ الْعَزِیْزِ جَهِلُوا الْقَوْمُ
وَخُدِعُوا عَنْ اَدْیَانِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ یَقْبِضْ نَبِیَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَاٰلِهٖ حَتّٰی اَکْمَلَ لَهُ الدِّیْنَ وَاَنْزَلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنَ فِیْهِ تِبْیَانُ کُلِّ
شَیْءٍ بَیَّنَ فِیْهِ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ وَالْحُدُوْدَ وَالْاَحْکَامَ وَجَمِیْعَ مَا یَحْتَاجُ اِلَیْهِ
النَّاسُ کَمَلًا وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ وَاَنْزَلَ فِیْهِ
مَا اَنْزَلَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِیَ اٰخِرُ عُمْرِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ
لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اَمْرُ الْاِمَامَةِ
مِنْ تَمَامِ الدِّیْنِ وَلَمْ یَمْضِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ حَتّٰی بَیَّنَ لِاُمَّتِهٖ
مَعَالِمَ دِیْنِهِمْ وَاَوْضَحَ لَهُمْ سَبِیْلَهُمْ وَتَرَکَهُمْ عَلٰی سَبِیْلِ قَصْدِ الْحَقِّ وَاَقَامَ
لَهُمْ عَلِیًّا عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلَمًا وَاِمَامًا وَمَا تَرَکَ شَیْئًا یَحْتَاجُ اِلَیْهِ الْاُمَّةُ
فَمَنْ زَعَمَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ یُکْمِلْ دِیْنَهٗ فَقَدْ رَدَّ کِتَابَ اللّٰهِ وَمَنْ رَدَّ کِتَابَ اللّٰهِ

(ترجمہ) ای عبدالعزیز لوگ جاہل ہیں اور اپنے دین کی بارے میں دھوکا کھائے ہوئے ہیں یقیناً خدای بزرگ
برتر نے اپنے نبیؐ کو اُس وقت تک نہیں اُٹھایا جب تک کہ اُنکے لیے دین کو کامل نہ کر دیا۔ اور اُنپر
قرآن مجید نازل نہ فرما دیا جس میں ہر چیز کا واضح بیان موجود ہے اُس میں حلال کو حرام کو حدود کو
احکام کو اور تمام اُن چیزوں کو جن کی آدمیوں کو ضرورت پڑتی ہے پورا پورا کھول کر بیان کر دیا ہے
چنانچہ ارشاد فرماتا ہی ہمنے اِس کتاب میں کسی طرح کی کمی نہیں کی اور حجۃ الوداع میں جو آنحضرتؐ کی آخر عمر میں
ہوا جو کچھ نازل فرمایا وہ بھی اِس کتاب میں موجود ہی (اور وہ یہ آیت ہی) آج کے دن مینے تمہاری لیے تمہاری
دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کر لیا۔ امر امامت
دین کا پورا کرنیوالا ہے اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ اُس وقت تک تشریف نہیں لیگئے
جب تک کہ آنحضرتؐ نے اپنی امت کو لئے اُنکو دین کی ضروری باتیں صاف بیان نہ کر دیں اور اُنکو اُنکا رستہ
صاف بتلا نہ دیا اور اُن کو ایسے راستہ تک پہنچا نہ دیا جو سیدھا حق تک لیجا سکے اور علی علیہ السلام کو
اُن کے لیے علم ہدایت اور امام بنا کر قائم نہ کر دیا اور کوئی چیز آنحضرتؐ نے ایسی نہ چھوڑی جس کی
اُمت کو ضرورت پڑتی ہو (اور آنحضرتؐ نے اُس کو واضح نہ کر دیا ہو) پس جس شخص کا یہ گمان ہی کہ
اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کو مکمل نہیں کیا وہ کتاب خدا کا رد کرنیوالا ہی اور جو کتاب خدا کا رد کرنیوالا ہی

فَهُوَ كَافِرٌ هَلْ تَعْرِفُونَ فَضْلَ الْإِمَامَةِ وَمَحَلَّهَا مِنَ الْأُمَّةِ فَيَجُوزُ فِيهَا اخْتِيَارُهُمْ
اِنَّ الْإِمَامَةَ اَجَلُّ قَدْرًا وَّ اَعْظَمُ شَأْنًا وَّ اَعْلٰى مَكَانًا وَّ اَمْنَعُ جَانِبًا
وَّ اَبْعَدُ غَوْرًا مِنْ اَنْ يَبْلُغَهَا النَّاسُ بِعُقُولِهِمْ اَوْ يَنَالُوهَا بِآرَائِهِمْ اَوْ يُقِيمُوا
اِمَامًا بِاخْتِيَارِهِمْ اِنَّ الْإِمَامَةَ خَصَّ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا اِبْرَاهِيمَ
الْخَلِيلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بَعْدَ النُّبُوَّةِ وَالْخُلَّةِ مَرْتَبَةً ثَالِثَةً وَّ فَضِيلَةً
شَرَّفَهُ بِهَا وَاَشَارَ بِهَا جَلَّ ذِكْرُهُ فَقَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا فَقَالَ
الْخَلِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ سُرُوْرًا بِهَا وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى
لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ فَاَبْطَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اِمَامَةَ كُلِّ ظَالِمٍ اِلٰى يَوْمِ
الْقِيٰمَةِ فَصَارَتْ فِي الصَّفْوَةِ ثُمَّ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِاَنْ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ ذُرِّيَّتِهٖ
اَهْلَ الصَّفْوَةِ وَالطَّهَارَةِ فَقَالَ وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا
صَالِحِيْنَ ۝ وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَ

(ترجمہ بہ سلسلہ صفحہ گزشتہ) وہ کافر ہے۔ آیا تم لوگ امامت کے رتبہ کو اور امت سے امام کو جو نسبت ہے اُس نسبت کو پہچانتے بھی ہو کہ امت کا امام کو منتخب کر لینا جائز ہو جائے (یہ خوب سمجھ لو کہ) امامت کی قدر اِس سے کہیں زیادہ ہے اور اُسکی شان اِس سے کہیں بڑی ہے اور اُسکی منزلت اِس سے کہیں اعلےٰ ہے اور وہ اِس سے کہیں محفوظ تر ہے اور اُسکی گہرائی اِس سے کہیں زیادہ ہے کہ آدمیوں کی عقلیں اُسکی حد تک پہنچ سکیں یا لوگ اپنی رایوں سے اُسکو پا سکیں یا اپنے اختیار (وانتخاب) سے امام بنا سکیں۔ امامت وہ رُتبہ ہے جس سے خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم خلیل کو بعد نبوّت وخلّت کے تیسری مرتبہ مخصوص فرمایا اور (امامت) وہ فضیلت ہے جس سے اُنحضرت کو مشرف فرمایا اور اپنے کلام پاک میں اِسکا ذکر اِس شان سے کیا کہ فرمایا "میں تمکو کل آدمیوں کا امام مقرر کرنیوالا ہوں"۔ حضرت خلیل اللہ اس سے اتنے خوش ہوئے کہ اُنہوں نے عرض کی اور میری اولاد سے۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ میرا اِس عہد سے ظالم فائدہ نہ اُٹھائینگے۔ پس اِس آیت نے قیامت کے دن تک کے لیے ہر ظالم کی امامت کو باطل کر دیا اور وہ صرف پاک و پاکیزہ لوگوں کے لیے رکھی۔ پھر خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا یہ اکرام فرمایا کہ اُن کی اولاد میں اِس امامت کو ایسے لوگوں کے لیے قرار دیا جو صاحبانِ عصمت وطہارت ہوئے چنانچہ فرمایا اور ہمنے اُسے (بیٹا) اسحاقؑ اور پوتا یعقوبؑ عنایت کیا اور اِن میں سے ہم نے ہر ایک کو نیک بنایا اور اُن کو ہم نے ایسا امام بنایا کہ وہ ہمارے حکم کے بموجب ہدایت کیا کرتے تھے اور اُن کی طرف ہم نے نیکیاں کرنے کی اور نماز پڑھنے کی

إِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِيْنَ ٥ فَلَمْ يَزَلْ فِيْ ذُرِّيَّتِهٖ يَرِثُهَا بَعْضٌ عَنْ بَعْضٍ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى وَرَّثَهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَقَالَ جَلَّ وَتَعَالٰى اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ فَكَانَتْ لَهٗ خَاصَّةً فَقَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاَمْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى رَسْمِ مَا فَرَضَ اللّٰهُ فَصَارَتْ فِيْ ذُرِّيَّتِهِ الْاَوْصِيَاءِ الَّذِيْنَ اٰتَاهُمُ اللّٰهُ الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ بِقَوْلِهٖ جَلَّ وَعَلَا وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهِيَ فِيْ وُلْدِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَاصَّةً اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِذْ لَا نَبِيَّ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَمِنْ اَيْنَ يَخْتَارُ هٰؤُلَاءِ الْجُهَّالُ اَنَّ الْاِمَامَةَ هِيَ مَنْزِلَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِرْثُ الْاَوْصِيَاءِ اِنَّ الْاِمَامَةَ خِلَافَةُ اللّٰهِ وَخِلَافَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَمَقَامُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(ترجمہ بہ سلسلہ صفحہ گزشتہ) اور زکوٰۃ دینے کی وحی فرمائی اور وہ سب کے سب ہماری بندگی کرنیوالے تھے۔ پس امامت انہی کی اولاد میں رہی اور ہر زمانہ میں ایک سے دوسرے کو وراثۃً پہنچتی گئی یہاں تک کہ خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُسکا وارث قرار دیا جس کے بارے میں خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا بلاشک بمقابلہ کُل آدمیوں کے ابراہیمؑ سے زیادہ خصوصیت اُن لوگوں کو ہے جو اُن کے پیرو ہیں اور اِس نبی کو ہے اور اُن لوگوں کو ہے جو اِس پر ایمان لائے ہیں اور اللہ کُل مومنوں کا کارساز ہے۔ پس امامت آنحضرتؐ کے لیے اس طرح خاص ہوگئی اور آنحضرتؐ نے وہ علی مرتضےٰ علیہ السلام کو حکم خدا کی رو سے اُنہی قواعد کے بموجب جو اللہ نے واجب کیے تھے حوالہ فرمادی۔ اِسی وجہ سے وہ اوصیاء جن کو اللہ تعالےٰ نے علم و ایمان عطا فرمایا تھا اُنہی حضرتؑ کی ذُرّیت میں ہوئے جیسا کہ خدائے بزرگ و برتر فرماتا ہے۔" اور وہ لوگ جن کو علم و ایمان دیا گیا تھا یہ کہینگے کہ تم تو خدا کے نوشتہ کے بموجب قیامت کے دن تک رہے" پس امامت اولادِ علی علیہ السلام میں قیامت کے دن تک مخصوص ہو گئی اِس لیے کہ بعد جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کے اور کوئی نبی ہی نہیں پس یہ جاہل لوگ انتخاب کا اختیار کہاں سے لائے۔ امامت تو انبیاء کی منزلت اور اوصیاء کی وراثت ہے۔ امامت فی الحقیقت خدا کی خلافت اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت اور جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا مقام اور حسنین علیہما السلام کی میراث ہے۔ امامت

وَمِيْرَاثُ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اِنَّ الْاِمَامَةَ زِمَامُ الدِّيْنِ وَنِظَامُ
الْمُسْلِمِيْنَ وَصَلَاحُ الدُّنْيَا وَعِزُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ الْاِمَامَةَ اُسُّ الْاِسْلَامِ النَّامِيْ
وَفَرْعُهُ السَّامِيْ بِالْاِمَامِ تَمَامُ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصِّيَامِ وَالْحَجِّ وَالْجِهَادِ وَتَوْفِيْرُ
الْفَيْءِ وَالصَّدَقَاتِ وَاِمْضَاءُ الْحُدُوْدِ وَالْاَحْكَامِ وَمَنْعُ الثُّغُوْرِ وَالْاَطْرَافِ اَلْاِمَامُ
يُحِلُّ حَلَالَ اللّٰهِ وَيُحَرِّمُ حَرَامَ اللّٰهِ وَيُقِيْمُ حُدُوْدَ اللّٰهِ وَيَذُبُّ عَنْ دِيْنِ اللّٰهِ وَ
يَدْعُوْا اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّهٖ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَالْحُجَّةِ الْبَالِغَةِ اَلْاِمَامُ كَالشَّمْسِ
الطَّالِعَةِ الْمُجَلِّيْ نُوْرَهَا لِلْعَالَمِ وَهِيَ فِي الْاُفُقِ بِحَيْثُ لَا تَنَالُهَا الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارُ
اَلْاِمَامُ الْبَدْرُ الْمُنِيْرُ وَالسِّرَاجُ الزَّاهِرُ وَالنُّوْرُ السَّاطِعُ وَالنَّجْمُ الْهَادِيْ فِيْ غَيَاهِبِ
الدُّجٰى وَاَجْوَازِ الْبُلْدَانِ وَالْقِفَارِ وَلُجَجِ الْبِحَارِ اَلْاِمَامُ الْمَاءُ الْعَذْبُ عَلَى الظَّمَاءِ
وَالدَّالُّ عَلَى الْهُدٰى الْمُنْجِيْ مِنَ الرَّدٰى اَلْاِمَامُ النَّارُ عَلَى الْيَفَاعِ الْحَارُّ لِمَنِ اصْطَلٰى
وَالدَّلِيْلُ فِي الْمَهَالِكِ مَنْ فَارَقَهٗ فَهَالِكٌ اَلْاِمَامُ السَّحَابُ الْمَاطِرُ وَالْغَيْثُ الْهَاطِلُ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) دین کی باگ ہے اور وہ چیز ہے جس سے مسلمانوں کا نظم (و نسق درست)
اور دنیا کی صلاح (و فلاح) اور مومنین کو عزت حاصل ہوتی ہے۔ امامت اسلام کی بڑھتی
ہوئی بنیاد اور اسکی نمایاں شاخ ہے۔ امام ہی کے ذریعے سے نماز و زکوٰۃ و روزہ و حج و
جہاد کی تکمیل ہوتی ہے اور مالِ غنیمت اور مالِ صدقات کی بڑھوتری ہوتی ہے۔ حدود و
احکام کا اجراء ہوتا ہے اور سرحدوں کی روک تھام ہوتی ہے۔ امام اللہ کی حلال کی ہوئی
چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام۔ اللہ تعالےٰ کے حدود کو
قائم کرتا ہے اور خدا کے دین پر سے ہر حملہ کو دور کرتا ہے اور اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف دانائی
اچھی نصیحت اور بڑھی ہوئی حجت سے بلاتا ہے۔ امام چمکتے ہوئے سورج کی مانند ہوتا ہے
جس کا نور تمام عالم کو روشن کر دے اور وہ خود افق ہی میں رہے کہ اس تک نہ ہاتھ پہنچ سکیں نہ
آنکھیں۔ امام روشنی دینے والا کامل چاند۔ چمکتا ہوا چراغ اور پھیلا ہوا نور اور اندھیری
راتوں میں راہ بتانے والا ستارہ جو ملکوں اور جنگلوں کے درمیانی راستوں اور
سمندروں میں راہبر ہو۔ امام پیاسے کے لیے میٹھا (اور ٹھنڈا) پانی ٹھیک ٹھیک راستہ
کا بتانیوالا اور ہلاکت سے بچانیوالا ہوتا ہے۔ امام اس آگ کی مانند ہوتا ہے جو کسی بلند مقام پہ
روشن کیجاتی ہے (اور وہ قریب و بعید سب کو روشنی پہنچاتی ہے) اور جس سے لوگ تاپ کر نفع اٹھاتی ہیں
اور ہلاکت کے موقعوں سے چھٹکارا دینے والا ہوتا ہے جو اسے چھوڑیگا وہ ہلاک ہوجائیگا امام مینہ برسانیوالا بادل اور نفع پہنچانیوالی بارش

وَالشَّمْسُ الْمُضِيْئَةُ وَالسَّمَاءُ الظَّلِيْلَةُ وَالْاَرْضُ الْبَسِيْطَةُ وَالْعَيْنُ الْغَزِيْرَةُ
وَالْغَدِيْرُ وَالرَّوْضَةُ اَلْاِمَامُ الْاَنِيْسُ الرَّفِيْقُ وَالْوَالِدُ الشَّفِيْقُ وَالْاَخُ الشَّفِيْقُ
وَالْاُمُّ الْبَرَّةُ بِالْوَلَدِ الصَّغِيْرِ وَمَفْزَعُ الْعِبَادِ فِي الدَّاهِيَةِ النَّازِلَةِ اَلْاِمَامُ
اَمِيْنُ اللّٰهِ فِيْ خَلْقِهٖ وَحُجَّتُهٗ عَلٰى عِبَادِهٖ وَخَلِيْفَتُهٗ فِيْ بِلَادِهٖ وَالدَّاعِيْ اِلَى اللّٰهِ وَ
الذَّابُّ عَنْ حَرَمِ اللّٰهِ اَلْاِمَامُ الْمُطَهَّرُ مِنَ الذُّنُوْبِ اَلْمُبَرَّاءُ مِنَ الْعُيُوْبِ
الْمَخْصُوْصُ بِالْعِلْمِ الْمَوْسُوْمُ بِالْحِلْمِ نِظَامُ الدِّيْنِ وَعِزُّ الْمُسْلِمِيْنَ وَغَيْظُ الْمُنَافِقِيْنَ
وَبَوَارُ الْكَافِرِيْنَ اَلْاِمَامُ وَاحِدُ دَهْرِهٖ لَا يُدَانِيْهِ اَحَدٌ وَلَا يُعَادِلُهٗ عَالِمٌ وَلَا يُوْجَدُ
مِنْهُ بَدَلٌ وَلَا لَهٗ مِثْلٌ وَلَا نَظِيْرٌ مَخْصُوْصٌ بِالْفَضْلِ كُلِّهٖ مِنْ غَيْرِ طَلَبٍ مِّنْهُ لَهٗ
وَلَا اكْتِسَابٍ بَلِ اخْتِصَاصٌ مِنَ الْمُفْضِلِ الْوَهَّابِ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَبْلُغُ مَعْرِفَةَ
الْاِمَامِ اَوْ يُمْكِنُهٗ اخْتِيَارُهٗ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ ضَلَّتِ الْعُقُوْلُ وَتَاهَتِ الْحُلُوْمُ
وَحَارَتِ الْاَلْبَابُ وَحَسَرَتِ الْعُيُوْنُ وَتَصَاغَرَتِ الْعُظَمَاءُ وَتَحَيَّرَتِ الْحُكَمَاءُ

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) اور روشنی دینے والا سورج اور سایہ ڈالنے والا آسمان اور نفع پہنچانیوالی پھیلی ہوئی زمین اور کثرت سے پانی دینے والا چشمہ اور تالاب و باغ ہوتا ہے۔ امام مہربانی کرنیوالا ساتھی اور شفقت و محبت کرنیوالا باپ اور بھائی اور وہ مادرِ مہربان جو چھوٹے بچے کو بہ لطف و مدارات پرورش کرتی ہے اور آنیوالی مصیبتوں میں کل بندوں کے لیے جائے پناہ ہوتا ہے۔ امام مخلوقِ خدا میں خدا کا امین اور خدا کے بندوں پر اُس کی حجت اور خدا کی زمین میں اُس کا خلیفہ۔ لوگوں کو اللہ کی طرف بلانیوالا اور خدا کے حرم سے نافرمانوں کے حملے دفع کرنیوالا ہوتا ہے۔ امام کل گناہوں سے معصوم اور پاک اور ہر طرح کے عیب سے بری خاص علم کے ساتھ مخصوص اور خاص حلم کے ساتھ موسوم۔ دین کے نظم (ونسق) کا درست کرنیوالا مسلمانوں کو عزت دینے والا منافقوں کو غصہ میں لانیوالا اور کافروں کا ہلاک کرنیوالا ہوتا ہے۔ امام اپنے زمانہ کا شخص یکتا ہوتا ہے۔ بزرگی میں کوئی اُسکا ہمسر نہیں ہوسکتا نہ کوئی عالم اُسکا مقابل ہوسکتا ہے نہ (اُسکے زمانہ میں) کوئی اُسکا بدل یا مثل یا نظیر ہوسکتا ہے۔ تمام فضائل کو ساتھ اُسکی ذات مخصوص ہوتی ہے۔ یہ سب فضیلتیں اُسکو بغیر طلب اور بغیر کد و کوشش ملتی ہیں سبب یہ کہ بڑے عطا کرنیوالے اور فضل کرنیوالے کی عطا کی ہوئی خصوصیت ہے پس وہ کون ہوسکتا ہے جو امام کو کما حقہ پہچانے یا اُسکا منتخب کرلینا اُسکے امکان میں ہو ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا امام کی فضائل میں سے ایک فضیلت اور اُسکی شانوں میں سے ایک شان کی بیان میں عقلیں حیران فہم سرگرداں دانائیاں

وَتَقَاصَرَتِ الْحُلَمَاءُ وَحَصِرَتِ الْخُطَبَاءُ وَجَهِلَتِ الْأَلِبَّاءُ وَكَلَّتِ الشُّعَرَاءُ وَعَجَزَتِ الْأُدَبَاءُ وَعَيِيَتِ الْبُلَغَاءُ عَنْ وَصْفِ شَأْنٍ مِنْ شَأْنِهِ أَوْ فَضِيلَةٍ مِنْ فَضَائِلِهِ وَأَقَرَّتْ بِالْعَجْزِ وَالتَّقْصِيرِ وَكَيْفَ يُوصَفُ بِكُلِّهِ أَوْ يُنْعَتُ بِكُنْهِهِ أَوْ يُفْهَمُ شَيْءٌ مِنْ أَمْرِهِ أَوْ يُوجَدُ مَنْ يَقُومُ مَقَامَهُ وَيُغْنِي غِنَاهُ لَا وَكَيْفَ وَأَنَّى وَهُوَ بِحَيْثُ النَّجْمِ مِنْ يَدِ الْمُتَنَاوِلِينَ وَوَصْفِ الْوَاصِفِينَ فَأَيْنَ الْاِخْتِيَارُ مِنْ هٰذَا وَأَيْنَ الْعُقُولُ عَنْ هٰذَا وَأَيْنَ يُوجَدُ مِثْلُ هٰذَا أَتَظُنُّونَ أَنَّ ذٰلِكَ يُوجَدُ فِي غَيْرِ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ كَذَّبَتْهُمْ وَاللّٰهِ أَنْفُسُهُمْ فَارْتَقَوْا مُرْتَقًى صَعْبًا دَحْضًا تَنْزِلُ عَنْهُ إِلَى الْحَضِيضِ أَقْدَامُهُمْ رَامُوا إِقَامَةَ الْإِمَامِ بِعُقُولٍ حَائِرَةٍ بَائِرَةٍ نَاقِصَةٍ وَآرَاءٍ مُضِلَّةٍ فَلَمْ يَزْدَادُوا مِنْهُ إِلَّا بُعْدًا قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ وَلَقَدْ رَامُوا صَعْبًا وَقَالُوا إِفْكًا وَضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا وَوَقَعُوا فِي الْحَيْرَةِ إِذْ تَرَكُوا الْإِمَامَ عَنْ بَصِيرَةٍ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ

(ترجمہ سلسلہ صفحہ گزشتہ) پریشان ہوتی ہیں نظریں تھک جاتی ہیں۔ بڑی بڑی سمجھ کے لوگ اپنے آپ کو نادان پاتے ہیں حکما مبہوت ہوجاتے ہیں۔ بڑے بڑے دانا اپنے قصور کا اقرار کرتے ہیں بڑے بڑے بولنے والے بند ہوگئے۔ بڑے بڑے جاننے والے انجان بنگئے۔ بڑے بڑے شاعروں کی زبان گونگی ہوگئی۔ ادیب عاجز ہوگئے بلیغ تھک گئے اور سب نے اپنے عجز و تقصیر کا اقرار کرلیا۔ بھلا پھر پورا وصف تو کون بیان کرتا یا کماحقہ نعت و تعریف کون کرتا یا امام کے معاملہ میں سے کوئی بات بھی کیونکر سمجھی جاتی اور ایسا تو کہاں سے ملتا کہ اسکا قائم مقام ہوسکے اور جو اسکے فرائض ہیں اُن سے لوگوں کو مستغنی کرسکے ملنا کہاں اور کیسا جس حال میں کہ امام کی شان ایسی ہے جیسے کہ ستارہ جسکو نہ ہاتھ بڑھانے والے اپنے ہاتھ سے چھو سکتے ہیں اور نہ حالات بیان کرنیوالے اُسکا وصف بیان کرسکتے ہیں بھلا ایسے کا انتخاب کہاں اور عقلوں کا ایسے کو سمجھ لینا کیسا اور ایسا ملجانا کیا معنی تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ ایسا شخص آل محمدؐ کے سوا کہیں اور ملجائیگا؟ خدا کی قسم اُنکے نفسوں نے اُنکی تکذیب کی پس وہ ایسی سخت بلندی پر چڑھ گئے جو دھس جانیوالی ہے جس سے اُنکے قدم پستی کی طرف اُترتے چلے جائینگے انہوں نے اپنی ناقص ناتمام چکر میں آنیوالی عقلوں کے ساتھ اور گمراہ کرنیوالی رایوں کے ساتھ امام بنالینے کا ارادہ کیا جس سے سوائے رحمت سے دور ہونیکے انہیں کچھ بھی نہ ملا۔ خدا انہیں نیست و نابود کردے وہ بہکے کہاں جاتے ہیں۔ یقیناً اُنھوں نے ایک سخت امر کا قصد کیا جھوٹ بولا۔ رحمت خدا سے بہت دور گمراہی میں جا پڑے اور حیرانی میں پھنس گئے اِس لیے کہ کھلی آنکھوں دیکھتے اصل امام کو چھوڑ دیا اور شیطان نے اُن کے اعمال کو اُن کی نظروں میں زینت دیدیا پس اُنکے دیکھتے دیکھتے

عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۝ وَرَغِبُوْا عَنِ اخْتِيَارِ اللّٰهِ وَاخْتِيَارِ رَسُوْلِهٖ
اِلَى اخْتِيَارِهِمْ وَالْقُرْاٰنُ يُنَادِيْهِمْ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ
لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا كَانَ
لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ
اَمْرِهِمْ وَقَالَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ اَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ اِنَّ
لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا
تَحْكُمُوْنَ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ
كَانُوْا صٰدِقِيْنَ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ
اَقْفَالُهَا اَمْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ اَمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ
لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝
وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

(ترجمہ سلسلہ صفحہ گزشتہ) اُن کو راہِ راست سے روک دیا پس وہ خدا کے منتخب کیے ہوئے
اور رسولؐ کے منتخب کیے ہوئے کو چھوڑ کر اپنے منتخب کیے ہوئے کی طرف جھک پڑے حالانکہ
قرآنِ مجید اُن کو پکار پکار کر یہ کہہ رہا ہے اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے (اور جو چاہتا ہے
منتخب کرتا ہے) بندوں کو (انتخاب کا) کوئی اختیار نہیں ہے۔ جن چیزوں کو یہ شریک ٹھہراتے ہیں اللہ
اُن سے منزہ اور برتر ہے۔ نیز خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا اور نہ کسی ایمان والی مرد کے لیے یہ بات
جائز ہے نہ کسی ایمان والی عورت کے لیے کہ جب خدا اور اُسکے رسولؐ نے ایک بات طے کر دی ہو تو پھر انہیں اپنے
اُس معاملہ میں کچھ بھی اختیار باقی رہے۔ نیز فرماتا ہے تمہیں ہو کیا گیا ہے کیسے فیصلے کرتے ہو یا تمہارے پاس کوئی کتاب
ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ جو کچھ تم پسند کروگے وہ تمکو اس میں ضرور ملیگا یا تمہاری قسمیں ہمارے ذمہ ہیں جو
قیامت تک چلی جائینگی کہ جو کچھ تم فیصل کروگے وہ ضرور تمکو ملجائیگا اُن سے دریافت تو کرو کہ ان میں سے
اُس کا ضامن کون ہے یا انکے کچھ شریک ہیں پھر اگر یہ سچے ہیں تو اپنے شرکاء کو لے آئیں۔ نیز خدائے بزرگ و
برتر فرماتا ہے تو کیا یہ قرآنِ مجید میں غور نہیں کرتے یا انکے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں۔ یا
اللہ نے اُن کے دلوں پر چھاپہ لگا دیا ہے کہ وہ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سُنا
حالانکہ وہ سُنتے کچھ نہیں۔ بیشک اللہ کے نزدیک سب سے بدتر جانور وہ ہیں جو بہرے گونگے
ہیں (اور) جو (کچھ) نہیں سمجھتے۔ اور اگر اللہ کو ان میں کسی قسم کی خیر و خوبی ہونے کا علم ہوتا
تو وہ اُن کو ضرور سُنواتا اور اگر وہ اُن کو سُنوائے تو وہ اُس سے بھی ضرور روگردان ہو کر اُلٹے بھاگیں

أَمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا بَلْ هُوَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ فَكَيْفَ لَهُمْ بِاخْتِيَارِ الْإِمَامِ وَالْإِمَامُ عَالِمٌ لَا يَجْهَلُ وَرَاعٍ لَا يَنْكُلُ مَعْدِنُ الْقُدْسِ وَالطَّهَارَةِ وَالنُّسُكِ وَالزَّهَادَةِ وَالْعِلْمِ وَالْعِبَادَةِ مَخْصُوصٌ بِدَعْوَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَنَسْلُ الطَّاهِرَةِ الْبَتُولِ لَا مَغْمَزَ فِيهِ فِي نَسَبٍ وَلَا يُدَانِيهِ ذُو حَسَبٍ فِي النَّسَبِ مِنْ قُرَيْشٍ وَالذِّرْوَةُ مِنْ هَاشِمٍ وَالْعِتْرَةُ مِنَ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَالرِّضَا مِنَ اللهِ جَلَّ وَعَزَّ أَشْرَفُ الْأَشْرَافِ وَالْفَرْعُ مِنْ بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ نَامِي الْعِلْمِ كَامِلُ الْحِلْمِ مُضْطَلِعٌ بِالْإِمَامَةِ عَالِمٌ بِالسِّيَاسَةِ مَفْرُوضُ الطَّاعَةِ قَائِمٌ بِأَمْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ نَاصِحٌ لِعِبَادِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ حَافِظٌ لِدِينِ اللهِ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ وَالْأَئِمَّةَ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ يُوَفِّقُهُمُ اللهُ وَيُؤْتِيهِمْ مِنْ مَخْزُونِ عِلْمِهِ وَحِكَمِهِ مَا لَا يُؤْتِيهِ غَيْرَهُمْ لِيَكُونَ عِلْمُهُمْ فَوْقَ عِلْمِ أَهْلِ زَمَانِهِمْ فِي قَوْلِهِ جَلَّ وَتَعَالَى أَفَمَنْ

(ترجمہ بسلسلۂ صفحۂ گزشتہ) یا وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمنے سُنا اور ہم نافرمانی کرینگے لیکن یہ تو اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔ پھر اُن کو امام کے انتخاب سے واسطہ؟ حالانکہ امام ایسا عالم ہوتا ہے جو کسی امر میں جاہل نہیں ہوتا اور ایسا نگہبان ہوتا ہے جو کبھی تھکتا نہیں پاکی اور پاکیزگی اور زہد و فرمانبرداری اور علم و عبادت کی کان رسول اللہ جس شان سے دعوت دیتے تھے اُس کے ساتھ مخصوص اور سیدہ طاہرہ بتول زہرا کی نسل سے ہوتا ہے جس کے نسب میں کوئی عیب نہیں لگایا جا سکتا۔ اور بڑے سے بڑا خاندانی اُسکا پاسنگ بھی نہیں ہو سکتا۔ نسب میں وہ قریش سے ہوتا ہے اور بنی ہاشم کا سرتاج اور رسول صلے اللہ علیہ وآلہ کی عترت اور خدائے عزّ وجلّ کا پسندیدہ سب شریفوں سے زیادہ شریف اولادِ عبد مناف کی (پھلی پھولی) شاخ۔ علم میں ترقی کرنے والا۔ حلم میں پورا۔ امامت کا کام کما حقہ چلانے والا۔ سیاست سے آگاہ۔ جس کی اطاعت واجب جو حکم خدائے عزّ وجلّ کا قائم کرنے والا۔ خدائے عزّ وجلّ کے بندوں کا خیرخواہ اور خدا کے دین کا محافظ ہوتا ہے۔ یہ انبیاء اور ائمہ صلوات اللہ علیہم ہی کی شان ہے کہ توفیقِ خدا اُن کی رفیق ہوتی ہے۔ اور خدا تعالےٰ اپنے علم و حکمت کے پوشیدہ راز سے اُن کو وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو اُن کے غیر کو نہیں دیتا تاکہ اُن کا علم اپنے اہل زمانہ کے علم سے کہیں بڑھا ہوا ہو جیساکہ فرماتا ہے کہ کیا وہ شخص جو

يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ٥ وَقَوْلِهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَقَوْلِهِ فِي طَالُوتَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ٥ وَقَالَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ٥ وَقَالَ فِي الْأَئِمَّةِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّهِ وَعِتْرَتِهِ وَذُرِّيَّتِهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ وَكَفَى بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ٥ وَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اخْتَارَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِأُمُورِ عِبَادِهِ شَرَحَ صَدْرَهُ لِذَلِكَ وَأَوْدَعَ قَلْبَهُ يَنَابِيعَ الْحِكْمَةِ

(ترجمہ بہ سلسلہ صفحۂ گزشتہ) حق کی راہنمائی کرتا ہے اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کیجائے یا وہ جو راہ (خدا) نہیں بتلا سکتا جب تک کہ اس کو راہ نہ بتلائی جائے۔ پس تمہیں ہو کیا گیا ہے یہ کیسے فیصلے کرتے ہو۔ نیز ارشاد فرماتا ہے اور جس کو حکمت دیگئی تو اس کو تو یقیناً بہت کچھ خیر و خوبی عطا کی گئی۔ نیز حضرت طالوتؑ کے بارے میں اس کا قول ہے کہ بیشک اللہ نے اس کو تم پر بزرگی دی ہے اور اسے علم و جسم میں کشادگی دی ہے اور اللہ اپنی حکومت جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ صاحب وسعت و علم ہے۔ نیز اپنے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ سے فرمایا اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی اور جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اس کی تم کو تعلیم دی اور اللہ کا فضل تم پر بہت بڑا ہے۔ اور اُن ائمہ کے بارے میں جو اس کے نبیؐ کی اہلبیت اور عترت و ذرّیت سے ہوئے ہیں فرماتا ہے۔ کیا وہ لوگوں پر اس کا حسد کرتے ہیں جو کچھ اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے دیا ہے۔ بیشک ہم نے آلِ ابراہیمؑ کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے اُن کو بہت بڑی (حقیقی) سلطنت دی پھر (عام) آدمیوں میں سے کچھ تو اس پر ایمان لائے اور کچھ اس سے رُک گئے اور (اُن رُکنے والوں کے لیے) بھڑکتی ہوئی آگ کافی ہے۔ جب وہ بندہ جسے خدا تعالےٰ اپنے بندوں کے معاملات کیلئے منتخب فرمائے تو اسکا سینہ وہ اس کام کیلئے کھول دیتا ہے اور اسکے قلب میں حکمتوں کو امانت

وَأَلْهَمَهُ الْعِلْمَ إِلْهَامًا فَلَمْ يَعْيَ بَعْدَهُ بِجَوَابٍ وَلَا يُحْسَرُ فِيهِ عَنْ صَوَابٍ فَهُوَ مَعْصُومٌ مُؤَيَّدًا مُوَفَّقٌ مُسَدَّدٌ قَدْ اَمِنَ الْخَطَاءَ وَالزَّلَلَ وَالْعِثَارَ وَيَخُصُّهُ بِذٰلِكَ لِيَكُونَ حُجَّةً عَلٰى عِبَادِهِ وَشَاهِدَهُ عَلٰى خَلْقِهِ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ فَهَلْ يَقْدِرُونَ عَلٰى مِثْلِ هٰذَا فَيَخْتَارُونَهُ اَوْ يَكُونُ مُخْتَارُهُمْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ فَيُقَدِّمُونَهُ تَعَدَّوْا وَبَيْتِ اللهِ الْحَقَّ وَنَبَذُوا الْكِتَابَ اللهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ وَفِي كِتَابِ اللهِ الْهُدٰى وَالشِّفَاءُ فَنَبَذُوهُ وَاتَّبَعُوا اَهْوَائَهُمْ فَذَمَّهُمْ وَمَقَتَهُمْ وَاَتْعَسَهُمْ فَقَالَ جَلَّ وَتَعَالٰى فَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللهِ اِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ وَقَالَ فَتَعْسًا لَهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ اٰمَنُوا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللهُ عَلٰى قَلْبِ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ وَصَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا -

---

(ترجمہ بسلسلہ صفحہ گزشتہ) رکھدیتا ہے اور بروئے الہام اُسکو علم پہنچاتا ہے۔ پس اسکے بعد وہ کسی جواب میں نہیں عاجز آتا اور ٹھیک بات کہنے سے اسے کبھی بند نہیں ہوتا پس وہ معصوم ہوتا ہے اُس کی تائید کیجاتی ہے توفیق خدا اُسکے ساتھ ہوتی ہے ہر بات اسکی صحیح و درست ہوتی ہے خطا اور غلطی اور لغزش سے وہ محفوظ ہوتا ہے اور ان باتوں سے اُسکو اس لیے مخصوص فرما دیتا ہے کہ اُس کے بندوں پر وہ اُسکی حجّت ہو اور اُس کی مخلوق کے اعمال و افعال کا اُس کی طرف سے گواہ ہو اور یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے اور خدا تعالےٰ بہت بڑے فضل والا ہے پس آیا بندے ایسا امام بنانے پر قادر ہیں کہ وہ کہیں سے ایسا چھانٹ لائیں یا اُن کا منتخب شدہ ان صفات سے موصوف ہو سکتا ہے کہ اُسے مقدم قرار دیں۔ خانۂ خدا کی قسم اُنہوں نے حق اور کتاب خدا کو اپنے پس پشت پھینکدیا گویا وہ اُسکو جانتے ہی نہیں حالانکہ کتاب خدا میں ہدایت اور شفا دونوں چیزیں موجود ہیں تو اُسے تو اُنہوں نے پھینکدیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اسی لیے خدا تعالےٰ انکی مذمت کرتا ہے ان سے بغض رکھتا ہے اور ان کو ہلاک کریگا چنانچہ وہ بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ اُس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش نفس کی پیروی کرے بیشک خدا نافرمان لوگوں کی رہبری نہیں فرماتا نیز فرماتا ہے سو اُنکے لیے ہلاکت ہو اور اُنکے اعمال بھی سب ناکارہ ہوگئے نیز فرماتا ہے کہ اللہ کو اور ایمان لانیوالوں کو یہی بات سب سے زیادہ ناپسند ہے اور اسی کا اللہ تعالےٰ ہر تکبر کرنیوالے سرکش کے دل پر چھاپا لگادیگا اور جناب محمد مصطفےٰ اور اُنکی آل پر خدا تعالےٰ بہت بہت درود و سلام نازل فرمائے

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۶۳۰

تفسیر قمی میں ہلاکت قارون کا سبب یہ لکھا ہے کہ جب موسےٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے نکالکر لے گئے اور اُن کو ایک صحرا میں جا اُتارا اور اللہ تعالےٰ نے اُن پر من وسلوے نازل فرمایا اور ایک پتھر سے اُن کے لیے بارہ چشمے جاری کردیے تو اب وہ آپے سے باہر ہوگئے اور کہنے لگے کہ ہم تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ کرینگے. اِس لیے اپنے خدا سے ہمارے لیے یہ دعا کرکہ زمین سے جو جو چیزیں پیدا ہوا کرتی ہیں ساگ پات کھیرا ککڑی لہسن مسور پیاز وہ ہمارے لیے بھی پیدا کر دے۔ موسےٰ علیہ السلام نے اُن سے فرمایا کہ کیا تم گھٹیا چیزوں کو اُس سے بدلنا چاہتے ہو جو بڑھیا ہے (ایسا ہی ہے تو) کسی شہر میں چلے جاؤ کہ جو کچھ تم مانگتے ہو تمکو وہاں ملجائیگا۔ اِسکے جواب میں اُنہوں نے یہ کہا جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اُس میں تو ایک قوم بڑی زبردست لوگوں کی ہے۔ جب تک وہ اُس میں سے نہ نکل جائیں ہم تو اُس میں جاینگے نہیں۔ پھر اُنہوں نے موسےٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ اب تم اور تمہارا پروردگار جاؤ۔ دونوں لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ لہذا خدا تعالےٰ نے اُن پر اُس شہر میں جانا تو واجب کردیا تھا مگر پھر چالیس برس تک کے لیے اُن پر حرام بھی کردیا کہ اُس سرزمین میں گردان پھریں۔ (اور یہ حکم بھی دیدیا کہ) نافرمان لوگوں کی حالت پر کچھ افسوس نہ کرو۔ اب یہ لوگ اوّل شب سے اُٹھ بیٹھتے تھے۔ توریت خوب پڑھتے تھے۔ دعائیں بہت مانگتے تھے۔ روتے بہت تھے۔ قارون بھی اُنہی میں تھا۔ وہ بھی توریت پڑھتا تھا اور اُس سے زیادہ خوش آواز اُن میں سے ایک بھی نہ تھا اور وہ اپنی خوش آوازی کے سبب اُن میں درد ناک آواز والا مشہور تھا۔ وہ کیمیا بھی بناتا تھا۔ پس جب بنی اسرائیل کو اِس سرگردانی میں توبہ کرتے کرتے عرصہ گزرا اور قارون کی یہ حالت تھی کہ توبہ میں اُن کا شریک نہوتا تھا اور موسےٰ علیہ السلام اس سے محبت کرتے تھے تو موسےٰ علیہ السلام (ایک دن) اُس کے پاس گئے اور اُس سے فرمانے لگے کہ اے قارون تیری ساری قوم تو توبہ کر رہی ہے اور تو اُن سے الگ بیٹھا ہے۔ تو بھی اُن کے ساتھ شامل ہوجا۔ ورنہ خدا تعالےٰ تجھ پر عذاب نازل فرمائیگا۔ اُس نے موسےٰ علیہ السلام کو حقیر جانا اور اُن کی اِس بات کی ہنسی اُڑائی۔ موسےٰ علیہ السلام اُس کے پاس سے غمگین ہوکر نکلے اور اُس کے محل کی صحن میں آبیٹھے۔ اُس وقت وہ ایک اونی جُبّہ پہنے ہوئے تھے اور (پاؤں میں) گدھے کے چمڑے کے نعلین تھے جس کے تسمے بٹے ہوئے بالوں کے تھے (نقرتح نعلین عربی

کی پوری ہیئت صفحہ ۱۷۱ نوٹ نمبر ا میں ملاحظہ ہو) اُن کے دست مبارک میں عصا تھا۔ قارون نے اپنے کسی آدمی کو حکم دیا کہ راکھ پانی میں گھول کر اُن حضرت ؑ پر ڈالدے۔ وہ ڈالدی گئی۔ توجناب موسےٰ علیہ السّلام کو بہت ہی سخت غصہ آیا۔ حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے شانوں پر کچھ بال تھے۔ جب حضرت ؑ کو غصہ آتا تھا تو وہ کھڑے ہو کر کپڑوں میں سے نکل آتے تھے اور اُن سے خون ٹپکنے لگتا تھا۔ اُس غصہ میں حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے عرض کی اے میرے پروردگار! اگر میری اِس توہین پر تونے غضب نہ فرمایا تو میں سمجھونگا کہ میں تیرا نبی ہی نہیں ہوں۔ اِسپر خدا تعالےٰ نے اُن کو وحی بھیجی کہ میں نے زمین کو حکم دیدیا ہے وہ تمہاری اطاعت کریگی اب جو تم چاہو اُسے حکم دو۔ اِدھر قارون نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا تھا کہ قصر کا دروازہ بند کرلیں (اور دروازے بند کرلیے گئے تھے کہ) موسےٰ علیہ السّلام تشریف لائے۔ دروازوں کی طرف اشارہ کیا (یہاں سے وہاں تک) سب کھل گئے۔ قارون کے پاس درّانہ چلے آئے۔ اب جو قارون کی نظر حضرت موسےٰ علیہ السّلام پر پڑی سمجھ گیا کہ حکم عذاب لیکر آئے ہیں (گڑگڑاکر) کہنے لگا کہ اے موسےٰ! اُسی قرابت کا واسطہ دیتا ہوں جو میرے اور آپ کے مابین ہے۔ حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے فرمایا لاّوی کے بیٹے! بس اب مجھ سے بات نہ کر۔ اور ادھر حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ اے زمین اِس کو لے۔ بس اُس کا محل بھی مع تمام چیزوں کے زمین میں اُتر گیا اور قارون بھی گھٹنوں تک سما گیا۔ اب لگا وہ رونے اور قرابت کا واسطہ دے دیکر قسمیں دینے۔ (جواب میں) حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے اُس سے کہا کہ اے پسر لاّوی! اب مجھ سے کوئی بات نہ کر۔ ہاں اے زمین اِسکو لے۔ پس زمین اُس کو مع اُس کے قصر کے اور خزانوں کے نگل گئی۔ پس موسےٰ علیہ السّلام کا یہ قول جو اُنہوں نے قارون سے اُس دن فرمایا تھا جس دن اللہ نے اُسکو ہلاک کیا تھا خدا تعالےٰ نے بطور طعن کے خود موسےٰ علیہ السّلام سے فرمایا اور جب موسیٰ علیہ السّلام کو علم ہوا کہ خود پروردگار عالم نے اُن پر طعن کیا تو عرض کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار! قارون نے تو تیرے غیر کا واسطہ دیکر مجھ سے دعا کی تھی۔ اگر تیرا واسطہ دیکر مجھ سے دعا کرتا تو میں ضرور اُسکی بات مان لیتا۔ پھر خدا تعالےٰ نے موسےٰ علیہ السّلام سے وہی فرمایا جو اُنہوں نے قارون سے کہا تھا کہ اے لاّوی کے بیٹے اب مجھ سے زیادہ باتیں نہ بنا۔ تو موسےٰ علیہ السّلام نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تیری مرضی اِسی میں ہے تو میں اُسکی بات مان لیتا۔ اِس پر خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ اے موسےٰ!

قسم ہے مجھے اپنے عزت و جلال کی اور قسم ہے مجھے اپنے بخشش و جود کے حق کی اور قسم ہے مجھے اپنی بزرگی اور علو مرتبت کی اگر قارون نے مجھ سے اسی طرح دعا کی ہوتی جیسے اُس نے تم سے استدعا کی تھی تو میں اُسکی بات ضرور مان لیتا لیکن چونکہ اُسنے تم سے دعا کی تھی اور ہم اُسے تمہارے حوالہ کر چکے تھے (اِس لیے جو کچھ تم نے کیا اُس میں دخل نہ دیا گیا) اے عمران کے بیٹو! اب موت سے نہ گھبراؤ اِس لیے کہ موت تو میں نے ہر نفس کے لیے لازم کر دی ہے اور تمہارے لیے اُسکی تمہید شروع کر دی ہے۔ جس وقت موت تمہیں آئیگی تو تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچیگی (یعنی اُس کا ورود تمہارے لیے موجب راحت و خوشی ہوگا) بس پھر تو موسیٰ علیہ السلام اپنے وصی کو ساتھ لیکر وادی سینا میں کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ اور پہاڑ پر چڑھ گئے۔ وہاں ایک شخص کو دیکھا جو کُدال پھاوڑہ ٹوکری لیے ہوئے سامنے سے آگیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اُس سے پوچھا کہ تم کون ہو کیا چاہتے ہو؟ اُنہوں نے کہا کہ خدا کے دوستوں میں سے ایک شخص نے وفات پائی ہے میں اُس کے لیے قبر کھودونگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اُس سے فرمایا کہ مجھے بھی اجازت ہے کہ میں تمہاری اِس کام میں مدد کروں؟ اُس شخص نے کہا کہ ہاں بہت خوشی سے بسم اللہ! چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اور وہ دونوں ملکر قبر کھودتے رہے۔ جب فارغ ہوگئے تو اُس شخص نے چاہا کہ قبر میں اُترے۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ اب کیا چاہتے ہو؟ کہا میں قبر میں جاکے یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آرام سے لیٹنے بیٹھنے کے لائق ہوگئی یا نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمہیں ہی کرنیکی کیا ضرورت ہے۔ لاؤ میں دیکھے لیتا ہوں (اُس نے کہا آپ کی خوشی) موسیٰ علیہ السلام قبر میں اُترے۔ خوب پھیلکر لیٹے۔ اِدھر لیٹنا تھا کہ اُدھر ملک الموت نے روح قبض کر لی اور پہاڑ اوپر سے مِل گیا۔

تفسیر عیاشی و تفسیر قمی سے حضرت یونس علیہ السلام کا پورا قصہ سورۂ یونسؑ کے ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۳۴۹ میں مذکور ہو چکا ہے۔ اُس کا ایک جزو یہ بھی ہے کہ کسی یہودی نے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے اُس قیدخانہ کا حال پوچھا تھا جو اپنے قیدی کو لیے ہوئے زمین کے مختلف حصّوں میں گھومتا پھرا تھا تو حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ اے یہودی رہا وہ قیدخانہ جو اپنے قیدی کو زمین کے مختلف حصّوں میں لیے پھرتا رہا۔ وہ وہ مچھلی تھی جس کے پیٹ میں یونس علیہ السلام قید ہوئے تھے کہ وہ بحرِ قلزم میں داخل ہوئی تو بحرِ مصر میں جاکر نکلی۔ پھر بحرِ طبرستان میں داخل ہوئی تو دجلۃ الغور میں جا نکلی۔ پھر اِسی طرح وہ اُن کو زمین کے نیچے بھی لے پہنچی یہانتک کہ قارون کی قریب

جا پہنچا یا قارون موسےٰ علیہ السّلام کے زمانہ میں ہلاک ہوا تھا اور اُس پر خدا تعالےٰ نے
ایک فرشتہ کو معین کر دیا تھا کہ روزانہ ایک قدِ آدم اُس کو زمین میں دھسا دیا کرے
یونس علیہ السّلام اُس مچھلی کے پیٹ میں تسبیح خدا اور استغفار کرتے رہتے تھے۔ قارون
نے اُن کی آواز سُنی تو اُس فرشتہ سے جو اُس پر معین تھا کہا کہ ذرا مجھے مہلت دے
اور تسبیح کرنیوالے کو دکھا دے۔ چنانچہ اُس نے مہلت بھی دی اور دکھایا بھی۔ قارون
نے اُس سے پوچھا کہ آپ کوّن ہیں؟ یونسؑ نے فرمایا کہ میں ایک بندۂ گنہگار یونسؑ بن
متےٰ نام ہوں۔ اُس نے پوچھا کہ موسےٰ بن عمران علیہ السّلام جو خدا کے معاملات میں
بہت ہی خفا ہو جایا کرتے تھے کس حال میں ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا افسوس! عرصہ ہوا
اُنہوں نے تو انتقال فرمایا۔ کہا پھر وہ جو اپنی قوم پر بہت ہی مہربان تھے ہارونؑ بن
عمران وہ کس حال میں ہیں؟ فرمایا اُن کا بھی انتقال ہو چکا۔ پوچھا کلثُمؓ بنت عمران
جو مجھ سے منسوب ہو چکی تھیں وہ کیا کرتی ہیں؟ فرمایا افسوس! آلِ عمران میں سے تو
کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ یہ شنکر قارون نے کہا کہ آلِ عمران کی لیے سخت افسوس ہے۔
خدا تعالےٰ نے اُس کے اِس افسوس کرنے کی قدر فرمائی اور جو فرشتہ اُس پر معین ہے
اُس کو یہ حکم دیدیا کہ اب دنیا کی جس قدر مدت باقی ہے اُس میں قارون کو عذاب
نہ دیا جائے چنانچہ وہ عذاب رفع کر دیا گیا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ضمیمہ جات بابت پارۂ بست ویکم

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۱۴۱ ۶

التوحید میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے اپنے بندوں پر نماز کو محافظ مقرر کیا ہے کہ جب تک آدمی نماز پڑھتا ہے گناہ سے محفوظ رہتا ہے۔ پھر اُن جناب نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ کافی میں ہے کہ سعد خفاف نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا اے مولا! کیا قرآن بھی کلام کرتا ہے۔ یہ سُنکر حضرتؑ نے تبسم کیا اور فرمایا خدا ہمارے ضعفاءِ شیعہ پر رحمت نازل کرے کہ وہ ہمارے مطیع ہیں۔ اے اسعد! (قرآن کا تو ذکر ہی کیا ہے) نماز بھی باتیں کرتی ہے اور اُس کے لیے صورت بھی ہے اور خلقت بھی۔ وہ حکم بھی دیتی ہے اور منع بھی کرتی ہے۔ سعد کہتا ہے کہ یہ سُنکر تو میرا رنگ متغیر ہو گیا اور دل میں کہنے لگا کہ یہ بات تو میں کسی آدمی سے بھی بیان نہ کرونگا حضرتؑ نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں کے سوا اور کسی میں انسانیت ہی نہیں ہے جس نے نماز کو نہ پہچانا وہ ہمارے حق کا مُنکر ہے۔ اے سعد! میں تم کو قرآن کا کلام سُناؤں؟ میں نے عرض کی آپ پر خدا تعالےٰ کا درود و سلام ہو ضرور سُنایئے! حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ ؕ وَلَذِكۡرُ اللّٰهِ اَكۡبَرُ ؕ پھر فرمایا کہ نماز کا منع کرنا یہ تو اُسکا کلام ہے (اور) فحشاء اور مُنکر سے مخصوص لوگ مراد ہیں۔ اور ذکرِ خدا سے ہم اہلبیت رسالت مُراد ہیں (اور) ہم ہی اکبر (یعنی سب سے زیادہ بزرگ) ہیں۔ **قولِ صاحبِ تفسیر صافی۔** الفحشاء والمنکر سے مراد حضرتِ اوّل اور جناب ثانی ہیں اِس لیے کہ دونو صاحب ازروئے صورت و سیرت مجسم بیحیائی و بدکاری تھے۔ اور اصلی نماز وہی ہے جو اِن دونو کی محبت سے باز رکھے اور المعروف سے مراد ویسی ہی نماز ہے۔ **قولِ مترجم۔** اِس سے زیادہ بیحیائی کیا ہوگی کہ فخرِ مریم و حوا۔ صدیقۂ کبریٰ۔ بتولِ عذرا جناب سیدہ فاطمہ زہرا بنتِ رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کو جنکی تعظیم کے لیے خود آنحضرتؐ سروقد کھڑے ہو جایا کرتے تھے معاملۂ فدک میں رُو در رُو جھٹلایا۔ اور اِس طرح خود کو موردِ لعنت بنا لیا۔ رہا منکر وہ اتفاق سے ثانی کے مشہور نام کا ہم عدد بھی ہے اور قیامت کے دن اس کی دوستی اور

جان پہچان کا ہر مُرید اسی طرح مُنکر ہوگا جس طرح دنیا میں کوئی شخص کسی بدی کا مرتکب ہوکر بھی اُسکا اقرار نہیں کیا کرتا۔ اس طرح ہر مُرید تو مُنکر ثابت ہوگا اور وہ گرو گھنٹال خلیفہ جی مُنکر۔

طبرسی نے روایت کی ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ علوم کرنا چاہے کہ آیا نماز اُس کی قبول ہوئی یا نہیں اُس کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ آیا نماز نے اُس کو فحشا اور منکر سے باز رکھا ہے یا نہیں۔ پس جس قدر اُس نے اُسے فحشا اور منکر سے باز رکھا ہوگا اُتنی ہی اُس کی نماز قبول ہوئی ہوگی۔

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۶۵۰

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ابوبکر کے پاس سے جناب امیر المومنین علیہ السلام تو دولت سرا کو تشریف لے گئے اور جناب سیدہ روضۂ جناب رسولِ خدا کی طرف روانہ ہوگئیں۔ جب روضہ میں داخل ہوئیں تو جناب رسولِ خدا کی قبر اطہر کا طواف کرنے لگیں اثنائے طواف میں رو رو کے یہ مرثیہ پڑھتی تھیں اور بین جگر خراش کرتی تھیں۔ **نوحہ**

اِنَّا فَقَدْنَاكَ فَقْدَ الْاَرْضِ وَابِلَهَا	وَاخْتَلَّ قَوْمُكَ فَاشْهَدْهُمْ وَلَا تَغِبْ

بابا! آپ ہم سے ایسے جُدا ہوگئے جیسے قحط کے زمانہ میں زمین سے بارش جُدا رہتی ہے۔ آپ کی قوم میں خلل پیدا ہوگیا ہے پس آپ اُن کے شاہد رہیں اور غائب نہ ہوں۔

قَدْ كَانَ بَعْدَكَ اَنْبَاءٌ وَهَنْبَثَةٌ	لَوْ كُنْتَ شَاهِدَهَا لَمْ تَكْثُرِ الْخُطَبُ

آپ کے بعد طرح طرح کی دُشواریاں اور مصیبتیں پیش آئیں۔ اگر آپ اُن کے دیکھنے والے ہوتے تو مصیبتیں اتنی نہ پڑتیں۔

قَدْ كَانَ جِبْرِيْلُ بِالْاٰيَاتِ يُؤْنِسُنَا	اِذْ غِبْتَ عَنَّا فَنَحْنُ الْيَوْمَ نُغْتَصَبُ

ایک زمانہ وہ تھا کہ جبرئیل ہم کو آیات قرآنی سُنا کر تسلی دیا کرتے تھے۔ بابا! آپ کی وفات کے بعد ایک زمانہ ایسا آگیا کہ لوگ ہمارا حق غصب کر رہے ہیں۔

فَكُلُّ اَهْلٍ لَهٗ قُرْبٰى وَمَنْزِلَةٌ	عِنْدَ الْاِلٰهِ عَلَى الْاَدْنَيْنَ تَقْتَرِبُ
اَبْدَتْ رِجَالٌ لَنَا نَجْوَى صُدُوْرِهِمْ	لَمَّا مَضَيْتَ وَحَالَتْ دُوْنَكَ الْكُتُبُ

ہر ایک نبی کے اہلبیت کو تمام آدمیوں سے زیادہ خدا کے نزدیک قرب و منزلت حاصل ہے لیکن اے بابا! آپ کے انتقال کے بعد جبکہ ہمارے اور آپ کے مابین مٹی کا ٹیلہ حائل ہوگیا تو لوگوں نے اپنے دلوں کی پوشیدہ باتیں ہمارے بارے میں ظاہر کر دیں۔

فَقَدْ رُزِيْنَا بِمَا لَمْ يُرْزَهٗ اَحَدٌ	مِنَ الْبَرِيَّةِ لَا عُجْمٌ وَلَا عَرَبُ

بابا! ہم پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں جو تمام مخلوق میں سے کسی پر نہیں پڑیں نہ عرب پر نہ عجم پر۔

فَقَدْ رُزِئْنَا بِهٖ مَحْضًا خَلِيْقَتُهٗ	صَافِي الضَّرَائِبِ وَالْاَعْرَاقِ وَالنَّسَبِ

ہم لوگ ایسے بزرگوار کی مصیبت میں مبتلا ہوئے ہیں جن کے اخلاق ہر طرح خالص تھے اور اُن کے خصائل۔ اصول اور اُن کا حسب و نسب پاک و پاکیزہ تھا۔

فَاَنْتَ خَيْرُ عِبَادِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ	وَاَصْدَقُ النَّاسِ حِيْنَ الصِّدْقِ وَالْكَذِبِ

اے بابا! آپ خدا کے تمام بندوں سے افضل ہیں اگرچہ سارا زمانہ جھوٹ بولے یا سچ کہے مگر آپ سب سے زیادہ سچّے ہیں۔

فَسَوْفَ نَبْكِيْكَ مَا عِشْنَا وَمَا بَقِيَتْ	مِنَّا الْعُيُوْنُ بِتَهْمَالٍ وَّ تَنْسَكِبُ

اے بابا! جب تک ہم زندہ ہیں آپ کے غم میں روتے رہینگے اور جب تک ہماری آنکھیں باقی رہینگی برابر وہ آنسوؤں کا مینہ برساتی رہینگی۔

سَيَعْلَمُ الْمُتَوَلِّيْ ظُلْمَ حَامَتِنَا	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنّٰى سَوْفَ يَنْقَلِبُ

اِس خاندان کے سرگروہ پر ظلم کرنیکا جو مہتمم بنا ہے قریب ہے کہ اُس کو معلوم ہوجائیگا کہ قیامت کے دن اُس کا ٹھکانا کہاں ہوگا۔

امامؑ فرماتے ہیں پس ابوبکر اپنے گھر چلا گیا اور اُس نے عمر بن خطاب کو بُلا بھیجا۔ جب وہ آگیا تو ابوبکر نے اُس سے کہا میں نے علیؑ ابن ابیطالب کو کبھی ایسا برتاؤ کرتے نہیں دیکھا جیسا کہ آج کے جلسہ میں اُنہوں نے میرے ساتھ سلوک کیا۔ اگر وہ ہمارے جلسہ میں بیٹھکر ایسی ہی باتیں کیا کرینگے تو وہ ضرور ہماری حکومت میں خرابی پیدا کر دینگے۔ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ عمر بولا علیؑ کو قتل کرا دے۔ خلیفہ جی نے کہا علیؑ کو قتل کون کر سکتا ہے؟ اُس نے کہا خالد بن ولید۔ چنانچہ دونوں نے خالد کو بلوایا۔ جب وہ آیا تو اُس سے کہا کہ اے خالد! ہم تجھ سے ایک بڑا کام لینا چاہتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا جو کام تمہارا جی چاہے مجھ سے لو گو وہ علیؑ ابنِ ابیطالب کا قتل ہی کیوں نہو۔ اُنہوں نے کہا کام تو یہی ہے! خالد نے کہا یہ بتاؤ کہ میں اُن کو قتل کب کروں؟ ابوبکر بولا جب وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لائیں تو تم اُن کے پہلو میں جا کھڑے ہونا۔ اور جب میں سلام پھیروں تم فوراً اُٹھکر اُن کی گردن اُڑا دینا۔ خالد نے کہا بہت اچھا! یہ باتیں اسماء بنت عمیس نے سُن لیں۔ وہ اُس وقت ابوبکر کے نکاح میں تھیں اُنہوں نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تو حضرت علیؑ ابن ابیطالب اور جناب فاطمۂ زہرا کی خدمت میں جا اور اُن دونوں کو میرا اسلام کہنے کے بعد یہ آیت سُنا اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ

لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۶۱۷ سطر ۸) (لونڈی نے تعمیل حکم کی تو) جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے سُنکر فرمایا تو جواب میں کہدیجیو اِنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يُرِيْدُوْنَ۔ (خداوند عالم اُن کے اور اُن کے ارادہ کے مابین حائل ہو جائیگا) پھر وہ حضرت اُٹھے اور نماز کے قصد سے وضو فرماکر مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکر کے پیچھے نماز میں کھڑے ہو گئے۔ خالد بن ولید بھی تلوار حمائل کیے برابر آ کھڑا ہوا۔ پس جب ابوبکر تشہد پڑھنے کے لیے بیٹھا تو اپنے حکم دینے پر نادم ہوا اور فتنہ وفساد اور حضرت علی علیہ السّلام کی شجاعت سے وہ خوف زدہ ہو گیا بہت دیر تک سوچتا رہا اور سلام پھیرنے کی جسارت نہ کرسکا لوگوں نے خیال کیا کہ کہیں ابوبکر کو نماز میں سہو ہو گیا۔ بالآخر وہ خالد کی طرف مُنہ کر کے کہنے لگا۔ میاں خالد! سنتے ہو جو حکم میں نے تمہیں دیا تھا اُس کی تعمیل نہ کرنا السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

"(**قولِ مترجم**) حضراتِ اہلسنّت جو سلام سے پہلے ہی اِدھر اُدھر مُنہ پھرا لیا کرتے ہیں ظاہرا اُس کی اصل یہیں سے ظاہر ہوتی ہے۔"

جب جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے خالد! ابوبکر نے تجھے کیا حکم دیا تھا (جس سے پھر منع کیا) اُس نے کہا آپ کی گردن اُڑا دینے کا (حکم دیا تھا) حضرتؑ نے فرمایا تو کیا تو ایسا ہی کرتا؟ اُس نے جواب دیا خدا کی قسم اگر یہ مجھکو منع نہ کرتا تو میں ضرور بعد سلام آپ کو قتل کر دیتا۔ امام فرماتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے اُسے پکڑ کر زمین پر دے مارا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ عمر نے کہا پروردگارِ خانۂ کعبہ کی قسم اب یہ خالد کو ضرور قتل کر دینگے۔ اور لوگ عرض کرنے لگے اے ابوالحسن! آپ کو خدا کا واسطہ اِس صاحب قبر کا صدقہ اب تو اسے چھوڑ دیجیے۔ حضرتؑ نے اُسے تو چھوڑ دیا پھر عمر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اُسکی ہنسلی کی ہڈی پکڑ لی اور فرمایا صہاکہ کے جنے! اگر جناب رسولِ خدا نے مجھ سے عہد نہ لے لیا ہوتا اور منجانب خدا امتحانِ امّت کا نوشتہ مقدر نہ ہو گیا ہوتا تو تُو اِسی وقت دیکھ لیتا کہ ہم میں سے مددگار کی حیثیت سے کون زیادہ کمزور ہے اور تعداد کی حیثیت سے کون گھٹا ہوا ہے۔ اِس کے بعد وہ حضرتؑ بیت الشرف میں تشریف لے گئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۵۷

اور اگر خدا کو یہی منظور ہے کہ مجھے حاکم بنائے تو میں اطاعت کے لیے حاضر ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ مجھے حاکم بنائیگا تو مجھے عصمت بھی عطا فرمائیگا اور میری مدد بھی کریگا۔ جناب لقمان فرشتوں کی آواز تو سُن رہے تھے مگر فرشتے اُن کو دکھائی نہ دیتے تھے۔

بس فرشتوں نے ایسی حالت میں کہ لقمان اُن کی آواز تو سنتے تھے اور اُن کو دیکھتے نہ تھے کہا کہ اے لقمان! آپ عذر کیوں فرماتے ہیں۔ لقمان نے جواب دیا بات یہ ہے کہ حکومت کی منزلیں بڑی کٹھن ہیں اور اُن پر ظلم کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اگر حاکم بحق فیصلہ کریگا تو تو نجات پائیگا اور اگر خطا کریگا تو جنّت کی راہ میں بھٹکتا ہی پھریگا۔ جو شخص دنیا میں شریف اور صاحب مرتبہ ہوکر آخرت میں ذلیل ہو تو اس سے تو یہ بہتر ہے کہ دنیا میں وہ ذلیل رہے اور آخرت میں اُس کو بزرگی حاصل ہو۔ اور جو شخص آخرت کو چھوڑ کے دنیا اختیار کرلیگا اُسے نہ دنیا ہی ملیگی اور نہ آخرت ہی نصیب ہوگی۔ حضرت لقمان کی یہ تقریر سُنکر ملائکہ بیحد متعجب ہوئے۔ جب رات کے وقت حضرت لقمان سو گئے تو خداوندِ عالم نے اُنکو حکمت عطا فرمائی۔ اب جو وہ بیدار ہوئے تو ہر بات حکمت سے کہتے تھے اور اِسی حکمت کی وجہ سے حضرت داؤدؑ نے اُن کو اپنا وزیر بنایا اور حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ اے لقمان! آپ بہت خوش نصیب ہیں کہ حکمت (دانائی) تو آپ کو مل گئی اور حکومت کی آزمائش سے آپ بچ گئے۔

تفسیرِ قمی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے کسی شخص نے حضرت لقمان کا حال دریافت کیا اور اُن کی حکمت کا جس کا ذکر خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ تو اُن جنابؑ نے ارشاد فرمایا کہ لقمان کو جو حکمت عطا فرمائی گئی تھی تو وہ نہ حسب و نسب کی وجہ سے تھی نہ مال و منال و اہل و عیال کی وجہ سے نہ اُس سے یہ مطلب ہے کہ اُن کا جسم کچھ بہت لمبا چوڑا تھا نہ یہ کہ وہ خوبصورتی میں بے مثل و بے مثال تھے بلکہ اُن کو حکمت اس لیے دی گئی تھی کہ وہ خدا تعالےٰ کے احکام بجا لانے میں بڑے مضبوط آدمی تھے اور خدا تعالےٰ کی خوشنودی کے لیے زہد برتتے تھے۔ بڑے سکینہ اور وقار والے تھے۔ معاملات میں گہری نظر رکھتے تھے۔ مصنوعاتِ الٰہی میں بہت غور و فکر کیا کرتے تھے۔ رائے اُن کی بڑی بلیغ تھی۔ عبرتوں کے حاصل کرنے میں وہ بہت مشقت کیا کرتے تھے۔ دن کو ذرا نہ سوتے تھے اور کبھی کسی شخص نے اُن کو پیشاب کرتے یا پاخانہ پھرتے یا نہاتے نہیں دیکھا تھا کیونکہ وہ ایسے امور کے لیے بہت پوشیدہ جگہ اختیار کرتے تھے۔ ایسے ہی اپنے اور معاملات میں بھی سخت حفاظت کرتے تھے۔ اور اپنی رائے کا عام آدمیوں پر اظہار ہونے دیتے تھے کیونکہ اُن کو اس کا خوف ہر وقت لگا رہتا تھا کہ مبادا اس میں خدا کی نافرمانی ہو۔ نہ کبھی کسی چیز سے ہنسے اور نہ غضبناک ہوئے اور نہ کبھی کسی شخص سے مزاح کیا۔ دنیا کی چیزوں میں سے جو بات میسّر آئی اُس پر کبھی خوش

نہیں ہوئے۔ اور جو ہاتھ سے نکل گئی اُس پر رنج نہیں کیا۔ عورتوں سے شادیاں کیں اور
اُن سے اولاد بھی اُن کی بہت ہوئی۔ اور بہت سی اُن کے سامنے ہی مر بھی گئی مگر وہ
کسی کی موت پر نہیں روئے۔ اور جب دو ایسے آدمیوں کے پاس سے اُن کا گزر ہوا جنکو
لڑتے جھگڑتے پایا تو اُن میں صلح ضرور ہی کرا دی۔ اور اُن دونوں کے پاس سے نہ آتے
تھے جب تک وہ دونوں آپس میں دوست نہو جاتے تھے۔ اور جب کسی آدمی سے
کوئی ایسی بات سُنی جو اُنہیں پسند آئی تو اُس کا مطلب بھی اُس سے دریافت کیا اور ماخذ
بھی پوچھا کہ تم نے یہ بات حاصل کس سے کی؟ وہ ہمیشہ عالموں اور حکیموں کے پاس
زیادہ بیٹھتے تھے اور وہ حاکموں اور بادشاہوں کے پاس بھی آیا جایا کرتے تھے۔ حکام
سے جو غلط فیصلے ہو جاتے تھے اُن پر افسوس کیا کرتے تھے اور بادشاہوں کو خدا کی
طرف سے جو عزت ملی ہوئی ہے اور اُس سے اُن کو ایسا اطمینان ہو گیا ہے (کہ وہ
آخرت کو بھولے ہوئے ہیں) اِس کے سبب سے اُن پر ترس کھایا کرتے تھے اور عبرت
بھی حاصل کیا کرتے تھے اور ایسی باتیں سیکھتے تھے جس سے اپنے نفس کو دبا سکیں اور
خواہش کا مقابلہ کر سکیں اور شیطان سے بچ سکیں۔ اور غور و فکر کر کے اُس پر غالب آ سکیں۔
اور اپنے نفس کا عبرتوں سے علاج کرتے رہیں۔ اور کسی پر ایسی چیز کا طعنہ نہیں کرتے
تھے جس سے خود بری نہوں۔ انہی باتوں کی وجہ سے اِن کو حکمت و عصمت عطا کی گئی تھی۔
ایک دن ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ وہ قیلولہ فرما رہے تھے اور اُن کی آنکھ ذرا کی ذرا
بند ہوئی تھی خدا تعالے نے فرشتوں کے بعض گروہوں کو حکم دیا اور اُنہوں نے حضرت
لقمان کو اِس طرح سے کہ وہ اُن کی آواز تو سُنتے تھے اور دیکھتے نہ تھے پکارا اور اُن سے
یہ کہا کہ اے لقمان! تم یہ چاہتے ہو کہ خدا تعالے زمین میں تم کو اپنا خلیفہ مقرر کر دے کہ
تم لوگوں کے جھگڑے فیصل کیا کرو؟ اِس کے جواب میں حضرت لقمان نے کہا کہ اگر
میرے پروردگار نے حکماً یہ بات میرے لیے مقرر کی ہے تو تو مجھے بغیر قبول کرنے کے چارہ
ہی کیا ہے اِس لیے کہ جب میں اِسے قبول کرونگا تو وہ خود میری اعانت بھی فرمائیگا فیصلہ
کرنیکا طریقہ بھی مجھے سکھائیگا اور اِس سے بھی مجھے بچائیگا کہ میرے ہاتھ سے کوئی بات
بیجا ہو جائے۔ اور اگر خدا تعالے نے قبول کرنے نہ کرنے میں مجھے مختار فرمایا تو میں تو
عافیت ہی کو قبول کرونگا۔ فرشتوں نے دریافت کیا کہ اے لقمان! ایسی بات تم نے
کیوں کہی؟ اُنہوں نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمیوں کے جھگڑوں کو طے کرنا دین
کی منزلوں میں سے سب سے زیادہ سخت منزل ہے اور اِسی میں سب سے بڑی آزمائش ہے۔

خصوصاً اُس صورت میں جبکہ خدا کی طرف سے مدد نہ ملے اور یونہی چھوڑ دیا جائے اِس لیے کہ ظلم تو ایسے شخص کو ہر طرف سے آگھیرتا ہے اور وہ دو حالتوں میں پھنس جاتا ہے اگر اُس کا فیصلہ ٹھیک ہو گیا تو تو امید ہوتی ہے کہ بچ جائے اور اگر فیصلہ میں غلطی کی تو پھر جنت کے راستے سے دور جا پڑتا ہے اور جو شخص دنیا میں کمزور و ذلیل رہے اُس کی نسبت امید ہے عاقبت میں شریف و عزیز تر ہو بلکہ اُس کا حکم چلے۔ اور جس نے عاقبت کے مقابلہ میں دنیا کو اختیار کرلیا وہ دونوں جہان سے گیا گزرا ہو گیا دنیا تو فنا ہونیوالی ہے یوں گئی۔ اور عاقبت کو اُس نے اختیار ہی نہ کیا تھا وہ یوں نہ ملی۔ امام علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے بھی اُن کی ایسی حکمت کی باتوں پر تعجب کیا اور خدا تعالےٰ کو بھی اُن کی یہ گفتگو پسند آئی۔ چنانچہ جب شام ہوئی اور شب کو وہ اپنے بستر پر سوئے تو خدائے تعالےٰ نے اُن پر اپنی حکمت نازل فرمائی اور اُس نے سوتے ہی ہیں اُن کو سر سے پاؤں تک ڈھانپ لیا اب جو وہ بیدار ہوئے تو اُس زمانہ میں اُن سے زیادہ دانا کوئی نہ تھا۔ جب گھر سے نکل کر لوگوں کے پاس آئے تو جو بات کہتے تھے سراپا حکمت ہی حکمت ہوتی تھی اور اُنکی حکمت تمام عالم میں پھیل گئی امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جب لقمان کو خلافت کی خوشخبری دیگئی اور اُنہوں نے اُس کو قبول نہ کیا تو خدا تعالےٰ نے فرشتوں کو حکم دیا اور اُنہوں نے وہ خلافت کی خوشخبری داؤد علیہ السلام کو جا سنائی اور اُنہوں نے بغیر کسی ایسی شرط کے جو لقمان علیہ السلام نے کی تھی اُسے قبول فرمالیا تو خدا تعالےٰ نے زمین کی خلافت داؤدؑ کو عطا فرمائی اور اِس میں کئی مرتبہ اُن کی آزمائش کی اور اُن سے اِس کے بارے میں لغزشیں بھی سرزد ہوئیں جن کی بابت خدا تعالےٰ نے اُن کا عذر قبول فرما لیا اور اُن کو معاف کردیا۔ حضرت لقمان اکثر حضرت داؤدؑ کی زیارت کو جایا کرتے تھے اور اُن کو بہت سی نصیحت کی باتیں بوجہ وفور علم کے سُنا آیا کرتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام اُن سے فرمایا کرتے تھے کہ اے لقمان! خوشا حال تمہارا! کہ تمہیں حکمت عطا کی گئی اور تم آزمائش سے بچالیے گئے اور مجھ داؤدؑ کو خلافت عطا کی گئی اور میں حکومت کی آزمائشوں کے جھگڑے میں پڑ گیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۵۷

دوسری روایت میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جس کو خدا تعالےٰ کوئی نعمت عطا فرمائے اور وہ دل سے اُس کا اقرار کرے تو اُس نعمت کا شکر ادا ہو جائیگا۔

اُنہی جناب سے مروی ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت موسٰے کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسٰے! میری نعمتوں کا کما حقہٗ شکریہ ادا کیا کرو۔ حضرت موسٰے نے عرض کی اے میرے پروردگار! میں تیرا شکریہ کما حقہٗ کیونکر بجالاسکتا ہوں حالانکہ میرا شکر کرنا بھی تو تیری ہی ایک نعمت ہے۔ ارشادِ باری ہوا اے موسٰے! جبکہ تم نے یہ سمجھ لیا کہ یہ توفیقِ شکر بھی میری ہی طرف سے ہوتی ہے تو اب پورا پورا شکریہ ادا کر دیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۶۵۷

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک شخص جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ حضرتؐ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ نیکی کر۔ اُس نے عرض کی پھر کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ۔ اُس نے عرض کی پھر کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا اپنے باپ کے ساتھ۔

جنابِ امام رضا علیہ السّلام سے کسی نے پوچھا یا ابن رسولؐ اللہ! اگر میرے والدین مذہبِ حق نہ رکھتے ہوں تو کیا جب بھی میں اُن کے لیے دعائے خیر کیا کروں؟ فرمایا تو اُنکے واسطے دعا بھی مانگ اور اُن کی طرف سے خیرات بھی کیا کر۔ اور اگر وہ دونوں زندہ ہوں اور حق کے شناسا نہوں تو بھی تو اُن کے ساتھ مُدارات کیا کر اِس لیے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ نے مجھے اِس لیے نبی مقرر کیا ہے کہ میں بندگانِ خدا کو صلۂ رحمی کی نصیحت کیا کروں۔ نافرمانیٔ والدین کا حکم دینے کے لیے خدا نے مجھے مبعوث نہیں فرمایا۔

عیون الاخبار میں اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے گو وہ مشرک بھی ہوں البتہ نافرمانیٔ خدا میں نہ اُن کی اطاعت کرنا چاہیے نہ کسی اور کی کیونکہ ایسے کاموں میں جو خالق کی نافرمانی کا باعث ہوں کسی مخلوق کی اطاعت کرنا حرام ہے۔

مصباح الشریعہ میں ہے کہ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا معرفتِ باریتعالےٰ کی بہترین قسم ہے اِس لیے کہ کوئی عبادت اتنا جلد بندوں کو رضائے خدا تک نہیں پہنچا سکتی جتنا کہ خدا تعالےٰ کی خوشنودی کے لیے مسلمان ماں باپ کی عزّت و تعظیم کرنا۔ اِس لیے کہ والدین کا حق خدا تعالےٰ کے حقوق سے نکلا ہے بشرطیکہ ماں باپ دونوں دیندار ہوں اور اولاد کو طاعتِ خدا سے منع کرکے اُسکی

نافرمانی کا مرتکب نہ بناتے ہوں اور یقین سے ہٹا کر شک میں نہ پھنساتے ہوں اور دین سے جُدا کر کے دنیا کی جانب رغبت نہ دلاتے ہوں۔ اور اگر وہ دونوں امور مذکورہ کے خلاف کرتے ہوں تو اُن کی مخالفت کرنا خدا کی اطاعت ہے اور اُن کی اطاعت کرنا خدا کی نافرمانی ہے۔ اِسی کے بارے میں خدا تعالے فرماتا ہے" وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (دیکھو صفحہ ۶۵۷ سطر ۷) البتہ زندگانی دنیا میں تم اُن کی مُدارات کرتے رہو اور اُن کے ساتھ بہ نرمی پیش آتے رہو اور جو تکلیف وہ دیں اُس کی برداشت کرتے رہو۔ اِسی طرح جس طرح کہ اُنہوں نے بچپن میں تمہاری خاطر تکلیفیں برداشت کی تھیں اور جتنی وسعت خدا نے تمہیں کھانے پینے میں دے رکھی ہو اُس کے مقابلہ میں تم اُن کی خدمت بجالانے میں تنگی نہ کیا کرو اور بگڑ کر اُن کی طرف سے مُنہ نہ پھیرا کرو اور اُن کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کیا کرو کیونکہ اُن کی عظمت و بزرگی کا خدا تعالے نے حکم دیا ہے اور جب اُن سے کوئی بات کہا کرو تو اچھی اور نرم زبان سے کہا کرو اِس لیے کہ نیکی کرنیوالوں کا اجر خدا تعالے برباد نہیں کرتا۔

کافی میں اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ کسی نے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے آیہ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ط کی تفسیر دریافت کی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اُن والدین سے جن کی شکر گزاری خدا نے واجب کی ہے وہ دو بزرگوار مراد ہیں جن سے علم پیدا ہوا اور جنہوں نے حکمت میراث میں پائی۔ اللہ تعالے نے اُنہی دونوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ پھر فرمایا اِلَيَّ الْمَصِيْرُ کے یہ معنی ہیں کہ تمام بندوں کی بازگشت اُسی کی حضور میں ہے اور خدا کا راستہ بتلانیوالے وہی والدین ہیں۔ پھر واؤ عطف لا کے وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ سے ابن حنتمہ (عمر) اور اُس کے یار (ابو بکر) کو مُراد لیا ہے۔ اِس قول میں عام طور سے بھی اُنہی کی طرف اشارہ ہے اور خاص طور سے بھی پھر خدا تعالے اپنی وصیّت میں یہ فرماتا ہے کہ جب یہ دونوں اطاعتِ خدا سے تمکو ہٹانا چاہیں تو تم اُن کی اطاعت نہ کرو۔ اور انکی بات نہ سنو۔ پھر خدا نے اپنے قول (وَصَاحِبْهُمَا) کو وَالِدَيْكَ سے ربط دیا اور فرمایا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا مطلب یہ ہے کہ اِن دونوں کی فضیلت لوگوں سے بیان کرو اور لوگوں کو ان کی راہ کی طرف بلاؤ جیسا کہ ارشادِ باریتعالے وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ج ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ سے ظاہر ہے حضرتؑ فرماتے ہیں کہ تمہاری بازگشت خدا کی طرف ہو گی پھر ہماری طرف پس تم لوگ خدا تعالے سے ڈرو اور والدین کی نافرمانی نہ کیا کرو کیونکہ اُن دونوں کی رضامندی خدا تعالے کی رضا

کا سبب ہے اور اُن کی ناراضی خدا تعالےٰ کی ناراضی کا باعث۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۶۵۸

تفسیر قمیؒ میں خدا تعالےٰ کے اُس قول کی جو وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ سے شروع ہو کر لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ پر ختم ہوا ہے۔ تفسیر میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ منقول ہے کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو بہت سی نصیحتیں فرمائیں منجملہ اُن نصیحتوں کے یہ باتیں بھی تھیں کہ اُنہوں نے فرمایا اے میرے (پیارے) بیٹے! جس وقت سے تم دنیا میں آئے ہو اُس کی طرف پیٹھ کیے ہوئے ہو اور آخرت کی طرف مُنہ۔ پس وہ مکان جس کی طرف تم چلے جا رہے ہو وہ تم سے بہ نسبت اُس مکان کے زیادہ قریب ہے جس سے تم ہٹتے جاتے ہو۔ اے میرے (پیارے) بیٹے! تم علما کی صحبت میں بیٹھا کرو۔ اور مؤدب بیٹھا کرو اور اُن سے بیجا جھگڑا نہ کرنا ورنہ وہ تمہیں اپنی صحبت میں آنے سے منع کر دینگے اور دنیا میں سے اتنا لینا جتنا تمہاری واقعی ضرورتوں کو کافی ہو جائے۔ اور بالکل دُنیا کو چھوڑ بھی نہ دینا کہ تم اور لوگوں کے اوپر اپنا بار ڈالدو اور اتنا دنیا میں گھُسنا بھی نہیں کہ اپنی آخرت کو ضرر پہنچا لو۔ اور روزہ رکھنا کہ وہ شہوتِ نفسانی کو کم کر دیتا ہے مگر ایسا روزہ نہ رکھنا جو تمہیں نماز سے روکے۔ اِس لیے کہ نماز اللہ کو روزہ کی نسبت زیادہ پیاری ہے۔ اے میرے (پیارے) بیٹے! دنیا بڑا گہرا سمندر ہے جس میں بہت سی مخلوق ہلاک ہو چکی ہے۔ پس تم اس میں ایمان کو تو اپنی کشتی قرار دو اور توکّل کو اُس کا بادبان بناؤ۔ اور تقوےٰ کو اپنی زادِ راہ قرار دو پس اگر نجات پا جاؤ تو سمجھنا کہ خدا کی رحمت کے سبب نجات پائی اور اگر نجات نہ پائی تو سمجھنا کہ اپنے گناہوں کے وبال کے سبب نہ پائی۔ اے میرے (پیارے) بیٹے! اگر بچپن میں تم ادب سیکھو گے تو بڑے ہو کر اُس سے فائدہ اُٹھاؤ گے۔ جسکو ادب کی پروا ہوگی وہ اِس کا اہتمام بھی کریگا اور جو اِس کا اہتمام کریگا وہ علم حاصل کرنیکی تکلیف برداشت کریگا۔ اور جو حصولِ علم کی تکلیف برداشت کریگا وہ طلبِ علم کی دقتیں بھی جھیلیگا۔ اور جو طلبِ علم کی دقتیں جھیل لیگا وہ اُسکا نفع بھی حاصل کر لیگا۔ پس تم علم کو عبادت سمجھکر حاصل کرو کہ اُس سے تم اپنے بزرگوں کا نام بھی روشن کروگے اور اپنی آیندہ نسلوں کو بھی اُس سے نفع پہنچاؤ گے۔ امید کرنیوالے علم کے سبب سے تمہارے امیدوار بنینگے اور ڈرنیوالے تمہارے علمی دبدبہ سے خائف ہونگے۔ اور علم کے حاصل کرنے میں سُستی کو تو پاس بھٹکنے ہی نہ دینا۔ اور دوسری چیزوں کی اُس کے مقابلہ میں طلب نہ کرنا اِس لیے کہ اگر طلبِ دنیا تم پر غالب آگئی تو تم آخرت پر غالب نہ آؤ گے اور جب طلبِ علم تم سے

چھوٹ گئی تو آخرت تم سے ضرور چھوٹ جائیگی۔ اور تم اپنے دن میں رات میں اور گھڑیوں میں اپنی ذات کے لیے طلب علم کا کچھ وقت ضرور رکھو کیونکہ اس سے زیادہ تضیعِ اوقات اور کسی بات کو نہ پاؤ گے کہ علم آگے حاصل کرنیکا کوئی وقت ہی نہ رکھو۔ اور بیہودہ جھگڑنیوالے سے کبھی بحث نہ کرنا اور عالمِ دین سے کج بحثی نہ کرنا اور بادشاہ سے کبھی دشمنی نہ کرنا اور ظالم بنکے کبھی راستہ نہ چلنا اور نہ کسی ظالم سے دوستی کرنا اور کسی ایسے فاسق کے بھائی نہ بننا جو بیہودہ بکنے والا ہو اور جو شخص بدنام ہو اُس کی صحبت میں نہ بیٹھنا اور علم کو اس طرح جمع کرنا جیسے روپیہ (پیسہ) جوڑکے رکھتے ہو۔ اے میرے (پیارے) بیٹے! اللہ سے اِس طرح ڈرنا کہ اگر قیامت کے دن تمام جنوں اور آدمیوں کی نیکی کے برابر نیکی تم لیکر آؤ تب بھی تمہیں یہ خوف ضرور رہے کہ شاید خدا تمہیں عذاب دیدے۔ اور امید خدا سے ایسی رکھنا کہ اگر قیامت کے دن تمام جنوں اور آدمیوں کے برابر تم گناہ بھی لیکر آؤ تو بھی تمہیں اپنی یہی امید ہو کہ خدا تمہیں ضرور بخشدیگا۔ اِس پر اُن کے بیٹے نے عرض کی کہ باباجان! دل تو میرا ایک ہی ہے۔ اِن دونوں باتوں کو اِس میں کیسے جگہ دوں تو حضرت لقمان نے اُن سے فرمایا کہ اے میرے (پیارے) بیٹے! اگر مومن کا دل نکالکر دو ٹکڑے کیا جائے تو اُس میں دو نور پائے جائینگے۔ ایک نور خوفِ خدا کے لیے ہوگا۔ دوسرا رجا (امید) کے لیے۔ اگر اِن دونوں کو تولا جائے تو ایک دوسرے سے ذرّہ بھر بھی نہ بڑھیگا۔ پس جو شخص خدا پر ایمان رکھتا ہے اللہ تعالےٰ نے جو کچھ فرمایا ہے سب کی وہ تصدیق کریگا اور جو خدا تعالےٰ کے اقوال کی تصدیق کریگا تو خدا تعالےٰ نے جن چیزوں کے متعلق حکم دیا ہے وہ اُن سب کو بجا لائیگا اور جو خدا تعالےٰ کے احکام بجا نہیں لایا اُس نے گویا خدا تعالےٰ کے اقوال کی تصدیق بھی نہ کی اِس لیے کہ یہ تو ایسے کام ہیں کہ ایک دوسرے کی گواہی دیتے ہیں۔ پس جو اللہ پر سچے دل سے ایمان رکھتا ہے وہ عمل بھی خدا کے لیے خالص کرتا ہے اور جو خالص خدا کے لیے عمل کرتا ہے اُس کا ایمان بھی خدا کے لیے سچا ہی ہوتا ہے اور جو شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ سے ڈرتا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اللہ سے محبت بھی یقینی رکھتا ہے اور جو اللہ سے محبت رکھتا ہے وہ خدا کے حکم کی پیروی بھی یقیناً کرتا ہے اور جو خدا تعالےٰ کے حکم کی پیروی کرتا ہے اُس کے لیے خدا کی جنت اور خدا کی رضامندی لازم ہے اور جو خدا تعالےٰ کے حکم کی پیروی نہیں کرتا وہ غضبِ خدا کو سہل سمجھتا ہے اور خدا کے غضب سے ہم تو خدا ہی کی پناہ مانگتے ہیں۔ اے میرے (پیارے) بیٹے! دنیا کی طرف مائل نہ ہوجیو اور اپنے

دل کو اِس میں نہ پھسائیو اِس لیے کہ خدا تعالےٰ نے دنیا سے زیادہ ذلیل کوئی مخلوق پیدا ہی نہیں کی۔ کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی (اُس کی ذلت تو اِسی سے ثابت ہے کہ) نہ دنیا کی نعمتوں کو اطاعت کرنیوالوں کی اطاعت کا صلہ قرار دیا ہے اور نہ اُس کی تکلیفوں کو نافرمانوں کی نافرمانی کا عذاب ٹھہرایا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۶۷

تفسیرِ قمی میں جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے اِس آیت کی شانِ نزول اِس طرح مروی ہے کہ جب حضور سرورِ عالم نے جناب خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد سے عقد کر لیا تو ایک دن وہ جناب مالِ تجارت لیکر بازارِ عکاظہ میں تشریف لیگئے۔ وہاں زید کو فروخت کرتے ہوئے پایا۔ یہ بھی دیکھا کہ وہ ذہین و ہوشیار لڑکا ہے۔ اِس لیے آنحضرتؐ نے اُس کو خود ہی خرید لیا۔ جب آنحضرتؐ رسالت پر مامور ہوگئے تو اُسے بھی اسلام کی دعوت دی اور اُس نے اسلام قبول کر لیا۔ اور جناب رسولِ خداؐ کا غلام کرکے مشہور ہوگیا۔ جب اُس کے باپ حارثہ بن شراحیل کلبی کو زید کا حال معلوم ہوا تو وہ مکہ میں حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حارثہ جلیل القدر آدمی تھا اُس نے کہا کہ اے ابوطالب! میرا بیٹا قید ہوگیا تھا۔ اب مجھے خبر ملی ہے کہ وہ تمہارے بھتیجے کے پاس ہے۔ آپ اپنے بھتیجے سے فرمایئے کہ یا تو اُسے میرے ہاتھ بیچڈالیں یا اُس کا فدیہ لےلیں یا آزاد کر دیں۔ حضرت ابوطالب نے یہ سارا واقعہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے زید کو آزاد کیا۔ جہاں اُسکا جی چاہے چلا جائے۔ پس حارثہ اُٹھا اور اُس نے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کے کہا کہ اے فرزند اسلئے آپ میرے ہمراہ چل اور اپنے حسب ونسب میں جا مل۔ زید نے جواب دیا کہ میں تو جناب رسولِ خداؐ کو کبھی نہ چھوڑونگا اور ہرگز آنحضرتؐ کے قدموں سے جُدا نہونگا۔ حارثہ نے کہا کہ اے فرزند! کیا تو اپنے خاندانی حسب ونسب کو چھوڑکر قریش کا غلام بننا گوارا کرتا ہے زید نے جواب دیا کہ میں جب تک زندہ ہوں جناب رسولِ خداؐ کی خدمت سے کبھی الگ نہونگا۔ یہ سُنکر اُس کے باپ حارثہ کو غصہ آیا اور اُس نے کہا کہ اے گروہِ قریش! تم سب گواہ رہنا کہ میں زید سے بیزار ہوں اور یہ اِس وقت سے میرا بیٹا نہیں ہے جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا اے قوم گواہ رہو کہ زید اِس وقت سے میرا بیٹا ہے۔ میں اِسکا وارث ہوں اور یہ میرا وارث ہوگا۔ پس اُس دن سے زید فرزندِ رسولِ خداؐ کہے جانے لگے اور جناب رسولِ خداؐ زید سے بیحد محبت رکھتے تھے اور اُن کو پیارا زید فرمایا کرتے تھے۔

جب آنحضرتؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو زینب بنت جحش سے زید کا نکاح بھی کر دیا
ایک دن زید آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے۔ دریافتِ حال کے لیے آنحضرتؐ
بہ نفسِ نفیس زید کے مکان پر تشریف لے گئے۔ حضرتؐ نے دروازہ کے کواڑ کھولے۔
زینبؓ بہت حسین عورت تھی۔ وہ اپنے حجرہ میں بیٹھی ہوئی خوشبو پیس رہی تھی۔ آنحضرتؐ
کی نظر اُس پر جا پڑی پس آنحضرتؐ نے یہ دعا پڑھی سُبْحَانَ اللّٰہِ خَالِقِ النُّوْرِ وَتَبَارَكَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ
یعنی میں تسبیح کرتا ہوں خدا کی جس نے نور کو پیدا کیا ہے اور بڑا برکت والا ہے اللہ جو
سب بنانیوالوں سے اچھا ہے"۔ پس آنحضرتؐ اُلٹے پاؤں اپنے بیت الشرف کی طرف
واپس چلے آئے۔ جب زید اپنے مکان میں آئے تو زینبؓ نے جنابِ رسولِؐ خدا کا تشریف
لانا اور ارشاد فرمانا زید سے بیان کیا۔ زید نے کہا اے زینبؓ! تم یہ چاہتی ہو کہ میں تمکو
طلاق دیدوں تاکہ جنابِ رسولؐ خدا تم سے نکاح کرلیں۔ شاید آنحضرتؐ کے دل پر
تمہارا اثر ہو گیا ہو۔ زینبؓ نے جواب دیا مجھے یہ ڈر ہے (کہیں) ایسا نہ ہو کہ تم تو مجھے
طلاق دیدو اور پھر جنابِ رسولِؐ خدا (بھی) مجھ سے نکاح نہ کریں۔ پس زید جنابِ رسولِؐ خدا
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہو جائیں
مجھ سے زینبؓ نے ایسا ایسا بیان کیا ہے۔ اگر حضور کی مرضی ہو تو میں زینبؓ کو طلاق
دیدوں پھر آپ اُس سے نکاح کرلیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے زید! خدا سے ڈر اپنے
گھر کو جا اور زینبؓ کو اپنی زوجیت میں رہنے دے۔ پھر خداوند عالم نے اِس واقعہ کو
اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ سے وَكَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا تک کی آیتوں میں بیان
کیا ہے۔ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۶۶۷ سطر ۹) جب خدا نے بالائے عرش حضور سرورِ عالم
کا نکاح زینبؓ کے ساتھ کر دیا تو منافقوں نے کہا دیکھو ہم پر تو بیٹوں کی بیبیاں حرام
کر دی ہیں اور خود اپنے بیٹے زید کی زوجہ سے اپنا نکاح کر بیٹھے۔ پس خدا تعالےٰ نے
اُن کی رد میں یہ آیتیں نازل فرمائیں وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۔۔ یَهْدِی
السَّبِیْلَ ○ (دیکھو صفحہ ۶۶۷ سطر ۱)

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۶۶۷

تفسیر قمی میں ہے کہ خدائے عزّ وجلّ نے
مومنین کو رسولؐ کی اولاد اور رسولؐ کو مومنین
کا باپ قرار دیا ہے۔ مومنین میں سے جو شخص اپنی حفاظت نہ کر سکے اور اُس کے پاس
مال نہو اور اُس کا کوئی ولی نہو تو خدا نے اپنے رسولؐ کو اُسکا ولی بنایا ہے اور مومنین
کے نفسوں پر رسولؐ کو حاکم مقرر کیا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے غدیرِ خم کے مقام پر ارشاد

فرمایا اَیُّھَا النَّاسُ! اَلَسْتُ اَوْلیٰ بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ۔" اے لوگو! کیا میں تمہارے
نفسوں پر حاکم نہیں ہوں ؟" سب نے جواب دیا بیشک آپ ہمارے حاکم ہیں۔ پس حضرتؐ
نے اُن لوگوں پر اپنی ولایت کی طرح امیر المؤمنین علیہ السّلام کی ولایت بھی واجب و
لازم فرمادی۔ اور ارشاد فرمایا اَلَا فَمَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ خبردار
ہوجاؤ! جس کا میں حاکم اور مولا ہوں یہ علیؑ ابنِ ابیطالب بھی اُس کے حاکم و مولا ہیں۔
جبکہ خدا نے اپنے رسولؐ کو مؤمنین کا باپ قرار دیدیا اور اُن کی کفالت اور یتیموں کی
تربیت آنحضرتؐ پر لازم فرمائی تو آنحضرتؐ نے بالائے منبر ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو!
تم میں سے جو کوئی مرجائے تو اُسکا مال اُس کے وارثوں کو ملیگا اور اگر وہ مقروض
مریگا یا جائداد چھوڑیگا تو اُس کا قرض میں ادا کرونگا اور جائداد میری طرف منتقل ہوجائیگی
پس خدا تعالے نے جنابِ رسولؐ خدا پر مومنین کے وہ حقوق واجب کیے جو باپ پر
اولاد کے ہوتے ہیں اور مومنین پر وہ حقوق واجب فرمائے جو اولاد پر باپ کے ہوتے
ہیں مثلاً اطاعت وغیرہ۔ اور جو باتیں جنابِ رسولِ خدا پر واجب ہوئی تھیں وہ سب
آنحضرتؐ کے بعد جنابِ امیر المومنین علیہ السّلام اور اُن کے بعد یکے بعد دیگرے
گیارہ اماموں پر لازم ہوئیں۔ اور اِس دعوے پر کہ جنابِ رسولِ خدا اور جناب
امیرالمؤمنین تمام مسلمانوں کے باپ ہیں خدا کا یہ قول وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا
بِہٖ شَیْئًا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۱۳۲ سطر آخر) دلیل
ہے اِس لیے کہ اِس آیت میں والدین سے جنابِ رسولِ خدا اور جنابِ امیرالمؤمنین
مراد ہیں۔ اور جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہود عام طور پر ایمان
اِسی آیت کے سبب سے لائے کہ اُنھوں نے سمجھ لیا کہ ہماری جانیں اور ہمارے بال بچے
سب مامون و محفوظ رہینگے۔

علل الشرائع میں ہے کہ جنابِ امام موسےٰ کاظم علیہ السّلام سے کسی نے دریافت
کیا کہ جنابِ رسولِ خدا کی کنیت ابوالقاسم کیوں قرار پائی؟ فرمایا وجہ یہ ہے کہ اُن جنابؐ
کا ایک فرزند تھا جس کا نام قاسم تھا۔ اُسی کے نام پر آنحضرتؐ کی کنیت ابوالقاسم
قرار پائی۔ پھر سائل نے عرض کی یابن رسول اللہ! اگر حضور مجھے اِس قابل جانتے ہوں تو
کچھ اور توضیح فرمادیجیے۔ فرمایا تم کو یہ بات معلوم ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ
میں اور علیؑ ابنِ ابیطالب اِس اُمّت کے باپ ہیں؟ اُس نے عرض کی جی ہاں اے
فرزندِ رسولؐ! بے مجھے معلوم ہے۔ فرمایا تم یہ بھی جانتے ہو کہ جنابِ رسولِ خدا ساری اُمّت

کے باپ ہیں اور امّت میں جناب علیؑ ابن ابیطالب بھی داخل ہیں۔ اُس نے عرض کی بیشک! فرمایا یہ بھی تم کو علم ہے کہ علیؑ ابن ابیطالب جنّت و نار کے قاسم ہیں؟ اُس نے عرض کی ہاں یابن رسولؐ اللہ! فرمایا پس اسی وجہ سے حضرتؐ کی کنّیت ابوالقاسم ہوئی کہ وہ قاسم جنّت و نار کے باپ ہیں۔ اُس نے عرض کی اے مولا! جنابِ رسولِ خدا کے باپ ہونیکا کیا مطلب ہے؟ فرمایا جس طرح باپ اپنی اولاد پر مہربان ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام اُمّت پر جنابِ رسولؐ خدا مہربان تھے اور ساری اُمّت سے جنابِ علیؑ ابنِ ابیطالب افضل ہیں اور جنابِ رسولِ خدا کے بعد جنابِ علیؑ ابنِ ابیطالب اُمّتِ رسولؐ پر مثل رسولؐ کے مہربان تھے اس لیئے کہ وہ حضرتؑ جنابِ رسولؐ خدا کے وصی اور خلیفہ اور اُمّت کے امام تھے۔ اسی وجہ سے جنابِ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اس اُمّت کا باپ ایک میں ہوں اور دوسرے علیؑ ابن ابیطالب ہیں۔ پھر بالائے منبر ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرضہ یا جائداد چھوڑے اُس کا قرضہ میں ادا کرونگا اور اُس کی جائداد میرا حق ہے۔ اور اگر مال چھوڑے تو اُس کے وارثوں کو ملیگا۔ پس اسی سبب سے جنابِ رسولؐ خدا بہ نسبت اپنے امتیوں کے اُنکے ماں باپ سے اور اُن کے نفسوں سے اولےٰ ہوئے۔ اسی طرح آنحضرتؐ کے بعد جنابِ امیرالمؤمنین سب سے اولےٰ قرار پائے اور جو بات جنابِ رسولؐ خدا کو اُمّت کے مقابلہ میں حاصل تھی وہی جنابِ امیرالمؤمنین کو حاصل ہوئی۔

کافی میں ہے سلیم ابنِ قیس ہلالی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ ابنِ جعفر طیارؓ سے سُنا ہے وہ کہہ رہے تھے کہ میں معاویہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور جنابِ امام حسن اور جنابِ امام حسین علیہما السّلام اور حضرت عبد اللہ ابنِ عباسؓ اور عمر بن امِّ سلمہؓ اور اسامہؓ بن زیدؓ بھی وہاں موجود تھے پس مجھ سے اور معاویہ سے ایک امر میں گفتگو ہونے لگی۔ میں نے معاویہ سے کہا کہ میں نے خود سُنا ہے کہ جنابِ رسولِ خدا فرما رہے تھے کہ میں تمام مومنوں کے نفسوں پر حاکم ہوں۔ پھر میرے بعد علیؑ بن ابیطالب میرے بھائی تمام مومنین پر حاکم ہیں۔ علیؑ کی شہادت کے بعد اُن کے بڑے بیٹے حسنؑ ابن علیؑ تمام مومنوں کے حاکم ہیں۔ پھر اُن کے بعد میرا فرزند حسینؑ بن علیؑ تمام مومنوں کا حاکم ہے۔ اُن کی شہادت کے بعد اُن کا فرزند علیؑ بن الحسینؑ تمام مومنوں پر حاکم ہے۔ اے علیؑ! تم علیؑ ابن الحسینؑ کو دیکھو گے۔ پھر علیؑ بن الحسینؑ کا فرزند محمدؑ بن علیؑ تمام مومنوں کا حاکم ہے۔ اور اے حسینؑ! تم محمدؑ بن علیؑ کو دیکھو گے۔ پھر آنحضرتؐ نے بارہ اماموں کا شمار پورا کیا اُن میں سے ۹ امام حسینؑ بن علیؑ کی نسل سے ہونگے۔ حضرت عبد اللہ ابن جعفرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام حسن اور

جنابِ امام حسینؑ اور حضرت عبداللہؓ ابنِ عباسؓ اور عمرؓ بن امّ سلمہؓ اور اسامہؓ بن زیدؓ سے گواہی طلب کی۔ اُن سب نے معاویہ کے سامنے میرے کلام کی تصدیق کی۔ سُلیم بن قیس ہلالی کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت سلمانؓ فارسی اور حضرت ابوذرؓ اور حضرت مقدادؓ سے بھی سُنی ہے اور اُنہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ ہم نے جنابِ رسولِؐ خدا سے یونہی سُنا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۶۷۰

اُس وقت حضرت سلمانؓ فارسی نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! چھوٹا گروہ بڑے گروہ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ حضرتؐ نے فرمایا پھر کیا تدبیر کرنی چاہیے؟ سلمان نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! ہم ایک خندق کھودے لیتے ہیں کہ ہمارے اور اُن کے درمیان ایک آڑ ہو جائے کہ اُن سے مقابلہ ممکن ہو اور اُن کے لیے یہ ناممکن ہو کہ ہر طرف سے ہم پر آن پڑیں۔ ہم عجمیوں کا ملکِ فارس میں یہی دستور ہے کہ جب دشمن کا گروہ کثیر ہم کو آ گھیرتا ہے تو ہم لوگ خندقیں کھود لیا کرتے ہیں۔ اِس طرح سے عرب ایک خاص جگہ میں محدود ہو جائینگے۔ پس جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور عرض کی کہ حضرت سلمانؓ کی رائے بہت ٹھیک ہے۔ جنابِ رسولِؐ خدا نے کوہِ احد کی جانب راتج تک زمین ناپنے کا حکم دیا اور انصار و مہاجرین میں سے ہر ایک کے لیے بیس بیس قدم اور تیس تیس قدم زمین کھودنیکے لیے مقرر کردی۔ وہ سب خندق کنی میں مصروف ہوگئے۔ کدالیں اور آلاتِ پیمائش حاضر کیے گئے اور جنابِ رسولِؐ خدا خود اپنے دستِ مبارک میں کدال لیکر مہاجرین کی حد میں زمین کھودنے لگے۔ اور جنابِ امیر المومنین علیہ السلام مٹی باہر پھینکتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حضور سرورِ عالم کو پسینہ آگیا اور تھک گئے۔ فرمایا یہ اِس دنیا کی راحت تو کوئی چیز نہیں اصلی راحت آخرت کی راحت ہے۔ خدایا تو انصار و مہاجرین کے گناہ بخشدے۔ پس جب اصحاب نے خود آنحضرتؐ کو سرگرم پایا تو سب کے سب خندق کھودنے میں دل توڑ کوشش کرنے لگے۔ اور (جلد جلد) مٹی باہر پھینکنے لگے۔ جب دوسرا دن ہوا تو وہ لوگ خندق کھودنے کے لیے سویرے سویرے ہی حاضر ہوگئے اور جنابِ رسولِؐ خدا مسجدِ فتح میں آبیٹھے۔ مہاجرین و انصار برابر کھودتے چلے جاتے تھے کہ یکایک ایک بڑا پتھر نمودار ہوا جس میں کدالیں اثر نہ کرتی تھیں۔ اصحاب نے حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ انصاری کو آنحضرتؐ کی خدمت میں اطلاع کے لیے بھیجا۔ جابرؓ جنابِ رسولِؐ خدا کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ وہ جناب ردائے مبارک سر کے نیچے رکھے ہوئے شکمِ اقدس پہ پتھر باندھے ہوئے

چت لیٹے ہیں۔ حضرت جابرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! ایک بڑا سخت پتھر نمودار ہو گیا ہے۔ جس پر بیلچے اور کدالیں تک اثر نہیں کرتیں (اب ہم کیا کریں؟ یہ سنکر) آنحضرتؐ جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پتھر کے پاس تشریف لائے اور ایک ظرف میں پانی طلب کیا۔ جس سے پہلے چہرۂ انور دھویا۔ پھر دونوں بانہیں۔ پھر سر مبارک کا مسح فرمایا۔ پھر دونوں پاہائے مبارک کا مسح کیا۔ پھر تھوڑا سا پانی پیا اور تھوڑا سا پانی لیکر مُنہ میں اُس کو حرکت دی۔ پھر اُس پتھر پر کُلّی کر دی۔ پھر ایک کُدال لیکر اُس پر ماری۔ کُدال پڑتے ہی ایک بجلی سی چمکی جس کی روشنی میں ہم نے مُلکِ شام کے محل دیکھ لیے۔ پھر ایک چوٹ اور لگائی اُس سے (بھی) ایک روشنی چمکی جس میں ہم کو مدائن کے محل نظر آئے۔ پھر ایک ضرب اور لگائی۔ اُس سے ایک اور روشنی پیدا ہوئی جس میں ہم کو مُلکِ یمن کے قصر دکھائی دیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عنقریب خداوندِ عالم تمہارے ہاتھوں پر اِن مقامات کو جو اس کی چمک میں معلوم ہوئے ہیں فتح کر دیگا۔ اب وہ پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور اس طرح کھود لیا گیا جیسے بسہولت ریت کھود لی جاتی ہے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے آنحضرتؐ کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا دیکھا تو میں نے سمجھ لیا کہ وہ جناب بھوکے ہیں۔ لہٰذا میں نے عرض کیا کہ ایک بکری اور ایک صاع جو تو موجود ہیں۔ فرمایا اچھا جاؤ اور جو کچھ تمہارے یہاں ہے سب کا کھانا تیار کراؤ۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ یہ حکم سُنتے ہی میں اپنے گھر آیا اور اپنی زوجہ کو آٹا پیسنے کا حکم دیا۔ وہ آٹا پیسنے لگی۔ میں نے بکری کو ذبح کیا اور اُس کی کھال جُدا کرکے گوشت کے ٹکڑے پارچے بنا دیے اور اپنی زوجہ سے کہا کہ آٹے کی روٹیاں پکالو۔ اور گوشت کا سالن اور کباب تیار کر لو۔ جب وہ کھانا پکا چکی تو میں جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میرے ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں ہم کھانا تیار کر چکے۔ اب جس جس کو مناسب جانیے ہمراہ لے چلیے۔ پس آنحضرتؐ خندق کے کنارے تشریف لائے اور بآوازِ بلند فرمایا کہ اے گروہِ مہاجرین و انصار! جابرؓ کے ہاں چلو۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ اُس وقت خندق کے کام میں سات سو آدمی لگے ہوئے تھے وہ سب کے سب نکل آئے۔ اب آنحضرتؐ اُن میں سے جس کے پاس سے گزرتے تھے یہ فرماتے جاتے تھے کہ جابرؓ کی دعوت میں چلو۔ یہ حال دیکھکر میں آگے بڑھا اور اپنے گھر جاکے اپنی زوجہ سے میں نے یہ ذکر کیا کہ خدا کی قسم جناب رسولِ خداؐ اتنے آدمیوں کو ساتھ لا رہے ہیں کہ تم کو اُن سب کے کھانا کھلانے کی طاقت نہیں ہے۔ اُن کی زوجہ نے پوچھا صاحب! تم نے جناب رسولِ خداؐ کو کھانے کی مقدار بھی بتادی ہے؟ اُنہوں نے کہا ہاں! میں نے پہلے ہی عرض کر دیا تھا۔ زوجہ بولی تو

جتنوں کو بھی وہ ساتھ لا رہے ہیں وہ جانیں (اور اُن کا کام) پس آنحضرتؐ جابرؓ کے گھر آئے اور پتیلی کی طرف نظر فرمائی۔ اور جابرؓ کی بی بی سے ارشاد فرمایا کہ تھوڑا سا اس میں سے اُنڈیل دے اور تھوڑا سا باقی رہنے دے۔ پھر تنور کو دیکھا اور حکم دیا اس میں سے کچھ روٹیاں نکال لے اور کچھ باقی رہنے دے۔ پھر ایک بڑا سا کاسہ طلب کیا۔ روٹیاں اُس میں چوری گئیں اور فرمایا کہ اے جابرؓ! میرے پاس دس دس کو لاتے جاؤ بس میں نے ایسا ہی کیا یہانتک کہ وہ دسوں آدمی سیر ہو گئے حالانکہ کھانے پر اُنگلیوں کے صرف نشان ہی نشان معلوم ہوئے ورنہ کھانا بجنسہ موجود رہا۔ پھر آنحضرتؐ نے بکرے کا دست مانگا اُسے بھی اُن دس آدمیوں نے خوب کھایا۔ بعد اُن کے اور دس آدمی بٹھائے گئے۔ وہ بھی خوب سیر ہو گئے۔ اور اُن کی اُنگلیوں کے نشان ہی کھانے پر نظر آئے۔ پھر اُن کے لیے بھی بکری کا دست حضرتؐ نے طلب فرمایا۔ میں نے حاضر کیا۔ اُسے بھی اُن دس آدمیوں کو کھلایا۔ پھر اُس دستر خوان پر دس آدمیوں کی تیسری صف بٹھائی گئی۔ جب وہ لوگ بھی کھانا کھا چکے تو حضرتؐ نے فرمایا ان کے لیے بھی ایک دست لاؤ۔ میں نے حاضر کرنیکے بعد عرض کی یا رسول اللہ! بکری کے دست کتنے ہوتے ہیں؟ فرمایا دو ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کی خدا کی قسم تین دست تو میں لا چکا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے جابرؓ! اگر تم خاموش رہتے تو میں کُل آدمیوں کو اسی طرح دست کھلائے جاتا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں اِسی طرح دس دس آدمیوں کو لا کر کھانے پر بٹھاتا رہا اور وہ سب اچھی طرح سیر ہوتے گئے۔ پھر بھی کھانا اتنا بچ رہا کہ ہم کئی روز تک کھاتے رہے۔ المختصر اب جناب رسولِ خداؐ نے خندق کھودلی اور اُس کے آٹھ دروازے رکھے اور ہر دروازہ پر ایک شخص کو مہاجرین میں سے اور ایک شخص کو انصار میں سے مع چند چند آدمیوں کے محافظ مقرر فرما دیا۔ اور قریش کے آنے سے تین روز پہلے خندق ہر طرح تیار ہو گئی۔ پھر قریش اور بنی کنانہ اور بنی سلیم اور بنی ہلال وارد ہوئے اور موضع زغابہ میں اُترے۔ پھر قریش آگے بڑھے اُن کے ہمراہ حیّ ابن اخطب بھی تھا۔ قریش تو وادیٔ عقیق میں ٹھہر گئے اور حیّ ابنِ اخطب رات کے وقت بنی قریظہ کے پاس آیا۔ وہ لوگ اپنے قلعہ میں تھے اور جو عہد جنابِ رسولِ خداؐ سے کر چکے تھے اُس پر قائم تھے۔ پس حیّ ابنِ اخطب نے قلعہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ کعب بن اسید نے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سُنی تو اپنی زوجہ سے یہ کہا کہ یہ تیرا بھائی ہے جس نے اپنی قوم میں تو نحوست پھیلا دی اب یہاں آیا ہے کہ ہم پر بھی اپنی نحوست کا اثر ڈالے۔ ہم کو ہلاک کرے اور ہم کو یہ مشورہ دے کہ محمد (مصطفٰیؐ) کے اور ہمارے مابین جو عہد ہے اُسے ہم توڑ دیں حالانکہ محمدؐ (مصطفٰیؐ)

نے اپنے عہد کو (برابر) پورا کیا ہے اور پڑوسیوں کے ساتھ جو اچھے سے اچھا سلوک کیا جاتا ہے وہ ہمارے ساتھ مدِ نظر رکھا ہے۔ یہ کہکر اپنے محل سے اُترا اور دروازہ پر آکر پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے جواب دیا میں حیّ ابن اخطب ہوں۔ میں تیرے پاس دائمی عزت لیکر آیا ہوں۔ کعب نے کہا بلکہ تو میرے لیے دائمی ذلت کا سامان لیکر آیا ہے۔ وہ بولا اے کعب! قریش مع اپنے سرداروں اور افسروں اور بنی کنانہ کے جو اُنکے ہم قسم ہیں وادیٔ عقیق میں اُترے ہوئے ہیں اور بنی فزارہ اپنے افسروں سمیت زغابہ میں مورچہ بندی کیے ہوئے ہیں۔ اور بنی سلیم وغیرہ کا لشکر قلعہ بنی ذبیان کے قریب پڑا ہوا ہے۔ اتنی کثیر التعداد فوج سے محمدؐ اور اُن کے اصحاب بچ کر کہیں بھی نہیں جا سکتے۔ اے کعب! تو دروازہ کھولدے اور جو عہد تونے محمدؐ (مصطفٰی) سے کیا ہے اُسے توڑدے۔ کعب نے جواب دیا کہ میں تیرے لیے ہرگز دروازہ نہ کھولونگا تو جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا۔ حیی نے کہا تو اس لیے دروازہ نہیں کھولتا کہ اگر ہم لوگ تیرے پاس آئینگے تو تجھے کھانا کھلانا پڑیگا۔ میں تجھے اِس تکلیف کی معافی دیتا ہوں اب تو دروازہ کھولدے۔ کعب نے کہا تجھ پر خدا کی لعنت ہو تونے عجیب ترکیب سے یہ میرے پاس آنے کی راہ اختیار کی ہے۔ پھر اپنے ملازموں کو دروازہ کھولنے کا حکم دیدیا۔ جب دروازہ کھولا گیا حیی ابن اخطب اندر آیا تو اُس نے کہا اے کعب! جو عہد محمدؐ (مصطفٰی) کے اور تیرے مابین ہے اُسے توڑدے اور میری رائے رد نہ کر اس لیے کہ محمدؐ اتنے بڑے گروہ سے ہرگز نہیں بچ سکتے۔ اگر تونے یہ وقت کھو دیا تو پھر ایسا وقت تیرے ہاتھ کبھی نہ آئیگا۔ پس کعب نے قلعہ والوں میں سے سرداران یہود مثل غزال بن شمول۔ یاسر بن قیس۔ رفاعہ بن زید۔ زبیر بن باطا کو جمع کر کے کہا تم لوگوں کی اِس معاملہ میں کیا رائے ہے؟ سب نے جواب دیا اے کعب! تو ہمارا سردار ہے ہم تیرے فرمانبردار اور ہم عہد ہیں اگر تو محمدؐ (مصطفٰی) کا معاہدہ توڑیگا تو ہم بھی توڑ دینگے۔ اگر تو باقی رکھیگا تو ہم بھی باقی رکھینگے۔ اگر تو (لڑنیکے لیے قلعہ سے) باہر نکلیگا تو ہم بھی تیرے ساتھ نکل پڑینگے۔ اِسکے بعد زبیر بن باطا جو سب میں بوڑھا اور تجربہ کار آدمی تھا آنکھیں اُس کی جاتی رہی تھیں۔ بولا میں نے خدا کی نازل کی ہوئی کتاب توریت میں پڑھا ہے کہ خداوند عالم آخر زمانہ میں ایک رسول مبعوث فرمائیگا جو مکّہ میں پیدا ہوگا اور اسی مدینہ میں ہجرت کر کے آئیگا اور بغیر زین کے گدھے پر سوار ہوگا۔ سر پر عمامہ باندھیگا۔ تھوڑے سے چھواروں اور قلیل غذا پر گزران کر لیا کریگا۔ ہنس مکھ اور بڑا لڑنیوالا ہوگا۔ آنکھوں میں اُسکی سُرخی

ہو گی۔ دونوں شانوں کے مابین مُہرِ نبوّت ہوگی۔ جب وہ اپنے کندھے پر تلوار رکھیگا پھر وہ کسی کی پروانہ کریگا۔ اُس کی سلطنت وہاں تک پہنچ جائیگی جہانتک سوار اور پیدل بھی نہیں جاسکتے ہیں یعنی سمندر تک۔ پس اگر یہ وہی ہے تو یہ جماعت اُسکو مغلوب نہیں کرسکتی۔ (سنو!) اگر وہ بڑے بڑے پہاڑوں کا قصد کرے تو ضرور اُن پر غالب آجائیگا۔ حیّ بن اخطب نے جواب دیا یہ وہ نبی نہیں ہے (جس کی صفت تم نے بیان کی) وہ تو بنی اسرائیل میں سے ہوگا۔ یہ تو عرب کا باشندہ اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہے اور کبھی بنی اسرائیل اُس شخص کی اطاعت نہیں کرسکتے جو اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے ہو کیونکہ خدا نے بنی اسرائیل کو تمام آدمیوں پر بزرگی اور فضیلت دی ہے اور نبوّت وسلطنت انہی میں مقرر کی ہے۔ اور حضرت موسٰی نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم لوگ کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جبتک کہ وہ ہماری موجودگی میں ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے آگ کھا جائے۔ اور محمدؐ (مصطفٰے) کے پاس کوئی معجزہ نہیں ہے۔ البتہ اُنہوں نے جادو کرکے ایک جماعت کو اپنے پاس اکٹھا کرلیا ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ اُسی جادو کے زور سے اِن سب پر بھی غالب آجائیں۔ یہی باتیں کرتے کرتے اُن لوگوں کو اُن کی رائے سے ہٹا دیا یہانتک کہ اُنہوں نے اُس کی بات مان لی۔ اب اُس نے اُن سے کہا لاؤ وہ عہدنامہ نکالو جو تمہارے اور محمدؐ (مصطفٰے) کے مابین ہے۔ پس اُن لوگوں نے حیّ بن اخطب کو وہ عہدنامہ دیدیا اُس نے وہ کاغذ لیا اور پھاڑ ڈالا۔ پھر بولا بات پکی ہوچکی۔ اب تم سب لڑائی کے لیے مہیا ہوجاؤ اور سامانِ جنگ درست کرلو۔ جنابِ رسولِ خداؐ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی جس کی وجہ سے وہ جنابؐ بیحد غمگین ہوئے۔ اور تمام صحابی خوف زدہ ہوگئے۔ پس آنحضرتؐ نے سعد بن معاذ اور اُسید بن حصین سے کہ یہ دونوں قبیلہٴ اوس سے تھے اور اِس قبیلہ میں اور بنی قریظہ میں قسم ہوچکی تھی فرمایا تم دونوں جاؤ اور بنی قریظہ کو دیکھو کہ وہ کس شغل میں ہیں اور اگر اُنہوں نے میرا عہد توڑ دیا ہو تو جبتک تم میرے پاس واپس نہ آجاؤ کسی پر اپنا حال ظاہر نہ کرنا اور (میرے پاس آکر) مجھ سے عضل والقارہ کہدینا۔ پس یہ دونوں دروازہٴ قلعہ کے پاس پہنچے۔ اوپر سے کعب نے جھانکا اور دونوں کو دیکھکر سعد کو اور جنابِ رسولِ خداؐ کو برا کہنے لگا۔ سعد نے جواب دیا کہ اے کعب! تو لومڑی (کے مانند) ہے کہ بھٹ میں بیٹھا ہوا ہے۔ تو قریش کا ساتھی ہوگیا۔ اب جنابِ رسولِ خداؐ تیرے قلعہ کا محاصرہ کرینگے اور تجھے ذلت دینگے اور تیری گردن مار دینگے۔ یہ کہکر وہ دونوں جنابِ رسولِ خداؐ کی خدمت میں پلٹ آئے اور عرض کی عضل والقارہ۔ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ یہ تو ہماری تجویز

مصلحت کے موافق ہے ہم نے ہی اُن کو ایسا کرنے کا مشورہ دیدیا ہے اور اِس فرمانے کی
بنا یہ تھی کہ آنحضرتؐ کے اصحاب میں قریش کے جاسوس لگے ہوئے تھے جو یہاں کی خبریں
وہاں پہنچایا کرتے تھے۔ یہ ایک مثل ہے۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ عضل اور قارہ عرب
کے دو قبیلے تھے۔ اسلام میں داخل ہونیکے بعد ان لوگوں نے غدر کیا تھا۔ پھر جو کوئی غدر
کرتا تھا تو انہی دونوں قبیلوں کا نام لایا جاتا تھا اور یہ کہا جاتا تھا عضل والقارۃ یہ مطلب
یہ ظاہر کرنا ہوتا تھا کہ جن کی خبر ملنا مقصود ہے اُنہوں نے غدر کیا) حیی بن اخطب گروہِ قریش
اور ابوسفیان کے پاس آیا اور اُن کو یہ خبر دی کہ بنی قریظہ نے وہ عہد جو اُن کے اور جناب
رسولِ خداؐ کے درمیان میں تھا اُس کو توڑ دیا۔ یہ خوشخبری پاکر قریش بہت خوش ہوئے۔ جب
رات ہوگئی تو نعیم بن مسعود اشجعی جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ قریش کے
آنے سے تین روز پہلے اسلام لاچکا تھا۔ اُس نے عرض کی یا رسول اللہؐ! میں خدا پر ایمان
لایا ہوں اور آپ کی رسالت کی تصدیق کرچکا ہوں اور (مصلحتاً) کفّار سے میں نے اپنے
ایمان کو پوشیدہ رکھا ہے۔ اگر حضور کا حکم ہو تو میں معرکۂ جنگ میں اپنی ذات سے حاضر
ہوکر آپ کی نصرت کروں یا ارشاد ہو تو جاکر یہود اور قریش میں تفرقہ ڈالدوں تاکہ یہودی
اپنے قلعہ سے قریش کی مدد کے لیے قدم باہر نہ نکالیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ایسی ہی تدبیر کر
جس سے اِن دونوں میں پھوٹ پڑجائے۔ یہی میرے نزدیک زیادہ مناسب ہے۔ نعیم
نے عرض کی اِتنی اور اجازت دیدیجیے کہ جو کچھ بھی میرے دل میں آئے وہ میں حضور
کی شان میں (پسِ غیبت) کہوں۔ فرمایا جو مصلحت سمجھنا وہ کہدینا۔ پس نعیم (اُسی وقت)
ابوسفیان کے پاس آیا اور کہنے لگا جو محبّت اور خلوص مجھے تم لوگوں سے ہے اُسے تم
خوب جانتے ہو۔ خدا تم کو تمہارے دشمنوں پر کامیاب کرے۔ مجھے پکّی خبر پہنچی ہے کہ محمدؐ
بن عبداللہ یہودیوں سے مِل گئے ہیں اور ایکا کرلیا ہے۔ اور اِس بات پر اتفاق کرلیا ہے
کہ یہود تمہارے لشکر میں آملیں اور موقع پاکر تمہیں قتل کردیں اور محمدؐ نے اُن لوگوں سے
وعدہ کرلیا ہے کہ اگر تم لوگ اِس کام کو انجام دیدوگے تو جو نقصان تم کو بنی نضیر اور
بنی قینقاع نے پہنچایا ہے اُس کی تلافی کردی جائیگی۔ جو مال تمہارا اُنہوں نے لے لیا ہے
وہ واپس دلوادیا جائیگا۔ میری رائے تو ہرگز یہ نہیں ہے کہ تم یہود کو اپنے لشکر میں شریک
کرو جب تک کہ اُن میں سے (کسی سردار کو) ضامن نہ بنالو۔ اور اُسے مکّہ نہ بھیجدو کہ اِس
صورت میں تم لوگ یہود کے مکر و فریب سے محفوظ رہ سکوگے۔ ابوسفیان نے کہا خدا
تجھے توفیق اور جزائے خیر عطا فرمائے کہ تو نے مجھے بڑی نصیحت کی۔ نعیم کا مسلمان ہوجانا

اُس وقت تک نہ ابوسفیان کو معلوم ہوا تھا اور نہ کسی یہودی کو۔ پس وہ جلدی سے بنی قریظہ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے کعب! تجھے معلوم ہے کہ مجھے تجھ سے کتنی دلی محبت ہے مجھے سچی خبر پہنچی ہے کہ ابوسفیان نے اپنے لشکر کو یہ مشورہ دیا ہے کہ لڑائی کے وقت بنی قریظہ کو آگے رکھنا چاہیے کہ اگر اُن کی فتح ہوئی تو ہماری ہی بات بڑھیگی اور ہمارا ہی نام ہوگا اور اگر ہم نے شکست کھائی تو بنی قریظہ ہی قتل ہونگے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ جب تک تم قریش کے دس سردار بطور ضمانت و رہن اپنے قلعہ میں نظر بند نہ کرلو ہرگز قریش کو شریک جنگ نہ بناؤ۔ دیکھو! اگر قریش کامیاب نہ ہوسکیں تو تم یہ کہدینا کہ جب تک ہم سے محمدؐ (مصطفٰے) دوبارہ عہد و پیمان نہ کرلیں ہم تمہارے آدمی واپس نہ دینگے۔ اے کعب! یاد رکھ کہ اگر قریش کی شکست ہوگئی اور وہ میدان سے بھاگ گئے تو محمدؐ (مصطفٰے) تم سے ضرور لڑینگے اور تم کو قتل کردینگے۔ کعب نے کہا یہ تو تم نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہمیں بہت اچھی صلاح دی۔ جب تک ہم قریش سے اُن کے سرداروں کو لیکر اپنے قلعہ میں بطورِ رہن اول نہ رکھ لینگے ہم میں سے ایک بھی قلعہ سے باہر نہ نکلیگا۔

المختصر اب قریش (لشکر آراستہ کرنیکے بعد) آگے بڑھے۔ جب اُنہوں نے خندق دیکھی تو کہنے لگے کہ یہ مکر ہے جس سے عرب پہلے سے آگاہ نہ تھے۔ کسی نے کہا کہ یہ تدبیر اُس فارسی نے بتلائی ہے جو محمدؐ (مصطفٰے) کے ہمراہ ہے۔ اِتنا سُنکر عمرو ابن عبدِ وُدّ اور ہبیرہ بن وہب اور ضرار بن خطاب خندق کے پار ہوگئے۔ اور گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے لشکرِ اسلام کے مقابل آگئے۔ جنابِ رسولِ خداؐ نے اپنی فوج کے پرے اپنے سامنے جمائے تھے۔ جونہی مسلمانوں نے عمرو کو دیکھا سب کے سب خوف زدہ ہوکر جنابِ رسولِ خداؐ کے پیچھے آگئے اور آنحضرتؐ کو آگے دھرلیا۔ مہاجرین میں سے ایک شخص (عمر بن خطاب) نے اپنے ساتھی سے کہا جو اُس کے پہلو میں تھا دیکھتے ہو تم اِس شیطان عمرو کو خدا کی قسم کوئی بھی تو اِس سے مقابلہ نہیں کرسکیگا چلو محمدؐ کو اس کے سامنے کردیں کہ وہ اِن کو قتل کر ڈالے تاکہ ہم سب کے سب اپنی قوم سے جا ملیں۔ پس خدائے عزّ وجلّ نے اُسی وقت یہ آیت قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ سے وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (دیکھو صفحہ ۶۶۹ سطر آخر) تک نازل فرمائی۔ اور عمرو بن عبدِ وُدّ نے زمین میں اپنا نیزہ گاڑ دیا اور گھوڑے کو کاوہ دینے لگا اور یہ رجز پڑھنے لگا ؎

وَلَقَدْ بُحِحْتُ مِنَ النِّدَاءِ بِجَمْعِكُمْ هَلْ مِنْ مُّبَارِزْ	وَوَقَفْتُ اِذْ جَبُنَ الشُّجَاعُ مَوَاقِفَ الْقِرْنِ الْمُنَاجِزْ

إِنَّ الشَّجَاعَةَ فِي الْفَتَى وَالْجُودَ مِنْ خَيْرِ الْغَرَائِزِ	إِنِّي كَذَٰلِكَ لَمْ أَزَلْ مُتَسَرِّعًا نَحْوَ الْهَزَاهِزِ

ترجمہ "میں تم سب ہی سے تو بآوازِ بلند یہ کہتے کہتے تھک گیا ہوں کہ آیا تم میں کوئی لڑنیوالا ہے جو نکلے۔ میں بہادر اور دلیر شخص کی جگہ کھڑا ہوا ہوں جہاں کہ شجاع بھی بزدلی کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح ہمیشہ لڑائی اور مصائب کی طرف بھی میں ایسا ہی جھپٹ کر جاتا رہا۔ واقعی بات یہ ہے کہ نوجوان میں شجاعت اور سخاوت ہی بہترین اخلاق ہیں"۔

جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ تم میں کون ایسا ہے جو اس کُتّے کے بھونکنے کو بند کر دے۔ کسی نے آنحضرتؐ کی بات کا جواب نہ دیا۔ صرف جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام لبیک کر آئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! میں اس کے مقابلہ کے لیے حاضر ہوں۔ (**اقول مترجم**۔ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ سب اصحاب سے جنابِ رسولِ خدا نے تین مرتبہ یہ خطاب فرمایا مگر ہر مرتبہ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام ہی نے جواب دیا بالآخر) آنحضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ یہ عمرو بن عبد وُد فارس یَلْیَل (شہسوارِ میدانِ یَلْیَل) ہے۔ جنابِ امیرالمؤمنین نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں بھی تو علیؑ ابنِ ابیطالب ہوں! حضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ میرے قریب آؤ۔ جب وہ جناب قریب گئے تو جنابِ رسولِ خدا نے آپ کے سرِ مبارک پر اپنے دستِ اقدس سے عمامہ باندھا اپنی تلوار ذوالفقار اُن جناب کو عطا فرمائی اور ارشاد کیا اے علیؑ جاؤ اور اسی تلوار سے لڑو اور یہ دعا بھی دی۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ فَوْقِهِ وَمِنْ تَحْتِهِ۔ "یا اللہ! تو آگے سے پیچھے سے داہنے سے بائیں سے اوپر سے اور نیچے سے علیؑ کی حفاظت کیجیو"۔ پس جنابِ امیرالمؤمنین دوڑتے ہوئے اُس کی طرف چلے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے ؎

ذُو نِيَّةٍ وَبَصِيْرَةٍ وَالصِّدْقُ مُنْجِي كُلِّ فَائِزٍ	لَا تَعْجَلَنَّ فَقَدْ أَتَاكَ مُجِيْبُ صَوْتِكَ غَيْرُ عَاجِزٍ
مِنْ ضَرْبَةٍ نَجْلَاءَ يَبْقَى صِيْتُهَا بَعْدَ الْهَزَاهِزِ	إِنِّي لَأَرْجُوْ أَنْ أُقِيْمَ عَلَيْكَ نَائِحَةَ الْعَجَائِزِ

(ترجمہ) "کیوں جلدی کرتا ہے تیری دریدہ دہنی کا دنداں شکن جواب دینے والا جو کسی طرح عاجز نہیں آپہنچا جس کا ارادہ پکا ہے اور جو صاحب بصیرت ہے اور سچائی ہی تو کامیاب ہونیوالوں کو بلاؤں سے نجات دیتی ہے۔ مجھے خدا کی ذات سے قوی امید ہے کہ میری گہری ضرب جس کا شہرہ دل ہلا دینے والی لڑائی کے بعد بھی باقی رہیگا۔ تیرے لاشہ پر رونیوالی عورتوں کو جمع کر دیگی"۔

عمرو نے کہا تم کون ہو؟ حضرتؐ نے جواب دیا میں ہوں علیؑ ابنِ ابیطالب جناب

رسولِ خدا کا ابنِ عم اور داماد۔ عمرو نے کہا خدا کی قسم تمہارے والد میرے بڑے دوست
اور ہم صحبت تھے۔ مجھے بُرا معلوم ہوتا ہے کہ میں تم کو قتل کروں۔ تمہارے چچازاد بھائی
نے جب تمہیں میرے مقابلہ کے لیے بھیجا اِس کا بھی اندیشہ نہ کیا کہ میں تم کو اپنے اِس
نیزہ میں چُبھوکر اُٹھا لونگا اور زمین و آسمان کے مابین میں تم کو اس طرح اُدھر چھوڑ دونگا
کہ نہ تم زندہ ہی رہوگے اور نہ جلدی سے مر ہی جاؤگے۔ جناب امیرؑ نے جواب دیا کہ میرے
ابنِ عم خوب جانتے ہیں کہ اگر تو مجھے قتل کر دیگا تو میں جنّت میں جاؤنگا اور تو دوزخ میں
جلیگا اور اگر میں تجھ کو مار ڈالونگا تب بھی میں بہشت میں داخل ہونگا اور تیرا ٹھکانا تو بہرصورت
دوزخ ہی ہوگا۔ عمرو نے کہا یا علیؑ (کیا خوب!) تمہارے ہی دونوں میٹھے۔ یہ تو دھاندلی کی تقسیم
ہے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا اے عمرو! اِن فضول باتوں کو جانے دے (معاملہ کی بات پر آ)
میں نے خود تجھ سے سُنا ہے کہ ایک مرتبہ تو خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے یہ کہہ رہا تھا کہ
لڑائی کے وقت جو شخص تین حاجتیں میرے سامنے پیش کیا کریگا میں اُن میں سے ایک بات
ضرور مان لیا کرونگا۔ اب میں تجھ سے تین باتیں کہتا ہوں اُن میں سے کسی ایک کو تو قبول کرلے۔
عمرو نے کہا ہاں اے علیؑ! بیان کرو وہ کیا ہیں؟ فرمایا اوّل تو یہ ہے کہ تو کلمۂ شہادت زبان
پر جاری کرے اور یہ کہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ
اللّٰهِ۔ اُس نے کہا اِسے تو جانے دو۔ فرمایا دوسرا امر یہ ہے کہ تو یہاں سے چلا جا اور اِس
لشکر کو جناب رسولِ خدا کے سامنے سے ہٹا لیجا۔ اِس لیے کہ اگر آنحضرتؐ سچّے ہیں تو تم دیکھ لوگے
کہ وہ کس طرح غالب آتے ہیں اور اگر (معاذ اللہ) آنحضرتؐ جھوٹے ہیں تو تم جیسے بہادروں
کو تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔ عرب کے بھیڑیے ہی اُن کا کام تمام کر دینگے۔ عمرو نے
کہا یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ اگر اب میں ایسا کروں تو قریش کی عورتیں مجھ پر طعن کرینگی اور میری
نامردی اور بُزدلی کے اشعار گا یا کرینگی کہ میں بُزدل ہو کر لڑائی سے ہٹ گیا! اور قدم میں نے
پیچھے ہٹا دیا۔ اور جس قوم نے مجھے اپنا سردار بنایا تھا اُن کی میں نے نصرت چھوڑ دی۔ حضرتؑ
نے فرمایا تو اب تیسری بات یہ ہے کہ میں پیادہ ہوں اور تو سوار ہے تو بھی مجھ سے لڑنے کیلیے
گھوڑے سے اُتر پڑ۔ یہ سُنتے ہی وہ فوراً اپنے گھوڑے سے کود پڑا اور اُس کو پے کر دیا (یعنی
ایک ہاتھ تلوار کا مار کر اُس کے چاروں پاؤں کاٹ ڈالے) اور کہنے لگا اِس کا تو مجھے کبھی خیال
بھی نہیں گزرا تھا کہ کوئی عرب اس شان سے مجھے اپنی لڑائی کے لیے بُلائیگا۔ پھر عمرو نے
(دوسری) تلوار نیام سے کھینچی اور حضرتؑ پر وار کیا اُن جناب نے اُسکا وار ڈھال پر روکا۔
وہ تلوار حضرتؑ کی سپر کو کاٹ کر سرِ مبارک تک پہنچی۔ حضرتؑ نے فرمایا اے عمرو! میرے لڑنے کیلیے

تجھ سا پہلوان ہی کیا کم تھا کہ تو نے اپنی مدد کے لیے اور لوگوں کو بھی بُلا لیا۔ یہ سُنکر عمرو نے مُڑ کر پیچھے دیکھا۔ اِدھر حضرتؑ نے تیزی سے اُس کی ران پر ضربت لگائی کہ دونوں ٹانگیں اُسکی کٹ گئیں۔ وہ زمین پر گر پڑا۔ اُس کے گرنے سے غبار بلند ہوا۔ منافقین آپس میں کہنے لگے کہ علیؑ ابن ابیطالب مارے گئے۔ مگر جب دامنِ غُبار چاک ہوا تو دیکھا کہ امیرالمؤمنین علیہ السلام سینۂ عمرو پر سوار ہیں اور اُسکی ڈاڑھی پکڑے ہوئے ہیں اور اُسکو ذبح کرنا چاہتے ہیں پھر وہ جناب اُس کافر کا سر لیے ہوئے جنابِ رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنابِ امیرؑ کے سرِ مبارک سے بوجہ ضربتِ عمرو خون جاری تھا اور ذوالفقار سے اُس کافر کے خون کی قطرے ٹپک رہے تھے عمرو کا سر ہاتھ میں لیے ہوئے یہ شعر پڑھتے چلے آتے تھے ؎

اَنَا عَلِیٌّ وَّابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب	اَلْمَوْتُ خَیْرٌ لِّلْفَتٰی مِنَ الْھَرَب

ترجمہ: "میں علیؑ (ابن ابیطالب) اور عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔ جوانمرد کے لیے بھاگنے سے مرنا بہتر ہے۔" جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا اے علیؑ! تم اِس کافر سے چال چلے۔ عرض کی بیشک یا رسولؐ اللہ! لڑائی تو چال ہی ہے؟ پھر جنابِ رسولِ خداؐ نے زبیر کو ہبیرہ بنِ وہب کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ زبیر نے ہُبیرہ کے سر پر ایسی تلوار لگائی کہ اُسکی کھوپری شگافتہ ہوگئی۔ پھر جنابِ رسولِ خداؐ نے عمر بنِ خطاب کو ضرار سے جنگ کرنیکا حکم دیا۔ یہ ذاتِ شریف صفِ لشکر سے نکلے۔ ضرار پر تیر چلانے کے لیے کمان میں تیر جوڑنے لگے۔ ضرار نے چلّا کے کہا او صہاکہ کے بیٹے! وائے ہو تجھ پر (یہ کیا نامردی ہے) میدانِ کارزار میں تو مجھے تیر ماریگا۔ اگر تو نے مجھ پر تیر چلایا تو خدا کی قسم سرزمینِ مکہ پر بنی عدی سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑونگا۔ یہ سُنکر (میاں) عمر ڈر گئے۔ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ضرار نے اُن کا پیچھا کیا اور قریب آکر اُن کی کھوپری میں نیزہ چبھو دیا۔ پھر کہا اے عمر! اسے یاد رکھنا۔ میں نے قسم کھالی ہے کہ حتی المقدور کسی قریشی کو قتل نہ کرونگا (اسی لیے میں نے تجھ کو چھوڑ دیا) عمر صاحب کو ضرار کی عنایت اُن کے زمانۂ حکومت (باطلہ) تک یاد رہی۔ پس عمر تو بھاگ گیا اور جنابِ رسولِ خداؐ خندق میں پندرہ روز تک کفّار سے لڑتے رہے۔ ابوسفیان نے حی بنِ اخطب سے کہا اے یہودی! خدا تجھے غارت کرے اب وہ تیری قوم کے لوگ کہاں ہیں؟ اُس وقت حی بن اخطب اُن کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ ارے کم بختو! اب تو نکلو کہ اس وقت تو محمدؐ (مصطفٰے) کو لڑائی نے اچھی طرح آلیا ہے مگر تم لوگ نہ تو محمدؐ (مصطفٰے) ہی کے ساتھ ہوا اور نہ قریش ہی کے مددگار! کعب نے جواب دیا ہم لوگ ہرگز باہر نہ نکلینگے جبتک قریش اپنے دس سردار ہمارے پاس بطورِ رہن (اول) نہ بھیجدینگے اِس لیے اگر قریش

فتحیاب نہوئے تو جب تک محمدؐ (مصطفیٰ) ہم سے دوبارہ معاہدہ نہ کرلیں ہم اُن دس آدمیوں کو واپس نہ دینگے۔ ہم کو اِس بات کا خوف ہے کہ اگر قریش بھاگ جائینگے اور ہم لوگ اپنے گھروں میں رہجائینگے تو محمدؐ (مصطفیٰ) ہم سے لڑینگے اور ہمارے مردوں کو قتل کرینگے اور ہماری عورتوں اور بچّوں کو قید کرلینگے۔ اور اگر ہم نے میدانِ جنگ میں قدم رکھا اور قریش کا ساتھ نہ دیا تو شاید وہ ہم کو ہمارا عہدنامہ واپس کردیں۔ حیّ بن اخطب نے کہا تُو تو ایسے لالچ کی بات کہتا ہے جو پوری ہونیوالی نہیں۔ اِس لڑائی میں تو محمدؐ (مصطفیٰ) کو سارے ہی عرب نے گھیر لیا ہے مگر تم اِس وقت تک نہ محمدؐ (مصطفیٰ) ہی کے طرفدار ہو اور نہ قریش ہی کے ساتھی۔ کعب نے جواب دیا کہ یہ تو تیری ہی نحوست ہے۔ تیرا کیا بگڑیگا تُو تو پرندہ ہے کل قریش کے ساتھ اُڑ جائیگا۔ ہم لوگوں کو ہمارے گھروں میں چھوڑ جائیگا محمدؐ (مصطفیٰ) ہم پر چڑھ دوڑینگے۔ حیّ نے کہا اے کعب! میں خدا سے اور حضرت موسٰیؑ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر قریش کو محمدؐ (مصطفیٰ) کے مقابل کامیابی نہوئی تو میں تیرے ساتھ تیرے قلعہ میں چلا آؤنگا۔ جو اُفتاد تجھ پر پڑیگی وہی میرا حال ہوگا۔ اب تو تُو قریش کی مدد کریگا؟ اُس نے جواب دیا میں تو پہلے ہی ایک بات کہہ چُکا کہ جب تک قریش اپنے دس سردار ہمارے پاس گرو نہ رکھینگے ہم لوگ قدم باہر نہ نکالینگے۔ یہ سنکر حیّ بن اخطب بے نیل مرام قریش کے پاس واپس گیا اور اُن سے سب واقعہ بیان کیا۔ جب ضمانت و رہن کا ذکر آیا تو ابوسفیان بولا اللہ کی قسم نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا کہ یہ قوم دھوکا دیگی۔ خیر ہمیں بندروں اور سؤروں کے بھائیوں سے کوئی غرض و مطلب نہیں۔ چونکہ لڑائی کو عرصہ گزر گیا تھا اور لشکرِ اسلام محصور ہوگیا تھا سردی کا وہ موسم تھا تو اصحابِ رسولؐ گھبرا گئے اور لگے بھوکے مرنے یہود کی طرف سے اُن کے دلوں میں بیحد خوف بیٹھ گیا تھا۔ منافقیں آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے تھے جس کی خداوندِ عالم نے اپنے رسولؐ کو خبر دی۔ اصحابِ رسولؐ میں سے بہت کم ایسے باقی رہے تھے جن کے دلوں میں نفاق پیدا نہوا ہو۔ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کو پہلے ہی یہ خبر دیدی تھی کہ عرب ٹولیاں باندھ باندھکر مجھ پر بلندی کی طرف سے حملہ کرینگے اور یہود اپنے عہد کو توڑ دینگے۔ تم اُن سے ڈر جاؤگے اور لوگوں کو تکلیف بہت کچھ پہنچیگی لیکن نتیجہ ہمارے موافق اور اُن کے برخلاف ہوگا۔ پس جب قریش آئے اور یہود نے غدر کیا تو منافقین نے کہا کہ خدا اور رسولؐ نے ہم کو دھوکا دیا۔ اُن منافقوں میں سے بعض کے مکانات اطرافِ مدینہ میں تھے وہ لگے عرض کرنے کہ یا رسولؐ اللہ! ہمارے مکان غیر محفوظ ہیں ایسا نہو کہ یہود ہمارے مکانوں کو لوٹ لیں۔ آپ ہم کو اجازت دیدیں کہ ہم اپنے

گھروں کو چلے جائیں۔ اُن میں سے ایک جماعت نے یہ بھی کہا کہ آؤ اس جنگل میں بھاگ چلیں اور بدوؤں سے پناہ مانگیں کہ جناب رسولِ خدا نے ہم سے جتنے وعدے کیے تھے وہ سب جھوٹے نکلے۔ جناب رسولِ خدا نے اصحاب کو حکم دیا تھا کہ شب کی وقت مدینہ کی حفاظت کیا کریں جناب امیر المومنین علیہ السلام سارے لشکرِ اسلام کے گرد رات بھر طلایہ پھرا کرتے تھے اور حفاظت کیا کرتے تھے اگر مشرکین میں سے کوئی شخص ارادہ کا قصد کرتا تھا تو حضرتؑ اُس سے لڑتے تھے اور خندق کو عبور کر کے لشکرِ کفار میں جاتے تھے۔ تمام رات تنہا گشت بھی لگایا کرتے تھے۔ نمازیں بھی پڑھا کرتے تھے اور جب صبح ہوتی تو اپنے مرکز پر لوٹ کر آیا کرتے تھے۔ چنانچہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی مسجد جواب تک وہاں بنی ہوئی ہے مسجدِ فتح سے وادی عقیق کی طرف ایک تیر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ زائرین وہاں جاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ جب جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درازیِ محاصرہ کی وجہ سے اپنے اصحاب کی پریشانی دیکھی تو مسجدِ فتح میں تشریف لے گئے جو ایک پہاڑی پر بنائی گئی تھی۔ اور وہاں بیٹھکر حضرتؐ نے درگاہِ خدا میں دعا مانگی اور مناجات کی کہ خدایا تو اپنا وعدہ وفا کر۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا میں یہ کلمات بھی تھے "یَا صَرِیْخَ الْمَکْرُوْبِیْنَ وَیَا مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ وَیَا کَاشِفَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ اَنْتَ مَوْلَایَ وَوَلِیِّیْ وَوَلِیُّ اٰبَآئِیَ الْاَوَّلِیْنَ اَکْشِفْ عَنَّا غَمَّنَا وَھَمَّنَا وَکَرْبَنَا وَاصْرِفْ عَنَّا شَرَّ ھٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ بِقُوَّتِکَ وَحَوْلِکَ وَقُدْرَتِکَ۔ ترجمہ :۔ اے دردمندوں کے مددگار! اے مضطر بندوں کی دعا قبول کرنیوالے! اے بلائے عظیم کے دور کرنیوالے! تو میرا مولا اور حاکم ہے اور میرے آباؤ اجداد کا بھی حاکم ہے تو ہمارے غم والم اور بےچینی کو دور کردے اور اِس قوم کے شر کو اپنی قوت اور طاقت و قدرت سے ہماری طرف سے پھیر دے"۔ پس جبرئیلؑ حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! خدا نے آپ کی گفتگو سُنی۔ آپ کی دعا قبول فرمائی اور اُس نے ملائکہ کو اور ہوا کو حکم دیدیا ہے کہ وہ قریش کو اور اُن کے گروہوں کو پریشان کردے۔ پس قریش پر خدا نے ہوا کو مسلط کیا۔ ہوا نے اُن کے خیموں کو اُکھاڑ کے پھینکدیا۔ وہ سب کے سب بھاگ گئے۔ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور اِس واقعہ کی بشارت لائے۔ جناب رسولِ خدا نے حذیفہ یمانی کو آواز دی حالانکہ وہ قریب تھے مگر اُنہوں نے جواب نہ دیا۔ دوبارہ پھر حضرتؐ نے پکارا مگر وہ نہ بولے۔ تیسری مرتبہ کے بُلانے میں حذیفہ نے کہا لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں تم کو بُلا رہا ہوں لیکن تم جواب نہیں دیتے۔ حذیفہ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! میرے

ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں خوف اور سردی اور بھوک نے مجھے تعمیل ارشاد سے تاخیر میں ڈالا (اب میں حاضر ہوں جو حکم ہو بجالاؤں) آنحضرتؐ نے فرمایا جاؤ اُن لوگوں کی خبر لاؤ کس حال میں ہیں لیکن میرے پاس واپس آنے تک کوئی نئی بات نہ کر بیٹھنا۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ قریش پر خدا نے ہوا کو مسلط کیا ہے۔ ہوا نے اُن کو بھگا دیا ہے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ بمجرد ارشاد میں اُس طرف کو روانہ ہوا۔ حالت میری یہ تھی کہ سردی سے میری بوٹی بوٹی کانپ رہی تھی۔ لیکن یہ کیفیت صرف تھوڑی دور چلنے تک رہی۔ جب خندق سے پار اُتر گیا تو گویا حمام میں پہنچ گیا۔ پس میں ایک بڑے خیمہ کے پاس آیا۔ دیکھا کہ آگ اُس میں کبھی بجھ جاتی ہے اور کبھی بھڑک اُٹھتی ہے۔ ایک دوسرے خیمہ کے پاس پہنچا تو یکایک کیا دیکھا کہ اُس میں ابوسفیان آگ نیچے لیے بیٹھا ہے۔ اُس پر بھی سردی کی شدت سے کپکپا رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے اے گروہ قریش! اگر محمدؐ کے خیال کے موافق آسمان والوں سے ہماری جنگ ہے تو ہم ہرگز آسمان والوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور اگر ہماری لڑائی زمین والوں سے ہے تو اُن سے تو ہم لڑ سکتے ہیں۔ پھر بولا کہ بھائیو! ہر شخص اپنے اپنے پہلو میں غور کر لے ایسا نہو کہ محمدؐ کا کوئی جاسوس ہم میں آبیٹھا ہو۔ حذیفہ کہتے ہیں سب سے پہلے میں بول اُٹھا اور میں نے اپنی داہنی طرف والے آدمی سے پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے جواب دیا میں عمرو بن عاص ہوں۔ پھر میں نے اپنی بائیں جانب والے سے دریافت کیا تیرا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا معاویہ بن ابوسفیان۔ میرے جلدی سے بول اُٹھنے کی وجہ یہ تھی کہ مجھ سے کوئی سوال نہ کرنے پائے کہ تو کون ہے؟ پھر ابوسفیان اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور ایسا گھبرایا ہوا تھا کہ اُسے یہ بھی خبر نہوئی کہ یہ بندھا ہوا ہے۔ اگر مجھ کو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی حرکت کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں ابوسفیان کو وہیں قتل کر دیتا کہ وہ میرے قابو میں تھا۔ پھر خالد بن ولید سے ابوسفیان نے کہا اے ابوسلیمان! مجھے اور تمہیں لازم ہے کہ کمزور آدمیوں کے پیچھے رہیں۔ پس اُس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا جلد کوچ کرو کہ ہم سب ابھی یہاں سے سفر کرتے ہیں۔ یہ کہکے وہ سب بھاگ نکلے۔ جب صبح ہوئی تو جناب رسولِ خدا نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا اب تم لوگ اپنے اپنے مقام پر جا رہو۔ طلوع کے بعد وہ لوگ مدینہ میں داخل ہوگئے۔ چند آدمی حضرتؐ کے ہمراہ باقی رہ گئے۔

ابو عرقد کنانی نے سعد ابن معاذ رحمہ اللہ کے خندق میں ایک تیر مارا تھا جس سے اُن کی رگِ اکحل (ہفت اندام) کٹ گئی تھی۔ خون اُس سے جاری تھا۔ سعد نے دوسرے ہاتھ سے اُس رگ کو دبا لیا تھا اور درگاہِ خدا میں عرض کی تھی کہ خداوندا! اگر اس جنگ کا سلسلہ

ابھی باقی رکھے تو مجھے بھی اُس کے لیے باقی رکھ اِس لیے کہ مجھے اور کوئی چیز اتنی زیادہ پسند نہیں ہے جتنا اُن لوگوں سے لڑنا جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے لڑیں۔ اور اگر آنحضرتؐ کی اور قریش کی لڑائی ختم ہو چکی ہے تو اِسی کو میری شہادت کا ذریعہ قرار دیدے۔ مگر اُس وقت تک مجھے باقی رکھ جب تک کہ بنی قریظہ کی سزا دیکھکر میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔ پس خون بند ہو گیا اور رہا تھا اُن کا ورم کر آیا۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے سعد بن معاذ کے لیے مسجد میں ایک خیمہ نصب کرا دیا۔ آنحضرتؐ بہ نفس نفیس اُنکی غور و پرداخت کرنے لگے۔ خداوندِ عالم نے یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ سے اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا تک آیتیں نازل فرمائیں (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۶۶۸۔ سطر۴) اِن آیات میں اِذْ جَآءُ کُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ سے مراد قریش۔ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ سے بنی قریظہ جنہوں نے عہد شکنی کی تھی اور اصحاب رسول اللہؐ ان دونوں سے یہانتک ڈرے تھے کہ خدا تعالےٰ اُنکی حالت بیان فرماتا ہے کہ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ۔ اور وہ لوگ جناب رسولؐ خدا سے یہ عرض کرنے لگے تھے کہ ہمیں اجازت دیدیجیے کہ ہم اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں کہ وہ اطراف مدینہ میں ہیں اور ہمکو اندیشہ ہے کہ کہیں اُنہیں یہود لوٹ نہ لیں۔ اِنہی کے بارے میں خدا تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ وَّمَا ھِیَ بِعَوْرَۃٍ۔ جن کا خاتمہ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا پر ہوتا ہے۔ اور یہ آخر کی آیتیں مخصوص ثانی کے حق میں ہیں۔ جس نے عبدالرحمٰن بن عوف سے یہ کہا تھا کہ آؤ محمدؐ کو قریش کے حوالہ کر دیں اور ہم اپنی قوم سے جا ملیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۶۷۱

قریش کے بھاگ جانے کے بعد حیی بن اخطب قلعۂ بنی قریظہ میں داخل ہوا۔ پس جناب امیرالمومنین علیہ السلام تشریف لائے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ کعب بن اسید قلعہ پر چڑھا اور باہر کو سر نکالکے مسلمانوں کو اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کو ناسزا کہنے لگا۔ اتنے میں آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وآلہ بھی تشریف لے آئے۔ جناب امیرالمومنین علیہ السّلام استقبال کے لیے آگے بڑھے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں قلعہ کے پاس تشریف نہ لیجائیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم اِس لیے مجھے روکتے ہو کہ یہودی مجھے بُرا کہا ہے۔ اگر وہ مجھے دیکھ لینگے تو ہرگز بدکلامی نہ کر سکینگے اور خدا تعالےٰ اُن کو ذلیل کریگا۔ پس وہ جناب قلعہ کے قریب آئے اور ارشاد فرمایا اے بندروں اور سوّروں

کے بھائیو! اے طاغوت کی پرستش کرنیوالو! تم لوگ مجھے کیوں بُرا بھلا کہتے ہو؟ (دیکھو! ہم وہ ہیں کہ جب دشمن پر جا پڑتے ہیں تو اُس کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ یہ سُنکر کعب نے قلعہ سے سر نکالکے جواب دیا خدا کی قسم اے ابو القاسم! آپ ہرگز نادان اور جاہل نہیں ہیں۔ (یہ کلمہ سُنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے جو کچھ فرمایا تھا اُسپر اتنی حیا آئی۔ کہ ردا دوش مبارک سے اُتر پڑی۔ اُس قلعہ کے گرداگرد کھجور کے درخت بکثرت تھے! آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی طرف انگشتِ مبارک سے اشارہ کیا وہ سب کے سب قلعہ سے دور جنگل میں متفرق مقامات پر جا کھڑے ہوئے۔ آنحضرتؐ نے قلعہ کے چاروں طرف اپنا لشکر اُتارا اور تین دن تک قلعہ کا محاصرہ رکھا۔ اِس اثنا میں قلعہ سے کسی نے سر باہر نہ نکالا۔ تین دن کے بعد غزّال بن شمول قلعہ سے اُترا اور جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کرنے لگا جس طرح حضور نے ہمارے ہمقوم بنی نضیر پر عنایت فرمائی۔ اُن کو امان بخشی ہم کو بھی معاف کر دیجیے کہ ہم اپنی بستیاں آپ کے لیے خالی کر دینگے۔ اور جو کچھ ہمارے قبضہ میں ہے وہ سب کچھ حضور کو دیدینگے۔ کوئی چیز نہ چھپائینگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ تم سب کے سب میرے حکم کے موافق قلعہ سے باہر نکل آؤ۔ پس غزّال واپس گیا۔ وہ لوگ چند روز تک اِسی حال میں مبتلا رہے آخر تنگ آکر اُن کی عورتیں اور بچے رونے اور پیٹنے لگے۔ یہانتک کہ جب محاصرہ اُن پر گراں اور سخت گزرنے لگا تو وہ لوگ قلعہ سے نکل پڑے۔ اور سب نے جناب رسولؐ خدا کے سامنے سرِ تسلیم جُھکا دیے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ مردوں کی مشکیں باندھی جائیں اور عورتیں اُن سے جدا کر دی جائیں۔ پس بمجرّدِ ارشادِ نبوی وہ سب کہ جن کی تعداد سات سَو تھی رسّیوں میں جکڑ لیے گئے۔ عورتیں علٰحدہ کر دی گئیں۔ یہ حال دیکھکر قبیلۂ اَوس اُٹھ کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا یارسولؐ اللہ! یہ لوگ ہمارے ہم قسم اور دوست ہیں۔ بنی خزرج کے مقابلہ میں انہوں نے ہمیشہ ہماری مدد کی ہے اور حضور نے عبد اللہ بن ابی کی سفارش سے سات سو زرہ پوش اور تین سو بے زرہ والوں کا خون بھی بحل فرما دیا تھا۔ ہم لوگ حضور کے نزدیک عبد اللہ سے ہیٹے نہیں ہیں تو ہماری سفارش سے بنی قریظہ کو بھی معافی دیدیجیے۔ جب کئی مرتبہ اُنہوں نے یہ التجا کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا میں تمہارے ہی قبیلہ میں سے کسی کو حَکَم بنائے دیتا ہوں وہ فیصلہ کر دیگا تو تم اُس کے فیصلہ کو مان لوگے؟ سب نے عرض کی ہم کو منظور ہے۔ اب بتائیے وہ ہے کون؟ فرمایا سعد بن معاذ! سب نے عرض کی سعد بن

معاذ کا فیصلہ ہم کو بسر و چشم قبول ہے۔ غرض سعد بن معاذ کو محافہ میں بٹھا کے وہ لوگ اُس جگہ لائے اور قبیلۂ اَوس اُن کے گرد جمع ہو گیا اور کہنے لگے اے ابو عمر! خدا کا خوف مدِّنظر رکھ اور اپنے ہم عہدوں اور دوستوں پر احسان کر (اور اُن واقعات کو یاد کر) کہ انہوں نے (خزرج کے مقابلہ میں) جنگ بُعاث اور حدائق میں اور اَور لڑائیوں میں ہماری کیسی مدد کی ہے۔ جب کئی بار اُن لوگوں نے یہی کہا تو سعد نے جواب دیا خدا کی قسم سعد بن معاذ آج کے دن خدا کی راہ میں وہ فیصلہ کریگا کہ اُسے کسی ملامت گر کی ملامت کا اندیشہ نہوگا۔ یہ سُنکر اَوس نے کہا افسوس! بنی قریظہ ہمیشہ کے لیے تباہ ہو گئے۔ (قبیلۂ اوس کے اِس کلمہ نے کچھ ایسا اثر کیا کہ) عورتیں اور بچے سعد کے آگے رونے پیٹنے لگے جس وقت جوش و خروش اُن کا کم ہوا سعد نے کہا اے قوم یہود! تم لوگ مجھے پنچ بناتے ہو۔ جو کچھ میں تمہارے بارے میں حکم دوں اُسے تم تسلیم کر لوگے؟ سب نے جواب دیا بدل منظور ہے۔ اور ہم کو امید ہے کہ آپ انصاف مدِّنظر رکھکے ہم پر احسان فرمائینگے اور اچھا فیصلہ دینگے۔ سعد نے دوبارہ اُن کا اقرار لیا۔ پھر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور نہایت ادب سے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ حضور پر نثار ہو جائیں جناب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اے سعد! تم اِن لوگوں کے حق میں حکم دو مجھے تمہارا فیصلہ منظور ہے۔ پس سعد نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میرا حکم یہ ہے کہ اِس قوم کے مرد قتل کیے جائیں۔ عورتیں اور بچے اِن کے قید کیے جائیں۔ مہاجرین و انصار پر اِن کا مال تقسیم کر دیا جائے۔ پس جناب رسولِ خداؐ اُٹھ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا اے سعد! تم نے وہ فیصلہ کیا ہے جو خدا نے سات آسمانوں پر حکم دیا ہے۔ اِس کے بعد سعد رحمہ اللہ کے ہاتھ کا زخم پھٹ گیا اور خون اُس سے ٹپکنے لگا یہانتک کہ سعد نے وفات پائی (اُن کی مُراد بر آئی) لشکرِ اسلام تمام قیدیوں کو لیے ہوئے مدینہ آیا۔ جناب رسولِ خدا نے ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا۔ بقیع میں گڑھا کھودا گیا۔ جب شام قریب ہوئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان قیدیوں میں سے ایک ایک آدمی نکالا جائے اور اُس کی گردن ماری جائے۔ حیّ بن اخطب نے کعب بن اُسید سے کہا تو دیکھتا ہے کہ اِن لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جا رہا ہے؟ اُس نے کہا کہ پھر تجھے اسکا کیا افسوس۔ کیونکہ جو کوئی کسی مذہب کی طرف دعوت دیتا ہے وہ امرِ تبلیغ میں کاہلی نہیں کرتا۔ گیا وقت اور ہاتھ سے نکلا ہوا موقعہ پھر واپس نہیں آتا۔ اب تم صبر کرو اور اپنے دین پر ثابت قدم رہو۔ پھر کعب بن اُسید صف سے باہر نکالا گیا۔ اُس کے دونوں ہاتھ گردن میں بندھے ہوئے تھے۔ وہ خوبصورت اور شاندار آدمی

تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے اُس کی طرف نظر کرکے فرمایا اے کعب! تجھے اُس ہوشیار و ذہین عالم کی نصیحت نے جو ملکِ شام سے تیرے پاس آیا تھا کچھ فائدہ نہ دیا۔ اُس نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ میں نے سوٗر اور شراب کو چھوڑ دیا ہے۔ اب میں اُس نبیؐ اور رسولؐ کی قدمبوسی اور اطاعت کے لیے مہیا ہوں جو مبعوث ہوگا اور مکّہ میں وہ پیدا ہوگا۔ اِس شہر مدینہ میں وہ ہجرت کرکے آئیگا۔ تھوڑے سے چھواروں پر اور قلیل غذا پر گزارہ کر لیا کریگا۔ بے زین کے خچّر پر سوار ہوگا۔ اُسکی آنکھوں میں سُرخی ہوگی۔ اور اُس کے دونوں شانوں کے مابین مُہرِ نبوّت ہوگی۔ اپنے کندھے پر تلوار رکھیگا۔ اگر تم اُس سے لڑوگے تو وہ اِس کی کچھ بھی پروا نہ کریگا۔ سلطنت و شاہی اُس کی سمندر تک پہنچ جائیگی۔ کعب نے جواب دیا کہ اے محمدؐ (مصطفٰے)! ایسا ہی ہوا تھا اور آپ میں یہ سب باتیں موجود ہیں۔ اگر مجھے یہود کے طعنہ اور عیب جوئی کا خوف نہوتا کہ (یہ لوگ کہینگے) کعب اپنے قتل سے ڈرگیا تو میں ضرور ایمان لے آتا اور آپ کی تصدیق کرتا۔ لیکن میں تو دینِ یہود پر ہی زندہ رہا اور اسی پر مرونگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے حکم دیا کہ اِسے آگے بڑھاؤ اور اِس کی گردن اُڑادو۔ پس وہ قتل کردیا گیا۔ پھر حیّ بن اخطب آنحضرتؐ کے سامنے حاضر کیا گیا اُسے دیکھکر آنحضرتؐ نے فرمایا اے فاسق! تو نے اپنے بارے میں خدا کی کارروائی کیسی پائی؟ اُس نے عرض کی خدا کی قسم مجھے ہرگز اِس بات کا افسوس نہیں ہے کہ میں نے آپ سے دشمنی کیوں کی اور نہ میں آپ کی دشمنی پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوں۔ میں تو دل ہلا دینے والی کوششیں کرگزرا لیکن خدا جس کی مدد نہ کرے وہ تو آخر شکست ہی کھاتا ہے۔ پھر جب اُس کو گڑھے کے پاس قتل کے لیے لائے تو اُس نے یہ شعر پڑھا ؎

لَعَمْرِیْ مَا لَامَ ابْنُ اَخْطَبَ نَفْسَہٗ	وَلٰکِنَّہٗ مَنْ یَّخْذُلِ اللّٰہُ یُخْذَلٖ

(ترجمہ) "اپنی جان کی قسم (حیّ) ابنِ اخطب نے اپنے نفس کو ملامت نہیں کی۔ لیکن جسکا خدا ہی ساتھ نہ دے اُس کا کوئی بھی ساتھ نہ دیگا" اِس کے بعد اُس کی بھی گردن اُڑادی گئی۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے تین دن تک ہر صبح و شام اُن یہودیوں کو قتل کیا اور برابر فرماتے تھے ایّہا النّاس! ان کو شیریں پانی سے سیراب کرو۔ اچھے مزیدار کھانے کھلاؤ اور اِن کے قیدیوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو۔ خداوندِ عالم نے وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ سے وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ہ تک کی آیتیں اِسی بارے میں نازل فرمائیں۔

(دیکھو صفحہ ۱۷۶ سطر ۱۰)

تمام شد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ضمیمہ جات متعلق پارۂ بست و دوم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۶۷۳

تفسیر قمی میں ہے کہ اس جگہ ازواج نبیؐ سے خطاب چھوڑ دیا گیا ہے اور اہلبیت جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا ہے اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ الخ پھر ازواجِ نبیؐ سے خطاب فرمایا وَاذۡکُرۡنَ مَا یُتۡلٰی۔ پھر آلِ محمدؐ سے خطاب فرمایا اِنَّ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَالۡمُسۡلِمٰتِ الخ اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جنابِ علی مرتضےٰ اور جنابِ فاطمہ زہرا اور جنابِ امام حسن وجنابِ امام حسین علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہ واقعہ زوجۂ نبیؐ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہؓ کے گھر میں ہوا۔ جہاں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر المؤمنین۔ جناب سیدہ اور جنابِ حسنین علیہم السلام کو بھی طلب فرمالیا تھا۔ جب یہ سب بزرگوار جنابِ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو اُن جنابؐ نے خیبری چادر ان سب پر ڈالدی اور خود بھی اوڑھ لی۔ پھر درگاہِ خدا میں عرض کی خداوندا! یہ میرے اہلبیت ہیں جن کے بارے میں تو نے مجھ سے بڑے بڑے وعدے کیے ہیں۔ اب تو ان سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھ اور انکو ایسا پاک قرار دیتا رہ جیسا کہ پاک قرار دیتے رہنے کا حق ہے حضرت اُمّ سلمہؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! میں بھی ان میں شریک ہو جاؤں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے اُمّ سلمہؓ! میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ تمہارا انجام بخیر ہو گا (لیکن تم ان میں داخل نہیں ہو سکتیں)۔

زید بن علی بن حسین علیہما السلام فرماتے ہیں کہ بعض جاہلوں کا یہ گمان کہ یہ آیت ازواجِ نبیؐ کی شان میں نازل ہوئی ہے غلط ہے۔ وہ لوگ جھوٹے اور گنہگار ہیں۔ خدا کی قسم اگر یہ آیت ازواج کے بارے میں ہوتی تو خداوند عالم یوں ارشاد فرماتا لِیُذۡهِبَ عَنۡكُنَّ الرِّجۡسَ وَیُطَهِّرَكُنَّ تَطۡهِیۡرًا۔ مؤنث کی ضمیریں اور تانیث کے صیغے ہوتے جیسا کہ وَاذۡکُرۡنَ مَا یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِكُنَّ۔ وَقَرۡنَ۔ وَلَا تَبَرَّجۡنَ وَلَسۡتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیۡتُنَّ میں ہیں۔

تفسیر عیاشی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ تفسیر قرآن سے زیادہ کوئی چیز لوگوں کی عقلوں سے دور تر نہیں ہے۔ سبب یہ کہ کسی آیت کا اوّل حصّہ تو کسی معاملہ میں ہے اور بیچ کا کسی اور معاملہ میں اور آخر کا کسی اور معاملہ میں پھر حضرت نے یہ آیت اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا (بطورِ مثال) فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا سے یہ مطلب ہے کہ تم کو جاہلیّت میں پیدا ہی نہیں کیا۔

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اِس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اہل البیت سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں اور البیت سے مراد اُن کی ولایت پس جو اُن کی ولایت میں داخل ہوا وہ بیت النبیؐ میں داخل ہو گیا۔ اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میں تم لوگوں کو کتابِ خدا اور اپنے اہلبیتؑ سے تمسّک کی وصیّت کرتا ہوں اِس لیے کہ میں نے خدائے عزّوجل سے یہ سوال کیا تھا کہ اِن دونوں چیزوں میں اُس وقت تک جدائی نہ کرے جب تک کہ یہ میرے پاس حوضِ کوثر پر نہ پہنچ جائیں اور اُس نے میری یہ بات منظور فرمالی۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ تم اُن کو کچھ نہ سکھاؤ اِس لیے کہ وہ ہر بات کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ وہ کبھی تم کو بابِ ہدایت سے خارج نہ کرینگے اور بابِ ضلالت میں داخل نہ کرینگے۔ (یہاں تک فرماکے) جنابِ امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش بھی رہتے اور اپنے اہلبیتؑ کو صاف طور سے نہ بتلا دیتے تو فلاں کی اولاد اور فلاں کی اولاد اِس بات کی مدعی ہو جاتی کہ آنحضرتؐ کے اہلبیت ہم ہی ہیں۔ لیکن خدائے عزّوجلّ نے تو اپنی کتاب میں اپنے نبیؐ کے لیے آیہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ الخ نازل فرمادی اور آنحضرتؐ نے حضرت اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہؓ کے مکان میں علی و حسن و حسین و فاطمہ زہرا علیہم السلام کو ایک کملی میں لے لیا۔ پھر یہ فرمایا کہ خداوندا ہر نبیؐ کے اہل اور ثَقَلْ ہوتے ہیں اور یہ میرے اہلبیتؑ اور میرے ثَقَل ہیں۔ اُس وقت حضرت امّ سلمہؓ نے عرض کی (یارسول اللہ!) آیا میں آپ کے اہل سے نہیں ہوں؟ فرمایا تمہارا انجام بخیر ہوگا لیکن میرے اہلبیتؑ اور ثقل تو یہی ہیں۔ اِس حدیث کے آخر میں امام علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ رِجْس سے مراد شک ہے۔ واللہ ہم اپنے پروردگار کے بارے میں کبھی شک نہیں کرتے۔ (مترجم) اہلبیت علیہم السّلام کو جو آنحضرتؐ نے ثَقَل کے لفظ سے یاد کیا اسکا مطلب یہ ہے کہ

ثقل مسافر کے سامان و اسباب کو کہتے ہیں اور آنحضرتؐ نے یہ وصیت سفر آخرت کے وقت فرمائی تو گویا اُمت پر یہ ظاہر کر دیا کہ میں جو اپنا سامان تم لوگوں میں چھوڑے جاتا ہوں وہ یہ دو چیزیں ہیں ایک کتاب خدا اور دوسرے میرے اہلبیتؑ۔ یہ حضرتؐ نے کہیں نہیں فرمایا کہ میرے جُبّۂ شریف کی زیارت کرنا۔ میری نعلین کو سر پر رکھے پھرنا یا موئے مبارک کو بوسے دینا اور آنکھوں سے لگانا۔ مگر یہ سب کچھ تو کیا جاتا ہے اور نہیں کیجاتی تو اطاعتِ اہلبیتؑ اور عمل بہ تعلیم قرآن کہ یہی عمل کرنا ثقیل گزرتا ہے)۔

الخصال میں ہے کہ شوریٰ کے دن جناب امیر علیہ السّلام نے لوگوں کے سامنے اپنی حجتیں پیش کی ہیں از آنجملہ یہ بھی فرمایا کہ میں تم سے خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں آیا تم میں کوئی ایسا ہے جس کے بارے میں خدا تعالٰے نے اپنے رسولؐ پر آیۂ تطہیر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ نازل فرمائی ہو؟ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی جناب رسولِ خداؐ نے ایک کساءِ خیبری اوڑھی اور اُس میں مجھ کو جناب سیّدہؑ کو اور حسنؑ و حسینؑ کو لے لیا۔ پھر یہ ارشاد فرمایا کہ اے میرے پروردگار! میرے اہلبیتؑ یہی ہیں تو ان سے ہر طرح کے رجس کو دور رکھ اور انکو ایسا پاک قرار دیتا رہ جیسا کہ پاک قرار دیتے رہنے کا حق ہے۔ آیا میرے سوا کوئی دوسرا یہ منزلت رکھتا ہے؟ سب نے بالاتفاق کہا کہ "خدا کی قسم! سوائے آپ کے کوئی اور یہ منزلت نہیں رکھتا اور کسی اور کے بارے میں یہ آیت نازل نہیں ہوئی۔

الاکمال میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے ایک مرتبہ خلافت عثمان کے زمانہ میں انصار و مہاجرین کے گروہ سے جبکہ وہ مسجد میں جمع تھے ارشاد فرمایا اَیُّھَا النَّاس آیا تم جانتے ہو کہ خدائے عزّوجلّ نے آیۂ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ نازل فرمایا پس جناب رسول خدا صلّے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے مجھے اور فاطمہؑ اور میرے دونوں فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کو بُلا کر چادر ہم سب پر ڈالدی اور درگاہِ الٰہی میں عرض کی خدایا! یہ ہیں میرے اہلبیتؑ اور میرے جسم کے ٹکڑے۔ جو چیز انہیں رنج دیگی وہ مجھے صدمہ پہنچائیگی اور جو چیز ان کا دل توڑیگی وہ مجھے دُکھ پہنچائیگی۔ الٰہی! تو ان سے ہر طرح کے رجس کو دور رکھ اور ان کو ایسا پاک قرار دیتا رہ جیسا کہ پاک قرار دیتے رہنے کا حق ہے۔ یہ سُنکر حضرت اُمّ سلمہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ اور میں؟ حضرتؐ نے فرمایا تم؟ تمہارا انجام تو بخیر ہوگا لیکن یہ آیت تو خاص کر میری شان میں اور میرے بھائی (میرے قوّتِ بازو علی مرتضٰے) اور میری پارۂ جگر (فاطمہؑ زہرا)

اور میرے دونوں فرزندوں (حسنؑ وحسینؑ) اور میرے فرزند حسینؑ کے نو بیٹوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ہمارے سوا اور کوئی اس میں شریک نہیں۔ اِس کے جواب میں حاضرین نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم سے حضرت اُمِّ سلمہؓ نے یونہی بیان کیا تھا پھر ہم نے جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ سے دریافت کیا تھا تو آنحضرتؐ نے بھی وہی فرمایا تھا جو اُمِّ سلمہؓ نے کہا تھا۔

عللِ الشرائع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ یہ آیت جناب رسولِؐ خدا۔ جناب امیر المؤمنین۔ جناب حسن مجتبےٰ۔ جناب حسین سیّد الشہدا اور جنابِ فاطمہ زہرا علیہم السّلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جب پروردگارِ عالم نے اپنے نبیؐ کو اُٹھا لیا تو اصحابِ تطہیر میں سے جناب سیّدہؑ۔ جناب امیرؑ المؤمنین پھر جنابِ حسنؑ مجتبےٰ پھر جنابِ حسینؑ سیّد الشہدا باقی تھے۔ (اب تنزیل کا نمبر تو ختم ہو گیا) پھر اِس آیت کی تاویل شروع ہوئی جیسا کہ خدا اپنی کتاب میں فرما چکا ہے وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ (دیکھیے صفحہ ۶۶۷ سطر ۸) اور جنابِ علی بن الحسین زین العابدین علیہما السّلام اِس کے مورد قرار پائے۔ پھر اِس کا حکم اُن ائمہؑ میں جاری ہوا جو اُن کی اولاد میں سے یکے بعد دیگرے وصی ہوتے رہے۔ پس اُن کی اطاعت خدا تعالےٰ کی اطاعت ہے اور اُن کی نافرمانی خدائے عزّوجلّ کی نافرمانی ہے۔

(قولِ صاحب تفسیر صافی) پنجتنِ پاک یا آلِ عبا کی شان میں اِس آیت کے نازل ہونے کے متعلق خاصّہ اور عامّہ کی روایتیں اِس کثرت سے ہیں کہ اُن کا احصا نہیں ہو سکتا۔ صاحبِ مجمع البیان نے عامّہ کے طریقوں سے بہت سی روایتیں درج کی ہیں جسے معلوم کرنے کی ضرورت ہو وہ اُس تفسیر کو دیکھے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۷۵

علی بن محمد بن جہم کہتے ہیں کہ میں ایک دن خلیفہ مامون کے دربار میں گیا وہاں جنابِ علی رضا علیہ السّلام بھی تشریف فرما تھے۔ مامون نے کہا یا ابن رسول اللہ! آپ کا یہی دعوےٰ ہے نا کہ تمام انبیاؑ معصوم ہیں؟ حضرتؑ نے جواب دیا بیشک! پس مامون نے اُن آیتوں کا مطلب پوچھا جو انبیاؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں جن کا ہم موقعہ موقعہ سے ذکر کر چکے ہیں اور اُنکا مطلب بھی حضرتؑ کے ارشاد کے بموجب بتا چکے ہیں۔ یہاں تک کہ مامون نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! بیان فرمایئے کہ اِس آیت کا کیا مطلب ہے؟ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ ط

وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ (دیکھو صفحہ ۶۷۴ سطر ۹) امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن جناب رسولؐ خدا کو زید بن حارثہ سے کچھ کام تھا (وہ اُس دن حاضر خدمت نہوئے تھے) اِس لیے جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ خود زید کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اُن کی زوجہ زینبؓ بنت جحش اُس وقت غسل کر رہی تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ الَّذِي خَلَقَكِ (پاک ہے اللہ جس نے تم کو پیدا کیا ہے) اِس قول سے آنحضرتؐ کا مقصود یہ تھا کہ جو لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بتاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں (خدا تعالےٰ اِس عیب سے بری اور پاک ہے۔ اُس کی ذات تمام نقائص سے منزّہ ہے) جس کے اولاد ہوتی ہے اُسے طہارت اور غُسل کی بھی احتیاج پڑتی ہے (حالانکہ خدا پاک و پاکیزہ ہے)۔ جب زیدؓ اپنے مکان میں آئے تو زینبؓ نے یہ واقعہ بیان کیا اور آنحضرتؐ کے ارشاد سے زیدؓ کو اطلاع دی۔ زیدؓ نے کلام جناب رسولؐ خدا کا مطلب نہ سمجھا اور یہ خیال کیا کہ جناب رسولِ خدا نے یہ کلمہ اِس لیے فرمایا ہے کہ اُن جنابؐ کو زینبؓ کی صورت اچھی معلوم ہوئی ہے۔ پس وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی چونکہ میری زوجہ کج خُلق ہے میں اُسے طلاق دینا چاہتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے زیدؓ تم اپنی زوجہ کو اپنے پاس رکھو اور خدا سے ڈرو۔ حالانکہ خدا نے آنحضرتؐ کو اُن کی ازواج کی تعداد سے اطلاع دیدی تھی اور یہ بھی جتا دیا تھا کہ یہ عورت (زینبؓ) بھی اُن میں شامل ہوگی مگر یہ بات حضرتؐ نے اپنے دل میں رکھی۔ زیدؓ پر ظاہر نہ کی۔ کیونکہ حضرتؐ کو اِس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر میں زید پر یہ ظاہر کر دونگا کہ زینبؓ میری زوجہ ہونیوالی ہے تو لوگ حضرتؐ پر عیب لگاتے کہ اپنے آزاد کردہ غلام سے جناب رسولِ خدا نے یہ کہدیا کہ تیری زوجہ عنقریب میری ازواج میں آجائیگی۔ پس خدا نے یہ آیت وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي الخ نازل فرمائی۔ یعنی جبکہ تم اُس سے جس کو خدا نے اسلام کی نعمت بخشی اور تم نے اُسے آزاد کرکے اُس پر احسان کیا یہ کہہ رہے تھے کہ اپنی زوجہ کو اپنے پاس رکھ اور خدا سے ڈر اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے خدا ظاہر کرنیوالا تھا۔ اور تم آدمیوں سے اندیشہ کرتے تھے حالانکہ خدا زیادہ مستحق ہے کہ تم اُس سے ڈرا کرو۔ پھر زید نے زینبؓ کو طلاق دیدی زینبؓ نے عدہ رکھا۔ عدہ ختم ہونیکے بعد خدا تعالےٰ نے جناب رسولؐ خدا کا زینبؓ کے ساتھ نکاح کر دیا اور قرآن میں یہ واقعہ نازل کیا۔ اور پھر اپنے رسولؐ کو یہ بھی جتلا دیا کہ عنقریب منافقین اِس نکاح سے تم کو عیب لگائینگے۔ پس خدا نے یہ آیت بھیجی۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ط (دیکھو صفحہ ۶۷۵ سطر ۵) یہ جواب سُنکر مامون بولا یا ابن رسول اللہ! خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے میرے دل کی گرہ کھولدی اور انبیاء اور اسلام کے بارے میں جو شک میرے دل میں تھا وہ آپ نے دور فرمادیا۔

العیون میں یوں ہے کہ جناب امام علی رضا علیہ السّلام نے (مامون کے جواب میں) عصمت انبیاؑ کے متعلق فرمایا۔ اب رہا جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کے بارے میں خدا تعالےٰ کا یہ قول کہ وَ تُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ط (دیکھو صفحہ ۶۷۴ سطر آخر) جو ہے اُس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو بتادیا تھا کہ دنیا میں تمہاری اتنی بیویاں ہونگی اور اُن کے یہ یہ نام ہونگے اور آخرت میں اِس اِس نام کی باقی رہینگی اور ہیں وہ سب کی سب امّہاتِ مومنین۔ اُن میں سے ایک زوجہ زینبؓ بنتِ جحش بھی ہو گی جو اِس وقت زیدؓ بن حارثہ کے نکاح میں ہے۔ پس آنحضرتؐ نے زینبؓ کا نام اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور اِس سبب سے کسی پر ظاہر نہیں کیا کہ منافقین یہ نہ کہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے ایسی عورت کو اپنی زوجہ کہدیا جو دوسرے کے عقد میں ہے۔ پس اُن کو منافقین کی باتیں بنانے کا اندیشہ ہوا۔ اِسی کے بارے میں خدا تعالےٰ نے فرمایا وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل میں آدمیوں سے اندیشہ کرتے ہو حالانکہ خدا اِس کا زیادہ مستحق ہے کہ اُس سے ڈرا کرو۔ خداوندِ عالم نے صرف تین نکاحوں کا اہتمام خود فرمایا ہے ایک حضرت آدم علیہ السلام کے نکاح کا حضرت حوّاؑ کے ساتھ۔ دوسرے زینبؓ بنتِ جحش کا جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ جیسا کہ فرماتا ہے فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا (دیکھو صفحہ ۶۷۵ سطر ۲) تیسرے جناب سیّدہ کونین فاطمہ زہرا بنتِ رسولؐ خدا کے نکاح کا جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے ساتھ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۶ متعلق صفحہ ۶۷۵

کافی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہر چیز کے لیے ایک حد مقرر ہے جس پر وہ ختم ہوجاتی ہے مگر ذکر خدا تعالےٰ کے لیے کوئی حد معیّن نہیں ہے (دیکھو!) خدا تعالےٰ نے جو جو باتیں واجب فرمائی ہیں جب بندہ اُن کو ادا کر چکتا ہے تو وہی اُن کی حد ہوگئی۔ مثلاً ماہِ رمضان کے روزے خدا تعالےٰ نے

واجب فرما دیے ہیں پس جو اس مہینہ میں روزے رکھ لیگا تو ختم ماہ پر روزوں کی انتہا ہو جائیگی۔ خدا تعالے نے حج واجب فرمایا ہے۔ اب جو شخص مناسک حج بجا لائیگا حج پورا ہو جائیگا مگر ذکرِ خدا ایک ایسی چیز ہے جس کی کمی سے خدا راضی ہی نہیں ہوتا اور نہ اُس کے لیے کوئی حد معیّن فرمائی ہے (جس پر وہ ختم ہو جائے۔ اس تمام تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو ہر وقت یاد کرتے رہنا چاہیے) پھر حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْرًا کَثِیْرًا الٰخ جناب سے یہ بھی منقول ہے کہ فرمایا جب ہمارے شیعہ خالی بیٹھے ہوا کریں تو خدا کو بکثرت یاد کیا کریں۔

تفسیر برہان میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار خدا کو بہت یاد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب میں اُن جنابؑ کے ہمراہ کہیں جاتا تو وہ حضرتؑ راہ میں ذکرِ خدا فرماتے اور جب میں اُن جنابؑ کے ساتھ کھانا کھاتا ہوتا تب بھی وہ جنابؑ ذکرِ خدا بجالاتے اور جب وہ حضرتؑ لوگوں سے باتیں کرتے ہوتے تب بھی ذکرِ خدا کو ترک نہ فرماتے۔ اور میں (اکثر) دیکھا کرتا تھا کہ اُن حضرتؑ کی زبان تالو سے ملی ہوئی ہوتی مگر برابر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰهُ کی آواز آتی رہتی۔ اور وہ جناب ہم سب کو جمع کرتے اور طلوعِ آفتاب تک ذکرِ خدا میں مشغول رہنے کا حکم دیتے اور ہم میں سے جو کوئی خواندہ ہوتا اُسی تلاوتِ قرآن کی ہدایت فرماتے اور ناخواندہ کو ذکرِ خدا کا امر فرماتے (نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے کہ) جس گھر میں قرآن مجید پڑھا جائے اور خدا کا ذکر کیا جائے اُس میں برکت زیادہ ہوگی۔ ملائکۂ رحمت اُس میں نازل ہونگے۔ شیاطین اُس کو چھوڑ دینگے اور اہلِ آسمان کی نظروں میں وہ گھر ایسا ہی دکھائی دیگا جیسے روشن ستارہ زمین والوں کی نگاہ میں معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ گھر جس میں قرآنِ کریم نہ پڑھا جائے اور ذکرِ خدا نہ کیا جائے اُس کی برکت کم ہو جائیگی اور ملائکہ اُس کو چھوڑ دینگے اور شیطان اُس میں آدھمکینگے۔ اور جنابِ رسولِ خداؐ نے اصحاب سے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو ایسی چیز بتادوں جو تمہارے اعمال میں افضل عمل ہو۔ تمہارے درجہ کو بلند کرے۔ ملائکہ کو روشن تر نظر آئے۔ درہم و دینار سے تمہارے لیے بہتر ہو اور اس سے بھی بہتر ہو کہ جب تم اپنے دشمنوں سے لڑو تو تم اُن کو قتل کردو یا وہ تم کو قتل کردیں؟ اُن سب نے عرض کی ہاں یا رسول اللہؐ! ضرور فرمائیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ خدا کو بکثرت یاد کیا کرو۔ پھر امامؑ نے فرمایا کہ ایک شخص جنابِ رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! اہلِ مسجد میں سے سب سے بہتر اور افضل کون ہے؟ فرمایا جو خدا کو سب سے زیادہ یاد

کرتا ہو۔ نیز جناب رسولِ خدا فرماتے ہیں کہ جس کسی کو ذکرِ خدا کرنیوالی زبان عطا ہوئی ہے تو اُس کو دنیا اور آخرت کی ساری خوبیاں مِل گئیں۔ قولِ باریتعالےٰ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ہ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۹۱۹ سطر اول) کی تفسیر میں امامؑ فرماتے ہیں جو نیکی خدا کی راہ میں اُس کی خوشنودی کے لیے کرو اُسے زیادہ نہ سمجھو۔ اُنہی جنابؑ سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے جو کوئی اکثر خدا کا ذکر کرتا ہے خدا اُسے دوست رکھتا ہے اور جو بکثرت خدا کو یاد کرے تو خدا تعالےٰ اُس کو دو پروانے عطا فرمائیگا ایک آتشِ جہنم سے آزادی کا اور دوسرا نفاق سے برئیت کا۔ وہی جناب فرماتے ہیں جو کوئی اکثر خدا کو یاد کرے تو جنّت میں خدا کی رحمت اُس پر سایہ فگن ہوگی۔

ابن بابویہ القمیؒ علیہ الرّحمہ نے بطریقِ مرسل جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے اُن جنابؑ سے سوال کیا تھا اے مولا! قولِ خدا اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ہ میں ذکرِ کثیر سے کونسا ذکر مراد ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا جو شخص تسبیح جنابِ سیّدہؑ پڑھے تو اُس نے خدا کا ذکرِ کثیر ادا کرلیا۔

اسمٰعیل بن عمارہ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا اے مولا! اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ہ کی حد کیا ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا کہ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ نے اپنی پارۂ جگر حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کو تعلیم فرمایا کہ چونتیس۳۴ بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ تینتیس۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ تینتیس۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہہ لیا کرو۔ پس جب تم نے یہ تسبیح ایک مرتبہ رات کو اور ایک مرتبہ دن میں پڑھ لی تو خدا تعالےٰ کا ذکرِ کثیر ادا کر دیا۔

ائمۂ طاہرین علیہم السّلام سے منقول ہے جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ تیس۳۰ بار کہے تو اُس نے خدا کا ذکرِ کثیر ادا کر دیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۶۷۷

رہیں وہ دو عورتیں جن سے ہم بستر نہیں ہوئے ایک کا نام عَمرہ تھا دوسری کا شنبار۔ اور جن تیرہ سے مجامعت فرمائی اُن میں سب سے اول حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بنتِ خویلد ہیں ان کے بعد اُنکی سودہ بنتِ زمعہ۔ پھر اُمِّ سلمہؓ جن کا اصلی نام ہند بنتِ ابی امیہ ہے۔ پھر عائشہ بنتِ ابوبکر اس کی کنیت اُمّ عبد اللہ ہے۔ پھر حفصہ۵ بنتِ عمر بن خطاب۔ پھر زینب۶ بنتِ خزیمہ ان کی کنیت اُمِّ ابن الحارث اور اُمّ المساکین ہے۔ پھر زینب۷ بنتِ جحش۔ پھر اُمّ حبیبہ۸ ان کا اصلی نام رملہ بنتِ ابوسفیان ہے۔ پھر میمونہ۹ بنت الحارث۔ پھر زینب۱۰ بنتِ عمیس۔ پھر جویریہ۱۱ بنت الحارث۔ پھر صفیہ۱۲ بنت حی بن اخطب۔ پھر خولہ۱۳ بنتِ حکیم سلمی

جس نے اپنا نفس جناب رسولِ خدا کے لیے ہبہ کر دیا تھا۔ علاوہ بریں جناب رسولِ خدا کی ازواج میں دو حرم بھی تھیں۔ ایک ماریہ قبطیہ دوسری ریحانہ بنت قیس۔ اور جو بیویاں اُن جناب نے وقتِ وفات چھوڑیں اُن کے نام یہ ہیں۔ عائشہ۔ حفصہ۔ اُم سلمہ۔ زینب بنت جحش۔ میمونہ بنت الحارث۔ اُم حبیبہ بنت ابو سفیان۔ صفیہ بنت حیی ابن اخطب۔ جویریہ بنت الحارث۔ سودہ بنت زمعہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کی تمام ازواج میں سب سے افضل حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔ اُن کے بعد حضرت اُم سلمہ گرامی مرتبہ ہیں پھر حضرت جویریہ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۳ متعلق صفحہ ۱۶۹

معانی الاخبار میں ہے کہ کسی شخص نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو حضرت نے فرمایا خدا کی صلوٰۃ تو یہ ہے کہ وہ اپنے رسولؐ پر رحمت نازل کرتا ہے۔ اور صلوٰۃِ ملائکہ یہ ہے کہ وہ آنحضرتؐ کی پاکیزگی اور طہارت بیان کرتے ہیں اور آدمیوں کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ آنحضرتؐ کے لیے دعا کرتے ہیں اور سَلِّمُوا تَسْلِيمًا سے یہ مراد ہے کہ جو کچھ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اُسکا قبول کرنا لازم ہے۔ کسی صحابی نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! یہ تو فرمایئے کہ ہم محمدؐ و آل محمدؐ پر درود کس طرح بھیجیں؟ فرمایا کہو صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَصَلَوَاتُ مَلٰئِكَتِهٖ وَاَنْبِيَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجَمِيْعِ خَلْقِهٖ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ کسی نے عرض کی جو شخص اس طور سے محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجے تو اُسے کتنا ثواب ملیگا؟ حضرتؑ نے فرمایا خدا کی قسم وہ اپنے گناہوں سے اس طرح باہر آجائیگا گویا ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

العیون میں ہے کہ جناب غریب الغربا امام علی رضا علیہ السلام نے دربارِ مامون میں ارشاد فرمایا ایہا الناس! یہ بات تو ہمارے دشمن بھی جانتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر سلام کرنیکا طریقہ تو ہمیں معلوم ہے اب آپ پر درود کیونکر بھیجا جائے؟ حضرتؐ نے فرمایا یوں کہا کرو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ کیوں اے گروہِ مردم! جو کچھ میں نے بیان کیا آیا تم میں کوئی شخص اس کے خلاف کہہ سکتا ہے؟ سب نے جواب دیا نہیں (کسی کو اختلاف نہیں ہے) مامون بولا جو کچھ آپ نے فرمایا اُس پر تمام اُمت کا اتفاق ہے کسی نے اس کے خلاف

نہیں کہا مگر آپ کسی اور آیت قرآنی سے جو اس آیت سے واضح تر ہو اس بات پر دلیل لائیے کہ آلِ رسولؐ پر خدا نے درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اُن حضرتؑ نے فرمایا اے گروہِ علما! یہ تو بتاؤ کہ قولِ باریتعالےٰ یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ میں یٰسٓ سے خداتعالےٰ نے کسے مُراد لیا ہے؟ اُن لوگوں نے عرض کیا بے شک و شبہہ یٰسٓ جنابِ رسولِ خداؐ کا نام ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اِسی آیت سے خداتعالےٰ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کو وہ فضیلت عطا فرمائی جس کی کنہ و صفت تک سوائے اُس شخص کے جو اسکو سمجھ چکا ہے اور کوئی پہنچا ہی نہیں۔ تفصیل اُس کی یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے اپنے انبیاء کے سوا اور کسی پر سلام نہیں بھیجا پس فرمایا سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ اور فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ اور فرمایا سَلَامٌ عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ (مگر اِن نبیوں کی آل پر سلام نہیں بھیجا تھا) یہ نہیں فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ نُوْحٍ اور یہ نہیں فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اور یہ نہیں فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ۔ البتّہ یہ فرمایا ہے سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ یَاسِیْنَ یعنی آلِ محمدؐ۔ یہ سُنکر مامون نے کہا مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ معدنِ نبوّت کے سوا اور کوئی شخص قرآن کی تفسیر اور مطالب کو بیان ہی نہیں کرسکتا۔

مقدمہ شرائع الدّین میں اُنہی جنابؑ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ہر مقام میں (جب کوئی آنحضرتؐ کا نام لے) اور چھینکنے کے بعد اور آندھیوں وغیرہ کے وقت درود بھیجنا واجب ہے۔

الخصال میں جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے بھی یہی حدیث منقول ہے۔

کافی اور من لایحضرہ الفقیہ میں ہے کہ جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا جب تم جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ کا نام لو یا کوئی دوسرا تمہارے سامنے نام لے یا اذان وغیرہ میں اُن جناب کا نامِ نامی سُنو تو آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہ پر درود بھیجو۔

نیز کافی میں اُنہی جنابؑ سے مروی ہے کہ جنابِ سردارِ دوعالم نے وفات پائی تو جوق جوق مہاجرین وانصار اور ملائکہ نے آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہ پر درود بھیجا۔

جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ میں نے جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا اُس وقت جبکہ وہ جناب صحیح وسالم تھے کہ آیتِ درود خداوندِ عالم نے اِس غرض سے نازل فرمائی ہے کہ لوگ میرے انتقال کے بعد بھی مجھ پر برابر درود بھیجتے رہیں۔ اسی لیے یہ جتلایا کہ اللہ اور اللہ کے فرشتے محمدؐ وآلِ محمدؐ پر برابر

درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اور اُسی کتاب میں ایک حدیث مرفوع یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ جناب موسٰے علیہ السّلام نے اپنی مناجات میں جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ کا ذکر کیا ارشادِ باری ہوا اے فرزندِ عمران! محمدؐ پر درود بھیجو کہ میں بھی اُن پر درود بھیجتا رہتا ہوں اور میرے فرشتے بھی۔

ابو مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ہر روز نمازِ صبح اور نمازِ مغرب کے بعد زانو بدلنے اور کلام کرنے سے پہلے کہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّذُرِّيَّتِهٖ تو خدا تعالےٰ سو حاجتیں اُس کی بر لائیگا ستّر دنیا میں اور تیس آخرت میں۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! صلوٰۃِ خدا اور صلوٰۃِ ملائکہ کے کیا معنی ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ خدا اور ملائکہ آنحضرتؐ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور مومنین کی طرف سے آنحضرتؐ کے لیے دعا ہوتی ہے۔ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ایک فرشتہ نے درگاہِ خدا میں دعا کی خدایا! تو مجھے کان عنایت فرما کہ میں تیرے بندوں کی باتیں سننے لگوں۔ خدا نے اُس کی دعا قبول فرمائی اب وہ فرشتہ قیامت تک کھڑا رہیگا۔ جو کوئی مومن کہتا ہے صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تو وہ فرشتہ جواب دیتا ہے اے بندۂ مومن وَعَلَيْكَ السَّلَامُ۔ پھر وہ فرشتہ جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ کو خبر دیتا ہے کہ یا رسول اللہ! فلاں بندۂ مومن حضور کو سلام کہہ رہا ہے۔ یہ سُنکر آنحضرتؐ بھی فرماتے ہیں وَعَلَيْهِ السَّلَامُ۔

صفوانِ جمّال سے منقول ہے کہ جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب تک محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود نہ بھیجا جائے کوئی دعا جو خدا سے کیجائے آسمان پر نہیں جاتی ہے۔

صفوان بن یحیےٰ کہتے ہیں کہ میں جناب امام علی رضا علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ ناگاہ اُن جنابؑ کو چھینک آئی۔ میں نے عرض کیا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ۔ دوبارہ چھینک آئی۔ میں نے کہا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ۔ پھر تیسری بار چھینک آئی۔ میں نے جواب میں کہا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ۔ پھر میں نے عرض کی اے مولا! میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ جیسے امامؑ کی چھینک کے وقت ہم لوگ وہ کلمہ کہہ سکتے ہیں جو آپس میں کہا کرتے ہیں یعنی يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کیا وہی کہنا چاہیے جو ہماری عادت ہے (یعنی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ)؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ تم یہ نہیں کہتے ہو صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ میں نے عرض کی ہاں یا ابن رسول اللہ!

یہ بھی کہتا ہوں۔ پھر میں نے عرض کی اے مولا! کیا اِرْحَمْ مُحَمَّداً وَّآلَ مُحَمَّدٍ بھی کہا کروں؟ فرمایا ہاں کہا کرو۔ خداتعالےٰ نے اپنے رسولؐ پر درود بھی بھیجا ہے اور رحمت بھی نازل کی ہے۔ ہم جو اُن جنابؐ پر درود بھیجتے ہیں تو یہ ہمارا درود اُن حضرتؐ کے لیے دعا ہے اور ہمارے واسطے تقرب کا باعث ہے۔

عمر بن یزید کہتے ہیں کہ مجھ سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! جب شب جمعہ آتی ہے تو آسمان سے بکثرت فرشتے زمین پر آتے ہیں اُنکے ہاتھوں میں سونے کے قلم اور چاندی کے کاغذ ہوتے ہیں اور وہ فرشتے شب شنبہ تک سوائے درود کے اور کچھ نہیں لکھتے تو تم اس شب و روز میں بکثرت صلوات بھیجا کرو۔ اور اے عمر! ہر جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ دوسرے دنوں میں ہر روز سو بار محمدؐ و آلِ محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین پر درود بھیجنا سُنت ہے۔

اسحاق بن فروخ مولا آل طلحہ کہتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے اسحاق ابن فروخ! جو شخص محمدؐ و آلِ محمدؐ پر دس مرتبہ درود بھیجے تو خدا اُس پر ایک ہزار مرتبہ رحمت نازل کرتا ہے اور ملائکہ اُس کے لیے ایک ہزار دفعہ استغفار پڑھتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ خداتعالےٰ فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا (دیکھیے صفحہ ۶۷۶ سطر ۱)

محمد بن مسلم نے جناب امام محمد باقر یا جناب امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ میزان اعمال میں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجنے سے زیادہ کوئی چیز گراں قدر نہ ہوگی۔ چنانچہ جس شخص کے اعمال تولے جائیں گے اور اُس کا پلہ ہلکا ہوگا تو آنحضرتؐ اُس کے پلہ میں وہ درود رکھ دیں گے جو آنحضرتؐ پر بھیجا تھا۔ اُسی سے وہ پلہ بھاری ہو جائیگا۔

ابان بن تغلب نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اور آن حضرتؑ نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے اور انھوں نے سید الشہدا جناب امام حسین علیہ السلام سے اور اُن حضرتؑ نے جناب سید الاوصیاء امیر المؤمنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجے اور میری آل پر درود نہ بھیجے تو اُسے خوشبوئے جنت نصیب نہ ہوگی۔ حالانکہ اُس کی خوشبو پانسو برس کی راہ سے معلوم ہوتی ہوگی۔

جناب امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جب تم جمعہ کے دن نمازِ عصر سے فارغ ہو جاؤ تو کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ الْاَوْصِیَاءِ الْمَرْضِیِّیْنَ بِاَفْضَلِ صَلَوَاتِكَ وَبَارِكْ عَلَیْھِمْ بِاَفْضَلِ بَرَكَاتِكَ وَالسَّلَامُ عَلَیْھِمْ وَعَلٰی اَرْوَاحِھِمْ وَاَجْسَادِھِمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَكَاتُہٗ پس جو شخص نمازِ عصر کے بعد یہ درود پڑھیگا تو خدائے عزّوجل ایک لاکھ نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں لکھیگا اور ایک لاکھ گناہ اُس کے مٹائیگا۔ اور ایک لاکھ حاجتیں اُس کی بر لائیگا اور ایک لاکھ درجے جنّت میں اُس کے لیے بلند فرمائیگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۶۷۹

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السّلام نے اپنا موئے مبارک ہاتھ میں لیکر فرمایا کہ اِسی طرح مجھ سے جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ نے اپنا موئے مبارک اپنے دستِ مبارک میں لیکر یہ حدیث بیان فرمائی کہ اے علیؑ! جس شخص نے تمہارے ایک بال کو بھی ایذا پہنچائی تو اُس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اُس نے یقیناً خدا تعالےٰ کو ایذا پہنچائی اور جس نے خدا تعالےٰ کو ایذا پہنچائی اُس پر خدا کی لعنت ہے۔

تہذیب الاحکام میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ایک رات جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ نے بحکمِ خدا نمازِ عشا پڑھنے میں تاخیر کی پس عمر بن الخطاب دروازہ بیت الشرف پر آیا اور دروازہ کھٹکھٹا کے غل مچانے لگا کہ یارسول اللہ! عورتیں بھی سوگئیں۔ بچے بھی سو گئے (لیکن آپ نے ابھی تک نمازِ عشا نہیں پڑھی) یہ سُنکر آنحضرتؐ برآمد ہوئے اور ارشاد فرمایا تم کو ہرگز جائز نہیں ہے کہ مجھے ایذا دو اور مجھ پر حکم چلاؤ۔ تم سب پر لازم ہے کہ میری بات سنو اور میری اطاعت کرو۔

جناب امام حسن عسکری علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ نے کسی مہم پر ایک لشکر بھیجا اُن سب کا سردار جناب امیرالمومنین علیہ السّلام کو مقرر کیا اور جناب رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ جب کبھی کسی جگہ لشکر بھیجتے تھے۔ اور اس میں جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام بھی ہوتے تھے تو انہی جناب کو امیرِ لشکر بنایا کرتے تھے۔ غرضکہ جب وہ لشکر کامیاب ہوا اور مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ لگا تو آن حضرتؑ نے (اُس مالِ غنیمت میں سے) ایک لونڈی مول لینی چاہی اور قیمت اُس کی مالِ غنیمت میں سے دینا چاہی تو حاطب بن ابی بلتعہ اور بریدہ اسلمی

کو یہ امر ناگوار گزرا اور ان دونوں نے کنیز کی قیمت بڑھا دی۔ جب حضرتؑ نے اُن کا مکر اور قیمت کا زیادہ کرنا ملاحظہ فرمایا تو اُس دن اُس کی خریداری موقوف رکھی اور اس بات کے منتظر رہے کہ اُس کی قیمت کہاں تک بڑھتی ہے۔ پھر اُن جنابؑ نے وہ لونڈی خرید لی۔ جب وہ لوگ واپس آئے تو اُن دونوں نے اتفاق کر لیا کہ اس واقعہ کی خبر جنابِ رسولِ خدا کو ضرور دینی چاہیئے۔ غرض بریدہ اسلمی آنحضرتؐ کے سامنے آ کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسولؐ اللہ! آپ نے یہ بھی سُنا ہے کہ علیؑ بن ابیطالب نے مسلمانوں کے برخلاف مالِ غنیمت سے ایک لونڈی خریدی ہے یہ سُنا آنحضرتؐ نے اُسکی طرف سے مُنہ پھر الیا۔ پھر وہ دہنی طرف آیا اور وہی عرض کیا جو پہلے کہا تھا۔ پھر آنحضرتؐ نے مُنہ پھر الیا۔ اب وہ بائیں طرف آیا اور وہی عرض کیا۔ آنحضرتؐ نے پھر مُنہ پھر الیا۔ اِس کے بعد جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کو ایسا غصہ آیا کہ نہ اس سے پہلے کبھی ویسا غصہ آیا تھا اور نہ بعد اس کے کبھی ویسا غصہ آیا۔ رنگِ رُخِ مبارک متغیر ہو گیا۔ مُنہ سے کف بھی جاری ہو گئے۔ شہرگ بھی اُبھر آئی۔ اعضا بھی کانپنے لگے پھر ارشاد فرمایا کہ اے بریدہ! تجھے ہو کیا گیا ہے کہ تو خدا کے رسولؐ کو آج ایذا دے رہا ہے کیا تو نے خدا تعالےٰ کا یہ قول نہیں سُنا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا (دیکھو صفحہ ۶۷۹ سطر ۱۰ و صفحہ ۶۸۰ سطر ۱) بریدہ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! مجھے تو خیال نہیں کہ میں نے کبھی حضور کی اذیت کا ارادہ بھی کیا ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے بریدہ! تیرا گمان یہ ہے کہ جو شخص بالخصوص مجھے اذیت دیگا وہی میرا موذی کہلائیگا اے بریدہ! کیا تجھے یہ معلوم نہیں کہ علیؑ بن ابیطالب مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں جس نے علیؑ کو ایذا دی اُس نے یقیناً مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے یقیناً خدا کو ایذا دی اور خداوندِ عالم کے ذمہ لازم ہے کہ اُس کو آتشِ جہنم میں دردناک عذاب سے ایذا پہنچائے۔ اے بریدہ! کیا تو زیادہ جاننے والا ہے یا خدائے عزّ وجل! کیا تیرا علم زیادہ ہے یا لوحِ محفوظ کے پڑھنے والوں کا! کیا تیرا علم بڑھا ہوا ہے یا ملائکہ ارحام کا! بریدہ نے جواب دیا کہ خدا تعالےٰ کا علم ہے اور لوحِ محفوظ کے پڑھنے والے اور ملائکہ ارحام مجھ سے بدرجہا زیادہ علم رکھتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے بریدہ! کیا تو زیادہ واقفیت رکھتا ہے یا وہ فرشتے جو علیؑ بن ابیطالب کے حافظانِ اعمال ہیں؟ بریدہ نے

عرض کیا بلکہ حافظانِ اعمالِ علیؑ بنِ ابیطالب بہ نسبت میرے زیادہ واقف ہیں! آنحضرتؐ
نے فرمایا پھر تو کس لیے علیؑ بنِ ابیطالب کو خطاوار ٹھہراتا ہے اور کیوں اُنکو ملامت اور زجر و توبیخ کرتا
ہے اور کیوں اُنکے فعل میں بُرائی نکالتا ہے؟ (آگاہ ہوجا کہ) جبرئیلؑ امین نے مجھے خبر دی ہے کہ حافظانِ
اعمال نے علیؑ بن ابیطالب کی ولادت سے لیکر اِس وقت تک اُنکی کوئی خطا نہیں لکھی اور ملک الارحام نے مجھ سے
بیان کیا ہے کہ علیؑ بن ابیطالب کی ولادت سے پہلے جبکہ وہ اپنی والدۂ ماجدہ کے بطنِ مبارک میں تھے یہ لکھدیا
گیا ہے کہ علیؑ ابنِ ابیطالب سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہوگا اور جبکہ میں شبِ معراج آسمان پر گیا تو مجھ سے
اُن فرشتوں نے جو لوحِ محفوظ پڑھتے ہیں یہ بیان کیا کہ ہم نے لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا
دیکھا ہے کہ علیؑ بن ابیطالب ہر گناہ اور خطا سے معصوم و محفوظ ہیں: اے بریدہ! پھر تو
کس لیے علیؑ کو خطاوار بتاتا ہے حالانکہ پروردگارِ عالم نے اور ملائکۂ مقربین نے اُنکے
صواب پر ہونے کی خبر دیدی ہے۔ اے بریدہ! تو علیؑ بنِ ابیطالب پر اعتراض نہ کیا کر اور
سوائے خوبی اور نیکی کے کوئی بات اُن کی شان میں نہ کہا کر کہ وہ امیرالمؤمنین اور سید الصالحین
اور فارس المسلمین اور قائد الغر المحجلین اور جنت و دوزخ کے تقسیم کرنیوالے ہیں وہی
قیامت کے روز (دوزخ سے) فرمائینگے کہ یہ میرا ہے اور یہ تیرا۔ اے بریدہ! کیا تجھے خبر
نہیں کہ علیؑ ابنِ ابیطالب کا حق تم سب مسلمانوں پر یہ ہے کہ تم لوگ اُن سے بُرا برتاوا
نہ کرو اور اُن سے دشمنی نہ رکھو۔ اور اپنے نفسوں کو اُن پر فضیلت نہ دو۔ افسوس!
علیؑ بن ابیطالب کی جو قدر و منزلت خدا تعالےٰ کے نزدیک ہے بہ نسبت اُس کے تمہارے
نزدیک کچھ بھی نہیں۔ (اے لوگو!) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں علیؑ بنِ ابیطالب کا مرتبہ تم
سے بیان کروں؟ سب نے عرض کی یا رسول اللہؐ! ضرور ارشاد ہو۔ اُس وقت آنحضرتؐ
صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا آگاہ ہوجاؤ کہ روزِ قیامت حق سبحانہ و تعالےٰ ایک قوم کو محشور
فرمائیگا جن کے گناہوں سے میزانِ اعمال مملو ہوجائیگی۔ اُس وقت ارشادِ باری ہوگا اے
میرے بندو! یہ گناہ تو تمہارے موجود ہیں نیکیاں بھی اپنی دکھاؤ۔ ورنہ تم ہلاک کیے جاؤگے
وہ عرض کرینگے پروردگارا! ہم کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ ہم نے کچھ نیک کام کیے بھی ہیں یا نہیں؟
اُس وقت خدا تعالےٰ کی طرف سے آواز آئیگی کہ اے میرے بندو! اگر تم کو اپنی نیکیاں
معلوم نہیں تو نہوں مجھے تو اُن کا علم ہے اور میں اُن کا معاوضہ تمہیں پورا پورا دونگا۔ پھر
(بحکمِ خدا) ہوا چلیگی اور وہ ایک چھوٹا سا پرچہ لاکر نیکیوں کے پلے میں ڈالدیگی۔ جس کی
وجہ سے نیکیوں کا پلہ بھاری ہوجائیگا۔ اور گناہوں کا پلہ اتنا بلند ہوجائیگا جتنا کہ آسمان و
زمین کا فاصلہ ہے۔ اُس وقت اُن لوگوں میں سے ایک سے کہا جائیگا کہ تو اپنے ماں باپ

بھائیوں ۔ بہنوں اور خاص عزیزوں اور دوستوں کا ہاتھ پکڑلے اور اُن سب کو جنت میں داخل کردے ۔ اہلِ محشر عرض کرینگے بارِ الٰہا اِن کے گناہ تو ہم نے پہچان لیے ۔ یہ نیکی کیا تھی ؟ پردۂ غیب سے آواز آئیگی اے میرے بندو اِن میں سے جس کسی کا قرضہ کسی برادرِ ایمانی پر ہوتا تھا تو صاحب قرض یہ کہدیا کرتا تھا کہ چونکہ تو علیؑ ابنِ ابیطالب کا دوست ہے اس لیے میں بھی تجھ سے محبت کرتا ہوں اس لیے یہ قرضہ بھی تو رہنے دے اور میرے مال میں سے جتنا چاہے اور لے لے ۔ پس ہم نے اُن دونوں کی یہ نیکی قبول کرلی اور اِن کے گناہ معاف کردیے اور آج کے دن وہ نیکی ہم نے اِن کی ترازو میں رکھدی اور اِن دونوں کے لیے مع اُن کے والدین کے جنت واجب کردی پھر ارشاد ہوا اے بریدہ ! جو لوگ دشمنی علیؑ ابن ابیطالب کی وجہ سے دوزخ میں جائینگے اُن کی تعداد اُن کنکریوں سے بھی زیادہ ہوگی جو جمرات پر ماری جاتی ہیں ۔ اے بریدہ ! تو ہمیشہ خوف رکھ ۔ ایسا نہو کہ دشمنانِ علیؑ میں تیرا بھی شمار ہوجائے ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۸۲

تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت میں امانت سے مراد امامت اور امر و نہی ہے اور دلیل اس دعوے پر کہ امانت سے امامت مراد ہے یہ آیت ہے کہ خدا نے ائمہ علیہم السّلام کے بارے میں فرمایا ہے اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا (دیکھو صفحہ ۱۳۸ سطر ۴) ۔ اِس آیت میں امانت سے مراد امامت ہے ۔ پس یہ امانت یعنی امامت تمام آسمانوں پر اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیگئی ۔ ان سب نے اُس کے بارے سے انکار کیا اور خوف زدہ ہوگئے کہ امامت کے دعویدار بنیں اور حقدار سے اُس کو غصب کرلیں لیکن میاں اوّل نے جو بڑے بے وقوف اور اظلم تھے (آؤ دیکھا نہ تا اور امامت جیسی) امانت کو اپنے اوپر لادلیا ۔

نہج البلاغہ میں ہے کہ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام نے مسلمانوں کو وصیتیں فرمائیں ۔ منجملہ اُن کے ایک وصیت یہ بھی تھی کہ امانت کا ادا کرنا بھی ضروری ہے اور جو شخص امانت کا اہل نہو اور دعوے کرے وہ نقصان اُٹھائیگا کیونکہ یہ امانت ہی وہ چیز ہے کہ جو بڑے بڑے آسمانوں اور بچھی ہوئی زمینوں اور لمبے چوڑے محکم پہاڑوں کے سامنے پیش ہوئی ۔ پس ان میں سے نہ کوئی چیز امانت سے زیادہ طولانی اور چوڑی تھی اور نہ اسکے اور اتنی تھی ۔ اشیائے مذکورہ کا انکار اس وجہ سے نہ تھا کہ امانت اُن سے طویل و عریض اور قوی و غالب تھی بلکہ سبب یہ تھا کہ وہ عقوبت سے ڈر گئیں اور اُنھوں نے اِس

امانت کا انجام بھی سمجھ لیا جس سے حضرتِ انسان (ابو بکر) جاہل تھے اور باوجود اس کے کہ انسان بہ نسبت اِن چیزوں کے زیادہ ضعیف تھا مگر اُس نے امانت کو اپنے سر لے لیا۔ بیشک وہ بڑا ظالم اور اجہل تھا۔

العوالی میں ہے کہ جب نماز کا وقت قریب ہوتا تھا تو جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام مضطرب اور بیچین ہو جایا کرتے تھے اور چہرۂ مبارک کا رنگ متغیّر ہو جاتا تھا۔ لوگ عرض کرتے تھے یا امیر المؤمنین! یہ آپ کی کیا حالت ہو جاتی ہے؟ حضرتؑ فرماتے تھے کہ نماز کا وقت آگیا۔ خدا کی امانت جسے خدا نے آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تھا اور اُنہوں نے اس امانت کے تحمّل سے انکار کر دیا تھا اور ڈر گئے تھے۔ ادا کرنیکا یہی وقت ہے۔

تہذیب الاحکام میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ اے مولا! ایک شخص نے دوسرے شخص کو بازار بھیجا اور یہ کہا کہ میرے لیے ایک کپڑا خرید لا۔ وہ کپڑا بازار میں بھی ملتا ہے اور ویسا ہی اُس کے پاس بھی موجود ہے آیا جائز ہے کہ وہ منگا نیوالے کو اپنے پاس سے کپڑا دیدے؟ حضرتؑ نے فرمایا ہرگز وہ ایسے کام کے قریب نہ جائے اور اپنے نفس کو (ایسے معاملہ سے) آلودہ نہ کرے کیونکہ خدا فرماتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ الخ پھر حضرتؑ نے فرمایا جو کپڑا بازار میں دستیاب ہوتا ہو اگرچہ اُس شخص کے پاس اُس سے بہتر بھی موجود ہو تب بھی اپنے پاس سے نہ دے۔

(**قولِ صاحب تفسیر صافی**) اِس آیت کے متعلق جتنی حدیثیں وارد ہوئی ہیں اُن میں کوئی اختلاف اور منافات نہیں ہے اگرچہ کسی حدیث میں امانت بمعنی امامت مراد ہے کسی میں عام مراد ہے جو امانت اور تکلیف وغیرہ کو بھی شامل ہے کیونکہ ایسا لفظ استعمال کرنا جائز ہے جو معانی کثیرہ کو شامل ہو۔ کبھی اُس سے معانی حقیقیہ مراد لیے جائیں اور کبھی اُس میں قید لگا کر مخصوص معنوں میں استعمال کریں۔ اِس آیت میں امانت سے مراد عبادت خدا کی تکلیف بھی ہے جو اچھی طرح ادا کیجائے اور تقرّبِ خدا اُس سے حاصل ہو اور ہر بندہ اپنی استعداد کے موافق کما حقہٗ بجالائے۔ اور تکالیفِ الٰہیہ میں سے سب سے بڑی تکلیف خلافت ہے جو اُس کے اہل کو خدا کی درگاہ سے عطا ہوتی ہے۔ پس جو لوگ اُس کے حقدار نہوں اُن کو لازم ہے کہ امرِ خلافت اُس شخص کے سپرد کر دیں جو (منصوص من اللہ) اُس کا اہل ہو اور ہر شخص اپنے لیے دعوٰے نہ کر بیٹھے اور آسمانوں۔ زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے اِس امانت کے پیش کرنے سے مطلب یہ ہے کہ خدا نے اُنکی استعداد

کی طرف نظر (امتحان) فرمائی اور اشیاء مذکورہ کے انکار سے مراد یہ ہے کہ ان میں تحملِ امانت کی لیاقت نہ تھی۔ اور انسان کے متحمل ہو جانے سے یہ مطلب ہے کہ اُس نے بغیر استحقاق امانت کا بوجھ اپنے سر لے لیا جس کی وجہ سے وہ امانت کے اصلی مالک کے مقابلہ میں متکبر کہلایا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اُس انسان میں امانت ادا کرنیکی قوت و طاقت نہ تھی اور انسان کے ظلوم و جہول ہونیکے یہ معنی ہیں کہ اُس کی قوتِ غضبیہ اور شہوانیہ بڑھی ہوئی ہے اور یہ صفت اکثر افرادِ انسانی میں پائی جاتی ہے (پس جو کچھ ہم نے بیان کیا) یہ الفاظ مذکورہ کے معانی کلیہ ہیں (کہ ہر ہر فرد امانت کے مقابلہ میں مراد ہو سکتی ہیں) اور اِس آیت کی تفسیر میں خاص طور سے جو جو معنی مراد لیے گئے ہیں اُن سب کی رجوع انہی معانی مذکورہ حقیقیہ کی طرف ہو گی۔ چنانچہ اگر غور کیا جائے اور توفیقِ خدا بھی شامل ہو تو یہ مطلب ظاہر ہو جائیگا۔

علامہ ابنِ شہر آشوب نے سلسلہ بسلسلہ حضرت محمد حنفیہؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے قول باریتعالے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ خداوندِ عالم نے میری امانت کو ساتوں آسمانوں کے سامنے پیش کیا اور عذاب و ثواب دکھلایا۔ پس آسمانوں نے عرض کی پروردگارا! اِس امانت کو ثواب و عذاب کے ساتھ ہم بار نہ کریں البتہ بغیر ثواب و عتاب کے ہم متحمل ہو سکتے ہیں۔ خدا نے میری امانت و ولایت کو پرندوں کے سامنے پیش کیا۔ پرندوں میں سے سب سے پہلے باز اور چنڈول میری امامت پر ایمان لائے اور جن پرندوں نے انکار کیا اُن میں سے سب سے پہلا منکر اُلّو اور عنقا ہے پس خدا نے ان دونوں پر لعنت کی۔ اِسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُلّو کے سارے پرندے دشمن ہو گئے۔ اب وہ دن میں پرندوں کے ڈر کے مارے باہر نہیں نکلتا ہے اور عنقا دریاؤں میں ایسا غائب ہو گیا کہ نظر ہی نہیں آتا۔ اور اللہ تعالےٰ نے میری امامت کو زمین کے سامنے پیش کیا پس زمین کا جو حصہ میری ولایت و امامت پر ایمان لایا اُسے خدا نے برکت والا پاک و پاکیزہ قرار دیا شیریں نباتات اور میٹھے پھل اُس میں اُگائے۔ پانی اُسکا صاف اور میٹھا کر دیا اور جس حصہ نے میری امامت کا انکار کیا اُس کو خدا نے شورہ زار بنا دیا۔ سبزیاں اُس کی تلخ اور بدمزہ کر دیں۔ پھل اُس میں کیلے اور اندرائن جیسے پیدا کیے۔ پانی اُس کا کھاری اور بدمزہ کر دیا۔ پھر خداوندِ عالم نے اپنے رسول سے فرمایا کہ امامتِ امیر المؤمنین کا حامل تمہاری اُمت میں سے اب مردک ہو گیا اُس نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا اور وہ حکم پروردگار سے

جاہل تھا اور جو شخص امانت کو پوری طرح ادا نہ کریگا وہ ظلم اور ستمگار ہوگا۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرا دوستدار مومن ہے اور میرا دشمن منافق اور ولدالحرام ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۳ متعلق صفحہ ۶۸۶

جناب امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قریٰ سے مراد اس آیت میں آدمیوں کا ایک مخصوص گروہ ہے۔ اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی چند آیتیں اُن حضرتؑ نے تلاوت فرمائیں۔ کسی نے عرض کی وہ کون لوگ ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا وہ ہم اہلبیتؑ ہیں کیا تم نے قولِ باری تعالےٰ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ پر غور نہیں کیا؟ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو ہمارے پاس رہے وہ کجی اور گمراہی سے محفوظ رہیگا۔

الاکمال میں ہے کہ جناب حضرت حجتؑ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم وہ قریٰ جنھیں خدا نے بابرکت کیا وہ ہم ہیں اور قریٰ ظاہرہ سے مراد تم لوگ ہو۔

کافی میں زید شحام سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن قتادہ بن دعامہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا حضرتؑ نے فرمایا اے قتادہ کیا تو ہی اہل بصرہ کا فقیہ ہے؟ اُس نے عرض کی وہ لوگ تو یہی سمجھتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تو قرآن مجید کی تفسیر کرتا ہے؟ اُس نے عرض کی جی ہاں! فرمایا اگر تو علم و یقین سے تفسیر کرتا ہے تو تیرے کیا کہنے! میں تجھ سے ایک آیت کی تفسیر دریافت کرتا ہوں تو مجھے اُس کا جواب دے! اُس نے عرض کی فرمائیے! حضرتؑ نے ارشاد کیا بیان کر سورہ سبا کی آیت وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ کا کیا مطلب ہے؟ قتادہ نے عرض کی اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حج کے ارادہ سے اپنے ہمراہ زادِ راہ اور سواری اور کرایہ حلال لیکر اپنے گھر سے نکلے وہ اپنے کنبہ والوں میں واپس ہونے تک مامون و محفوظ رہیگا۔ حضرتؑ نے فرمایا اے قتادہ! میں تجھے خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ آیا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی بقصد حج اپنے گھر سے چلتا ہے زادِ راہ بھی حلال اُس کے ساتھ ہوتا ہے اور کرایہ میں بھی حلال پیسہ صرف کرتا ہے اُس پر بھی لٹیرے اُس کو لوٹ لیتے ہیں۔ مال بھی اُس کا ضائع ہو جاتا ہے اور پٹتا بھی اتنا ہے کہ بھرکس نکل جاتا ہے؟ قتادہ نے جواب دیا بیشک ہوتا تو ایسا بھی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اے قتادہ! وائے ہو تجھ پر اگر تو نے یہ تفسیر اپنی رائے سے کی ہے تو تو گمراہ ہو گیا اور اگر تو نے عام لوگوں سے یہ تفسیر سُنی ہے تو تو خود بھی ہلاک ہوا اور اوروں کو

بھی ہلاک کیا۔ افسوس ہے تیری سمجھ پر اے قتادہ آگاہ ہو جا! جو شخص بقصدِ بیت اللہ اپنے گھر سے نکلے اور زادِ راہ اور سواری اور حلال پیسہ اُس کے ساتھ ہو اور وہ ہماری حق کا عارف ہو ہم سے دلی محبت رکھتا ہو (تو اُسکا حج قبول ہوگا ورنہ نہیں) اے قتادہ! خدا نے جو دعائے ابراہیمؑ کی حکایت آیہ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۴۱۴ سطر ۲) میں کی ہے تو کیا حضرت ابراہیمؑ نے یہ دعا کی تھی کہ خدایا تو بعض آدمیوں کے دل خانہ کعبہ کے مشتاق بنا دے۔ پس اگر واقعی ایسا ہی تھا تو اِلَیہِم کی بجائے اِلَیہِ ارشاد ہوتا۔ قسم بخدا وہ ہم ہی ہیں جن کی طرف بعض قلوب مردم کے متوجہ ہونیکی دعا جناب ابراہیمؑ نے مانگی تھی۔ بس جسکے دل میں ہماری محبت ہوگی اُسی کا حج قبول ہوگا ورنہ نہیں۔ اے قتادہ! جس کا حج قبول ہو گیا وہ روزِ قیامت عذاب دوزخ سے محفوظ رہیگا۔ قتادہ نے عرض کی خدا کی قسم اب میں ضرور اِس آیت کی تفسیر یہی بیان کیا کرونگا۔ حضرتؑ نے فرمایا علمِ قرآنی اُنہی کو حاصل ہے جن سے اُس میں خطاب کیا گیا ہے۔

ہیثم بن عبد اللہ رمانی کہتے ہیں کہ مجھ سے جناب امام علی رضا علیہ السّلام نے اپنے والدِ ماجد جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی زبانی یہ حدیث بیان فرمائی وہ جنابؑ فرماتے ہیں کہ میرے پدرِ بزرگوار جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں ایک مفسّرِ قرآن حاضر ہوا۔ حضرتؑ نے اُس کا نام لیکر ارشاد فرمایا تو فلاں شخص ہے؟ اُس نے جواب دیا جی ہاں! حضرتؑ نے فرمایا تو ہی قرآن کی تفسیر کیا کرتا ہے؟ اُس نے عرض کی بیشک! حضرتؑ نے فرمایا اچھا آیہ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ۝ کا مطلب بیان کر! اُس نے کہا قُرےٰ ظاہرہ سے مراد وہ بستیاں ہیں جو مکہ اور مدینے کے درمیان آباد ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا آیا ان بستیوں میں لٹنے اور مارے جانے کا خوف ہے یا نہیں؟ اُس نے عرض کی خوف تو ضرور ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا جس مقام کی بارے میں خدا نے امن کی خبر دی ہو وہاں خوف اور لوٹ مار کیسے ہو سکتی ہے؟ اُس نے عرض کی حضور ہی اِس آیت کا مطلب ارشاد فرمائیں۔ حضرتؑ نے جواب دیا ان بستیوں سے ہم اہلبیت مراد ہیں۔ خدا تعالےٰ نے تم لوگوں کو اُناس سے تعبیر کیا ہے اور ہم کو اِس آیت میں قُرےٰ سے۔ اُس نے عرض کی میں آپ پر فدا ہو جاؤں آیا قرآن میں کسی اور جگہ بھی قُرےٰ سے آدمی مُراد لیے گئے ہیں؟ فرمایا کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا وَاسْئَلِ

الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا (یعنی برادرانِ یوسفؑ نے حضرت یعقوبؑ سے عرض کی) جس بستی میں ہم تھے اور جس قافلہ میں ہم آئے ہیں اُس سے ہمارا حال دریافت کر لیجیے تو تو ہی بتا کہ یہ سوال آدمیوں سے ہوتا ہے یا در و دیوار سے ؟ دوسری جگہ خدا فرماتا ہے وَإِنْ مِّن قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۴۵۹ سطر ۶) تو اب تو ہی بتا کہ عذاب آدمیوں پر ہوگا یا مکانات کے در و دیوار پر ؟

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حسن بصری میرے پدرِ بزرگوار جنابِ امام محمدؑ بن علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُن جنابؑ نے فرمایا اے بصرہ والے مجھے خبر ملی ہے کہ تو نے ایک آیۂ قرآنی کی برخلاف تنزیل تفسیر کی ہے۔ پس اگر واقعی تو نے ایسا ہی کیا ہے تو تو بیشک گمراہ ہوگیا اور لوگوں کو بھی تو نے گمراہ کیا۔ اُس نے عرض کی اے مولا ! میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہو جائیں ارشاد ہو وہ کونسی آیت ہے ؟ آنحضرتؑ نے فرمایا خدا تعالےٰ کا یہ قول ہے وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ٥ اے حسن ! افسوس ہے تیرے حال پر (تو اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ) اللہ تعالےٰ نے آدمیوں کے لیے امان کہاں دی ہے۔ حالانکہ مکہ اور مدینہ میں اور اُنکے مابین آدمیوں کا مال چوری جاتا ہے اور بہت سے آدمی غلام بنا لیے جاتے ہیں اور اکثر لوگ مارے بھی جاتے ہیں۔ جانوں کا نقصان اُٹھاتے ہیں۔ پھر افسوس فرماتے ہوئے تھوڑی دیر خاموش رہے بعد اُس کے اپنے سینۂ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا جن بستیوں میں خدا نے برکت دی ہے اُن سے ہم اہلبیتؑ مراد ہیں۔ حسن بصری نے عرض کی میں آپ پر فدا ہو جاؤں آیا قرآن میں کہیں اور بھی قریے سے آدمی مُراد لیے گئے ہیں ؟ حضرتؑ نے جواب دیا ہاں۔ خدائے عزوجلّ فرماتا ہے وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا ٥ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۸۹۲ سطر ۹)۔ (اے حسن ! اب بتا کہ) حکمِ خدا سے سرتابی کرنیوالے مکان تھے یا دیواریں یا آدمی ؟ اُس نے عرض کی میں آپ پر قربان ہو جاؤں اور بھی کوئی مثال ارشاد ہو۔ حضرتؑ نے جواب دیا خدا وند عالم سورۂ یوسفؑ میں (برادرانِ یوسفؑ کے قول کی حکایت میں) فرماتا ہے وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۳۵۰ سطر ۵) اس آیت میں قریہ اور عیر

(کاروان) سے کیا مراد ہے؟ جس سے سوال کرنے کی فرزندانِ یعقوبؑ نے اپنے باپ سے گزارش کی تھی۔ آیا اس سے بستی مراد ہے یا آدمی؟ حسن بصری نے پوچھا میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ اب یہ بھی بتا دیجیے کہ قُرًى ظَاهِرَةً سے کیا مطلب ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا اس سے ہمارے علمائے شیعہ مراد ہیں۔ تم اُن میں شب و روز آؤ جاؤ (گمراہی سے) محفوظ رہو گے۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ ایک دن ابوحنیفہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؑ نے فرمایا تو کون ہے؟ اُس نے عرض کی ابوحنیفہ! فرمایا اہلِ عراق کا مفتی؟ اُس نے عرض کی جی ہاں! فرمایا تو کس چیز سے اُن لوگوں کو فتوے دیا کرتا ہے؟ اُس نے عرض کی قرآن سے۔ فرمایا کیا تو کتاب خدا کے ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ سے واقف ہے؟ اُس نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا اِس آیت کی تفسیر تو بیان کر خدا تعالے فرماتا ہے وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ، وہ کونسے مقامات ہیں (جن میں خدا نے حفاظت کا وعدہ کیا ہے)؟ ابوحنیفہ نے جواب دیا وہ مکے اور مدینے کے مابین ہیں۔ حضرتؑ نے حاضرین جلسہ کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا میں تم کو خدا کی قسم دیکر دریافت کرتا ہوں کہ جب تم مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کرتے ہو تو آیا ایسا ہوتا ہے یا نہیں کہ اپنی جانوں کے قتل ہونے سے اور مالوں کے لوٹے جانے سے مامون نہیں ہوتے؟ سب نے عرض کی بیشک ایسا ہوتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اے ابوحنیفہ! وائے ہو تجھ پر خدا کا کلام تو سچا ہی ہوتا ہے غلطی تو اُس میں ہو ہی نہیں سکتی (پھر کیوں اس کے خلاف ہوتا ہے) اے ابوحنیفہ! قولِ باریتعالے وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا۔ اِس سے کونسا مقام مراد ہے؟ اُس نے جواب دیا بیت اللہ الحرام۔ پس حضرتؑ اپنے حاضرین جلسہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا میں تم سے بقسم دریافت کرتا ہوں کہ عبداللہ بن زبیر اور سعید بن جبیر بیت اللہ میں داخل ہوئے اُس پر بھی محفوظ نہ رہے (مارے گئے)۔ سب نے عرض کی بیشک ایسا ہی ہوا۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا اے ابوحنیفہ! وائے ہو تجھ پر اور تیری عقل پر خدا ایسی بات نہیں کہتا ہے جو حق نہ ہو۔ ابوحنیفہ نے عرض کی مجھے کتابِ خدا کا علم حاصل نہیں۔ میں تو قیاس لگا لیا کرتا ہوں۔ (چونکہ اصل حدیث طولانی ہے بقدر ضرورت لے لی گئی)

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۶۹۳ | جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں

کہ خدائے عزّوجلّ نے جبرئیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ کو ایک تسبیح سے پیدا کیا ہے۔ اور
اُن کو کان۔ آنکھ۔ ذہنِ رسا اور تیزی فہم عطا کی ہے۔

جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام ملائکہ کی خلقت کے بارے میں ارشاد فرماتے
ہیں (اے اللہ!) فرشتوں کو تو نے پیدا کرکے اپنے آسمانوں میں اُن کو ساکن کیا نہ وہ
تیری عبادت سے تھکتے ہیں اور نہ غافل ہوتے ہیں اور نہ وہ تیری نافرمانی کرتے
ہیں۔ وہ تیری تمام مخلوق سے زیادہ تیرے عارف ہیں اور سب سے زیادہ تجھ سے ڈرتے
ہیں۔ اُن کا مرتبہ تیرے نزدیک سب سے زیادہ ہے۔ وہ سب سے بڑھکے تیری طاعت
پر عمل کرتے ہیں۔ نہ اُن پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔ نہ انہیں سہو و نسیان عارض ہوتا ہے
نہ اُن کے بدنوں میں کاہلی اور تھکان پیدا ہوتی ہے۔ نہ وہ باپوں کی پشتوں میں ساکن
رہے نہ وہ ماؤں کے رحموں میں لپٹے ہوئے رہے۔ نہ تو نے اُن کو لیسدار پانی (منی)
سے پیدا کیا۔ بلکہ تو نے اُن کو عجیب حکمت سے خلق فرمایا۔ پس تو نے اُن کو اپنے
(بلند) آسمانوں میں سکونت بخشی اور اپنے جوارِ رحمت میں اُن کو جگہ دیکر اُن کی بزرگی
بڑھائی۔ اور اپنی وحی کا اُن کو امین بنایا۔ آفتوں سے تو نے اُن کو محفوظ رکھا۔ بلاؤں
سے تو نے اُن کو بچایا۔ گناہوں سے تو نے اُن کو پاک کیا۔ اگر تو اُن کو قوت نہ دیتا تو وہ
صاحبِ قوت نہوتے۔ اگر تو اُن کو ثابت قدمی عطا نہ فرماتا تو وہ ہرگز ثابت قدم نہ رہتے
اگر تیری رحمت اُن کے شاملِ حال نہ ہوتی تو وہ طاعت نہ کرتے۔ اگر تو اُن کو پیدا نہ کرتا
تو وہ پیدا نہوتے۔ اُن کو تو نے ہی ایک مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ وہ بس تیرے ہی تو
فرمانبردار ہیں۔ تیرے نزدیک اُن کا درجہ بلند ہے۔ وہ تیرے علم سے غفلت نہیں کرتے
اگر وہ اُن باتوں کو جو اُن سے پوشیدہ ہیں دیکھ لیں تو ضرور اپنے اعمال کو حقیر
سمجھینگے اور آواز بلند نہ کرینگے اور جان لینگے کہ بیشک انہوں نے تیری عبادت کا
حق ادا نہیں کیا۔ اے میرے خالق! اے میرے معبود! میں تیری تسبیح کرتا ہوں تو نے
اپنے بندوں کا نہایت خوبی سے امتحان لیا ہے۔

التوحید میں ہے کہ کسی نے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے قدرتِ خدا
کے متعلق سوال کیا۔ حضرتؑ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور حمد و ثنائے باریتعالیٰ بجالانیکے
بعد ارشاد فرمایا خدائے تبارک و تعالےٰ نے (بکثرت) فرشتے پیدا کیے ہیں۔ اگر اُن میں سے
ایک فرشتہ زمین پر اُتر آئے تو اُس کی جسامت اور بازوؤں کی کثرت کے سبب زمین میں
سمائی نہو سکے۔ اور بعض فرشتے ایسے بھی ہیں کہ اگر تمام انسانوں اور جنات کو اُن میں سے

ایک کی توصیف بیان کرنے کی تکلیف دیجائے توسب کے سب اُس کی توصیف سے عاجز آجائینگے۔ کیونکہ اُس کے اعضا و جوارح کے جوڑ بند نہایت دور دور ہیں اور اُنکی صورتوں کی ترکیب عجیب وضع کی ہے۔ اور فرشتوں کا وصف کیونکر بیان ہوسکتا ہے حالانکہ بعض اُن میں سے ایسے ہیں جن کے کندھے اور کان کی لَو میں اتنا فاصلہ ہے جتنا سات سو برس میں طے ہوسکے۔ اور بعض ایسے ہیں جن کا ایک بازو ساری دنیا کے ڈھانپنے کے لیے کافی ہے۔ رہی اُن کی جسامت وہ الگ ہے (اُسکا ذکر ہی کیا ہے) اور بعضے اتنے بڑے ہیں کہ آسمان اُن کی کمر تک ہے اور بعضے ایسے کہ اُن کے قدم نیچے والی ہوا پر ہیں۔ کسی وقت اُن کو قرار نہیں آتا۔ ساری زمینیں اُن کے گھٹنوں تک ہیں۔ اور بعضے اتنے بڑے ہیں کہ اگر تمام پانی اُن کے انگوٹھے کی گھائی میں ڈالا جائے تو سارا غائب ہوجائے۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ اگر اُن کے آنسوؤں میں کشتی ڈالدی جائے تو وہ آخر زمانہ تک بہتی رہے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۝

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارۂ بست وسوم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۸۱۷

تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو تولد اسمعیلؑ و اسحٰقؑ کی جو بشارت دی اِن دونوں میں کتنا فاصلہ تھا؟ فرمایا اِن دونوں بشارتوں میں پانچ برس کا فاصلہ تھا چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۸۱۷ سطر ۸) اِس سے مراد حضرت اسمٰعیلؑ ہیں۔ یہ پہلی بشارت تھی جو خدا نے ابراہیمؑ کو اُن کے فرزند کے بارے میں دی۔ اور جب حضرت سارۂؑ کے بطنِ مبارک سے حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے اور تین برس کا سنِ شریف اُن حضرتؑ کا ہو گیا۔ ایک دن حضرت اسحٰقؑ اپنے پدر بزرگوار ابراہیم علیہ السلام کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت اسمٰعیلؑ تشریف لائے اور اسحٰقؑ کو اُن کی گود سے اُٹھا کے خود اُن کی جگہ بیٹھ گئے۔ یہ واقعہ جنابِ سارۂؑ دیکھ رہی تھیں (برہم ہو گئیں) حضرت ابراہیمؑ سے عرض کیا ای خلیل اللہ! دیکھا آپ نے کہ ہاجرۂؑ کے فرزند نے میرے لختِ جگر کو آپ کی گود سے ہٹا دیا اور آپ اُس کی جگہ بیٹھ گیا۔ خدا کی قسم میں کبھی ہاجرۂؑ اور اُس کے بیٹے کو اپنے پاس رہنے دونگی۔ آپ ان دونوں کو یہاں سے ہٹا دیجیے۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت سارۂؑ کو بہت عزیز رکھتے تھے اور اُن کے حق کے شناسا تھے۔ اِس لیے کہ اوّل تو وہ انبیاء کی نسل سے تھیں دوسرے یہ کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی خالہ کی بیٹی تھیں (اِس لیے اُن کو حضرت سارۂؑ کی فرمائش پوری کرنی پڑی مگر) حضرت ابراہیمؑ پر یہ بات بیحد شاق گزری۔ اور وہ حضرتؑ فراقِ اسمٰعیلؑ سے نہایت غمگین ہوئے۔ شب کے وقت سو رہے تھے کہ خواب میں حکمِ پروردگار پہنچا کہ ایامِ حج میں اسمٰعیلؑ کو قربانی کردو یہ خواب دیکھکر حضرت ابراہیمؑ غمگین ہو گئے۔ الغرض جب اس سال موسمِ حج قریب آیا تو وہ حضرتؑ اپنے ہمراہ ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کو لیکر ماہِ ذی الحجہ میں شام سے مکۂ معظمہ کو روانہ ہو گئے۔ تاکہ اسمٰعیلؑ کو حکمِ خدا کے موافق ذبح کردیں۔ جب وہ حضرتؑ مکہ میں پہنچے بیت الحرام کی بنیاد ڈالی۔ اِس سے فارغ پاکے افعالِ حج ادا کرنیکے لیے منےٰ میں تشریف لائے منےٰ کے مناسک ادا کرکے مکۂ معظمہ

میں تشریف لائے۔ بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا۔ پھر دونوں باپ بیٹے سعی کرنیکے لیے مقام سعی میں آئے۔ اِس جگہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ سے ارشاد فرمایا اے فرزند! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اس سال موسم حج میں تمکو ذبح کر رہا ہوں۔ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسمٰعیلؑ نے عرض کی بابا جو کچھ آپ کو حکم پروردگار ہوا ہے آپ اُس کو ضرور بجا لائیں (انشاء اللہ آپ مجھ کو صبر کرنیوالوں میں پائینگے) الحاصل جب یہ دونوں بزرگوار سعی سے فارغ ہو چکے تو حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ کو لیکر منٰے میں تشریف لائے اُس دن دسویں ذی الحجہ تھی۔ پس جب جمرۂ وسطےٰ پر پہنچے تو بائیں کروٹ پر حضرت اسمٰعیلؑ کو لٹایا اور ذبح کرنیکے لیے چھُری ہاتھ میں لی۔ آواز آئی اے ابراہیمؑ تم نے اپنے خواب کو پورا کر دیا الخ۔ اور بجائے حضرت اسمٰعیلؑ کے ایک بڑا دُنبہ ذبح ہو گیا۔ اُس کا گوشت حضرت ابراہیمؑ نے مسکینوں پر تقسیم کر دیا۔

اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ کسی شخص نے یہ دریافت کیا تھا کہ ذبح ہو جانیوالے کونسے بزرگوار تھے؟ فرمایا وہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے۔

بالکل ایسی ہی روایت جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

تفسیرِ قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت سے ایسا ہی واقعہ منقول ہے۔

من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ذبیح کونسے بزرگوار تھے؟ فرمایا وہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے اِس لیے کہ خدا تعالےٰ نے اُن کا قصہ پہلے اپنی کتاب میں بیان فرمایا اُس کے بعد ارشاد کیا وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۷۱۹ سطر ۵)

علامہ ابن بابویہ القمی فرماتے ہیں کہ ذبیح کے بارے میں روایتیں بہت مختلف ہیں بعض تو اِس بارے میں وارد ہوئی ہیں کہ وہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے اور بعض میں یہ وارد ہوا ہے کہ وہ حضرت اسحٰقؑ تھے۔ اور جب حدیثیں صحیح طریقہ سے ثابت ہو گئیں تو اُن کے رد کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ مگر حقیقت حال یہ ہے کہ ذبیح تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی تھے مگر حضرت اسحٰقؑ جو بعد میں پیدا ہوئے وہ ہمیشہ اس بات کے متمنی رہے کہ کاش اُن کے ذبح کرنیکا بھی ان کے باپ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے حکم ملتا اور وہ امرِ خدا پر اُسی طرح صبر کرتے اور اُسی طرح اُس کو تسلیم کرتے جیسے اُن کے بھائی نے صبر کیا تھا اور تسلیم کیا تھا اور اُن کو بھی ثواب کا وہی درجہ اِس تسلیم و رضا

سے عطا ہوتا (جو اُن کے بھائی کو ملا تھا) چونکہ خدائتعالےٰ اُن کی قلبی حالت سے واقف تھا اِس لیے خدائتعالےٰ نے اُن کی اِس تمنّا کے سبب اپنے فرشتوں میں اُن کا نام بھی ذبیح اللہ قرار دیدیا۔ علامہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کتابِ نبوۃ میں اِس روایت کی اسناد کا سلسل سلسلہ جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام تک پہنچا دیا ہے۔

(قولِ صاحب تفسیرِ صافی) علّامہ ابن بابویہ القمّی علیہ الرّحمہ نے جو کچھ فرمایا اُسکی تائید اِس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت اسحٰق علیہ السّلام کی بشارت کے ساتھ ساتھ اُن کے بیٹے یعقوب علیہ السّلام کی ولادت کی خوشخبری بھی موجود ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۰۵ سطر ۹) ایسی صورت میں ذبح کا حکم اِس کے ساتھ ہی ساتھ موزوں نہیں ہوتا۔

کافی میں جنابِ امام محمد باقر و جنابِ امام جعفرِ صادق علیہما السّلام سے منقول ہے کہ جب یوم ترویہ آیا جبرئیلِ امین نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے کہا کہ آپ رگوں کو پانی سے سیراب کیجیے۔ اِسی وجہ سے وہ دن یوم ترویہ (یعنی سیرابی کا دن) قرار پایا پھر منےٰ میں آئے۔ پھر صبح کو عرفات گئے۔ پس عرفہ کے قریب نمرہ نام پہاڑی پر اپنا خیمہ قائم کیا اور سفید پتھروں سے ایک مسجد بنائی۔ اور مسجد ابراہیمؑ کا نشان اُس وقت تک موجود تھا جب تک کہ وہ اُس مسجد میں ملا دی گئی جو اب نمرہ میں موجود ہے اور جہاں عرفہ کی دن پیشنماز نماز پڑھاتا ہے۔ پس حضرتؑ نے بھی ظہر و عصر وہیں پڑھی پھر عرفات کا قصد فرمایا اور فرمایا یہاں اپنے مناسک کو پہچانو اور اپنے گناہوں کا اقرار کرو۔ اسی لیے اُس مقام کا نام عرفات رکھا گیا۔ پھر مزدلفہ کو تشریف لیگئے۔ اور اُس کا نام مزدلفہ اسلیے رکھا گیا کہ وہ حضرتؑ اُس سے قریب پہنچ گئے۔ پھر مشعر الحرام میں جا کر قیام کیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۱۳۷

(حضرت یونس علیہ السّلام کی روانگی سے پہلے خدائتعالےٰ نے اُن کو یہ اطلاع دی کہ اہلِ نینوی

جن پر تم نے نزولِ عذاب کی درخواست کی تھی وہ ایمان لے آئے اور مستحق ہو گئے ہیں اب تم اُن کے پاس جاؤ) چنانچہ حضرت یونسؑ اپنی قوم کی طرف چلے۔ جب قریب نینوی پہنچے تو بستی میں جانے سے حیا دامنگیر ہوئی۔ ایک چرواہا اُن حضرتؑ کو ملا۔ اُس سے فرمایا تو نینوی کے باشندوں کو بُلا لا اور اُن سے یہ کہنا کہ یونسؑ نبی آئے ہیں۔ وہ تم کو بلاتے ہیں۔ چرواہا بولا اے شخص شرم کر! کیوں جھوٹ بولتا ہے۔ یونسؑ تو دریا میں غرق ہو گئے اور مر گئے۔ حضرتؑ نے فرمایا اے بندۂ خدا! اگر یہ بکری گواہی دے اور میرے یونسؑ ہونیکی تصدیق کرے تو تو مجھے سچا سمجھیگا؟ غرض بکری نے گواہی دی کہ بیشک یہ حضرت

یونسؑ نبی ہیں۔ پس چرواہا اپنی قوم میں آیا اور حضرت یونسؑ کی تشریف آوری سے اُن کو مطلع کیا۔ اُن لوگوں نے چرواہے کو پکڑ کر مارنیکا قصد کیا۔ چرواہے نے کہا جو کچھ میں نے تم سے بیان کیا اُس پر گواہ بھی رکھتا ہوں۔ وہ لوگ بولے بیان کر تیرا گواہ کون ہے؟ اُس نے جواب دیا یہ بکری گواہی دیگی۔ پس بکری بقدرتِ خدا گویا ہوئی اور کہنے لگی کہ یہ چرواہا سچا ہے۔ یقیناً خداوندِ عالم نے حضرت یونسؑ کو دوبارہ تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے۔ یہ سُنتے ہی وہ سب کے سب نکل پڑے اور تلاش کرتے ہوئے حضرت یونسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس اُن حضرتؑ کو بستی میں لائے اور سب کی سب بہت اچھے ایماندار ہو گئے۔ خداوندِ عالم نے ایک زمانہ تک اُن لوگوں کو زندہ رکھا اور اُن لوگوں کو عذاب سے نجات بھی دی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۷۲۸

الخصال اور العلل میں جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام سات برس تک امتحان میں مبتلا رہے حالانکہ کوئی گناہ اُن سے سرزد نہیں ہوا تھا۔

الخصال میں اُنہی حضرتؑ سے بروایت اپنے والدِ ماجد جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام کے منقول ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت ایوبؑ کو بغیر کسی گناہ کے (بغرضِ امتحان) سات برس بلاؤں میں مبتلا رکھا حالانکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں کبھی گناہ نہیں کرتے۔ نہ اُن کا دل حق سے پھرتا ہے اور نہ کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ حضرت ایوبؑ کی پوری آزمائش تھی۔ اِس پر بھی نہ اُن کے جسمِ اطہر میں بدبو پیدا ہوئی اور نہ اُن کی صورت بگڑی اور نہ اُن کے بدن سے پیپ نکلی اور نہ دیکھنے والوں نے اُن سے نفرت ظاہر کی اور نہ پاس آنیوالوں کو اُن سے وحشت ہوئی اور نہ اُن کے بدن میں کیڑے پڑے۔ اور خداتعالےٰ اپنے انبیاء و اولیاء میں سے جو اُس کی نظر میں معزز ہوتے ہیں جن کو (امتحان میں) مبتلا کیا کرتا ہے تو اُنکی یہی حالت ہوا کرتی ہے۔ لوگ جو اُن سے پرہیز کرتے تھے اُس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ایوبؑ بیحد مفلس ہوگئے تھے۔ حال اُن کا بہت خراب تھا کیونکہ وہ لوگ یہ نہ جانتے تھے کہ ایک زمانہ ایسا آنیوالا ہے کہ خدا اُن کی مدد کریگا اور رنج کو خوشی سے بدل دیگا۔ جنابِ رسولِ خدا فرماتے ہیں کہ آدمیوں میں سب سے زیادہ سخت امتحان انبیاء کا ہوتا ہے پھر اولیاء کا۔ بعد اُن کے درجہ بدرجہ اور لوگوں کا امتحان ہوتا ہے۔ حضرت ایوبؑ کا

امتحان جو اس درجہ سخت لیا گیا اُس کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ اُن کی نعمتیں دیکھکر اُن کی ربوبیّت کے قائل نہو جائیں۔ اب جو امتحان کے بعد نعمات ایوبؑ مشاہدہ کرینگے تو اس بات پر دلیل لائینگے کہ خدا کی دین دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک استحقاق کی روسے۔ دوسری خصوصیت کے لحاظ سے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگ کسی ضعیف کو اُس کے ضعف کے باعث سے اور فقیر کو اُس کے فقر کے سبب سے اور مریض کو اُس کے مرض کی جہت سے حقیر و ذلیل نہ سمجھیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ خداوند عالم جس کو چاہتا ہے بیمار ڈالتا ہے اور جس کے بارے میں جس وقت اور جس طور سے اور جس چیز سے اُس کی مشیت ہوتی ہے شفا عنایت فرماتا ہے۔ اُس کی یہ حکمت کسی کے لیے عبرت ہوتی ہے اور کسی کے حق میں بدبختی کا سبب ہوتی ہے۔ اور کوئی اِس سے سعادت حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنے اجرائے حکم میں عادل ہے اور تمام افعال اُس کے حکمت پر مبنی ہیں۔ جو کام کرتا ہے اُس میں بندوں کی صلاح اور خوبی مدِنظر رکھتا ہے۔ اُس کے سوا اور کسی کو قوت حاصل نہیں۔

تحفۃ الاخوان میں بروایت ابو بصیر جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ایک طولانی حدیث مروی ہے جس کا آخر یہ ہے کہ (جب بلائے ایوبؑ کو عرصہ گزر گیا) جمعہ کے دن صبح کے وقت جبرئیلؑ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَيُّوْبُ! حضرت ایوبؑ نے جواب دیا عَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ! اے بندۂ خدا! تم کون ہو؟ تمہاری آواز بہت عمدہ ہے اور تم سے خوشبو بھی بہت ہی اچھی آتی ہے اور تمہاری صورت بھی بہت ہی پاکیزہ نظر آتی ہے۔ جواب دیا میں جبرئیلؑ ہوں۔ پروردگار عالمیاں کا قاصد ہوں۔ اُس کی طرف سے آپ کے پاس بشارت لایا ہوں کہ راحت آپ کو نصیب ہوئی۔ مرض سے آپ کو نجات ملی۔ خدا نے آپ کو جتنی اولاد پہلے دی تھی وہ بھی عطا فرمائی اور اُتنی ہی اور۔ اور جتنا مال آپکا پہلے تھا وہ بھی دیا اور اُسی قدر اور۔ تاکہ گزشتگان کے لیے نشانی اور معرض امتحان میں آنیوالوں کے لیے عبرت ہو۔ چونکہ حضرت ایوبؑ مدت سے بلا میں مبتلا تھے اس مژدہ سے اُن حضرتؑ کو بیحد خوشی حاصل ہوئی اور درگاہِ باری میں عرض کیا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ذُو الْعِزَّةِ وَالسُّلْطَانِ وَالْمِنَّةِ وَالطَّوْلِ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الَّذِيْ لَمْ يُشْمِتْ بِيْ اِبْلِيْسَ اللَّعِيْنَ وَاَعْوَانَهٗ (شکر ہے خدا کا کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی عزت و سلطنت والا ہے وہی صاحب منت و

احسان ہے۔ وہی صاحب جلال و بزرگی ہے۔ اُس نے ابلیس لعین اور اُس کے مددگاروں کو میرے حال پر شماتت نہ کرنے دی) پس جبرئیلؑ نے کہا اے ایوبؑ! خدا کے اذن سے کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت ایوبؑ اپنے پیروں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جبرئیلؑ نے عرض کی اے ایوبؑ اپنے پاؤں سے زمین پر ٹھوکر لگاؤ۔ جونہی حضرت ایوبؑ نے ٹھوکر ماری اُن کے قدم کے نیچے سے ایک چشمہ صاف و شفاف پانی کا ظاہر ہوا جو برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں اور کافور سے زیادہ خوشبودار تھا حضرت ایوبؑ نے ایک گھونٹ اُس میں سے نوش فرمایا جس کے پیتے ہی ساری کلفت دور ہو گئی۔ پھر جبرئیلؑ نے کہا اے ایوبؑ! اس چشمہ میں غسل کرو۔ حضرت ایوبؑ نے اُس میں غوطہ لگایا۔ اب جو سر اُبھارا تو آں جناب کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح دمکنے لگا اور گیا ہوا حسن و جمال واپس آ گیا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ حسین ہو گئے! اور تازگی بڑھ گئی۔ پھر جبرئیلؑ نے دو حلّے بہشتی دیے۔ ایک کو حضرت ایوبؑ نے بجائے لُنگ دوسرے کو بجائے چادر زیب بدن فرمایا۔ بعد اِس کے جبرئیلؑ نے سونے کی نعلین جس کے تسمے یاقوت کے تھے حضرت ایوبؑ کے حوالہ کی اور جنّت کی ایک بہی کھانے کو دی۔ اِس میں سے تھوڑی سی تو حضرت ایوبؑ نے کھالی اور تھوڑی سی اپنی زوجہ رحمہ کے لیے رکھ چھوڑی۔ جبرئیلؑ نے کہا اے ایوبؑ! آپ کی زوجہ کے لیے میرے پاس دوسری بہی اور موجود ہے۔ یہ آپ ہی نوش فرمالیجیے۔ پس اُن حضرتؑ نے باقی حصّہ بھی اُس کا نوش فرمالیا۔ پھر اُٹھ کھڑے ہوئے اور وضو کر کے عبادتِ خدا میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں رحمہ بھی مغموم و محزون، روتی ہوئی ایسے حال میں وہاں آئیں کہ بستی والوں نے اپنے دروازوں سے اُن کو ہٹا دیا تھا۔ جب وہ اُس مقام پر پہنچیں تو اُس جگہ کو پاک و پاکیزہ اور ہرا بھرا سبزہ وہاں اُگا ہوا پایا اور نماز پڑھنے والے کی سی پاکیزگی اور نظافت دیکھ کے دل میں خیال کرنے لگیں کہ میں راستہ بھٹک گئی۔ پھر کہنے لگیں اے مرد نمازی! ذرا میری طرف متوجہ ہو جا کہ میں تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔ لیکن حضرت ایوبؑ نے کچھ جواب نہ دیا۔ بیچاری رحمہ چلّانے لگیں اور رو کر کہنے لگیں افسوس! اے ایوبؑ تم پر کونسی نئی بلا نازل ہوئی! تم کہاں چلے گئے؟ جب حضرت ایوبؑ نماز پڑھ چکے تو جبرئیلؑ نے کہا اے ایوب! اب اِن سے بات کرو۔ پس ایوب علیہ السّلام نے فرمایا اے کنیزِ خدا! کہو کیا کام ہے۔ کیا دریافت کرتی ہو؟ رحمہ نے پوچھا اگر آپ کو معلوم ہو تو بتا دیجیے کہ میں ابھی ایوبؑ گرفتارِ بلا کو یہاں چھوڑ گئی تھی۔ اب جو واپس آئی ہوں تو یہاں کا رنگ

بالکل ہی بدلا ہوا پاتی ہوں۔ خدا جانے ایوبؑ کیا ہو گئے۔ یہ سُنکر حضرت ایوبؑ نے مسکرا کے فرمایا اگر تم اُنہیں دیکھو گی تو پہچان لو گی؟ رحمہ نے جواب دیا آپ تو ہو بہو ایسے ہیں جیسے ہمارے حضرت ایوبؑ گرفتارِ بلا ہونے سے پہلے تھے۔ جونہی یہ کلمہ حضرت ایوبؑ نے سُنا نہ رہا گیا بے اختیار ہنسی آگئی اور فرمایا میں ہی تو ایوبؑ ہوں۔ یہ سنتے ہی رحمہ جھپٹکر جناب ایوبؑ سے لپٹ گئیں۔ وہ حضرتؑ بھی رحمہ کے گلے لگے۔ پس جب دونوں گلے مِل چُکے تو حضرت جبرئیلِ امین نے اُن کو اُن کی اولاد کی اور پوتے نواسوں کی بابت اور غلاموں کنیزوں اور مویشی کے بارے میں یہ خوشخبری سُنائی کہ خدا نے وہ بھی تم کو عطا فرمائیں اور اُتنی ہی اور بھی دیں۔ پھر تو سونے کی ٹڈیاں برسنے لگیں۔ حضرت ایوبؑ اُن کو چُن چُن کے اپنے دامن میں رکھتے جاتے تھے جب ہوا سے کوئی ٹڈی اُڑ جاتی تھی تو دوڑ کے اُسے پکڑ لیتے تھے۔ جبرئیلؑ نے کہا اے ایوبؑ! کیا ابھی تک آپ سیر نہیں ہوئے؟ حضرت ایوبؑ نے جواب دیا اے جبرئیلؑ! آج تک خدا کی دین سے کسی کا پیٹ بھرا بھی ہے جو میرا ہی بھرے؟ حضرت ایوبؑ کے یہاں دو کنوئیں بہت گہرے تھے۔ ایک سونے سے دوسرا چاندی سے لبریز کر دیا گیا۔ یہانتک کہ اوپر سے دونوں ایک ہو گئے اور خداوند عالم نے چالیس۴۰ ہزار اونٹ۔ بیس۲۰ ہزار ناقے اور چالیس۴۰ ہزار گائیں۔ چالیس۴۰ ہزار بَیل چار ہزار دُنبیاں۔ چار ہزار بکریاں۔ پانچ ہزار غلام پانچ ہزار باندیاں عطا فرمائیں۔ حضرت ایوبؑ کے پاس اتنی جائداد تھی کہ چار ہزار کارندے تحصیل وصول کیا کرتے تھے اور ہر ایک کو ماہواری سو مثقال سونا (سو اشرفیاں) تنخواہ دی جایا کرتی تھی اور اُن حضرتؑ کے بارہ بیٹے تھے اور بارہ بیٹیاں تھیں۔ جس وقت رحمہ نے اُن سب کو دیکھا خدا کی درگاہ میں سجدۂ شکر بجا لائیں اور اُن کو اور اُن کی تمام اولاد کو تمام ملکِ شام کا مالک کر دیا۔ اور جتنی عمر اُن کی گزر چُکی تھی اُتنی ہی اور عمر بھی عطا فرمائی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۷۳۰

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا مجھ سے میرے پروردگار نے پوچھا اے حبیب! تم جانتے ہو کہ اہلِ ملاءِ اعلےٰ نے کس چیز میں جھگڑا کیا؟ میں نے عرض کی بارِ الٰہا! میں واقف نہیں۔ ارشادِ باری ہوا اُن کا جھگڑا کفارات اور درجات میں تھا۔ کفارات (گناہوں کی دور کرنیوالی چیزوں) سے مُراد سردی کے موسم میں وضو کرنا اور [illegible] ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ اور

درجات (درجہ بلند کرنیوالی) سے مُراد سلام کو ظاہر کرنا۔ کھانا کھلانا اور نمازِ شب ادا کرنا جبکہ آدمی سوتے پڑے ہوں۔

الخصال میں بھی قریب قریب یہی مضمون ہے گو دوسری طرز سے ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۲۳۰ پس جبکہ خداوندِ عالم نے حضرت آدم علیہ السّلام کو خلق فرمایا اور ملائکہ کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ (تعظیمی) کریں۔ سجدہ کا حکم خدا نے صرف ہماری وجہ سے دیا تھا (ہماری ہی تعظیم مقصود تھی)، پس ابلیس کے سوا تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ خطاب باری ہوا اے ابلیس! کیا وجہ ہے کہ تو نے اُس شخص کو سجدہ نہ کیا جس کو میں نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ کیا تو متکبّر ہو گیا یا تو اُن لوگوں میں سے تھا جو عالی مرتبہ ہیں؟ شیطان نے کہا وہ کون ہیں؟ جواب ملا وہ پنجتنؑ پاک ہیں جن کے نام عرش کے سراپردوں پر لکھے ہوئے ہیں۔ جناب رسولِ خداؐ فرماتے ہیں ہم سب خدا کے بابِ رحمت ہیں جن سے خدا تعالےٰ نے داخل ہونیکا حکم دیا ہے۔ ہدایت پانیوالے ہمارے ہی سبب سے ہدایت پائینگے۔ جو شخص ہمیں دوست رکھے خدا اُس کو دوست رکھیگا اور اپنی جنّت میں اُسے جگہ دیگا اور جو شخص ہم سے دشمنی کریگا خدا تعالےٰ بھی اُس سے دشمنی کریگا۔ اور اُس کو جہنّم میں ڈالدیگا۔ ہم سے وہی شخص دوستی رکھیگا جس کا نطفہ صحیح و پاکیزہ ہوگا۔

یونس بن ظبیان کہتے ہیں کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی یابن رسول اللہؐ! میں مالک (سنّیوں کے امام) کے پاس گیا تھا۔ اُس کے مُرید اُس کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن میں سے کوئی تو یہ کہہ رہا تھا کہ آدمیوں کے چہرہ کی مانند خدا کا بھی چہرہ ہے۔ کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ خدا کے دو ہاتھ ہیں اور وہ اس آیتِ قرآنی خَلَقْتُ بِیَدَیَّ سے دلیل لاتا تھا اور بعضے یوں کہتے تھے کہ خداوندِ عالم سی سالہ جوان کی مانند ہے۔ اس بارے میں حضور کیا فرماتے ہیں؟ یونس کہتے ہیں کہ امام علیہ السّلام تکیہ لگائے ہوئے تھے کہ یکایک سنبھل بیٹھے اور اَللّٰهُمَّ عَفْوَكَ عَفْوَكَ کہنے کے بعد ارشاد فرمایا اے یونس! جس کا یہ عقیدہ ہو کہ خدا کا چہرہ ہی تو وہ مشرک ہو گیا۔ اور جس نے مخلوق کے سے اعضاء و جوارح خدا کے لیے مانے وہ کافر ہے۔ پس تم لوگ نہ اُس کی گواہی قبول کرو اور نہ اُس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاؤ۔ تشبیہ دینے والا خدا میں جو صفاتِ مخلوقین ثابت کرتے ہیں خدا اُس سے پاک اور بری ہے۔ وجہ خدا سے

اُس کے انبیاء اور اولیاء مراد ہیں اور قولِ باریتعالےٰ خَلَقۡتُ بِیَدَیَّ میں ید بمعنی قدرت ہے جیسے اَیَّدَکُمۡ بِنَصۡرِہٖ میں ہے کہ خدا نے اپنی نصرت سے تم کو قدرت پہنچائی۔ پس جس شخص کا گمان یہ ہے کہ خدا کسی چیز میں ہے یا کسی چیز پر ہے یا ایک چیز سے دوسری چیز میں چلا جاتا ہے یا کوئی چیز اُس سے خالی ہے یا وہ کسی جگہ نہیں ہے یا اُسے کوئی چیز احاطہ کیے ہوئے ہے تو اُس شخص نے خدا کو صفاتِ مخلوقین سے موصوف کر دیا حالانکہ خدا نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ نہ اُس پر کسی چیز کا قیاس ہو سکتا ہے اور نہ آدمی سے اُس کی تشبیہ ہو سکتی ہے۔ نہ اُس سے کوئی جگہ خالی ہے۔ نہ اُسے کوئی مکان گھیرے ہوئے ہے۔ وہ ہر شخص کے قریب ہے۔ مگر پھر بھی (تصوّر سے) دور ہے۔ اور باوجود دوری پھر بھی وہ ہر شخص کے قریب ہے۔ یہ ہے ہمارا پروردگار۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو کوئی خدا میں ایسی صفتیں مانے (جو ہم نے بیان کیں) وہ موحّد ہے۔ اور جو شخص خدا میں اِس کے سوا کوئی اور صفت (جو مخلوق کے مشابہ ہو) قرار دے خدا بھی اُس سے بری ہے اور ہم بھی اُس سے بیزار ہیں۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ عقلا وہ ہیں جو غور و فکر کے ساتھ عمل کرتے ہیں یہاں تک کہ اُس کا نتیجہ یہ ملتا ہے کہ حُبِّ خدا پیدا ہو جاتی ہے اور جب دلوں میں حُبِّ خدا پیدا ہو جائے تو وہ اُس سے منوّر ہو جاتے ہیں اور لطفِ خدا اُن کے شاملِ حال ہوتا ہے۔ پھر جب کوئی شخص منزلتِ لطف میں پہنچ گیا تو اُسکا شمار اُن لوگوں میں ہو جاتا ہے جو دوسروں کی لیے فائدہ پہنچانیوالے ہوں اور جب اُس کا شمار فائدہ پہنچانیوالوں میں ہو گیا تو اب اُس کی جو بات ہوتی ہے وہ دانائی کی ہوتی ہے۔ اور جب اُس کی باتیں دانائی کی ہو جاتی ہیں تو وہ ذہین بھی ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اِس منزلت کو پہنچ گیا تو اِس کے ذریعہ سے امورِ قدرت میں اُس کو دخل ہو جاتا ہے اور جب اُسے امورِ قدرت میں دخل ہوا تو ساتوں طبقوں میں دخل ہو جاتا ہے اور جب اس منزلت کو پہنچ گیا تو لطف و حکمت و بیان سب پر اُس کو قبضہ ملجاتا ہے۔ اور اس منزلت کو پہنچکر وہ اپنی خواہش اور اپنی محبت اپنے خالق کے لیے مخصوص کر دیتا ہے اور جب ایسا کر دیتا ہے تو بہت ہی بڑے درجہ تک اُسکی رسائی ہو جاتی ہے کہ اپنے پروردگار کو اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھنے لگتا ہے اور حکمت اُس کو اِس طریقہ سے ملجاتی ہے جیسے اور حکماء کو نہیں ملی۔ اور علم اُس کو اس شان سے پہنچ جاتا ہے جس شان سے علماء کو نہیں پہنچا اور صدق اُسے اِس انداز سے حاصل ہو جاتا ہے جس انداز سے صدّیقین کو نہیں حاصل ہوا۔ حکماء کو حکمت خاموش رہنے سے

ملی۔ اور علماء کو علم طلب کرنے سے حاصل ہوا۔ اور صدیقین کو صدق خشوع اور زیادہ عبادت کرنے سے پہنچا پس جس نے اس سیرت کو اختیار کیا یا تو وہ پستی کے درجہ کو پہنچ جائیگا اور یا اُسے رفعت حاصل ہو جائیگی۔ گو اکثر تو ایسے ہی ہیں کہ پستی کی طرف جاتے ہیں اور رفعت حاصل نہیں کرتے۔ چونکہ حقِ خدا کی رعایت نہیں کرتے اور خدا تعالےٰ نے جس چیز کے بجا لانیکا حکم دیا ہے اُس کے بموجب عمل نہیں کرتے۔ تو یہ حالت اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے خدا کو اُس طرح نہیں پہچانا جس طرح اُس کے پہچاننے کا حق ہے۔ پس تم کو اُن کی نماز اُن کے روزے۔ اُن کی روایتیں۔ اُن کے علوم ہرگز دھوکا نہ دیں۔ وہ تو وحشی گدھے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے یونس! اگر تم کو صحیح علم درکار ہو تو وہ ہم اہلبیت کے پاس ہے اِس لیے کہ ہم نے اُسے ورثہ میں پایا ہے۔ اور شرحِ حکمت اور فصلِ خطاب ہم کو عطا کیا گیا ہو۔ یونس کہتے ہیں کہ اِس پر میں نے عرض کی یابن رسول اللہ! اہلبیت میں سے جو شخص بھی ہو اُس کو جنابِ علیؑ مرتضےٰ اور جنابِ فاطمہؑ زہرا سے اُسی طرح ورثہ پہنچا ہے جس طرح کہ آپ کو پہنچا ہے؟ فرمایا نہیں سوائے بارہ اماموں کے اور کسی کو نہیں پہنچا! میں نے عرض کی یابن رسولؐ اللہ! اُن کے نام لے دیجیے؟ فرمایا اوّل اُن کے علی بن ابیطالب علیہ السّلام ہیں اور بعد اُن کے حسن وحسین علیہما السّلام۔ اُن کے بعد علیؑ بن الحسینؑ اُنکے بعد محمدؐ بن علیؑ۔ اُن کے بعد میں خود اور میرے بعد میرا بیٹا موسٰے اور موسٰے کے بعد اُن کے بیٹے علیؑ۔ اور علیؑ کے بعد محمدؑ اور محمدؑ کے بعد علیؑ اور علیؑ کے بعد حسنؑ اور حسنؑ کے بعد حجۃ اللہ۔ خدا تعالےٰ نے ہم سب کو برگزیدہ کیا۔ ہم کو پاک و پاکیزہ کیا اور ہم کو وہ کچھ عطا فرمایا جو تمام عالموں میں سے کسی کو نہیں دیا۔ یہ سب جوابات سننے کے بعد میں نے عرض کی یابن رسول اللہ! کل جو عبد اللہ بن مسعود کے صاحبزادے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور حضور سے یہی باتیں دریافت کی تھیں جو میں نے دریافت کی ہیں تو اُنکو حضورؑ نے اور اور جواب دیے تھے؟ فرمایا کہ اے یونس! ہر شخص علومِ صحیحہ کی برداشت کی قابلیت نہیں رکھتا اور بات موقعہ اور وقت کو دیکھکر کیجاتی ہے۔ تم میں اِن جوابات کی قابلیت ہے اِس لیے دیے گئے۔ تم بھی نا اہلوں سے اس کو بیان نہ کرنا

ضمیمہ نوٹ نمبر۳ متعلق صفحہ ۴۳۶

(قولِ مترجم) تاریخ طبری۔ تاریخ ابو الفدا۔ حبیب السیر اور روضۃ الصفا وغیرہ معتبر تاریخوں میں یہ واقعہ مندرج ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر پاتے ہی خلیفہ ثانی مجنون بنگئے تلوار کھینچے پھرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو شخص یہ کہیگا

کہ محمد مصطفےٰ کا انتقال ہوگیا میں اسکا سر اُڑا دونگا۔ حضرتؐ انتقال کرہی نہیں سکتے۔ اول یار کا مکان محلہ سُنح میں تھا جو مسجد نبوی سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب تک اُنہیں خبر ہو اور وہ آئیں یہ یہی سوانگ بنائے رہے۔ جب وہ تشریف لے آئے اور وفات کی نسبت اُنہوں نے اپنا اطمینان کرلیا تو اِن کو ایک ڈانٹ بتائی کہ تم نہیں جانتے کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ اُس جنون کی تو اصلی غرض ہی یہ تھی کہ وہ آجائیں تو آیندہ کارروائیوں کی بنا پڑے۔ اور اِس عرصہ میں کسی شخص کو حقیقی جانشین کی طرف رُخ کرنیکا موقعہ نہ ملے۔ جھٹ تلوار بھی میان میں کرلی۔ جنون بھی رفو چکر ہوگیا اور بھرے مجمع میں اقرار کیا کہ گویا یہ آیت میں نے آج تک سُنی ہی نہ تھی۔ انصار میں سے جن لوگوں سے پہلے ہی ساز و باز ہو چکی تھی اُنہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں تحصیل خلافت کے لیے دنگل قائم کرلیا تھا۔ یہ چاروں یار (ابو بکر و عمر۔ ابو عبیدہ ابن الجراح اور سالم مولائے حذیفہ) اور لوگوں کو جو اس وقت تک اِس موقع پر جمع ہوگئے تھے ہمراہ لیکر چلتے بنے اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن و کفن سے کوئی غرض نہ رکھی۔ مولوی معنوی نے اپنی مثنوی میں اِس مضمون کو خوب ادا کیا ہے۔ گو یہ شعر مثنوی کے بہت سے نسخوں سے اب نکالدیا گیا ہے مگر قدیم نسخوں میں موجود ہے ؎

چوں صحابہ حُبِّ دنیا داشتند	مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ متعلق پارۂ بست وچہارم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۹۴۷

جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ جناب فرماتے ہیں کہ جس مردِ مومنِ آلِ فرعون کی شان میں خدا نے سورۂ مومن میں فرمایا ہے وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وہ فرعون کا ماموں زاد بھائی تھا بوجہ سلسلۂ نسبی فرعون کی طرف منسوب ہوا اور آلِ فرعون کہلایا۔ اُس کو فرعون کی طرف خدا نے اس لیے منسوب نہیں کیا ہے کہ وہ فرعون کے دین پر تھا۔

عبد اللہ بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کو عثمان اعمی بصراوی کے جواب میں جبکہ اُس نے عرض کیا کہ حسن بصری کا یہ گمان ہے کہ جو لوگ علم کو چھپاتے ہیں اُن کے شکموں کی بدبو سے اہلِ دوزخ اذیت پائینگے۔ یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اس بنا پر تو مومنِ آلِ فرعون بھی گمراہ تھا کہ جب سے خداوند عالم نے حضرت نوحؑ کو مبعوث برسالت کیا تھا علمِ دین کو برابر پوشیدہ کرتا رہا۔ حسن بصری اپنے داہنے بائیں بھٹکتا پھرے خدا کی قسم ہمارے سوا علم کہیں موجود نہیں ہے۔

علامہ ابن بابویہ القمی بسلسلۂ اسنادِ خود عبد الرحمٰن ابن ابو لیلی سے بطریقِ مرفوع روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ صدیق کُل تین ہیں ایک حبیب النجار مومنِ آلِ یٰسین جنھوں نے یہ الفاظ فرمائے تھے يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْــَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۷۰۴ سطر ۱۰) دوسرے حزبیل مومنِ آلِ فرعون (جنکا اسی نوٹ میں ذکر ہے) تیسرے علیؑ ابن ابیطالب اور یہ سب میں افضل و اکبر ہیں۔

قول مترجم۔ یہ حدیث اہلِ سنّت کی کتابوں میں بہت طریقوں سے وارد ہوئی ہے بعض میں اَكْبَرُهُمْ وارد ہوا ہے اور بعض میں اَفْضَلُهُمْ جس سے یہ پتہ لگا کہ صدیق اکبر جناب امیر المومنین علیہ السلام کے خطابات میں سے ایک خطاب ہے جو خلافت کی طرح غصب کر لیا گیا۔

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارۂ بست و پنجم

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۷۷۵

المحاسن میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے اِس آیت کے متعلق سوال کیا گیا۔ حضرتؑ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم پروردگارِ عالم نے جناب محمد مصطفٰےؐ صلّے اللہ علیہ و آلہ کی خاطر اُن کے اہلبیتؑ کے بارے میں اپنے بندوں پر یہ ایک فریضہ قرار دیا ہے۔

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اُن جنابؑ نے دریافت فرمایا کہ اہلِ بصرہ آیہ قُل لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کسی نے عرض کی وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت جناب رسولِ خدا کے عام خاندان کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرتؑ نے فرمایا وہ جھوٹے ہیں۔ یہ آیت تو خاص ہم اہلبیتؑ یعنی علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے جو اصحابِ کسا ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا جب یہ آیت قُل لَّآ اَسْئَلُكُمْ الخ نازل ہوئی تو اصحاب نے عرض کی یا رسولؐ اللہ وہ کون لوگ ہیں جن کی موالات کا خدا تعالےٰ نے ہم کو حکم دیا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا وہ علیؑ و فاطمہؑ اور اُن دونوں کی اولاد ہیں۔

خود جنابِ امیر المومنین علیہ السّلام سے منقول ہے وہ حضرتؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ سورہ حٰمعسق میں ہمارے بارے میں ایک آیہ ہے۔ ہماری مودّت کی حفاظت سوائے مومنین کے اور لوگ نہ کر سکینگے۔ پھر حضرتؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

جنابِ رسولِ خدا فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کی خلقت مختلف درختوں سے ہوئی ہے لیکن میری اور علیؑ کی پیدائش ایک ہی درخت سے ہے۔ میں اس کی اصل ہوں اور علیؑ بن ابیطالب اُس کی شاخ ہیں۔ فاطمہؑ اُس کا شگوفہ ہیں حسنؑ و حسینؑ اُس کے پھل ہیں اور ہمارے شیعہ اُس کے پتّے ہیں۔ پس جو کوئی اُس کی شاخوں میں سے کسی شاخ کو مضبوط پکڑے رہیگا وہ نجات پائیگا اور جو اُس سے کج رہیگا وہ گمراہ ہو جائیگا۔ اگر کوئی شخص صفا

وصفا و مروہ کے مابین ایک ہزار برس خدا کی عبادت میں مشغول رہے پھر اور ایک ہزار برس عبادت کرے پھر اور ایک ہزار برس عبادتِ خدا بجالائے یہانتک کہ سوکھ کر پُرانی مشک کی مانند ہوجائے اور ہماری محبّت و موّدت اُس کے دل میں نہو تو بھی خداوند عالم اُسے نتھنوں کے بھل دوزخ میں گرائیگا۔ پھر اُن جنابؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے سوال کیا گیا کہ آیۂ موّدت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا ائمہؑ (ہدیٰ) کی شان میں۔

الخصال میں جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جو شخص میری عترت سے محبّت نہ رکھے تو وہ یا تو منافق ہے یا زنازادہ یا حالتِ حیض میں اُس کی ماں حاملہ ہوئی ہے۔

جناب امیر المؤمنین کی شہادت کے بعد ایک دن خطبہ میں جناب امام حسن علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ میں اُن اہلبیتِ رسولؐ میں سے ہوں جن کی موّدت خدا نے تمام مسلمانوں پر فرض کی ہے چنانچہ فرماتا ہے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۰ پس اقترافِ حسنہ (نیکی کرنے) سے ہم اہلبیتؑ کی موّدت مراد ہے۔

جناب سیّد الشہدا روحی لہ الفدا علیہ السّلام نے اِس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ میں وہ قرابت دار ہوں جس کے صلہ کا خدا نے حکم دیا ہے اور اُس کا حق بزرگ کیا ہے۔ نیکیاں اُس میں قرار دی ہیں۔ ہم اہلبیتِ رسالت کی قرابت ہی وہ قرابت ہے جس کا حق ادا کرنا خدا تعالےٰ نے ہر مسلمان پر فرض کر دیا ہے۔

عبد اللہ ابن عجلان کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے اس آیت کی شانِ نزول دریافت کی تو حضرتؑ نے فرمایا کہ ذی القربےٰ سے وہ ائمہؑ مراد ہیں جو نہ صدقہ کھاتے ہیں اور نہ صدقہ اُن پر حلال ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۷۷

العیون میں بروایت جناب سیّد الشہدا روحی لہ الفدا علیہ السّلام منقول ہے کہ مہاجرین وانصار جمع ہوکر جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور کو مصارف کی ضرورت پڑتی ہے مہمان آپ کے در دولت پر حاضر ہوتے رہتے ہیں یہ ہمارے جان و مال حاضر ہیں بے تکلف جتنا چاہیے اِس میں سے لے لیجیے اور جتنا چاہیے چھوڑ دیجیے (کہ کچھ تو اجرتِ رسالت ہم سے ادا ہوجائے) پس جبرئیلِ امین نازل

ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! ان سے کہدیجیے کہ میں اپنی تبلیغ رسالت کی کوئی مزدوری تم سے نہیں چاہتا۔ ہاں یہ چاہتا ہوں کہ میرے قرابتداروں سے مودّت رکھو۔ یہ سُنکر وہ لوگ چلے گئے۔ جب باہر نکلے تو منافقوں نے کہا کہ جناب رسولِ خدا نے جو ہماری پیشکش قبول نہیں کی اُس کا سبب بس یہ ہے کہ وہ اپنے بعد اپنے رشتہ داروں کو ہمارا افسر بنا دیں۔ یہ بات تو اُنھوں نے بس یہیں بیٹھے بیٹھے گھڑلی ہے۔ یہ قول اُن کا بہت ہی بڑی بے ادبی تھا۔ اِسی سبب سے یہ آیت خداوند عالم نے نازل فرمائی اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىهُ ؕ قُلۡ اِنِ افۡتَرَیۡتُهٗ فَلَا تَمۡلِكُوۡنَ لِیۡ مِنَ اللّٰهِ شَیۡـًٔا ؕ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَا تُفِیۡضُوۡنَ فِیۡهِ ؕ كَفٰی بِهٖ شَهِیۡدًۢا بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَكُمۡ ؕ وَهُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۸۰۲ سطر ۳) پس جناب رسولِ خدا نے اُن کو بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے کچھ باتیں بنائی ہیں؟ سب نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! ہم میں سے بعض نے کچھ ایسی باتیں کہی ہیں جو ہم کو بہت ناگوار معلوم ہوئیں۔ جناب رسولِ خدا نے وہ آیت تلاوت فرمائی جس کو سُنکر وہ لوگ رونے لگے پس خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی هُوَ الَّذِیۡ یَقۡبَلُ التَّوۡبَةَ الخ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۴۸۷

پورا واقعہ اور مناظرہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۴۶۵ میں گزر گیا۔ وہاں ملاحظہ فرمایا جائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۴۸۶

احتجاج طبرسی میں جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے ایک حدیث منقول ہے جس کا ایک جزو یہ بھی ہے۔ اب رہا خدا تعالےٰ کا یہ قول وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ۔ یہ ہمارے نبیؐ کی اُن دلیلوں میں سے ہے جو خدا تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو عطا فرمائی تھیں جن کے ذریعے سے اُن کو تمام مخلوق پر حجّت قرار دیا تھا۔ وجہ اُسکی یہ کہ جب خدا تعالےٰ نے آنحضرتؐ پر نبوّت کو ختم کر دیا اور آنحضرتؐ کو ساری امتوں اور کل ملتوں کے لیے رسولؐ قرار دیا تو آپ کو یہ خصوصیت بھی عطا فرمائی کہ معراج کے وقت آپ کو آسمان پر بُلایا اور آپ کی خاطر سے اِس موقعہ پر کُل انبیاء کو جمع فرمایا کہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کن کن احکام کے ساتھ بھیجے گئے تھے اور خدا تعالےٰ کے کن کن معجزات کے۔ کن کن دلائل کے اور کن کن عظمتوں کے وہ حامل رہے تھے۔ پس اُن سب نے آنحضرتؐ کی فضیلت کا بھی اقرار کیا اور اُن اوصیاء حجّت ہائے خدا کی فضیلت کا بھی اقرار

کیا جو اُن کے بعد ہونیوالے تھے۔ اور مؤمنین و مؤمنات میں سے جو آنحضرتؐ کے وصی کے شیعہ ہونیوالے تھے اُنکی فضیلت کا بھی اقرار کیا اِس لیے کہ وہ فضیلت والے کی فضیلت تسلیم کرینگے۔ جو حکم اُن کو دیا جائیگا اُس کی تعمیل میں غرور و تکبر کو راہ دینگے۔ اور وہ پیغمبر یہ خوب جانتے تھے کہ اُن کی اُمتوں میں سے کس کس نے اُن کی اطاعت کی اور کس کس نے اُن کی نافرمانی کی۔ وہ اُن کو بھی جانتے تھے جو سیدھی ڈگر پر چلے گئے اور اُن کو بھی جنھوں نے تغیر کیا یا احکام خدا کو آگے پیچھے کر دیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۸۷

کافی میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ تشریف رکھتے تھے کہ یکایک حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام وارد ہوئے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ اے علیؑ! تم کو عیسےٰ بن مریم سے ایک قسم کی مشابہت ہے۔ اور اگر مجھے اِس بات کا اندیشہ نہوتا کہ میری اُمت میں سے بعض گروہ تمہارے بارے میں ویسا ہی کچھ کہنے لگینگے جیسا کہ نصارےٰ عیسےٰ بن مریم کے بارے میں کہتے ہیں تو آج میں تمہاری شان میں ایک ایسی بات کہتا کہ اُس کے بعد جس گروہ کی طرف سے تمہارا گزر ہوتا وہ لوگ تمہاری خاکِ قدم کو متبرک سمجھکے اُٹھا لیا کرتے۔ آنحضرتؐ کا یہ کلام دو جنگلی بدوؤں اور مغیرہ ابن شعبہ اور ایک جماعتِ قریش کو ناگوار معلوم ہوا۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ اِن کا دل کسی بات سے سیر ہی نہیں ہوتا اب تو انھوں نے اپنے ابنِ عم کو عیسےٰ بن مریم سے تشبیہ دیدی۔ پس خدا تعالےٰ نے اپنے رسول کے پاس یہ آیت بھیجی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۸۷ سطر ۷) آخری آیت میں جو خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ یہ خطاب بنی ہاشم سے ہے۔ ابو بصیر راوی حدیث کا بیان ہے کہ حرث ابن عمر و فہری کو یہ سُنکر غصہ آیا اور اُس نے کہا کہ یا اللہ! اگر یہ بات تیری ہی طرف سے ہے اور برحق ہے کہ بنی ہاشم اِس طرح ایک دوسرے کے وارث ہوتے رہیں جیسا کہ قسطنطنیہ کے بادشاہ ایک ہرقل کے بعد دوسرا ہرقل وارث ہوتا رہتا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم کو کوئی دردناک عذاب دے۔ خدا تعالےٰ نے حرث کا

یہ مقولہ بھی نازل فرمایا اور اِس کے ساتھ ہی یہ آیت بھی نازل فرمائی وَمَا كَانَ اللّٰهُ
لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝
(ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۲۸۷ سطر ۴) اُس وقت آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے
عمرو! یا تو توبہ کر لے اور یا یہاں سے چلدے۔ چنانچہ اُس نے اپنی سواری منگائی۔ سوار
ہوا اور جیسے ہی شہر مدینہ کے باہر نکلا ایک پتھر آسمان سے اُس پر گرا جس نے اُس کی
کھوپری کے پرخچے اُڑا دیے۔ اُس وقت آنحضرتؐ نے اُن منافقین سے جو آنحضرتؐ
کے پاس بیٹھے تھے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اپنے یار کی حالت دیکھ آؤ۔ اُس نے خدا سے
جس عذاب کی دعا کی تھی وہ اُس پر آپڑا۔ وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ
(ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۴۰۹ سطر ۸)

المناقب میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ
نے فرمایا کہ اِس دروازے سے تمہارے پاس ایک ایسا شخص آئیگا جو ساری مخلوقات
میں حضرت عیسےٰ علیہ السّلام سے بہت ہی مشابہ ہے (چنانچہ تھوڑی ہی دیر کے بعد) جناب
علیؑ مرتضےٰ تشریف لائے تو منافق آنحضرتؐ کے اِس قول پر ہنسے اِس پر یہ آیتیں
وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ سے لیکر فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝ تک نازل ہوئیں۔

تفسیر مجمع البیان میں خود جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام سے منقول ہے وہ
حضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت
میں آیا تو آنحضرتؐ کو ایک گروہ قریش میں بیٹھا پایا۔ جونہی آنحضرتؐ کی نظر مجھ پر پڑی
ووں ہی ارشاد فرمانے لگے کہ اے علیؑ تمہاری مثل اِس امت میں عیسےٰ بن مریم کی سی
ہے کہ ایک گروہ نے اُن سے محبت کی وہ اُس محبت میں حد سے بڑھ گئے اِسی سے
گمراہ ہوگئے اور ایک گروہ نے اُن سے عداوت کی۔ وہ اُس عداوت میں حد سے بڑھ گئے
اِسی سے گمراہ ہوگئے۔ اور ایک گروہ نے اُن کے بارے میں میانہ روی اختیار کی اُنہوں
نے نجات پائی۔ آنحضرتؐ کا یہ مقولہ اُن قریشیوں پر بہت ہی گراں گزرا۔ اپنی جگہ جا کر
بہت ہی ہنسے اور کہنے لگے کہ (انہیں ہو گیا گیا ہے؟) اب تو علیؑ بن ابیطالب کو یہ
رسولوں اور نبیوں سے تشبیہ دینے لگے۔ اِسی پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

التھذیب میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے غدیر کے دن کے پڑھنے
کی جو دعا مروی ہے اُس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ فَقَدْ أَجَبْنَا دَاعِيَكَ النَّذِيرَ
الْمُنْذِرَ مُحَمَّدًا عَبْدَكَ وَرَسُولَكَ إِلَى عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ الَّذِي

اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ وَجَعَلْتَهُ مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَوْلٰهُمْ وَوَلِيُّهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ يَوْمِ الدِّيْنِ فَاَتَتْ قُلْتُ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ۔

ابو صالح نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مجمع اصحاب میں رونق افروز تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عنقریب تمہارے پاس وہ شخص آئیگا جو میرے وقت میں عیسٰے ابن مریم کی نظیر ہے۔ اتنے میں ابوبکر آیا۔ اصحاب نے عرض کی آیا یہ وہی شخص ہے ؟ آنحضرتؐ نے جواب دیا نہیں! پھر عمر بن الخطاب حاضر ہوا۔ لوگوں نے پوچھا یہ تو وہی ہے ؟ آنحضرتؐ نے جواب دیا نہیں! پھر علیؑ بن ابیطالب وہاں آئے۔ اصحاب نے کہا یا رسول اللہؐ! یہ وہی ہیں ؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں (یہی نظیر عیسٰے ابن مریم ہیں) اصحاب نے عرض کی آپ کے اس قول سے تو لات و عزیٰ کی پرستش ہم پر زیادہ آسان ہے۔ پس خدا تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا الخ

ابو صالح نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں ایک دن چند آدمی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اے محمدؐ! عیسٰے ابن مریم مُردوں کو زندہ کرتے تھے آپ بھی ہمارے کسی مُردہ کو زندہ کر دیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم لوگ کس کا زندہ ہونا چاہتے ہو ؟ کہنے لگے ہماری قوم کا فلاں شخص چند روز ہوئے کہ مر گیا ہے اُس کو جلا دیجیے! یہ سُنکر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو طلب فرمایا اور کان میں کوئی ایسی بات کہدی۔ جسے ہم بالکل نہ سُن سکے۔ پھر حکم دیا کہ اے علیؑ! ان لوگوں کے ہمراہ جاؤ اور اُسکا نام مع ولدیت لیکے پکارنا۔ پس جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام اُسکی قبر پر تشریف لے گئے اور آواز دی فلاں ابن فلاں! یہ آواز سُنتے ہی وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ لوگوں نے اُس سے جو کچھ پوچھنا تھا دریافت کیا۔ وہ پھر اپنی قبر میں لیٹ گیا۔ وہ لوگ وہاں سے واپس ہوئے اور آپس میں کہتے تھے یہ تو اولادِ عبدالمطلب میں عجیب شخص ہے۔ پس خدا نے یہ آیت بھیجی وَلَمَّا ضُرِبَ الخ

عبدالرحمٰن ابن ابو لیلےٰ سے مروی ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے

فرمایا کہ میں اس اُمت میں عیسےٰ ابن مریم کی مثال ہوں کہ اُنکی محبت میں ایک قوم نے غلو کیا یعنی حد سے بڑھ گئے۔ پس وہ گمراہ ہو گئے۔ اور ایک گروہ نے اُن سے سخت عداوت رکھی وہ بھی گمراہ ہو گیا۔ اور کچھ لوگوں نے میانہ روی اختیار کی اُنھوں نے نجات پائی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۳ متعلق صفحہ ۷۹۱

(**قول مترجم**) اس بارے میں کہ تین برس وحی نہیں آئی اہلسنت اور اہل تشیع کی مختلف کتابوں میں جو احادیث اور تاریخ و سیر سے متعلق ہیں جو کچھ لکھا گیا ہے اُس کا ماحصل یہ مستنبط ہوتا ہے کہ ابتداءً فقط مسئلۂ توحید اُن لوگوں کے ذہن نشین کرنا مقصود تھا جنکے دلوں میں ایک کی جگہ تین سو ساٹھ گھُسے ہوئے تھے۔ جب یہ زنگ دور ہو گیا اور توحید کی رنگ نے اپنا رنگ پکڑ لیا تب کلام خدا کا سلسلہ جاری ہوا اور اُس نے بیس برس میں رفتہ رفتہ اور جستہ جستہ تمام دنیا اور آخرت کی خوبیوں کے قواعد و قوانین مخلوقِ خدا کے لیے بہم پہنچا دیے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۴ متعلق صفحہ ۷۹۱

کافی میں یعقوب ابن جعفر ابن ابراہیم سے منقول ہے کہ ہم موضع عُریض میں جناب امام موسی کاظم علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک مرد نصرانی اُن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور آتے ہی عرض کرنے لگا کہ میں آپ کی خدمت میں دور و دراز کے ملک سے سفر کی مشقتیں سہتا ہوا حاضر ہوا ہوں۔ تیس برس ہوتے ہیں کہ میں خدا تعالے سے برابر یہ دعا مانگتا رہا کہ جو بہتر سے بہتر دین ہو اُس کی مجھے ہدایت فرمادے اور بندوں میں جو سب سے بہتر ہو اور سب سے زیادہ علم والا ہو اُس تک مجھے پہنچا دے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خواب میں کسی نے مجھ سے یہ کہا کہ دمشق کے بالائی حصّہ میں ایک شخص ایسا ایسا رہتا ہے (تو اُسکے پاس جا) چنانچہ میں گیا۔ اُس کے پاس پہنچا۔ اُس سے باتیں کرنے کی نوبت آئی تو اُس نے یہ کہا کہ میں اپنے دین والوں میں تو سب سے زیادہ عالم ہوں مگر مجھ سے زیادہ علم والے اور دینوں میں موجود ہیں۔ تو میں نے یہ کہا کہ جو شخص آپ سے علم میں زیادہ ہے اُس کا پتہ مجھے بتا دیجیے۔ اِس لیے کہ نہ تو میں اِس سفر کی کوئی حقیقت سمجھتا ہوں اور نہ اِس مشقت کو مشقت گردانتا ہوں۔ میں نے انجیل پوری پڑھی ہے۔ داؤد علیہ السّلام کی ثنا جاتیں سب ختم کی ہیں۔ توریت کے بھی چار جزو پڑھے ہیں۔ اور ظاہر قرآن کو بھی بالاستیعاب (پورا پورا) پڑھ چکا

ہوں۔ تو اُس وقت مجھ سے اُس عالم نے یہ کہا کہ اگر تو دینِ مسیحی کے علم کا طلبگار ہے
تو تمام عرب و عجم میں مجھ سے زیادہ اُس کا عالم کوئی نہیں۔ اور اگر تجھے علم یہودیت درکار
ہو تو اس زمانہ میں باطئی بن شُرجیل السّامری تمام آدمیوں سے اُس کے علم میں بڑھا
ہوا ہے۔ اور اگر تیرا مطلب یہ ہو کہ علم اسلام بھی رکھتا ہو اور علم توریت بھی اور علم انجیل
بھی اور علم زبور بھی اور علم کتاب ہُودؑ بھی (رکھتا ہو) اور جو کچھ بھی اللہ نے انبیاء میں
سے کسی نبیؑ پر تیرے زمانہ میں نازل کیا ہو یا تیرے غیر کے زمانہ میں (اُسکا بھی علم رکھتا
ہو) اور جو خبر بھی خدا تعالےٰ نے آسمان سے نازل فرمائی ہو (اُسکا بھی علم رکھتا ہو) تو
یہ تو خدا نے ایک ہی کو سکھایا ہے اور کسی کو اس کا علم نہیں دیا۔ اُس کے پاس ہر چیز
کا کھُلا بیان اور تمام عالموں کے لیے شفا اور جو راحت حاصل کرنا چاہے اُسکے لیے رحمت
اور جس کی بہتری خدا کو منظور ہو اُس کے لیے بصیرت اور حق سے مانوس ہو جانیکا ذریعہ موجود
ہے اور میں تجھے اُس کا پتہ دے سکتا ہوں۔ اُس کے پاس تجھے اپنے پاؤں سے چل کے
جانا چاہیے اور اگر تجھ سے یہ نہ ہو سکے تو گھٹنیوں چلکے جائیو اور اگر یہ بھی تجھ سے ممکن نہو تو
کولھوں کے بھل گھسٹیو اور اگر یہ بھی تیری قدرت سے خارج ہو تو مُنہ کے بھل چل کے
جائیو۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ اِس کی ضرورت نہیں۔ میں انشاء اللہ چلنے پر قادر
ہوں۔ اپنے جسم کو تعب میں ڈالکر اور اپنا مال خرچ کرکے جاؤنگا۔ تو اُس نے کہا کہ
بس ابھی چلدے اور یثرب پہنچ جا۔ میں نے کہا کہ میں تو یثرب کو نہیں جانتا۔ اُس نے
کہا کہ جا تو سہی اُس نبیؐ کے شہر میں چلا جا جس پر اور جس کی اولاد پر خود خدا نے درود
بھیجا۔ جو عرب میں مبعوث ہوا۔ وہی نبیؐ عربی و ہاشمی ہے۔ جب تو اُن کے شہر میں پہنچ جائے
تو بنی غنم بن مالک بن نجار کا پتہ پوچھ لیجیو۔ اُس کا گھر اُس شہر کی مسجد کے دروازے کے
قریب ہی ہے۔ اب تو وہاں اپنی صورت نصرانیوں کے مخالفوں کی سی بنا لیجیو اور جو خاص نصرانیت
کی آرائش کی چیزیں ہیں اُنہیں چھپا لیجیو۔ اِس لیے کہ اِس زمانہ کا والی شہر نصرانیوں کے
ساتھ سختی سے پیش آتا ہے اور خلیفہ اُس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ پھر بنی عمرو ابن مبذول
کا گھر پوچھیو وہ بقیعہ زبیر میں واقع ہے۔ پھر وہاں سے موسے ابن جعفر علیہما السّلام کا حال
پوچھیو اور یہ بھی کہ اُن کا مکان کہاں ہے؟ اور یہ بھی کہ آیا وہ اِس وقت سفر میں گئے ہوئے
ہیں یا وطن ہی میں موجود ہیں تو اگر وہ سفر میں گئے ہوئے ہوں تو تو اُن سے وہیں جا ملیو اِس لیے
کہ جتنا سفر تو کرتے جائیگا اُس سے اُن کا سفر کہیں کم ہوگا۔ پھر جب حاضر خدمت ہو جائے
تو اُن سے یہ عرض کر دیجیو کہ دمشق کے کھادر یعنی بالائی کھادر کا رہنے والا مُطران وہ شخص ہے

جس نے مجھے حضور کا پتہ بتلایا ہے اور وہ حضور کی خدمت میں بہت بہت سلام عرض کرتا ہے اور یہ بھی اُس نے عرض کیا ہے کہ میں اپنے پروردگار سے مُناجات کرنے میں زیادہ یہی عرض کرتا رہتا ہوں کہ آپ کے دستِ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوں۔ اتنا قصہ اُس نصرانی نے کھڑے کھڑے اپنے عصا پر ہاتھ ٹکائے ٹکائے عرض کیا۔ اِس کے بعد اُس نے یہ عرض کیا کہ اے میرے آقا! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے سامنے جُھکوں اور بیٹھ جاؤں؟ فرمایا کہ میں اِس کی تو تجھے اجازت دیتا ہوں کہ بیٹھ جا مگر اِسکی اجازت نہیں دیتا کہ میرے سامنے خم ہو۔ چنانچہ وہ بیٹھ گیا۔ پھر اُس نے اپنی رومی ٹوپی اُتار ڈالی۔ پھر اُس نے عرض کی کہ میں حضور پر قربان ہو جاؤں اب مجھے بات کرنے کی اجازت ہے؟ فرمایا ہاں بات کرنے کو تو آیا ہی ہے! اِس پر نصرانی نے عرض کی تو میں اپنے اُس رہنما دوست کو سلام پہنچاؤں یا آپ اُس کے سلام کا جواب نہ دینگے؟ اِسپر جناب امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر اللہ نے اُسے ہدایت کر دی تو تو تیرے صاحب پر سلام ہے۔ رہا ہماری طرف سے سلام پہنچانا یہ تو اُسی وقت ہو گا جب وہ ہمارے دین میں آجائیگا۔ پھر نصرانی نے پوچھا خدا حضور کو صحیح وسالم رکھے اب میں کچھ پوچھوں؟ حضرت نے فرمایا دریافت کر۔ اُس نے عرض کی کہ مجھے اُس کتاب کی بعض باتیں بتلائیے جو محمدؐ پر نازل کیگئی۔ اور اُنہی کی زبان سے ادا ہوئی۔ پھر اُس کی صفتیں جو کچھ بھی بیان کی گئیں کی گئیں۔ ازآنجملہ یہ الفاظ بھی ہیں حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ تو بتلائیے کہ اِنکی باطنی تفسیر کیا ہے؟ فرمایا جو سب سے اوّل ہے حٰمٓ اِس سے تو مُراد ہیں محمّد صلے اللہ علیہ وآلہ اور یہ بموجب اُس کتاب کے ہے جو ہودعلیہ السّلام پر نازل کیگئی تھی۔ اور یہ نام آنحضرتؐ کا منقوص الحروف ہے (یعنی میم اس کے اوّل سے کم ہے اور دال آخر سے) اب رہا الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۔ یہ جناب امیرالمومنین علی علیہ السّلام ہیں اور یہ الفاظ جو ہیں لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ۔ اِس سے مُراد ہیں فاطمۂ زہرا علیہا السّلام۔ اب رہا قولِ خدا تعالےٰ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ۔ تو اِس میں خدا تعالےٰ یہ فرماتا ہے کہ بطنِ جناب سیّدہ سے خیرِ کثیر کا ظہور ہو گا کہ ایک مردِ دانا اور ایک اَور مردِ دانا اور ایک اَور مردِ حکیم پیدا ہونگے۔ اِس پر وہ نصرانی بولا کہ اِن مردوں میں سے اوّل و آخر کی صفات تو حضرت مجھے سُنا دیں۔ فرمایا صفات سُننے سے آدمی اشتباہ میں پڑ جاتا ہے تاہم ان میں سے تیسرا بزرگ جو ہو گا اُس کی نسل سے جو جو

پیدا ہونیوالے ہیں اُن کی بعض صفتیں میں تیرے سامنے بیان کروں اور وہ صفات تمہارے پاس بھی اُن کتابوں میں موجود ہیں جو تم پر نازل کیگئی ہیں بشرطیکہ تم اُن کو نہ بدلو اور تحریف نہ کرو اور انکار نہ کرجاؤ جیسا کہ تم قدیم سے کرتے آتے ہو۔ اِس پر نصرانی نے حضرتؑ کی خدمت میں عرض کی کہ جو کچھ بھی میں جانتا ہوں وہ میں آپ سے ہرگز نہ چھپاؤنگا۔ نہ میں آپ سے جھوٹ بولونگا اِس لیے کہ میں جو کچھ بھی عرض کرونگا اُسکے سچ یا جھوٹ ہونیکا آپ کو ضرور علم ہے۔ خدا کی قسم آپ کو تو خدا تعالٰے نے اپنے فضل سے وہ کچھ عطا کیا ہے اور اپنی نعمتوں کا ایسا حصّہ دیا ہے جو نہ سوچنے والوں کے خواب و خیال میں آسکتا ہے اور نہ چھپانیوالے اُسے چھپا سکتے ہیں اور جو جھوٹ بھی بولیں وہ اُس کو جھٹلا بھی نہیں سکتے۔ پس اِس بارے میں جو کچھ بھی عرض کرونگا وہ حق ہی حق ہوگا۔ آپ نے اِس وقت تک جو کچھ فرمایا ہے ہماری کتابوں میں بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ اِس پر جناب ابو ابراہیم (امام موسے کاظم علیہ السّلام) نے اُس سے فرمایا تو اب تجھے ایک ایسی خبر بھی بتلادوں جسے کتابوں کے پڑھنے والے بھی بہت ہی کم جانتے ہیں۔ ذرا مجھے یہ تو بتلا کہ جناب مریم علیہا السّلام کی والدہ کا کیا نام تھا اور حضرت مریم علیہا السلام کے رحمِ مبارک میں روح کس دن پھونکی گئی اور اُس وقت کے گھنٹے دن چڑھا تھا اور وہ کونسا دن تھا جس دن بطنِ مریمؑ سے عیسٰے علیہ السّلام پیدا ہوئے اور اُس دن کے گھنٹے دن چڑھا تھا؟ نصرانی بولا یہ تو میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ جنابِ ابو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مریم کی ماں کا نام تو مرثا تھا جس کے عربی معنی ہوئے وَہِیبَۃ (وہ عورت جس کو منجانب اللہ عطیۃ دیا گیا ہو)۔ اب رہا وہ دن جس دن حضرت مریمؑ حاملہ ہوئیں وہ جمعہ کا دن اور زوالِ آفتاب کا وقت تھا اور وہ وہی دن ہے کہ روح الامین اُس میں آسمان سے اُترے اور مسلمانوں کی کوئی عید اُس دن سے بڑھکر نہیں ہے۔ اُس کی خدائے تبارک وتعالٰے نے بھی عظمت فرمائی ہے اور اُس کے رسول جناب محمد مصطفٰے صلّے اللہ علیہ وآلہ نے بھی۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے حکم دیا ہے کہ مسلمان اُس کو عید مانیں تو وہ تو روزِ جمعہ ہے۔ اب رہا وہ دن جس میں مریم علیہا السّلام کے ہاں ولادت ہوئی تو وہ منگل کا دن تھا اور ساڑھے چار گھنٹے دن چڑھا تھا۔ اچھا تو اُس دریا سے بھی واقف ہے جس کے کنارے حضرت عیسٰے علیہ السّلام (بطنِ مقدّس) حضرت مریم علیہا السّلام سے پیدا ہوئے؟ اُس نے عرض کی جی نہیں۔ فرمایا وہ دریائے فرات ہے جس کے کنارے کھجوروں کے درخت اور انگور کی بیلیں بکثرت ہوتی ہیں۔ اور فرات کے کنارے انگور کی بیلوں اور کھجوروں

کے درخت کی برابر اور کوئی چیز ہوتی ہی نہیں۔ اب رہا وہ دن جس دن حضرت مریمؑ کی زبان بند کیگئی تھی اور اُن کے متبرک بچہ نے اپنے ماننے والوں کو پکارا تھا اور اُنہوں نے اُس کی اعانت کی تھی اور آلِ عمران کو لائے تھے کہ وہ مریمؑ کو غور سے دیکھ لیں تو یہ سب واقعہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں تمہارے لیے بھی بیان کیا ہے اور اپنی کتاب میں ہمارے لیے بھی بیان کیا ہے تو آیا تم اُس کو سمجھ بھی گئے ہو؟ اُس نے کہا جی ہاں! آج ہی میں نے اُسے تازہ بتازہ پڑھا ہے۔ فرمایا تو تو اپنے اِس مقام سے بغیر ہدایت پائے نہیں اُٹھیگا۔ نصرانی نے عرض کیا کہ میری ماں کا نام سُریانی میں کیا تھا؟ اور عربی میں کیا ہے؟ فرمایا تیری ماں کا نام سُریانی میں عُنقالیہ تھا اور عُنفورہ باپ کی طرف سے تیری دادی ہوتی تھی۔ اب رہا عربی میں تیری ماں کا نام تو وہ تھا اُمیَّہ۔ اور رہا تیرے باپ کا نام تو وہ عبد المسیح تھا اور وہ عربی میں ہوا عبد اللہ۔ اس لیے کہ مسیح کا تو کوئی بندہ ہی نہیں۔ اُس نے عرض کی کہ حضور نے سچ فرمایا اور پتہ کی باتیں کھولدیں۔ اب اتنا اور بتا دیجیے کہ میرے دادا کا کیا نام تھا؟ فرمایا تیرے دادا کا نام جبرئیل تھا اور پھر وہ عبد الرحمٰن ہوگیا تھا۔ میں نے اپنے اِسی مکان میں اُس کا یہ نام رکھا تھا۔ اُس نصرانی نے عرض کی تو کیا وہ مسلمان ہوگیا تھا؟ جناب ابو ابراہیمؑ نے فرمایا کہ ہاں! اور وہ شہید مرا۔ قوم اجناد کے کچھ لوگ منزلِ غیلہ میں اُس پر آپڑے اور اُس کو قتل کر دیا۔ یہ اجناد اہلِ شام سے تھے۔ اُس نے عرض کی تو میرا نام کُنیت سے پہلے کیا تھا؟ فرمایا تیرا نام عبد الصّلیب تھا! عرض کی تو حضور میرا نام اب کیا رکھینگے؟ فرمایا تیرا نام عبد اللہ رکھتا ہوں۔ اُس نے عرض کی تو میں اِسی وقت خدائے بزرگ و برتر پر ایمان لایا اور میں نے اِس کی گواہی دی کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے۔ اُسکا کوئی شریک نہیں۔ وہ تنہا ہے۔ بے نیاز ہے۔ نہ وہ ایسا ہے جیسا کہ نصارے اُس کو بیان کرتے ہیں اور نہ ایسا ہے جیسا کہ یہود اُسکی نسبت کہتے ہیں۔ اور مشرک جو قسمیں اُس کی ٹھہراتے ہیں وہ اُن میں سے ایک قسم بھی نہیں۔ اور میں اِس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے بندے ہیں اور اُس کے رسول ہیں۔ اُس نے اُن کو حق کے ساتھ بھیجا اور اُنہوں نے جو اُس کے اہل تھے اُن سب پر اُس حق کا اظہار کر دیا اور جو آنحضرت کو باطل سمجھنے والے تھے اُنکی پتہ کی پھوٹی ہوئی رہیں اور میں اِس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کُل آدمیوں کی طرف خدا کا پیغام لیکر آئے تھے۔ سُرخ رنگ کے ہوں تو اور سیاہ رنگ کے

ہوں تو۔ ہر گروہ دعوت نبوت میں مشترک تھا۔ اب جس نے آنکھیں کھولنی چاہیں اُسکی
آنکھیں کھل گئیں اور جس نے ہدایت پانا منظور کیا اُسے ہدایت ہو گئی۔ حق کو باطل کرنیوالے
اندھے ہی رہے اور جن کو وہ پکارا کرتے تھے وہ اُن کے کام ہی نہ آئے اور میں یہ
بھی گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرتؐ کا ولی و وارث جو بات کہتا ہے حکمت سے بھری ہوئی
ہوتی ہے اور آنحضرتؐ سے پہلے جو نبی گزرے ہیں وہ بھی بڑی پہنچی ہوئی حکمت کی
باتیں کیا کرتے تھے۔ اور خدا کی بندگی پر جھکے ہوئے تھے۔ اور باطل اور اہلِ باطل
کو اور رجس اور اہلِ رجس کو الگ کر دیا کرتے تھے اور ضلالت کے راستہ کو چھوڑ دیتے
تھے۔ اور اللہ بھی اپنی اطاعت کرنے کے سبب اُن کی نصرت کیا کرتا تھا اور معصیت
سے بچانیکے لیے اُن کو اُس نے معصوم بنایا تھا۔ پس وہ اللہ کے دوست تھے۔
اور اللہ کے دین کے مددگار (یہی حالت آنحضرتؐ کے اور اولیاء و اوصیاء کی بھی ہے)
نیکی کرنیکے لیے لوگوں کو اُبھارتے رہتے تھے اور اِس کا حکم دیتے رہتے تھے۔ (ویسے
ہی یہ بھی اُبھارتے رہتے ہیں اور اُسکا حکم دیتے رہتے ہیں) میں تمام انبیاء (و اوصیاء)
پر ایمان لایا۔ چھوٹوں پر بھی اور بڑوں پر بھی۔ جن کا میں نے نام لیا ہو اُن پر بھی اور
جن کا نام نہ لیا ہو اُن پر بھی۔ اور میں خدائے تبارک و تعالیٰ پر بھی ایمان لایا۔
اِس کے بعد اُس نے اپنا زُنار توڑ دیا اور سونے کی صلیب جو اُس کے گلے میں
پڑی ہوئی تھی اُس کے بھی ٹکڑے کر دیئے۔ پھر عرض کرنے لگا کہ مجھے حکم دیجیے
کہ اِسے بطور خیرات کے جس مد میں بھی حضور فرمائیں دیڈالوں؟ فرمایا یہیں تیرا
ایک بھائی موجود ہے جو پہلے مثل تیرے اِسی دین پر تھا اور وہ تیری ہی قوم کے
قیس بن ثعلبہ کے قبیلہ سے ہے اور پہلے ایسا ہی دولتمند بھی تھا جیسا کہ تو ہے سو
اب تم ایک دوسرے کی ہمدردی کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ ہی ساتھ رہو۔
اور میں یہ نہیں چاہتا کہ اسلام میں جو تم دونوں کا حق ایک دوسرے پر قائم ہو گیا
ہے وہ تمہیں نہ بتا دوں۔ اُس نے عرض کی خدا حضور کو صحیح و سالم رکھے واللہ میں تو
بڑا مالدار ہوں۔ میں تین ۳۰۰ سو جوڑیاں تو گھوڑے اور گھوڑیوں کی چھوڑ کر آیا ہوں اور
ایک ہزار اونٹ چھوڑے ہیں۔ اِن سب میں حضور کا حق میرے حق سے زیادہ ہے۔
حضرتؐ نے اُس سے فرمایا کہ اب تو تو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا غلام ہو گیا (مطلب
یہ ہے کہ ہم تجھ سے کچھ لینا نہیں چاہتے) حالانکہ تو اپنے نسب میں جیسا تھا ویسا ہی
ہے۔ الغرض اُس کا اسلام بہت ہی اچھا ثابت ہوا۔ اور اُس نے قبیلۂ فہر کی ایک

عورت سے شادی کر لی۔ جس کا مہر پچاس دینار حضرت ابوابراہیمؑ نے جناب امیر المومنین علیہ السّلام کے صدقات میں سے ادا فرما دیا۔ اور اُس کو خادم بھی دیے اور اُس کو مکان بھی دیا۔ وہ موضع عُرَیض ہی میں رہا جبتک کہ خود حضرتؑ ہی کو وہاں سے نہ نکالا گیا اور حضرتؑ کے وہاں سے نکالے جانیکے اٹھارہ دن بعد انتقال کر گیا۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ)

تفسیر قمی میں ہے کہ حمران نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے خدا تعالےٰ کے اِس قول اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ کا مطلب دریافت کیا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اِس سے مُراد شبِ قدر ہے جو ہر برس ماہِ مبارک رمضان کے عشرۂ آخر میں ہوتی ہے اور قرآن مجید شبِ قدر ہی میں نازل کیا گیا۔ پھر اُس نے عرض کی کہ یہ جو خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ؕ اِس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا اِس کا یہ مطلب ہے کہ شبِ قدر میں ہر چیز کا اندازہ کر لیا جاتا ہے جو اُس برس سے لیکے آیندہ سال تک ہونیوالی ہے۔ خواہ وہ خیر ہو یا شر۔ عبادت ہو یا معصیت۔ ولادت ہو یا وفات۔ اِسی طرح رزق وغیرہ۔ پس جن جن چیزوں کا اُس سال کے لیے اندازہ کیا گیا وہ ہو بھی گئیں۔ اُنہی کو حتمی سمجھو۔ اِس لیے کہ ہر اندازہ میں مشیّت یعنی اختیارِ خدا کا دخل برابر رہتا ہے۔ (جتنا چاہے بدل دے۔ زیادہ کر دے۔ کم کر دے۔ جو مناسب سمجھے کرے اور جس وجہ سے چاہے گھٹا بڑھا دے)۔ حمران کہتے ہیں کہ یہ جو فرمایا ہے لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؕ اِس میں کونسی چیز مُراد لی ہے؟ فرمایا نیک اعمال مُراد لیے ہیں جو اُس شب میں کیے جائیں نماز ہو زکوٰۃ ہو اور طرح طرح کی خیر و خیرات ہو اور مطلب یہ ہے کہ اُس رات میں جو عملِ نیک کیا جائے وہ ہزار مہینے کے عملِ نیک سے بھی بہتر ہے جن میں شبِ قدر واقع نہ ہو اور اگر خدائے تبارک و تعالےٰ مومنین کے لیے نہ بڑھاتا تو وہ اتنا ثواب کہاں سے پاتے لیکن خدا تعالےٰ تو اُن کی خاطر سے اُن کی نیکیوں کو بہت ہی کچھ بڑھا دیگا۔

احتجاجِ طبرسی میں جناب امیر المومنین علیہ السّلام کی ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں اُن حضرتؑ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "خدا تعالےٰ نے یہ چاہا کہ مخلوق پر اپنی قدرت کا اظہار کرے اور اپنا غلبہ اُن کو دکھلائے اور اپنی کھُلی

حکمت کی دلیلیں اُن پر واضح کرے۔ پس اُس نے جو کچھ چاہا پیدا کیا اور جس طرح چاہا پیدا کیا۔ اور بعض اشیاء کا فعل اُن لوگوں کے ہاتھوں پر جاری کیا جن کو اپنا امین مقرر کر کے برگزیدہ کر دیا تھا پس اُن کا فعل درحقیقت اُس کا فعل تھا اور اُن کا امر اُس کا امر تھا۔ اسی سے تو اُس نے فرمایا مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (دیکھو صفحہ ۳۴۱ سطر آخر) اور اپنی مخلوق میں سے جن جن کو بھی پیدا کرنا چاہا آسمان و زمین کو اُن کا گہوارہ بنایا تاکہ اُس کے علم سابق کے بموجب ان دونوں کے رہنے والی دونوں گروہوں میں کہ ایک خبیث ہوگا اور ایک نیک امتیاز ہو جائے۔ اور اپنے دوستوں اور امینوں کے لیے یہ مثال قائم کر دے۔ چنانچہ اپنی مخلوق کو اپنے ان اولیا کے مرتبے اور اُن کی فضیلت پہنچوا دی اور اُن پر ان کی اطاعت ایسی ہی واجب فرما دی جیسے کہ اپنی ذات کی۔ اور اُن پر اس طرح حجت قائم کر دی کہ اُن سے اس طرح خطاب فرمایا جو اُس کی یکتائی اور توحید پر دلالت کرے۔ اور اپنے دوستوں کو اس طرح ظاہر کیا کہ اُن کے افعال و احکام خود اُس کے فعل و حکم کے قائم مقام ہوں۔ اُنہی کی شان میں فرماتا ہے بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۵۱۶ سطر ۶) اور وہی ہیں جن کے لیے فرمایا اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط (دیکھو صفحہ ۸۷۰ سطر ۳) اور اُنہی کا اقتدار اپنی مخلوق کو اپنے اس قول سے جتلایا عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (دیکھو صفحہ ۹۱۵ سطر آخر) اور وہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں خدا تعالیٰ مخلوق سے باز پرس فرمائیگا {جیسا کہ فرماتا ہے ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (دیکھو صفحہ ۹۶۰ سطر ۵)} یقیناً خدائے تبارک و تعالیٰ نے اپنے اُن بندوں پر بہت بڑا انعام کیا جنہوں نے اُس کے اولیاء کا اتباع کیا۔ سائل نے دریافت کیا کہ یہ اللہ کی حجتیں کونسی ہیں؟ فرمایا اول ان میں سے جناب رسول خدا ہیں۔ پھر وہ برگزیدگان خدا جو اُن کے قائم مقام ہونیکے لائق تھے جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی ذات اور اپنے رسولؐ سے اس طرح ملا دیا ہے کہ بندوں پر اُن کی اطاعت مثل اپنی ذات کی اطاعت کے فرض فرما دی ہے۔ اور امر دین کے والی وہی ہیں جن کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ (دیکھو صفحہ ۱۳۸ سطر ۸) اور اُنہی کے بارے

میں خدا تعالے نے فرمایا ہے وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (دیکھو صفحہ ۱۴۴ سطر ۷) اِس پر سائل نے عرض کی کہ آخر وہ امر ہے کیا؟ فرمایا وہی ہے جسے فرشتے اُس رات میں لیکر نازل ہوتے ہیں جس کی یہ تعریف کیگئی ہے۔ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيْمٍ۔ مطلب یہ ہے کہ وہ امر پیدائش کے متعلق ہو تو۔ رزق کے متعلق ہو تو۔ اجل کے متعلق ہو تو۔ عمل کے متعلق ہو تو۔ حیات کے متعلق ہو تو۔ ممات سے متعلق ہو تو۔ اور آسمان وزمین کی پوشیدہ باتوں کے متعلق ہو تو (سب ہی کچھ اُس رات میں طے پاجاتا اور مقدر کیا جاتا ہے) اب رہے معجزات اُن کا صدور سوائے خدا تعالے اور اُس کے برگزیدہ بندوں کے جو اُس کے اور اُس کی مخلوق کے مابین سفیر کا کام دیتے ہیں اور کسی کے لیے زیبا نہیں ہے۔ وجہ اللہ وہی ہیں جن کے بارے میں فرماتا ہے فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط (دیکھو صفحہ ۲۷ سطر ۷) اور بقیۃ اللہ وہی ہیں {جن کے بارے میں فرماتا ہے بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۳۶۸ سطر ۴)} اِس سے مُراد جناب امام مہدی علیہ السلام ہیں جو اِس مہلت کے ختم کے قریب تشریف لائینگے اور تمام زمین کو عدل وانصاف سے اُسی طرح معمور فرمادینگے جیسی کہ وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ اور اُن حضرتؑ کی نشانیوں میں سے عام سرکشی کے وقت تو غائب ہو جانا اور چھپ جانا ہے اور انتقام لینے کے وقت نکل آنا اور ظاہر ہو جانا ہے۔ اور اگر یہ امر جس کی خبر میں نے تم کو جتلائی ہے جناب رسولِ خدا ہی کے لیے مخصوص ہوتا اور اُن کے اوصیا ئیں سے کسی کے لیے نہ ہوتا تو اُس صورت میں خطاب بھی فعلِ ماضی کے ساتھ ہوتا۔ مضارع نہ ہوتا۔ جس سے دوام اور مستقبل پایا جائے۔ یعنی خدا یوں فرماتا نَزَلَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ (یعنی آنحضرتؐ پر کُل فرشتے اور روح فرشتہ یا کُل روحیں اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر کو لیکر نازل ہوئے) اور یوں ہوتا فِيْهَا فُرِقَ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيْمٍ (اُس رات میں ہر حکمت والا کام مقرر کردیا گیا)

یوں فرماتا تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ (دیکھو صفحہ ۹۵۶ سطر ۶) اور فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝

(قول مترجم) ضرورت کے موافق حصّۂ حدیث یہاں لکھا گیا ہے۔ اس کا بقیہ انشاء اللہ سورۂ قدر کی تفسیر میں بیان کیا جائیگا۔

تمام شد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

ضمیمہ جات متعلّق پارۂ بست و ششم

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلّق صفحہ ۸۰۴

ایک دن جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کے سامنے کسی نے فالودہ کا پیالہ حاضر کیا۔ حضرتؑ نے اپنی انگشتِ مبارک اُس کی تہ تک پہنچائی مگر اُس میں سے کچھ نوش نہ فرمایا۔ ہاں اُنگلی کے سرے کو زبان سے چاٹ کر یہ ارشاد فرمایا کہ ہے تو اچھّا حرام بھی نہیں۔ مگر یہ بات بُری معلوم ہوتی ہے کہ میں اپنے نفس کو ایسی چیز کا عادی بناؤں جس کی اُسے اب تک عادت نہیں ڈالی ہے۔

دوسری روایت میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے اپنا دستِ مبارک اُس کی طرف بڑھا کے کھینچ لیا کسی نے سبب دریافت کیا تو حضرتؑ نے فرمایا مجھے اِس وقت جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ یاد آ گئے کہ اُن جنابؐ نے کبھی اِس کو نوش نہیں فرمایا۔ پس مجھے بھی مکروہ معلوم ہوتا ہے کہ میں خود ایسی چیز کھاؤں جو آنحضرتؐ نے کبھی نوش نہ فرمائی ہو۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ لوگوں نے جو اُن جنابؑ سے عرض کی آیا آپ اِسے حرام قرار دیتے ہیں؟ فرمایا نہیں بلکہ میں اِس سے ڈرتا ہوں کہ میرا نفس اُسکا مشتاق نہ ہو جائے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اَذۡهَبۡتُمۡ طَیِّبٰتِکُمۡ فِیۡ حَیَاتِکُمُ الدُّنۡیَا۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کی عادت یہ تھی کہ وہ جنابؑ اور لوگوں کو گیہوں کی روٹی اور گوشت کھلاتے تھے اور خود اپنے مقام پر جَو کی روٹی تناول فرمایا کرتے تھے کبھی سرکے کے ساتھ اور کبھی زیت کے ساتھ۔

محمّد بن قیس نے روایت کی ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا خدا کی قسم جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام (ایسے منکسر تھے کہ) غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے اور غلاموں کا سا کھانا کھاتے تھے (اور جب کبھی ضرورت پڑتی تھی) دو کُرتے خرید فرماتے تھے اُن میں سے جو اچھّا ہوتا تھا وہ اپنے غلام کو عطا فرما دیتے تھے

اور دوسرے کو خود زیبِ بدن فرما لیتے تھے۔ اگر اُس کی آستین اُنگلیوں سے بڑھجاتی تھی تو اُتنی قطع کر دیتے تھے۔ اور اگر طول میں ٹخنوں سے زیادہ ہوتا تھا تو اُتنا چاک کر دیتے تھے۔ اور پانچ برس اُن جنابؑ نے حکومت کی لیکن اِس عرصہ میں کبھی اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی۔ (یعنی کوئی مکان نہیں بنایا) اور نہ نام کو درہم و دینار ورثہ میں چھوڑا۔ دوسروں کو تو وہ جنابؑ گوشت اور گیہوں کی روٹی کھلاتے تھے اور خود اپنے مقام پر جَو کی روٹی سرکہ اور زیت کے ساتھ تناول فرمایا کرتے تھے اور جب کبھی ایسے دو کام اُن جنابؑ کو درپیش ہوتے تھے جو موافقِ رضائے خدا ہوں تو اُن دونوں میں سے اُس کو اختیار کرتے تھے جس سے کہ اُن جنابؑ کے بدن کو زیادہ مشقّت اُٹھانی پڑے۔ اور اُن جنابؑ نے اپنی ذاتی کمائی سے محنتِ شاقّہ اُٹھا اُٹھا کے جس میں اُن جناب کے ہاتھ مٹّی میں بھر بھر جاتے تھے اور چہرہ مبارک پر پسینے آ آجاتے تھے ایک ہزار غلام (خرید کیے اور سب) راہِ خدا میں آزاد کر دیے اور اپنے ہاتھوں سے ایسے ایسے کام انجام دیے جو طاقتِ انسانی سے باہر تھے اور وہ جنابؑ شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔ میرے پدرِ بزرگوار حضرت علی بن الحسین علیہ السّلام اُن جنابؑ سے بہت مشابہ تھے کہ اُنکا سا علم بعد اُن کے کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ پھر امام علیہ السّلام نے جنابِ امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ کا ذکر شروع کیا اور فرمایا کہ ایک دن وہ جنابؑ بصرہ میں عُلاءؔ بن زیاد کی عیادت کے لیے گئے۔ عُلاء نے عرض کیا کہ یا امیرَ المؤمنین! میں آپ سے اپنے بھائی عاصم بن زیاد کی شکایت کرتا ہوں کہ اُس نے عبا پہن لی ہے اور دنیا کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اُسے میرے پاس بُلاؤ۔ جب وہ آگیا تو اُن جنابؑ نے فرمایا کہ اے اپنے نفس کے دشمن! شیطان نے تجھے اپنا نشانہ قرار دے لیا ہے۔ تجھے اپنے اہل و عیال پر رحم نہیں آتا۔ کیا تیری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ نے تیرے لیے جن پاک چیزوں کو حلال قرار دیا ہے تو اُنہی کے استعمال کو وہ تیرے لیے مکروہ سمجھے تو اِس سے خدا کے نزدیک زیادہ سبک ہے۔ اِس پر اُس نے عرض کی کہ یا امیرَ المؤمنین! حضور جو یہ موٹا جھوٹا کپڑا پہنتے ہیں اور روکھا سوکھا کھاتے پیتے ہیں؟ فرمایا میں تیری مانند نہیں ہو سکتا۔ (میں امام بھی ہوں) اللہ تعالٰی نے ائمۂ برحق پر یہ امر واجب کیا ہے کہ وہ اپنے آپ کے ساتھ مفلسوں اور غریبوں کا سا برتاؤ کریں تاکہ فقیر کو اُس کا فقر گراں نہو (اور دولتمند کو اپنی دولت پر

غرّہ نہ رہے)

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۸۱۱

حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حجۃ الوداع میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے ہمراہ تھے کہ آنحضرتؐ کعبۃ اللہ میں تشریف لائے اور خانۂ کعبہ کے دروازہ کا حلقہ پکڑ کے ہماری طرف مخاطب ہو کے فرمانے لگے آیا میں تم کو علامات قیامت سے آگاہ نہ کروں؟ اُس دن سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بہ نسبت اور لوگوں کے آنحضرتؐ سے زیادہ نزدیک تھے۔ سب لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! ضرور بیان کیجیے! آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علامات قیامت میں سے ہے نماز کو ضائع کرنا۔ خواہش نفسانی کی پیروی کرنا۔ ہوا و ہوس کی طرف مائل ہونا مالداروں کی تعظیم کرنا۔ دین کو دنیا کے عوض فروخت کرنا۔ اور مومن جب یہ افعال قبیحہ ہوتے دیکھیگا تو اُس کا دل اِس طرح پگھلیگا کہ جیسے پانی میں نمک (پگھلتا ہے) کیونکہ اُسکو اُن بُرائیوں کے دور کرنے کی قدرت نہ ہوگی۔ سلمانؓ فارسی نے عرض کی یارسول اللہ! کیا یہ باتیں ضرور ہونگی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اے سلمان! ہاں اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے قیامت کے نزدیک حکّام ظالم اور وزراء بدکردار اور امراء ستمگار اور امانت دار خائن ہو جائینگے۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسول اللہ! کیا یہ باتیں بھی سب ہونگی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اے سلمان! ہاں۔ خدا کی قسم جسکی قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس وقت نیک کام بُرے سمجھے جائینگے۔ بُرائیاں اچھی معلوم ہونگی۔ خیانت کرنیوالا امین متصوّر ہوگا اور امانت دار خائن (سمجھے جائینگے) جھوٹے کو سچّا جانینگے اور سچّے کو جھوٹا۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسول اللہ! کیا یہ امور بھی ضرور ہونگے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں۔ اے سلمان! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس وقت عورتوں کی حکومت ہوگی۔ باندیوں سے مشورہ لیا جائیگا۔ نابالغ لڑکے منبروں پر چڑھینگے۔ جھوٹ کو خوش طبعی خیال کرینگے۔ زکوٰۃ کو تاوان (جرمانہ) اور فئے (یعنی مال مسلمین) کو مال غنیمت سمجھینگے۔ بعض لوگ اپنے والدین پر ظلم کرینگے اور اپنے دوستوں سے دوستی نہ رکھینگے۔ دُمدار ستارے نکلینگے۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسول اللہ! کیا یہ واقعات بھی ضرور ہونگے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں ضرور ہونگے۔ اے سلمان! خدا کی قسم جس کے اختیار میں میری جان ہے اُس وقت عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ تجارت کیا کرینگی۔ بارش کے موسم میں دھوپ پڑیگی۔ بزرگ مرتبہ اشخاص غصہ ور اور تنگدست (خلائق کی

نظروں میں) حقیر و ذلیل ہو جائینگے اور جب وقت دوکاندار یہ کہنے لگیں کہ ہم نے تو کچھ بیچا ہی نہیں۔ کوئی یہ کہیگا کہ ہمیں تو کچھ نفع ملا ہی نہیں تو تم بازاروں میں جانا چھوڑ دینا کیونکہ تم وہاں ہر شخص کو خدا کی مذمت کرتے ہوئے دیکھو گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! کیا یہ بھی ہوگا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ میں ایک قوم ہوگی کہ اگر وہ بات کرینگے تو لوگ اُنہیں قتل کر دینگے اور اگر وہ خاموش رہینگے تو اُن کا مال لوٹ لینگے۔ اصلی غرض اُن کی یہ ہوگی کہ خوب لوٹیں اور لوگوں کی عزت و آبرو خاک میں ملائیں۔ اور اُن کے خون بہائیں تاکہ دلوں میں خوف اور دہشت بیٹھ جائے پس تم ہر شخص کو خائف و ترساں ہی دیکھو گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسول اللہ! کیا یہ حادثے بھی برپا ہونگے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ کے لوگ ایک چیز مشرق سے اور ایک چیز مغرب سے لائینگے اور میری امت اُنہی چیزوں کو اپنا ملجا و ماویٰ بنائیگی۔ اُس وقت میری اُمت کے مفلس لوگوں کی حالت افسوسناک ہوگی۔ خدا اُن کو (اُوندھے مُنہ) ویل (دوزخ) میں ڈالیگا۔ وہ لوگ چھوٹوں پر رحم نہ کرینگے اور بڑوں کی توقیر نہ کرینگے اور مجرم کے قصور کو عفو نہ کرینگے۔ بدن تو اُن کے آدمیوں کے سے اور دل اُن کے شیطانوں کے سے ہونگے۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! کیا یہ باتیں بھی ہونگی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور بالضرور ہونگی۔ اے سلمان! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ میں مرد مردوں کو اور عورتیں عورتوں کو (اپنی خواہش پوری کرنیکے لیے) کافی سمجھینگے۔ اور لڑکوں پر اسی طرح غیرت کیجائیگی جس طرح لڑکیوں پر اُس کے کُنبہ میں غیرت کیجاتی ہے۔ مرد تو عورتوں کا بھیس بدلینگے اور عورتیں مردوں کا روپ بھرینگی۔ عورتیں گھوڑوں پر زین کس کس کے سوار ہوا کرینگی۔ میری اُمت کی اُن عورتوں پر خدا کی لعنت ہوگی۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! کیا یہ واقعات بھی ہونگے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور ہونگے۔ اے سلمانؓ! قسم ہے خدا کی جس کے اختیار میں میری جان ہے مسجدیں سونے چاندی سے آراستہ کیجائینگی جس طرح یہود و نصاریٰ کی عبادتگاہیں مزین کیجاتی ہیں۔ قرآن پر طلاکاری کیجائیگی۔ مسجدوں کے مینارے بلند کیے جائینگے۔ اور جماعتوں کی صفیں اُن میں کثرت سے ہونگی مگر وہ لوگ دلوں میں بُغض اور زبانوں پر اختلاف رکھتے ہونگے۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! کیا یہ باتیں بھی ہونگی؟ آنحضرتؐ

نے فرمایا ضرور ہونگی۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے
اُس زمانہ میں میری امت کے مرد سونے سے زینت کرینگے اور حریر خالص و دیبا کے
کپڑے اور گزندہ کپڑوں کی جگہ (شیر اور) چیتے کی کھال تک پہنینگے۔ سلمانؓ نے عرض کی
یارسولؐ اللہ! کیا یہ کام بھی ہونگے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور ہونگے۔ اے سلمانؓ! خدا کی
قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ میں لوگ ظاہر بظاہر سود لینگے اور
رشوت لے لیکے بندگانِ خدا کو رنج دیکے معاملات طے کیا کرینگے۔ دینِ اسلام پست و
حقیر ہو جائیگا۔ دنیا کو ترقی ہوگی۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! کیا یہ بھی ہوگا؟
آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور ہوگا۔ اے سلمانؓ! خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان
ہے اُس زمانہ میں طلاق کی کثرت ہوگی۔ خدا کے احکام مٹائے جائینگے۔ ان باتوں سے خدا کا
کچھ بھی نہ بگڑیگا۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! یہ بھی ہوگا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا
بیشک ہوگا۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ
میں گانے والیاں اور طرح طرح کے باجے ظاہر ہونگے اور میری امت کے بدکار اُنکی
طرف رغبت کرینگے۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! یہ بھی ہوگا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا
ہاں ضرور ہوگا اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس
زمانہ کے امرا تو بغرض سیر و سیاحت حج کو جائینگے اور اوسط درجہ کے آدمی بغرض تجارت
اور فقرا دکھاوے اور شہرت کے لیے۔ اور ایک گروہ ہوگا جو قرآن کو خوشنودیِ خدا کے
لیے نہ سیکھیگا اور باجوں پر قرآن پڑھیگا۔ اور کچھ لوگ ایسے ہونگے جو فقہ تو سیکھینگے مگر خدا
کے لیے نہیں۔ اولادِ زنا کثرت سے ہوگی۔ قرآن راگ راگنی میں گایا جائیگا اور وہ لوگ دنیا
کے فریفتہ ہونگے۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! یہ بھی ہوگا؟ فرمایا ہاں ضرور ہوگا اُسی
کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ میں پردہ نشینوں کی آبروریزی
ہوگی۔ لوگ گناہوں کے مرتکب ہونگے۔ نیکوکاروں پر بدکار مسلط ہو جائینگے۔ کھلم کھلا
جھوٹ بولینگے اور آپس میں خوب جھگڑینگے اور عقلمند روپوش ہو جائیگا۔ اور ایک نسخہ میں
یہ ہے کہ فقر و فاقہ ظاہر ہوگا۔ اچھے اچھے کپڑے پہنکر فخر کیا کرینگے۔ بے موسم بارش ہوا کریگی۔
ڈھول اور ستار کو اچھا سمجھینگے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے منکر ہونگے۔ یہانتک کہ
باایمان آدمی اُس زمانہ میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار ہو جائیگا۔ اور اُس زمانہ کے
قاری اور عبادت گزار ایک دوسرے کو ملامت کیا کرینگے۔ پس وہ لوگ قیامت کے
دن پلید و نجس محشور ہونگے۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! یہ سب واقعے بھی

ہونگے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں ضرور ہونگے۔ اے سلمانؓ! اُس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ میں مالدار آدمی کو بھی فقیر کا خوف ہوگا۔ یہاں تک نوبت پہنچ جائیگی کہ غربا ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بھیک مانگتے پھرینگے لیکن کوئی شخص اُن کے ہاتھ پر کچھ بھی نہ دھریگا۔ سلمانؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! کیا یہ سب بھی ہوگا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں ضرور ہوگا۔ اے سلمان! اُسی کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اور اُس زمانہ میں رُوبیضہ کلام کریگا۔ سلمانؓ نے عرض کی میرے ماں باپ حضور پر فدا ہوجائیں رُوبیضہ کیا چیز ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا عوام الناس کے معاملہ میں وہ شخص کلام کریگا جسے بولنے کا بھی سلیقہ نہ ہوگا۔ پس تھوڑے عرصہ کے بعد زمین دھنسنا شروع ہوجائیگی۔ اور ہر شخص یہی خیال کریگا کہ میرے ہی قریب کی زمین دھنس رہی ہے۔ پس جب تک خداتعالےٰ کو منظور ہوگا وہ لوگ اسی حال پر رہینگے۔
بعد اس کے زمین اُن کے سامنے اپنے پارۂ جگر ظاہر کردیگی یعنی سونا چاندی۔ پھر ستون کی طرف اشارہ کرکے فرمایا زمین سے چاندی اور سونے کے اتنے بڑے بڑے ٹکڑے نکل آئینگے لیکن اُس وقت وہ سونا اور چاندی اُن کو کچھ بھی نفع نہ پہنچائیگا۔ (اے سلمانؓ!) قولِ باریتعالےٰ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا کا یہی مطلب ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۵۱۴

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا۔ حضرتؑ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا۔ بلکہ خداتعالےٰ نے اُن جناب کو (بوجہ سردار ہونے کے) شیعیانِ علیؑ ابن ابیطالب کے گناہوں کا ذمہ دار بنادیا تاکہ اُن جنابؐ کی خاطر سے شیعوں کے گزشتہ اور آیندہ گناہ بخشدے۔

بعض اہلِ معرفت اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی عصمت تو (بدلائلِ عقلیہ و نقلیہ) ثابت ہے۔ آنحضرتؐ سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا (اب رہی یہ بات کہ) اس آیت میں خود آنحضرتؐ کی طرف گناہ کو منسوب کیا گیا تو اس کی وجہ یہی ہے کہ خطاب ظاہری تو آنحضرتؐ ہی سے ہے لیکن مراد اُمّت ہے۔ چنانچہ مثل مشہور "اِیَّاكِ اَعْنِیْ وَاسْمَعِیْ یَاجَارَۃ" اس کی مثال ہے۔ اس کا منشاء یہی ہے کہ خطاب تو کسی اور معین شخص سے ہوتا ہے مگر مقصود یہ ہوتا ہے کہ اُس بات کو پاس پڑوس والے بھی سمجھ لیں۔ پس آیۂ مذکورہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ ظاہر میں تو

گناہ آنحضرتؐ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور حقیقۃً امت کے گناہوں کے بخشنے کی بشارت آنحضرتؐ کو دیگئی ہے) اور "مَا تَقَدَّمَ" سے یہ مراد ہے کہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے لیکر آنحضرتؐ کے زمانہ تک جتنے مومنین ہوئے ہیں انکے اُن کے گناہ بخشے جائینگے اور "مَا تَاَخَّرَ" کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ سے لیکر قیامت تک جتنے مومنین ہونگے اُنکے گناہ بخشے جائینگے۔ اس لیے کہ آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک جتنے آدمی ہونگے وہ سب کے سب آنحضرتؐ کی امت ہیں حالانکہ حقیقی امت میں وہی ہیں جو آنحضرتؐ کے چلن پر چلتے ہیں۔ آنحضرتؐ سے پہلے جتنی شریعتیں گزریں وہ سب باطن کے لحاظ سے شریعت محمدیؐ کی ماتحت ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ اُس وقت میں نبوت پر فائز تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی نہوئے تھے۔ آنحضرتؐ کا قول "كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ"۔ ترجمہ (میں اُس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی میں تھے۔ یعنی اُن کا جسدِ خاکی بھی تیار نہوا تھا) اِس پر دلالت کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ آنحضرتؐ تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار اور تمام آدمیوں سے افضل ہیں اور چونکہ آنحضرتؐ کی رسالت تمام آدمیوں کے لیے عام ہے اِس لیے خداوند عالم نے فرمایا "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ"۔ اور یہ بات تو ضروری ہے ہی نہیں کہ ہر شخص آنحضرتؐ کو دیکھے تب ہی اُس کا شمار امتِ محمدیؐ میں ہو جس طرح آنحضرتؐ نے اپنے ظہور کے زمانہ میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر اہلِ یمن کی ہدایت کیلیے بھیجا تھا اِسی طرح مخلوقات سے پہلے انبیا و مرسلین کو باعتبار "كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ" انسانوں کی ہدایت کے واسطے بھیجا بنابریں جناب آدم علیہ السلام سے لیکر (تا ظہور آنحضرتؐ) ہر ہر نبی کی امت امتِ مصطفوی کہلائی جائیگی۔ اِسی لیے خدا تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو بشارت دی کہ وہ مومنین کے گزشتہ کے اور آیندہ کے کل گناہ بخشدیگا۔ اِس آیت میں بظاہر اگرچہ خطاب آنحضرتؐ ہی سے ہے مگر حقیقۃً امت کی مغفرت مقصود ہے۔ تمام مومنین بخشے جائینگے اور سعادتِ ابدی پر فائز ہونگے۔ اِس کی دو وجہیں ہیں اوّل یہ کہ وہ جنابؐ رحمۃ للعالمین (تمام عالم کے لیے رحمت) ہیں۔ دوسرے یہ کہ آنحضرتؐ کا مرتبہ تمام آدمیوں سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ وہ سارے بنی آدم پر مبعوث برسالت ہوئے ہیں چنانچہ قولِ باریتعالےٰ "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا" (دیکھو صفحہ ۸۰۰ سطر ۳) اِس پر دلیل ہے۔ خدا نے یہ نہیں فرمایا "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّطَآئِفَةٍ لَّا لِاُمَّةٍ مِّنْهُمْ" (ہم نے تم کو اسی مخصوص امت کے لیے مبعوث کیا ہے)۔

بلکہ خدا نے تو یہ خبر دی ہے کہ آنحضرتؐ تمام آدمیوں کے رسولؐ ہیں اور حضرت آدمؑ سے لیکر تا قیامت جتنے آدمی ہونگے وہ سب "النّاس" کا مصداق ہیں۔ پس اِنہی لوگوں کی مغفرت اِس آیت میں مقصود ہوگی۔

سیّد ابن طاؤس علیہ الرّحمہ نے یوں روایت کی ہے کہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کا مطلب یہ ہے کہ اہل مکّہ اور قریش کے نزدیک ہجرت کے پہلے اور بعد جو تمہارا گناہ تھا وہ خدا نے معاف کر دیا۔ اس لیے کہ جب تم نے بغیر لڑائی کے مکّہ کو فتح کر لیا اور اُن کو غارت نہ کیا اور اُن کی دیرینہ عداوت اور جنگ کا اُن سے مواخذہ نہ کیا تو اُن لوگوں نے تمہارے گناہ جو اُن کے عقیدے میں تھے بخشدیے اور جبکہ اُنھوں نے دیکھا کہ تم کو اچھی طرح قدرت اور حکومت حاصل ہو گئی تو وہ تمہاری دشمنی سے جو اُن کے دلوں میں تھی درگزرے۔

ابن کثیر تیمی بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے محمد بن حرب ہلالی حاکم مدینہ نے بیان کیا کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! میرے دل میں ایک مسئلہ ہے جسے میں حضور سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اُسے تم بیان کرو گے یا جو کچھ تم پوچھنا چاہتے ہو وہ میں ہی بتا دوں؟ میں نے عرض کی میرے ظاہر کرنے سے پہلے حضور کو میرا سوال کیسے معلوم ہو گیا؟ حضرت نے فرمایا توسّم اور فراست سے۔ کیا تم نے قولِ باری تعالیٰ نہیں سُنا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۰ (ترجمے کے لیے دیکھو صفحہ ۴۲۳ سطر ۶) جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ ارشاد فرماتے ہیں اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مومن کی عقل دوربین سے ڈرتے رہو کہ وہ نورِ خدا کے ذریعہ سے دیکھ لیتا ہے) میں نے عرض کی، یا ابن رسولؐ اللہ! فرمائیے میرا سوال کیا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا تم یہ دریافت کرنا چاہتے ہو کہ اِس کا کیا سبب ہے کہ جناب علی ابن ابیطالب علیہ السّلام کعبہ کی چھت پر سے بتوں کے گرانے کے وقت جناب رسولِ خدا کا بوجھ نہ اُٹھا سکے حالانکہ وہ جناب ایسے قوی اور طاقتور تھے کہ کیسے کیسے امور عجیبہ اُن سے ظاہر ہوئے۔ منجملہ اُن کے ایک کام یہ تھا کہ اُن جنابؑ نے قموص قلعہ خیبر کا دروازہ توڑا اور کواڑ کو جسے چالیس پہلوان نامی نہیں اُٹھا سکتے تھے چالیس ہاتھ دور پھینکدیا۔ اور جناب رسولِ خدا ناقہ پر سوار ہوتے تھے گھوڑے اور گدھے پر سوار ہوتے تھے اور شب معراج براق پر بیٹھکر بالائے آسمان تشریف لے گئے۔ تو ان جانوروں نے جو علیؑ بن ابیطالب سے قوّت وطاقت

میں بدر جہا کم ہیں۔ جناب رسولِ خدا کا بوجھ اُٹھا لیا مگر جناب علیؑ ابن ابیطالب نہ اُٹھا سکے۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! خدا کی قسم میں حضور سے یہی دریافت کرنا چاہتا تھا۔ محمد بن حرب نے پوری حدیث بیان کرنے کے بعد کہا کہ ایک دن جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے فرمایا کہ اے علیؑ! خداوندِ عالم نے تمہارے شیعوں کے گناہوں کا ذمہ دار مجھے بنایا ہے وہ میری خاطر سے اُن کے گناہ بخشدیگا۔ چنانچہ فرماتا ہے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔

محمد بن سعید مروزی کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ آیا جناب رسولِ خدا نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا تھا؟ اُس نے جواب دیا کبھی نہیں! میں نے پوچھا قولِ باری تعالےٰ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کا کیا مطلب ہے؟ اُس نے کہا خدا تعالےٰ نے اپنے رسول پر شیعیانِ علی بن ابیطالب علیہ السلام کے گناہوں کا بار رکھا۔ پھر اُن جناب کی خاطر سے اگلے پچھلے سب گناہ بخشدیے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۸۲۰

جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے اجدادِ طاہرین سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ مجھ سے خدائے عزّ وجل نے ارشاد کیا کہ اے ہمارے رسول! ہم تم سے ایک عہد لینا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کی خدایا بیان کر وہ کیا ہے؟ ارشادِ باری ہوا کہ اے حبیب ہمارے بغور سنو! تمہارے بعد علیؑ بن ابیطالب ہدایت کا نشان اور میرے دوستوں کا امام اور میرے فرمانبردار بندوں کا نور اور کلمۃ التقوےٰ ہے جو متقیوں پر لازم کیا گیا ہے جس نے اُس سے دوستی کی اُس نے یقیناً مجھ سے دوستی کی اور جس نے اُس سے دشمنی کی اُس نے یقیناً مجھ سے دشمنی کی۔ اے رسولؐ! تم علیؑ ابن ابیطالب کو یہ خوشخبری سنادو۔

مالک ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے مولا جناب امام علی رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آیۂ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا" میں کلمۃ التقوےٰ سے کیا مراد ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا ولایت جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام۔

تفسیر قمی میں علی ابن ابراہیم رحمہ اللہ اِس آیت کی تفسیر میں بروایت جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام تحریر کرتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ فرماتے ہیں

کہ جب شبِ معراج مجھے آسمان پر لے گئے تو باوجود اپنی بلندی کے آسمان میری نظر میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی سوار اپنی راہ سے جسے وہ ایک دن میں طے کر کے سوئی کے ناکے کو دیکھے۔ اُس وقت میرے پروردگار نے علیؑ بن ابیطالب کے بارے میں چند کلموں کا مجھ سے عہد و پیمان لیا اور فرمایا اے محمدؐ! سنو! علیؑ بن ابیطالب متقیوں کا امام ہے اور نورانی پیشانی والوں کا افسر ہے۔ اور مومنوں کا سردار ہے۔ حالانکہ ظالموں کا سردار مال ہوتا ہے۔ اور علیؑ بن ابیطالب میرا وہ کلمہ ہے جو میں نے متقیوں پر لازم کر دیا ہے۔ اور وہ اس کے حقدار بھی ہیں۔ پس تم یہ بشارت اُن کو سُنا دو۔ جناب امامؑ فرماتے ہیں کہ جونہی جناب رسولِ خدا نے جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کو یہ بشارت سُنائی تو وہ جناب سجدۂ شکر میں گر پڑے۔ پھر عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا میرا وہاں بھی ذکر ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ! خدائے عزّوجل رفیق اعلےٰ میں تمہاری تعریف کیا کرتا ہے اور تمہارا ذکر وہاں بھی ہوتا ہے۔

قریب قریب یہی روایت جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتابِ اختصاص میں فرمائی ہے۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے بروایت اپنے آباؤ اجداد صلوات اللہ علیہم اجمعین کے مروی ہے کہ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا جبکہ میں شبِ معراج آسمان پر طلب کیا گیا اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا اور حجابِ قدرت کے سامنے کھڑا ہوا تو مجھ سے ارشادِ باری ہوا کہ اے محمدؐ! میں نے عرض کی لَبَّیْکَ یَا رَبِّیْ وَسَعْدَیْکَ۔ اے میرے پروردگار! میں حاضر ہوں۔ ارشاد ہوا تم نے میرے بندوں کا امتحان لیا۔ اُن کو آزمایا۔ سب سے زیادہ کس کو اپنا مطیع پایا؟ میں نے عرض کی پروردگارا! علیؑ بن ابیطالب کو! ارشاد ہوا تم سچ کہتے ہو۔ اے رسولؐ! تم نے علیؑ بن ابیطالب کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تاکہ وہ تمہارے بعد تمہارے حقوق ادا کرے اور میرے بندوں کو قرآن کے معنی سکھائے جن سے وہ ناواقف ہیں۔ میں نے عرض کی خدایا ابھی تو مقرر نہیں کیا۔ الٰہی! اگر تیری منشا یہی ہے تو تو علیؑ کو منتخب کر لے۔ ارشاد ہوا کہ اے محمدؐ! میں نے علیؑ کو پسند کیا۔ اب تم اُس کو اپنا خلیفہ اور وصی قرار دو۔ میں نے اپنا علم و حلم اُس کو عطا کیا۔ وہ تمام مومنوں کا امیر ہے اُس سے پہلے یہ منزلت کسی کو نہیں ملی اور نہ بعد والوں کو ملیگی۔ اے محمدؐ! علیؑ بن ابیطالب ہدایت کا عَلَم ہے اور جو میری اطاعت کرینگے اُن کا امام ہے اور میرے اولیاء کا نور ہے

اور وہی وہ کلمۃ التقویٰ ہے جو میں نے تمام پرہیزگاروں پر لازم کیا ہے۔ جس نے علیؑ سے دوستی کی اُس نے یقیناً مجھ سے دوستی کی اور جس نے اُس سے دشمنی رکھی اُس نے یقیناً مجھ سے دشمنی رکھی۔ اے محمدؐ! تم علیؑ بن ابیطالب کو یہ خوشخبری سُنادو۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے اُن جنابؑ کو بشارت دی، تو یہ سُنکر اُن جنابؑ نے عرض کی میں خدا کا بندہ ہوں۔ اُس کے قبضۂ قدرت میں ہوں۔ اگر وہ مجھ پر عذاب کرے تو اُسکا سبب میرے گناہ ہونگے۔ خدا کا مجھپر کوئی ظلم نہوگا اور اگر وہ اپنے وعدے جو مجھ سے کیے ہیں پورے فرمائے تو وہ میرا مالک ہے۔ پس جناب رسولؐ خدا نے درگاہِ الٰہی میں عرض کی یا اللہ! تو قلبِ علیؑ کو اپنے ایمان کی جائے بہار مقرر فرما۔ ارشادِ باری ہوا کہ اے محمدؐ! میں نے تمہاری دعا قبول کی مگر میں علیؑ بن ابیطالب کی آزمائش ایسی بلا سے کرونگا کہ ویسی بلا سے آج تک اپنے کسی دوست کا امتحان نہ لیا ہوگا۔ میں نے عرض کی خدایا! یہ تو میرا بھائی اور مصاحب ہے۔ ارشادِ باری ہوا میرے علم میں پہلے ہی گزر چکا ہے کہ علیؑ کا امتحان ہوگا اور اُس کے بارے میں دوسروں کی آزمائش ہوگی۔ اگر علیؑ ابنِ ابیطالب نہ ہوتے تو میرے دوستوں کی اور میرے رسولؐ کی شناخت ہی نہ ہوتی۔

ابوہریرہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ رسولِؐ خدا کو یہ فرماتے سُنا کہ خدا نے مجھ سے علیؑ کے بارے میں عہد لیا۔ میں نے عرض کی اے میرے اللہ! مجھ سے بیان تو کر دے وہ کیا بات ہے؟ ارشاد ہوا علیؑ بن ابیطالب کو خبر دیدو کہ وہ امیرالمؤمنین ہے اور اوصیاءِ مرسلین کا سردار اور ہر شخص کا حاکم اور وہ وہ کلمہ ہے جو میں نے پرہیزگاروں پر لازم کیا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۸۲۱

تفسیر برہان میں بعد نقل اُس حدیث کے جو ہم ذ امالی سے حاشیہ میں درج کی ہے یہی حدیث بطریقِ مخالفین علامہ موفق ابنِ احمد سے جنہوں نے بطریقِ مرفوع حضرت عبداللہ ابنِ عباس سے روایت کی ہے درج کیگئی ہے۔ حضرت عبداللہؓ ابنِ عباس یہ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے جنابِ رسولِؐ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے یہ دریافت کیا تھا کہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے؟ تو آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ جب قیامت کا دن ہوگا سفید نور کا ایک علم تیار کیا جائیگا اور ایک منادی یہ ندا دیگا کہ ضرور ہے کہ کُل مؤمنوں کا سردار اور اُس کے ساتھ وہ لوگ جو بعد جنابِ محمدِ مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ

کی بعثت کے ایمان لائے ہوں وہ سب کھڑے ہو جائیں اس وقت علی بن ابیطالب علیہ السّلام کھڑے ہو جائینگے۔ اُس وقت وہ سفید نور والا علم اُن کے دستِ مبارک میں دیدیا جائیگا۔ اُس کے نیچے کُل سبقت کرنیوالے مہاجرین اوّلین سے ہوں تو اور انصار سے ہوں تو حاضر ہونگے۔ کوئی غیر اُن کے ساتھ نہ ہوگا (علیؑ اس علم کو لیے ہوئے اُس مقام پر پہنچینگے جہاں اُن کے لیے ایک منبرِ نور نصب ہوگا) تاآنکہ وہ حضرتِ ربّ العزّت کے اُس منبرِ نور پر جلوس فرمائیں گے اور ایک ایک کرکے وہ سارا مجمع اُن حضرتؑ کی حضور میں پیش کیا جائیگا اور ہر ایک کو وہ حضرتؑ اُس کا اجر عطا فرماتے جائینگے۔ جب آخری شخص تک پیش ہو چکیگا تو اُن سب سے یہ کہا جائیگا کہ اب تم کو اپنی حالت معلوم ہو چکی اور جنّت میں جو مقامات تمہارے لیے مہیا ہیں وہ بھی معلوم ہوگئے۔ اب تمہارا مالک تم سے یہ کہتا ہے کہ میرے پاس تمہارے لیے مغفرت بھی ہے اور بہت بڑا اجر بھی۔ اس سے مراد جنّت ہے۔ (اِس اعلان کے بعد) جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام اُٹھ کھڑے ہونگے اور سب لوگ اُن کے عَلَم کے سایہ میں اُن کے ساتھ ساتھ چلے جائینگے تاآنکہ وہ حضرتؑ اُن سب کو جنّت میں پہنچا دینگے۔ پھر اپنے منبر کی طرف واپس آئینگے (اُس پر دوبارہ جلوس فرمائینگے) اور مؤمنوں کے دوسرے گروہ (نمبر بہ نمبر) اِسی طرح اُن حضرتؑ کے سامنے پیش کیے جائینگے اور اُن میں سے ہر ایک اپنا اپنا حصّہ لیتا جائیگا اور جنّت میں پہنچا جائیگا اور بہت سے لوگ جہنّم کے کنارے کھڑے چھوڑ دیے جائینگے (جنابِ رسولِ خدا ارشاد فرماتے ہیں کہ) خداتعالےٰ کا یہ قول وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۖ وَالشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَنُوْرُھُمْ (دیکھو صفحہ ۸۶۱ سطر ۸) تو اُن اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں ایمان لانے والوں اور ولایت علیؑ مرتضےٰ کے تسلیم کرنیوالوں کے لیے ہے اور اِس کے آگے کا ٹکڑا) وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۔ اُن لوگوں کے لیے ہے جو کفر کرینگے اور ولایت کو جھٹلائینگے اور حقِ علیؑ مرتضےٰ کو نہ مانینگے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۸۲۱

کہ جوامع میں ابن عبّاس سے مروی ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شمّاس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ثابت بہت بہرے آدمی تھے اور آواز بھی اُن کی نہایت کرخت اور بلند تھی اور وہ باتیں کرنے میں بہت چیختے تھے جس سے جنابِ رسولِ خدا کو اکثر اذیّت

ہوئی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثابت نے حضوری خدمت رسولؐ سے کنارہ کیا۔ آنحضرتؐ نے اُن کو تلاش کرایا۔ اُنھوں نے اپنا واقعہ بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے ثابت کو طلب کر کے نہ آنے کا سبب پوچھا۔ ثابت نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! یہ آیت نازل ہو چکی ہے اور میری آواز کرخت اور بھدّی ہے۔ مجھے اِس بات کا خوف ہے کہ کہیں ایسا نہو کہ میری آواز حضور کی آواز پر بلند ہو جائے۔ جس کی وجہ سے میرے اعمال مٹی میں مِل جائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ثابت! تم نیک آدمی ہو۔ جب تک تمہاری زندگی ہے نیکی پر رہوگے اور انجام بھی تمہارا بخیر ہوگا۔ تم اہلِ جنّت سے ہو۔

تفسیر جناب امام حسن عسکری علیہ السّلام میں ہے کہ قول باری تعالےٰ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا کی تفسیر بیان کرنیکے وقت جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ جب جناب رسولؐ خدا مدینہ میں تشریف لائے اور مہاجرین و انصار کثرت سے آنحضرتؐ کے گرد جمع ہونے لگے تو اثنائے گفتگو میں وہ لوگ آنحضرتؐ سے اِس طرح خطاب کرتے تھے جو آنحضرتؐ کی شان کے خلاف ہوتا تھا۔ اور آنحضرتؐ اُن لوگوں پر بیحد مہربانی فرماتے تھے اور رحمدلی سے پیش آتے تھے۔ جب آیت یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ الخ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ ہر شخص کی گفتگو کے وقت اِس کا لحاظ کرنے لگے۔ اگر کسی کی آواز بلند پاتے تھے تو اُس سے اتنی آواز سے باتیں کرتے تھے کہ اُس کی آواز آنحضرتؐ کی آواز پر بلند نہ ہو جائے تاکہ اُس کی سزا میں اُس کے اعمال ضائع نہوں۔ آنحضرتؐ ہمیشہ اس بات کی کوشش فرماتے تھے کہ لوگوں کے گناہ دور ہو جائیں۔ یہاں تک کہ ایک دن ایک بدّو نے دیوار کے پیچھے کھڑے ہوکر بہت زور سے پکارا یا محمّد! آنحضرتؐ نے اُس کو اُس کی آواز سے زیادہ بلند آواز میں جواب دیا تاکہ اُس کے ذمّہ آواز بلند کرنیکا گناہ نہ لازم ہو جائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۸۲۳

کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جنگ بصرہ کے دن اِس آیت کی تاویل ظاہر ہوئی۔ (بنابر تاویل) اہلِ بصرہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اِس لیے کہ وہ لوگ جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام سے باغی ہو گئے تھے پس اُن جناب پر اہلِ بصرہ سے لڑنا اور اُن کو قتل کرنا اُس وقت تک ضروری تھا کہ وہ لوگ حکمِ خدا کی طرف لوٹ آئیں۔ اور اگر وہ حکمِ خدا کی طرف رجوع نہ کرتے تو اُن جناب پر

اُن لوگوں کے قتل سے تلوار نہ روکنا اُس حد تک لازم تھا کہ وہ لوگ اپنی اپنی رایوں سے عدول کر کے خدا کی طرف رجوع کر لیتے۔ کیونکہ وہ لوگ اوّل تو اُن جنابؑ سے برغبت بیعت کر چکے تھے پھر باغی ہو گئے تھے۔ اور جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام پر یہ بھی واجب تھا کہ اہلِ بصرہ پر جب فتح حاصل ہو جائے تو وہ جناب موافق حکمِ خدا اُن لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کریں۔ جیسا کہ جنابِ رسولِ خدا نے بعد فتح اہلِ مکہ پر احسان کیا اور اُن کی خطائیں بخشدیں۔ بعینہ یہی برتاو بے کم وکاست جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام کا اہلِ بصرہ کے ساتھ ہوا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۵۲۳

جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا حقیقی بھائی ہے اِس لیے کہ خدا تعالےٰ نے مؤمنین کو جنّت کی مٹی سے پیدا کیا ہے اور اُن کی صورتوں میں جنّت کی ہوا پھونکی ہے اِس لیے گویا وہ حقیقی بھائی ہوئے۔

البصائر میں ہے کہ جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ (مومن نورِ خدا کے ذریعہ سے دیکھتا ہے)۔ ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہ و تعالےٰ نے مومن کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور اپنے دریائے رحمت میں اُن کو غوطہ دیکر ہماری ولایت کا اُن سے عہد و پیمان لیا ہے جس دن کہ خدا تعالےٰ نے اپنی معرفت اُن پر الہام کی۔ پس ایک مومن دوسرے مومن کا مادری اور پدری بھائی ہے۔ باپ اُن کا نور ہے اور ماں اُن کی رحمتِ خدا ہے۔ اور اِسی نور کی ذریعہ سے وہ دیکھتے ہیں جس سے اُن کی خلقت ہوئی ہے۔

"قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی"۔ ایک وجہ مومنین کے آپس میں بھائی بھائی ہونیکی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تمام مؤمنین جنابِ رسولِ خدا اور جنابِ امیر المؤمنین کی طرف منسوب ہیں اور یہ دونوں اِن سب کے باپ ہیں چنانچہ جنابِ رسولِ خدا نے جنابِ امیرؑ سے ارشاد فرمایا کہ اے علی! میں اور تم دونوں اِس امّت کے باپ ہیں۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مومنین سب کے سب ایمان میں شریک ہیں جو حیاتِ ابدی کا باعث ہے۔

ابنِ مغازلی شافعی نے مناقب میں بروایت حضرت حذیفہؓ یمانی روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا نے مہاجرین و انصار میں مواخات قرار دی اور ہر شخص کو اُس کے مثل و نظیر کا بھائی بنایا۔ پھر حضرت علیؑ ابنِ ابیطالب کا ہاتھ

اپنے ہاتھ میں لیکر ارشاد فرمایا (ایھا النّاس!) یہ میرا بھائی ہے۔ حذیفہ یمانی کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا تمام رسولوں کے سردار اور متقیوں کے امام اور پروردگارِ عالم کے رسولؐ ہیں۔ جن کی ساری دنیا میں نہ مثل ہے نہ نظیر اور علیؑ ابنِ ابیطالبؑ حضرتؐ کے بھائی ہیں (اب علیؑ کا مرتبہ سوچ لو!)

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۸۲۸

الجوامع میں ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ نیکیاں لکھنے والا آدمی کے داہنے کندھے پر ہے اور بدیاں لکھنے والا بائیں پر اور داہنی طرف والا فرشتہ بائیں جانب والے کا افسر ہے۔ جس وقت آدمی ایک نیکی کرتا ہے تو وہ فرشتہ دس نیکیاں لکھ لیتا ہے اور جب وہ بندہ بدی کا مرتکب ہوتا ہے تو داہنی طرف والا فرشتہ گناہ لکھنے والے سے کہتا ہے کہ اے فرشتے! تو اِس کو سات گھنٹے کی مہلت دیدے۔ شاید یہ شخص تسبیح پڑھ لے یا استغفار کر لے۔

فضیل بن عثمان مرادی کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جناب رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں یہ چار خصلتیں ہونگی تو اُن کی وجہ سے خدا تعالےٰ اُس کو ہلاک نہ کریگا (یعنی جہنم میں نہ ڈالیگا) مگر یہ کہ وہ شخص مخالفتِ اہلبیتؑ کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے۔ پہلی خصلت یہ ہے کہ بندہ کوئی نیک کام کرنیکا ارادہ کرے۔ پس اگر اُس نے وہ کام نہ کیا تو بھی اُس کی نیک نیّت کی وجہ سے ایک نیکی اُس کے نامۂ اعمال میں ضرور لکھی جائیگی۔ اور اگر وہ کام کر لیا ہے تو (کم از کم) دس نیکیاں لکھی جائینگی۔ دوسرے یہ کہ جو شخص بُرا کام کرنیکا قصد کرے پس اگر اُس نے وہ کام نہ کیا تو کوئی گناہ نہ لکھا جائیگا اور اگر مرتکب ہو گیا تو اُس کو سات گھنٹے کی مہلت دیجائیگی اور نیک اعمال لکھنے والا فرشتہ اعمالِ بد لکھنے والے فرشتہ سے جو بائیں طرف رہتا ہے کہتا ہے کہ ابھی اِس کی بدی لکھنے میں جلدی نہ کر۔ شاید کہ یہ اِس عرصہ میں کوئی نیکی کرلے جس سے وہ بدی محو ہو جائے۔ یا شاید یہ شخص استغفار کرے۔ تیسرے یہ کہ اگر اُس بندہ نے بُرا کام کرنے کے بعد کوئی نیک کام کر لیا تو آیۂ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ کی روسے وہ بدی نہ لکھی جائیگی۔ چوتھے یہ کہ جو شخص بدی کرنیکے بعد توبہ میں یہ پڑھے أَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ تو اُس کے نامۂ اعمال میں کچھ نہ لکھا جائیگا۔ اور اگر گناہ کیے ہوئے سات گھنٹے گزر گئے اور

اس عرصہ میں نہ اُس نے کوئی نیک کام کیا اور نہ استغفار پڑھا تو کاتبِ اعمالِ نیک کاتبِ اعمالِ بد سے کہتا ہے کہ اِس بدبختِ مردم کے نامۂ اعمال میں یہ بدی درج کرو۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ فرشتہ اُسی دعا یا تلاوتِ قرآن کو نامۂ اعمال میں درج کرتا ہے جس کو وہ سُنتا ہے۔

زُرارہ نے جنابِ امام محمد باقر یا جنابِ امام جعفرِ صادق علیہما السّلام سے روایت کی ہے کہ فرشتہ انہی باتوں کو لکھتا ہے جن کو وہ سُنتا ہے اور خدا تعالےٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً (دیکھو صفحہ ۲۸۰ سطر ۱۰) چونکہ یہ امر مخفی ہے اِس کی عظمت اتنی ہے کہ اِس کے ثواب کو سوائے خدا تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

جنابِ امام حسین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ہر بندے پر دو فرشتے مقرر ہیں جو اُس کی باتوں کو لکھتے ہیں۔ پھر وہ دونوں اپنے دو افسروں کے پاس لیجاتے ہیں۔ پس وہ دونوں افسر خیر و شر کو برقرار رکھتے ہیں۔ باقی کو نکال دیتے ہیں۔

ابو حمزہ ثمالی نے جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ ہوا میں ایک فرشتہ ہے۔ اسمٰعیل اُس کا نام ہے۔ وہ تین لاکھ فرشتوں کا افسر ہے کہ اُن میں کا ہر فرشتہ ایک ایک لاکھ فرشتوں کا سردار ہے۔ یہ سب کے سب بندگانِ خدا کے اعمال شمار کرتے ہیں۔ جب سال ختم ہو جاتا ہے تو خداوندِ عالم ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے اُس کا نام سِجِل ہے۔ یہ فرشتہ اُن سب کے لکھے ہوئے کو لکھ لیتا ہے۔ اُس فرشتہ کا ہونا قولِ باری يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (دیکھو صفحہ ۵۲۷ سطر ۶) سے ظاہر ہوتا ہے۔

کافی میں ہے عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے پدرِ بزرگوار جنابِ امام موسےٰ کاظم علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ اے بابا! جس وقت کوئی بندہ نیکی یا بدی کا ارادہ کرتا ہے تو آیا اُس کا علم کاتبانِ اعمال کو ہو جاتا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا یہ تو بتاؤ کیا خوشبو اور بدبو دونوں کی ایک سی حالت ہوتی ہے؟ میں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کی سانس سے خوشبو نکلتی ہے تو اُس وقت داہنی طرف والا بائیں جانب والے فرشتہ سے کہتا ہے اُٹھ کھڑا ہو کہ اِس نے نیکی کا قصد کیا ہے۔ اور جب وہ اُس نیک کام کو کر لیتا ہے تو اُس فرشتہ کی زبان بجائے قلم اور لعابِ دہن بجائے سیاہی ہو جاتا ہے اور وہ نیکی لکھ لیجاتی ہے۔ اور جب وہ بندہ بدی کا

قصد کرتا ہے تو اُس کی سانس سے بدبو نکلتی ہے۔ اُس وقت بائیں طرف والا داہنی طرف والے فرشتہ سے کہتا ہے ابھی ٹھہر جاؤ کہ اس نے بدی کا قصد کیا ہے پس اگر وہ بندہ اُس گناہ کا مرتکب ہوجاتا ہے تو فرشتہ کی زبان بجائے قلم اور لعابِ دہن بجائے سیاہی ہوجاتا ہے اور گناہ اُسکا درج کرلیا جاتا ہے۔

ابوبصیر نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اُس کو سات گھنٹے کی مہلت دیجاتی ہے۔ پس اگر وہ اس عرصہ میں تین بار اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ کہلے تو گناہ نہ لکھا جائیگا۔

ایک مرتبہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو بندۂ مومن گناہ کرتا ہے تو اُس کو سات گھنٹے کی مہلت دی جاتی ہے۔ اگر اس عرصہ میں اُس نے خدا سے طلبِ مغفرت کرلی تو گناہ درج نہ ہوگا اور اگر یہ سب وقت گزر گیا اور اُس نے طلبِ مغفرت نہ کی تو ایک بدی اُس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیگی اور مومن کو بیس برس کے بعد بھی اگر اپنا گناہ یاد آجائے اور وہ خدا سے طلبِ مغفرت کرلے تو خدا تعالےٰ اُسکو بخشدیگا۔ اور کافر وقت کے وقت بھول جائیگا اور پھر اُسے خیال بھی نہ آئیگا۔ اس حدیث کے اوّل حصّہ کا ذکر سنکر عباد بصری اُن جنابؑ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگا مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جو بندہ بھی کوئی گناہ کرے تو خدا تعالےٰ اُسکو سات گھنٹے کی مہلت دیتا ہے۔ فرمایا میں نے ایسا نہیں کہا بلکہ میں نے تو یوں کہا تھا کہ جو بندۂ مومن کوئی گناہ کرے (تو اُسے خدا تعالےٰ سات گھنٹے کی مہلت دیتا ہے)

بُکیر نے جناب امام جعفر صادق یا جناب امام محمد باقر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آدم علیہ السلام نے درگاہِ خدا میں عرض کی خدایا تو نے شیطان کو مجھ پر (میری اولاد پر) مسلط کیا یہانتک کہ تو نے اُس کو ہر رگ خون میں دوڑا دیا ہے تو تو مجھے بھی کچھ قوت دے۔ ارشادِ باری ہوا اے آدم میں نے تمہارے لیے یہ قرار دیا ہے کہ تمہاری اولاد میں سے جو کوئی بدی کا ارادہ کریگا تو اُس کے ذمّے کوئی گناہ نہ لکھا جائیگا اور اگر وہ مرتکب ہوجائیگا تو صرف ایک گناہ لکھا جائیگا اور جو شخص نیکی کا قصد کریگا اور اُسے بجا نہ لائیگا تو بھی ایک نیکی اُس کے نامۂ اعمال میں لکھدیجائیگی۔ اور اگر وہ نیکی کرلیگا تو (کم از کم) دس نیکیاں درج کیجائینگی۔ حضرت آدمؑ نے عرض کی الٰہی! کچھ اور بڑھا دے۔ ارشاد ہوا کہ میں نے اُن کے لیے توبہ بھی قرار دی۔ اور توبہ کو اتنی وسعت دی کہ اگر وہ لوگ اُس

وقت تک بھی توبہ کر لیں کہ اُن کا دم اُن کے گلے میں آگیا ہو تو بھی میں قبول کر لونگا۔
حضرت آدمؑ نے عرض کی خداوندا! بس کافی ہے۔
اسحاق بن عمار کہتے ہیں کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؑ نے مجھے ترشروئی سے ملاحظہ فرمایا۔ میں نے عرض کی اے مولا! کیا سبب ہے کہ حضور مجھ سے (اتنی جلد) متغیر ہوگئے۔ فرمایا وہی سبب ہوا جس نے تم کو برادران ایمانی سے متغیر کر دیا۔ اے اسحاق! میں نے سُنا ہے کہ تم نے اپنے دروازہ پر دربان بٹھا دیا ہے جو فقرائے مؤمنین کو تمہارے پاس جانے سے باز رکھتا ہے۔ میں نے عرض کی اے مولا! میں آپ پر فدا ہو جاؤں مجھے شہرت کا خوف ہے (اس لیے میں نے یہ تدبیر کی ہے) حضرتؑ نے فرمایا اے اسحاق! تم شہرت سے تو ڈر گئے لیکن تم کو بلاؤں سے خوف نہیں ہوتا یا تم کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ جب دو مومن آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو خداوند عالم اُن دونوں پر رحمت نازل فرماتا ہے اور جو شخص اُن دونوں میں سے اپنے دوست سے زیادہ محبت کرتا ہے تو اُس سے رحمت خدا کے ننانوے ۹۹ حصے متعلق ہوتے ہیں۔ اور جب یہ دونوں ایک جگہ کھڑے ہوتے ہیں تو رحمت خدا میں شرابور ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ دونوں باتیں کرنے کیلیے بیٹھنے لگتے ہیں تو محافظ فرشتے آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ یہاں سے ہٹ جاؤ۔ شاید یہ دونوں کسی خفیہ معاملہ میں گفتگو کریں۔ پس اُن دونوں پر ایک پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کی خدا تو یہ فرماتا ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (اور حضور نے یہ فرمایا کہ فرشتے وہاں سے ہٹ جاتے ہیں) حضرتؑ نے جواب دیا کہ اے اسحاق! محافظ تو اُس وقت نہیں سُنتے لیکن پوشیدگیوں کا جاننے والا سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔
سدیر صیرفی کہتے ہیں کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن جنابؑ کے پاس ابو بصیر اور میسرہ اور دیگر اصحاب بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں اپنی جگہ بیٹھ گیا تو حضرتؑ نے میری جانب متوجہ ہو کے فرمایا اے سدیر آگاہ ہو جا ہمارا دوست اُٹھتے بیٹھتے۔ سوتے (جاگتے) جیتے مرتے خدا کی عبادت کیا کرتا ہے۔ میں نے عرض کی اے مولا! روحی لک الفدا! اُٹھتے بیٹھتے اور جیتے (جاگتے) عبادت کا کرنا تو ہماری سمجھ میں آتا ہے مگر سوتے اور مرتے وہ اللہ کی عبادت کیسے کرتا ہے؟
حضرتؑ نے جواب دیا جب ہمارا دوست سو جاتا ہے پس جب وقت نماز داخل ہوتا ہے

تو دو فرشتے جو اُس پر مقرر ہیں زمین پر وہ پیدا ہوئے ہیں کبھی وہ آسمان پر نہیں گئے نہ اُنھوں نے آسمانی فرشتوں کو دیکھا اُس کے قریب نماز پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جاتا ہے۔ اُن کی ایک نماز ثواب میں آدمیوں کی ایک ہزار نمازوں کی برابر ہوتی ہے۔ اِس عبادت کا ثواب اُس مؤمن کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور جب ہمارا کوئی دوست مرجاتا ہے تو اُس کے دونوں محافظ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں خدایا تجھے خوب معلوم ہے کہ تیرا فلاں بندہ مرگیا۔ اب تو ہم کو اجازت دے کہ ہم آسمان پر یا اطرافِ زمین پر تیری عبادت بجالائیں۔ ارشادِ باری ہوتا ہے کہ آسمان پر اور زمین کے اطراف پر میری عبادت کرنیوالے بہت ہیں۔ مجھے تمہاری عبادت کی ضرورت نہیں۔ وہ ہمارا بندہ محتاج ہے۔ ہمیں اُس کی محبت ہے۔ یہ دونوں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ! تو کس لیے اُس کو دوست رکھتا ہے؟ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ اُن لوگوں میں سے ہے جن سے ہمارے رسول محمدؐ نے اور اُن کے وصی نے اور اُن دونوں کی ذرّیت نے اپنی ولایت کا عہد و پیمان لیا تھا (اُس نے اُسے پورا کر دیا) سو اب تم دونوں زمین پر ہمارے دوست کی قبر پر جاؤ اور اُس کے لیے قیامت تک نمازیں پڑھتے رہو جب تک کہ میں اُسے اُٹھاؤں۔ پس وہ دونوں فرشتے اُتر آتے ہیں اور اُس کی قبر کے پاس اُس وقت تک نماز پڑھتے رہینگے جبتک کہ خدا تعالےٰ اُسے پھر اُٹھائے اور اُن دونوں کی نمازوں کا ثواب اُس بندۂ مومن کے نامۂ اعمال میں لکھا جایا کریگا۔ حالانکہ اُن دونوں کی نماز کی ایک ایک رکعت ثواب میں آدمیوں کی ایک ایک ہزار نمازوں کی برابر ہے۔ سُدیر کہتے ہیں یا ابن رسول اللہ! میں آپ پر فدا ہو جاؤں تو اس صورت میں تو آپ حضرات کا دوست نیند اور موت کی حالت میں بہ نسبت جیتے جاگتے ہونیکے زیادہ عبادت کرنیوالا ہوا! یہ سُنکر حضرتؑ نے فرمایا اے سُدیر! ہار! ایسا نہیں ہے اِس لیے کہ ہمارا دوست چونکہ خدائے عزّ وجلّ پر ایمان رکھتا ہے اِس لیے قیامت کے دن وہ خاص امانِ خدا میں ہوگا۔ (**قول مترجم**) مطلب اس کا یہ ہے ایمان کی منزلت جو جیتے جاگتے ہی میں حاصل ہو سکتی ہے فرشتوں کی عبادت سے کہیں بڑھی ہوئی ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۷ متعلق صفحہ ۸۲۸

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ

علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جب تم لوگ خدا سے دعا مانگو تو وسیلہ کا واسطہ دیکر دعا کیا کرو۔
اصحاب نے عرض کی وسیلہ کیا چیز ہے؟ فرمایا وہ جنّت میں میرا درجہ ہے جسکی ایک ہزار
سیڑھیاں جواہر کی۔ ایک ہزار زبرجد کی۔ ایک ہزار سفید موتی کی۔ ایک ہزار سونے
کی۔ ایک ہزار چاندی کی ہونگی۔ روزِ قیامت انبیاء کے درجوں کے ساتھ نصب
کیا جائیگا۔ انبیاء کے درجوں میں اُس کی وہ حالت ہوگی جو ستاروں میں چاندکی
ہوتی ہے۔ اُس دن کوئی نبی۔ کوئی شہید اور کوئی صدیق ایسا نہ رہیگا جو یہ نہ کہے کہ
خوشا نصیب اُس کا جسے یہ درجہ عنایت ہوگا۔ پس ایک منادی ندا کریگا جس کی آواز
تمام انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور مومنین سُن لینگے کہ یہ درجہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ
علیہ وآلہ کا ہے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ پھر میں اُس مقام پر ایسے حال میں آؤنگا کہ لباسِ
نورانی میرے بدن پر اور تاجِ شاہی میرے سر پر ہوگا جس پر یہ عبارت کندہ ہوگی۔
"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ عَلِيٌّ وَّلِيُّ اللّٰهِ۔ اَلْمُفْلِحُوْنَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ
بِاللّٰهِ! جس وقت ہم دونوں انبیاء کی طرف سے گزرینگے تو وہ کہینگے یہ دونوں مقرب
بارگاہِ احدی فرشتے ہیں۔ اور جب فرشتوں پر ہمارا گزر ہوگا تو وہ کہینگے کہ یہ دونوں وہ
فرشتے ہیں جنہیں ہم نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہم اِن کو پہچانتے ہیں۔ اور کچھ فرشتے
یہ کہینگے کہ یہ دونوں نبی مرسل ہیں۔ پس میں درجہ پر چڑھ جاؤنگا اور علیؑ بن ابیطالب
میرے پیچھے ہونگے۔ میں سب سے اوپر والے زینہ پر اور علیؑ بن ابیطالب ایک
سیڑھی نیچے بیٹھینگے۔ اُن کے ہاتھ میں میرا عَلَم ہوگا۔ اُس وقت تمام انبیاء اور مومنین اپنے
اپنے سر اُٹھا اُٹھا کر ہماری طرف دیکھینگے اور کہینگے خوشا حال ان دونوں بندوں کا۔ یہ
دونوں خدا کے نزدیک کیسے بزرگ مرتبہ ہیں۔ پس ایک منادی ندا کریگا جس کی آواز سارے
انبیاء اور تمام مخلوق خدا سُن لیگی کہ یہ میرا حبیب محمدؐ (مصطفےٰ) ہے اور یہ میرا ولی علیؑ
(مرتضےٰ) ابنِ ابیطالب ہے۔ خوشا حال اُس کا جو اِسے دوست رکھے اور وائے ہے
اُس پر جو اس کا دشمن ہو اور جس نے اِس کو جھٹلایا ہو۔ پھر جناب رسولِ خداؐ نے حضرت
علی ابنِ ابیطالب علیہ السّلام کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا اے علیؑ! اِس آواز کو سُنتے ہی
جتنے تمہارے دوست میدانِ حشر میں ہونگے وہ سب کے سب خوش ہو جائینگے۔ چہرے
اُن کے روشن۔ دل اُن کے مسرور ہو جائینگے۔ اور جتنے دشمن ہونگے یا تم سے اُنہوں نے
جنگ کی ہوگی یا تمہاری ولایت کا انکار کیا ہوگا اُن سب کے چہرے سیاہ ہو جائینگے۔ قدم
اُن کے لغزش کرنے لگینگے۔ پس میرے پاس دو فرشتے ایک رضوان خازنِ جنّت۔ دوسرا

مالک خازن دوزخ آئینگے۔ اوّل رضوان آگے بڑھیگا اور مجھ پر سلام کریگا۔ اور کہیگا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ! میں اُسکو جوابِ سلام دیکے دریافت کرونگا اے خدا کے بزرگ۔ خوبرو۔ بوئے خوش والے فرشتے تو کون ہے؟ تیرا کیا نام ہے؟ وہ جواب دیگا میں رضوان خازنِ جنّت ہوں۔ مجھے حکم پروردگارِ عالم پہنچا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں بہشت کی کنجیاں حاضر کروں۔ یارسول اللہ! لیجیے یہ کنجیاں حاضر ہیں۔ میں کہونگا میں نے اپنے پروردگار کے عطیہ کو قبول کیا۔ میں اُسکی نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آج کے دن اُس نے مجھے فضیلت دی۔ اے رضوان! تم یہ کنجیاں میرے بھائی علیؑ ابن ابیطالب کو دیدو۔ پس وہ علیؑ ابنِ ابیطالب کو کنجیاں دیکر چلا جائیگا۔ پھر مالکِ دوزخ آگے آئیگا اور وہ بھی مجھے سلام کریگا۔ اور یوں کہیگا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ۔ میں جوابِ سلام دیکر دریافت کرونگا کہ تیری صورت کیسی ڈراونی ہے۔ تیرا چہرہ کس قدر خوفناک ہے۔ اے فرشتے! تو کون ہے؟ وہ جواب دیگا میں دوزخ کا خزانہ دار ہوں۔ مجھے حکم پروردگارِ عالم پہنچا ہے کہ میں دوزخ کی کنجیاں آپ کے حوالہ کردوں۔ میں جواب دونگا میں نے اپنے پروردگار کے ہدیہ کو قبول کیا۔ میں اُس کی حمد بجالاتا ہوں کہ اُس نے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی۔ اور مجھے یہ فضیلت و بزرگی بخشی۔ اے مالک! تو یہ کنجیاں میرے بھائی علیؑ ابنِ ابیطالب کو دیدے۔ پس وہ فرشتہ ساری کنجیاں علیؑ ابنِ ابیطالب کو دیکر واپس چلا جائیگا۔ علیؑ ابنِ ابیطالب جنّت و جہنم کی کنجیاں لیے ہوئے جہنم کے کنارے آبیٹھینگے اور اُس کی باگ اپنے ہاتھ میں لینگے۔ دوزخ میں جوش پیدا ہوگا اور شعلے بھڑکنے لگینگے اور جہنم سے آواز آئیگی کہ اے علیؑ! یہاں سے ہٹ جائیے کہ آپ کے نور نے میرے شعلوں کو بجھا دیا۔ پس علیؑ ابنِ ابیطالب دوزخ کو حکم دینگے کہ یہ میرا دوست ہے اسکو چھوڑ دے اور یہ میرا دشمن ہے اس کو کھینچ لے۔ جہنم اُس دن علیؑ ابنِ ابیطالب کا اس درجہ فرمانبردار ہوگا کہ تم میں سے کسی کا غلام بھی اُس کی اتنی اطاعت نہیں کرتا۔ اور اگر کسی کو حکم دینگے کہ اسے دائیں طرف لیجا تو اُسے دائیں طرف لیجائیگا اور اگر کسی کی نسبت یہ چاہینگے کہ بائیں طرف لیجائے تو اُسے بائیں طرف لیجائیگا۔ اور جہنم علیؑ ابنِ ابیطالب کا اُس دن اتنا مطیع ہوگا کہ تمام مخلوق کے بارے میں جو حکم دینگے اُسی کی اطاعت کریگا۔ سبب یہ کہ علیؑ ابنِ ابیطالب ہی جنّت و دوزخ کے تقسیم کرنیوالے ہیں۔

اماؔلی میں ہے کہ جنابِ رسولؐ خدا نے آیۂ اَلْقِیَا فِیْ جَھَنَّمَ کُلَّ کَفَّارٍ عَنِیْدٍ کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ آیت میری شان میں اور علیؑ ابنِ ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

جب قیامت آئیگی تو اُس دن خداوند عالم مجھے اور اے علیؑ! تم کو لباسِ شفاعت سے آراستہ کر کے فرمائیگا تم دونوں ہر اُس شخص کو جس نے تم سے بغض رکھا جہنم میں پہنچادو اور ہر اُس شخص کو جس نے تم سے محبت رکھی جنت میں پہنچادو کیونکہ اصلی مومن وہی ہے (جو تم دونوں سے محبت رکھے) مفضل بن عمرو نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جنابِ امیر المومنین علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے میں قسیم جنت و نار ہوں میں فاروقِ اکبر ہوں اور میں صاحبِ عصا و میسم ہوں۔

مفضل بن عمرو نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے مولا! جنابِ امیر المومنین قسیم جنت و نار کیوں ہیں؟ فرمایا اس لیے کہ اُن سے محبت کرنا ایمان ہے اور اُن سے بغض رکھنا کفر ہے اور جنت تو مومنوں کے لیے اور دوزخ کافروں کے واسطے پیدا ہوا ہے پس وہ جنابؑ اس وجہ سے بھی قسیم جنت و نار ہیں کہ جنت میں وہی داخل ہوگا جو اُن سے محبت رکھتا ہوگا اور دوزخ میں وہی جائیگا جو اُن حضرت سے دشمنی رکھتا ہوگا مفضل کہتے ہیں میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! کیا انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام سب اُن جنابؑ کو دوست رکھتے ہیں۔ اور اُن کے دشمن سب اُن جنابؑ سے دشمنی کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کی کیونکر؟ فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے جنگِ خیبر میں فرمایا تھا کہ میں کل کے دن علم ایسے شخص کو دونگا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہیں۔ (وہ کرار غیر فرار ہے) وہ اِدھر رخ نہ کریگا جب تک کہ خدا تعالےٰ اُس کے دونوں ہاتھوں پر فتح نہ کر دے۔ پس (دوسرے دن) جنابِ رسولؐ خدا نے علمِ لشکر جنابِ امیر المومنین کو عطا فرمایا۔ اور خداوند عالم نے اُن جنابؑ کے دونوں ہاتھوں پر قلعۂ خیبر کو فتح کر دیا؟ میں نے عرض کی اے مولا! یہ تو مجھے خبر ہے۔ حضرت نے فرمایا اے مفضل! کیا تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ جب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کوئی شخص پرندہ کا بھنا ہوا گوشت لایا تو آنحضرتؐ نے درگاہِ خدا میں عرض کی الٰہی تو میرے ہمراہ کھانے کے لیے اُس شخص کو بھیج جو تیرے اور میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہو۔ اور اس سے مراد جنابِ علی علیہ السلام تھے؟ میں نے عرض کی بیشک ایسا ہی ہوا۔ حضرتؑ نے فرمایا پس تم سمجھ لو کہ جس شخص کو خدا اور رسولؐ دوست رکھتے ہوں اور وہ خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہو تو آیا یہ ممکن اور جائز ہے کہ خدا کے انبیاء اور مرسلین اور اُن کے اوصیاء اُس شخص کو دوست نہ رکھینگے؟ میں نے عرض کی ایسا نہیں ہوسکتا۔ (بیشک ضرور دوست رکھینگے) فرمایا آیا یہ ہوسکتا ہے کہ خدا اور رسولؐ اور انبیاء کے دوست کو انبیاء کی اُمت کے مومنین دوست نہ رکھیں؟ میں نے عرض کی یہ تو نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہ بھی دوست رکھینگے۔ فرمایا جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ تمام انبیاء و مرسلین اور ہر ہر نبی کی اُمت کے مومنین

جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام سے محبّت رکھتے ہیں تو اسی سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ انبیاء کے مخالفین اور دشمن اُن لوگوں سے بھی عداوت رکھینگے جو انبیاء کی دوست ہیں ؟ میں سنے عرض کی ضرور۔ فرمایا پس جنّت میں وہی جائیگا جو اوّلین و آخرین میں سے جنابِ علیؑ بن ابیطالب کے ساتھ محبّت رکھتا ہوگا۔ اور دوزخ میں وہی ڈالا جائیگا جو اوّلین و آخرین میں سے اُن جنابؑ کے ساتھ عداوت رکھتا ہوگا۔ اِس سے ثابت ہوا کہ جنابِ علی بن ابیطالب علیہ السّلام قسیمِ جنّت و نار ہیں۔ مفضّل ابن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یابن رسولؐ اللہ! آپ نے تو میرے بہت سے شکوک صاف کر دیے۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔ اب حضور کو خدا تعالےٰ نے جو علم عطا فرمایا ہے اُس میں سے کچھ اور بھی ارشاد فرمائیے۔ فرمایا اے مفضّل! جو پوچھنا ہو پوچھ لے۔ میں سنے عرض کی یابن رسولؐ اللہ! آیا حضرت امیر المؤمنین علیہ السّلام اپنے محبوں کو جنّت میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کرینگے یا رضوان اور مالک ؟ فرمایا اے مفضّل! کیا تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ خداوندِ عالم نے عالمِ ارواح میں جنابِ محمدؐ مصطفےٰ کو دنیا کے پیدا ہونے سے دو ہزار برس پہلے تمام انبیاء اور رسولوں پر مبعوث کیا۔ میں نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا تو کیا جنابِ رسولؐ خدا نے اُن سب کو توحیدِ خدا اور اُس کی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دیکر مطیعوں سے جنّت کا وعدہ نہیں کیا اور مخالفوں کو دوزخ سے نہیں ڈرایا ؟ میں نے عرض کی بیشک کیا بھی اور ڈرایا بھی! فرمایا اب بتاؤ کہ جنابِ رسولِ خدا نے اپنے پروردگار کی طرف سے جس چیز کا وعدہ فرمایا اور جس چیز سے ڈرایا اُس کے ضامن ہوئے یا نہیں ؟ میں نے عرض کی ضرور ہوئے۔ فرمایا آیا جنابِ علیؑ ابنِ ابیطالب جنابِ رسولؐ خدا کے خلیفہ اور اُنکی امت کی امام ہیں یا نہیں؟ میں نے عرض کی بیشک ہیں۔ فرمایا آیا رضوان اور مالک یہ دونوں زمرۂ ملائکہ میں اور شیعیانِ جنابِ علیؑ ابنِ ابیطالب کیلیے استغفار کرنیوالوں اور اُن جنابؑ کی محبت سے نجات پانے والوں میں داخل ہیں یا نہیں؟ میں نے عرض کی ضرور ہیں۔ فرمایا چونکہ جنابِ علیؑ ابنِ ابیطالب جنابِ رسولِ خدا کی جانب سے قسیمِ جنّت و نار ہیں تو رضوان و مالک خدا کے حکم سے اُن جنابؑ کا فرمان بجالانے والے ہوئے۔ اے مفضّل! اِس حدیث کو تم خوب یاد رکھو کہ یہ علم کے اسرار اور خزائن سے ہے اور اسے کسی نااہل سے بیان نہ کرنا۔

امالی میں ہے کہ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ایک دن میں جنابِ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرتؐ کے پاس ابوبکر و عمر بھی بیٹھے ہوئے تھے میں جنابِ رسولِ خدا اور عائشہ کی مابین بیٹھ گیا۔ عائشہ نے مجھ سے کہا اے علیؑ! تمکو سوائے اِس مقام کے کوئی اور جگہ نہ تھی کہ میری اور جنابِ رسولؐ خدا کی رانوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ یہ سُنکر جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا اے عائشہ! چُپ رہ۔ علیؑ کے بارے میں

مجھے ایذا نہ دے کہ وہ دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے اور امیر المؤمنین۔ اور روز قیامت خدا وند عالم اس کو پل صراط پر مقرر فرمائیگا۔ پس یہ اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کریگا اور اپنے دشمنوں کو جہنم میں۔

شریک ابن عبد اللہ قاضی کہتے ہیں کہ میں اعمش کی عیادت کو گیا جبکہ وہ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ میں اُن کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابن شبرمہ اور ابن ابو لیلے اور ابو حنیفہ مزاج پرسی کے لیے آئے۔ ان سب نے حال دریافت کیا۔ اعمش نے جواب دیا ضعف بہت ہے۔ اور مجھے اپنی خطاؤں سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہکر بلند آواز سے رونے لگے۔ ابو حنیفہ اُن کی طرف رُخ کر کے کہنے لگا کہ اے ابو محمد! خدا سے ڈرو اور اپنی حالت پر نظر ڈالو کہ یہ دن زندگانی دنیا کا آخری اور آخرت کا پہلا دن ہے۔ تم جو حدیثیں جناب علیؑ ابن ابیطالب کی شان میں بیان کیا کرتے تھے اُن سے توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا!! اعمش نے کہا۔ اے نعمان! وہ کونسی حدیثیں ہیں؟ کوئی مثال تو دے۔ ابو حنیفہ بولا جیسے عبایہ کی روایت ہے اَنَا قَسِیمُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ۔ اعمش نے کہا۔ اے یہودی! تو مجھ جیسے شخص سے ایسی باتیں بناتا ہے۔ (حاضرین سے کہا) تم لوگ ذرا مجھے بٹھا تو دو اور میرے گرد تکیے تو لگا دو۔ (جب درست ہو کر بیٹھے تو کہا) اُسی کی قسم جس کی حضور میں مجھے حاضر ہونا ہے۔ میں نے یہ حدیث موسے ابن طریف سے سُنی ہے۔ اور بنی اسد میں سے اُن سے بہتر میں نے کسی کو نہیں پایا۔ وہ یہ کہتے تھے کہ میں نے عبایہ بن ربعی امام قبیلہ کو یہ کہتے سُنا کہ میں نے خود جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کو یہ فرماتے سُنا کہ اَنَا قَسِیمُ النَّارِ (میں دوزخ کا تقسیم کرنیوالا ہوں)۔ میں روز قیامت دوزخ کو حکم دونگا کہ یہ میرا محب ہے اس کو چھوڑ دے اور یہ میرا دشمن ہے اس کو گرفتار کرلے۔ اور یہ حدیث مجھ سے ابو المتوکل نامی نے جو حجاج بن یوسف کا وزیر تھا بیان کی ہے۔ یہ حجاج وہ ہے جو جناب علیؑ مرتضےٰ کی شان میں نہایت سخت کلامی کیا کرتا تھا۔ خدا اُس خبیث پر لعنت کرے۔ ابو المتوکل نے بروایت ابو سعید خدری بیان کیا کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ روز قیامت خدا کے حکم سے ہم اور علیؑ بن ابیطالب صراط پر بیٹھینگے اور ارشاد الٰہی ہوگا کہ تم دونوں اُس شخص کو جنت میں داخل کرو جو مجھ پر ایمان لایا ہے اور تم دونوں کا دوست ہے۔ اور دوزخ میں اُس کو ڈالو جو کافر ہا اور تم دونوں کا دشمن ہے۔ ابو سعید کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا جو شخص ولایت کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ مجھ پر ایمان بھی نہیں رکھتا۔ اور وہ خدا پر بھی ایمان نہیں رکھتا۔

یا یہ فرمایا کہ جو علیؑ ابنِ ابیطالب سے محبت نہیں رکھتا (وہ مجھ پر بھی ایمان نہیں لایا) پھر آیتِ اَلْقِیَا فِیْ جَھَنَّمَ کُلَّ کَفَّارٍ عَنِیْدٍ ۝ تلاوت فرمائی۔ یہ سُنکر ابو حنیفہ نے اپنی لُنگی اپنے سر پر ڈال لی اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا یہاں سے چلدو۔ ابو محمد بڑے سخت ہیں۔ ہماری بات نہ مانینگے۔ اِس سے زیادہ اور کیا کہینگے۔ شریک ابنِ عبد اللہ نے مجھے خبر دی کہ اُسی روز شام نہ ہونے پائی تھی کہ اعمش کا انتقال ہوگیا۔

فضل کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام حسین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے مولا! کفّار سے کون مُراد ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کفّار وہ ہے جو میرے نانا جنابِ محمدِ مصطفٰے کی نبوّت کا عقیدہ نہ رکھّے۔ اور عنید کَون ہے؟ فرمایا جنابِ علیؑ بن ابیطالب کے حق کا منکر۔

عبد اللہ ابنِ مسعود کے باپ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن جنابِ رسولِؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! حق مجھے دکھلائیے کہ میں اُس کی متابعت کروں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے مسعود! حُجرہ میں جا۔ جب میں اُس میں داخل ہوا دیکھا میں نے کہ علیؑ ابنِ ابیطالب نماز میں مشغول ہیں اور ہر نماز کے بعد درگاہِ خدا میں یہ دعا کرتے ہیں۔ خدایا بحقِ محمدِ مصطفٰےؐ جو تیرے خاص بندے اور رسولؐ ہیں تو میرے شیعہ گنہگاروں کو بخشدے۔ پس میں حجرہ سے نکلا تاکہ جنابِ رسولِ خدا کو اِس واقعہ کی خبر دوں۔ جب میں آنحضرتؐ کے قریب آیا۔ اُن جناب کو بھی رکوع و سجود میں مصروف پایا۔ اور وہ یہ فرماتے تھے۔ خدایا تو اپنے خانہ زاد علیؑ ابنِ ابیطالب کے صدقہ میں میری اُمّت کے گنہگاروں کو بخشدے۔ مسعود کہتے ہیں کہ میرے اوپر سخت گریہ طاری ہوا اور اتنی جزع و فزع کی کہ مجھے غش آگیا۔ پس آنحضرتؐ نے سرِ مبارک بلند کرکے فرمایا اے مسعود! تجھے کیا ہوگیا ہے؟ کیا تو ایمان لانیکے بعد پھر کافر ہوگیا؟ میں نے عرض کی معاذ اللہ! لیکن میں نے تو یہ دیکھا کہ علیؑ ابنِ ابیطالب تو آپ کا واسطہ دیکر خدا سے دعا کرتے ہیں اور آپ اُن کا واسطہ دیکر خدا سے دعا کر رہے ہیں۔ (یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی) آنحضرتؐ نے فرمایا اے مسعود! خداوندِ عالم نے مجھ کو اور علیؑ کو اور حسنؑ و حسینؑ کو تمام مخلوقات سے دو ہزار برس پہلے ایسے وقت میں اپنے نورِ عظمت سے پیدا کیا ہے کہ نہ کوئی خدا کی تسبیح کرنیوالا تھا اور نہ تقدیس کرنیوالا۔ پھر میرے نور سے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں ان سب سے افضل ہوں۔ اور علیؑ کے نور سے عرش و کرسی بنائے اور علیؑ بن ابیطالب اُن دونوں سے گرامی تر ہیں حسنؑ کے نور سے لوح و قلم خلق فرمائے۔ وہ ان دونوں سے بزرگ ہیں حسینؑ کے نور سے

جنت اور حوریں پیدا کیں حسینؑ اُن دونوں سے افضل ہے۔ پس تمام مشارق و مغارب میں اندھیری چھائی ہوئی تھی۔ خدا کی درگاہ میں ملائکہ نے ظلمات کی شکایت کی اور یوں دعا مانگی خدایا! تجھے اِن صورتوں کا واسطہ جو تو نے پیدا کی ہیں اِس تاریکی کو دور کر دے۔ خداوندِ عالم نے ایک روح خلق فرمائی اور دوسری روح کو اُس کے قریب رکھا۔ اُس سے ایک نور پیدا کیا۔ پھر نور کو روح کی طرف بڑھایا اُس سے فاطمۂ زہرا کو پیدا کیا۔ فاطمہؑ کے نور سے سارے مشرق و مغرب روشن ہوگئے۔ اِسی لیے (میری دختر نورِ نظر) فاطمہؑ کا لقب زہرا ہوا۔ اے مسعود! جب قیامت آئیگی تو خداوندِ عالم مجھے اور علیؑ کو حکم دیگا کہ تم دونوں جس کو چاہو جہنم میں ڈالدو۔ قولِ باریتعالے اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ٥ میں کفّار تو وہ ہے جو میری نبوّت کا انکار کرے۔ اور عنید وہ ہے جو علیؑ بن ابیطالب اور اُن کے اہلبیّت اور شیعوں سے عناد اور بغض رکھے۔

تمام شد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضمیمہ جات متعلق پارۂ بست وہفتم

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۸۳۳

ابو حمزہ ثمالی نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل امین سے قوم لوطؑ کے ہلاک ہونیکا واقعہ دریافت کیا تو جبرئیلؑ نے عرض کی کہ قوم لوطؑ ایک بستی (سدوم نامی) میں رہتی تھی۔ نہ وہ لوگ پاخانہ پھرنیکے بعد استنجا کرتے تھے اور نہ جنب ہونیکے بعد غسل جنابت۔ وہ لوگ کھانا کھلانے میں بڑے کنجوس وبخیل تھے۔ حضرت لوطؑ اُن لوگوں میں تیس۳۰ برس مقیم رہے۔ حضرت اُنؑ فی الاصل اُس بستی کے رہنے والے نہ تھے نہ اُن کا وہاں کُنبہ وقبیلہ تھا۔ حضرت لوطؑ نے اُن لوگوں کو ایمان اور اطاعت خدا کی طرف ہدایت فرمائی۔ بدکاریوں سے روکا اور فرمانبرداری خدا کی طرف رغبت دلائی۔ مگر اُس قوم نے ایک نہ مانی اور نہ حضرت لوطؑ کی اطاعت و پیروی اختیار کی۔ جب خداوند عالم نے قوم لوط پر عذاب نازل کرنیکا ارادہ فرمایا تو اُن کے پاس حجت تمام کرنے اور ڈرانیکے لیے پیغامبر بھیجے۔ اِس پر بھی جب (اُن کی سرکشی بڑھ گئی اور) حکم پروردگار سے اُنھوں نے سرتابی کی تو خدا تعالےٰ نے فرشتوں کو بھیجا تاکہ مؤمنین کو اُس بستی سے نکالدیں۔ اب جو وہ ملائکہ وہاں پہنچے تو اُنھوں نے ساری بستی میں ایک گھر کے سوا کسی گھر میں باایمان آدمی نہ پائے۔ اُنہیں تو فرشتوں نے اُس شہر سے باہر کردیا اور حضرت لوطؑ سے عرض کی کہ یا نبی اللہ! آپ بھی اپنے اہل وعیال کو رات کے وقت ہمراہ لیکر یہاں سے نکل جائیں۔ اور راہ میں آپ لوگوں میں سے کوئی بھی پیچھے پھر کر نہ دیکھے۔ اور جہاں کے لیے حکم پروردگار ہے سب کو لیکر وہاں چلے جائیں۔ الغرض جب آدھی رات ہوگئی تو حضرت لوطؑ اپنی لڑکیوں کو لیے ہوئے گھر سے نکلے۔ زوجہ اُنکی (کچھ دور چل کر) پلٹ پڑی۔ اور لوط علیہ السّلام کی چغلی کھانیکے لیے اُن لوگوں کے پاس آگئی اور اُن کو خبر دی کہ حضرت لوطؑ اپنی بیٹیوں کو لیکر یہاں سے چلدیے۔ (یا رسول اللہ!) جب صبح ظاہر ہوگئی تو مجھے عرش سے آواز آئی کہ اے جبرئیلؑ! قوم لوطؑ پر حتماً عذاب نازل ہونیکے بارے میں قول خدا پورا ہوگیا۔ پس تم قوم لوطؑ کی بستی میں جاؤ اور اُس کو اور اُس کے اردگرد کی زمین کو ساتویں طبقہ سے اکھیڑ کے آسمان تک بلند کرو اور اُسے لیے ہوئے ٹھہرے رہو تا آنکہ تمہارے پاس خدائے جبّار کا حکم پہنچے۔ اُس وقت

تم اُس بستی کو اُلٹ دینا۔ اور منزلِ لوطؑ کے سوا تمام مکانوں کو آنے جانے والے قافلوں کے لیے عبرت بنا دینا۔ یارسولؐ اللہ! پس میں آسمان سے اُتر کے اُن سرکشوں کی بستی میں آیا اور اُس شہر کے شرقی حصہ پر دہنے بازو کو اور غربی اطراف پر بائیں بازو کو مارا اور خانۂ لوطؑ کو چھوڑ کے تمام بستی کو زمین کے ساتویں طبقہ سے اُکھیڑ کے اتنا اونچا لیگیا کہ اہلِ آسمان اُس بستی کے مُرغوں کی اذانیں اور کُتّوں کے بھونکنے کی آوازیں سُننے لگے۔ اور طلوعِ آفتاب کے وقت عرش سے آواز آئی کہ اے جبرئیلؑ! اِس بستی کو اِس کے باشندوں سمیت اُلٹ دو۔ پس میں نے اُس بستی کو اِس طرح پلٹا کہ اُس کا حصۂ زیرین اوپر ہو گیا۔ اور اوپر والا نیچے۔ اُس کے بعد خداوندِ عالم نے اُن پر پتھریلی مٹی کے پتھر برسائے جن پر عذابِ خدا کے نشان بنے ہوئے تھے۔ اور عجب نہیں کہ آپ کی امت کے ظالموں کا بھی یہی حشر ہو۔ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیلؑ! جب تم نے اُس بستی کو اُلٹا تھا تو وہ کونسی زمین پر گری تھی؟ جبرئیلؑ نے عرض کی کہ بحیرۂ شام و مصر کے مابین گری تھی اور ٹیلے ٹیلے ہو گئی تھی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۱ متعلق صفحہ ۸۳۴

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ قولِ باریتعالےٰ يَاإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ میں یَدْ کے کیا معنی ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا یَدْ کے معنی کلامِ عرب میں قوت کے بھی ہیں نعمت کے بھی ہیں۔ چنانچہ خداتعالےٰ فرماتا ہے وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۷۲۵ سطر۱) نیز فرماتا ہے وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ یہاں یَدْ بمعنی قوت ہے اور أَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۸۷۰ سطر۲) اِس میں تائید بمعنی تقویت ہے۔ اور محاورہ میں بولا جاتا ہے لِفُلَانٍ عِنْدِي يَدٌ بَيْضَاءُ۔ میرے پاس فلاں شخص کے لیے نعمت ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۸۳۴

اُسی نے اِن چیزوں کا فرق بتایا اور اُسی نے قبل و بعد کا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ خدا کے لیے قبل و بعد نہیں۔ اشیاء کی کثرت گواہی دے رہی ہے کہ جس نے اِن میں کثرت پیدا کی ہے اُس کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں۔ اِن کا وقت پر مبنی ہونا ظاہر کر رہا ہے کہ محدود کرنیوالے کی کسی وقت کے ساتھ حدبندی نہیں ہو سکتی۔ بعض چیزوں کا بعض سے محجوب اور پوشیدہ ہونا اِس امر کا یقین دلاتا ہے کہ اِن میں اور اِن کے خالق میں کوئی غیرِ خالق واسطہ نہیں۔ وہ اُس زمانہ میں بھی رب تھا جب تک کہ کوئی مربوب ہی پیدا نہ ہوا تھا اور وہ اُس وقت میں بھی معبود تھا جبکہ کوئی پرستش کرنیوالا موجود نہ تھا۔ اور وہ اُس وقت میں بھی عالم تھا

جبکہ کوئی معلوم نہ تھا۔ اور اُس وقت میں بھی سمیع تھا جبکہ کوئی مسموع نہ تھا۔ پھر حضرت نے یہ اشعار پڑھے۔

وَلَمْ یَزَلْ سَیِّدِیْ بِالْعِلْمِ مَعْرُوْفًا   وَلَمْ یَزَلْ سَیِّدِیْ بِالْجُوْدِ مَوْصُوْفًا

میرا مولا ہمیشہ سے علم کے ساتھ معروف ہے اور میرا ابر دار ہمیشہ سے بخشش کے ساتھ موصوف ہے۔

وَکَانَ اِذْ لَیْسَ نُوْرٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ   وَلَا ظَلَامَ عَلَی الْاَوْقَاتِ مَعْکُوْفًا

اور وہ اس وقت بھی موجود تھا جبکہ کوئی نور جس سے روشنی حاصل کیجاتی ہو موجود نہ تھا اور نہ اندھیری اوقات پر چھائی ہوئی تھی

فَرَبُّنَا بِخِلَافِ الْخَلْقِ کُلِّھِمْ   وَکُلُّمَا کَانَ فِی الْاَوْھَامِ مَوْصُوْفًا

پس ہمارا پروردگار جتنی بھی مخلوق ہے اُن سب سے اوصاف میں جُداگانہ ہے اور کسی اوصاف سے بھی وصف نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ وہ اوصاف خیال میں بھی نہیں گزرتے۔

وَمَنْ یُّرِدْہُ عَلَی التَّشْبِیْہِ مُمْتَثِلًا   یَرْجِعْ اَخَا حَسَرٍ بِالْعَجْزِ مَکْتُوْفًا

اور جو تشبیہ سے اسکا ثانی اور مانند پیدا کرنا چاہتا ہو اُسے حسرت رہیگی اور ایسا عاجز ہو جائیگا جیسے وہ شخص جس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں۔

وَفِی الْمَعَارِجِ یَلْقٰی مَوْجُ قُدْرَتِہٖ   مَوْجًا یُعَارِضُ طَرْفَ الرُّوْحِ مَکْفُوْفًا

اور اعلےٰ درجہ کی باتوں میں اُس کی قدرت کی موج اُن موجوں سے ٹکراتی ہے جو کہ روح کے کنارہ کو روکے ہوئے ہے۔

فَاتْرُکْ اَخَا جَدَلٍ فِی الدِّیْنِ مُنْعَمِقًا   قَدْ بَاشَرَ الشَّکَّ فِیْہِ الرَّأْیُ مَوْءُوْفًا

اب جو دین کے بارے میں جھگڑا کرتا ہو اسے تو اُس کی گمراہی میں پڑا چھوڑ دو اس لیے کہ شک نے اُس کی رائے کو بیکار کر دیا ہے۔

وَاصْحَبْ اَخَا ثِقَۃٍ حُبًّا لِسَیِّدِہٖ   وَبِالْکَرَامَاتِ مِنْ مَوْلَاہُ مَحْفُوْفًا

اور اپنے مالک کی محبت کے سبب سے پورا بھروسہ کرنیوالے کا ساتھ دو۔ اِس لیے کہ آقا کی طرف سے بزرگیوں نے اُس شخص کو گھیر لیا ہوگا۔

اَمْسٰی دَلِیْلُ الْھُدٰی فِی الْاَرْضِ مُنْتَشِرًا   وَفِی السَّمَاءِ جَمِیْلُ الْحَالِ مَعْرُوْفًا

ہدایت کی دلیلیں تو ساری زمین میں پھیل گئی ہیں اور آسمان والے تو اُسکے حال کی خوبی پہلے ہی سے جانتے ہیں۔

امالی شیخ میں محمد ابن زید طبری سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام رضا علیہ السّلام کو توحید خدا کے بارے میں یوں فرماتے ہوئے سُنا۔ چنانچہ وہ حضرتؑ

فرماتے تھے۔

أَوَّلُ عِبَادَةِ اللّٰهِ مَعْرِفَتُهُ وَأَصْلُ مَعْرِفَةِ اللّٰهِ جَلَّ اسْمُهُ تَوْحِيدُهُ وَنِظَامُ تَوْحِيدِهِ نَفْيُ التَّحْدِيدِ عَنْهُ لِشَهَادَةِ الْعُقُولِ أَنَّ كُلَّ مَحْدُودٍ مَخْلُوقٌ وَأَنَّ لَهُ خَالِقًا لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ وَالْمُمْتَنِعُ لَيْسَ مِنَ الْحُدُوثِ هُوَ الْقَدِيمُ فِي الْأَوَّلِ فَلَيْسَ عَبَدَ اللّٰهَ مَنْ نَعَتَ ذَاتَهُ وَلَا إِيَّاهُ وَحَّدَ مَنِ اكْتَنَهَهُ وَلَا حَقِيقَتَهُ أَصَابَ مَنْ مَثَّلَهُ وَلَا بِهِ صَدَّقَ مَنْ نَهَاهُ وَلَا صَمَدَهُ مَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ مِنَ الْحَوَاسِّ وَلَا إِيَّاهُ عَنَى مَنْ شَبَّهَهُ وَلَا لَهُ عَرَفَ مَنْ بَعَّضَهُ وَلَا إِيَّاهُ أَرَادَ مَنْ تَوَهَّمَهُ كُلُّ مَعْرُوفٍ بِنَفْسِهِ مَصْنُوعٌ وَكُلُّ قَائِمٍ مِمَّنْ سِوَاهُ مَعْلُولٌ بِصُنْعِ اللّٰهِ يُسْتَدَلُّ عَلَيْهِ وَبِالْعُقُولِ تُعْتَقَدُ مَعْرِفَتُهُ وَبِالْفِطْرَةِ تُثْبَتُ حُجَّتُهُ خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالَى الْخَلْقَ حِجَابًا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ وَمُبَايَنَتُهُ إِيَّاهُمْ مُفَارَقَةُ أَيْنِيَّتِهِمْ وَابْتِدَاؤُهُ لَهُمْ دَلِيلٌ عَلَى أَنْ لَا ابْتِدَاءَ لَهُ لِعَجْزِ كُلِّ مُبْتَدَإٍ مِنْهُمْ عَنِ ابْتِدَاءِ مِثْلِهِ فَأَسْمَاؤُهُ تَعَالَى تَعْبِيرٌ وَأَفْعَالُهُ سُبْحَانَهُ تَفْهِيمٌ قَدْ جَهِلَ اللّٰهَ مَنْ حَدَّهُ وَقَدْ تَعَدَّاهُ مَنِ اشْتَمَلَهُ وَقَدْ

اللہ کی پہلی عبادت اُسکی معرفت ہی اور خدا کی معرفت کی اصل جسکے نام کی بزرگی ہو اُسکی توحید ہی اور اُسکی توحید کا انتظام عقلوں کی گواہی کی بموجب یہ ہی کہ اُسکو محدود نہ مانا جائے۔ اِس لیے کہ ہر محدود مخلوق ہی اور اُسکا خالق ایسی چیز ہی کہ وہ کسی کا پیدا کیا ہوا نہیں اور محال ممکنات میں سے نہیں ہو سکتا وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ہی پس جسنے خدا کی ذات کی تعریف کی اُسنے اللہ کی عبادت ہی نہیں کی اور جسنے اُسکی کُنہ بیان کی اُسنے اُسکو واحد نہیں سمجھا اور جسنے اُسکی کسی چیز سے مثال دی وہ اُسکی حقیقت ہی کو نہیں پہنچا اور جسنے اُسکی انتہا مان لی اُسنے اُسکی تصدیق ہی نہیں کی اور جسنے کسی حواس سے اُسکی طرف اشارہ کیا اُسنے اُسکو بے نیاز ہی نہیں جانا اور جسنے اُسکو کسی شی سے تشبیہ دی اُسنے اُس اصل کو مراد ہی نہیں لیا اور جسنے اُسکے اجزا مان لیے اُسنے اصل کو پہچانا ہی نہیں اور جسنے اُسکی متعلق وہم کیا اُسنے خود اُس سے کوئی غرض ہی نہیں رکھی۔ ہر چیز جو اپنی ذات سے پہچانی جائے وہ ضرور کسی کی بنائی ہوئی ہی اور ہر وہ چیز جسکا وجود دوسرے کی بدولت قائم ہو اُسکی وجہ کوئی اور ہی۔ اللہ کی ذات پر اُسکی مصنوعات کی ذریعہ سے استدلال کیا جاسکتا ہی اور عقلوں کی ذریعہ سے اُسکی معرفت کا اعتقاد ہو سکتا ہی اور نیچر کی ذریعہ سے اُسکی حجت ثابت ہوتی ہی۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اِس شان سے پیدا کیا ہی کہ خود اُسکی اور اُنکی مابین پردے حائل ہیں اور خود اُسکا اُنسے الگ ہونا اُنکے مقامات کی الگ الگ ہونے سے نمایاں ہی اور اُن سب کی ابتدا ہونا اِس بات کی دلیل ہی کہ ہر مبتدا اپنی مانند کی ابتدا کرنے سے عاجز ہی پس خدا تعالیٰ کے نام جو ہیں وہ حقیقت میں تعبیر ہیں (یعنی عبارت کا شروع کرنا) اور اسکی افعال جو ہیں وہ تفہیم ہیں (یعنی سمجھانا) ورنہ جسنے خدا کو محدود کیا اُسنے سمجھا ہی نہیں اور جسنے اُسے کسی چیز کے ساتھ شامل سمجھا اُس نے اُس کو متعدد کر دیا۔ اور جس نے اُس کی

أَخْطَأَهُ مَنِ اكْتَنَهَهُ وَمَنْ قَالَ كَيْفَ هُوَ فَقَدْ شَبَّهَهُ وَمَنْ قَالَ فِيْهِ لِمَ فَقَدْ عَلَّلَهُ
وَمَنْ قَالَ مَتَى فَقَدْ وَقَّتَهُ وَمَنْ قَالَ فِيْمَ فَقَدْ ضَمَّنَهُ وَمَنْ قَالَ إِلَامَ فَقَدْ
نَهَّاهُ وَمَنْ قَالَ حَتَّامَ فَقَدْ غَيَّاهُ وَمَنْ غَيَّاهُ فَقَدْ جَزَّأَهُ وَمَنْ جَزَّأَهُ فَقَدْ أَلْحَدَ
فِيْهِ لَا يَتَغَيَّرُ اللّٰهُ تَعَالَى بِتَغَايُرِ الْمَخْلُوْقِ وَلَا يَتَحَدَّدُ بِتَحَدُّدِ الْمَحْدُوْدِ وَاحِدٌ لَا
بِتَأْوِيْلِ عَدَدٍ ظَاهِرٌ لَا بِتَأْوِيْلِ الْمُبَاشَرَةِ مُتَجَلٍّ لَا بِاسْتِهْلَالِ رُؤْيَةٍ بَاطِنٌ لَا
بِمُزَايَلَةٍ مُبَائِنٌ لَا بِمَسَافَةٍ قَرِيْبٌ لَا بِمُدَانَاةٍ لَطِيْفٌ لَا بِتَجَسُّمٍ مَوْجُوْدٌ
لَا عَنْ عَدَمٍ فَاعِلٌ لَا بِاضْطِرَابٍ مُقَدِّرٌ لَا بِفِكْرَةٍ مُدَبِّرٌ لَا بِحَرَكَةٍ مُرِيْدٌ لَا
بِعَزِيْمَةٍ شَاءٍ لَا بِهِمَّةٍ مُدْرِكٌ لَا بِمَجَسَّةٍ سَمِيْعٌ لَا بِآلَةٍ بَصِيْرٌ لَا بِأَدَاةٍ لَا
تَصْحَبُهُ الْأَوْقَاتُ وَلَا تَضَمَّنُهُ الْأَمَاكِنُ وَلَا تَأْخُذُهُ السِّنَاتُ وَلَا تَحُدُّهُ الصِّفَاتُ
وَلَا تُقَيِّدُهُ الْأَدَوَاتُ سَبَقَ الْأَوْقَاتِ كَوْنُهُ وَالْعَدَمَ وُجُوْدُهُ وَالْاِبْتِدَاءَ أَزَلُهُ

اُسکی کنہ بیان کی اُس نے اس بارے میں خطا کی اور جس نے یہ کہا کہ وہ کیسا ہے اُس نے کسی چیز سے
اُس کو تشبیہ دیدی۔ اور جس نے اُس کے بارے میں چون و چرا کی اُستے اُسکے اسباب پیدا کیے اور
جس نے کب کا لفظ استعمال کیا اُس نے اُسکو وقت کا پابند سمجھ لیا اور جسنے یہ کہا کہ کس میں اُستے اُسے
دوسری چیز سے ملا دیا۔ اور جس نے کہاں تک کا لفظ استعمال کیا اُسنے اُسکی انتہا مان لی اور جس نے
کب تک کہا اُستے اُسکی کوئی غایت مدنظر رکھی اور جس نے غایت مدنظر رکھی اُس نے اُسکے ٹکڑے کر دیے
اور جسنے اُسکے ٹکڑے مان لیے اُسنے اُسکے بارے میں کفر کیا۔ خدا تعالےٰ میں وہ تغیرات پیدا ہی نہیں ہوتی
جو مخلوق میں ہوتے ہیں اور نہ وہ کسی محدود کے محدود کرنے سے محدود ہوتا ہی۔ وہ ایک ہی مگر ایسا ایک
کہ جو عددی نہ گنا جائے۔ وہ غالب ہے مگر کسی چیز سے مڈبھیڑ کر کے نہیں۔ اُسکی ہستی ظاہر ہے
مگر اس طرح نہیں کہ دکھائی دے۔ ہر چیز سے آگاہ ہے مگر کسی روشنی کے ذریعہ سے نہیں
دور ہے مگر کسی مسافت پر نہیں۔ قریب ہے مگر ظاہری قرب سے نہیں۔ لطیف ہی مگر جسم کی ذریعہ
سے نہیں۔ موجود ہے مگر عدم کے مقابل نہیں۔ فاعل ہی مگر گھبراہٹ کی ساتھ نہیں۔ مقرر کرنیوالا ہے مگر
سوچ بچار کے نہیں۔ تدبیر کرنیوالا ہے مگر کسی حرکت کے ساتھ نہیں۔ تائید کرنیوالا ہے مگر
کسی ارادہ کی ضرورت نہیں۔ مشیت والا ہے مگر کسی خیال کے ساتھ نہیں۔ ادراک کرنیوالا ہے
مگر کسی حواس سے نہیں۔ سُننے والا ہے مگر کسی آلہ سے نہیں۔ دیکھنے والا ہے مگر کسی عینک
سے نہیں نہ وقت اُس کے ساتھ چل سکتے ہیں اور نہ مکان اُس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ نہ برس
اُس کو پا سکتے ہیں اور نہ صفات اُسکو محدود کر لی ہیں اور نہ آلات اُسکو مقید کرتے ہیں۔ اُسکی ہستی
تمام اوقات سے بڑھی ہوئی ہے اور اُس کا وجود عدم سے بھی پہلے ہے اُسکی ابتدا ازلی ہے۔

بِخَلْقِهِ الْاَشْيَاءَ عُلِمَ اَنْ لَّا شِبْهَ لَهٗ وَ بِمُضَادَّتِهٖ بَيْنَ الْاَشْيَاءِ عُلِمَ اَنْ لَّا ضِدَّ لَهٗ وَ بِمُقَارَنَتِهٖ بَيْنَ الْاُمُوْرِ عُرِفَ اَنْ لَّا قَرِيْنَ لَهٗ ضَادَّ النُّوْرَ بِالظُّلْمَةِ وَالشَّرَّ بِالْخَيْرِ مُؤَلِّفٌ بَيْنَ مُتَعَادِيَاتِهَا مُفَرِّقٌ بَيْنَ مُتَدَانِيَاتِهَا بِتَفْرِيْقِهَا دَلَّ عَلٰى مُفَرِّقِهَا وَ بِتَاْلِيْفِهَا عَلٰى مُؤَلِّفِهَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ لَهٗ مَعْنَى الرُّبُوْبِيَّةِ اِذْ لَا مَرْبُوْبَ وَحَقِيْقَةُ الْاِلٰهِيَّةِ اِذْ لَا مَاْلُوْهَ وَمَعْنَى الْعَالِمِ اِذْ لَا مَعْلُوْمَ لَيْسَ مُنْذُ خَلَقَ اسْتَحَقَّ مَعْنَى الْخَالِقِ وَلَا مِنْ حَيْثُ اَحْدَثَ اسْتَفَادَ مَعْنَى الْمُحْدِثِ لَا تُغَيِّبُهٗ مُنْذُ وَلَا تُدْنِيْهِ قَدْ وَلَا يَحْجُبُهٗ لَعَلَّ وَلَا يُوَقِّتُهٗ مَتٰى وَلَا يَشْتَمِلُهٗ حِيْنَ وَلَا يُقَارِنُهٗ مَعَ كُلُّ مَا فِي الْخَلْقِ اَثَرٌ غَيْرُ مَوْجُوْدٍ فِيْ خَالِقِهٖ

اُس کے چیزوں کے پیدا کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ اُس کا مانند کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اور چیزوں کے مابین اضداد پیدا کرکے اُس نے یہ جتلا دیا کہ اُس کا ضد بھی کوئی نہیں۔ اور بہت سے امور میں مشابہت قائم کرکے یہ تبلا دیا کہ اُس کا قرین بھی کوئی نہیں۔ روشنی کو اندھیری کی ضد بنا دیا اور نیکی کو بدی کی آپس میں عداوت رکھنے والی چیزوں کے مابین الفت پیدا کرنیوالا ہے۔ اور قربت رکھنے والی چیزوں کی مابین جُدائی ڈالنے والا ہے۔ اُس کے جُدائی ڈالنے نے جُدائی ڈالنے والے کا وجود بتلایا اور اُسکے الفت پیدا کرنے نے الفت پیدا کرنیوالے کی ہستی سمجھائی۔ اُس نے ارشاد فرمایا "اور ہر چیز کو ہم نے ہی جوڑا جوڑا بنایا "تاکہ تم یاد رکھو"۔ اُس کے لیے رب ہونے کے معنی اُس وقت سے ثابت ہیں جبکہ کوئی مربوب ہی نہ تھا اور اُس کی حقیقت الوہیت اُس وقت سے ثابت ہے جب اُس کی طرف کوئی توجہ کرنیوالا ہی نہ تھا۔ اور اُس کے لیے عالم ہونا اُس وقت سے ثابت ہے جبکہ کوئی معلوم ہی نہ تھا۔ یہ بات نہیں ہے کہ وہ لفظ خالق کے معنی کا اُس وقت سے مستحق ہوا جس وقت سے کہ اُس نے پیدا کیا۔ اور نہ یہ بات ہے کہ موجد کے معنی کا مطلب اُس وقت کھلا جبکہ اُسنے ایجاد شروع کی۔ نہ لفظ مُنْذُ (کب سے) اُسکو غائب کرتا ہے اور نہ لفظ قَدْ اُسکو قریب کرتا ہے اور نہ لفظ لَعَلَّ (شاید) اُس پر پردہ ڈالتا ہے اور نہ لفظ مَتٰی (کب) اُسکا وقت باندھتا ہے اور نہ لفظ حِیْنَ (اُس وقت) اُس کو کسی چیز کے ساتھ ملاتا ہے اور نہ لفظ مَعَ (ساتھ) اُسکو کسی چیز سے قریب کرتا ہے مخلوق میں جو کچھ بھی اثر پایا جاتا ہے وہ اُسکے خالق میں ہرگز نہیں ہے

وَكُلُّ مَا أَمْكَنَ فِيهِ مُمْتَنِعٌ فِي صَانِعِهِ لَا تَجْرِي عَلَيْهِ الْحَرَكَةُ وَالسُّكُونُ كَيْفَ يَجْرِي عَلَيْهِ مَا هُوَ أَجْرَاهُ وَيَعُودُ فِيهِ مَا هُوَ ابْتَدَأَهُ إِذًا لَتَفَاوَتَتْ دَلَالَتُهُ وَلَامْتَنَعَ مِنَ الْأَزَلِ مَعْنَاهُ وَلَوْ كَانَ لِلْبَارِئِ مَعْنًى غَيْرَ الْمُبْرِئِ لَوُجِدَ لَهُ وَرَاءَ الْحَدِّ لَهُ أَمَامُهُ وَلَوِ الْتُمِسَ لَهُ التَّمَامُ لَلَزِمَهُ النُّقْصَانُ كَيْفَ يَسْتَحِقُّ الْأَزَلَ مَنْ لَا يَمْتَنِعُ عَنِ الْحَدَثِ وَكَيْفَ يُنْشِئُ الْأَشْيَاءَ مَنْ لَا يَمْتَنِعُ مِنَ الْإِنْشَاءِ لَوْ تَعَلَّقَتْ بِهِ الْمَعَانِي أَقَامَتْ فِيهِ آيَةَ الْمَصْنُوعِ وَلَتَحَوَّلَ عَنْ كَوْنِهِ دَالًّا إِلَى كَوْنِهِ مَدْلُولًا عَلَيْهِ لَيْسَ فِي مَجَالِ الْقَوْلِ حُجَّةٌ وَلَا فِي الْمَسْأَلَةِ عَنْهُ جَوَابٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

اور جو کچھ بھی مخلوق میں ممکن ہے وہ سب اُس کے بنانیوالے میں محال ہے۔ نہ اُس پر حرکت کا حکم جاری ہے نہ سکون کا۔ اُس پر کوئی حکم جاری کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اُسی نے ہر چیز کو جاری کیا ہے۔ اور جس چیز کی ابتدا اُسی کی طرف سے ہے وہ اُسی کے بارے میں لَوٹ کیسے سکتی ہے۔ اِسی سبب سے تو اُسکی دلالت بدل گئی اور ازل سے اُس کے معنی ہی مختلف ہوگئے۔ اور اگر لفظ بارئ (پیدا کرنیوالے) کے معنی ابتدائی پیدا کرنیوالے کے سوا کچھ اور ہوتے تو جو حد بھی لیجاتی اُس سے مقدم کسی اور چیز کا وجود ثابت ہوتا۔ اور اگر اُس سے تکمیل مُراد لیجاتی تو پہلے سے اُس میں نقصان لازم آتا۔ وہ ازلی ہونے کا مستحق کیونکر ہوسکتا ہے جو حدوث سے باز نہیں رہ سکتا۔ اور وہ چیز کو پیدا کیسے کرسکتا ہے جو خود پیدا ہونے سے نہیں رُک سکتا۔ اگر معانی اُس سے متعلق کیے جائیں تو مخلوق کی نشانی اس میں قائم ہو جائیگی۔ اور بجائے اِس کے کہ وہ خود کسی چیز پر دلالت کرے ہر چیز خود اُس کی ذات پر دلالت کرنیوالی ہو جائیگی۔ اُس کے وجود پر کوئی حجت قائم کرنا ناطقہ کی حد سے باہر ہے اور اُس کی ذات کے متعلق جو سوال کیا جائے اُس کا جواب ہی نہیں ہوسکتا۔ سوائے اُس خدائے بزرگ و برتر کے کوئی معبود نہیں ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۸۳۵

جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں کو عبادت کا حکم دینے کے لیے پیدا کیا ہے۔ کسی نے عرض کی خدا تو یہ فرما چکا ہے وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ (ترجمہ کے لیے دیکھیے صفحہ ۸۳۴ سطر ۱۰) تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام بندے اختلاف کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ پھر عبادت کیسی؟ حضرتؑ نے فرمایا مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اُن کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ ایسے افعال بجا لائیں جس سے اُس کی رحمت کے مستحق ہو جائیں۔ اور وہ اُن پر رحمت فرمائے (ذٰلِكَ کا مشارٌ الیہ رحمتِ خدا ہے)۔

تفسیرِ قمّی میں اُنہی جنابؑ سے یوں روایت ہے کہ خداوندِ عالم نے انسان اور جنّات کو امر و نہی (اور احکام) کی تکلیف دینے کے لیے خلق فرمایا ہے اور اُس نے اپنے بندوں کو عبادت پر مجبور نہیں کیا ہے بلکہ اختیار دیا ہے تاکہ امر و نہی میں امتحان پورا ہو اور عاصی اور فرمانبردار جُدا جُدا ہو جائیں۔

محمد ابن ابو عمیر کہتے ہیں میں نے جناب امام موسے کاظم علیہ السّلام سے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی اس حدیث کا مطلب دریافت کیا اَلشَّقِیُّ مَنْ شَقِیَ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ وَالسَّعِیْدُ مَنْ سَعِدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ جو اپنی ماں کے پیٹ میں شقی ہے وہ شقی (بدبخت) ہوگا اور جو اپنی ماں کے پیٹ میں سعید ہے وہ سعید ہوگا۔ حضرتؑ نے فرمایا جو بچّہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہو اور اُس کے متعلق خدا کے علم میں گزر چکا ہو کہ یہ بدبختوں کے سے کام کریگا تو وہ شقی ہوگا۔ اور جس کے متعلق یہ علم ہو چکا ہو کہ اُس کے افعال سعادتمندوں کے سے ہونگے وہ سعید ہوگا۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! اس حدیث سے کیا مراد ہے اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُّيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ اعمالِ خیر بجا لاؤ کہ جو شخص جس کام کے لیے مخلوق ہوا ہے اُس کے اسباب اُس کے واسطے مہیّا کر دیے گئے ہیں۔ فرمایا خداوندِ عالم نے انسان اور جنّات کو اپنی عبادت (اطاعت) کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس لیے خلق نہیں فرمایا ہے کہ بندے اُسکی نافرمانی کیا کریں چنانچہ ارشاد فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ (دیکھو صفحہ ۸۳۵ سطر ۱) پس اُس نے ہر شخص کے لیے عبادت کے اسباب مہیّا کر دیے ہیں تاکہ خلقت کی غایت پوری کر سکیں۔ افسوس ہے اُن لوگوں کے حال پر جو ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی اختیار

کرتے ہیں۔

حبیب سجستانی سے روایت ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا جبکہ خداوند عالم نے آدم علیہ السلام کی پشت سے اُن کی ذرّیت کو اس لیے نکالا کہ اُن سے اپنی پروردگار ہونیکا اور ہر نبی کی نبوّت کا عہد و پیمان لے اور سب انبیاء سے پہلے جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ کی رسالت کا اقرار اُن سے لیا گیا پھر ارشادِ باری ہوا اے آدمؑ اپنی ذرّیت کے حالات پر نظر ڈالو تو آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ اُن کی ذرّیت چیونٹی دَل سارے آسمان میں پھیلی پڑی ہے۔ یہ حال دیکھکر اُن جنابؑ نے درگاہِ خدا میں عرض کی خدایا میری اولاد کی کتنی کثرت ہے۔ تونے اِن کو کس لیے پیدا کیا ہے۔ اور کس بات کا تو اِن سے عہد و پیمان لے رہا ہے؟ ارشادِ باری ہوا میں نے اِن سب کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں اور کسی کو میرا شریک نہ مانیں۔ میرے رسولوں پر ایمان لائیں اور اُن کی پیروی کریں۔ حضرت آدمؑ نے عرض کی خدایا اسکی وجہ کیا ہے کہ بعض چیونٹیاں تو بڑی ہیں بعض چھوٹی۔ بعض میں نور زیادہ ہے بعض میں کم اور بعض میں بالکل ہی نہیں۔ ارشاد ہوا میں نے اِسی طور سے اِنہیں پیدا کیا ہے تاکہ میں ہر حال میں انکا امتحان لوں۔ آدم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار! اگر تیری اجازت ہو تو کچھ عرض کروں؟ ارشاد ہوا اے آدمؑ! جو جی چاہے کہو۔ تمہاری روح میری مخلوق ہے لیکن تمہاری طبیعت (انسانی) میری مشیّت کے برخلاف چلیگی۔ حضرت آدمؑ نے عرض کی اے اللہ! اگر تو ان سب کو ایک ہی مثال پر اور ایک ہی اندازہ اور طبیعت کا پیدا کرتا اور سب کو ایک ہی سے عمریں عطا فرماتا اور سب کو برابر برابر رزق دیتا تو یہ لوگ آپس میں بغاوت نہ کرتے اور نہ ایک دوسرے سے بغض و حسد رکھتے اور نہ کسی بات میں اختلاف کرتے۔ ارشادِ باری ہوا اے آدمؑ! تم نے یہ بات تو کہی مگر اپنی کمزور طبیعت اور لاعلمی کی وجہ سے تم نے تکلف بھی کیا۔ حالانکہ میں عالم الغیب خدا ہوں۔ میں نے اپنے علم سے اُن کی خلقت میں اختلاف رکھا ہے۔ جیسا میں چاہتا ہوں اپنا حکم اُن میں جاری کرتا ہوں۔ اور میری ہی تدبیر اور قدرت کی طرف اُن کی رجوع ہوگی۔ میری خلقت کو کوئی بدل نہیں سکتا میں نے انسان اور جنات کو صرف اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کیا کریں۔ جو میری عبادت و اطاعت کیا کریگا اور میرے رسولوں کا فرمانبردار رہیگا اُس کے لیے میں نے جنّت بنائی ہے۔ اگرچہ مجھے اُنکی پروا نہیں ہے۔ اور جو میرے بندے کفر اختیار کرینگے اور میرے نافرمان بنینگے اور میرے رسولوں کی پیروی نہ کرینگے اُن کے لیے میں نے دوزخ مہیّا کر رکھا ہے اگرچہ میں اُن کی

مخالفت کی پروا نہیں کرتا ہوں۔ اے آدمؑ! میں نے تم کو اور تمہاری ذریت کو اس لیے نہیں پیدا کیا ہے کہ مجھے تمہاری یا اُن کی کوئی حاجت و ضرورت ہے۔ بلکہ تمہاری اور اُنکی پیدائش کی غایت امتحان ہے کہ تم سب میں کون ایسا ہے جو زندگانی میں اعمال نیک بجالائے۔ اور اسی لیے میں نے دنیا۔ آخرت۔ زندگی۔ موت۔ طاعت۔ معصیت۔ جنت اور دوزخ پیدا کیے۔ یہ سب باتیں میں نے اپنی تدبیر اور قدرت سے کی ہیں۔ اور اپنے علم سے اِن سب کی صورتوں میں اور جسموں میں اور رنگوں میں اور عمروں میں اور رزق میں اور اطاعت و معصیت میں اختلاف رکھا ہے۔ کسی کو سعید بنایا ہے کسی کو شقی۔ کسی کو بصیر بنایا ہے کسی کو نابینا۔ کسی کو چھوٹے قد کا بنایا ہے کسی کو دراز قد کا۔ کسی کو خوبرو بنایا ہے کسی کو بدصورت کسی کو عالم رکھا ہے کسی کو جاہل۔ کسی کو غنی بنایا ہے کسی کو فقیر۔ کسی کو مطیع بنایا ہے کسی کو نافرمان۔ کسی کو تندرست رکھا ہے کسی کو بیمار۔ کسی کو اپاہج بنایا ہے کسی کو بلا رسیدہ تا کہ تندرست آدمی کسی گرفتار بلا کو دیکھکے میری حمد بجالائے اور اپنی عافیت کا شکر ادا کرے۔ اور دردمند کسی تندرست کو دیکھکر مجھ سے دعا مانگے اور صحت کا مجھ سے سوال کرے۔ اور بلاؤں پر صابر رہے تو میں اُس کو بڑا ثواب عطا کرونگا اور غنی بندے فقیروں کو دیکھکے میری حمد و شکر بجالائیں اور فقیر بندہ کسی امیر کو دیکھے تو مجھ سے دعا مانگے۔ اور اگر مومن کسی کافر پر نظر ڈالے تو اس بات کا شکر بجالائے کہ اُسے ہدایت نصیب ہوئی۔ پس میں نے اِن سب کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ میں خوشحالی میں اور سختی میں۔ عافیت کے زمانہ میں۔ گرفتار بلا ہونے کے وقت میں۔ کسی کو عطیہ دیکے۔ کسی کو محروم رکھکے آزماؤں۔ میں تمام عالم کا شاہ اور خود مختار رہا ہوں میرے اختیار میں ہے کہ میں اپنی تدبیر کے موافق تقدرت جاری کروں اور جس کو چاہوں بدلدوں اور مؤخر کو مقدم اور مقدم کو مؤخر کردوں۔ میں اللہ ہوں اپنے ارادہ سے ہر کام کو کر گزرنیوالا ہوں۔ میرے کیے ہوئے کاموں کے بارے میں کوئی مجھ سے سوال نہیں کرسکتا۔ میں البتہ اپنی مخلوق سے ہر طرح جواب طلب کرسکتا ہوں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۳۵ ۸

(قولِ مترجم) بیت المعمور کے متعلق جتنی مختلف روایتیں ہیں اُن سب پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوا کہ جو بیت اللہ حضرت آدم علیہ السلام کی خاطر زمین پر ایک سفید موتی کا بنایا گیا تھا اور وہ موجودہ بیت اللہ کی جگہ تھا اور حضرت آدم علیہ السلام نے اُس کے چالیس حج پاپیادہ ہندوستان سے حجاز تک جاکر ادا کیے تھے وہ توطوفان نوحؑ کے وقت زمین سے اُٹھا کر آسمان چہارم پر اسی بیت اللہ کے محاذ میں قائم کردیا گیا ہے اور آسمان اوّل پر اُسی صورت کا

مکان ضراح نام قائم کیا گیا ہے اور آسمانِ ہفتم پر اُسی صورت کا مکان بیت المعمور نام اُن فرشتوں کے لیے قائم کیا گیا ہے جو عرش کے پاس سے اِس گستاخی کے سبب ہٹا دیے گئے تھے کہ جب خدا تعالٰے نے زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کرنیکی اُن کو اطلاع دی تو اُنھوں نے اجماع کر کے اعتراضاً یہ عرض کیا اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ (دیکھو صفحہ ۸ سطر ۹۔ اور اُس کا متعلقہ نوٹ) وہ اتنے فاصلہ پر ہٹائے گئے تھے کہ جتنا فاصلہ پانسو برس میں طے کیا جا سکے۔ پھر چونکہ اُنھوں نے رحمتِ خدا کی خواستگاری کی تو اُن کے لیے بیت المعمور قائم کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ اِس کا طواف کرتے رہو۔ عرش سے غرض نہ رکھو۔ اِس لیے کہ ہماری خوشی اسی میں ہے۔ چنانچہ وہ اُس کا طواف کرتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے اُس میں روزانہ داخل ہوتے ہیں کہ دوبارہ اُن کا نمبر نہیں آتا۔ اِس طرح بیت المعمور کو ملاء اعلٰے کے رہنے والوں کے لیے جائے توبہ مقرر کیا۔ پس آسمانِ ہفتم اور اُس سے اوپر والوں کے لیے تو آسمان ہفتم کا بیت المعمور جائے توبہ ہے اور آسمانِ ششم و آسمانِ پنجم اور آسمانِ چہارم کی باشندوں کے لیے آسمانِ چہارم کا بیت المعمور اُن کی توبہ قبول ہونیکا مقام ہے۔ اور آسمانِ سوم و آسمانِ دوم و آسمانِ اوّل کے باشندوں کی یہی ضراح جو آسمانِ اوّل پر ہے وہ توبہ قبول ہونیکا مقام ہے اب رہے اہلِ زمین۔ اُن کے لیے جناب ابراہیم علیہ السّلام کو حکم ہوا کہ اپنے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کی مدد سے اُنھی بنیادوں پر جن پر اصل بیت اللہ قائم تھا کعبۃ اللہ بنا کر دیں۔ اس حکم کی تعمیل دونوں باپ بیٹوں نے کی۔ اور یہ اہلِ زمین کی توبہ قبول ہونیکا مقام قرار پایا۔

(اِس مطلب کے لیے دیکھو صفحہ ۳۰ نوٹ نمبر ۱ تا نمبر ۴)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۳۹

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى۔ یعنی خدا تعالٰے یہ فرماتا ہے کہ اُس ستارے کے پیدا کرنیوالے کی قسم جب وہ ڈوبنے لگا کہ وہ اُترا مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ تمہارا رفیق ہمارا رسولؐ علی بن ابیطالب کی محبت میں فریفتہ نہیں ہوا وَمَا غَوٰى اور نہ بہکا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کی شان میں اپنی خواہشِ نفسانی سے کچھ نہیں کہتا۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى کا یہ مطلب ہے کہ جو کچھ وہ فرماتے ہیں وہ وحی ہوتی ہے جو اُن کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

قمیؒ نے جناب امام رضا علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ اِس آیت میں وَالنَّجْمِ سے مُراد جناب رسولِ خدا ہیں۔

جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے مَا ضَلَّ کی تفسیر میں مروی ہے کہ تمہارا پیغمبر صلعم نہ علیؑ کی محبت میں گمراہ ہوئے اور نہ بہکے اور نہ اُن کی شان میں اپنی طرف سے کوئی بات

فرماتے تھے۔ جو فضیلت بیان فرماتے تھے وہ اُس وحی کے مطابق ہوتی تھی جو اُن کی طرف بھیجی جاتی تھی۔

کافی میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ خداوندِ عالم نے قبرِ جناب رسولِ خدا کی قسم کھائی ہے جو اُن جناب کی وفات کے بعد بنائی گئی۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ یعنی تمہارا رفیق (ہمارا رسول) اپنے اہلبیت کے فضائل بیان کرنے میں نہ گمراہ ہے اور نہ بہکا ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی یعنی ہمارا رسول اپنے اہلبیت کے بارے میں کوئی بات اپنی خواہش نفسانی سے نہیں کہتا ہے۔ جیسا کہ خدا کہتا ہے اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔

المجالس میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا نہ تو یہ ممکن ہے کہ تمام آدمی کسی بات سے راضی ہو جائیں اور نہ لوگوں کی زبان پکڑی جا سکتی ہے جبکہ خدا کے انبیاء و رسول اور اُس کی حجتیں زبانِ خلائق سے محفوظ نہ رہ سکے تو تم لوگ کیسے سالم رہ سکتے ہو۔ کیا اصحابِ رسول نے آنحضرت پر یہ تہمت نہیں لگائی تھی کہ یہ اپنے ابنِ عم علیؑ بن ابیطالب کی شان میں اپنی خواہش نفسانی سے کہتے ہیں جو کچھ بھی کہتے ہیں یہاں تک کہ خدا تعالےٰ نے اُن کی تکذیب فرما دی۔ اور یہ ارشاد فرمایا مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔

من لایحضرہ الفقیہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے بروایت اپنے آباؤ اجداد کے منقول ہے کہ جب جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ مرض الموت میں مبتلا ہو گئے تو آنحضرت کے اہلبیت اور اصحاب جمع ہو کر اُن کی خدمت میں آئے اور عرض کی یا رسول اللہ! اگر آپ پر کوئی اُفتاد پڑے تو آپ کے بعد ہمارا کون ؟ اور آپ کا حکم ہم میں چلانیوالا کون ؟ آنحضرت نے اُن کو کوئی جواب نہ دیا خاموش رہے۔ دوسرے دن پھر اُن سب نے وہی سوال کیا مگر آنحضرت نے اُن کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا جب تیسرا دن ہوا تو انھوں نے پھر وہی دُہرایا اور یہ عرض کی کہ یا رسول اللہ! اگر (خدانخواستہ) آپ پر کوئی حادثہ واقع ہو جائے تو آپ کے بعد ہمارا کون ؟ اور بجائے آپ کے صاحبِ امر کون ؟ اُس وقت اُن لوگوں سے آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ کل صبح کو میرے صحابیوں میں سے ایک کے گھر میں آسمان سے ایک تارا اُتریگا۔ تم غور سے دیکھتے رہنا کہ وہ کون ہے کہ وہی میرے بعد تم سب پر میرا خلیفہ ہوگا اور میرا امر تم میں وہی جاری کرنیوالا ہوگا۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اُن میں کوئی ایسا نہ تھا جسے یہ لالچ نہ ہو کہ جناب رسولِ خدا اُسی سے یہ فرمائیں کہ میرے بعد تو ہی میرا قائم مقام ہے۔ الغرض جب چوتھا دن ہوا ہر شخص اپنے اپنے

حجرہ میں تارے کے اُتارے کا منتظر بیٹھا تھا کہ یکایک آسمان سے تارا ٹوٹا جسکی روشنی دنیا کی کل روشنی پر غالب آگئی۔ وہ تارا جنابِ امیر المومنین علیہ السلام کے حجرہ میں آگیا۔ یہ حال دیکھکر اصحابِ رسولؐ (میں سے منافقین) جامہ سے باہر ہوگئے۔ اور کہنے لگے (معاذ اللہ) یہ شخص (علیؑ کی محبت میں) وارفتہ ہوگیا ہے اور بہک گیا ہے۔ جو کچھ وہ اپنے چچیرے بھائی کی نسبت کہتا ہے اپنی خواہش نفسانی سے کہتا ہے۔ پس خدائے عزوجل نے (اُن لوگوں کی تکذیب میں) پوری سورۂ والنجم نازل فرمائی۔

اُسی کتاب میں ربیعۂ سعدی سے منقول ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ سے اِس قولِ خدا وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى کی تفسیر پوچھی۔ ابنِ عباسؓ نے فرمایا اس سے مراد وہ ستارہ ہے جو صبح کے وقت جنابِ امیر المؤمنین علیؑ ابنِ ابیطالب کے حجرہ میں اُترا تھا۔ حالانکہ میرے والد عباسؓ بن عبدالمطلب کو بے حد آرزو تھی کہ وہ ستارہ اُن کے گھر میں اُترے۔ تاکہ وہ وصایت اور خلافت و امامت کے مستحق ہو جائیں۔ مگر خدا کو تو یہ منظور ہی نہ تھا کہ علیؑ بن ابیطالب کے سوا کسی اور کے گھر میں وہ تارا اُترتا۔ یہ تو اُسکا فضل ہے جسکو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب جنابِ رسولِ خداؐ نے عیدِ غدیر کے دن جنابِ علیؑ مرتضےٰ کو امیر المؤمنین مقرر فرمایا تو لوگوں کے تین فرقے ہوگئے۔ ایک فرقہ تو یہ کہتا تھا کہ (معاذ اللہ) محمدؐ وارفتہ ہوگئے۔ دوسرا یہ کہتا تھا کہ (توبہ توبہ!!) محمدؐ بہک گئے۔ تیسرے نے یہ کہا تھا کہ محمدؐ اپنے اہلبیتؑ اور چچیرے بھائی کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں وہ اپنی خواہشِ نفس سے کہتے ہیں۔ اِس پر اللہ تعالےٰ نے (اُن کی رد میں) وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى تا اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى نازل فرمائی۔

جنابِ امام علی نقی علیہ السّلام سے بروایت جنابِ امام زین العابدین علیہ السّلام منقول ہے۔ اُن جنابؑ نے جابرؓ ابنِ عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ جس سال مکہ فتح ہوا اصحابِ رسولؐ آنحضرتؐ کی خدمت میں جمع ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! تمام انبیاء کا یہی دستور رہا ہے کہ جب اُن کی نبوت مستقل ہوجاتی تھی تو کسی کو اپنا وصی اور نائب مقرر کرتے تھے جو اُن کا قائم مقام ہو اور اُنکے بعد اُن کے امر کو جاری رکھے اور اُن کی امت میں اُنہی کی سیرت پر چلے (آپ بھی کسی کو خلیفہ مقرر فرمایئے) آنحضرتؐ نے جواب دیا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ جس شخص کو میری اُمت میں سے میرا خلیفہ ہونا پسند فرمائیگا اُسی کے متعلق

آسمان سے ایک نشانی نازل کریگا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ میرے بعد میرا وصی کون ہے! پس جب وہ جناب اُس رات جماعتِ اصحاب کے ساتھ نمازِ عشاء پڑھ چکے تو اُسی وقت لوگ آسمان کی طرف دیکھنے لگے کہ دیکھیں کیا نتیجہ نکلتا ہے اور وہ رات گھپ اندھیری تھی جس میں چاندنی کا نام نہ تھا۔ یکایک دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بڑی روشنی نمودار ہوئی جسنے مشرق و مغرب کو روشن کر دیا۔ حقیقت یہ تھی کہ ایک ستارہ آسمان سے زمین پر اُترا۔ اُسنے گھر گھر چکر لگایا۔ اور آخر میں جناب علیؑ مرتضٰے کے حجرہ پر آٹھہرا۔ اُس کی روشنی بہت تیز تھی۔ اُس نے حجرہ کو اس طرح ڈھانپ لیا جیسے تنور پر کوئی برتن ڈھک جاتا ہے۔ اُس کی شعاع نے تمام مکانوں کو روشن کر دیا۔ پہلے تو لوگ پریشان ہو گئے۔ پھر لگے تہلیل و تکبیر کرنے۔ اور یہ عرض کرتے ہوئے حاضر ہوئے کہ یا رسولؐ اللہ! ستارہ تو آسمان سے علیؑ بن ابیطالب کے حجرہ کی چوکھٹ پر اُترا۔ جابرؓ کا بیان ہے کہ یہ سُنکر آنحضرتؐ کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا خدا کی قسم بس وہی میرے بعد امام اور میرا وصی ہے۔ وہی میرے امور کو قائم و جاری کریگا۔ تم سب اُس کی اطاعت کرنا۔ اُس کی مخالفت نہ کرنا اور اُس سے مقدم نہ ہو جانا۔ وہ میرے بعد خدا کی زمین میں خدا کا خلیفہ ہوگا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ لوگ آنحضرتؐ کے پاس سے نکلے تو منافقوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ اپنے چچیرے بھائی کی نسبت جو کچھ بھی کہتے ہیں خواہشِ نفسانی سے کہتے ہیں (معاذ اللہ) گمراہی اُن پر سوار ہو گئی ہے۔ یہانتک کہ اگر اُن کے اختیار میں ہوتا کہ علیؑ بن ابیطالب کو نبی بنا دیں تو نبی بنا کے چھوڑتے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ اُسی وقت جبرئیلِ امین نازل ہوئے اور عرض کی یا محمدؐ! علیِ اعلےٰ آپ سے بعد تحفۂ سلام فرماتا ہے کہ یہ سورہ پڑھیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى الخ۔

تفسیر قمی میں ہے کہ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى کا یہ مطلب ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ جب اونچے سے اونچے مقام پر پہنچے ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى پھر وہاں سے (عظمت) پروردگار کے قریب ہو گئے پھر اور آگے بڑھ گئے۔ اور یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی ثُمَّ دَنٰى فَتَدَانٰى یعنی وہ جنابؐ آگے بڑھے یہانتک کہ دونوں پاس پاس ہو گئے۔

علل الشرائع میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا تم لوگ اس آیت میں فَتَدَلّٰى نہ پڑھا کرو بلکہ دَنٰى فَتَدَانٰى پڑھو۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ قمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جو فاصلہ جناب رسولِ خدا کو (عظمت) پروردگار سے تھا اُس کی مقدار اتنی تھی کہ جتنی کمان کے قبضہ اور گوشہ میں ہوتی ہے۔ اَوْ اَدْنٰى۔ بلکہ اُس سے بھی کم فاصلہ تھا۔

جناب امام جعفر صادقؑ علیہ السّلام سے منقول ہے کہ پہلا شخص جو اس حد تک پہنچا وہ

جنابِ رسولِ خداؐ تھے۔ سبب یہ کہ ساری مخلوق میں خدا کے سب سے زیادہ مقرب بندے وہی حضرتؐ تھے۔ اور جب اِس مقام پر پہنچے تو جبرئیلؑ امین نے یہ بات عرض کی یا حضرتؐ! آگے بڑھیے۔ آپ کے قدم اُس مقام تک پہنچے ہیں کہ نہ کسی مقرب فرشتے کے قدم یہانتک پہنچے ہیں نہ کسی نبی مرسل کے۔ اور اگر آنحضرتؐ کی روح اور آنحضرتؐ کا نفس اُسی مقام سے آیا ہوا نہ ہوتا تو آنحضرتؐ اُس مقام تک پہنچنے کی تاب ہی نہ لاتے اس لیے کہ عظمت و جلالتِ الٰہی سے اِس قدر قرب تھا جسے اِن لفظوں میں ادا کیا جاتا ہے کَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔

کسی نے جنابِ امام زین العابدین علیہ السّلام سے سوال کیا یا ابن رسولؐ اللہ! کیا خداوند عالم کے لیے کوئی خاص مکان قرار دینا جائز ہے؟ فرمایا نہیں۔ خدا مکان (اور مکانیات) سے مبرّا ہے۔ اُس نے عرض کی پھر حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو آسمان پر کیوں بلایا؟ فرمایا اس لیے کہ آنحضرتؐ کو آسمانوں کی سلطنت اور وہاں کے عجائبات اور نادر صفتیں اور آسمانی مخلوقات دکھائے۔ اُس نے عرض کی پھر قولِ باریتعالےٰ ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا کیا مطلب ہوگا؟ فرمایا مقصود یہ ہے کہ جس وقت جنابِ رسولِ خداؐ حجابِ نور کے پاس پہنچے تو وہاں آسمانوں کی سلطنت (اور اُسکا حُسن انتظام اور خوبی) ملاحظہ فرمائی فَتَدَلّٰی پھر نیچے کو گردن جھکا کے زمین کی شاہی دیکھی۔ یہانتک کہ آنحضرتؐ کو یہ گمان ہوا کہ میں زمین سے اتنا قریب ہوں کہ جتنا چلّہ کمان گوشہ سے قریب ہوتا ہے بلکہ اُس سے بھی کم۔

اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی مروی ہے کہ جب جنابِ رسولؐ خدا شبِ معراج بالائے آسمان تشریف لے گئے تو اُس مقام پر پہنچے جہاں سے (عظمتِ) پروردگار میں اور آنحضرتؐ میں گوشۂ کمان کا بلکہ اُس سے کم فاصلہ تھا تو آنحضرتؐ کے سامنے سے حجاب (نور) اُٹھا دیا گیا تھا۔

امالی میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مجھے بالائے آسمان معراج ہوئی اور میں اپنے پروردگار (کے جلال) سے اتنا قریب ہوا کہ جیسے چلّۂ کمان گوشۂ کمان سے قریب ہوتا ہے یا اُس سے بھی کم تو آواز آئی کہ اے محمدؐ! تم ساری مخلوق میں کس سے زیادہ محبت رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی علیؑ ابنِ ابیطالب سے۔ ارشاد ہوا اے محمدؐ! ذرا مڑ کے تو دیکھو۔ پس جونہی میں نے اپنی بائیں جانب نظر ڈالی تو علیؑ بن ابیطالب کو (اپنے پہلو میں) پایا۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ (ایک مرتبہ) جنابِ امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا

میں اُس بزرگوار کا فرزند ہوں جو (شبِ معراج) اتنے بلند ہوئے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی گزر گئے۔ اور اُن جنابؐ کو (عظمتِ) پروردگار سے اتنا فاصلہ رہگیا کہ جتنا چلّہ کمان اور گوشۂ کمان میں ہوتا ہے یا اِس سے بھی کم۔

جنابِ امام موسےٰ کاظم علیہ السّلام سے دَنیٰ فَتَدَلّٰی کے معنی دریافت کیے گئے تو حضرتؑ نے فرمایا یہ (تَدَلّٰی) قریش کا محاورہ ہے۔ اُن میں سے جو کوئی اِس امر کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ یہ ظاہر کرے کہ میں نے بھی سُنا ہے تو کہتا ہے تَدَلَّیْتُ۔ تَدَلّی بمعنی فہم ہے یعنی سمجھنا۔ (بنابریں) دَنیٰ فَتَدَلّٰی کے یہ معنی ہونگے کہ جنابِ رسولِؐ خدا اتنا قریب ہوئے کہ حقیقتِ حال اُن کی سمجھ میں آگئی۔

جنابِ امیرالمومنین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ مسجد الحرام سے مسجدِ اقصےٰ تک راتوں رات پہنچائے گئے جو ایک مہینہ میں طے ہونیکا فاصلہ ہی اور وہاں سے تمام آسمانوں کی سلطنت میں لیجائے گئے جو پچاس ہزار برس میں طے ہونیکا فاصلہ ہے اور یہ سب رات کے ایک تہائی سے کم میں۔ یہانتک کہ وہ جنابؐ ساقِ عرش تک پہنچ گئے۔ اور حجابِ علم کے قریب آگئے تو اُس وقت رَفرفِ سبزِ جنّت سے لٹکایا گیا اور نورِ خدا آنحضرتؐ کی آنکھوں پر چھاگیا۔ آنحضرتؐ نے اپنے پروردگار کی عظمت کو دل کی آنکھوں سے دیکھا ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ اُس وقت عظمتِ پروردگار میں اور آنحضرتؐ میں چلّہ کمان کا یا اُس سے بھی کم فاصلہ تھا۔

کافی میں ہے کہ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کو معراج کے مرتبہ حاصل ہوئی؟ فرمایا دو مرتبہ! جبرئیلؑ امین نے آپ کو ایک مقام پر لیجاکر کھڑا کیا اور آپ سے یہ عرض کی کہ یا حضرتؐ! اپنی جگہ ٹھہرے رہیے اِس لیے کہ آپ ایسے مقام پر آکھڑے ہوئے ہیں کہ نہ کبھی کوئی فرشتہ اِس مقام تک پہنچا ہے نہ کوئی نبی۔ آپ کا پروردگار رحمت بھیج رہا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے جبرئیلؑ اُسکی رحمت بھیجنے کی کیا شان ہے؟ عرض کی یہ فرماتا ہے سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ اَنَا رَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ (بڑا پاک و پاکیزہ میں کُل فرشتوں کا اور روحوں کا پروردگار ہوں میری رحمت میرے غضب سے بڑھی رہتی ہے) اُس وقت آنحضرتؐ نے عرض کی اَللّٰھُمَّ عَفْوَکَ عَفْوَکَ (یا اللہ! میں تیری معافی کا خواستگار ہوں۔ میں تیری معافی چاہتا ہوں)

امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اُس وقت آنحضرتؐ کو اتنا قرب حاصل تھا جسے خدا اِستفاضے فرماتا ہے قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ۔ کسی شخص نے عرض کی قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ سے کیا

مطلب ہے یہ فرمایا کمان کے بیچ سے لیکر اُس کے سرے تک جتنا فاصلہ ہوتا ہے اُتنا۔ پھر فرمایا کہ عظمتِ الٰہی کے اور آنحضرتؐ کے مابین ایک حجاب تھا جو اضطراب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اور میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھا۔ لیکن اتنا فرمایا ہے کہ وہ زبرجد تھا اور اُس میں نظر اس طرح جاتی تھی جس طرح سوئی کے ناکے میں سے گزر سکتی ہے۔ اور نورِ عظمت نظر آتا تھا۔ اُسی وقت خدائے تبارک و تعالےٰ نے فرمایا کہ اے محمدؐ! اور آنحضرتؐ نے عرض کی لَبَّیْکَ رَبِّیْ! فرمایا تمہارے بعد تمہاری اُمّت کا والی کون؟ آنحضرتؐ نے عرض کی اللہ اعلم! فرمایا علیؑ بن ابیطالب! امیر المومنین سید المسلمین اور قائد الغر المحجلین ہے۔ یہاں تک روایت بیان کر کے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم جناب علیؑ مرتضےٰ کی ولایت کا حکم زمین سے نہیں ملا بلکہ آسمان سے ملا ہے۔ اور اس طرح بلا واسطہ رُو دررُو ملا ہے۔

صاحبِ تفسیرِ صافی فرماتے ہیں کہ ان روایتوں میں کوئی مُنافات نہیں ہے کیونکہ سب روایتیں معدنِ علم سے مروی ہیں جیسی جس سائل کی سمجھ تھی ویسا ہی اُن حضرات نے جواب دیا ہے فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی۔ اس آیت میں مَاۤ اَوْحٰی کنایہ ہے اِس بات کا کہ جو باتیں وحی کی گئی تھیں وہ عظیم الشان تھیں۔

قمی علیہ الرحمہ کہتے ہیں وہ وحی بالمشافہ تھی (یعنی خود باریتعالےٰ نے وحی فرمائی تھی) احتجاج طبرسی کی اُس حدیث میں جسکا ذکر اوپر آچکا یہ بھی ہے کہ منجملہ اُن چیزوں کے جو اُس وقت وحی فرمائی گئیں سورہ بقر کی یہ آیت بھی تھی لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ط الخ (ترجمہ کے لیے دیکھیے صفحہ ۷۶ سطر ۴۔ جو کچھ گفتگو جنابِ رسالت مآب صلّے اللہ علیہ وآلہ اور خداوندِ عالم میں ہوئی اُس کا پورا واقعہ صفحہ ۷۶ نوٹ نمبر ۲ کے ضمیمہ میں ملاحظہ ہو)۔

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔ التوحید میں ہے کہ جناب امام موسےٰ کاظم علیہ السّلام سے کسی نے سوال کیا (یا ابن رسول اللہ!) کیا پروردگارِ عالم کو جنابِ رسولِ خدا نے دیکھا تھا؟ فرمایا ہاں مگر دل کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ کیا تو نے قولِ باریتعالےٰ نہیں سنا کہ فرماتا ہے مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی جو کچھ (جنابِ رسولِ خدا کی) دل کی آنکھوں نے دیکھا اُس میں جھوٹ نہیں ملایا۔ آنحضرتؐ نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا تھا بلکہ اُس (کی عظمت) کو دل کی آنکھوں سے معائنہ فرمایا تھا۔

تفسیرِ مجمع البیان میں ہے کہ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ جناب

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دل کی آنکھوں سے دیکھا تھا جناب رسولِ خدا سے اِس آیت کے متعلق کسی نے دریافت کیا۔ فرمایا میں نے ایک نور دیکھا تھا۔

کافی اور التوحید میں جناب امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو کچھ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی آنکھ نے ملاحظہ کیا تھا اُس میں آنحضرتؐ نے اپنے دل سے کوئی بات جھوٹ نہیں بڑھائی۔ بلکہ بعینہ بیان کر دیا آنحضرتؐ نے اپنے پروردگار کی نشانیوں میں سے بڑی بڑی نشانیاں دیکھی تھیں۔ (اِس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ نے خدا کو دیکھ لیا کیونکہ نشانیاں اور چیز ہیں۔ خدا اور چیز ہے۔

صاحب تفسیر صافی لکھتے ہیں کہ اِس سے پہلے کی حدیث سے ظاہر ہوا کہ آنحضرتؐ نے دل کی آنکھوں سے عظمتِ خدا کو دیکھا تھا۔ (اور اِس حدیث میں دوسری تعبیر ہے) تو ان جوابات میں اختلاف نہیں ہے اِس لیے کہ اِن حضرات نے سائلین کی سمجھ کے موافق جواب دیا ہے۔ اور (دوسرے یہ کہ) اِس مسئلہ کی تھاہ بہت گہری ہے (عام لوگوں کی سمجھ وہاں تک نہیں پہنچ سکتی) اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى۔ قمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا سے دریافت کیا گیا وہ کیا وحی ہے (جس میں لوگ جھگڑا کرتے ہیں) فرمایا میرے پاس وحی آئی تھی کہ علیؑ ابن ابیطالب سید المومنین۔ امام المتقین۔ قائد الغر المحجلین ہے اور رسولِ ربّ العالمین کے خلفاء میں سب سے پہلا خلیفہ ہے۔ کچھ لوگ بات کاٹ کے بولے جو کچھ آپ نے فرمایا یہ خدا کی طرف سے ہے یا آپ کی طرف سے؟ پس وحی نازل ہوئی کہ اے رسولؐ ان سے کہدو مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى۔ پھر اُن کے قول کی آیۂ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى سے رد کی گئی۔ آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا (جو کچھ میں نے علیؑ کے بارے میں تم سے بیان کیا مجھے تو اس کے علاوہ اُن کے متعلق اور بھی حکمِ خدا ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ میں علیؑ ابن ابیطالب کو تمام آدمیوں پر اپنا خلیفہ مقرر کر دوں۔ لو اب کہتا ہوں میرے بعد علیؑ ابن ابیطالب تم سب پر حاکم ہیں اور یہ بمنزلہ کشتی نوحؑ کے ہیں جو دنیا کے غرق ہونیکے دن اُن کو عطا کیگئی تھی جو اُس میں داخل ہوا وہ محفوظ رہا اور اُس نے (طوفانِ ہلاکت سے) نجات پائی اور جو باہر رہا وہ ڈوب گیا (گمراہ ہو گیا)۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۸۴۰

جناب امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ شبِ معراج

آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ جب سدرۃ المنتہٰی کے قریب پہنچے تو حجاب (نور) میں ایک سوئی کے ناکے کی برابر سوراخ کر دیا گیا۔ اُس میں سے جتنی دیر خدا کو منظور تھا نورِ عظمت پروردگار اُن حضرتؐ نے مشاہدہ فرمایا۔

علل الشرائع میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب جناب رسولِ خداؐ آسمان پر تشریف لے گئے تو جبرئیلؑ امین اُن جنابؐ کے ہمراہ تھے۔ اور جب سدرۃ المنتہٰی کے قریب پہنچے تو جبرئیلِ امین اُس کے قریب ٹھہر گئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! یہ مقام وہ ہے جو اللہ تعالٰے نے میرے لیے قرار دیا ہے۔ میری تو مجال یہ نہیں ہے کہ میں یہاں سے ایک قدم بھی آگے بڑھ سکوں۔ اب آپ خود آگے تشریف لیجائیں۔ پس جناب رسولِ خداؐ تو سدرہ کی طرف روانہ ہوگئے اور جبرئیلؑ امین پیچھے رہ گئے۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ سدرۃ المنتہٰی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ محافظ فرشتے اہلِ زمین کے اعمال محلِ سدرہ تک لیجاتے ہیں اور اِن اعمال کو کراماً کاتبین سدرہ کے نیچے لکھ لیتے ہیں اور سدرہ تک لیجاتی ہیں۔ جناب رسولؐ خدا نے ملاحظہ فرمایا کہ سدرہ کی شاخیں عرش کے نیچے اور اُس کے اِرد گرد پھیلی ہوئی ہیں۔ اِس جگہ نورِ عظمتِ پروردگار ظاہر ہوا اور حضرتؐ پر چھا گیا جس کی وجہ سے آنحضرتؐ کی آنکھیں خیرگی کرنے لگیں اور پہلو لرزنے لگے۔ خداوند عالم نے آنحضرتؐ کے دل اور آنکھوں میں خاص قوت عطا فرمائی۔ پس آنحضرتؐ نے قدرتِ خدا کی نشانیوں میں سے جو کچھ دیکھنا تھا دیکھا۔ قولِ باریتعالےٰ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی کا یہی مطلب ہے یعنی جبرئیلؑ سدرہ کے قریب تک آنحضرتؐ کے ہمراہ رہے تھے اور آنحضرتؐ نے جو کچھ اپنی آنکھ سے دیکھا وہ قدرتِ خدا کی بہت بڑی نشانی تھی۔ پھر فرمایا کہ سدرہ کی موٹائی اتنی ہے جو دنیاوی حساب سے سَو برس میں طے ہو۔ اور اُس کا ایک ایک پتہ تمام اہلِ دنیا کو ڈھانپ سکتا ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میں نے سدرہ کے ہر پتہ پر ایک فرشتہ دیکھا جو کھڑا ہوا خدا کی تسبیح پڑھ رہا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۵۴۰

التوحید میں ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ایک حدیث میں جو آیہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی کی تفسیر فرمائی تھی ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب رسولِ خداؐ نے جبرئیلؑ کی اصلی صورت دو مرتبہ ملاحظہ فرمائی تھی

ایک دفعہ کا دیکھنا تو اسی آیت سے ظاہر ہے دوسری بار اور دیکھا تھا۔ (جبرئیلؑ کے آیۃ الکبرےٰ ہونیکی) وجہ یہ ہے کہ وہ بڑے عظیم الجُثّہ اور اُن ملائکہ میں سے ہیں جنکی خلقت اور صفت کو سوائے پروردگارِ عالم کے اور کوئی نہیں جانتا۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ جناب رسولِ خدا کے سوائے اور کسی نبی نے جبرئیلِ امین کی اصلی صورت نہیں دیکھی۔ لیکن اُن جنابؐ نے بھی دو بار ملاحظہ فرمائی۔ ایک دفعہ زمین پر دوسری مرتبہ آسمان پر۔

التوحید میں ہے کہ جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے آیۂ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰاتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی کا مطلب پوچھا تو حضرتؑ نے فرمایا (اِس سے مراد) جبرئیلِ امین (ہیں۔ اُنہوں) نے ایک دفعہ اپنی پنڈلی پر موتی سے دیکھے جیسے ساگ کے پتے پر شبنم کے قطرے ہوتے ہیں۔ جبرئیلؑ کے چھ سَو بازو ہیں اور اُن کا قد اتنا ہے کہ زمین و آسمان کے مابین کو بھر دیتا ہے۔

تفسیر برہان میں ہے جو کوئی جناب رسولؐ خدا کو جنابِ فاطمہؑ زہرا کا پیام دیتا تھا تو وہ حضرتؐ انکار فرما دیتے تھے یہانتک کہ لوگوں نے پیام دینا چھوڑ دیا اور وہ سب مایوس ہوگئے۔ جب آنحضرتؐ کو یہ منظور ہوا کہ اپنی نورِ نظر کا نکاح جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام کے ساتھ کر دیں تو جنابِ سیّدہؑ کو بطورِ راز آنحضرتؐ نے اپنے ارادہ سے اطلاع دی۔ یہ سنکر جنابِ معصومہؑ نے (گردن جُھکالی اور) عرض کی۔ بابا! آپ کی رائے مقدم ہے آپ کو اختیار ہے۔ مگر میں نے زنانِ قریش کی زبانی سُنا ہے کہ علیؑ بن ابیطالب کا پیٹ بڑا ہے۔ ہاتھ لمبے لمبے ہیں۔ پنڈلیاں موٹی موٹی ہیں۔ سر کے اگلے حصہ پر بال نہیں ہیں۔ (کشادہ پیشانی ہیں) آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔ اُن کا کندھا اتنا سخت ہے جیسے اونٹ کا کندھا۔ ہنس مُکھ ضرور ہیں مگر مالِ دنیا بالکل نہیں رکھتے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا (بیٹیا!) تم کو خبر نہیں ہے کہ خداوندِ عالم نے دنیا کی طرف توجہ فرمائی تو مجھے تمام مردوں کا نبی بنایا۔ پھر دوبارہ توجہ کی تو علیؑ بن ابیطالب کو اُس نے تمام آدمیوں پر میرا وصی مقرر فرمایا۔ پھر تیسری بار توجہ کی تو تم کو زنانِ عالم پر بزرگی بخشی۔ اے فاطمہؑ! جب میں آسمان پر بُلایا گیا تو میں نے بیت المقدس (بیت المعمور) کے پتھر پر کندہ دیکھا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ اَیَّدْتُهٗ بِوَزِیْرِهٖ وَنَصَرْتُهٗ بِوَزِیْرِهٖ (خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ مصطفٰے خدا کے رسولؐ ہیں۔ پھر میں نے اپنے رسولؐ کو اُن کے وزیر کے ذریعہ سے قوت پہنچائی۔ اور اُن کے وزیر ہی کے ذریعہ سے اُن کی مدد کی) میں نے

جبرئیلؑ سے پوچھا یہ میرا وزیر کون ہے؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا علیؑ ابنِ ابیطالب ۔(اے فاطمہؑ!) جب میں سدرۃ المنتہٰی کے پاس پہنچا تو میں نے اُس پر لکھا ہوا دیکھا اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا وَحْدِیْ مُحَمَّدٌ صَفْوَتِیْ مِنْ خَلْقِیْ اَیَّدْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ وَنَصَرْتُہٗ بِوَزِیْرِہٖ (میں اللہ ہوں۔ مجھ اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اپنی تمام مخلوق میں سے محمدؐ کو میں نے برگزیدہ کیا ہے۔ اور اُن کے وزیر کے ذریعہ سے میں نے اُن کو قوت پہنچائی۔ اور اُن کے وزیر ہی کے ذریعہ سے میں نے اُن کی نصرت کی) میں نے دریافت کیا یہ میرا وزیر کون ہے؟ جواب ملا علیؑ بن ابیطالب! پھر میں وہاں سے چل کر عرش پر پہنچا پس میں نے عرش کے ہر ستون پر یہ لکھا ہوا دیکھا اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا مُحَمَّدٌ حَبِیْبِیْ اَیَّدْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ وَنَصَرْتُہٗ بِوَزِیْرِہٖ (میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ میرے حبیب ہیں۔ میں نے اُن کے وزیر سے اُن کو قوت دی اور اُن کے وزیر ہی کے ذریعہ سے میں نے اُن کی نصرت کی)۔ جب میں بہشت میں گیا تو میں نے جنت میں ایک درخت دیکھا طوبےٰ اُس کا نام ہے۔ جڑ اُس کی علیؑ ابن ابیطالب کے گھر میں ہے۔ جنت میں کوئی گھر اور کوئی محل اور کوئی چشمہ ایسا نہیں ہے جس میں طوبےٰ کی شاخ نہو۔ طوبےٰ کی شاخوں پر بکثرت جامہ دان ہیں جن میں سندس اور استبرق کے حُلّے ہیں۔ ہر مومن کو دس دس لاکھ جامہ دان عطا ہونگے۔ ہر جامہ دان میں ایک ایک لاکھ حُلّے ہونگے کہ ہر حُلّہ کا رنگ جُدا جُدا ہوگا۔ وہی اہلِ جنت کا لباس ہوگا۔ طوبےٰ کے وسط میں ایک پھیلا ہوا سایہ ہے۔ جنت کی چوڑائی آسمان و زمین کے عرض کے برابر ہوگی۔ یہ اُن لوگوں کے لیے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ اُس سایہ کے نیچے اگر کوئی سوار سو برس تک چلیگا تب بھی اُسے طے نہ کر سکیگا۔ قولِ باریتعالےٰ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ کا یہی مطلب ہے۔ طوبےٰ کے نیچے بہشتی میوے اور اہلِ جنت کے لیے لذیذ (لذینا) کھانے اُس کی شاخ سے اُس کے گدّوں میں لٹکتے ہونگے۔ اور طوبےٰ کی ہر شاخ میں سو رنگ کے میوے کچھ ایسے ہونگے کہ اہلِ دنیا نے دنیا میں دیکھے اور سُنے ہونگے۔ اور کچھ ایسے ہونگے کہ نہ دیکھے ہونگے اور نہ سُنے ہونگے۔ اور جس وقت اُس درخت سے میوہ توڑا جائیگا فوراً اُس کی جگہ دوسرا نمودار ہو جائیگا۔ نہ کبھی وہ میوے ختم ہونگے اور نہ (صرف کرنے سے) رُوکے جائینگے۔ اُس درخت کی جڑ سے ایک نہر نکلی ہے۔ اُس نہر سے چار نہریں اور پھوٹی ہیں۔ ایک نہر پانی کی ہے جس کی بو اور مزہ بدلنے والا ہی نہیں ہے۔ دوسری دودھ کی ہے جس کا ذائقہ کبھی نہ بدلیگا۔ تیسری شراب کی ہے جو پینے والوں کو لذت

دیگی۔ چوتھی صاف کیے ہوئے شہد کی ہے۔ اے فاطمہؑ! خداوند عالم نے علیؑ بن ابیطالب کو سات باتوں میں میرا شریک بنایا ہے۔ سب سے پہلے وہی قبر سے میرے ساتھ اُٹھینگے۔ اور سب سے پہلے صراط پر میرے ہمراہ کھڑے ہونگے۔ اور دوزخ سے کہینگے اسے تو لیلے اور اسے چھوڑ دے۔ سب سے پہلے لباس جنت سے وہ میرے ساتھ آراستہ کیے جائینگے سب سے پہلے عرش کی دہنی جانب وہ میرے ہمراہ جلوس کرینگے۔ سب سے اوّل میرے ساتھ دروازہ جنت کو وہ کھٹکھٹائینگے۔ سب سے پیشتر میرے ہمراہ وہ علّیین میں سکونت گزین ہونگے۔ پہلا جو شخص سربمہر شراب خالص میرے ہمراہ پیے گا جسکی مُہر مُشک کی ہوگی وہ علیؑ ابن ابیطالب ہی ہونگے۔ خواہش کرنیوالوں کو اُس کی خواہش کرنی چاہیے۔ اے فاطمہؑ! اگرچہ دنیا میں علیؑ کے پاس مال نہیں ہے (تو نہ ہو) خداتعالےٰ اُن کو روز قیامت جنت میں مالامال کر دیگا۔ اے فاطمہؑ! یہ جو تم نے کہا کہ اُن کا پیٹ بڑا ہے اِس کی وجہ یہ ہے کہ خداتعالےٰ نے اُس کو علم سے مملو کر دیا ہے جو اُنہی کے لیے مخصوص ہے۔ اور میری تمام امت میں خدا نے علی کو خاص بزرگی بخشی ہے۔ اور یہ جو تم نے بیان کیا کہ اُن کی پیشانی چوڑی اور آنکھیں بڑی بڑی ہیں اُس کا سبب یہ ہے کہ خلاقِ عالم نے اُن کو آدم علیہ السلام کی صورت اور صفت کا پیدا کیا ہے اور اُن کے دونوں ہاتھ خداتعالےٰ نے اس لیے دراز بنائے ہیں کہ وہ اُن ہاتھوں سے دشمنانِ خدا و رسول کو قتل کرینگے۔ اور اُنہی ہاتھوں سے خداتعالےٰ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کر دیگا۔ اگرچہ مشرکوں کو بُرا لگے۔ اور انہی ہاتھوں پر بڑی بڑی فتوحات ظاہر کریگا۔ اور علیؑ ابن ابیطالب حکم قرآنی کی شان نزول کے موافق مشرکوں اور منافقوں کو جو سرکشی کرینگے اور عہد توڑینگے اور فاسقوں کو تاویلِ قرآنی کی مطابق قتل کرینگے۔ اور خداتعالےٰ اُن کے صلب سے جوانانِ بہشت کے دو سردار نکالیگا جن سے عرش خدا کی زینت ہوگی۔ اے فاطمہؑ! جتنے نبی خدا نے مبعوث فرمائے ہیں ہر ایک کی ذرّیت اُسی نبی کی صلب سے پیدا کی ہے۔ مگر میری ذرّیت علیؑ کی صلب سے قرار دی ہے۔ اگر علیؑ پیدا نہ ہوتے تو میرے لیے ذرّیت ہی نہ ہوتی۔ جناب سیدہؑ نے عرض کی بابا میں تو اُن کے سوا اور کو ہرگز اختیار نہ کرونگی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا خدا کی قسم علیؑ ابن ابیطالب کے سوا کوئی بھی جناب فاطمہ زہرا کا جوڑ اور کفو نہ تھا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۳ متعلق صفحہ ۸۴۲

معانی الاخبار میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیہ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی کا مطلب دریافت کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا لوگوں کا (فخریہ) یہ کہنا کہ رات ہم نے نماز پڑھی تھی یا کل

ہم نے روزہ رکھا تھا یا اس کے سوا کوئی اور ڈینگ مارنا (اعمال کی حقیقت کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے اظہار سے کیا فائدہ ہے؟) پیشتر بھی کچھ لوگ گزر چکے ہیں جو صبح کے وقت کہا کرتے تھے کل ہم نے (خوب) نمازیں پڑھیں اور روزہ رکھا لیکن جناب امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے تھے میں تورات کو بھی سوتا ہوں اور دن کو بھی۔ اگر ان دونوں کے مابین مجھے وقت ملتا تو اس میں بھی سو رہتا۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا اگر خداوند عالم اپنے بندوں کو نفس کی خوبی اور پاکیزگی ظاہر کرنے سے منع نہ فرما دیتا تو آج بیان کرنیوالا (یعنی میں) اپنے نفس کی بہت سی خوبیاں اور فضائل بیان کرتا۔ جن سے مومنین کے دلوں میں معرفت (امام) زیادہ ہوتی۔ اور سننے والوں کے کانوں سے وہ کبھی نہ نکلتیں۔

تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا اے مولا! کیا آدمی کو اپنے نفس کی خوبی ظاہر کرنا جائز ہے؟ فرمایا اضطرار اور ضرورت کے وقت جائز ہے۔ کیا تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ قول نہیں سنا ہے (کہ بادشاہ مصر سے فرمایا تھا) اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۳۸۵ سطر ۵) اور عبد صالح (ہود نبی) نے اپنی قوم سے فرمایا اَنَا لَکُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ۝ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۲۵۲ سطر ۴)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۸۴۲

کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے اس آیت کا مطلب دریافت کیا (یعنی جناب ابراہیم نے کیا چیز ادا کی تھی؟) فرمایا وہ چند کلمات ہیں جن میں خلیل اللہ بیحد مبالغہ کیا کرتے تھے۔ سائل نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ فرمایا ہر روز صبح اور شام کو تین بار یہ کلمات کہتے تھے اَصْبَحْتُ وَرَبِّیْ مَحْمُوْدٌ اَصْبَحْتُ لَا اُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا اَدْعُوْ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا وَّلَا اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِہٖ وَلِیًّا۔ ترجمہ۔ میں نے ایسے حال میں صبح کی ہے کہ رب میرا محمود ہے۔ میں نے ایسے حال میں صبح کی ہے کہ میں کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں جانتا ہوں اور نہ خدا تعالے کے سوا کسی سے دعا کرتا ہوں اور نہ کسی کو خدا تعالے کے علاوہ میں اپنا کارساز بناتا ہوں۔ (اور شام کو تین بار یوں فرماتے تھے اَمْسَیْتُ وَرَبِّیْ مَحْمُوْدٌ اَمْسَیْتُ لَا اُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا اَدْعُوْ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا وَّلَا اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِہٖ وَلِیًّا۔ ترجمہ (میں نے ایسے حال میں شام کی ہے کہ رب میرا محمود ہے۔ میں نے ایسے حال میں شام کی ہے کہ میں کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں جانتا ہوں اور نہ

خدائتعالےٰ کے سوا کسی سے دعا کرتا ہوں۔ اور نہ کسی کو خدائتعالےٰ کے علاوہ میں اپنا کارساز بناتا ہوں) پس خدائتعالےٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی۔

علل الشرائع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے قریب قریب اسی مضمون کی حدیث مروی ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۸۴۳

قولِ مترجم ۔ مریہ وہ حالت ہے کہ شک کے دونوں پہلو برابر ہوں۔ کسی طرف کو رجحان نہو۔ مقوآے شک کی وہ حالت ہے جس میں کسی ایک پہلو کی طرف رجحان یا میلان زیادہ ہو جائے۔ تردّد وہ حالت ہے جس کی بابت فیصلہ دینا امکان سے باہر ہو جیسے کسی مسافر کا راستہ میں ٹھہرنا اور دس دن کے قیام کی نیت نہ کرنا۔ خیال یہ ہو ناکہ آج کل ہی میں جانا لابد ہے۔ مگر دس دن سے بھی زیادہ گزر جانا۔ استسلام۔ شک کے دونوں پہلوؤں کا بتدریج کم ہوتے ہوتے ایسی حالت کی طرف آنا جو یقین کے درجہ کے قریب پہنچ جائے۔

آیۂ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی میں ظاہری خطاب تو جناب رسولِ خدا ہی سے ہے مگر حقیقۃً اس حکم کا مخاطب امت کا ہر شخص ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس آیت کے سابق والی آیتوں میں نعمتوں کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ خدا نے (آیاتِ سابقہ کے مطالب کو) نعمتوں سے تعبیر کیا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ عذاب کی خبر دینا نصیحت حاصل کرنیوالوں کے لیے نصیحت ہے اور یہ نصیحت اُن کے لیے نعمت ہے اور بعض آیتوں میں انبیاء و مؤمنین کی طرف سے کفار سے انتقام اور بدلا لینے کا ذکر ہے۔ یہ بھی ایک نعمت ہے۔ اس لیے خدائتعالےٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں میں شک کرتے ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۸۴۹

پھر فرمایا کہ خدائتعالےٰ کا یہ جو قول ہے رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ خداوند عالم نے آفتاب کے لیے تین سو ساٹھ ۳۶۰ بُرج قرار دیے ہیں کہ ہر روز آفتاب ایک بُرج سے طلوع کرتا ہے اور دوسرے میں غروب۔ پھر اُس کی طرف سالِ آئندہ کے اُسی دن سے پہلے لوٹ کر نہیں آتا۔

قمی علیہ الرّحمہ نے مشرق و مغرب کی تفسیر جو ہم نے لکھی ہے بیان کرنیکے بعد جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے یہ بھی روایت کی ہے کہ مشرقین سے جناب رسولِ خدا

اور جناب امیر المومنین صلوات اللہ علیہما مراد ہیں اور مغربین سے حسن وحسین علیہما السلام اور ان دونوں کی مثالیں بہت سی ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۸۴۹

قرب الاسناد میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت اپنے جدِ بزرگوار کے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے یَخْرُجُ مِنْهُمَا کی تفسیر میں منقول ہے کہ ان دونوں سے آسمان کا اور سمندر کا پانی مراد ہے۔ جس وقت مینہ برستا ہے تو دریا میں سیپیاں اپنا منہ کھولدیتی ہیں۔ اُن میں مینہ کی بوندیاں گرتی ہیں۔ چھوٹی بوند سے چھوٹا موتی اور بڑی بوند سے بڑا موتی صدف میں پیدا ہو جاتا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت سلمانؓ فارسی۔ سعیدؓ بن جبیر اور سفیان ثوری سے منقول ہے کہ بحرین سے حضرت علی بن ابیطالب اور جناب فاطمہ زہرا علیہما السلام اور برزخ سے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لولو و مرجان سے حسنین علیہما السلام مراد ہیں۔

حضرت ابوذرؓ غفاری آیۂ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بَحْرَيْنِ (دو دریا) علیؑ و فاطمہؑ ہیں۔ جن سے لولو اور مرجان یعنی حسن وحسین علیہما السلام پیدا ہوئے۔ اِن چاروں بزرگواروں کا مثل کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ مومن ہی ان سے محبت رکھیگا۔ کافر ہی ان سے عداوت کریگا۔ تم لوگ (ان اہلبیتِ رسالت کی محبت کا اعتقاد رکھو اور) محبتِ اہلبیتؑ کی وجہ سے مومن بنو۔ اور اُن سے دشمنی کرکے کافر نہ ہو جاؤ۔ ورنہ (اوندھے مُنہہ) دوزخ میں ڈالے جاؤگے۔

حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک روز جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا اپنی بھوک اور بے لباسی کی وجہ سے آبدیدہ ہوئیں تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہؑ! اپنے شوہر کے ساتھ قناعت مدِ نظر رکھو۔ خدا کی قسم تمہارے شوہر دنیا میں بھی سردار ہیں اور آخرت میں بھی اور دونوں جہان میں سب سے زیادہ صالح ہیں۔ پس خداوندِ عالم نے آیۂ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ نازل فرمائی۔ یعنی خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے دو دریا بھیجے ہیں یعنی بحرِ علم جناب علی بن ابیطالب علیہ السلام ہیں اور بحرِ نبوت جناب فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا۔ یہ دونوں باہم ملے جلے رہینگے۔ اور میں نے ان دونوں میں وصل قرار دیا ہے۔ پھر خدا نے فرمایا بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ یعنی اُن دونوں کے مابین جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم برزخ اور مانع

جو علیؑ بن ابیطالب کو دنیا نہ ملنے کی وجہ سے رنجیدہ ہونے کو منع کرتے ہیں اور فاطمہؑ کو اِس بات سے روکتے ہیں کہ وہ اپنے شوہر سے معاملۂ دنیاوی میں کوئی جھگڑا کریں۔ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ اے گروہِ انسان وجنّات تم کس لیے ولایت جنابِ امیر المومنین علیہ السّلام اور محبّتِ جنابِ فاطمہ زہرا صلوات اللہ وسلامہ علیہا کی تکذیب کرتے ہو۔ اَللُّؤْلُؤُ سے جنابِ امام حسن علیہ السّلام اور اَلْمَرْجَانُ سے جنابِ امام حسین علیہ السّلام مراد ہیں کیونکہ لؤلو بڑا ہوتا ہے اور مرجان چھوٹا۔ اور علی وفاطمہ علیہما السّلام کا دو دریا ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ اِس لیے کہ ان دونوں کے فضائل بڑے وسیع ہیں اور خیر بکثرت ان دونوں سے ظاہر ہوئی ہے اور بحر کو اُس کی وسعت کی وجہ سے بحر کہتے ہیں۔ جنابِ رسولِ خدا کی ایک گھوڑی خوب دوڑی تو آنحضرتؐ نے فرمایا وَجَدْنَاهُ بَحْرًا یعنی میں نے اُس کو (دوڑ بھاگ میں) بحر (سمندر) پایا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۸۵۰

(قولِ مترجم) قیامت کا برپا ہونا نامۂ اعمال کا ایک ایک متنفس کو دیا جانا۔ میزان کا قائم ہونا۔ حساب وکتاب سب کا ہونا مسلمانوں کے کُل فرقوں کے نزدیک برحق ہے۔ اب اگر حسبِ تصریحِ جنابِ امام رضا علیہ السّلام اِس آیت میں مِنْكُمْ نہیں تھا تو خدا کے قول سے یہ سب اعتقادات باطل ہو گئے۔ جزا رہی نہ سزا۔ مِنْكُمْ کی قید کے ساتھ اُس فرقہ کے ساتھ خاص رعایت کا اظہار ہوتا ہے جو اپنے آپ کو اہلبیتِ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ کے دامن سے وابستہ جانتا ہے۔ یہ رعایت کیوں ہے؟ یہ اس لیے ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہانکے پکارے ڈنکے کی چوٹ ساری امّت کو یہ سُنا گئے کہ میری امّت کے میرے بعد بہت جلد تہتّر ٹکڑے ہو جائینگے جن میں سے جنّت میں صرف ایک ہی جائیگا۔ باقی سب دوزخ میں۔ یہ حدیث بھی ہر فرقہ کے نزدیک مقبول ہے۔ اور ہر ایک اسکا مدعی ہے کہ جنّت کے ٹھیکہ دار ہم ہی ہیں۔ مگر بہتّر اور ایک میں کوئی مابہ الامتیاز ضرور ہے تو وہ یہی ہے کہ بہتّر اہلبیت سے روگرداں ہیں اور اُن کا طرفدار ہے۔ وہ ایک فرقہ اپنے آپ کو شیعہ کہتا ہے اور باقی اِس نام سے بیزار نظر آتے ہیں۔ ہم نے جب قرآن مجید کو غور سے دیکھا تو اسی ایک فرقہ کا نام قرآنِ مجید سے ملتا ہے۔ کسی دوسرے فرقہ کا نام قرآنِ مجید سے ثابت نہیں۔ اور چونکہ قیامت میں پہنچکر کُل فرقے دو ہی رہجائینگے اور سب تفریقیں مٹادی جائینگی جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ (دیکھو صفحہ ۱۰۳۸ سطر ۱) نیز فرماتا ہے فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا

الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۳۲۴ سطر ۷)۔ اب سورۂ قصص میں جناب موسےٰ علیہ السّلام کے قصّے میں جن سے نبیٔ آخرالزمان کو تشبیہ دی گئی ہے صاف لکھا ہوا موجود ہے وَدَخَلَ الْمَدِیْنَۃَ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَۃٍ مِّنْ اَھْلِھَا فَوَجَدَ فِیْھَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ق ھٰذَا مِنْ شِیْعَتِہٖ وَھٰذَا مِنْ عَدُوِّہٖ فَاسْتَغَاثَہُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِہٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّہٖ (دیکھو صفحہ ۶۱۶ سطر ۵)۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ جناب موسےٰ علیہ السّلام کی امّت میں دو طرح کے آدمی تھے ایک اُن کے شیعہ ایک اُن کے دشمن۔ لامحالہ تکمیل تشبیہ کے لیے جناب رسولؐ خدا کی امّت میں بھی دو ہی طرح کے آدمی ہونگے۔ ایک آنحضرتؐ کے اور اُن کے اہلبیتؑ کے شیعہ اور دوسرے اُن حضراتؑ کے دشمن۔ آنحضرتؐ نے اپنے شیعوں کو جناب علیؑ مرتضےٰ کا شیعہ قرار دیا ہے۔ یہ امر خود حضرات اہلسنّت کی احادیث کی متعدد کتابوں سے بھی ثابت کیا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے یہ ارشاد فرمایا یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ۔ اِسی حدیث کو اس درجہ کا مستند سمجھا ہے کہ شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی باوجود مخالفت کلّی کے تحفۂ اثنا عشریہ میں رقمطراز ہیں کہ "شیعۂ اولےٰ مائیم" یعنی پہلے شیعہ ہم ہی ہیں۔ آگے جو کچھ لکھتے ہیں اُسکا ماحصل یہ ہے کہ چونکہ یہ لقب غُلاۃ و روافض نے اختیار کرلیا اِس سے ہم نے اسے چھوڑدیا اور اپنے آپ کا نام اہلسنّت والجماعت رکھا۔ خیر۔ یہ شاہ صاحب کو اختیار ہے کہ خدا و رسولؐ کے مقرر کیے ہوئے نام سے بیزاری کریں اور معاویہ اور یزید کے مقرر کیے ہوئے نام کو اختیار کریں جس کا صلہ وہی دونوں حضرات اِن اختیار کرنیوالوں کو دینگے۔ مگر یہ کھلی بات ہے کہ کسی حدیث میں یہ نہیں آیا۔ یَا اَبَا بَکْرٍ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ۔ یا۔ یَا عُمَرُ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ۔ یا۔ یَا عُثْمَانُ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ۔ یا۔ یَا مُعَاوِیَۃُ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ۔ یا۔ یَا عَائِشَۃُ اَنْتِ وَشِیْعَتُکِ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ۔ یا اسی طرح کسی اور زوجۂ نبی کا نام ہوتا یا اصحاب میں سے کسی اور کا ہوتا خصوصًا جن کو عشرۂ مبشرہ کہا جاتا ہے اُن میں سے جناب امیر علیہ السّلام کے علاوہ نو رہے۔ تین کا تو اوپر ذکر آچکا۔ باقی کے چھ میں سے کسی کے متعلق ایسی حدیث کوئی دکھادے۔ اور چونکہ ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ شیعہ فقط علیؑ کے ہونگے۔ اور جو علیؑ کے شیعہ ہونگے وہی جناب رسولِ خدا کے شیعہ اور وہی کل اہلبیتِ اطہار کے شیعہ۔ اور چونکہ علیؑ کے شیعہ ہونگے سبب شیاطین کے دوستوں کے ہاتھ سے طرح طرح کی مصیبتیں اور قسم قسم کی تکلیفیں اور اذیتیں محض اپنے ایمان کی خاطر

زندگانی دنیا میں برداشت کرتے رہینگے۔ اس لیے اُن کا یہ صلہ ہونا لازم تھا کہ قیامت کے دن ہر طرح کی باز پُرس سے بری کر دیے جائیں اور دوسروں کو نوٹس دیدیا جائے وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (دیکھو صفحہ ۹۰۷، سطر ۱) اور اُن کے گرو گھنٹالوں سے اُسی طرح بدلا لیا جائے جس طرح کہ فرما چکا ہے اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ۔ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۶۶۵ سطر ۳) مگر چونکہ عدالتِ خدا باطل نہیں ہو سکتی وہ مقتضائے رحمت تھا اور یہ مقتضائے عدالت ہے کہ شیعیانِ جناب امیرالمومنین سے گناہ سرزد ہوں تو کچھ تو دنیا میں وہ اُنکے معاوضہ میں بیماریاں۔ اولاد کی نافرمانی۔ دشمنانِ خدا و رسول و اہلبیت کے ہاتھوں مصائب و تکلیف و ایذا۔ کچھ قرض و پریشانی و بے روزگاری و افلاس وغیرہ کی مشقتیں برداشت کریں۔ اگر اس سے بھی بچ رہیں تو جانکنی کی سختی سہیں۔ اُس سے بھی بچ رہیں تو عالم برزخ میں جتنے گناہ ہوں اُتنی مدت بھُگتان بھُگت کر قیامت کے دن بوجہ تعلق اہلبیت علیہم السلام خدا کی حضور میں سرخرو ہی حاضر ہوں۔ اور اس آیت کے مصداق ٹھہریں فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖ مِنْكُمْ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۞۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۸۵۴

تفسیر برہان میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اہلِ جنت نوجوان بغیر ڈاڑھی موچھ کے اَمرد ہونگے۔ آنکھوں میں اُن کی سرمہ۔ سروں پر اُن کے تاج۔ گردنوں میں اُن کی گلوبند۔ اور وہ سب کے سب خوش اور مسرور نعمتوں میں بسر کرنیوالے ہونگے۔ عیش و عشرت میں مشغول۔ گرامی قدر ہونگے۔ ایک ایک کو سَو سَو آدمیوں کی برابر کھانے اور پینے کی طاقت اور شہوت اور جماع کی قوت دی جائیگی۔ ہر شخص ہر غذا کی لذت۔ ہر لباس کا مزہ چالیس برس تک پائیگا۔ اور خدائے عزوجل چہروں میں اُن کے نور عطا فرمائیگا اور بدنوں پر اُن کے سفید ریشمی کپڑے۔ سبز رنگ کے جوڑے۔ زرد رنگ کے زیور پہنائیگا۔ اہلِ جنت ہمیشہ زندہ رہینگے۔ کبھی نہ مرینگے۔ ہمیشہ جاگتے رہینگے۔ کبھی اُن کو نیند نہ آئیگی۔ ہمیشہ غنی رہینگے۔ کبھی مفلس نہ ہونگے۔ ہمیشہ خوش و خرم رہینگے کبھی رنجیدہ نہ ہونگے۔ ہمیشہ ہنسی خوشی میں بسر کرینگے کبھی نہ روئینگے۔ ہمیشہ معزز رہینگے کبھی اُنہیں ذلت نہ ہوگی۔ ہمیشہ شادان و فرحاں رہینگے۔ ہمیشہ کھائینگے کبھی بھوکے نہ رہینگے۔ ہمیشہ سیراب رہینگے کبھی پیاسے نہ ہونگے۔ ہمیشہ لباس سے آراستہ رہینگے۔ کبھی برہنہ نہ ہونگے۔ سوار ہوکر آپس میں ایک دوسرے کی ملاقات کو جایا کرینگے۔ ہمیشہ زندہ رہنے والے لڑکے کہ ہاتھوں میں اُن کے چاندی کے لوٹے۔ سونے کے برتن ہونگے اُن کے سلام کے لیے حاضر ہوا کرینگے۔ وہ سونے کے جڑاؤ

تختوں پر تکیے لگائے ہونگے۔ رحمتِ خدا کی طرف نظر کرتے ہونگے۔ خدا کی جانب سے اُنکے پاس تحیّۃ اور سلام کے ہدیے آتے رہینگے۔ ہم اُس کی درگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی رحمت سے جنّت عطا فرمائے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جنّت کی زمین اور اُس کے پتھر چاندی کے ہونگے۔ مٹّی اُس کی ورس[1] اور زعفران کی ہوگی۔ جھاڑو اُس کی مشک کی ہوگی۔ سنگریزے اُس کے موتی اور یاقوت کے ہونگے۔ جنّت کے تخت موتی اور یاقوت سے جڑے ہوئے ہونگے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَۃٍ۔ اُن تختوں میں یاقوت اور موتی ٹکے ہوئے ہیں۔ اور یاقوت اور موتیوں کی جھالر والے پردے اُن پر پڑے ہوئے ہیں۔ جو پروں سے زیادہ ہلکے اور ریشم سے زیادہ نرم ہیں۔ اور تختوں پر فرشوں کے غرفے (اونچے مکان) اوپر نیچے بنے ہوئے ہیں جو دنیاوی مکانوں سے ساٹھ درجے بلند ہیں۔ قولِ باریتعالےٰ وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَۃٍ کا یہی مطلب ہے۔ اور قول خدا عَلَی الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ میں ارائک سے وہ تخت مراد ہیں جن پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔

جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلّے اللّٰہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ جنّت کی نہریں بغیر کھُدے جاری ہیں۔ پانی اُن کا برف سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ شیریں اور مسکہ سے زیادہ رقیق ہے۔ مٹّی اُن کی مُشکِ اذفر ہے سنگریزے اُن کے موتی اور یاقوت ہیں۔ ایک ایک ولی خدا کی جس طرف خواہش ہوگی اُس طرف وہ بہنے لگینگی اور باغات کو اس حد تک بڑھائینگی کہ اگر وہ دنیا کے تمام آدمیوں اور جنوں کو مہمان کرلے تب بھی اُن کے لیے کھانا پینا کپڑے زیور اس قدر مہیّا ہے کہ ذرا بھی کمی محسوس نہ ہوگی۔ جنّت میں خرمے کے درختوں کی یہ صفت ہے کہ تنے اُن کے کندن کے ہیں اور شاخوں کی جڑیں زبرجد سبز کی اور سرے سفید موتی کے ہیں۔ اور چھتری اُس کی سبز حُلّوں کی ہے۔ اُس کے پھل چاندی سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ شیریں۔ مسکہ سے زیادہ نرم ہیں جن میں گٹھلیوں کا پتہ نہیں۔ خوشوں کا طول جس میں پھل اوپر سے نیچے تک تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں بارہ بارہ ہاتھ کا ہوگا۔ جتنے خرمے توڑے جائینگے فوراً ہی خدا تعالےٰ اُن کی جگہ دوسرے پیدا کردیگا۔ اور یہ خدا تعالےٰ کے اِس قول سے ثابت ہے لَا مَقْطُوْعَۃٍ وَّلَا مَمْنُوْعَۃٍ۔ کھجوروں کے درخت کے پھل توڈول کی برابر ہونگے اور

---

[1] ایک قسم کی گھانس ہے جو اطراف یمن میں ہوتی ہے اور بیس برس تک باقی رہتی ہے ۱۲

کیلے اور انار بڑے بڑے چرسوں کی برابر۔ اہلِ جنّت کی کنگھیاں سونے کی اور کشتیاں موتی کی ہونگی۔

جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ شہیدانِ راہِ خدا میں سے ادنےٰ درجہ کے شہید کا جنّت میں یہ مرتبہ ہوگا کہ اُس کی زوجیت میں بارہ ہزار حوریں اور چار ہزار کنواریاں اور بارہ ہزار شوہر دیدہ عورتیں ہونگی۔ اُس کی ہر ہر زوجہ کے ستّر ستّر ہزار خدمتگار ہونگے مگر حوروں کے لیے خادم دونے ہونگے۔ ہر ہفتہ میں وہ شہید اپنی بیبیوں کے پاس پھیرا کیا کریگا۔ پس جس دن یا جس ساعت میں جن عورتوں کی باری ہوگی وہ سب عورتیں اُس کے ارد گرد جمع ہوکے ایسی خوش آوازی سے زمزمہ کرینگی کہ نہ اُن کی آواز سے زیادہ کوئی آواز شیریں ہوگی اور نہ اچھی۔ اُنکی خوش الحانی سے جنّت کی ہر چیز وجد وحرکت میں آجائیگی۔ وہ کہینگی ہم ہیں ہمیشہ رہنے والیاں۔ کبھی ہم کو موت نہ آئیگی۔ ہم ہیں خوشخو۔ بامذاق۔ کبھی ہمارے مزاج میں ترشی نہ آئیگی۔ ہم ہیں راضی رہنے والیاں کبھی ہم ناراض نہ ہونگی۔

ابوبصیر نے جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اُن حضرتؑ نے فرمایا کہ جنّت میں ایک ایک مومن کی آٹھ آٹھ سَو کنواریاں اور چار چار ہزار شوہر دیدہ عورتیں اور دو دو حوریں بیبیاں ہونگی۔ ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی میں آپ پر فدا ہو جاؤں کیا آٹھ آٹھ سَو کنواریاں ہونگی؟ فرمایا ہاں جب اُن کا شوہر اُن سے ہم بستر ہوگا اُن کو کنواری ہی پائیگا۔ میں نے عرض کی اے مولا! میں آپ کے قربان ہو جاؤں حوریں کس چیز سے پیدا ہوئی ہیں؟ فرمایا جنّت کی نورانی مٹّی سے۔ اُن کی پنڈلیوں کا مغز ستّر حُلّوں کے نیچے سے بھی نظر آئیگا۔ اُن کا جگر شوہر کے لیے اور شوہر کا جگر اُن کے لیے آئینہ ہوگا۔ میں نے عرض کی میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ ایسی باتیں بھی ہیں جو حوریں اہلِ جنّت سے کرینگی؟ فرمایا ہاں اُن کی باتیں ایسی شیریں ہونگی کہ مخلوق میں سے کسی نے بھی ویسی نہ سُنی ہونگی۔ میں نے عرض کی وہ کیا باتیں ہونگی؟ فرمایا وہ عورتیں دھیمی دھیمی آواز سے کہینگی نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوْتُ وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْؤُسُ وَنَحْنُ الْمُقِيْمَاتُ فَلَا نَظْعَنُ وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ طُوْبٰى لِمَنْ خُلِقَ لَنَا وَطُوْبٰى لِمَنْ خُلِقْنَا لَهٗ وَنَحْنُ اللَّوَاتِيْ لَوْ اَنَّ شَعْرَ اَحَدِنَا عُلِّقَ فِيْ جَوِّ السَّمَاءِ لَاَغْشٰى نُوْرُهٗ الْاَبْصَارَ (ہم ہمیشہ زندہ رہنے والیاں ہیں کبھی نہ مرینگی۔ ہمیشہ ہم خوشحال رہنے والیاں ہیں کبھی ہم ترشرو نہ ہونگی۔ ہم ہمیشہ اپنے مقام پر رہنے والیاں ہیں کبھی سفر میں

نہ جائینگی۔ ہم ہمیشہ رضا مند رہنے والیاں ہیں کبھی ناراض نہ ہونگی۔ مبارک ہو اُسکو جس کے لیے ہم پیدا ہوئے ہیں اور خوشا حال اُس کا جو ہمارے واسطے پیدا ہوا ہے۔ ہم وہ ہیں کہ اگر کوئی شخص آسمان میں اُدھر لٹکا ہوا ہو اور ہم میں سے کوئی اُس کے پاس سے گزر جائے تو ہمارا نور اُس کی آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر دے)

احتجاج طبرسی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک زندیق نے سوال کیا کہ مسلمانوں نے یہ کہاں سے کہا کہ جنت میں جو کوئی کسی درخت کا میوہ کھائیگا تو ویسا ہی پھر نمودار ہو جائیگا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی مثال چراغ ہے کہ کوئی شخص اُس سے دوسرا چراغ روشن کرے تو اُس کی روشنی کچھ بھی کم نہ ہوگی اگرچہ تمام دنیا اُس سے روشن کیے ہوئے چراغوں سے مملو کر دی جائے۔ اُس نے کہا آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ جنت میں لوگ کھائینگے بھی اور پیئینگے بھی اور پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اُن کو نہ پاخانہ کی حاجت ہوگی اور نہ پیشاب کی۔ (بھلا یہ کیسے ممکن ہے)؟ فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ غذا اُن کی بیحد لطیف ہوگی اُس میں ثقل ہوگا ہی نہیں اور اگر کچھ ہوگا بھی تو وہ پسینہ کی راہ نکل جائیگا۔ اُس نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حور سے جب اُس کا شوہر ہم بستر ہوگا تو اُسے باکرہ ہی پائیگا؟ فرمایا حوریں خوشبو دار مٹی سے خلق ہوئی ہیں۔ نہ اُن کو کوئی آفت متغیر کریگی اور نہ اُن کے اجسام میں کوئی مرض لاحق ہوگا۔ نہ اُن کے سوراخوں میں کوئی چیز در آئیگی۔ نہ اُن کو حیض کی نجاست پلید کریگی۔ رحم اُن کا ملا ہوا اور متصل رہیگا کیونکہ اُس میں سوائے احلیل کے اور کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ اُس نے کہا کہ حوریں ستر ستر حلّے پہنینگی اسپر بھی اُن کے شوہروں کو اُن کی پنڈلیوں کا مغز نظر آئیگا (اس کی وجہ سمجھا دیجیے)؟ فرمایا اُس کی مثال یہ ہے کہ ایک بانس گہرے صاف و شفاف پانی میں درہم ڈالدیے جائیں تو نظر آئینگے یا نہیں؟ اُس نے عرض کی بھلا جنت میں راحت کہاں اور انعمات جنت سے لوگ کیا لطف اُٹھائینگے۔ اِس لیے کہ کسی کا تو بیٹا وہاں نہ ہوگا۔ کسی کا باپ۔ کسی کی ماں نظروں سے غائب ہوگی تو کسی کا دوست اُس کے پاس نہ ہوگا! جو شخص اپنے کسی عزیز کو جنت میں نہ پائیگا تو بلاشک یہی سمجھیگا کہ وہ دوزخ میں ہے۔ (اب آپ ہی فرمائیں) جسے یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ اُس کے دوست پر جہنم میں عذاب ہو رہا ہے تو اُسے جنت میں خاک مزہ اور چین آئیگا؟ فرمایا بعض تو ایسے لوگوں کو (جو عذاب کے مستحق ہیں) بھول جائینگے اور بعض لوگ منتظر رہینگے کہ وہ لوگ اعراف میں ہونگے آجائینگے۔

حضرت ابو ذرِ غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حورانِ جنت میں سے کوئی حور آسمانِ دنیا پر اندھیری رات میں ظاہر ہو تو چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشنی پھیل جائے اور تمام اہلِ دنیا کو اُس کی خوشبو معلوم ہو جائے۔ اگر اہلِ جنت کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا آج دنیا میں پھیلا دیا جائے تو جو شخص اُس کی طرف دیکھے اُس کی ایسی حالت ہو جائے گویا اُس پر بجلی گری۔ اور دیکھنے والوں کی نظریں اُس کا تحمل نہ کر سکیں۔

جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ قسم خدا کی جس نے محمدؐ پر قرآنِ مجید نازل فرمایا ہے اہلِ جنت کا حسن وجمال ہمیشہ بڑھتا ہی رہیگا جس طرح دنیا میں بڑھاپا بڑھتا جاتا ہے اور اُس کے ساتھ ہیئت بگڑتی جاتی ہے۔

جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب روزِ قیامت ہوگا تو جنت کے پردوں میں سے ایک پردہ اُٹھایا جائیگا اور اُس کی خوشبو ہر ذی روح کو پانسو برس کی راہ سے محسوس ہوگی۔ مگر ایک گروہ کو یہ خوشبو نہ آئیگی۔ راوی نے عرض کی (یا ابن رسول اللہ!) وہ کونسا گروہ ہے؟ فرمایا جس کو ماں باپ نے عاق کر دیا ہو۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (ایہا الناس!) والدین کی نافرمانی سے بچو کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے محسوس ہوگی مگر والدین کا عاق کردہ اور قطع رحم کرنیوالا اور بوڑھا زناکار اور وہ شخص جو ازروئے تکبر اپنے کپڑوں کو زمین پر کھینچتا ہوا چلے اُس کی خوشبو نہ سونگھینگے تکبر تو تمام عالموں کے پروردگار خدا ہی کے لیے زیبا ہے۔

جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ تو اُس کے جواب میں خداوند عالم فرماتا ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ پس تم لوگوں کو چاہیے کہ بکثرت درود بھیجا کرو۔ اور جو شخص صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہے اور میری آل پر درود نہ بھیجے تو وہ ہرگز جنت کی خوشبو نہ سونگھیگا حالانکہ وہ پانسو برس کی راہ سے محسوس ہوتی ہوگی۔

قولِ صاحبِ تفسیرِ برہان - اس مضمون کی روایتیں بکثرت ہیں مگر ہم نے بخوفِ طوالت ترک کر دی ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۸۵۷ | **قولِ مترجم** - مَس کے دو معنی ہیں ایک تو ہاتھ سے چھونا جیسا کہ مندرجہ نوٹ التہذیب والی حدیث میں وارد ہوا ہے جسکی جنب کے لیے ممانعت کیگئی ہے۔ اور دوسرے معنی ہیں عقل وعلم سے سمجھنا

جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص کو عقل و علم سے مس بھی نہیں۔ یہ معنی جناب امیر علیہ السّلام نے احتجاج والی حدیث میں ارشاد فرمائے ہیں لہٰذا دونوں حدیثوں میں فی الحقیقت کوئی اختلاف نہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۸۵۸

جناب امام رضا علیہ السّلام نے اسمائے باریتعالےٰ کی توضیح و تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ خدا تعالےٰ کا نام ظاہر اس لیے نہیں ہے کہ وہ اشیاء کی پشت پر سوار ہے یا بیٹھا ہوا ہے بلکہ اُسے ظاہر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ تمام چیزوں پر غالب ہے اور اُس کی قدرت سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ اِس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً کہے ظَهَرْتُ عَلٰی اَعْدَآئِیْ وَ اَظْهَرَنِیَ اللّٰهُ عَلٰی خَصْمِیْ (میں اپنے دشمنوں پر غالب آگیا۔ خدا نے مجھ کو میرے دشمن پر غالب کر دیا) تو غرض اُس کی اِس قول سے اظہار کامیابی اور غلبہ ہوتی ہے۔ اِسی طرح خدا تعالےٰ بھی تمام چیزوں پر غالب ہے۔ دوسری وجہ اُس کے ظاہر ہونیکی یہ ہے کہ جو شخص خدا کی مخالفت کا قصد کرے تو وہ اُس کے لیے ظاہر ہے یعنی خدا تعالےٰ پر کوئی بات پوشیدہ نہیں اور خدا تعالےٰ ہر شے کی جسے وہ دیکھتا ہے تدبیر کرنیوالا ہے پس خدا سے زیادہ اور کون ظاہر اور واضح ہوگا۔ کیونکہ جدھر تم توجہ کرو خدا کی صنعت تمہارے پیش نظر ہے۔ بلکہ خود تمہاری ذات میں خدا کی قدرت کے اتنے آثار موجود ہیں کہ اُس کو ظاہر سمجھنے کے لیے وہی کافی ہیں۔ اور ہم میں سے ظاہر اُسے کہتے ہیں جسکی ذات نمایاں ہو اور جس کی حقیقت معلوم ہو۔ تو یہ لفظ خدا پر بھی صادق آیا اور مخلوق پر بھی مگر معنی بدل گئے۔ اب رہا الباطن تو وہ اِس معنی میں نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں پوشیدہ اور سمایا ہوا ہو۔ بلکہ وجہ یہ ہے کہ وہ تمام چیزوں کے بھید سے واقف اور اُن کا محافظ و مدبّر ہے۔ اور یہ لفظ الباطن مشتق ہے اَبْطَنْتُهٗ سے۔ یعنی میں اُس کی خبر رکھتا ہوں۔ یا میں اُس کے بھید سے واقف ہوں۔ (پس باطن کے معنی ہوئے واقفِ اسرار) اور مخلوقات میں سے باطن وہ کہا جائیگا جو کسی چیز میں غائب اور پوشیدہ ہو جائے۔ پس لفظ باطن خدا پر بھی صادق آیا اور مخلوق پر بھی۔ مگر معنی جدا جدا ہیں۔

جابرؓ ابن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ مجھے عمارؓ یاسر مدینہ کے ایک کوچہ میں ملے میں نے اُن سے جنابِ رسولِ خدا کا حال دریافت کیا۔ عمارؓ یاسر نے جواب دیا کہ وہ حضرتؐ مجمع اصحاب کے ہمراہ مسجد میں رونق افروز ہیں اور یہ بھی بیان کیا کہ جب آنحضرتؐ

نمازِ صبح ادا کر چکے اور آفتاب نکل آیا تو علی بن ابیطالب علیہ السّلام آگے بڑھے۔ اُن کو دیکھکر جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ کھڑے ہوگئے۔ اور دونوں آنکھوں پر بوسہ دیکے اپنے پہلو میں اتنا قریب بٹھالیا کہ دونوں کے زانو سے زانو مل گئے۔ پھر فرمایا اے علیؑ! اٹھو اور آفتاب کو جواب دو کہ وہ تم سے کچھ کہہ رہا ہے۔ یہ سُنکر اہلِ مسجد کھڑی ہوگئی اور کہنے لگے یا رسولؐ اللہ! کیا آفتاب ہمارے برخلاف کوئی بات کہتا ہے؟ اور بعض منافق کہنے لگے یہ تو ہمیشہ اِسی فکر میں رہتے ہیں کہ اپنے ابنِ عم کا مرتبہ بڑھائیں اور اُن کا نام روشن کریں۔ پس بمجردِ ارشادِ جنابِ رسولِ خداؐ جناب علی ابن ابیطالب علیہ السّلام مسجد کے صحن میں آئے اور آفتاب سے خطاب فرمایا کَیْفَ اَصْبَحْتَ یَاخَلْقَ اللّٰہِ؟ اے مخلوقِ خدا! کس حال میں تو نے صبح کی؟ اُس نے جواب دیا بِخَیْرٍ یَا اَخَا رَسُوْلِ اللّٰہِ یَا اَوَّلُ یَا اٰخِرُ یَا ظَاھِرُ یَا بَاطِنُ یَا مَنْ ھُوَ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمٌ۔ اے رسولؐ اللہ کے بھائی! اے اوّل! اے آخر! اے ظاہر! اے باطن! اے ہر چیز سے واقف! میں نے اچھے حال میں دن نکالا۔ پھر وہ جنابؑ آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس آئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ تم بیان کروگے یا میں خبر دوں کہ جو آفتاب نے تم سے کہا ہے؟ عرض کی یا رسولؐ اللہ! آپ کی زبانِ مبارک سے اچھا معلوم ہوگا۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ آفتاب نے جو تم سے کہا یَا اَوَّلُ! تو اسکا مطلب یہ ہے کہ تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لائے ہو۔ اور یہ جو اُس نے کہا یَا اٰخِرُ! تو اُس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے غسلِ میت دیکر سب سے آخر دیکھنے والے تم ہوگے۔ اور یہ جو اُس نے تم سے کہا یَا ظَاھِرُ! اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ میرے اسرار پر اطلاع پائینگے اُن سب میں تم اوّل ہو۔ اور اُس کے قول یَا بَاطِنُ! کے یہ معنی ہیں کہ تم میرے علم کے حامل ہو۔ اور اُس کے آخری فقرہ یَا مَنْ ھُوَ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمٌ کا یہ مقصود ہے کہ خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں جو کچھ نازل کیا ہے خواہ وہ حلال کے متعلق ہو یا حرام کے فرائض ہوں یا احکام۔ تنزیل ہو۔ یا تاویل ناسخ ہو یا منسوخ محکم ہو یا متشابہ (سہل ہو) یا مشکل سب کو تم بخوبی جانتے ہو۔ اگر مجھے اِس بات کا اندیشہ نہوتا کہ تمہارے بارے میں میری امت کے لوگ ایسا کہنے لگینگے جیسا کہ عیسےٰؑ ابن مریمؑ کی شان میں نصاریٰ کہتے ہیں تو آج میں تمہارے وہ فضائل بیان کرتا کہ اُس کے بعد جس گروہ کی طرف سے تمہارا گذر ہوتا وہی تمہاری خاکِ قدم بغرضِ شفا اُٹھا لیتا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ عمارؓ یہ حدیث بیان ہی کر چکے تھے کہ اتنے میں اسلمانؓ فارسی بھی وہاں آنکلے۔ عمارؓ نے فرمایا اے جابرؓ یہ سلمانؓ بھی ہمارے ہمراہ خدمتِ جنابِ رسولِ خداؐ میں

موجود تھے۔ جابرؓ کہتے ہیں پس سلمانؓ فارسی نے بھی اسی طرح یہ حدیث بیان کی جس طرح عمارؓ یاسر نے بیان کی تھی۔

جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ جناب امیر علیہ السلام کی گود میں سر رکھکر سو گئے اور جناب امیر علیہ السلام نے اُس وقت تک نماز عصر نہ پڑھی تھی سورج ڈوبنے کے قریب پہنچ گیا تو آنحضرتؐ بیدار ہوئے اور جناب امیر علیہ السلام نے اپنی نماز کی کیفیت عرض کی۔ آنحضرتؐ نے دعا فرمائی اور خدا تعالےٰ نے سورج کو پھرلوٹا دیا۔ اِس کے آگے حضرتؑ نے حدیث ردّ شمس کو پورا بیان کیا۔ اُس کے لوٹ آنے پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ اُٹھو اور سورج کو سلام کرو اور اُس سے بات کرو اس لیے کہ وہ بھی تم سے بات کرنا چاہتا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں سورج کو کیا کہکے سلام کروں؟ فرمایا یوں کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلْقَ اللّٰہِ۔ پس جناب امیر علیہ السلام اُٹھے اور فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلْقَ اللّٰہِ۔ اُس نے فوراً جواب میں عرض کیا وَعَلَیْكَ السَّلَامُ یَا اَوَّلُ یَا اٰخِرُ یَا ظَاهِرُ یَا بَاطِنُ یَا مَنْ یُّنْجِیْ مُحِبِّیْهِ وَیُوْثِقُ مُبْغِضِیْهِ (آپ پر بھی سلام ہو اے اوّل! اے آخر! اے ظاہر! اے باطن! اے وہ جو اپنے دوستوں کو نجات دیگا اور اپنے سے بُغض رکھنے والوں کو باندھکے ڈالدیگا)۔ اِس کے بعد جناب امیر علیہ السلام نے نماز عصر باقاعدہ ادا کرلی اور آنحضرتؐ کے ارشاد کے بموجب عام لوگوں پر اس واقعہ کا اظہار نہیں کیا۔ مگر کسی موقع پر آنحضرتؐ سے آفتاب نے جو کچھ کہا تھا اُس کے معنی دریافت کیے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آفتاب نے جو کچھ کہا سچ کہا اور وہ خدا کے حکم سے گویا ہوا تھا۔ (یَا اَوَّلُ) کا یہ مطلب ہے کہ) تم ایمان لانے میں سب سے پہلے مومن ہو اور (یَا اٰخِرُ) کا یہ مطلب ہے کہ) اوصیاء انبیاء میں تم سب سے آخر ہو۔ نہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ تمہارے بعد کوئی وصی نبی۔ اور (یَا ظَاهِرُ) کا یہ مطلب ہے کہ) تم اپنے دشمنوں پر ہمیشہ غالب رہوگے اور (یَا بَاطِنُ) کا یہ مطلب ہے کہ) تم علم سے پورے آگاہ اور ایسے باخبر ہو کہ علم میں تم سے بڑھکے کوئی نہ ہوگا تم میرے علم کے مخزن اور میرے پروردگار کی وحی کے خزانہ ہو۔ تمہاری اولاد تمام عالم کی اولادوں سے بہتر اور تمہارے شیعہ قیامت کے دن سب میں چیدہ اور برگزیدہ ہونگے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۳ متعلق صفحہ ۸۶ (بقیہ نوٹ ہذا) منافق اس دیوار سے پیچھے

آواز دیکے کہینگے اَلَمۡ نَکُنۡ مَّعَکُمۡ ؟ اِس کے جواب میں مومنین کہینگے بَلٰی وَلٰکِنَّکُمۡ
فَتَنۡتُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ وَتَرَبَّصۡتُمۡ وَارۡتَبۡتُمۡ وَغَرَّتۡکُمُ الۡاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمۡرُ
اللّٰہِ وَغَرَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ ہ فَالۡیَوۡمَ لَا یُؤۡخَذُ مِنۡکُمۡ فِدۡیَۃٌ وَّلَا مِنَ الَّذِیۡنَ
کَفَرُوۡا ط مَاۡوٰىکُمُ النَّارُ ط ہِیَ مَوۡلٰىکُمۡ ط وَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ہ (دیکھو صفحہ ۸۶۰ سطر ۸)

تفسیر برہان میں سلام ابن مستنیر سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں
نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے خدا تعالے کے اِس قول فَضُرِبَ بَیۡنَہُمۡ بِسُوۡرٍ
لَّہٗ بَابٌ ط بَاطِنُہٗ فِیۡہِ الرَّحۡمَۃُ وَظَاہِرُہٗ مِنۡ قِبَلِہِ الۡعَذَابُ ہ یُنَادُوۡنَہُمۡ
اَلَمۡ نَکُنۡ مَّعَکُمۡ ط کا مطلب دریافت کیا تو حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ یہ قول ہمارے
بارے میں ۔ ہمارے شیعوں کے بارے میں اور ہمارے حق کا انکار کرنیوالوں کے بارے
میں نازل ہوا ہے ۔ جب قیامت کا دن ہو گا تو راستہ میں ایک جگہ مخلوق خدا روک لی
جائیگی اور خدا تعالے ظلمت کی ایک دیوار کھڑی کر دیگا جس میں ایک دروازہ بھی ہو گا ۔
اُس کے اندر کی طرف رحمت یعنی روشنی ہو گی اور سامنے باہر کی طرف عذاب یعنی اندھیرا
ہو گا ۔ پس خدا تعالے ہم کو اور ہمارے شیعوں کو تو اُس فصیل کے اندر پہنچا دیگا جہاں رحمت
اور نور ہو گا اور ہمارے دشمنوں کو اور ہمارے حق کا انکار کرنیوالوں کو اُس فصیل کے
باہر کی طرف رہنے دیگا جہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہو گا ۔ اُس وقت ہمارے دشمن تم کو
پکار پکار کے یہ پوچھینگے کہ (ارے رافضیو!) کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہیں تھے ؟
ہمارا نبی اور تمہارا نبی ایک ہی تھا ۔ ہماری نماز اور تمہاری نماز ایک ہی تھی ۔ ہمارا روزہ اور
تمہارا روزہ ایک ہی تھا ۔ ہمارا حج اور تمہارا حج ایک ہی تھا ۔ (قول مترجم ۔ جھوٹوں کے
پیرو وہاں بھی جھوٹ بولنے سے باز نہ آئینگے ۔ نبوت کے متعلق اعتقاد میں اور نماز روزہ
و حج کی بجا آوری میں جتنا کچھ فرق ہے فریقین کی کتابیں دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے)
امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اُس وقت ایک فرشتہ منجانب پروردگار عالم اُن کو
جواب دیگا ۔ ہاں کسی قدر مشابہت تو تھی لیکن تم نے اپنے نبیؐ کے بعد اپنی ذات کو آزمائش
میں ڈالا ۔ پھر تم خود سے حاکم بنگئے اور جس کے حکم کی پیروی کرنیکا تمہارے نبی نے تم کو حکم دیا
تھا اُس کی پیروی تم نے چھوڑ دی ۔ اور اُس کے حق میں نزول بلا کا تم نے انتظار کیا اور جو کچھ
اُس کے بارے میں تمہارے نبی نے تم سے کہا تھا اُس کے بارے میں تم شک میں پڑ گئے ۔
اور تمہاری آرزوؤں نے (تم کو دھوکا دیا) اور اہل حق کے خلاف جو تمہارا اجتماع ہو گیا
تھا اُس اجتماع نے تم کو دھوکا دیا ۔ اور چونکہ اِس حال میں خدا تعالے نے تمہارے حق میں

بُردباری کو کام فرمایا۔ اُس نے تم کو اور دھوکے میں ڈالا تا آنکہ خدا تعالےٰ نے صاحب امر یعنی علی ابن ابیطالب علیہ السّلام اور اُن کے بعد والے ائمہؑ کو (زمانۂ رجعت میں) حق کے ساتھ قوت دیکر ظاہر فرمایا۔ اِس سے پہلے پہلے شیطان برابر تم کو دھوکے ہی دیتا رہا۔ سو آج کے دن نہ تم ہی سے کوئی معاوضہ لیا جائیگا اور نہ انہی سے جنہوں نے آلِ رسولؐ کے حق کا انکار کر دیا تھا۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ تم کو کوئی نیکی بھی ایسی میسّر نہ آئیگی جسے معاوضہ میں پیش کرکے آتشِ جہنّم سے اپنے تئیں بچا سکو۔ تمہارا ٹھکانا آتشِ جہنّم ہے۔ وہی تمہاری حاکم ہے اور وہی (سب سے) بُری بازگشت ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۴ متعلق صفحہ ۱۶۱

المحاسن میں ہے کہ جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے اِس دین پر مرے وہ شہید مریگا۔ کسی نے عرض کی اگرچہ وہ اپنے بستر ہی پر مرے؟ (تو کیا جب بھی شہید مریگا؟) فرمایا ہاں! خدا کی قسم اگرچہ بستر ہی پر مرے تو وہ زندہ رہیگا۔ خدا کی جناب سے وہ رزق پائیگا۔

حکم بن عُتیبہ سے مروی ہے کہ جب جنگِ نہروان میں جناب امیر المُومنین علیہ السّلام نے خارجیوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ یا امیر المومنین! خوشا حال ہمارا کہ ہم اِس لڑائی میں آپ کی نصرت میں خارجیوں کو قتل کرکے شہید ہوئے۔ حضرتؑ نے فرمایا قسم ہے اُس کی جس نے دانہ کو شگافتہ اور ہر ذی روح کو پیدا کیا ہے اس معرکہ میں ہمارے ساتھ وہ لوگ بھی شہید ہوئے ہیں جنکے باپ دادا کو ابھی تک خدا نے پیدا ہی نہیں کیا ہے۔ اُس شخص نے عرض کی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو لوگ ابھی مخلوق نہیں ہوئے وہ شہید بھی ہو گئے؟ فرمایا آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو ہماری مطیع اور فرمانبردار ہوگی اور اِس جنگ (کے ثواب) میں وہ ہماری ضرور بالضرور شریک ہوگی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آدمیوں کو رضا مندی اور ناراضی مِلا لیتی ہے یا جُدا کر دیتی ہے۔ اور جو شخص کسی امر سے راضی ہو تو اُسکا کرنیوالا سمجھا جائیگا اور جو کسی امر سے ناراض ہوگا وہ اُس سے علیحدہ۔

منہال قصّاب نے جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے عرض کیا کہ اے مولا! میرے لیے حضور دعا فرمائیں کہ میں شہید مروں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ مومن جہاں بھی مرتا ہے شہید ہی مرتا ہے۔ کیا تو نے قولِ باریتعالےٰ نہیں سُنا کہ وہ قرآن میں فرماتا ہے وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖۤ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ٭ وَ الشُّہَدَآءُ عِنْدَ رَبِّہِمْ

(ضمیمہ پارہ نمبر ۲۴ بھی ملاحظہ ہو)

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت اپنے آبا و اجداد علیہم السلام کے مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں ایک فرشتہ حاضر ہوا جس کے بیس ہزار سر تھے۔ آنحضرتؐ اُس کی دست بوسی کے لیے کھڑے ہوگئے۔ فرشتہ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! ٹھہریے کہ آپ کا مرتبہ پیشِ خدا تمام آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق سے زیادہ ہے (میں خود حضور کی دست بوسی کے لیے حاضر ہوا ہوں) اُس فرشتہ کا نام محمود تھا۔ یکایک آنحضرتؐ دیکھتے کیا ہیں کہ اُس کے دونوں شانوں کے مابین یہ عبارت لکھی ہے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ الصِّدِّیْقُ الْاَكْبَرُ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے میرے حبیب محمود! یہ عبارت تمہارے شانوں کے مابین کب سے لکھی ہوئی ہے؟ محمود نے عرض کیا کہ آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے ۱۲ ہزار برس پہلے سے۔

مالک جُہنی کہتے ہیں کہ مجھ سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کیا تم لوگ اِس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم نماز پڑھتے ہو۔ زکوٰۃ دیتے ہو۔ اپنی زبان اور آنکھوں کو حرام سے بچاتے ہو پس جنّت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اے مالک! اس دارِ دنیا میں جس جس گروہ نے جس جس شخص کو اپنا امام بنا لیا ہے قیامت کے دن اُن کی یہ حالت ہوگی کہ پیر تو اپنے مریدوں پر لعنت کرتا ہوا آئیگا اور مُرید اُس پر لعنت کرتے ہوئے آئینگے۔ مگر تم لوگ اور جو تمہاری مانند ہوں اُن کا یہ حال نہ ہوگا۔ اے مالک! تم میں سے جو شخص اِس امر (ہماری محبّت) پر مریگا وہ شہید ہوگا۔ گویا کہ وہ خدا کی راہ میں تلوار سے مارتا ہوا قتل ہوا ہوگا۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت اپنے اجدادِ طاہرین کی منقول ہے کہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے ایک دن اپنے اصحاب کو علم کے چار سو باب تعلیم فرمائے۔ منجملہ اُن کے ایک یہ بھی تھا کہ تم لوگ کمینوں اور نااہلوں سے بچتے رہو کہ وہ لوگ خدا سے خوف نہیں کرتے۔ بعضے اُن میں انبیاء کے قاتل ہیں اور ہمارے دشمن بھی اُنہی میں ہیں۔ (آگاہ ہو جاؤ!) خداوندِ عالم نے اہلِ زمین کی طرف توجہ فرمائی اُن میں سے ہم کو منتخب کیا اور ہماری خاطر سے ہمارے شیعوں کو پسند فرمایا۔ جب ہی تو وہ ہماری نصرت کرتے ہیں اور ہماری خوشی سے وہ خوش ہوتے ہیں اور ہمارے رنج سے وہ رنجیدہ ہوتے ہیں۔ ہماری راہ میں اور ہمارے واسطے وہ اپنے مال اور اپنی جانیں صرف کرتے ہیں۔ ہمارے شیعوں میں کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جو کسی امر کا مرتکب ہو

جس سے ہم نے اُس کو منع کیا ہو۔ اور پھر وہ یونہی مر جائے جب تک کہ اُسے خدا تعالیٰ کسی بلا میں مبتلا نہ کرے جس کے ذریعہ سے اُس کا وہ گناہ دور ہو سکے۔ یا تو وہ بلا اُس کے مال کے متعلق ہوگی یا اُسکی اولاد کے متعلق ہوگی یا اُس کی جان کے متعلق ہوگی۔ اب وہ ایسے حال میں خدا تعالیٰ سے ملاقات کریگا کہ اُس کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا اور اگر کوئی گناہ باقی بھی رہگیا تو موت کے وقت اُس پر سختی گزریگی (جس سے وہ گناہ بھی دور ہو جائیگا)۔ ہمارے شیعوں میں سے جو مر جائے وہ صدیق و شہید ہے۔ اس لیے کہ اُسنے ہمارے امر کی تصدیق کی ہے اور جس سے دوستی کی تو ہماری وجہ سے کی اور جس سے دشمنی رکھی تو ہماری وجہ سے رکھی۔ دونوں صورتوں میں خدا کی خوشنودی مدِ نظر رکھی۔ خدا و رسولؐ پر وہ ایمان لایا اسی لیے خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ۔

نیز جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا تم اپنے اپنے گھروں میں استقلال سے رہو۔ بلاؤں پر صبر کرو۔ اپنے ہاتھوں اور تلواروں اور نیزوں کو حرکت نہ دو اور جس چیز کو خدا تعالےٰ نے تمہارے لیے جلد لانیوالا ہے تم اُسکے لیے جلدی نہ کرو۔ اس لیے کہ جو کوئی تم میں سے اپنے بستر پر بھی مریگا اور وہ پروردگار کے حق کی اور جناب رسولِ خدا کے حق کی اور اہلبیتِ رسالت کے حق کی معرفت رکھتا ہوگا تو وہ شہید مریگا اور اُسکا اجر خدا کے ذمہ رہا جس عملِ خیر کی اُس نے نیت کی وہ اُس کی جزا کا مستحق ہو چکا۔ اور اسی نیت کے ذریعہ سے وہ راہِ خدا میں تلوار سے لڑنے کی منزلت پر فائز ہو جائیگا۔

بشارات الشیعہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے بروایت اپنے آباؤ اجدادِ طاہرین علیہم السلام کے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ روز قیامت کچھ لوگ نور کے منبروں پر بیٹھے ہونگے۔ چہرے اُن کے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہونگے۔ تمام اولین و آخرین اُن کے مرتبہ کو دیکھکر غبطہ (آرزو) کرینگے یہ فرما کے آنحضرتؐ خاموش ہو رہے۔ پھر تین بار یہی فرمایا۔ اس پر عمر ابن خطاب کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں کیا وہ لوگ شہید ان راہِ خدا ہونگے؟ فرمایا شہید تو وہ ہونگے مگر ایسے نہیں جیسے تم لوگ خیال کرتے ہو۔ اُس نے عرض کی کیا وہ انبیاء ہونگے؟ فرمایا جیسا تو سمجھ رہا ہے وہ انبیاء بھی نہ ہونگے۔ اُس نے عرض کی کیا وہ اوصیاء ہونگے؟ فرمایا وہ ایسے اوصیا بھی نہیں ہیں جیسا کہ تیرا گمان ہے۔ عرض کی

آخر وہ ہیں کون؟ کیا آسمان کے رہنے والے ہیں یا زمین کے باشندے؟ فرمایا ہیں تو وہ سب زمین ہی کے رہنے والے۔ عرض کی مجھے بتا تو دیجیے وہ ہیں کون؟ پس آنحضرتؐ نے اپنے دست مبارک سے علی بن ابیطالب علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ یہ اور انکے شیعہ۔ قریش میں سے جو علیؑ سے دشمنی کرے وہ حرامی ہے۔ انصار میں سے جو کوئی علیؑ سے عداوت رکھے وہ یہودی ہے۔ سارے عرب میں سے جو کوئی علیؑ سے بغض رکھے وہ زنازادہ ہے۔ تمام آدمیوں میں جو کوئی علیؑ کا دشمن ہو وہ شقی ہے۔ اے عمر بن خطاب! جو کوئی میرے محبت کا دعوےٰ کرے اور علیؑ سے دشمنی رکھے وہ (ملعون) جھوٹا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۸۶۲

تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب اعدائے دین جناب امام زین العابدین علیہ السلام اور دختران جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کو مقید کرکے مع سر مبارک جناب امام حسین علیہ السلام یزید لعین کے سامنے لے گئے اور بیمار کربلا زنجیروں میں جکڑے ہوئے اُس ملعون کے دربار عام میں کھڑے تھے تو یزید پلید بولا کہ اے علیؑ ابن الحسین میں خدا کی حمد بجالاتا ہوں کہ اُس نے تمہارے باپ کو قتل کیا۔ جناب امامؑ نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے اُس پر جس نے میرے پدر بزرگوار کو جھوٹ بولکر شہید کیا ہے۔ کیا تیرا یہ گمان ہے کہ میں اپنے پروردگار کو برا کہونگا؟ یہ سُنکر یزید لعین غضبناک ہوا اور جناب بیمار کربلا کے گردن مارے جانیکا حکم دیدیا۔ حضرتؑ نے فرمایا (اے یزید!) جس حال میں کہ تو مجھے قتل کریگا تو جناب رسول خدا کی بہو بیٹیوں کو مدینہ منورہ انکے مکانوں تک کون پہنچائیگا۔ میرے سوا تو کوئی اُن کا محرم باقی نہیں رہا؟ یزید نے جواب دیا کہ ان کے گھروں تک تو آپ ہی ان کو پہنچائینگے۔ پھر یزید نے سوہن منگایا اور امامؑ کی گردن کا طوق اپنے ہاتھ سے ریتنے لگا۔ پھر یزید نے کہا اے علیؑ ابن الحسین آپ سمجھے بھی کہ میں اپنے ہاتھ سے کیوں یہ کام کر رہا ہوں؟ ارشاد فرمایا ہاں میں تیرا مطلب جانتا ہوں۔ تو یہ چاہتا ہے کہ سوائے میرے اور کسی کا احسان علیؑ بن الحسینؑ پر نہو۔ یزید نے کہا خدا کی قسم یہی میں نے سوچا تھا۔ پھر یزید نے کہا اے علیؑ بن الحسینؑ! وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۷۷۰ سطر ۱) حضرتؑ نے فرمایا اے یزید! خدا کی قسم یہ آیت ہرگز ہمارے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ ہماری شان میں تو یہ آیت آئی ہے مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىٓ اَنْفُسِكُمْ الخ۔ اے یزید! ہم وہ ہیں کہ دنیا کی جو چیز ہمارے ہاتھ سے نکل جائے ہم اُس پر افسوس نہیں کرتے اور دنیا کی جو چیز ہمیں ملے اُس پر ہم اتراتے نہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۸۶۳

کافی میں ابو دیلم نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون کو اپنا وصی بنایا اور یوشع بن نون نے حضرت ہارونؑ کے فرزند کو اپنا وصی قرار دیا اور اپنے بیٹے کو اپنا وصی نہیں بنایا۔ نہ فرزند موسیٰ علیہ السلام کو بنایا۔ اس لیے کہ انتخاب باختیار خدا ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس عہدۂ جلیلہ کے لیے منتخب فرماتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور یوشع بن نون نے نبوت جناب مسیحؑ کی بشارت دی۔ جب وہ جناب مبعوث بہ رسالت ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو خبر دی کہ میرے بعد ایک نبی آئیگا جن کا نام احمدؐ ہوگا اور وہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہونگے وہ میری اور تمہاری تصدیق کرینگے۔ میری اور تمہاری طرف سے معذرت بھی پیش کرینگے۔ یہ پیشین گوئی اُن جنابؑ کے حوارین میں جو یاد رکھنے والے تھے برابر چلی آئی۔ اُن لوگوں کا نام مستحفظین خدا نے اس لیے رکھا تھا کہ وہ اسم اکبر کے محافظ تھے۔ اسم اکبر سے مراد وہ کتاب ہے جس کے ذریعہ سے ہر چیز کا علم حاصل ہوسکتا ہے اور اسم اکبر انبیاء کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ ۔ اس آیت میں کتاب سے مراد اسم اکبر ہے۔ لفظ الکتاب سے (علی العموم) توریت و انجیل و قرآن مراد لی جاتی ہے حالانکہ اُس میں کتاب نوحؑ۔ کتاب صالحؑ۔ کتاب شعیبؑ اور کتاب ابراہیمؑ بھی داخل ہیں جن کے بارے میں خدا تعالےٰ یوں خبر دیتا ہے اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۹۴۶ سطر ۸) اب حضرت ابراہیمؑ کے صحیفے کہاں ہیں۔ بلکہ صحف ابراہیمؑ سے وہی اسم اکبر مراد ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں سے بھی مراد اسم اکبر ہے۔ پس ایک عالم دوسرے عالم کو برابر وصیت کرتا رہا یہانتک کہ وہ وصایا محمد مصطفیٰ کے پاس پہنچے۔ جب خدا نے آنحضرتؐ کو مبعوث برسالت کیا تو مستحفظین میں جو باقی رہ گئے تھے وہ اسلام لائے اور بنی اسرائیلؑ نے آنحضرتؐ کی تکذیب کی۔ آنحضرتؐ نے منافق کو دعوت اسلام بھی دی اور خدا کی راہ میں جہاد بھی کیا۔ پھر خدا تعالےٰ نے اپنے رسول کے پاس یہ فرمان بھیجا کہ اپنے وصی کی فضیلت کھُلم کھُلا ظاہر کردو۔ جناب رسول خدا نے یہ عذر پیش کیا کہ یہ قوم عرب بڑی جفا کار ہے۔ نہ ان میں کوئی کتاب اُتری ہے اور نہ ان میں خدا کا کوئی نبی آیا ہے۔ نہ یہ لوگ انبیاء کی نبوت کو پہچانتے ہیں اور نہ اُن کا مرتبہ جانتے ہیں۔ اگر میں اس قوم کو اپنے اہلبیتؑ کی بزرگی اور فضیلت سے آگاہ کرونگا تو یہ مجھ پر ایمان نہ لائینگے۔ ارشاد باری ہوا کہ اے رسولؐ اتم ان کے بارے میں افسوس نہ کرو

اور یہ نرمی کلام کرو کہ یہ آگے چل کر سب کچھ جان لینگے۔ پس آنحضرتؐ نے اپنے وصی کے کچھ فضائل بیان فرمائے۔ جس پر وہ لوگ وصیِ رسولؐ خدا سے نفاق وعداوت رکھنے لگے۔ جنابِ رسولِؐ خدا کو اُن کا نفاق اور اُن کی جیہ میگوئیاں معلوم ہوگئیں۔ جناب باری نے فرمایا (اے رسولؐ!) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۴۲۵ سطر ۳)۔ نیز فرمایا قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۝ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۲۰۹ سطر ۱) جنابِ رسولِؐ خدا کی عادت یہ تھی کہ وہ جنابؐ اُن لوگوں کو بلائے رکھتے تھے اور ایک کے برخلاف دوسرے سے مدد لیا کرتے تھے اور اپنے وصی کی فضیلت بھی کچھ کچھ اُن کو سُنا دیا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ سورہ نازل ہوا اور اُن پر حجت قائم ہوگئی۔ پھر جب خدا تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو اُن کی موت کی اطلاع دی اور آگاہ کر دیا کہ اب تمہاری وفات کا زمانہ قریب ہے تو اس پر یہ بھی فرمایا فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ (ترجمہ کے لیے دیکھو صفحہ ۹۵۴ سطر ۵ و ۶) جسکا یہ مطلب تھا کہ جب تم اپنے کارِ تبلیغِ رسالت سے فارغ ہو گئے تو اپنا عَلَم قائم کردو اور اپنے وصی کی فضیلت کا اعلان کردو۔ اور لوگوں کو اُن کی فضیلت کھول کر بتا دو۔ اُس وقت آنحضرتؐ نے (بمقام خُمّ غدیر) تین بار ارشاد فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ (جن کا میں حاکم ہوں پس علیؑ بن ابیطالب بھی اُن کے حاکم ہیں۔ یا اللہ! جو علیؑ کو دوست رکھے تو اُسے دوست رکھ اور جو اُس سے دشمنی رکھے تو بھی اُس کا دشمن ہوجیو)۔ نیز (جنگِ خیبر میں) فرمایا تھا۔ میں کل ایسے شخص کو (میدانِ جنگ میں) بھیجونگا جو خدا اور خدا کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور خدا کا رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہیں اور وہ ہرگز بھاگنے والا نہیں ہے۔ اِس کلام سے اُس شخص پر تعریض بھی منظور تھی جو اس طرح پلٹ کر آیا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں پر بزدلی کا الزام لگاتا تھا۔ اور اُس کے ساتھی اُس کو بزدل بتلاتے تھے۔ اور نیز یہ بھی فرمایا عَلِيٌّ سَيِّدُ الْمُؤْمِنِيْنَ (علیؑ بن ابیطالب تمام مؤمنوں کے سردار ہیں) نیز یہ بھی فرمایا تھا عَلِيٌّ عَمُوْدُ الدِّيْنِ (علیؑ بن ابیطالب دین کے ستون ہیں) یہ بھی فرمایا تھا هٰذَا هُوَ الَّذِيْ يَضْرِبُ النَّاسَ بِالسَّيْفِ عَلَى الْحَقِّ بَعْدِيْ۔ یہی وہ شخص ہے جو میرے بعد ناکسوں سے حق پر لڑیگا) یہ بھی فرمایا تھا اَلْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ اَيْنَمَا مَالَ (جس طرف علیؑ بن ابیطالب جاتے ہیں حق اُن کے ساتھ ساتھ رہتا ہے) یہ بھی فرمایا تھا اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ اِنْ اَخَذْتُمْ

بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاَهْلَبَيْتِي عِتْرَتِي يَا اَيُّهَا النَّاسُ اسْمَعُوا وَقَدْ بَلَّغْتُ اَنَّكُمْ سَتَرِدُوْنَ عَلَيَّ الْحَوْضَ فَاَسْئَلُكُمْ عَمَّا فَعَلْتُمْ فِي الثَّقَلَيْنِ اَلثَّقَلَانِ كِتَابُ اللهِ جَلَّ ذِكْرُهٗ وَاَهْلَبَيْتِي فَلَا تَسْبِقُوْهُمْ فَتَهْلِكُوْا وَلَا تُعَلِّمُوْهُمْ فَاِنَّهُمْ اَعْلَمُ مِنْكُمْ (میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم اُن دونوں کے مطیع رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ایک کتاب خدا قرآنِ مجید ہے دوسرے میری ذرّیت عترت ہے۔ ایھاالناس میری سنو۔ دیکھو میں نے حکم خدا تم تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یہ کہ تم لوگ میرے ہی حوض کوثر پر آؤگے۔ میں اُس وقت تم سے ضرور جواب طلب کرونگا کہ تم نے ثقلین کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ ثقلین سے مراد کتاب خدا ہے اور میرے اہلبیتؑ۔ دیکھو تم لوگ میری عترت سے آگے نہ بڑھنا کہ گمراہ ہو جاؤگے۔ اور اُن کے مقابلہ میں علم نہ جتانا کہ وہ تم سب سے زیادہ عالم ہیں)۔ (امامؑ فرماتے ہیں) اُن لوگوں پر ارشاد نبوی سے بھی اور قرآن سے بھی جسے یہ لوگ پڑھتے ہیں حجت قائم ہو چکی۔ پس جناب رسولِ خدا برابر اپنے کلام سے اپنے اہلبیتؑ کے فضائل بتلاتے رہے اور قرآنِ مجید سے بھی کھول کھول کر بتلاتے رہے مثل اس قولِ خدا کے اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (دیکھو صفحہ ۳۷۶ سطر ۸) کبھی یہ آیت تلاوت فرمائی وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى الخ (دیکھو صفحہ ۲۸۹ سطر ۱) کبھی یہ آیت سنائی وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ (دیکھو صفحہ ۱۵۱ سطر ۶) حضرت علی علیہ السلام جناب رسولِ خدا کے قرابتدار بھی تو تھے۔ وصی ہونا اُنہی کا حق تھا جبھی تو جناب رسولؐ خدا نے اُن جناب کو وصی مقرر کیا تھا۔ اُنہی جنابؑ کے پاس اسم اکبر اور میراث علم اور علم نبوت کے آثار موجود تھے۔ اور کبھی جناب رسولِ خدا نے یہ آیت پڑھی قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (دیکھو صفحہ ۷۷۵ سطر ۸) کبھی یہ آیت پڑھی وَاِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (دیکھو صفحہ ۶۲۰ سطر ۷)۔ (ایک قرأت کے بموجب اَلْمَوَدَّةُ ہے) مطلب یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ میں تم سے قیامت کے دن اُس مودت کے بارے میں سوال کرونگا جس کے فرض ہونیکے متعلق میں حکم نازل کر چکا ہوں یعنی قرابتدارانِ رسولؐ کی مودت کا اور قاتلوں سے یہ جواب طلب ہوگا کہ تم نے جناب رسولِ خدا کے قرابتداروں کو کس خطا پر قتل کیا تھا؟ کبھی فرمایا فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (دیکھو صفحہ ۴۳۲ سطر ۸) اس آیت میں ذکر سے قرآن مجید اور اہل ذکر سے آلِ محمد علیہم السلام مراد ہیں۔

جبھی تو خدا تعالے نے اُن سے سوال کرنیکا حکم دیا ہے۔ جاہلوں سے سوال کرنیکا حکم نہیں دیا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ ذکر سے قرآن مراد ہے تو اس کا شاہد خدا تعالے کا یہ قول ہے۔ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ (دیکھو صفحہ ۴۳۴ سطر ۱۰) دوسری آیت میں فرماتا ہے وَاِنَّهٗ لَذِكۡرٌ لَّكَ وَلِقَوۡمِكَ‌ۚ وَسَوۡفَ تُسۡـَٔـلُوۡنَ (دیکھو صفحہ ۴۸۶ سطر ۱) کبھی آنجناب نے یہ آیت پڑھی اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ‌ (دیکھو صفحہ ۱۳۸ سطر ۸) کبھی یہ آیت پڑھی وَلَوۡ رَدُّوۡهُ اِلَى الرَّسُوۡلِ وَاِلٰٓى اُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ الَّذِيۡنَ يَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَهٗ مِنۡهُمۡ‌ (دیکھو صفحہ ۱۴۴ سطر ۷) پس خدا تعالے نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اپنے معاملات اولیاء امر کے سامنے جن کی اطاعت اُن پر واجب کی ہے پیش کیا کریں۔ پس جب جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہو کے (بمقام خم غدیر) پہنچے تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور یہ آیت لائے يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ‌ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسٰلَتَهٗ‌ؕ وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ‏ (دیکھو صفحہ ۱۸۰ سطر ۶) پس جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منادی کرادی۔ سب لوگ جمع ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اس میدان سے جھاڑ جھنکاڑ صاف کیا جائے (جب سارے امور طے ہو چکے تو) جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ایہا الناس! تمہارا حاکم اور تمہاری جانوں پر خود تم سے زیادہ اختیار رکھنے والا کون ہے؟ سب نے جواب دیا خدا اور خدا کا رسولؐ۔ تین مرتبہ یہی اقرار لیکر فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ (جس کا میں حاکم ہوں پس علیؑ بن ابیطالب بھی اُس کے حاکم ہیں۔ یا اللہ! جو علیؑ سے دوستی کرے تو اُس سے دوستی کیجیو اور جو علیؑ سے دشمنی کرے تو اُس سے دشمنی کیجیو) جناب رسولؐ خدا کے اس قول سے منافقوں کے سینوں میں نفاق اور بڑھ گیا اور کہنے لگے یہ آیت اور یہ حکم تو خدا نے ہرگز بھی محمدؐ پہ نازل نہیں کیا ہے بلکہ یہ خود اپنے ابن عم کو بڑھانا چاہتے ہیں۔ پس جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ مدینہ واپس آئے تو ایک جماعت انصار کی حاضر خدمت ہو کے عرض کرنے لگی کہ یا رسول اللہ! خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا۔ حضور کی تشریف آوری سے اور ہمارے ہاں قیام کرنے سے ہماری عزت بڑھائی اسپر یہ کرم فرمایا کہ ہمارے دوستوں کو خوش اور ہمارے دشمنوں کو ذلیل کر دیا۔ حضور کی خدمت میں جا بجا سے مہمان حاضر ہوتے ہیں۔ اُن کے عطا کرنیکے لیے آپ کے پاس سامان نہیں ہے۔ اس سے آپ کے

دشمن ہنسی اڑاتے ہیں۔ لہذا ہماری درخواست یہ ہے کہ ہمارا تہائی مال آپ لے لیں تاکہ مکہ (وغیرہ) سے آنیوالے مہمانوں کو آپ اُس میں سے عطا فرما دیا کریں۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے اُن کی درخواست کا کچھ جواب نہ دیا اور وحی کے منتظر رہے۔ پس جبرئیل امین نازل ہوئے اور یہ آیہ لائے قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (دیکھو صفحہ ۵۷۷ سطر ۸) (جناب امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ) جب آیت خمس نازل ہوئی تو منافقوں نے یوں کہا کہ اب یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے مال اور املاک بھی اپنے اہلبیت کو دیدیں۔ پھر حضرت جبرئیل امین نازل ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ! خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ نبوت تم نے ادا کردی۔ زندگانی تمہاری ختم ہوگئی۔ اب تم اسم اکبر اور میراث علم اور علم نبوت کے آثار علیؑ بن ابیطالب کے سپرد کردو کہ میں نے زمین کو کبھی عالم سے جس کی وجہ سے میری طاعت اور میری ولایت کی معرفت حاصل ہو خالی نہیں چھوڑا۔ اور یہی دستور رکھا ہے کہ ہر نبی کی وفات کے بعد اپنی ایک حجت دوسری حجت کے پیدا ہونے تک ضرور باقی رکھی ہے۔ پس جناب رسول خدا نے جناب امیرالمومنین علیہ السلام کو اسم اکبر بھی تعلیم کیا۔ میراث علم بھی سونپی۔ علم نبوت کے آثار بھی سکھا دیئے اور ایک ہزار کلمے اور ایک ہزار باب تعلیم فرمائے کہ ہر کلمہ سے ایک ہزار کلمے اور ہر باب سے ایک ہزار باب اور مفتوح ہوگئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۱ متعلق صفحہ ۸۶۴

دوسری روایت میں یوں ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے بعد شاہان جبار ظاہر ہوئے جو گناہوں کے مرتکب ہوتے تھے۔ یہ حال دیکھکر مومنین غضبناک ہوگئے اور جنگ کے لیے اُن ظالم بادشاہوں کے سامنے آڈٹے۔ پس تین مرتبہ باایمان لوگوں نے شکست کھائی۔ بہت تھوڑے سے آدمی اُن میں سے باقی رہگئے تو وہ کہنے لگے کہ اگر ہم ان بادشاہوں پر ظاہر ہونگے تو یہ ہم کو فنا کردینگے۔ پھر کوئی بھی دین حق کی طرف دعوت دینے والا باقی نہ رہیگا۔ آؤ زمین کے اطراف میں متفرق ہوجائیں۔ یہانتک کہ وہ نبی مبعوث ہو جس کا حضرت عیسٰے علیہ السلام نے ہم سے وعدہ کیا ہے یعنی محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ۔ پس وہ لوگ پہاڑوں کی گھاٹیوں میں پھیل گئے اور راہب بنگئے۔ بعضے تو اُن میں ایسے تھے جو اپنے دین پر قائم رہے اور بعضے کافر ہوگئے۔ پھر حضرتؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۳ متعلق صفحہ ۸۶۴

جابر جعفی کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا۔ فرمایا کفلین سے مراد حسنؑ و حسینؑ اور نور سے مراد علیؑ بن ابیطالب ہیں۔

حضرت جابرؓ ابنِ عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ کِفْلَیْنِ مِنَ الرَّحْمَةِ حسنؑ وحسینؑ اور یَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ میں نور سے مراد علی بن ابیطالب علیہ السّلام ہیں۔

کعب بن عیاض کہتا ہے کہ میں نے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے روبرو جنابِ علی بن ابیطالب علیہ السّلام کو طعنہ دیا تو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے میرے سینے پر گھونسا مارا اور فرمایا کہ خداوندِ عالم نے علیؑ ابن ابیطالب کو دو نور عطا فرمائے ہیں ایک نور آسمان میں ہے دوسرا زمین پر۔ جو شخص اُن کے نور سے متمسّک رہیگا خدا تعالےٰ اُس کو جنّت میں داخل کریگا اور جو شخص اُسے چھوڑ دیگا تو خدا تعالےٰ اُس کو دوزخ میں ڈالیگا۔ اے کعب! تو میری جانب سے لوگوں کو یہ خوشخبری سُنا دے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے چہرۂ علی بن ابیطالب علیہ السلام کے نور سے ستّر ہزار فرشتے پیدا کیے ہیں جو اُن کے لیے اور اُن کے شیعوں کے لیے قیامت تک دعائے مغفرت کرتے رہینگے۔

تمام شد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضمیمہ جات متعلق پارہ بست و ہشتم

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۸۶۷

تفسیر قمی میں بروایت ابو بصیر جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت کے نازل ہونیکا سبب یہ منقول ہے کہ ایک رات جناب سیدہ صلوات اللہ وسلامہ علیہا نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ اپنے ہمراہ مجھے اور علیؑ اور حسنینؑ کو لیے ہوئے کہیں جانیکا قصد کرتے ہیں پس اسی ارادہ سے وہ جناب ہم سب کو ہمراہ لیکر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ جب مدینہ کے مکانوں سے نکل گئے تو ایک دوراہہ ملا۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ داہنی طرف والے راستہ پر روانہ ہو گئے یہاں تک کہ ایک باغ پر پہنچے جس میں چشمہ بھی جاری تھا۔ وہاں آنحضرتؐ نے ایک بکری مول لی جس کے ایک کان پر سفید نقطے تھے۔ اُس کے ذبح کرنیکا آنحضرتؐ نے حکم دیا۔ جب گوشت تیار ہو گیا تو سب نے ملکر کھایا۔ اُسکے کھاتے ہی سب کے سب مر گئے۔ یہ حال دیکھکر جناب سیدہؑ روتی ہوئی خوف زدہ خواب سے بیدار ہوئیں۔ اور جناب رسولِ خدا سے اپنا خواب بیان کیا۔ جب صبح ہوئی تو جناب رسولِ خدا دراز گوش پر سوار خانۂ جناب سیدہؑ میں تشریف لائے اور جناب سیدہؑ کو سوار کر لیا۔ پھر جناب امیر المومنین علیہ السلام اور حسنین علیہما السلام سے فرمایا تم بھی چلو۔ پس جب یہ سب حضراتؑ مدینہ سے نکلے تو ویسا ہی دوراہہ ملا جیسا کہ جناب معصومہؑ نے خواب میں دیکھا تھا۔ پس جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے داہنا راستہ اختیار کیا جیسا کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام دیکھ چکی تھیں۔ پھر آنحضرتؐ ایک مقام پر پہنچے جہاں خرمے کے درخت اور پانی کا چشمہ تھا تو آنحضرتؐ نے ایک بکری جس کے کان پر سفید تل تھے خرید فرمائی یہ بھی خواب کے مطابق ہوا۔ پھر اُسکے ذبح کا حکم دیا۔ پس وہ ذبح کی گئی۔ گوشت اُس کا بھونا گیا جیسے ہی اُن بزرگواروں نے نوش فرمانیکا قصد کیا۔ جناب سیدہؑ اُٹھیں اور ایک طرف جا کر اس خوف سے رونے لگیں کہ اب یہ سب مر جائینگے۔ پس جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ اُٹھ کر اپنی پارۂ جگر کے پاس وہاں تشریف لے گئے جہاں وہ رو رہی تھیں۔ اور یہ حال دیکھکر فرمایا کہ اے لختِ جگر! تم روتی کیوں ہو؟ عرض کی بابا! میں نے رات ایسا ایسا خواب دیکھا ہے۔ اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ سب کچھ ہو بہو آپ اس وقت تک کر چکے پس میں اس لیے

آپ کے پاس سے ہٹ گئی کہ میں آپ کو مرتے ہوئے نہ دیکھوں۔ یہ سُنکر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ
علیہ وآلہ اُٹھے اور دو رکعت نماز پڑھی بعد اس کے درگاہِ خدا میں مناجات کی۔ جبرئیلِ امین
نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! ایک شیطان ہے نام اُس کا زہا ہے۔ اُس نے فاطمہ کو
خواب میں یہ واقعہ دکھایا ہے۔ وہی مومنین کو اُن کے سوتے میں اذیت دیتا ہے جس سے
وہ مغموم و محزون ہوجاتے ہیں۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ اے جبرئیل
اُسے میرے پاس لاؤ۔ پس جبرئیل گئے اور زہا کو پکڑ لائے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تو نے ہی
فاطمہ کو یہ خواب دکھایا تھا؟ اُس نے عرض کی جی ہاں! یہ سُنکر آنحضرت نے اُس کے بدن پر تین
بار تھوکا جس سے اُس کے تین جگہ درد پیدا ہوگیا۔ پھر جبرئیل نے عرض کی یا رسول اللہ! فاطمہ
سے کہدیجیے کہ اگر خواب میں کوئی خوفناک واقعہ دیکھا کریں یا مومنین میں سے کوئی شخص بُرا خواب
دیکھے تو یہ پڑھے اَعُوْذُ بِمَا عَاذَتْ بِهٖ مَلٰٓئِكَةُ اللّٰهِ الْمُقَرَّبُوْنَ وَاَنْبِيَاءُهُ الْمُرْسَلُوْنَ وَ
وَعِبَادُهُ الصّٰلِحُوْنَ مِنْ شَرِّ مَا رَاَيْتُ مِنْ رُّؤْيَايَ۔ بعد اس کے سورہ حمد و قل اعوذ
برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس اور قل ہو اللہ احد پڑھکے اپنے بائیں جانب تھوک دے
پس وہ خواب اُسے ضرر نہ پہنچائیگا۔ اُس وقت خداوندِ عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنَّمَا
النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ الخ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۸۷

قمی علیہ الرحمہ نے اس آیت کے نازل ہونیکا سبب یوں لکھا ہے کہ مدینہ میں یہودیوں کے تین قبیلے
رہتے تھے۔ ایک بنی نضیر۔ دوسرا بنی قریظہ۔ تیسرا بنی قینقاع۔ ان تینوں کے اور جنابِ
رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے مابین ایک مدت تک کے لیے عہد و پیمان ہوچکا تھا پس
ان سب نے عہد توڑ دیا۔ اور عہد شکنی کے باعث بنی نضیر ہوئے تھے۔ قصہ یہ ہے کہ آنحضرت
کے اصحاب میں سے ایک شخص نے دو آدمیوں کو نادانستہ قتل کر دیا تھا (اُن دونوں کی دیت
ادا کرنیکے لیے مال نہ تھا) آنحضرت روپیہ قرض لینے کے لیے کعب بن اشرف کے پاس
تشریف لے گئے تاکہ اُن دونوں مقتولوں کی دیت ادا کریں۔ جب اُس کے مکان پر پہنچے تو
کعب نے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی بڑی خاطر و تواضع کی۔ اور یہ ظاہر کرکے کہ میں
حضور کے لیے کھانا تیار کراتا ہوں کھڑا ہوگیا اور دل میں آنحضرت کے مار ڈالنے کی تدبیریں
گانٹھنے لگا۔ اور اپنے یاروں کو تلاش کرنے لگا۔ جبرئیل امین نازل ہوئے اور کعب کے ارادہ
سے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کو اطلاع دی۔ وہ جناب مدینہ میں واپس تشریف
لائے اور محمد بن مسلم انصاری سے فرمایا تم بنی نضیر کے پاس جاؤ اور اُن سے کہدو کہ خدا نے

تمہارے ارادہ اور غدر سے اپنے رسول کو آگاہ کر دیا ہے۔ اب تم یا تو ہمارا شہر چھوڑ دو یا لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ (محمد مسلم بنی نضیر کے پاس گئے اور فرمان نبوی کہ سنایا) انہوں نے جواب دیا ہم آپ کی بستی سے نکلے جاتے ہیں۔ لیکن عبداللہ بن ابی نے بنی نضیر سے کہلا بھیجا کہ تم ہرگز نہ نکلنا۔ اپنے مکانوں میں بیٹھے رہو اور محمدؐ سے لڑنے پر آمادہ ہو جاؤ۔ میں تمہاری مدد کرونگا۔ میری ساری قوم اور میرے ہم قسم تمہاری نصرت کے لیے تیار ہیں۔ اگر تم شہر چھوڑ دوگے تو میں بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑا ہونگا اور اگر تم لڑوگے تو میں بھی تمہارے ہمراہ جنگ کرونگا۔ پس وہ لوگ سب کے سب ٹھہر گئے اور اپنے قلعوں کی درستی کرنے لگے اور لڑائی پر آمادہ ہو گئے اور جناب رسول خدا سے کہلا بھیجا کہ ہم تو نہیں نکلتے جو آپ کو کرنا ہو کر لیجیے۔ پس آنحضرتؐ تکبیر کہکے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اصحاب نے بھی تکبیریں کہیں اور کھڑے ہو گئے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا کہ اے علیؑ! تم بنی نضیر کے مقابلہ میں جاؤ۔ اُن جنابؑ نے علم جناب رسول خدا دست مبارک میں لیا اور بنی نضیر کی طرف بڑھے۔ جناب رسول خدا بھی اصحاب کو لیے ہوئے پہنچ گئے اور اُن کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ عبداللہ بن ابی نے اُن لوگوں سے بیوفائی کی۔ جناب رسولؐ خدا کے محاصرہ میں جو جو مکان آنحضرتؐ کے لشکر کے سامنے پڑتی تھے اُن کو انہوں نے توڑ پھوڑ دیا۔ یہانتک کہ اُن میں سے ایک شخص کا مکان بہت ہی خوبصورت تھا وہ بھی انہوں نے توڑ دیا۔ اُس وقت آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اُن کے خرمے کے درخت کاٹ ڈالے جائیں۔ جیسے ہی درخت کٹنے لگے تو وہ سب کے سب گھبرا گئے۔ اور کہنے لگے کہ اے محمدؐ! کیا خدا نے آپ کو فساد کا حکم دیا ہے؟ اگر یہ درخت آپ کے ہیں تو آپ لے لیں اور اگر ہمارا مال ہے تو آپ قطع نہ کریں۔ جب گھرے ہوئے کئی روز گزر گئے تو بنی نضیر کہنے لگے اچھا! ہم آپ کی بستی چھوڑے دیتے ہیں۔ آپ ہم کو اجازت دیدیجیے کہ ہم اپنا مال اپنے ہمراہ لیجائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ جیسے بیٹھے ہو ویسے ہی خالی ہاتھ نکل جاؤ (خیر اسی میں ہے) خبردار! کوئی شخص اپنے ہمراہ کچھ بھی نہ لیجائے۔ ورنہ جس کے پاس ہم کچھ بھی پائینگے اُسے قتل کر دینگے۔ پس وہ لوگ یوں ہی نکل پڑے۔ کچھ تو اُن میں سے فدک اور وادی القریٰ کو چلے گئے اور کچھ لوگ ملک شام کی طرف نکل گئے اُس وقت خدا تعالے نے هُوَ الَّذِيٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ سے فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ تک۔ اور خرمے کے کاٹنے پر جو انہوں نے جناب رسول خدا پر الزام لگایا تھا اُس کی رو میں خدا تعالے نے مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ سے اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ تک اور عبداللہ بن ابی اور اُس کے ساتھیوں کی مذمت

میں اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا سے ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ تک آیتیں نازل فرمائیں پھر فرمایا كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ اِن لوگوں سے مراد بنی قینقاع ہیں۔ پھر خدا تعالےٰ نے عبد اللہ بن اُبَیّ اور بنی نضیر کی مثل بیان کی ہے پس فرمایا كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ سے وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ تک۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۱ متعلق صفحہ ۴۷۳

کے آخر میں جو قولِ مترجم ہے اُس میں صفحہ ۴۷۳ نوٹ ۳ کے ضمیمہ میں جو خطبہ اندراج سے رہ گیا ہے اور جس کا حوالہ صفحہ ۴۷۳ نوٹ نمبر۱ میں دیا گیا ہے وہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

تفسیر برہان میں بروایتِ عبد الرحمٰن ابن کثیر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی بروایت اُن حضرتؑ کے آباؤ اجداد کے منقول ہے کہ جب جناب امام حسن علیہ السلام صلح معاویہ پر راضی ہوگئے تو وہ حضرتؑ کوفہ سے روانہ ہو کر اُس سے جا ملے اور جب دونوں ایک جگہ مجتمع ہوئے تو معاویہ خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا۔ منبر پر چڑھ گیا اور جناب امام حسن علیہ السلام سے یہ خواہش کی کہ آپ اُس سے ایک درجہ نیچے کھڑے ہوں۔ پھر اُسنے کلام شروع کیا اور کہا کہ لوگو! یہ حسنؑ فرزند علیؑ و فاطمہؑ ہم کو خلافت کا مستحق سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اُسکا مستحق نہیں جانتے۔ اور یہ ہمارے پاس آئے اسی لیے ہیں کہ بخوشی و رغبت ہماری بیعت کریں۔ اِس کے بعد کہنے لگا کہ اے حسنؑ! اب آپ اُٹھکے بیان فرمائیں۔ اُسپر جناب امام حسن علیہ السلام اُٹھے اور اُن حضرتؑ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُسْتَحْمِدِ بِالْاٰلَاءِ وَتَتَابُعِ النَّعْمَاءِ وَصَارِفِ الشَّدَائِدِ وَالْبَلَاءِ عِنْدَ الْفُهَمَاءِ وَغَيْرِ الْفُهَمَاءِ الْمُذْعِنِيْنَ مِنْ عِبَادِهِ لِامْتِنَاعِهِ بِجَلَالِهِ وَكِبْرِيَائِهِ وَعُلُوِّهِ مِنْ لُحُوْقِ الْاَوْهَامِ بِبَقَائِهِ الْمُرْتَفِعِ عَنْ كُنْهِ ظَنَانَةِ الْمَخْلُوْقِيْنَ مِنْ اَنْ تُحِيْطَ بِمَكْنُوْنِ غَيْبِهِ رَوِيَّاتُ عُقُوْلِ الرَّائِيْنَ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ فِيْ رُبُوْبِيَّتِهٖ وَ

سب تعریف اُسی اللہ کے لیے زیبا ہے جو تمام عقلاء کے نزدیک اپنی نعمتوں کے سبب سے اور متواتر احسانات کے باعث سے اور تمام بلاؤں اور سختیوں کے دفع کرنے کی وجہ سے قابلِ تعریف ہے اور عقلا سے مراد اُسکے بندوں میں سے ایسے یقین کرنیوالے ہیں جو اُسکی ذات کو اُسکی جلالت۔ اُسکی بزرگی اور اُسکی علوِ شان کی باعث اِس بات سے اعلےٰ سمجھتے ہیں کہ اُسکی بقا کو اوہام کی متعلق سمجھیں۔ نیز اُسکی شان کو اِس سے ارفع سمجھتے ہیں کہ خلوق کا گمان اُس تک پہنچ سکے یا غور و فکر کرنیوالوں کی عقلیں اُس کے اسرارِ غیبی کا احاطہ کر سکیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں وہ پروردگار ہونے میں یکتا ہے اور

وَحْدَهٗ اَنِیَّتِهٖ صَمَدًا لَا شَرِیْکَ لَهٗ فَرْدًا لَا ظَهِیْرَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاصْطَفَاهُ وَانْتَجَبَهٗ وَارْتَضَاهُ وَبَعَثَهٗ دَاعِیًا اِلَی الْحَقِّ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَّلِلْعِبَادِ مِمَّا یَخَافُوْنَ نَذِیْرًا وَّلِمَا یَاْمَلُوْنَ بَشِیْرًا فَنَصَحَ لِلْاُمَّةِ وَصَدَعَ بِالرِّسَالَةِ وَاَبَانَ لَهُمْ دَرَجَاتِ الْعُمَّالَةِ شَهَادَةً عَلَیْهَا اَمُوْتُ وَاُحْشَرُ وَبِهَا فِی الْاٰجِلَةِ اَقْرُبُ وَاُحْبَرُ وَاَقُوْلُ مَعْشَرَ الْخَلَائِقِ فَاسْمَعُوْا وَلَکُمْ اَفْئِدَةٌ وَّاَسْمَاعٌ فَعُوْا اِنَّا اَهْلُ بَیْتٍ اَکْرَمَنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ وَاخْتَارَنَا وَاصْطَفَانَا وَاجْتَبَانَا فَاَذْهَبَ عَنَّا الرِّجْسَ وَطَهَّرَنَا تَطْهِیْرًا وَّالرِّجْسُ هُوَ الشَّكُّ فَلَا نَشُكُّ فِی اللّٰهِ الْحَقِّ وَدِیْنِهٖ اَبَدًا وَّطَهَّرَنَا مِنْ کُلِّ اَفْنٍ وَّغَیْبَةٍ مُخْلِصِیْنَ اِلٰی اٰدَمَ مِنَّةً مِّنْهُ لَمْ تَفْتَرِقِ النَّاسُ فِرْقَتَیْنِ اِلَّا جَعَلَنَا اللّٰهُ فِیْ خَیْرِهِمَا فَاَوْقَبَ الْاُمُوْرَ

اپنی یکتائی میں بے نیاز ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور ایسا اکیلا ہے کہ اس کا کوئی مددگار نہیں۔ اور میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ (جناب) محمد (مصطفیٰ) صلے اللہ علیہ وآلہ اسکے بندہ اور اسکے رسول ہیں جن کو اسنے منتخب کرلیا اور ان کو چھانٹ لیا اور ان کو پسند کرلیا اور ان کو حق کی طرف بلانیوالا اور روشنی دینے والا چراغ بنا کر بھیجا۔ اور کل بندوں کے لیے جن جن چیز سے وہ ڈرتے ہوں اس سے ڈرانیوالا اور جن جن چیز کی وہ امید رکھتے ہوں ان کی خوشخبری سنانیوالا مقرر فرما کر بھیجا۔ پس آنحضرت نے امت کی خیر خواہی کی اور رسالت کا پیغام پہنچایا اور عمل کرنیوالوں کے درجے ان کو کھول کر دکھلائے۔ یہ ایسی شہادت ہے کہ اسی پر میں مرونگا اور اسی پر محشور کیا جاؤنگا اور اسی کے ذریعہ سے عقبیٰ وقت پر تقرب خدا حاصل کرونگا اور اسی کی پناہ پکڑونگا۔ اے گروہ مخلوقات جو کچھ میں کہتا ہوں اسے سنو! اور تمہارے دل اور کان ہیں تو یاد رکھو! ہم وہ اہلبیت ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے اسلام کے ذریعہ سے معزز کیا اور ہمکو چن لیا اور ہمکو برگزیدہ کیا اور ہم کو چھانٹ لیا اور ہم سے ہر طرح کے رجس کو دور رکھا اور ہم کو ایسا پاک قرار دیا جیسا کہ پاک قرار دینے کا حق ہے اور رجس سے مراد شک ہے۔ پس ہم خدا کے حق ہونے میں اور اس کے دین کے حق ہونے میں کبھی شک نہیں کرسکتے اور یہ اسکا احسان ہے کہ ہم کو اس وقت سے لیکے آدم علیہ السلام تک ہر نقص و عیب سے پاک اور بچا رکھا ہے۔ جہاں کہیں بھی آدمیوں کے دو گروہ ہوئے خواہ کتنے ہی معاملے ہوئے اور خواہ کتنے ہی زمانے گذرے ہیں ہم کو اللہ نے بہتر سے بہتر ہی فرقہ میں قرار دیا۔ تا آنکہ خدا تعالےٰ نے

وَاَفْضَتِ الْاُمُوْرُ اِلٰی اَنْ اِبْعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ النُّبُوَّةِ وَاخْتَارَهُ لِلرِّسَالَةِ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ كِتَابَهٗ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِالدُّعَاءِ اِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَكَانَ اَبِيْ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوَّلَ مَنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ تَعَالٰی وَلِرَسُوْلِهٖ وَاَوَّلَ مَنْ اٰمَنَ وَصَدَّقَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِيْ كِتَابِهِ الْمُنْزَلِ عَلٰی نَبِيِّهِ الْمُرْسَلِ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ فَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ الَّذِيْ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَاَبِيْ الَّذِيْ يَتْلُوْهُ وَهُوَ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَقَدْ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ حِيْنَ اَمَرَهٗ اَنْ يَّسِيْرَ اِلٰی مَكَّةَ وَالْمَوْسِمِ بِبَرَاءَةٍ اَمَرَهَا يَا عَلِيُّ فَاِنِّيْ اُمِرْتُ اَنْ لَّا يَسِيْرَ بِهَا اِلَّا اَنَا اَوْ رَجُلٌ مِّنِّيْ وَاَنْتَ هُوَ فَعَلِيٌّ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْهُ وَقَالَ لَهٗ نَبِيُّ اللّٰهِ حِيْنَ قَضٰی بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَخِيْهِ جَعْفَرِ ابْنِ اَبِيْطَالِبٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَمَوْلَاهُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ فِي ابْنَةِ حَمْزَةَ اَمَّا اَنْتَ يَا عَلِيُّ فَمِنِّيْ

نے (جناب) محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ کو نبوت کے لئے مبعوث فرمایا اور اپنا پیغام پہنچانے کے لیے چھانٹ لیا اور اپنی کتاب اُن پر نازل فرمائی۔ پھر اُن کو حکم دیا کہ (لوگوں کو) خدائے عزّ وجل (کے دین) کی طرف بلائیں۔ پس میرے والدِ ماجد (اُن پر سلام خدا) پہلے شخص ہیں جنہوں نے خدا تعالےٰ کی اور اُس کے رسولؐ کی دعوت قبول کی اور وہ پہلے شخص ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے خدا اور جناب رسولِ خدا کی تصدیق کی۔ اور خدا تعالےٰ نے بھی اپنی اُس کتاب میں جو اُس نے اپنے نبیؐ مرسل پر نازل فرمائی (اُنہی کے بارے میں ارشاد فرمایا اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (دیکھو صفحہ ۳۵۵ سطر ۴) پس جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ تو وہ تھے جو اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل پر تھے اور میرے والد ماجد وہ تھے جو اُنکے پیچھے پیچھے آئے اور وہ اُن کے گواہ بھی تھے اور اُنکا جزو بھی تھے اور جس وقت جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو یہ حکم دیا ہے کہ سورۂ برات کو لیکر مکہ جائیں اور موسم (حج) میں اُس کا اعلان کریں تو اُس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یا علیؑ! مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اِس سورہ کو لیکر کوئی اور نہ جائے سوائے اِس کے کہ میں خود جاؤں یا ایسا شخص جائے جو مجھ سے ہو اور وہ تم ہو۔ پس علیؑ جناب رسولِ خدا سے ہیں اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ اُن سے۔ اور جس وقت جناب رسولِ خدا نے اُن کے مابین اور اُن کے بھائی جعفر ابن ابیطالب علیہما السلام کے مابین اور اپنے غلام زید بن حارثہ کے مابین حضرت حمزہ کی بیٹی کے بارے میں فیصلہ فرمایا تو تب یہ ارشاد فرمایا کہ اے میرے علیؑ! تم سو تم مجھ سے ہو

وَأَنَا مِنْكَ وَأَنْتَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي فَصَدَّقَ أَبِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ سَابِقًا وَوَقَاهُ بِنَفْسِهِ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي كُلِّ مَوْطِنٍ يُقَدِّمُهُ وَلِكُلِّ شَدِيدَةٍ يُرْسِلُهُ ثِقَةً مِنْهُ بِهِ وَطُمَأْنِينَةً إِلَيْهِ لِعِلْمِهِ بِنَصِيحَتِهِ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنْزَلَ اللهُ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ فَكَانَ أَبِي سَابِقُ السَّابِقِينَ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَقْرَبُ الْأَقْرَبِينَ وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً فَأَبِي كَانَ أَوَّلَهُمْ إِسْلَامًا وَإِيمَانًا وَأَوَّلَهُمْ إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ هِجْرَةً وَلُحُوقًا وَأَوَّلَهُمْ عَلَى وُجْدِهِ وَوُسْعِهِ نَفَقَةً۔ قَالَ سُبْحَانَهُ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ

اور میں تم سے ہوں اور تم میرے بعد ہر مومن کے مالک و آقا ہو۔ سو میرے والد ماجد نے سب سے پہلے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کی تصدیق فرمائی ہے اور اپنی جان کو خطرہ میں جھونک کر آنحضرتؐ کی حفاظت کی ہے۔ اُس وقت سے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ ہر موقعہ پر اُنہی کو مقدم رکھتے تھے اور ہر سخت لڑائی کی فتح کے لیے اُنہی کو بھیجتے تھے اس لیے کہ اُنپر پورا بھروسہ اور کامل اطمینان تھا کیونکہ جانتے تھے کہ وہ خدائے عزّوجلّ کے خیر خواہ ہیں اور خدا تعالےٰ نے اُن کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ (دیکھو صفحہ ۸۵۰ سطر ۴) اس طرح میرے والد ماجد خدا اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کرنے میں سب سبقت کرنیوالوں سے سابق تھے اور سب تقرب رکھنے والوں سے زیادہ مقرب تھے۔ نیز خدا تعالےٰ نے فرمایا لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً (دیکھو صفحہ ۸۵۹ سطر ۸) پس میرے والد ماجد اسلام لانے میں بھی سب سے اوّل ہیں اور ایمان لانے میں بھی اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی طرف ہجرت کرنے میں بھی اور آنحضرتؐ سے جا ملنے میں بھی اور تنگی و فراخ دستی ہر حالت میں خرچ کرنے میں بھی سب سے اوّل ہیں۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (دیکھو صفحہ ۸۷۳

رَحِيْمٌ فَالنَّاسُ مِنْ جَمِيْعِ الْاُمَمِ تَسْتَغْفِرُ لَهٗ بِسَبْقِهٖ اِيَّاهُمْ اِلَى الْاِيْمَانِ بِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ لَمْ يَسْبِقْهُ اِلَى الْاِيْمَانِ اَحَدٌ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَهُوَ سَابِقُ جَمِيْعِ السَّابِقِيْنَ فَكَمَا اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَضَّلَ السَّابِقِيْنَ عَلَى الْمُتَخَلِّفِيْنَ وَالْمُتَاَخِّرِيْنَ فَضَّلَ السَّابِقَ عَلَى السَّابِقِيْنَ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ الْمُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْمُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَقًّا وَفِيْهِ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَكَانَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ عَمُّهٗ حَمْزَةُ وَجَعْفَرُ ابْنُ عَمِّهٖ فَقُتِلَا شَهِيْدَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ قَتْلٰى كَثِيْرَةٍ مَّعَهُمَا مِنْ اَصْحَابِ

(ترجمہ) پس ہر ملک و قوم کے آدمی میرے والد ماجد کے واسطے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اس لیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ پر ایمان لانے میں وہ اُن سب سے سابق رہے۔ اور ایک شخص بھی ایسا نہیں نکلا جو ایمان لانے میں اُن حضرت سے سابق رہا ہو۔ اور اسی بارے میں خدا تعالے نے یہ فرمایا وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (دیکھو صفحہ ۳۲۲ سطر ۶) پس میرے والد تمام سبقت کرنیوالوں سے سابق رہے اور جس طرح خدا تعالے نے تمام سابقین کو پیچھے رہجانیوالوں اور تاخیر کرنیوالوں پر فضیلت دی ہے ویسے ہی تمام سابقین پر اُس کو فضیلت دی ہے جس نے سب سے پہلے سبقت کی۔ نیز فرمایا اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (دیکھو صفحہ ۳۰۱ سطر ۹) پس وہی خدا پر سچے ایمان لانیوالے ہیں اور وہی راہِ خدا میں برحق جہاد کرنیوالے ہیں اور اُنہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور منجملہ اُن لوگوں کے جنہوں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کی دعوت قبول کی اُن کے چچا حمزہؓ اور اُن کے چچا زاد بھائی جعفرؓ بھی تھے اور یہ دونوں حضرات قتل ہوکر شہید ہوگئے۔ اور اللہ اُن دونوں سے راضی ہوا حالانکہ اُن دونوں کے ساتھ اصحاب جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے اور بھی بہت سے

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فَجَعَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی حَمْزَۃَ سَیِّدَ الشُّہَدَآءِ مِنْ
بَیْنِہِمْ وَجَعَلَ لِجَعْفَرٍ جَنَاحَیْنِ یَطِیْرُ بِھِمَا مَعَ الْمَلٰٓئِکَۃِ کَیْفَ یَشَآءُ مِنْ
بَیْنِہِمْ وَذٰلِکَ لِمَکَانِھِمَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَمَنْزِلَتِھِمَا وَ
قَرَابَتِھِمَا مِنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ عَلٰی حَمْزَۃَ سَبْعِیْنَ صَلٰوۃً مِّنْ بَیْنِ
الشُّھَدَآءِ الَّذِیْنَ اسْتُشْہِدُوْا مَعَہٗ وَکَذٰلِکَ جَعَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِنِسَآءِ
النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ لِلْمُحْسِنَۃِ مِنْھُنَّ اَجْرَیْنِ وَلِلْمُسِیْٓئَۃِ مِنْھُنَّ
وِزْرَیْنِ ضِعْفَیْنِ لِمَکَانِھِنَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَجَعَلَ
الصَّلٰوۃَ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِاَلْفِ صَلٰوۃٍ فِیْ سَآئِرِ
الْمَسَاجِدِ اِلَّا مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِمَکَّۃَ
وَذٰلِکَ لِمَکَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ عَلٰی کَآفَّۃِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَقَالُوْا

قتل ہوئے۔ تو اللہ تعالے نے حمزہؓ کو ان سب میں سید الشہدا قرار
دیا اور جعفرؓ کو انہی میں سے دو بازو عطا فرمائے جن سے وہ فرشتوں
کے ساتھ جہاں جہاں اُن کا جی چاہے اُڑتے پھرتے ہیں۔ اور اس کا سبب
یہ تھا کہ ان دونوں کو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے جو قرابت
اور جو منزلت اور جو درجہ حاصل تھا وہ کسی دوسرے کو نہ تھا اور جناب رسول خدا
صلے اللہ علیہ وآلہ نے حضرت حمزہؓ پر اُن کے جنازہ کی نماز میں ستر تکبیریں
فرمائیں اور ستر مرتبہ دعا کی اور جو شہید اُن کے ساتھ ہوئے تھے اُن کے لیے ایسا
نہیں کیا۔ اور اسی طرح خدا تعالے نے جناب رسول خدا کی ازواج کے لیے
یہ قرار دیا۔ جو ان میں سے نیکوکار ہو اُس کے لیے دُہرا اجر ہے اور جو اُن میں
سے بدکار ہو اُس کے لیے دُہرا وبال۔ وجہ یہ کہ اُن کو جناب رسول خدا
صلے اللہ علیہ وآلہ سے قرب جسمانی حاصل تھا۔ اور جناب رسول خدا
صلے اللہ علیہ وآلہ کی مسجد میں ایک نماز پڑھنا اور تمام مسجدوں
کی ہزار نمازوں کے برابر قرار دیا سوائے مسجد حرام اور مسجد ابراہیم
خلیل اللہ علیہ السلام کے جو مکہ میں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ
تمام مومنین کے مقابل جو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ
کی منزلت ہے وہ ظاہر ہو جائے۔ پس لوگوں نے عرض کی کہ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ فَقَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ فَحَقٌّ
عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيْنَا مَعَ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
فَرِيْضَةً وَّاجِبَةً وَّاَحَلَّ اللّٰهُ تَعَالٰى خُمُسَ الْغَنِيْمَةِ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَاَوْحَاهَا فِيْ كِتَابِهٖ وَاَوْجَبَ لَنَا مِنْ ذٰلِكَ مَا اَوْجَبَ لَهٗ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الصَّدَقَةَ
مِنْهُ وَحَرَّمَهَا عَلَيْنَا مِنْهُ فَاَدْخَلَنَا فَلَهُ الْحَمْدُ فِيْمَا اَدْخَلَ فِيْهِ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَخْرَجَنَا وَنَزَّهَنَا مِمَّا اَخْرَجَهٗ مِنْهُ وَنَزَّهَهٗ كَرَامَةً اَكْرَمَنَا اللّٰهُ عَزَّ
وَجَلَّ بِهَا وَفَضِيْلَةً فَضَّلَنَا بِهَا عَلٰى سَائِرِ الْعِبَادِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ حِيْنَ جَحَدَهٗ كَفَرَةُ اَهْلِ الْكِتَابِ وَحَاجُّوْهُ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَ
اَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ
عَلَى الْكٰذِبِيْنَ فَاَخْرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ مِنَ الْاَنْفُسِ مَعَهٗ اَبِيْ وَمِنَ

یارسول اللہ! آپ پر درود کیونکر بھیجی جائے؟ فرمایا یوں کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ
عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ! پس ہر اسلام لانیوالے پر یہ ایک حق ہے کہ وہ جناب
رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے ساتھ ہم پر بھی درود بھیجے
کہ یہ فریضہ واجبہ ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ
وآلہ کے لیے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ حلال قرار دیا اور اپنی کتاب
میں اُس کے بارے میں وحی فرمائی اور ہمارے لیے اُس میں سے وہی واجب
قرار دیا جو آنحضرتؐ کے لیے واجب کیا تھا۔ اور آنحضرتؐ پر بھی صدقہ
حرام کیا اور ہم پر بھی صدقہ حرام کیا۔ پس اُس کا شکر ہے کہ اُس نے ہم کو اُسی
میں داخل کیا جس میں اپنے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ کو داخل کیا اور اُس سے ہم کو
علیحدہ کیا اور بری رکھا جس سے آنحضرتؐ کو علیحدہ کیا اور بری رکھا۔ یہ ایک کرامت
ہے جس سے اللہ تعالےٰ نے ہمکو مکرم فرمایا اور یہ ایک فضیلت ہے جو اُس نے ہمکو تمام بندوں
کے مقابلہ میں عطا فرمائی۔ نیز خدا تعالےٰ نے اپنے رسول محمد (مصطفےٰ) صلے اللہ علیہ وآلہ سے اُس وقت
جبکہ اہل کتاب کے کفار نے آنحضرتؐ کا انکار کیا اور آپ سے کٹھ حجتی کی یہ فرمایا فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ
اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ
اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (دیکھو صفحہ ۹۰ سطر ۶) پس جناب رسولِ خدا صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے انفس میں تو اپنے ساتھ میرے والد ماجد کو لیا اور

اَلْبَنِيْنَ اَنَا وَاَخِيْ وَمِنَ النِّسَاۗءِ فَاطِمَةَ اُمِّيْ مِنَ النَّاسِ جَمِيْعًا فَنَحْنُ اَهْلُهٗ وَلَحْمُهٗ وَدَمُهٗ وَنَفْسُهٗ وَنَحْنُ مِنْهُ وَهُوَ مِنَّا وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا فَلَمَّا نَزَلَتْ اٰيَةُ التَّطْهِيْرِ جَمَعَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اَنَا وَاَخِيْ وَاُمِّيْ وَاَبِيْ فَجَعَلَنَا وَنَفْسَهٗ فِيْ كِسَاۗءٍ لِاُمِّ سَلَمَةَ خَيْبَرِيٍّ وَذٰلِكَ فِيْ حُجْرَتِهَا وَفِيْ يَوْمِهَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هٰٓؤُلَاۗءِ اَهْلُ بَيْتِيْ وَهٰٓؤُلَاۗءِ اَهْلِيْ وَعِتْرَتِيْ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا ۔ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَا اَدْخُلُ مَعَهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ يَرْحَمُكِ اللّٰهُ اَنْتِ عَلٰى خَيْرٍ وَّاِلٰى خَيْرٍ وَّمَا اَرْضَانِيْ عَنْكِ وَلٰكِنَّهَا خَاصَّةٌ لِّيْ وَلَهُمْ ثُمَّ مَكَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بَعْدَ ذٰلِكَ بَقِيَّةَ عُمُرِهٖ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَاْتِيْنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ عِنْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ

آبْنَآء میں مجھے اور میرے بھائی کو اور نِسَآء میں میری والدۂ ماجدہ فاطمہؑ (زہرا) کو اور سب آدمی مُنہ دیکھتے رہ گئے۔ پس ہم ہی آنحضرتؐ کے اہل ہیں اور ہم ہی آنحضرتؐ کا گوشت وخون اور جان ہیں۔ اور ہم آنحضرتؐ سے ہیں اور آنحضرتؐ ہم سے۔ نیز خداتعالےٰ نے فرمایا اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (دیکھو صفحہ ۳۴۷ سطر ۸) پس جس وقت یہ آیت تطہیر نازل ہوئی جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے ہم سب کو جمع کیا۔ مجھے اور میرے بھائی کو اور میری والدۂ ماجدہ کو اور میرے والدِ ماجد کو۔ اور ہم سب کو اپنی ذات کے ساتھ حضرت امّ سلمہؓ کی کساءِ خیبری میں لے لیا اور یہ واقعہ اُنہی حضرتؓ کے حجرہ میں اور اُنہی کی باری کے دن کا ہے۔ پھر فرمایا یا اللہ! یہی میرے اہلبیتؑ ہیں اور یہی میرے اہل ہیں اور یہی میری عترت ہیں پس تو اِن سے ہر طرح کے رِجس کو دور رکھ اور اِن کو ایسا پاک قرار دے جیسا کہ پاک قرار دینے کا حق ہے۔ اُس وقت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! آیا میں بھی اِن کے ساتھ داخل ہو جاؤں؟ تو جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ نے اُن سے فرمایا کہ اللہ تم پر رحم فرمائے تم نیکی پر ہو اور تمہارا انجام بھی نیک ہوگا اور تم سے کوئی بات بھی ایسی نہ ہوگی جو میرے برخلاف ہو لیکن یہ آیت تو خاص میرے لیے اور اُنہی کے لیے ہی ہے۔ اس واقعہ کے بعد سے جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی باقی ساری عمر یعنی جبتک کہ خداتعالےٰ نے آنکو اپنی حضور میں نہ بُلا لیا روزانہ طلوعِ فجر کے وقت ہمارے دروازہ پر آتے

فيقول الصلوة يرحمكم الله إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت
ويطهركم تطهيرا وأمر رسول الله صلى الله عليه وآله بسد الأبواب الشارعة
في مسجده غير بابنا فكلموه في ذلك فقال أما إني لم أسدد أبوابكم وأفتح باب
علي من تلقاء نفسي ولكن أتبع ما يوحى إلي وإن الله أمر بسدها وفتح بابه
فلم يكن أحد من بعد ذلك تصيبه الجنابة في مسجد رسول الله صلى الله عليه
وآله ويولد فيه غيرنا الا ولاد غير رسول الله وأبي علي عليه السلام تكرمة من الله
تعالى لنا وتفضلا اختصنا به على جميع الناس وهذا باب أبي قرين باب رسول الله
صلى الله عليه وآله في مسجده ومنزلنا بين منازل رسول الله صلى الله عليه
وآله وذلك إن الله أمر نبيه عليه السلام أن يبني مسجده فبنى فيه
عشرة أبيات تسعة لبنيه وأزواجه وعاشرها وهو متوسطها لأبي فها هو

اور یہ فرماتے تم پر خدا کی رحمت ہو نماز کا وقت آ گیا۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ
الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا۔ اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے اپنی مسجد میں سے کل دروازوں کو بند کرا دیا سوائے ہمارے دروازہ کے۔
اس کے بارے میں لوگوں نے باتیں بنائیں تو آنحضرتؐ نے صاف فرمایا میں نے اپنی
طرف سے نہ تم لوگوں کے دروازے بند کیے ہیں اور نہ علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا
ہے بلکہ میں تو اُس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتی ہے۔ خداتعالے
نے اُن سب کے بند کرنے کا حکم دیا ہے اور علیؑ کے دروازہ کے کھلا رہنے کا۔ اس کے
بعد سے کسی شخص کو مسجد رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حالت جنابت میں جانے کا حکم
نہیں ملا۔ اور ہمارے اور کسی اور کی اولاد مسجد میں پیدا نہیں ہوئی۔ یہ خصوصیت جناب
رسولؐ خدا کو تھی اور میرے والد ماجد کو۔ یہ خداتعالے کی طرف سے ایک بزرگی تھی اور
ایک فضیلت تھی جس سے خداتعالے نے تمام دنیا سے پہلے ہم کو مخصوص فرمایا۔ یہ
یہ میرے ہی والد کا دروازہ تھا جو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کے بیت اللہ کے
دروازہ سے بالکل ملا ہوا تھا اور یہ ہمارا ہی گھر تھا جو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں
کے بیچ میں تھا اور صورت اس کی یہ تھی کہ پروردگار عالم نے اپنے نبی علیہ السلام کو حکم دیا تھا اپنی
مسجد بنائیں۔ اور اُس میں دس گھر تیار ہوں نو ان کے بیٹوں اور ازواج کے لیے اور دسواں
کہ وہ اُن سب کے بیچ میں تھا میرے والد ماجد کے لیے اور اُس کا نشان اب تک بھی

السبیل مقیم والبیت هو المسجد المطهر وهو الذي قال الله تعالیٰ اهل البیت ونحن الذین اذهب الله عنا الرجس وطهرنا تطهیرا ۔ ایها الناس لو قمت حولا فحولا اذکر الذي اعطانا الله عز وجل وخصنا به من الفضل في کتابه وعلی لسان نبیه صلی الله علیه واله لم احصیه وانا ابن النذیر والبشیر والسراج المنیر الذي جعله الله رحمة للعالمین وابي علي ولي المؤمنین وشبیه هرون وان معاویة ابن صخر زعم اني رایته للخلافة اهلا ولم ار نفسي لها اهلا فکذب معویة وایم الله لانا اولی الناس بالناس في کتاب الله وعلی لسان رسول الله صلی الله علیه واله غیر انا لم نزل اهل البیت مخیفین مظلومین مضطهدین منذ قبض رسول الله صلی الله علیه واله فالله بیننا وبین من ظلمنا حقنا ونزل علی رقابنا وحمل الناس

موجود ہے اور البیت سے مراد وہی مسجد پاکیزہ ہے اور اُسی سے نسبت دیکے خدا تعالیٰ نے ہم کو اہل البیت فرمایا۔ پس اہل البیت ہم ہیں اور ہم وہ ہیں جن سے خدا تعالےٰ نے ہر قسم کے رجس کو دور رکھا اور ایسا پاک قرار دیا جیسا کہ پاک قرار دینے کا حق ہے۔ اے لوگو! اگر میں ایک سال تک کھڑا رہوں تو سال بھر تک اُن بزرگیوں کا ذکر کرتا رہوں جو خدائے عزّ وجلّ نے ہم کو عطا فرمائی ہیں اور جن سے اُس نے ہم کو اپنی کتاب میں خصوصیت بخشی ہے اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ کی زبان پر جاری فرمائی ہیں تو کبھی میں اُن کا اِحصار نہیں کرسکونگا حالانکہ میں ڈرانیوالے اور خوشخبری دینے والے اور اُس روشنی پہنچانیوالے چراغ کا بیٹا ہوں جسے خدا تعالےٰ نے تمام عالموں کے لیے رحمت قرار دیا ہے اور میرے والدِ ماجد علیؑ مرتضےٰ تمام مومنوں کے آقا اور ہارون علیہ السلام کے مانند ہیں۔ معاویہ ابن صخر نے یہ گمان کیا کہ میں اُس کو خلافت کا اہل جانتا ہوں اور اپنی ذات کو خلافت کا مستحق نہیں سمجھتا یہ معاویہ نے صریح جھوٹ بولا۔ خدا کی قسم! کتاب خدا میں اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر جو کچھ جاری ہوا ہے اُس کے بموجب ہم آدمیوں میں کُل آدمیوں سے اولے اور افضل اور اُن پر ہر طرح کا اقتدار واختیار رکھنے والے ہیں ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ جس وقت سے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا ہم اہلبیت ڈرائے گئے۔ ستائے گئے۔ اور مظلوم رہے ہیں پس خدا تعالیٰ ہی ہمارے مابین اور اُن لوگوں کے مابین جنھوں نے بروئے ظلم ہمارا حق لے لیا اور ہماری گردنیں دبائیں اور لوگوں کو ہم پر

عَلَى آلتَانَا وَ غَنَمَنَا سَهْمَنَا فِي كِتَابِ اللهِ مِنَ الْفَيءِ وَالْغَنَائِمِ وَمَنَعَ اُمَّنَا فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ اِرْثَهَا مِنْ اَبِيْهَا اِنَّا لَا نُسَمِّيْ اَحَدًا وَلٰكِنْ اُقْسِمُ بِاللهِ قَسَمًا تَالِيًا لَوْ اَنَّ النَّاسَ سَمِعُوْا قَوْلَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُوْلِهِ لَاَعْطَتْهُمُ السَّمَاءُ قَطْرَهَا وَالْاَرْضُ بَرَكَتَهَا وَلَمَا اخْتَلَفَ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَيْفَانِ وَلَاَكَلُوْهَا خَضْرَاءَ نَضِرَةً اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِذًا وَمَا طَمِعْتَ فِيْهَا يَا مُعٰوِيَةُ وَاَصْحَابُكَ مِنْ بَعْدِكَ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَمَا وَلَّتْ اُمَّةٌ اَمْرَهَا رَجُلًا قَطُّ وَفِيْهِمْ مَنْ هُوَ اَعْلَمُ مِنْهُ اِلَّا لَمْ يَزَلْ اَمْرُهُمْ سَفَالًا حَتّٰى يَرْجِعُوْا اِلٰى مَا تَرَكُوْا وَقَدْ تَرَكَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ وَهُمْ اَصْحَابُ مُوْسٰى هٰرُوْنَ اَخَاهُ وَخَلِيْفَتَهُ وَوَزِيْرَهُ وَعَكَفُوْا عَلَى الْعِجْلِ وَاَطَاعُوْا فِيْهِ سَامِرِيَّهُمْ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ خَلِيْفَةُ مُوْسٰى وَقَدْ سَمِعَتْ هٰذِهِ الْاُمَّةُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ

مسلط کر دیا اور کتاب خدا میں مالِ فئے اور مالِ غنیمت میں سے جو حصہ ہمارا مقرر تھا اُسے ہم سے روک لیا اور ہماری والدہ (ماجدہ) علیہا السلام کو اُن حضرتؑ کے والد ماجد کی وراثت نہ لینے دی۔ ہم اس وقت کسی کا نام نہیں لیتے لیکن میں خدا کی متواتر قسمیں کھا کر بیان کرتا ہوں کہ اگر اُن لوگوں نے خدا اور خدا کے رسول کا قول سنا ہوتا تو آسمان سے ٹھیک ٹھیک مینھ برسا کرتا اور زمین اپنی برکتیں دیا کرتی اور اس امت میں دو تلواریں بھی ایک دوسرے کے خلاف نہ کھنچتیں اور قیامت کے دن تک لوگ ہری بھری زمین کی برکتوں سے سیر و سیراب ہوتے رہتے۔ اور اے معاویہ! تو اور تیرے بعد تیرے دوست اس خلافت کی طمع نہ کر سکتے۔ اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما چکے ہیں کہ جو امت اپنے امر کا والی کسی شخص کو بنائیگی جس حال میں کہ اس سے زیادہ علم والا اُسی امت میں موجود ہو تو اُن کا امر برابر پست ہوتا چلا جائیگا تا آنکہ وہ اُسی کی طرف رجوع کرینگے جس کو اُنھوں نے چھوڑ دیا ہو جیسا کہ بنی اسرائیل نے جو اصحاب موسےٰ علیہ السلام تھے حضرت ہارون علیہ السلام اُن کے بھائی اُن کے خلیفہ اور اُن کے وزیر کو تو چھوڑ دیا اور گوسالہ کی عبادت پر جھک پڑے اور اس کے بارے میں سامری کی اطاعت کر لی باوجود اسکے کہ وہ جانتے تھے کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسےٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہیں اسی طرح اس امت نے بھی جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے والد ماجد

عَلَيْهِ وَآلِهِ يَقُولُ ذٰلِكَ لِأَبِي عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّهُ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هٰرُونَ مِنْ مُوسٰى
إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَقَدْ رَاَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ حِيْنَ
نَصَبَهُ لَهُمْ بِغَدِيْرِ خُمٍّ وَسَمِعُوْهُ وَنَادٰى لَهُ بِالْوِلَايَةِ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ
يُبَلِّغَ الشَّاهِدُ مِنْهُمُ الْغَائِبَ وَقَدْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
حَذَرًا مِنْ قَوْمِهِ إِلَى الْغَارِ لَمَّا اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَمْكُرُوْا بِهِ وَهُوَ يَدْعُوْهُمْ
لَمَّا لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمْ اَعْوَانًا وَلَوْ وَجَدَ عَلَيْهِمْ اَعْوَانًا لَجَاهَدَهُمْ وَقَدْ كَفَّ اَبِي
يَدَهُ وَنَاشَدَهُمْ وَاسْتَغَاثَ اَصْحَابَهُ فَلَمْ يُغَثْ وَلَمْ يُنْصَرْ وَلَوْ وَجَدَ عَلَيْهِمْ
اَعْوَانًا مَا اَجَابَهُمْ وَقَدْ جُعِلَ فِي سَعَةٍ كَمَا جُعِلَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي سَعَةٍ
وَقَدْ خَذَلَتْنِي الْاُمَّةُ وَبَايَعْتُكَ يَا ابْنَ حَرْبٍ وَلَوْ وَجَدْتُ عَلَيْكَ اَعْوَانًا
يُخْلِصُوْنَ مَا بَايَعْتُكَ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰرُوْنَ فِي سَعَةٍ حِيْنَ اسْتَضْعَفَهُ

کے بارے میں یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اِس کی منزلت مجھ سے وہی ہے جو حضرت ہارونؑ
کو موسےٰ علیہ السلام سے تھی۔ فرق اتنا ہی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جناب
رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ کس طرح آنحضرتؐ نے غدیرِ خُم میں
اُن کو ولیعہد مقرر کیا۔ اور آنحضرتؐ کا خطبہ بھی سُنا کہ کس طرح آپ کی ولایتِ عہد
کا اعلان فرمایا۔ پھر اُن سب کو حکم بھی دیا کہ جو اُن میں سے حاضر ہیں وہ غائبین کو
بھی یہ خبر پہنچا دیں اور جب اشرار لوگوں نے اِس بات پر اتفاق کر لیا کہ آنحضرتؐ کو تکلیف پہنچائیں
تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھاٹی کی طرف اپنی قوم کے لوگوں سے پوری احتیاط کرکے
کوچ فرمایا اور موقعہ پر اُن کو نام لے لیکر پکارا چونکہ اُن کے برخلاف آنحضرتؐ کو اعوان و انصار میسر
نہ آئے اور اگر آنحضرتؐ کو اُن کے برخلاف مددگار ملتے تو آنحضرتؐ اُن سے ضرور جہاد فرماتے
اور میرے والدِ ماجد بھی اُسی مصلحت [illegible] ہاتھ روکا اور اُن کو [illegible] دے دیکر [illegible] بھی
چاہی اور پھر اصحاب سے باقاعدہ استغاثہ کیا مگر کسی نے آپ کے استغاثہ کا جواب نہیں دیا اور کسی نے آپ کی مدد
نہیں کی اور وہ حضرتؐ بھی اُن لوگوں کے برخلاف مددگار پاتے تو ہرگز اُن کی بات نہ مانتے چونکہ امت نے
اُن کو چھوڑ دیا تھا اس لیے خدا تعالےٰ نے اُن کو ویسا ہی اختیار دیدیا تھا جیسا جناب رسولِ خدا کو
(صلح یا جنگ کا اختیار دیدیا تھا) اور اے حرب کے بیٹے اب میں نے اِسی طرح تجھ سے مصالحت کی ہے۔
اگر مجھے تیرے برخلاف مددگار میسر آتے تو میں کبھی تجھ سے صلح نہ کرتا اور یہ اختیار تو خدا نے ہارون
علیہ السلام کو بھی اُسی وقت عطا فرما دیا تھا جبکہ اُن کی قوم نے اُن کو کمزور کیا۔

تَوَسَّمَهُ وَ عَادُوهُ كَذٰلِكَ اَنَا وَاَبِي فِي سَعَةٍ مِّنَ اللهِ حِيْنَ تَرَكَتْنَا الْاُمَّةُ وَ
تَابَعَتْ غَيْرَنَا وَلَمْ نَجِدْ عَلَيْهِمْ اَعْوَانًا وَّ اِنَّمَا هِيَ السُّنَنُ وَالْاَمْثَالُ يَتْبَعُ
بَعْضُهَا بَعْضًا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ لَوِ الْتَمَسْتُمْ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
رَجُلًا وَّلَدَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَبُوْهُ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللهِ لَمْ
تَجِدُوْا غَيْرِيْ وَغَيْرَ اَخِيْ فَاتَّقُوا اللهَ وَلَا تَضِلُّوْا بَعْدَ الْبَيَانِ وَكَيْفَ بِكُمْ
وَاَنّٰى ذٰلِكَ لَكُمْ اَلَا وَاِنِّيْ قَدْ بَايَعْتُ هٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى مُعٰوِيَةَ وَاِنْ اَدْرِيْ
لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا يُعَابُ اَحَدٌ بِتَرْكِ
حَقِّهٖ وَاِنَّمَا يُعَابُ اَنْ يَّاْخُذَ مَا لَيْسَ لَهٗ وَكُلُّ صَوَابٍ نَافِعٌ وَّكُلُّ خَطَاءٍ
ضَارٌّ لِّاَهْلِهٖ وَقَدْ كَانَتِ الْقَضِيَّةُ فَهِمَهَا سُلَيْمَانُ فَنَفَعَتْ سُلَيْمَانَ
وَلَمْ تَضُرَّ دَاوٗدَ وَاَمَّا الْقَرَابَةُ فَقَدْ نَفَعَتِ الْمُشْرِكَ. وَهِيَ وَاللهِ

اور اُن حضرتؑ کے دشمن ہو گئے تھے۔ اِسی طرح مجھے اور میرے والدِ ماجد کو بھی منجانب اللہ یہ اختیار (صلح و جنگ) ملا ہوا ہے۔ جبکہ امت نے ہم کو چھوڑ دیا اور ہمارے غیر کی متابعت کر لی اور اُن اغیار کے برخلاف ہم کو اعوان و انصار میسر نہ آئے۔ یہ تو وہی دستور و قواعد ہیں جن کی ایک دوسرے پیروی کیا کرتے ہیں۔ اے لوگو! اگر تم مشرق و مغرب کے مابین کسی ایسے شخص کو ڈھونڈھو گے جو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہو اور جس کے باپ جناب رسولؐ خدا کے وصی ہوں تو تم میرے سوا اور میرے بھائی کے سوا اور کسی کو نہ پاؤ گے۔ اب بھی اللہ سے ڈرو اور یہ سمجھ لینے کے بعد تو گمراہ نہ ہو۔ مگر تمہیں یہ بات کیسے میسر آئیگی۔ اور تمہیں یہ حصہ کہاں سے ملیگا (شیطان تو تم پر پورا مسلط ہو چکا ہے) خبردار ہو جاؤ میں نے اُس شخص سے مصالحت کر لی ہے اور اس وقت معاویہ کی طرف اشارہ فرمایا اور میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تمہارے لیے آزمائش اور تھوڑے عرصہ کے لیے نفع ہے لوگو! کسی شخص کو اس بات کا عیب نہیں لگایا جاسکتا کہ اُس نے اپنا حق کیوں چھوڑ دیا۔ ہاں اسکا عیب ضرور لگایا جا سکتا ہے کہ جو اُسکا نہ ہو وہ لے لے۔ ہر ٹھیک بات اپنے کرنیوالے کو نفع پہنچانیوالی ہے اور ہر غلط بات اپنے مرتکب کو نقصان پہنچانیوالی ہے اور اُس قضیہ کا معاملہ اور ہے جسے سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے تھے تو اُسنے سلیمان علیہ السلام کو نفع پہنچایا اور داؤد علیہ السلام کو کوئی نقصان نہ پہنچایا (کیونکہ داؤد علیہ السلام کی تو کوئی خطا نہیں تھی) اب رہی قرابت وہ تو مشرک تک کو بھی نفع پہنچائیگی اور خدا کی قسم!

لِلْمُؤْمِنِ اَنْفَعُ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ لِعَمِّہٖ اَبِیْ طَالِبٍ وَ ھُوَ فِی الْمَوْتِ قُلْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُشْفَعُ لَکَ بِھَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ یَقُوْلُ وَ یَعِدُ اِلَّا مَا یَکُوْنُ مِنْہُ عَلٰی یَقِیْنٍ وَ لَیْسَ ذٰلِکَ لِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ کُلِّھِمْ غَیْرَ شَیْخِنَا اَعْنِیْ اَبَا طَالِبٍ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ وَ لَیْسَتِ التَّوْبَۃُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰی اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْئٰنَ وَ لَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَ ھُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اسْمَعُوْا وَعُوْا اِتَّقُوا اللّٰہَ وَ رَاجِعُوْا وَ ھَیْھَاتَ مِنْکُمُ الرَّجْعَۃُ اِلَی الْحَقِّ وَ قَدْ صَارَعَکُمُ النُّکُوْصُ وَ خَامَرَکُمُ الطُّغْیَانُ وَ الْجُحُوْدُ اَنُلْزِمُکُمُوْھَا وَ اَنْتُمْ لَھَا کَارِھُوْنَ وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ۔

مومن کے لیے تو وہ بہت ہی زیادہ نفع پہنچانیوالی ہے جیساکہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حقیقی چچا حضرت ابوطالب سے اُن کی موت کے وقت فرمایا کہ آپ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ لیں تو میں اسی کے ذریعہ سے قیامت کے دن آپکے حق میں شفاعت کرونگا۔ اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی ایسا نہ فرماتے اور ہرگز ایسی مستعدی ظاہر نہ کرتے اگر اُن کی طرف سے ایسا یقین نہ ہوتا اور یہ امر سوائے ہمارے بزرگ یعنی حضرت ابوطالب علیہ السلام کے آدمیوں میں سے کسی دوسرے کو میسر ہی نہیں آیا۔ اس لیے کہ عام طور پر تو خداتعالے یوں فرماتا ہے وَلَیْسَتِ التَّوْبَۃُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰی اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۔ (دیکھو صفحہ ۱۲۶ سطر ۹) اے لوگو! سُنو! یاد رکھو! اللہ سے ڈرو اور حق کی طرف پھر آؤ۔ لیکن تم سے حق کی طرف پھرنے کی امید نہیں ہے۔ اس لیے کہ اُلٹے پاؤں پھر جانے نے تمہاری عقلیں ماردیں اور سرکشی وانکار نے تم کو بیہوش کردیا ہے تو کیا ایسان کو ہم تمہارے گلے کا ہار بنا سکتے ہیں جبکہ تم خود اُس سے نفرت کرنیوالے ہو اور جو شخص بھی ہدایت کی پیروی کرے سلام خدا اُسی پر ہو۔

راوی کا بیان ہے کہ معاویہ نے یہ کہا کہ خدا کی قسم حسنؑ اُس وقت تک نہیں اُترے جب تک کہ دنیا کو میری نظر میں اندھیر نہ کر دیا۔ میں نے ارادہ تو یہ کیا تھا کہ اُنہیں اُٹھا کر دے ماروں مگر پھر یہ سوچا کہ اِس وقت چشم پوشی ہی میں عافیت ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۱ متعلق صفحہ ۸۸۴

التہذیب اور الفقیہ میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے دریافت کیا کہ نمازِ جمعہ کے لیے کتنے آدمیوں کا ہونا لازم ہے؟ فرمایا سات آدمی۔ اور پانچ سے کم میں جن میں امام بھی داخل ہے نمازِ جمعہ واجب نہ ہوگی۔ جبکہ سات آدمی جمع ہو جائیں اور کسی قسم کا خوف نہ ہو تو اُن میں سے ایک شخص امام بنجائے اور وہی خطبہ بھی پڑھے۔

ثواب الاعمال اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں پر لازم ہے کہ شبِ جمعہ (کی نمازوں) میں سورۂ جمعہ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور جمعہ کی ظہر میں سورۂ جمعہ اور منافقون پڑھیں (یعنی اگر جمعہ کی شرائط جمع نہ ہو سکیں اور ظہر کی نماز پڑھی جائے تو بھی یہی سورتیں پڑھی جائیں) اگر ایسا کرینگے تو گویا اُنہوں نے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کا سا عمل کیا۔ اِس کی جزا میں خدا تعالےٰ اُن کو جنّت عطا فرمائیگا۔ اے پروردگارِ عالم! تو ہم سب کو اسکی توفیق دے۔

تفسیر قمی میں بروایت ابوالجارود جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ط کی تفسیر میں منقول ہے کہ اِسْعَوْا بمعنی اِمْضُوْا ہے یعنی نماز کے لیے جاؤ۔ اور اعمالِ جمعہ بجالاؤ جو یہ ہیں۔ لبیں کتروانا۔ بغلوں کے بال صاف کرانا۔ ناخن لینا۔ غسلِ جمعہ کرنا۔ پاک و پاکیزہ لباس پہننا۔ عطر لگانا۔ اِسی کا نام سعی ہے۔ چنانچہ خداوندِ عالم فرماتا ہے وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (دیکھو صفحہ ۴۵۲ سطر آخر)۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۱ متعلق صفحہ ۸۸۶

تفسیر قمی میں اِس سورہ کا شانِ نزول یوں مروی ہے کہ ۵ھ ہجری میں جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ بنی مصطلق سے لڑنیکے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی میں ایک کنوئیں پہ قیام فرمایا۔ پانی اُس میں بہت کم تھا۔ انس بن سیار انصار کا ہم قسم اور جہجاہ بن سعید الغفاری عمر بن الخطاب کا اجیر یہ دونوں کنوئیں پر پانی بھرنے کے لیے آئے جیسے ہی ان دونوں نے اپنا اپنا ڈول کھینچا تو ابنِ سیار کا ڈول جہجاہ کے ڈول میں اُلجھ گیا (جب ایک

ڈول اوپر آیا تو) اُس نے کہا یہ میرا ڈول ہے۔ جَجاہ نے کہا یہ میرا ڈول ہے۔ پس اِن دونوں میں چھینا جھپٹی ہونے لگی تو) جَجاہ نے اَنَسؓ کے مُنہ پر اِس زور سے طمانچہ مارا کہ اُس کے مُنہ سے خون نکلنے لگا۔ اَنَسؓ نے (اپنی مدد کے لیے) انصار کو پُکارا۔ جَجاہ نے (اپنی حمایت کے لیے) قریش کو آواز دی۔ یہ سب کے سب لے لے ہتھیار آموجود ہوئے۔ قریب تھا کہ تلوار چل جائے (مگر معاملہ رفع دفع ہوگیا) عبداللہ بن اُبَیّ نے جو یہ خبر سُنی تو کہنے لگا کیا بات تھی؟ لوگوں نے اُس سے سارا واقعہ بیان کیا تو وہ ملعون غصّہ ہوکر کہنے لگا میں تو پہلے ہی سے اِس سفر سے نفرت کرتا تھا۔ میں بھی بڑا ذلیل آدمی ہوں (کہ اِن کے ساتھ آیا) مجھے تو یہ گمان تھا کہ میں ایسی خبریں سننے کے لیے زندہ ہی نہ رہونگا کہ وہ مجھے عیب بھی نہ معلوم ہوں۔ پھر اپنے یاروں کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ یہ سب کچھ تمہاری ہی کرتوت ہے کہ تم نے اِن مسلمانوں کو (اپنا مہمان بنایا) اپنے مکانوں میں جگہ دی۔ اپنے مالوں سے اِن کی مدد کی۔ اپنی جانوں سے اِن کی حفاظت کی۔ اپنے سینوں کو قتل ہونیکے لیے تم نے تان لیا۔ پس (نتیجہ تم کو یہ ملا کہ) اِس (محمدؐ) نے عورتوں کو تمہاری بیوہ اور بچوں کو تمہارے یتیم بنا دیا۔ کاشکے تم اِن کو اپنی بستی سے نکال دیتے تو یہ کہیں اور جا پڑتے۔ اب اگر ہم مدینہ واپس گئے تو بڑی عزت والا زیادہ ذلیل کو وہاں سے نکال دیگا۔ اُس مجمع میں زید ابنِ ارقم بھی تھے۔ یہ اُس زمانہ میں نوجوان تھے۔ ابھی ابھی بلوغ کو پہنچے تھے اور وہ وقت دوپہر کا تھا۔ اور آنحضرتؐ ایک درخت کے سایہ میں رونق افروز تھے۔ گرد و پیش مہاجرین و انصار کا جُھرمٹ تھا کہ زید ابنِ ارقم حاضرِ خدمت ہوئے اور عبداللہ بن اُبَیّ نے جو کچھ کہا تھا اُس کی اطلاع دی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے لڑکے! شاید تجھے تو ہم ہوگیا ہو! اُس نے عرض کی خدا کی قسم وہم نہیں ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا شاید تو اُس پر غصّہ ہوا ہو! اُنہوں نے عرض کی نہیں واللہ میں اُس پر غصّہ بھی نہیں ہوا۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا شاید تیری سمجھ میں نہ آیا ہو! اُنہوں نے عرض کی نہیں قسم بخدا ایسا نہیں ہے (اب) آنحضرتؐ نے اپنے غلام شقران کو سواری تیار کرنیکا حکم دیا۔ جب سواری تیار ہوگئی تو اُس پر سوار ہو گئے۔ اصحاب میں اس بات کا چرچا ہونے لگا کہ جناب رسولِ خدا تو ایسے ناوقت کوچ نہ فرمایا کرتے تھے (آج کیا ہوگیا؟) یہ کہکر سب کوچ پر آمادہ ہوگئے۔ سعد بن عبادہ آنحضرتؐ سے جا ملے اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا وَعَلَیْكَ السَّلَامُ۔ سعد نے عرض کی یارسول اللہ! حضور تو کبھی خلافِ وقت کوچ نہ فرماتے تھے (آج کیا سبب ہوا؟) فرمایا شاید تم نے

اپنے صاحب کا قول نہیں سُنا ہے۔ سعد نے عرض کی حضور کے سوا اور ہمارا صاحب کون ہے؟ فرمایا عبد اللہ بن اُبَیّ! اُسکا یہ گھمنڈ ہے کہ جب وہ مدینہ واپس جائیگا تو جو زیادہ عزت دار ہوگا وہ زیادہ ذلیل کو مدینہ سے نکال دیگا۔ سعد نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ اور حضور کے اصحاب عزت والے ہیں اور عبد اللہ اور اُس کے ساتھی ذلیل ہیں۔ پس جناب رسول خدا تمام دن چلتے ہی رہے اور کوئی آنحضرتؐ سے بات نہیں کرسکا۔ بنی خزرج عبد اللہ کو لعنت ملامت کرنے لگے۔ اُس نے قسم کھالی کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا ہے۔ وہ بولے اچھا تو تو ہمارے ساتھ چل۔ اور جناب رسولؐ خدا سے معافی مانگ لے۔ اُس نے گردن ہلا دی۔ جب رات ہوگئی تو آنحضرتؐ پھر چل کھڑے ہوئے اور دن رات برابر چلتے ہی رہے۔ سوائے نماز کے اور کسی کام کے لیے نہ اُترے۔ جب دوسرا دن ہوا تو ایک مقام پر نزول اجلال فرمایا۔ اصحاب نے بھی ڈیرے ڈالدیے۔ راہ میں جاگتے جاگتے پریشان ہوگئے تھے۔ وہ تو سب کے سب سو گئے جناب رسول خدا کی خدمت میں عبد اللہ ابن اُبَیّ حاضر ہوا اور کہنے لگا میں خدا کو گواہ کرتا ہوں۔ اُسی کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے وہ بات نہیں کہی۔ زید نے مجھ پر جھوٹ بولا ہے۔ آنحضرتؐ نے اُس کا عذر مان لیا۔ بنی خزرج زید کو بُرا کہنے لگے کہ تو نے عبد اللہ ابن اُبَیّ ہمارے سردار کے خلاف کیوں جھوٹ بولا؟ زید ابن ارقم جناب رسول خدا کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور درگاہ خدا میں عرض کرتے تھے۔ الٰہی تو خوب واقف ہے کہ میں نے عبد اللہ ابن اُبَیّ پر تہمت نہیں لگائی ہے۔ الغرض وہ لوگ تھوڑی ہی دور چلے ہونگے کہ آنحضرتؐ پر وحی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ شدت وسختی آنحضرتؐ پر طاری ہونے لگی۔ آنحضرتؐ کا جسم مبارک اتنا ثقیل ہوگیا قریب تھا کہ وحی کے بوجھ سے ناقہ بیٹھ جائے۔ جب یہ حالت دور ہوگئی تو آنحضرتؐ نے اپنی پیشانی مبارک سے پسینہ صاف کیا۔ پھر زید ابن ارقم کا کان پکڑکے اُن کو اُن کی سواری سے اُٹھا لیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اے لڑکے! تیری زبان سے بھی سچ نکلا ہے اور تیرے قلب نے بھی ٹھیک یاد رکھا۔ جو کچھ تو نے کہا تھا خدا تعالیٰ نے اُسی کے موافق قرآن مجید نازل فرمایا ہے۔ پس جب آنحضرتؐ ایک منزل پر اُترے تو اصحاب کو جمع کرکے سورۂ منافقون سُنائی۔ اس سورہ کے نازل ہونے سے عبد اللہ ابن اُبَیّ بڑا ذلیل و رسوا ہوا۔ قمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ نے منافقین کی شناخت اور اُن کی پہچان اپنے رسولؐ کو کرادی اور عبد اللہ بن اُبَیّ کے نفاق سے خبر دیدی تو اُن کا قبیلہ گروہ منافقین کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ تمہارا جاے ستیاناس اب تو تم ذلیل و رسوا ہو چکے۔ آؤ چلو جناب

رسولِ خدا کی خدمت میں وہ جناب تمہارے لیے خدا سے استغفار کرینگے ۔ پس اُنہوں نے سر پھرا لیے اور استغفار سے مُنہ موڑ لیا ۔ ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ ابن اُبی کا بیٹا جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اگر حضور نے میرے باپ کے قتل کا عزم بالجزم کرلیا ہے تو مجھکو حکم دیجیے کہ میں اُسکا سر کاٹ لاؤں ۔ خدا کی قسم قبیلۂ اَوس وخزرج اس بات سے آگاہ ہے کہ جتنی نیکی اور احسان میں اپنے باپ کے ساتھ کرتا ہوں ایسا کوئی بیٹا اپنے باپ کے ساتھ نہیں کرتا ۔ اب اگر حضور نے کسی اور کو اُس کے قتل کا حکم دیا اور اُس نے اُسے مار ڈالا تو میں ڈرتا ہوں (کہیں) ایسا نہو کہ اپنے باپ کی قاتل کی طرف نظر کرنا میرے نفس کو اچھا نہ معلوم ہو اور میں ایک کافر کے بدلے ایک مومن کو قتل کرکے عذاب دوزخ کا مستحق ہوجاؤں ۔ (پس مناسب یہی ہے کہ میں ہی اپنے ہاتھ سے اُسکا سر اُتار دوں) آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ ہمارے نزدیک یہی بہتر ہے کہ جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے تم اُس کے ساتھ نیک ہی سلوک کرتے رہو ۔

صفحہ ۸۹۲ کے حاشیہ کی سطر ۱۹ سے نوٹ نمبر ۲ شروع ہوتا ہے جس کا ہندسہ لکھنا رہ گیا ہے ۔ ۱۲ منہ ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۸۹۴

تفسیر مجمع البیان میں ہے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کا مرتبہ تمام صحابہ کو دو مرتبہ جتلایا ۔ ایک تو اُس موقعہ پر جبکہ فرمایا تھا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اور دوسری مرتبہ جبکہ یہ آیت نازل ہوئی فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰىہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ تو جناب رسولِ خدا نے اپنے دستِ مبارک سے جناب علیؑ بن ابیطالب کا ہاتھ پکڑ کے فرمایا اَیُّھَا النَّاسُ ھٰذَا صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ (اے گروہ مردم! یہ ہے صالح المؤمنین) اَسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ میں نے خود جناب رسولِ خدا سے سُنا ہے کہ علیؑ بن ابیطالب صالح المؤمنین ہیں ۔

صاحبِ تفسیر صافی کہتے ہیں کہ فریقین خاصہ وعامہ کی بکثرت روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صالح المؤمنین سے جناب علی بن ابیطالب علیہ السلام مراد ہیں ۔

عون بن عبداللہ بن ابی رافع کہتے ہیں کہ جس دن جناب رسولِ خدا نے وفات پائی اُس دن آنحضرتؐ کو غش آیا ۔ پھر افاقہ ہوا تو میں رو رہا تھا ۔ اور آنحضرتؐ کے دستِ مبارک چوم رہا تھا اور یہ عرض کر رہا تھا کہ یا رسول اللہ! حضور کے بعد میری اور میرے بچوں کی سرپرستی کون کریگا ؟ فرمایا میرے بعد خدا تعالے اور میرا وصی صالح المؤمنین

علیؑ بن ابیطالب تمہارا حامی و مددگار ہے۔

حضرت عمار یاسرؓ کہتے ہیں کہ میرے سامنے جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے ایک مرتبہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے طلب کرکے ارشاد کیا کہ اے علیؑ! کیا میں تم کو کوئی خوشخبری نہ سناؤں؟ میں نے عرض کی یارسولؐ اللہ! ضرور سنائیے۔ اور آپ تو ہمیشہ اچھی اچھی خبریں سناتے ہی رہا کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ! بتحقیق خداوند عالم نے تمہاری شان میں ایک آیتِ قرآنی نازل فرمائی ہے۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! وہ کیا ہے؟ فرمایا خدا نے تم کو جبرئیلؑ کا قرین اور ساتھی بنا دیا پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ۔ اے علیؑ! تم اور تمہاری اولاد کے مؤمنین (یعنی گیارہ امامؑ) صالحین ہیں۔

محمد حلبی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا نے جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کی (خلافت کے بارے میں) اصحاب کو دوبار شناخت کرائی۔ چنانچہ ایک دن آنحضرتؐ نے اصحاب سے فرمایا تم جانتے ہو کہ میرے بعد تمہارا والی کون ہے؟ سب نے عرض کی خدا اور رسولؐ ہی خوب واقف ہیں۔ ارشاد کیا خدائے عزوجل ارشاد فرماتا ہے فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۔ یعنی صالح المؤمنین علیؑ بن ابیطالب ہیں۔ وہی میرے بعد تمہارے والی و حاکم ہیں۔ دوسری بار مقام غدیر میں پہچنوایا جبکہ فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ ۔

ابو صالح نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں صالح المؤمنین سے جناب علیؑ بن ابیطالب مراد ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ اے گروہ مردم! خدا سے زیادہ کون اچھی بات کرسکتا ہے اور بات کہنے میں خدا سے زیادہ سچا کون ہے؟ اے گروہ صحابہ! خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں علیؑ بن ابیطالب کو اپنا نشان اور امت کا امام اور اپنا خلیفہ اور وصی قرار دوں اور اُن کو اپنا بھائی اور وزیر بناؤں۔ ایہا الناس! آگاہ ہو جاؤ کہ علیؑ بن ابیطالب میرے بعد ہدایت کا باب۔ خدا کی طرف بلانیوالا اور صالح المؤمنین ہے۔ جو شخص خدا کی طرف ہدایت کرے۔ عمل صالح اُس سے صادر ہوتا ہو۔ اس پر اُس کا قول یہ ہو کہ میں تو ایک مسلمان ہوں اُس سے زیادہ اچھی بات کون کہیگا؟ اے گروہ مردم! جان لو کہ علیؑ بن ابیطالب مجھ سے ہیں۔ اُن کی اولاد میری اولاد ہے۔ وہ میری پارۂ جگر نور نظر کے شوہر ہیں۔ اُن کا حکم میرا حکم ہے۔ اُن کی ممانعت میری ممانعت ہے۔ ایہا الناس! اُن کی اطاعت کرنا

اور اُنکی نافرمانی سے بچنا تم پر لازم و واجب ہے۔ اُن کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اُنکی نافرمانی میری نافرمانی ہے اے لوگو! علیؑ اِس امت کے صدّیق اور فاروق اور ہارونؑ اور یوشعؑ اور آصفؑ اور شمعونؑ ہیں۔ اور وہ اِس امت کے لیے دروازۂ حطّہ (جیسا کہ بنی اسرائیل کی قبولِ دعا اور بخشش جرائم کے لیے قرار دیا گیا تھا) اور کشتیٔ نجات ہیں۔ اور وہ اِس امت کے طالوت اور ذوالقرنین ہیں۔ اے گروہ مردم! وہ خلق اللہ کے لیے ذریعۂ امتحان اور خدا کی حجتِ عظمےٰ اور آیتِ کبریٰ اور ہدایت کے امام اور عروۃ الوثقےٰ ہیں۔ اے گروہِ صحابہ! علیؑ ابن ابیطالب دوزخ کے تقسیم کرنیوالے ہیں۔ اُن کا دوست ہرگز دوزخ میں نہ جائیگا اور اُنکا دشمن اُس سے نجات نہ پائیگا۔ اور وہ جنّت کے بھی تقسیم کرنیوالے ہیں۔ جس میں اُن کا دشمن ہرگز نہ جائیگا اور اُن کا دوست جنّت سے کبھی نہ نکلیگا۔ اے میرے اصحاب! میں نے تم کو خالص نصیحت کی ہے اور اپنے پروردگار کا پیغام تمہارے پاس پہنچا دیا ہے لیکن تم لوگ نصیحت کرنیوالوں کو دوست نہیں جانتے۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ کہدیا۔ اب میں اپنے لیے اور تمہارے لیے خدا کی درگاہ میں استغفار کرتا ہوں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۵۹۶

الخصال میں جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے کہ زنانِ جنّت میں سب سے افضل چار عورتیں ہیں۔ اوّل خدیجہ بنت خویلد۔ دوسری فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا بنت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ۔ تیسری مریمؑ بنت عمران۔ چوتھی آسیہ بنت مزاحم زوجۂ فرعون۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ضمیمہ جات متعلق پارہ بست ونہم

ضمیمہ نوٹ نمبر۳ متعلق صفحہ ۹۰۰

الاکمال میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے اِس آیت کی تاویل دریافت کیگئی تو اُن حضرت نے فرمایا کہ جب تم اپنے امام کو اِس طرح کھو بیٹھو گے کہ تم اُن کو دیکھ نہ سکو گے تو اُس وقت کیا کروگے؟

نیز اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ فرمایا کہ یہ آیت امام قائمؑ (آلِ محمدؐ) کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جب تم سے تمہارا امام غائب ہوجائیگا اور تمہیں معلوم نہ ہوگا کہ وہ کہاں ہیں تو وہ کون ہے جو امام کو تمہارے لیے ظاہر کردیگا کہ وہ تمہیں آسمانوں اور زمین کی خبریں دے اور حلال وحرام کے احکام بھی پہنچائے؟ پھر فرمایا کہ خدا کی قسم ابھی تک اِس آیت کی تاویل ظاہر نہیں ہوئی لیکن آئندہ البتہ ظاہر ہوگی۔

حضرت عمارؓ یاسر فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر تھا جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے اُس لڑائی میں بہت سے علمدار قتل کیے اور اُن کی جماعت درہم وبرہم کردی۔ اور عمر بن عبداللہ جمحی اور شیبہ بن نافع کو بھی جہنم میں پہنچایا۔ میں جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یارسول اللہ! آج تو علیؑ بن ابیطالب نے راہِ خدا میں خوب جہاد کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔ وہ میرے علم کے وارث ہیں وہی میرا قرض اداکرینگے۔ وہی میرے وعدے پورے کرینگے۔ وہی میرے بعد میرے خلیفہ ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو میرے بعد مومن خالص کی پہچان ہی نہ ہوسکتی۔ اُن کی لڑائی میری لڑائی ہے اور میری لڑائی خدا کی لڑائی ہے۔ اُن کی صلح میری صلح ہے اور میری صلح خدا کی صلح ہے۔ آگاہ ہوجاؤ کہ علیؑ بن ابیطالب میرے فرزندوں (نواسوں) کے اور اُن ائمہ کے جو اُن فرزندوں کے صُلب سے ہونگے باپ ہیں۔ اُن کے سبب سے خدا تعالےٰ ائمہ راشدین کو جن میں اِس امت کا مہدی بھی ہے ظاہر فرمائیگا۔ عمارؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر فدا ہوجائیں یہ مہدی کون ہے؟

فرمایا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میرے فرزند حسینؑ کی نسل سے نو امام پیدا کریگا۔ اور نواں اُن میں کا نظرِ خلائق سے غائب ہو جائیگا۔ قولِ باریتعالےٰ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ۔ اِسپر دلالت کرتا ہے۔ اُس کی غیبت طولانی ہوگی۔ ایک قوم تو اُس سے پھر جائیگی۔ کچھ لوگ اُس پر قائم رہینگے۔ جب آخر زمانہ آئیگا تو وہ ظہور کریگا اور زمین کو عدل و انصاف سے اُسی طرح بھر دیگا جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ اور وہ تاویلِ قرآن پر ویسے ہی جہاد کریگا جیسا کہ میں نے تنزیلِ قرآن پر کیا ہے۔ وہ میرا ہمنام اور تمام آدمیوں سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہوگا۔ اے عمارؓ! میرے بعد فوراً فتنۂ عظیم برپا ہوگا۔ جب ایسا ہو تم علیؑ ابن ابیطالب کی متابعت کرنا اور اُنہی کا ساتھ دینا کہ وہ حق کے ساتھ ہیں اور حق اُن کے ساتھ ہے۔ اے عمارؓ! عنقریب میرے بعد جنگِ صفّین برپا ہوگی۔ اُس میں تم بھی علیؑ ابن ابیطالب کے ہمراہ بیعت توڑنیوالوں اور حق سے روگردانی کرنیوالوں سے لڑوگے۔ پھر تم کو باغیوں کا گروہ قتل کریگا۔ عمارؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! کیا میرا جہاد کرنا خداوندِ عالم کی اور حضور کی خوشنودی کا باعث ہوگا؟ فرمایا ہاں! اے عمارؓ! میں بھی تم سے خوش ہونگا اور خداوندِ عالم بھی تم سے راضی ہوگا۔ اے عمارؓ! دنیا میں آخری رزق تمہارا دودھ ہوگا جو تم (اپنی شہادت سے پہلے) پیوگے۔

الغرض جب وہ دن آیا کہ معرکۂ صفّین گرم ہوگیا تو حضرت عمارؓ یاسر پردے سے نکلے اور جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی اے رسول اللہؐ کے بھائی! مجھے بھی میدانِ جنگ کی اجازت دیجیئے؟ فرمایا اے عمارؓ! خدا تم پر رحم فرمائے ابھی ٹھہر جاؤ۔ تھوڑی دیر بعد دوبارہ عرض کی لیکن وہی جواب ملا۔ پھر تیسری بار اجازت مانگی! اِس کے جواب میں جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام رونے لگے۔ عمارؓ نے حال دیکھکر عرض کی یا امیر المؤمنین! یہ وہی دن ہے جس کی خبر جنابِ رسولؐ خدا نے مجھے پہلے ہی دیدی ہے۔ بس جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام گھوڑے سے کود پڑے اور عمارؓ کو گلے لگاکے رخصت کیا۔ پھر فرمایا اے ابو الیقظان! خدا تم کو جنابِ رسولِ خداؐ کی طرف سے اور میری طرف سے جزائے خیر دے۔ تم میرے بہت اچھے بھائی تھے۔ تم میرے بہت اچھے دوست تھے۔ یہ فرماکے وہ جناب رونے لگے اور عمارؓ بھی خوب روئے۔ بعد اُسکے عمارؓ نے عرض کی یا امیر المؤمنین! خدا کی قسم میں نے آپ کی اطمینانِ قلب اور یقینِ کامل کے ساتھ پیروی اختیار کی ہے۔ کیونکہ جنابِ رسولِ خداؐ نے جنگِ خیبر میں مجھ سے فرما دیا تھا کہ اے عمارؓ! میرے بعد بڑی شورش اور فتنۂ عظیم برپا ہوگا۔ جب ایسا ہو

تو تم علیؑ بن ابیطالب کی اور اُن کے گروہ کی پیروی کرنا کہ وہ حق کے ساتھ ہیں اور حق اُنکی طرف ہے۔ اے عمارؓ! عنقریب تم میرے بعد عہد توڑنیوالوں اور حق سے منحرف ہونیوالوں سے جنگ کروگے۔ یا امیرالمؤمنین! خداتعالےٰ حضور کو اسلام کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے کہ آپ نے اسلام کا حق ادا کردیا اور احکام کو بخلوص دل بندگانِ خدا تک پہنچادیا اور حقِ نصیحت کو ادا کردیا۔ یہ کہکر عمارؓ بھی سوار ہوئے اور جناب امیرالمؤمنین بھی۔ پس عمارؓ میدانِ جنگ میں آئے اور اپنے ہمراہیوں سے پانی طلب کیا۔ جواب دیا گیا کہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے۔ انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوگیا اور ایک پیالہ دودھ کا جلدی سے لایا۔ وہ عمارؓ نے نوش کرکے فرمایا یہی مجھے جناب رسولِ خداؐ نے خبر دی تھی کہ تمہارا آخری رزق دودھ ہوگا۔ بعد اُس کے عمارؓ! سر لشکرِ مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اٹھارہ خارجیوں کو جہنم کی راہ دکھائی۔ آخرالامر دو شامی مردک صحابی رسولؐ کے مقابل ہوئے اور دونوں نے یکبارگی نیزے مارے جس سے وہ جناب شہید ہوگئے۔ جب رات ہوئی تو جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام شہدا کی نعشوں میں پھرتے پھرتے پہنچے اور عمارؓ کو انہی مقتولین میں پڑا ہوا پایا۔ آں حضرتؑ نے اِس شہیدِ راہِ خدا کا سر اپنے زانو پر رکھا اور رو روکے یہ مرثیہ پڑھنے لگے ؎

أَلَا أَيُّهَا الْمَوْتُ الَّذِي لَيْسَ تَارِكِي ۔۔۔ أَرِحْنِي فَقَدْ أَفْنَيْتَ كُلَّ خَلِيلِ

(اے موت! جو مجھے بھی چھوڑنیوالی نہیں ہے۔ اب تو مجھے راحت پہنچا دے کہ تو میرے ہر دوست کو فنا کرچکی)۔

أَيَا مَوْتُ كَمْ هَذَا التَّفَرُّقُ عَنْوَةً ۔۔۔ فَلَسْتَ تُبْقِي خُلَّةً لِخَلِيلِ

(اے موت! قہر و غلبہ سے یہ تیری تفرقہ پردازی کب تک رہیگی! تو تو کسی دوست کی دوستی باقی ہی نہ رکھیگی)۔

أَرَاكَ بَصِيرًا بِالَّذِينَ تُحِبُّهُمْ ۔۔۔ كَأَنَّكَ تَمْضِي نَحْوَهُمْ بِدَلِيلِ

(میں تو یہی دیکھ رہا ہوں کہ تو نے اپنے دوستوں کو خوب دیکھ بھال لیا ہے۔ گویا کہ تیرا گزر اُن کی طرف کسی دلیل و رہبر کے ذریعہ سے ہوتا ہے)۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۹۰

سفیان ابن سعید نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! لوح و قلم و مداد کا واقعہ مجھ سے بہ تفصیل بیان فرمائیے۔ اور جو کچھ حضور کو خداتعالےٰ نے تعلیم کیا ہے مجھے بھی سکھا دیجئے۔ امامؑ نے فرمایا کہ اے ابن سعید! اگر تم جواب کے اہل نہ ہوتے تو ہم تم کو جواب نہ دیتے۔ (لو سنو!) نون ایک

فرشتہ ہے جو قلم کو خبریں دیتا ہے اور قلم بھی ایک فرشتہ ہے جو لوح تک حکم و احکام پہنچاتا ہے اور لوح بھی فرشتہ ہے جو پیام سلام اسرافیلؑ کو دیتا ہے اور اسرافیلؑ میکائیلؑ کو اور میکائیلؑ جبرئیلؑ کو اور جبرئیلؑ نبیوں اور رسولوں کو اطلاع دیتے ہیں۔ پھر فرمایا اے سفیان! کھڑے ہو جاؤ! مجھے تمہارے بارے میں دشمنوں سے اندیشہ ہے۔

علل الشرائع میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نون ایک نہر تھی جنت میں۔ برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی۔ خدا تعالٰے نے اُسے حکم دیا کہ اے نہر تو روشنائی بنجا۔ وہ روشنائی ہو گئی۔ پھر اُس نے اپنے دست (قدرت) سے ایک درخت لگایا۔ لفظ ید بمعنی قدرت ہے۔ ہاتھ کے معنی میں نہیں ہے جیسا کہ فرقہ مشبّہہ قائل ہو گیا ہے (کہ خدا کے ہاتھ ہیں) پھر خدا نے درخت کو قلم بنجانیکا امر فرمایا۔ جب وہ قلم ہو گیا تو حکم دیا کہ لکھدے۔ اُس نے عرض کی کہ پروردگارا! کیا لکھدوں؟ ارشاد ہوا کہ جو کچھ قیامت تک ہونیوالا ہے۔ پس اُس نے لکھدیا۔ بعد اُس کے خدا نے اُس پر مُہر فرما دی اور ارشاد کیا کہ اب سے قیامت تک کلام نہ کرنا۔

تفسیر قمی میں انہی جنابؑ سے منقول ہے کہ خدا تعالٰے نے پہلے قلم کو پیدا کر کے حکم دیا کہ لکھدے۔ پس اُس نے گزشتہ اور آئندہ قیامت تک ہونیوالی سب باتیں لکھدیں۔

خصال میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس نام ہیں جن میں سے پانچ تو قرآن میں مذکور ہیں اور پانچ قرآن کریم میں نہیں ہیں۔ جو کہ قرآن مجید میں ہیں وہ یہ ہیں۔ محمدؐ۔ احمدؐ۔ عبداللہ۔ یٰس۔ نٓ۔

تفسیر عیاشی میں بروایت محمد بن مروان جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ وہ جنابؑ فرماتے ہیں کہ میں اپنے پدر بزرگوار صلوات اللہ علیہ کے ہمراہ طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھا کہ ایک شخص دراز قد فربہ۔ سر پر عمامہ رکھے ہوئے اُن جناب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ حضرتؑ نے جواب سلام دیا۔ اس نے عرض کی مجھے حضور سے چند باتیں دریافت کرنی ہیں۔ اُن کا جاننے والا ایک یا دو شخصوں کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ پس اُس نے مسئلے پوچھے منجملہ اُن کے ایک یہ بھی تھا کہ نٓ ۔ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ کا مطلب بیان کیجیے۔ حضرتؑ نے فرمایا نٓ جنت میں ایک نہر ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ قلم نے خدا کے حکم سے مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ تحریر کیا۔ وہ نوشتہ قلم کے سامنے ہے۔ مشیت خدا کے بموجب کبھی اُس میں سے کچھ محو کر دیتا ہے کبھی کوئی چیز گھٹا دیتا ہے کبھی بڑھا دیتا ہے۔ جو منظور خدا ہوتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو بات اُسے منظور نہیں

ہوتی وہ نہیں ہوتی۔ سائل نے عرض کی یابن رسولؐ اللہ! آپ نے سچ فرمایا۔ اُس کی تصدیق کرنے سے اُن جنابؑ کو بڑا تعجب ہوا۔ جب وہ چلدیا تو مجھ سے فرمایا کہ اس شخص کو بلا لاؤ۔ میں اُس کے پیچھے گیا مگر پتہ نہ لگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۹۰۱

معانی الاخبار میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ کے معنی دریافت کیے گئے۔ حضرتؑ نے فرمایا عُتُلٌّ بڑے کافر کو کہتے ہیں اور زَنِیْمٌ وہ ہے جس کا کفر طشت از بام ہو۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ نے سائل کی جواب میں ارشاد فرمایا کہ عُتُلٌّ اور زَنِیْمٌ وہ ہے جو سخت مزاج۔ صحیح۔ تندرست اور بڑا کھاؤ ہو جہاں سے کھانا پینا ہاتھ لگے فوراً ڈکار جائے۔ آدمیوں پر بڑا ظلم وستم کرنیوالا ہو اور بڑا پیٹا ہو۔ اُنھی جنابؐ نے فرمایا کہ جنت میں جَوّاظٌ جُعْظَرِیٌّ۔ عُتُلٌّ اور زَنِیْمٌ نہ جائینگے کسی نے پوچھا جَوّاظ کون ہے؟ فرمایا جو شخص مال زیادہ جمع کرے اور لوگوں کو راہ خدا سے روکے۔ اُس نے دریافت کیا جُعْظَرِیٌّ کون ہے؟ فرمایا بدزبان۔ سنگدل۔ پوچھا عُتُلٌّ اور زَنِیْمٌ کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا بڑی توند والا۔ بدخو۔ بڑا کھاؤ۔ بہت پینے والا۔ اوّل درجہ کا متکبر۔ بہت ظلم کرنیوالا۔ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ زَنِیْمٌ وہ ہے جس کی اصل و نسل کا پتہ نہ ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۲۴

ایک روایت میں ہے کہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے خرمہ کے درخت سینچنے کی مزدوری کی تھی (باغ والے نے معاملہ یوں کیا تھا کہ، رات بھر (آپ میرے) درختوں کو سینچیں۔ صبح کو اتنے جَو (آپ کو) ملینگے۔ غرض جب صبح ہو گئی اور جَو حضرتؑ کو مل گئے تو اُس میں سے ایک تہائی جَو کا آٹا پیسا گیا اور حریرہ پکایا گیا اُس کا تیار ہونا تھا کہ ایک مسکین نے آواز دی۔ اُن حضراتؑ نے وہ سب حریرہ اُسکو دیدیا۔ پھر ایک حصہ اور پکنے کے واسطے چڑھایا۔ تیار ہوتے ہی ایک یتیم آموجود ہوا۔ ان بزرگواروں نے وہ اُسے کھلادیا۔ پھر تیسرا حصہ پکانے کے لیے درست کیا گیا۔ جب وہ پک چکا مشرکین عرب میں سے ایک قیدی نے سوال کیا۔ ان معصومین نے یہ کھانا اُسے کھلادیا۔ اور خود تمام دن بھوکے رہے۔

تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا کے پاس تھوڑے سے جَو تھے۔ جناب معصومہ نے اُن کا دلیا تیار کیا اور جب

سامنے لاکر رکھدیا کہ ایک مسکین آگیا اور اُنہوں نے آواز دی کہ خدا آپ حضرات پر رحمت نازل کرے میں بھوکا ہوں جو کچھ خدا نے آپ کو دیا ہے اُس میں سے مجھے بھی کھلائیے۔ یہ آواز سنکر جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام اُٹھ کھڑے ہوئے اور ایک تہائی ڈلیا اُسے دیدیا۔ پھر (اُس کے جاتے ہی) ایک یتیم آموجود ہوا اور عرض کی خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے (میں بھوکا ہوں) مجھے کچھ کھلائیے۔ حضرتؑ نے ایک تہائی اُس کو بھی دیدیا۔ بعد اُس کے ایک قیدی نے آکر سوال کیا حضرتؑ نے مابقی اُس کے حوالہ کیا۔ اور ان حضراتؑ میں سے کسی نے کچھ بھی نہ چکھا۔ پس خدا تعالےٰ نے چند آیتیں ان حضراتؑ کی شان میں نازل فرمائیں۔ اور جو کوئی مومن خوشنودیٔ خدا کے لیے (کسی یتیم مسکین۔ قیدی کو) کھانا کھلائے (اور اپنے نفس پر اُس کو مقدم رکھے تو بنا بر تاویل) اُس کے حق میں بھی یہ آیتیں جاری ہونگی۔ (**قولِ مترجم**۔ یہ روایتیں اُس قدر قوی نہیں ہیں جتنی وہ جو خود نوٹ میں درج کیگئی ہے)

المناقب میں جو روایت منقول ہے اُس کے آخر میں یہ ہے کہ جناب رسولِ خدا نے جب ان بزرگواروں کی بھوک ملاحظہ فرمائی تو جبرئیل امین نازل ہوئے۔ اُن کے ہمراہ سونے کا طبق تھا۔ اُس طبق میں موتی اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ وہ طبق آب گوشت میں بھیگی ہوئی روٹی سے لبریز تھا مشک اور کافور کی خوشبو اُس سے آتی تھی۔ وہ کھانا سب نے ملکر خوب سیر ہو کے کھایا لیکن اُس میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔ جناب امام حسین علیہ السلام دولتسرا سے برآمد ہوئے اس طرح کہ اُس معصومؑ کے دستِ مبارک میں ایک پارچۂ گوشت تھا۔ ایک یہودی کی لڑکی نے دیکھکر آواز دی کہ اے اہلبیتِ رسالت میں بھوکی ہوں۔ یہ تمہیں کہاں سے ہاتھ لگا۔ اس میں سے مجھے بھی کھلا دیجیے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے اُس کو عطا فرمانیکے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فوراً جبرئیلؑ امین آگئے اور اُن جنابؑ کے دستِ مبارک سے وہ پارچہ لے لیا۔ اور وہ طبق بھی آسمان کی طرف اُٹھ گیا۔ حضور سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرا نورِ نظر حسینؑ اُس یہودچی کو وہ پارچہ دینے کے لیے ہاتھ نہ بڑھاتا تو یہ طبق میرے اہلبیت کے پاس ہمیشہ موجود رہتا قیامت تک وہ سب اس میں سے کھاتے پس یہ آیت نازل ہوئی یُوفُونَ بِالنَّذْرِ الخ

راہِ خدا میں صدقہ دینے کا (آخری) واقعہ ذی الحجہ کی پچیسویں شب میں ہوا تھا اور سورۂ ہل اتےٰ پچیس کے دن میں نازل ہوئی۔

تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارۂ سی ام

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۴۳ تفسیر قمی میں اصحابِ اُخدود کا قصہ یوں لکھا ہے کہ ذو نواس جو شاہانِ حمیر میں آخری بادشاہ تھا اُس نے حبشیوں کو اہلِ یمن سے لڑنے پر اُبھارا تھا۔ اُس نے یہودی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ سارے حمیری اُس کے ساتھ یہودی ہو گئے اور اُس نے اپنا نام یوسف رکھا۔ ایک زمانہ تک وہ سلطنت کرتا رہا۔ پھر اُسے خبر پہنچی کہ نجران میں بہت سے آدمی دینِ نصرانی پر ابھی تک باقی ہیں۔ دینِ عیسوی اُن کا مسلک ہے۔ انجیل پر اُن کا عمل ہے۔ سردار اُن کا عبد اللہ ابنِ تیاس ہے۔ پس یوسف کو اُس کے ہم مذہبوں نے اِس بات پر آمادہ کیا کہ وہ نصارائے نجران کے پاس جائے اور اُن کو دینِ یہود پر لائے۔ پس یوسف نجران میں آیا اور وہاں کے نصرانیوں کو جمع کر کے دینِ یہود اُن کے سامنے پیش کیا۔ اور کہا کہ اِس مذہب کو اختیار کرو۔ اُن لوگوں نے انکار کر دیا۔ پھر یوسف نے اُن سے مجادلہ کیا اور اُن کو یہودی بنانے کی پوری کوشش کر گزرا مگر وہ انکار ہی کرتے رہے۔ دینِ یہود اُن لوگوں نے اختیار نہ کیا۔ قتل ہونا اُن کو گوارا ہوا۔ یوسف نے ایک گڑھا کھدوایا اور ایندھن اُس میں بھروا کے آگ لگا دی۔ پس بعضوں کو آگ میں جلا دیا اور بعض کو تلوار سے قتل کیا اور بعضوں کے جوڑ جوڑ بند بند جدا کر دیے۔ اِن سب مقتولین و محروقین کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی۔ اُن میں کا ایک شخص جس کا نام ذو ثعلبان تھا تنہا گھوڑے پر سوار ہوا اور اُس کو ایڑ لگا کے چل دیا۔ ہر چند ذو نواس کے سپاہیوں نے اُس کا تعاقب کیا مگر نہ پایا۔ ریگستان کی وجہ سے تھک کے رہ گئے۔ پھر ذو نواس اپنے لشکر کو اپنے دار السلطنت کی طرف واپس لایا۔ خداوندِ عالم نے (اپنے رسول کو اس واقعہ سے اطلاع دی اور) فرمایا قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ الخ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۹۵۲ تفسیر مجمع البیان میں ابنِ عباسؓ سے بھی یہی روایت مروی ہے مگر اتنا فرق ہے کہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ جس شخص کا وہ درخت تھا۔ اُس درخت کی شاخیں ایک مردِ فقیر عیالدار کے گھر میں تھیں۔ جب اُس کا مالک آتا تو گھر میں جا کے خرمے توڑنے کے لیے درخت پر چڑھتا تھا۔ کبھی کبھی اُس فقیر کے گھر میں بھی ٹوٹ کے جا پڑتے تھے۔ اُس فقیر کے بچے اُٹھا لیتے تھے۔ پس خرمہ کا مالک درخت سے اُترتا تھا اور اُن بچوں کے ہاتھوں میں سے خرمے چھین لیتا تھا اور اگر کوئی بچہ اپنے

منہ میں رکھ لیتا تھا تو یہ انگلی ڈال کے نکال لیتا تھا۔ (مرد) فقیر نے جناب رسول خدا سے اسکی شکایت کی۔ اس کے بعد مضمون حدیث وہی ہے (جو حاشیہ پر تحریر ہوا) پھر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابو دحداح نے چالیس درختوں کے عوض میں وہ درخت اس شخص سے خرید لیا اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! وہ درخت میں نے مول لے لیا۔ وہ میرا ہو گیا۔ میں اُسے حضور کی نذر کرتا ہوں۔ آنحضرتؐ مکان والے کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ یہ درخت میں نے تجھ کو اور تیرے عیال کو دیا۔ پس خداوند عالم نے سورۂ واللیل نازل فرمائی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۵۳

تفسیر مجمع البیان میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو احکام آپ کو خدا تعالےٰ نے عطا فرمائے ہیں اور جن جن باتوں کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ نے آپ کو فضیلت دی ہے اور جو چیزیں اس نے آپ کو عنایت کی ہیں اور جو کچھ آپ پر احسان کیا ہے اور جو جو ہدایتیں فرمائی ہیں اُن سب کا ذکر کرتے رہیے۔

المحاسن میں ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو اس بات کا حکم دیا کہ دین کے متعلق جو نعمتیں خدا نے عطا فرمائی ہیں اُن کا ذکر کرتے رہیں۔

کافی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا (اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ) خدا کے دین کا اور اُس کے عطیوں کا اور نعمتوں کا ذکر کیجیے۔

نیز وہی جنابؑ فرماتے ہیں کہ جس بندہ کو خدا تعالےٰ کوئی نعمت عطا فرمانے اور اُس کا اثر اُس پر ظاہر ہو تو وہ حبیب اللہ کہلائیگا۔ اور نعمت خدا کا ذکر کرنیوالا۔ اور جب اللہ اپنے کسی بندہ کو کوئی نعمت عطا فرمائے اور اُس کا کوئی اثر اُس پر ظاہر نہ ہو تو وہ بغیض اللہ کہلائیگا۔ یعنی نعمت خدا کا جھٹلانیوالا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۵۴

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ کی تفسیر میں منقول ہے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا۔ پھر فرمایا کہ جب تم حج سے فارغ ہو جاؤ تو علی بن ابیطالب کو اپنا وصی مقرر کر دو۔

انہی جنابؑ سے بروایت ابو جمیلہ مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ حج میں تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی فَاِذَا فَرَغْتَ مِنْ حَجَّتِكَ فَانْصَبْ عَلِيًّا لِلنَّاسِ

یعنی جب تم حج سے فارغ ہو جاؤ تو آدمیوں کی ہدایت کے لیے علیؑ بن ابیطالب کو (اپنا خلیفہ) مقرر کر دو۔ **قولِ مترجم** ۔ مِنۡ حِجَّتِكَ اور عَلِيًّا لِلنَّاسِ تفسیری الفاظ ہیں۔

اُنہی حضرتؑ سے بروایت ابو حاتم رازی اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ خدا تعالےٰ نے حکم بھیجا کہ اے ہمارے رسولؐ! جب تم شریعت کو کامل کر چکو تو علیؑ بن ابیطالب کو اپنی اُمّت کا امام بنا دو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۵۶

تفسیر مجمع البیان میں حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا گیا جس نے راہِ خدا میں ایک ہزار مہینے اپنے کندھے پر تلوار اُٹھائی تھی۔ جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے بہت تعجب کیا اور یہ آرزو بھی کی کہ میری اُمّت میں بھی ایسا کوئی ہوتا اور یہ عرض بھی کی کہ خداوندا! میری اُمّت کو تو نے عمریں بھی کم دی ہیں اور اعمال بھی اُن کے تھوڑے ہی ہیں۔ پس خدا تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو شبِ قدر عطا فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ شبِ قدر اُن ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں اُس اسرائیلی نے راہِ خدا میں ہتھیار اٹھائے تھے اور یہ مخصوص آپ کے لیے ہے۔ اور آپ کے بعد آپ کی اُمّت کے لیے قیامت تک ہر ماہِ مبارکِ رمضان میں ہوتی رہیگی۔

کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے خدا تعالےٰ کے اس قول اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِيۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (دیکھو صفحہ ۷۹۱ سطر ۴) کا مطلب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ہاں یہی شبِ قدر ہے۔ اور یہ ہر برس ماہِ مبارک رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے اور قرآن مجید شبِ قدر ہی میں نازل ہوا ہے۔

نیز منقول ہے کہ کسی نے اُنہی حضرتؑ سے دریافت کیا تھا کہ شبِ قدر کس شب کو ہوتی ہے؟ تو فرمایا اُسے اکیسویں ۲۱ شب میں تلاش کرو یا تیئیسویں ۲۳ میں۔ اور ایک روایت کے بموجب یہ فرمایا کہ اُنیسویں ۱۹۔ اکیسویں ۲۱۔ تیئیسویں ۲۳۔ کسی نے عرض کی کہ اگر آدمی کو کوئی عارضہ ہو جائے یا بیمار ہو تو ان شبوں میں سے سب سے زیادہ بھروسہ کس پر ہے؟ فرمایا تیئیسویں ۲۳ پر۔ اور جناب امام محمد باقر یا جناب امام جعفر صادق علیہما السلام سے یہ بھی روایت ہے کہ اُس کی علامت یہ ہے کہ ہوا خوشبودار ہو جاتی ہے اور موسم اگر سردی کا ہے تو وہ رات گرم ہو جاتی ہے اور اگر گرمی کا ہے تو سرد ہو جاتی ہے۔

کافی میں جنابِ امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس حال میں میرے والدِ ماجد کعبہ کا طواف فرما رہے تھے ایک شخص نقاب پوش آیا اور حضرتؑ کے قریب ہو کر آپ کو

پورے سات چکر نہ کرنے دیئے اور آپ کو ایک مکان میں لے گیا جو کوہِ صفا کے پہلو میں ہے۔ مجھے بھی وہیں بلالیا اور یہ کہا کہ ابنِ رسول اللہ کا آنا مبارک ہو۔ پھر اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور یہ کہا کہ اے وہ شخص! جو بعد اپنے آباؤ اجداد کے امینِ خدا ہے۔ خدا آپ کی نسل میں برکت دے۔ اے ابو جعفرؑ! جی چاہے تم مجھے خبر دو اور اگر چاہو تو میں تمہیں خبر دوں۔ اگر جی چاہے آپ مجھ سے کچھ سوال کریں اور اگر منظور ہو میں آپ سے کچھ سوال کروں۔ جی چاہے آپ میری تصدیق کیجیے اور منظور ہو تو میں آپ کی تصدیق کروں؟ حضرتؑ نے فرمایا مجھے یہ سب باتیں منظور ہیں۔ اُس شخص نے کہا تو ایسا ہو کہ میرے سوالات کے وقت آپ کی زبان سے کچھ اور نکلے اور دل میں میری نسبت کچھ اور ہو؟ فرمایا ایسا تو وہ شخص کرسکتا ہے جس کے دل میں دو علم ہوں (اور) اُن میں سے ایک دوسرے کا مخالف ہو۔ اور خدا تعالےٰ نے اِس کو روا ہی نہیں رکھا کہ اُس کے علم میں اختلاف ہو۔ اُس شخص نے کہا کہ میرا سوال یہی ہے کہ جس کے ایک جزو کی تفصیل آپ خود ہی فرما گئے۔ مجھے اُسی علم کی خبر دیجیے کہ جس میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا کہ اُس کا جاننے والا کون ہے؟ فرمایا سارا علم تو خدائے عزّوجل کے پاس ہے مگر اتنا حصّہ جس کی چار و ناچار بندوں کو ضرورت ہوتی ہے وہ اوصیاء کے پاس ہے۔ یہ سُنکر اُس شخص نے اپنی نقاب اُلٹ دی۔ سیدھا ہو بیٹھا۔ چہرہ اُس کا بشاش ہو گیا اُس نے یہ کہا کہ یہی میری غرض ہے اور میں اِسی لیے آیا ہوں۔ آپ کا یہ گمان ہے کہ اُس علم کا ایک حصّہ جس میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہوتا اوصیاء کے پاس ہے تو وہ اوصیاء کو حاصل کس طرح ہوتا ہے؟ فرمایا اُسی طرح جس طرح جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حاصل ہوتا تھا۔ فرق اتنا ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرشتوں کو دیکھتے تھے کہ وہ نبی تھے اور اوصیاء فقط آواز سُنتے ہیں اِس واسطے کہ یہ مُحدّث ہیں۔ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم جس وقت خدا تعالےٰ کی جانب توجّہ کرتے تھے تو وحی سُن لیتے تھے اور یہ وحی نہیں سُنتے۔ اِن کو الہام ہو جاتا ہے۔ اُس شخص نے کہا یا ابن رسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا۔ مگر ایک سوال میرا اِس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ بھلا مجھے یہ تو بتائیے کہ یہ علم اوصیاء سے اُسی طرح کیوں نہیں عام طور پر ظاہر ہوتا جیسا کہ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ظاہر ہوتا تھا؟ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ میرے والدِ ماجد یہ سُنکر متبسّم ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کو یہ منظور نہیں ہے کہ سوائے اُن لوگوں کے جن کا امتحانِ ایمان کے ذریعے سے کر چکا ہے کسی اور کو اِس کی اطلاع ہو جیسا کہ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بارے میں یہ طے فرمادیا تھا کہ اپنی قوم کی

ایذا دہی پر صبر کیئے چلے جائیں اور جب تک حکم نہ ملے اُن سے جہاد نہ کریں۔ پس آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چھپاتے رہے تاآنکہ یہ فرمایا فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ
عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (دیکھو صفحہ ۴۲۵ سطر ۱) اور قسم بخدا اگر آنحضرتؐ اس سے پہلے بھی
ظاہر کرتے تو مامون رہتے۔ لیکن اُنہوں نے اطاعت کو مدِ نظر رکھا اور خلاف کرنے سے
خائف رہے۔ اسی وجہ سے زبان کو روکا۔ اُسی طرح میں بھی چاہتا ہوں کہ تم اِس امت
کے مہدئ کے منتظر رہو۔ جس کی نصرت آسمان وزمین کے کُل فرشتے آلِ داؤد کی تلواروں
کے ساتھ کرینگے۔ جو کافر مر گئے ہونگے اُن کی روحوں کو عذاب دینگے اور جو زندہ ہونگے
اُن کے جسموں سے روحیں نکالکر مُردہ کافروں کی روحوں سے اُن کو ملا دینگے یہ سُنکر
اُس شخص نے ایک تلوار نکالی اور کہا کہ آیا یہ بھی اُنہی میں سے ہے؟ حضرتؑ فرماتے
ہیں کہ میرے والدِ ماجد نے ارشاد فرمایا کہ اُسی کی قسم جس نے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و
آلہ وسلم کو تمام آدمیوں پر فضیلت دی ہے۔ بیشک یہ اُنہی تلواروں میں سے ہے۔
اُس شخص نے پھر نقاب اپنی اوڑھ لی اور کہا کہ میں الیاسؑ ہوں۔ میں نے آپ سے
آپ کے معاملہ میں جو کچھ دریافت کیا وہ ازروئے جہالت نہیں دریافت کیا بلکہ میں نے
یہ چاہا کہ اِس حدیث سے آپ کے اصحاب کو قوت پہنچے۔ اور اب میں ایک آیت بتلاتا ہوں
کہ آپ تو اُسے جانتے ہی ہیں مگر اگر آپ کے شیعہ اُس کے ذریعہ سے مخاصمہ کریں تو
غالب آئینگے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ میرے والدِ ماجد نے فرمایا کہ آپ کی مرضی ہو تو میں
ہی وہ بتلا دوں؟ اُنہوں نے کہا بہتر۔ پھر میرے والدِ ماجد نے فرمایا کہ اگر ہمارے شیعہ
ہمارے مخالفین سے یہ دریافت کریں کہ خدا تعالےٰ اپنے رسولؐ سے فرماتا ہے اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ
فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ تو آیا علم میں سے کچھ ایسی باتیں بھی تھیں جن کو جناب رسولِ خدا صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم اُس رات تک نہیں جانتے تھے یا کچھ ایسی بھی تھیں جن کو جبرئیلؑ اُس
رات کے سوائے بھی لائے تھے؟ تو وہ یہی کہینگے کہ نہیں! اُس وقت اُن سے یہ کہو کہ
آیا کوئی علم ایسا ہے جس کا اُس رات کو ظاہر کرنا ضروری تھا؟ اِس پر کہینگے نہیں! تب
اُن سے یہ کہو کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علمِ خدا سے جو کچھ بھی ظاہر
کیا ہے اُس میں کچھ اختلاف ہے؟ اگر وہ کہیں نہیں ہے تو تم یہ کہو کہ جس نے خدا
کا ایسا حکم پہنچایا جس میں اختلاف ہے ضرور جناب رسولؐ خدا کا مخالف ہے۔ اُنہیں کہنا
پڑیگا کہ ہاں ہے۔ اور اگر وہ نہیں کہدیں تو اُن کی پہلی بات کے برخلاف پڑیگا۔ تم اُن سے
یہ کہو مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ (دیکھو صفحہ ۸۰ سطر ۸) پھر اگر وہ

کہیں کہ علم میں مضبوط کون ہیں؟ تو تم کہدو کہ جن کے علم میں اختلاف نہیں ہوتا۔ پھر بھی اگر دریافت کریں کہ آخر بتاؤ تو وہ کون ہیں؟ تو تم کہو کہ پہلے تو اُن میں سے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آیا اُنھوں نے پہنچا دیا یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ پہنچا دیا تو پھر دریافت کرو کہ آیا جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال بھی ہو گیا یا نہیں؟ اور جو خلیفہ آنحضرتؐ کے بعد ہے آیا اُس کو ایسا علم ہے جس میں اختلاف نہو؟ اگر وہ کہیں نہیں ہے تو تم یہ کہو کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ تو مؤید من اللہ ہے اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اور کو خلیفہ کرینگے نہیں سوائے اُس کے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کے بموجب تو فیصلہ کرے اور سوائے نبوت کے اور سب باتوں میں آنحضرتؐ کے مانند ہو۔ اور اگر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے علم کے بارے میں کسی کو خلیفہ نہیں کیا تو اُمت کے جتنے لوگ بعد میں پیدا ہونیوالے تھے سب کو ضائع کردیا۔ اور اگر تم سے وہ یہ کہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم تو قرآن سے تھا۔ تو تم یہ کہو کہ قرآن مجید میں یہ بھی موجود ہے حٰمٓ ۔ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۹۱۷ سطر ۳) پھر اگر تم سے وہ یہ کہیں کہ اللہ تو نبی کے سوا کسی کے پاس بھیجا ہی نہیں کرتا تو تم جواب میں یہ کہو کہ یہ امرِ محکم جو الگ الگ کیا جاتا ہے یہ تو فرشتوں کی اور روح کی طرف سے ہوتا ہے (اور فرشتوں کا اور روح کا اُترنا ثابت ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝) تو آیا یہ فرشتے اور روح کسی ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف اُترا کرتے ہیں؟ اگر وہ یہ کہیں کہ آسمان سے آسمان کی طرف آتے ہیں تو تم یہ کہو کہ کسی آسمان میں تو کوئی ایسا ہی نہیں جو خدا کی اطاعت چھوڑ کر نافرمانی کرے۔ اور اگر وہ یہ کہیں کہ آسمان سے زمین کی طرف آتے ہیں اور زمین ہی کے رہنے والے تمام مخلوق سے زیادہ اِس کے محتاج ہیں تو تم یہ کہو کہ اُن کو کسی سیّد و سردار کی ضرورت ہے جس کے پاس وہ اپنے جھگڑے قضیے فیصلہ کے لیے لیجائیں۔ اگر وہ یہ کہیں کہ خلیفہ جو بھی ہو وہ اُن کا حاکم ہے تو تم یہ کہو کہ خدا تعالٰے فرماتا ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۶۶ سطر ۸) اِس کی

یہ معلوم ہوا کہ آسمانوں میں اور زمین میں کوئی ولی خدا کا ایسا نہیں ہے جس کی تائید خود
خدا تعالےٰ نے نہ فرمائی ہو۔ اور جس کی تائید خدا تعالےٰ فرمائیگا اُس سے کوئی خطا نہ ہوگی۔
اور زمین میں کوئی دشمن خدا کا ایسا نہیں ہے جو خدا کی نصرت سے محروم نہو۔ اور جو
نصرتِ خدا سے محروم ہے اُس سے کسی صواب کی بات کی امید نہیں ہوسکتی۔ اب جبکہ
یہ ضرور ہے کہ ہر امر آسمان سے اُتریگا جس کے مطابق زمین کے رہنے والے عملدرآمد
کریں اِسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ کوئی صاحب امر ہو جس کے پاس وہ امر اُترے۔
اگر وہ کہیں کہ ہم تو ایسے کسی کو نہیں جانتے؟ تو تم یہ کہو کہ اب جو تمہارا جی چاہے کہو۔
خدا تعالےٰ نے تو اِس کو روا نہیں رکھا کہ بعد جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کے
اپنے بندوں کو بلا حجتِ خدا اور بلا ولیِ امر کے چھوڑ دے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اِتنا
اِرشاد فرما کر میرے والدِ ماجد خاموش ہوگئے۔ اِس پر حضرت الیاسؑ نے کہا یا ابن
رسولؐ اللہ! یہاں ایک اشکال ہے۔ بھلا وہ اگر یہ کہیں کہ اللہ کی حجت قرآن مجید ہے؟
فرمایا اِس صورت میں میں اُنہیں یہ جواب دونگا کہ قرآن تو بولنے والا نہیں ہے کہ وہ
کسی خاص چیز کا حکم دیتا ہو اور کسی بات سے منع کرتا ہو بلکہ قرآن کے کچھ اہل ہیں جو
حکم بھی دیتے ہیں اور منع بھی کرتے ہیں۔ نیز یہ کہونگا کہ زمین کے رہنے والوں میں سے
کسی کسی پر کوئی مصیبت ایسی آپڑتی ہے جو اُس سال کے لیئے مخصوص ہوتی ہے اور
ایسا حکم بھی اُن کو ملتا ہے جس میں اختلاف ہوتا ہے۔ اِن باتوں کا کوئی ذکر قرآن مجید
میں نہیں ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کو یہ منظور نہیں ہے کہ اُس کے علم تک جو آزمائشیں
ہیں وہ زمین میں عام طور پر ظاہر ہوجائیں۔ اور اُس نے حکم میں اُن کا رد کرنیوالا بھی
کوئی نہیں اور نہ اہلِ زمین کی مصیبت کو دفع کرنیوالی کوئی چیز ہے۔ تو اب کیا کہینگے؟
حضرت الیاسؑ نے کہا یا ابن رسولؐ اللہ! یہاں تو آکر بند ہو جائینگے۔ میں اِس بات
کی گواہی دیتا ہوں کہ خدائے عزوجل خوب جانتا ہے کہ مخلوق پر زمین میں کون کونسی
مصیبتیں پڑنیوالی ہیں اور دین کے بارے میں یا اور طرح خود اُن کی ذات پر کیا
کیا مصیبتیں آنیوالی ہیں۔ قرآن مجید کو تو صرف ایک راہبر بنا دیا ہے۔ پھر حضرت الیاسؑ
نے کہا یا ابن رسولؐ اللہ! اگر کوئی کہے کہ قرآن مجید راہبر کس کا ہے؟ فرمایا ہاں اُسکا
جواب یہ ہے کہ اِس میں احکام اجمال کے ساتھ ہیں اور اُن کی تفسیر و تفصیل عالم کے
پاس ہے۔ اور خدا تعالےٰ کو یہ کسی طرح منظور نہیں کہ اُس کے بندہ پر کوئی مصیبت
اُس کے دین کے بارے میں واقع ہو یا اُس کی ذات کے بارے میں یا اُس کے مال کے

بارے میں۔ اور زمین خدا یہ کوئی حاکم اُس کی طرف سے مقرر نہو جو اُس مصیبت میں صحیح
فیصلہ دینے والا یا اُس کا سمجھا دینے والا ہو۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ یہ سُنکر
حضرت الیاسؑ نے فرمایا کہ اِس بات میں بھی آپ نے ایسی حُجّت سے بند کیا کہ آپ کے
دشمن کو خدا پر افترا کرنیکا اقرار کرنا پڑے اور یہ کہنا پڑے کہ اللہ کی کوئی حُجّت ہی نہیں۔
اب مجھے اِن دو آیتوں کی تفسیر اور بتا دیجیے۔ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ (دیکھو صفحہ
۸۶۲ سطر آخر) فرمایا یہ تو حضرت علی مرتضٰے علیہ السّلام کے ساتھ مخصوص ہے (مطلب
یہ ہے کہ اُن کو حکم ہے کہ تمہارے ہاتھ سے جو چیز نکل جائے اُس کا افسوس مت کرو)۔
(اور دوسری آیت) وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ (دیکھو صفحہ ۸۶۳ سطر ۱) فرمایا یہ ابوبکر اور
اُس کے اصحاب کے بارے میں ہے۔ مطلب اِس کا یہ ہے کہ جو کچھ تم کو دیا ہے اُس
میں بعد جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمہاری ایک یہ آزمائش بھی ہے
جو میں نے کی۔ حضرت الیاسؑ نے یہ سنکر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ ہی
ایسا حکم دے سکتے ہیں جس میں کوئی اختلاف نہو۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ
اِس کے بعد وہ اُٹھ کر تشریف لے گئے اور پھر میں نے اُنہیں نہ دیکھا۔

نیز حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اے گروہ شیعہ! سورۂ اِنَّآ
اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ کے ساتھ مباحثہ کرو تو تم ہمیشہ اپنے دشمنوں پر غالب آؤ گے۔
کیونکہ قسم بخدا بعد جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے تمام مخلوق خدا پر
یہ حجّتِ خدا ہے اور یہ تمہارے دین کی سردار ہے اور یہ ہمارے علم کی انتہا ہے۔ اے
گروہ شیعہ! تم حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۚ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا
مُنْذِرِيْنَ ۔ (دیکھو صفحہ ۱۰۷۹ سطر ۳) کے ذریعے سے مباحثہ کرو اس لیے کہ وہ جنابِ
رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد صاحبانِ امر کے ساتھ مخصوص ہے۔ اے
گروہ شیعہ! خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (دیکھو صفحہ
۶۹۸ سطر ۱) کسی نے عرض کی کہ یا ابو جعفرؑ! کیا اِس امت کے ڈرانیوالے جنابِ رسولِ خدا
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تھے؟ فرمایا ہاں! تو سچ کہتا ہے مگر کیا بعثت سے پہلے آنحضرت
اطرافِ عالم میں ڈرانیوالے تھے؟ سائل نے عرض کی نہیں! حضرت ابو جعفر علیہ السلام
نے فرمایا کیا تیری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ جیسا جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو خدا تعالےٰ نے نذیر بنا کر مبعوث کیا کوئی اور نذیر مبعوث نہ کیا ہوگا؟ عرض کی کیوں
نہیں! مبعوث کیوں نہ کیا ہوگا؟ فرمایا یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو اُس نے اُٹھا لیا تو کوئی اور ڈرانیوالا نہ بھیجا ہوگا؟ اگر تو کہے نہیں تو گویا جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کے اُن سب لوگوں کو ضائع کردیا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے وقت باپ کے صلب میں تھے یا ماں کے پیٹ اور کوہ ہیں کسی نے عرض کی کیا قرآن مجید اُن کو کافی نہیں؟ فرمایا کافی ہے اگر اُس کے مفسّر کو پائیں تب عرض کی کیا جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی تفسیر نہیں کی؟ فرمایا پوری تو ایک شخص کے لیے کی اور باقی سب اُمت کے لیے اُس کی ضرورت کے موافق تفسیر کی اور وہ شخص خاص علی بن ابیطالب علیہ السلام ہے۔ سائل نے عرض کی کہ یا ابو جعفرؑ کیا یہ امر ایسا خاص ہے کہ عام لوگ اُس کے حامل نہیں ہو سکتے؟ فرمایا ضرور اسرارِ خدا خاص ہیں۔ دیکھئے اخدا کو یہ تو کبھی بھی منظور نہیں تھا کہ باطل خداؤں کی پرستش کیجائے۔ مگر جس وقت تک دین کے ظاہر کرنیکا وقت نہیں نہ آگیا اُن کی پوجا ہوتی ہی رہی۔ اسی طرح جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم امرِ اسلام کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا (اور علی مرتضےٰ علیہ السلام) پر ظاہر کرکے اوروں سے چھپاتے ہی رہے۔ جب تک کہ اعلان عام کرنیکا حکم نہ آگیا۔ سائل نے عرض کی تو دین کے حاکم کے لیے یہ چھپانا لازم ہوگا؟ فرمایا کیا علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے اُس دن سے جس دن سے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسلام لائے اُس وقت تک نہیں چھپایا جب تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے امر کو ظاہر کیا؟ عرض کی ضرور ایسا ہوا۔ فرمایا بس اسی طرح ہمکو بھی حکم دیا گیا ہے کہ اُس وقت تک چھپائیں جب تک کہ قدرت کا لکھا وقت پورا ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۶ متعلق صفحہ ۹۵۶

کافی میں جناب امام محمد باقر ابو جعفر علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا تعالےٰ نے خلقتِ دنیا کے وقت سب سے پہلے شب قدر کو پیدا کیا اور اُسی میں اوّل نبی اور اوّل وصی کو پیدا کیا اور یہ بات طے فرمادی کہ یہ رات ہر برس میں ایک دفعہ ہوا کرے اور اس میں اُن امور کی تفصیل و تفسیر اُترا کرے جو آئندہ سال تک ہونے والے ہیں۔ پس جو شخص اِس کا منکر ہے وہ خدا تعالےٰ کے علم کا رد کرنیوالا ہے۔ اس لیے کہ جتنے انبیاء اور رسول اور محدّث ہیں اُن پر وہی چیز حجت ہوتی ہے جو اُس رات میں اُن کو اُس حجت کے ساتھ پہنچی ہے جو جبرئیل لیکر آتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی کیا محدّثوں کے پاس بھی جبرئیل یا اور فرشتے آتے ہیں؟ فرمایا انبیاء و رسل کے بارے میں تو کچھ شک ہی

نہیں اور اُس دن سے لیکر جس دن سے زمین پیدا کی گئی آخر فنائے دنیا تک یہ بھی ضرور ہے کہ کچھ لوگ ایسے رہیں جن کے پاس اس رات میں تفصیل امور نازل ہوتی رہے اور وہ حجّت خدا ہوں۔ خدا کی قسم جب تک آدمؑ زندہ رہے ہر شب قدر میں روح فرشتہ اور اَور فرشتے اُن کے پاس امر خدا لاتے رہے اور واللہ آدمؑ نے اُس وقت تک انتقال نہیں کیا جب تک کہ اپنا وصی مقرر نہ کرلیا۔ اور ہر نبی جو آدمؑ کے بعد ہوا اُس کو بھی اِس شب میں برابر امر پہنچتا رہا اور وہ اپنے بعد اپنا وصی مقرر کرتا رہا۔ اور خدا کی قسم آدم علیہ السّلام سے لیکر جناب محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم تک ہر نبی کو جو احکام اُس رات میں ملے ہیں اُن میں یہ حکم بھی ملتا تھا کہ اپنا وصی آیندہ فلاں شخص کو کر دینا اور جناب محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ کے بعد تو جو اولی الامر ہونیوالے تھے اُن کے لیے تو اپنی کتاب میں خاصکر یہ فرمایا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ (دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطر ۵) گویا یہ فرماتا ہے کہ میں بعد تمہارے نبیؐ کے تم کو اپنے علم کے لیے اپنے دین کے لیے اور اپنی عبادت کے لیے خلیفہ مقرر کرونگا جیسے کہ آدم علیہ السّلام نے اپنے بعد خلیفہ میرے حکم سے مقرر کیے تھے اور اسی طرح اور نبی کرتے آئے۔ پھر فرماتا ہے يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطر ۹) مطلب اسکا یہ ہے کہ وہ لوگ اس بات پر ایمان لائینگے کہ جناب محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ ایمان لاکے میری عبادت کرینگے۔ پس جو لوگ اِس کے خلاف عقیدہ رکھینگے وہی نافرمان ہیں۔ خدا وند عالم نے والیانِ امر کے علم کو جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ کے بعد پائدار بنا دیا۔ وہ والیان امر ہم ہیں۔ جو تمہارا جی چاہے ہم سے دریافت کرلو۔ اگر ہم تم کو ٹھیک ٹھیک بتلائیں تو پوچھو مگر تم ایسا کرنیوالے نہیں ہو۔ اب رہا ہمارا علم وہ تو ظاہر ہے۔ اور رہا ہمارا وقت کہ جس وقت دین کے علوم ہم سے ظاہر ہونگے کہ آدمیوں کے مابین کوئی اختلاف ہی نہ رہے تو بہت سے دن اور رات گزرنیکے بعد اُسکا وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آئیگا ظاہر ہوجائیگا اور معاملہ ایک ہی ہوگا۔ معاملہ تو طے کر دیا گیا ہے کہ مومنین میں اختلاف ہی نہو۔ اور اسی لیے اُن لوگوں پر گواہ مقرر کر دیا ہے تاکہ محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم تو ہمارے اعمال و افعال کی اور ہمارے شیعوں کے اعمال و افعال کی گواہی دیں اور ہمارے شیعہ تمام لوگوں کے اعمال و افعال کی گواہی دیں اور اللہ کو اس کے سوا اور کچھ منظور ہی نہیں کہ اُس کے حکم میں کوئی اختلاف نہو اور جو اُس کے علم کے اہل ہیں

اُن کے مابین کوئی تناقض نہ ہو۔ پھر جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اُس مومن کی فضیلت جو پوری سورۂ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ اور اُس کی تفسیر پر ایمان رکھتا ہو اُس مومن پر جس کا ایمان ویسا نہ ہو ایسی ہے جیسے انسان کی فضیلت بہائم پر۔ اور خدا تعالےٰ اُن لوگوں کے ذریعے سے جو اِس سورت پر ایمان رکھتے ہیں اُن سے جو دنیا میں اِس کے منکر ہیں بہت کچھ عذاب دفع کرتا رہتا ہے تاکہ اُن کا آخرت کا عذاب پورا ہو اور یہ ہوتا اُنہی کے لیے ہے جن کی بابت اُسے اِس کا بھی علم ہو کہ اُن کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ جیسا کہ جہاد کرنیوالوں کے ذریعے سے گھر میں بیٹھے رہنے والوں کی بھی بلا دفع ہوتی رہتی ہے اور میں نہیں جانتا کہ اِس زمانہ میں سوائے حج اور عمرہ کے اور پڑوسی کا حق ادا کرنے کے اور بھی کوئی جہاد ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کی کہ یا ابن رسولُ اللہ! آپ مجھ سے خفا نہوں؟ آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ اُس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے کچھ سوال کروں۔ فرمایا بیان کر۔ اُس نے کہا کہ آپ خفا تو نہ ہونگے؟ فرمایا اچھا میں خفا نہیں ہونگا۔ اُس نے عرض کی آپ ہی نے شبِ قدر کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ فرشتے اور روح اِس میں اُتر کر اوصیاء کے پاس ہر امر لیکر آتے ہیں۔ تو کیا جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ علم نہیں رکھتے تھے حالانکہ یہ آپ کو معلوم ہے کہ جب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا تو کوئی علم بھی ایسا نہ تھا جس کے جنابِ امیر المؤمنین علی علیہ السّلام امین بنا دیے گئے ہوں؟ جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے شخص! تجھے مجھ سے کیا غرض ہے اور تجھے یہاں لایا کون ہے؟ اُس نے کہا کہ یہاں تو مجھے قضا و قدرِ الٰہی نے پہنچایا ہے اور میں یہاں طلبِ دین کے لیے آیا ہوں۔ فرمایا تو اچھا اب جو کہتا ہوں اُسے سمجھ لے۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب شبِ معراج میں گئے تو اُن کے لوٹنے سے پہلے پہلے خدا تعالےٰ نے اُن کو گزشتہ واقعات کا بھی علم دیدیا اور آیندہ کا بھی۔ مگر اس علم کا بہت سا حصہ اجمالی تھا جس کی تفصیل و تفسیر شبہائے قدر میں آیا کرتی ہے یہی حالت جنابِ علی ابنِ ابیطالب علیہ السّلام کی بھی تھی کہ اُن حضرتؑ کا بہت سا علم اجمالی تھا اور معاملات کی تفسیر شبہائے قدر میں اُن حضرتؑ کو بھی اُسی طرح پہنچتی تھی جس طرح کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ سائل نے پوچھا کہ اجمال کی تفسیر ساتھ ہی ساتھ نہیں تھی؟ فرمایا ہاں نہیں تھی بلکہ وہ شب ہائے قدر میں امرِ خدا سے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اوصیاء کو پہنچا کرتی تھی کہ فلاں معاملہ میں

یوں کرنا اور یوں کرنا۔ اُس معاملہ کو تو وہ حضرات علیہم السلام جانتے ہوتے تھے لیکن یہ حکم (اُس شب کو) دیا جاتا تھا کہ اُس میں عمل کیونکر (کیونکر) کریں۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی کہ اِسے میرے لیے اور واضح کر دیجیے؟ فرمایا کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس وقت تک انتقال نہیں فرمایا جب تک کہ تمام علم اور اُس کی تفسیر اُن حضرتؐ کے پاس محفوظ نہیں ہوگئی! میں نے کہا تو پھر وہ شبہائے قدر میں جو آتا ہے وہ کس چیز کا علم ہوتا ہے۔ فرمایا وہ حکم ہوتا ہے اور جو چیز وہ جانتے ہوتے تھے اُس میں حکم داخل نہیں ہوتا تھا۔ سائل نے عرض کی اچھا تو اب شبہائے قدر میں جو باتیں اُن سے کہی جاتی ہیں تو جو کچھ وہ پہلے سے جانتے ہیں اُن کا علم اُس کے ماسوا ہوتا ہے؟ فرمایا یہ وہ ہوتا ہے جس کے چھپانے کا انہیں حکم دیا گیا ہے (یہ تمہیں کیونکر بتایا جائے) اور توجو کچھ دریافت کرتا ہے اُس کی اصلی غرض سوائے خدا تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ سائل نے کہا کہ اچھا اوصیاء وہ کچھ جانتے ہیں جو کچھ انبیاء نہیں جانتے؟ فرمایا نہیں! وصی کے پاس اُس کے سوا جس کی اُسے وصیت کیگئی اور علم ہو کیونکر سکتا ہے؟ سائل نے عرض کی تو آیا ہمیں اس کا موقعہ ہے کہ ہم یہ کہیں کہ اوصیاء میں سے ایک وہ کچھ جانتا تھا جس کا دوسرے کو علم نہ تھا؟ فرمایا نہیں! کوئی نبی نہیں مرا مگر یہ کہ اُس کا علم اُس کے وصی کے سینے میں آگیا اور فرشتے اور روح فرشتہ شب قدر کو وہ حکم لیکر آتا ہے جس کے ذریعے سے وہ بندوں کے مابین احکام جاری کریں۔ سائل نے کہا تو اچھا کم ازکم اُس حکم کا تو اُن کو علم نہیں ہوتا؟ فرمایا اُس حکم کا بھی علم ہوتا تھا لیکن وہ متفرق طور سے اُس حکم کا اجرا نہیں کرتے تھے جب تک کہ شبہائے قدر میں اس کا حکم نہ آجاتا کہ آیندہ سنہ میں وہ اِس اِس طرح عمل کریں۔ آخر سائل نے عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ! اب مجھے انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو اِس کا انکار کرے وہ ہمارے شیعوں میں سے خارج ہے۔ سائل نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! آیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شبہائے قدر میں کوئی ایسی چیز پہنچتی ہو جس کا اُن کے پاس علم نہ ہو؟ فرمایا ایسی بات کا پوچھنا تیرے لیے جائز نہیں ہے اِس لیے کہ گزشتہ اور آیندہ واقعات کے علم کی بابت تو یہ طے ہو ہی چکا کہ کوئی نبی اور وصی اُس وقت تک انتقال نہیں کرتا جب تک کہ اُس کے آیندہ وصی کو اِس کا علم نہ ہو جائے۔ اب یہ بات جو تو دریافت کرنا چاہتا ہے تو اِس کے متعلق خدا تعالےٰ کو منظور ہی نہیں ہے کہ اوصیاء اِس کا علم سوائے اوصیاء کے کسی اور کو پہنچائیں۔ تو اب سائل نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! اچھا تو یہ میں کیسے پہچانوں کہ شب قدر ہر برس ہوتی ہے؟ فرمایا کہ جب

رمضان کا مہینہ آئے تو تو ہر شب سورۂ دخان کو سو دفعہ پڑھا کر۔ جب تیئیسویں[۲۳] شب آئیگی تو جو کچھ تو پوچھ رہا ہے اُس کی تصدیق تجھے خود ہو جائیگی۔ راوی کا بیان ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ گمراہ کرنیوالوں کے پاس شقاوت و بدبختی کے لیے شیاطین اور ارواحِ خبیثہ کی ٹولیاں کی ٹولیاں خدائتعالےٰ بھیجتا ہے جو تعداد میں اُن فرشتوں سے بھی زیادہ ہوتی ہیں جن کو خلیفۂ خدا کے پاس اجرو ثواب کے واسطے بھیجتا ہے۔ اِس پر کسی نے عرض کی کہ اے ابوجعفرؑ! فرشتوں سے تعداد میں وہ زیادہ کیونکر ہو سکتے ہیں؟ فرمایا ویسی طرح ہو سکتے ہیں جس طرح اللہ کو منظور ہو۔ تو سائل نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! اگر میں یہ حدیث اپنے شیعہ دوستوں سے بیان کرونگا تو وہ اِس کا انکار کرینگے۔ فرمایا وہ اِس کا کیونکر انکار کرینگے؟ عرض کی اِس بنا پر کہ لوگ اِس بات کے قائل ہیں کہ فرشتے شیاطین سے تعداد میں کہیں زیادہ ہیں۔ فرمایا یہ تو تو سچ کہتا ہے مگر جو کچھ میں تجھ سے کہتا ہوں اُسے بھی تو خوب سمجھ لے کوئی دن ایسا نہیں گزرتا اور کوئی رات ایسی نہیں گزرتی کہ سارے (گمراہ) جن اور شیاطین ائمۂ ضلالت کے پاس نہ جاتے ہوں اور ائمۂ ہدیٰ کے پاس اُتنے ہی فرشتے آتے ہیں۔ یہانتک کہ جب شب قدر آتی ہے تو صاحب الامرؑ کے پاس تو اُس رات میں فرشتے جنہیں خدائتعالےٰ نے مقرر فرمادیا ہے آتے ہیں اور اُنہی کے ہم عدد شیاطین وغیرہ ائمۂ ضلالت کے پاس جاتے ہیں اور طرح طرح کا جھوٹ اور طوفان اُس کے پاس پہنچاتے ہیں۔ یہانتک کہ صبح کو جب آدمی اُٹھتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے یوں دیکھا اور یوں دیکھا۔ اور اگر اُس کی بابت صاحب الامرؑ دریافت کرتا تو وہ یہ فرماتے کہ تو نے شیطان کو دیکھا اور اُس نے تجھے یہ اور یہ خبر دی۔ یہانتک کہ وہ اُسکی پوری تفسیر بھی کر دیتے۔ اور اُس ضلالت کا علم بھی دیدیتے جسکے اوپر وہ قائم ہے اور خدا کی قسم جو شخص شب قدر کی تصدیق کرتا ہے وہ یہ بھی ضرور جانتا ہے کہ وہ خاص ہمارے ہی لیے ہوتی ہے جیسا کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبکہ اُن کی وفات کا وقت قریب آیا تو علیؑ مرتضےٰ کی نسبت فرمایا کہ یہ میرے بعد تم سب کا آقا ہے۔ اگر تم اِس کی اطاعت کروگے تو مقصد اصلی حاصل کرلوگے لیکن جو شخص شب قدر پر ایمان نہیں لاتا وہ منکر ہے اور جو شب قدر پر اِس طرح ایمان لاتا ہے جس طرح کہ ہم نے نہیں سمجھا تو گویا وہ اِس بات کو سچ نہیں جانتا کہ یہ کہے کہ وہ ہمارے ہی لیے ہے۔ اور جو اِس کا قائل نہیں ہے وہ جھوٹا ہے۔ اِس لیے کہ خدائے عزّوجلّ کی یہ شان تو ہے ہی نہیں کہ امر کو روح اور ملائکہ کے ساتھ کسی کافر و فاسق کے پاس بھیجے۔ کیونکہ اگر کوئی اِس کا قائل ہو کہ وہ فرشتے اُس خلیفہ کے پاس اُتر کر آتے ہیں جو جھوٹی خلافت پر مسلط ہے تو یہ قول تو اُن کا کوئی چیز نہیں اور اگر وہ اِس کے قائل ہوں کہ فرشتے

کسی کے پاس بھی نہیں اُترتے تو قولِ خدا بے معنی ہوا جاتا ہے کہ کوئی چیز تو ایسے اُترتے ہیں مگر کسی کے پاس نہیں۔ اور اگر اس کے قائل ہوں جیسا کہ عنقریب ہو جائینگے کہ یہ کوئی چیز ہی نہیں ہے تو وہ گمراہی میں پورم پار ہو گئے۔

کافی میں حسّان ابن مہران سے منقول ہے کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے شبِ قدر کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا اُسے اکیسویں[۲۱] یا تئیسویں[۲۳] شب کو طلب کیجیو۔

اُسی کتاب میں ابو حمزۂ ثمالی سے منقول ہے کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابو بصیر نے عرض کی میں حضور پر قربان ہو جاؤں۔ وہ رات جس میں جو کچھ بھی امید کیجاتی ہے کی جاتی ہے۔ وہ کونسی ہے؟ فرمایا اکیسویں[۲۱] یا تئیسویں[۲۳] ہیں۔ اُنہوں نے عرض کی اگر مجھے ان دونوں راتوں میں جاگنے کی توفیق نہ ہو؟ فرمایا دونوں میں سے جس میں آسانی معلوم ہو اُس میں ہی طلب کر لیجیو۔ اسپر میں (ابو حمزہ) نے عرض کی کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں تو رویتِ ہلال اور تاریخ ہو ئی ہو اور دوسرے مقامات سے اس کے خلاف خبر آئی ہو؟ تو فرمایا کہ اس صورت میں چار راتیں لے لو اور اُس میں سے جس میں آسانی جانو طلب کر لو۔ میں نے عرض کی میں حضور کے قربان ہو جاؤں تیئسویں شب تو شبِ جُہنی مشہور ہے؟ فرمایا ہاں! یہ تو کہنے کی بات ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں قربان ہو جاؤں سلیمان ابنِ خالد نے تو یہ روایت کی ہے کہ اُنیسویں[۱۹] شب میں تو حاجیوں کا گروہ لکھا جاتا ہے؟ فرمایا اے ابو محمد! حاجیوں کا گروہ شبِ قدر میں لکھا جاتا ہے اور جتنی موتیں ہونیوالی ہیں۔ جتنی بلائیں آنیوالی ہیں جتنے رزق ملنے والے ہیں اور جو کچھ اُس رات سے لیکر آیندہ سال کی اُسی رات تک ہونیوالا ہے وہ سب کچھ لکھا جاتا ہے۔ پس تو شبِ قدر کی تلاش اکیسویں[۲۱] اور تیئسویں[۲۳] میں کیا کر۔ اور ہر ایک میں سو رکعتیں پڑھا کر اور ہر ایک میں اگر تجھ سے ہو سکے تو صبح کے روشن ہو جانے تک جاگتا رہا کر اور دونوں میں غسل بھی کیا کر۔ کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ اگر میں کھڑے ہو کر یہ نمازیں نہ پڑھ سکوں؟ فرمایا تو بیٹھے ہی بیٹھے پڑھ لیا کر۔ میں نے عرض کی کہ اگر میں بیٹھے بیٹھے بھی نہ پڑھ سکوں؟ فرمایا تو لیٹے ہی لیٹے سہی۔ ہاں اس کا کچھ حرج نہیں ہے کہ اوّل رات میں تھوڑا سا سو بھی لے۔ اس لیئے کہ ماہِ مبارک رمضان میں آسمان کے دروازے کھُلے رہتے ہیں۔ شیاطین قید کر لیے جاتے ہیں اور مومنین کے اعمال قبول ہوتے ہیں۔ رمضان کا مہینہ بہت ہی اچھا ہے۔ وہ عہدِ جناب

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رزق دیے جانے کا مہینہ کہلاتا تھا۔

قولِ مترجم - اِس روایت میں لفظ شبِ جُہنی جو آیا ہے یہ ایک انصاری تھے جن کا نام عبد اللہ بن انیس تھا۔ اُنہوں نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ مبارک میں عرض کی تھی کہ یا رسول اللہ! میرا مکان مدینہ سے دور ہے اس لیے مجھے ماہِ مبارک کی کوئی ایک شب بتا دیجیے جس میں میں حاضر ہوں اور بیدار رہوں۔ تو آنحضرتؐ نے اُن کو تیئیسویں شب بتلا دی تھی۔ اِسی وجہ سے یہ رات شبِ جُہنی مشہور ہوگئی ہے۔

اُسی کتاب میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ اُنہوں نے جناب امام محمد باقرؑ یا جناب امام جعفر صادق علیہما السّلام سے شبِ قدر کی علامت دریافت کی تو آنحضرتؑ نے فرمایا کہ اُس کی علامت یہ ہے کہ ہوا اُس کی خوشبودار ہو جاتی ہے اور اگر سردی کا موسم ہو تو گرمی ہو جاتی ہے اور اگر گرمی کا موسم ہو تو ٹھنڈک ہو جاتی ہے۔ مگر بہت ہی خوشگوار۔ پھر اُنہوں نے شبِ قدر کی بابت دریافت کیا تو فرمایا کہ اُس میں فرشتے اور لکھنے والے آسمانِ دنیا پر اُتر آجاتے ہیں اور آیندہ سال بھر میں جو کچھ ہوتا ہے اور بندوں پر جو کچھ افتاد پڑنی ہوتی ہے وہ سب کچھ لکھ لیتے ہیں۔ مگر ہر امر مشیت پر موقوف رہتا ہے کہ جس کو چاہے مقدم کر دے۔ جس کو چاہے مؤخر کر دے۔ جس کو چاہے محو کر دے اور جس کو چاہے قائم کر دے۔ کیونکہ اصلی نوشتہ تو اُسی کے پاس ہے۔ **قولِ مترجم** مخالفین کے ہاں بجائے تیئیس ۲۳ کے ستائیس ۲۷ پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اِس کی دو وجہیں تحقیق سے ثابت ہوئیں (۱) یہ کہ اہلبیتؑ نے جو کچھ فرمایا ہو مذہبِ فاروق کو اُس کے خلاف ہونا لازم ہے (۲) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے ایک مرتبہ خلیفہ جی نے شبِ قدر کی تعیین دریافت کی تو اُنہوں نے بطورِ مزاح یہ کہہ دیا کہ "لیلۃ القدر" میں نو حرف ہیں اور سورۂ قدر میں تین مرتبہ "لیلۃ القدر" آیا ہے۔ نو کو تین میں ضرب دو۔ ستائیس ۲۷ ہو گئے۔ لہٰذا قرینہ یہ ہے کہ شبِ قدر ستائیسویں شب کو ہوتی ہے۔ پس جو بات خلیفہ جی کے ذہن نشین ہوگئی وہی مریدوں کی کھوپڑی میں بھی سما گئی۔ اِس کا نکالنا اللہ کے زبردست جوتے کا کام ہوگا۔

تفسیرِ قمی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے کسی سنہ دریافت کیا کہ شبِ قدر ہزار مہینے سے بہتر کیونکر ہو سکتی ہے؟ فرمایا کہ اِس شب میں عمل کرنا ایک ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے جن میں شبِ قدر نہ ہو۔

اُنہی حضرتؑ سے ابو بصیر نے یہ بھی روایت کی ہے کہ توریت ۶ رمضان کو

نازل ہوئی اور انجیل ۱۲ رمضان کو اور زبور ۱۸ رمضان کو اور قرآنِ مجید شبِ قدر میں نازل ہوا۔

تفسیر قمیؔ میں ہے کہ حمران نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے خدائے تعالےٰ کے اس قول اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (دیکھو صفحہ ۹۱۷ سطر ۴) کی تفسیر دریافت کی تو فرمایا ہاں یہ شبِ قدر ہے کہ ہر سال ماہِ مبارکِ رمضان کے عشرۂ آخر میں ہوتی ہے۔ اور قرآنِ مجید شبِ قدر ہی میں نازل ہوا ہے۔ جیساکہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ (دیکھو صفحہ ۹۱۷ سطر ۵) فرمایا شبِ قدر میں ہر چیز کا اندازہ کیا جاتا ہے جو اُس پورے برس میں آیندہ سال کی شبِ قدر تک ہونیوالا ہے۔ خیر ہو یا شر۔ طاعت ہو یا معصیت۔ اولاد ہو یا اجل۔ یا رزق۔ غرض قضاؤ قدر خواہ مقدر ہو یا محتوم۔ مگر ہر امر میں مشیتِ پروردگارِ عالم مشروط ہے۔ حمران کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ سے خدائے تعالےٰ نے کیا مُراد لی ہے؟ فرمایا جو عملِ صالح اُس میں کیا جائے۔ نماز۔ زکوٰۃ اور طرح طرح کے خیر و خیرات وہ ایسے ہزار مہینے کے عمل سے بہتر ہے جن میں شبِ قدر نہو۔ اور اگر خدائے تبارک و تعالےٰ مومنین کے لیے اس طرح ثواب نہ بڑھاتا تو وہ اُن درجوں کو نہ پہنچ سکتے لیکن وہ تو اُن کی نیکیوں کو بڑھاتا ہی رہتا ہے۔

اُسی کتاب میں یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کو جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے شبِ قدر کی بابت سوال کرتے سُنا وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے اطلاع دیجیے کہ آیا شبِ قدر ہر سال ہوتی ہے؟ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ اگر شبِ قدر اُٹھالیجائے تو قرآنِ مجید بھی اُٹھا لیا جائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۷ متعلق صفحہ ۹۵۶

جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے پدرِ بزرگوار نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے سورہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ تلاوت فرمائی اُس وقت اُن حضرتؑ کی خدمت میں حسنین علیہما السلام حاضر تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے عرض کی بابا! آپ کے مُنہ سے یہ سورہ کس قدر شیریں معلوم ہوتا ہے! ارشاد فرمایا کہ اے نورِ نظر! اے فرزندِ رسولؐ! اس سورہ کے متعلق جو باتیں میں جانتا ہوں اُن سے تم ابھی واقف نہیں ہو۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو تمہارے جدِّ بزرگوار جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا۔ جب میں

حاضر ہوا تو آنحضرتؐ نے میرے سامنے یہ سورہ تلاوت فرمایا۔ پھر میرے دہنے کاندھے پر اپنا دستِ مبارک رکھکے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بھائیؑ! اور اے میرے وصی! اور اے میرے بعد میری امّت کے حاکم! اور میرے دشمنوں سے قیامت تک لڑنیوالے! میرے بعد یہ سورہ تمہارے لیے ہے اور تمہارے بعد تمہارے دونوں فرزندوں کے لیے (اے علیؑ!) جبرئیلؑ فرشتوں میں سے میرا بھائی ہے اور سال بھر میں میری امت سے جو جو کچھ ہوتا ہے وہ مجھے بتا دیا کرتا ہے اور جیسا نبیوں کو بتا دیا کرتا تھا اُسی طرح آیندہ تمہیں بتایا کریگا۔ اور اس سورہ کا نور تمہارے دل میں اور تمہارے اوصیاء کے دل میں ظہورِ قائمِ آلِ محمدؐ کی صبح طالع ہونے تک چمکتا رہیگا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۵۸

الخرائج میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام کے سامنے جب یہ سورت پڑھی گئی تو اُن حضرتؑ نے فرمایا اَلْاِنْسَانُ میں ہوں اور مجھی سے زمین اپنی تمام خبریں بیان کریگی۔

عللُ الشرائع میں تمیم ابنِ حاتم سے روایت ہے کہ جب ہم بصرہ کی طرف چلے ہیں تو جنابِ امیر علیہ السّلام کے ساتھ تھے۔ راستہ میں یکایک زمین میں زلزلہ آیا تو اُن حضرتؑ نے اپنا دستِ مبارک اُس پر مارا (اور) یہ فرمایا کہ تجھے ہو کیا گیا ہے! پھر اپنا روئے مبارک ہماری طرف کرکے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ وہ زلزلہ ہوتا جس کا ذکر خدا تعالےٰ نے اپنی زبردست کتاب میں فرمایا ہے تو زمین مجھ کو جواب دیتی لیکن یہ وہ زلزلہ نہیں ہے۔

تفسیر برہان میں حسن ابنِ عبدالرحیم سے روایت ہے کہ میں کسی عالم کی صحبت سے اُٹھکر آرہا تھا کہ میرا گزر سلمانِ شاذکونی کے پاس سے ہوا۔ اُنہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم کہاں سے آتے ہو؟ میں نے کہا کہ فلاں عالم مصنّف کتابِ الوحدت کی صحبت سے آرہا ہوں۔ اُنہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اُس جلسہ میں اُنہوں نے کیا کیا باتیں کی تھیں؟ میں نے کہا کہ جنابِ امیرالمؤمنین علی بن ابیطالب علیہ السّلام کے کچھ فضائل بیان کیے تھے۔ فرمایا میں تمہیں ایسی فضیلت سُناتا ہوں جو چھ واسطوں سے مجھ تک پہنچی ہے اور اُن میں سے ہر راوی قریشی ہے۔ پھر وہ فضیلت یوں سُنائی کہ عمر ابنِ خطاب کے زمانہ میں بقیع کے قبرستان میں زلزلہ آیا جس سے اہلِ مدینہ چیخ اُٹھے۔ عمر اور اصحابِ جنابِ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم دعا مانگنے کے لیے نکلے کہ زلزلہ ٹھہرے۔ مگر زلزلہ بڑھتا ہی چلا گیا یہانتک کہ فصیلِ مدینہ تک نوبت پہنچی اور شہر والوں نے ارادہ

کر لیا کہ شہر سے نکل جائیں۔ اُس وقت عمر نے کہا کہ کوئی ذرا حضرت علیؑ کو میرے پاس بُلا لائے۔ حضرتؑ آئے تو عرض کرنے لگا کہ اے ابوالحسن! آپ گورستانِ بقیع اور اُس کی زلزلہ کو دیکھ رہے ہیں اب تو فصیلِ مدینہ تک نوبت آگئی اور اہلِ مدینہ کوچ پر بھی تیار ہوگئے۔ جنابِ امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اصحابِ رسولؐ میں سے جو بدری ہیں اُن میں سے سَو کو میرے پاس بُلاؤ۔ جب حاضر ہوئے تو اُن میں سے دسؔ کو چھانٹا اور اپنے پیچھے مقرر کیا۔ اور نوّے کو اُن کے پیچھے رکھا۔ اُس وقت مدینہ میں کوئی ایسا باقی نہیں رہا کیا کنواری کیا بیاہی کہ باہر نہ نکل آئی ہو۔ پھر ابو ذرؓ اور مقدادؓ اور سلمانؓ اور عمارؓ کو بُلایا اور اُن سے فرمایا کہ تم میرے آگے آگے رہو جبتک کہ میں گورستانِ بقیع کے بیچوں بیچ نہ پہنچ لوں۔ لوگ حضرتؑ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ جب اُس جگہ پہنچے تو زمین پر اپنا پاؤں مارا۔ پھر تین دفعہ فرمایا تجھے ہو کیا گیا ہے؟ تجھے ہو کیا گیا ہے؟ وہ ٹھہر گئی۔ تو پھر فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا۔ آنحضرتؐ نے مجھے اِس واقعہ کی بھی اطلاع دی تھی اور اس دن کی بھی اور اِس ساعت کی بھی اور لوگوں کے اِس طرح جمع ہونے کی بھی اور خداتعالےٰ بھی اپنی کتاب میں فرماتا ہے إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا۔ مگر یہ وہ زلزلہ نہ تھا ورنہ زمین اپنے تمام دفینے میرے سامنے نکال کر اُسی وقت ڈال دیتی جبکہ میں نے اس سے یہ کہا تھا کہ تجھے ہو کیا گیا ہے؟ پھر وہ حضرتؑ اپنے دولتسرا کو اور اَور لوگ اپنے اپنے مکانوں کو چلے گئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۹۵۹

تفسیر برہان میں ابو بصیر نے قولِ خداتعالےٰ وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا کے متعلق جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا یہ سورت وادی یابس کے رہنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ مولا! اُن کا حال اور قصّہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اُن کے بارہ ہزار سوار جمع ہوگئے تھے اور آپس میں پختہ طور پر یہ عہد و پیمان کر لیا تھا کہ نہ ایک شخص دوسرے سے خلاف وعدگی کریگا۔ نہ ایک دوسرے کی نصرت چھوڑیگا اور نہ ایک دوسرے سے مُنہ موڑیگا۔ بلکہ سب کے سب اِسی حلف پر ایک ہی جگہ مر جائینگے۔ (اور) محمد (مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور علی (مرتضےٰ علیہ السلام) کو قتل کرکے چھوڑینگے۔ چنانچہ جبرئیلِ امین نازل ہوئے اور آنحضرتؐ کو اُن کے اِس قصّہ کی اور اِس عہد و پیمان کی خبر پہنچائی۔ اور یہ حکم بھی پہنچایا کہ آپ ان کے مقابلہ میں ابوبکر

کو مہاجرین و انصار کے چار ہزار سوار دیکر بھیجدیتے ہیے۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے۔ خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین و انصار! جبرئیل امین نے مجھے خبر پہنچائی ہے کہ اہل وادی یابس بارہ ہزار کی تعداد میں جمع ہو گئے ہیں اور اُنہوں نے آپس میں یہ عہد و پیمان کر لیا ہے کہ اُن میں سے ایک دوسرے کے ساتھ بیوفائی نہ کرے اور نہ ایک دوسرے کو چھوڑ کر بھاگے اور نہ ایک دوسرے کی مدد سے مُنہ موڑے۔ جہانتک کہ مجھے اور میرے بھائی علیؑ ابن ابیطالب کو قتل نہ کر ڈالیں اور مجھے خدا تعالےٰ کا یہ حکم پہنچا ہے کہ میں اُن کی طرف ابو بکر کو چار ہزار سواروں کے ساتھ بھیجوں۔ تم اپنے کاروبار کو ٹھیک کر لو اور دشمن پر چڑھائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور پیر کے دن برکت کی دعا کرکے اور خدا کا نام لیکر کوچ کر جاؤ۔ مسلمانون نے اُسی وقت سے تیاری شروع کر دی اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر کو خاص احکام سُنا دیے۔ منجملہ اُن کے ایک حکم یہ بھی تھا کہ جس وقت تمہارے اُن کے مڈبھیڑ ہو تو پہلے اُن پر اسلام عرض کرنا۔ اگر وہ متابعت کر لیں فہو المراد اور اگر متابعت نہ کریں تو اُن سے لڑنا۔ لڑنیوالوں کو تو قتل کرنا اور اُن کے بال بچّوں کو اسیر کر لینا اور اُنکے مال پر قبضہ کر لینا اور اُن کی جائدادوں اور مکانات کو برباد کر دینا۔ پس ابو بکر اور مہاجرین و انصار جو اُن کے ساتھ میں تھے خوب سج سجا کے (برات کی طرح) تھوڑا تھوڑا فاصلہ طے کرتے ہوئے آہستہ آہستہ وادی یابس تک پہنچے۔ جب اُن لوگوں کو اِنکے اُتارے کی خبر ملی کیونکہ ابو بکر اور اُن کے ساتھی اُن کے قریب ہی اُترے تھے تو اُس وقت وادی یابس کے باشندوں میں سے دو سو آدمی اپنے ہتھیار چھپائے ہوئے اِن کے پاس آئے اور آمنا سامنا ہوتے ہی اِن سے کہنے لگے کہ تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو اور کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ لازم ہے کہ تمہارا سردار ہمارے سامنے آوے کہ ہم اُس سے باتیں کر لیں۔ چنانچہ ابو بکر اپنے مسلمان ساتھیوں کے گروہ کو لیکر اُن کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ابو بکر میں ہی ہوں۔ اُنہوں نے کہا کہ تیرے یہاں آنے کا باعث کیا ہے؟ کہا مجھے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کے سامنے اسلام کو پیش کروں اور یہ کہ تم بھی اُسی میں داخل ہو جاؤ جس میں کہ مسلمان داخل ہیں۔ اُن کے نفع کو تم اپنا نفع سمجھو اور اُن کے نقصان کو نقصان۔ ورنہ پھر ہمارے اور تمہارے مابین لڑائی ہوگی۔ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ لات و عزےٰ کی قسم اگر ہمارے اور تیرے مابین قریب کا رشتہ نہوتا تو ہم تجھے اور تیرے

ساتھیوں کو اِس طرح قتل کرتے کہ تم بعد میں آنیوالوں کے لیے افسانہ بنجاتے۔ اب تو اور تیرے ساتھی خیر سے چلے جاؤ اور اپنی خیر مناؤ کیونکہ ہم تو تمہارے سردار اور اُن کے بھائی علیؑ ابنِ ابیطالب کی جان کے خواہاں ہیں (تم سے کوئی غرض نہیں رکھتے) اب ابوبکر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یار و تعداد میں یہ تم سے زیادہ اور تیاری سامان میں تم سے کہیں بڑھے ہوئے اور تمہارے گھر تمہارے مسلمان بھائیوں سے کہیں زیادہ دور ہیں۔ میرے نزدیک تو یہ صلاح ہے کہ پھر چلو کہ ہم جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حال سے اطلاع دیدیں۔ سب نے یک زبان یہ کہا کہ اے ابوبکر! تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور جو حکم آنحضرتؐ نے دیا ہے اُس کی مخالفت کرتا ہے! تو اللہ سے ڈر اور اِن لوگوں سے لڑ اور قولِ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخالفت نہ کر! ابوبکر نے کہا کہ میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اور حاضر کو وہ چیز سوجھتی ہے جو غائب کو نظر نہیں آتی۔ تب وہ وہاں سے چلدیا اور سب لوگ بھی چلدیے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن باتوں کی بھی خبر پہنچی جو اُن لوگوں نے کہی تھیں اور جو جواب ابوبکر نے دیا تھا اُس کی بھی خبر پہنچی پس آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر! تو نے میرے حکم کی مخالفت کی اور جو حکم میں نے تجھ کو دیا تھا اُسیں کو بجانہ لایا۔ پس خدا کی قسم تو میرے حکم کے بجانہ لانیکا گنہگار رہا۔ اُس کے بعد آنحضرتؐ اُٹھے اور منبر پر تشریف لیگئے۔ خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا کہ اے گروہِ مسلمین! میں نے ابوبکر کو حکم دیا تھا کہ اہلِ وادی یابس کی طرف جائے اور اُن کے سامنے اسلام پیش کرے اور اُن کو اللہ کے دین کی طرف بُلائے۔ اگر وہ قبول کرلیں تو بہتر ورنہ اُن سے لڑے۔ ابوبکر اُن کی طرف گیا تو مگر اُن میں سے صرف دو سو آدمی نکل کر اُس کی طرف آئے تھے۔ اُن کا محض کلام ہی سُنا تھا۔ نہ مقابلہ کی نوبت آئی اور نہ کوئی ہتھیار کھایا۔ باتیں ہی باتیں سُنکے چھاتی پھٹ گئی اور دل میں اُن کا رعب بیٹھ گیا۔ میرے قول کو ترک کیا اور میرے حکم کی اطاعت نہ کی۔ (خائب و خاسر واپس آگیا) اب جبرئیلؑ میرے پاس منجانب اللہ یہ حکم لائے ہیں کہ بجائے ابوبکر کے عمر کو چار ہزار سواروں کے ساتھ اُن کی طرف بھیجوں۔ پس اسے عمر! اللہ کا نام لیکے روانہ ہوجا اور وہ کرتوت نہ کیجیو جو تیرے بھائی ابوبکر نے کی! اِس لیے کہ اُس نے یقیناً اللہ کی بھی نافرمانی کی اور میری بھی نافرمانی کی۔ غرض عمر کو بھی وہی احکام دیے جو ابوبکر کو دیے تھے۔ اب عمر اور وہی مہاجر و انصار جو ابوبکر کے ساتھ تھے روانہ ہوئے۔ مگر مسافت آہستہ آہستہ طے کی تا آنکہ اُن لوگوں کے سر پر

جا پہنچے اور اتنے قریب ہو گئے کہ یہ اُن کو دیکھتے تھے اور وہ اِن کو۔ اُن میں سے دو سو آدمی
نکل کر اِن کی طرف بھی آئے اور عمر سے اور اُس کے ساتھیوں سے ویسی ہی باتیں کیں جیسی
ابوبکر سے کی تھیں۔ عمر نے جو اُن لوگوں کے ساز و سامان اور اُن کی جمعیت دیکھی تو اُسکے
اوسان خطا اور حواس باختہ ہو گئے۔ بچہ وہاں سے پلٹ کر ایسے بھاگے کہ پیچھے پھیر کر
نہ دیکھا۔ اور مسلمان بھی ساتھ ہی ساتھ چلے آئے۔ جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور عمر کی
کرتوت سے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع کیا۔ اور اس بات سے
کہ وہ خود بھی وہاں سے چلدیا اور مسلمان بھی ساتھ ہی ساتھ چلے آئے۔ جنابِ رسولِ خدا
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر منبر پر تشریف لے گئے۔ خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا ادا فرمائی۔
اور لوگوں کو عمر کی کرتوت سے اطلاع دی۔ اور یہ بھی جتلایا کہ میرے حکم کے خلاف اور
میرے قول کی نافرمانی کرکے خود بھی وہ وہاں سے چلا آیا اور مسلمان بھی اُس کے ساتھ ہی
ساتھ چلے آئے۔ اب عمر بھی آپہنچا اور اُس نے اپنی کتھا ویسی ہی سنائی جیسی اُس کے
یار پہلے سُنا چکے تھے۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ
اے عمر! تو نے مالکِ عرش و کرسی خدا تعالےٰ کی بھی نافرمانی کی اور میری بھی نافرمانی
کی۔ میرے قول کے مخالف اور اپنی رائے کے موافق تو نے عمل کیا۔ خدا کرے ہمیشہ تیری
رائے حق کے خلاف ہی رہے۔ اب جبرئیلؑ امین نے مجھے حکم پہنچایا ہے کہ میں ان مسلمانوں
کا سرگروہ علیؑ ابنِ ابیطالب علیہ السلام کو بناکر بھیجوں اور مجھے یہ بھی خبر پہنچائی ہے کہ
خدا تعالےٰ علیؑ اور اُن کے ساتھیوں کے ہاتھوں پر اس مہم کو فتح فرمائیگا۔ پس علی
علیہ السلام کو بلایا اور ہدایتیں ویسی ہی فرمائیں جیسی ابوبکر و عمر اور اُن کے چار چار
ہزار ساتھیوں کو فرمائی تھیں۔ اور اُن کو یہ خبر بھی دیدی کہ فتح عنقریب تمہارے اور تمہارے
ساتھیوں کے ہاتھوں پر ہوگی۔ پس علی علیہ السلام مع مہاجرین وانصار کے روانہ ہو گئے
مگر اُس رفتار سے نہیں چلے جس طرح ابوبکر و عمر گئے تھے بلکہ یلغار کرتے ہوئے گئے
جس سے ساتھی پریشان ہو گئے کہ کہیں تکان ہمارا خاتمہ نہ کر دے اور ہمارے گھوڑے
بیکار نہ ہو جائیں۔ جنابِ امیر علیہ السلام نے فرمایا ذرا نہ ڈرو اور ذرا نہ گھبراؤ۔ اِس لیے
کہ حکم تو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے اور خبر خدا تعالےٰ نے
پہنچائی ہے کہ خدا تعالےٰ میرے اور تمہارے ہاتھوں پر فتح فرمائیگا۔ لہٰذا کچھ بھی ہو تم خدا
کی راہ میں تعب اُٹھاؤ کہ تم خود خیر پر ہو اور خیر کی طرف چلے جا رہے ہو۔ یہ خوشخبری
سُنکر اُن کے دل خوش ہو گئے اور نفوس میں بھی اتنی قوت آ گئی کہ وہ کئی منزلیں دو منزلہ

سے منزلہ کرکے طے کر گئے۔ جب اُن لوگوں سے اتنے قریب پہنچے کہ یہ اُن کو اور وہ انکو دیکھ سکتے تھے تو حضرتؑ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اُتر پڑو۔ اہلِ وادیٔ یابس نے بھی علی ابنِ ابیطالب علیہ السّلام کی اور اُن کے اصحاب کے آنیکی خبر سُنی تو اُن کے دو سو آدمی پورے پورے مسلح ہو کر حضرتؑ کی طرف آئے۔ حضرتؑ بھی گنتی کے آدمی ساتھ لیکر اُن سے باتیں کرنے نکل کھڑے ہوئے۔ اُنہوں نے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ کہاں سے آتے ہو۔ کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا میں علیؑ ابنِ ابیطالب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا چچیرا بھائی اور اُن کا دینی بھائی ہوں اور تمہاری طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا سفیر ہو کر آیا ہوں تاکہ تم کو اِس بات کی شہادت دینے کی دعوت دوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم اُس کے بندے اور اُسکے رسول ہیں۔ اور اگر تم ایمان لے آئے تو نفع و نقصان میں تمام مسلمان تمہارے شریک ہیں اور تم تمام مسلمانوں کے شریک ہو۔ اُنہوں نے سُنکر کہا کہ ہمارا مطلب تم ہی سے تھا ہم نے تمہاری باتیں سُن لیں۔ اب تم اچھی طرح ہوشیار ہو جاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی آمادۂ پیکار کر لو۔ اور سمجھ لو کہ ہم تم سے اور تمہارے اصحاب سے ضرور لڑینگے اور کل صبح ہماری تمہاری لڑائی ہے۔ کسی عذر و حیلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام نے فرمایا کہ وائے ہو تم پر۔ تم کثرت اور جمعیّت سے مجھے ڈراتے ہو حالانکہ میری مدد پر اللہ اور اُس کے فرشتے اور کُل مسلمان ہیں۔ سوائے خدائے بزرگ و برتر کے کسی میں کوئی قوّت اور قدرت نہیں ہے۔ وہ لوگ تو اپنے مقام کو واپس گئے اور حضرتؑ اپنے پڑاؤ پر پلٹ کر آ گئے۔ اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اپنے جانوروں کی اچھی طرح خدمت کریں۔ اور خوب گھانس دانہ کھلا کر اچھی طرح چاق و چوبند کر لیں اور صبح ہونے سے پہلے پہلے زین کاٹھی کس کسا کر کیل کانٹے سے لیس کر رکھیں۔ جیسے ہی پَو پھٹی حضرتؑ نے اندھیرے ہی اندھیرے نمازِ جماعت پڑھا اپنے اصحاب سمیت اُن لوگوں پر چھاپا مارا اور جب تک کہ حضرتؑ کے گھوڑوں سے کچلے نہ گئے اُن کو خبر بھی نہ ہوئی اور حضرتؑ کے ساتھیوں میں سے جو سب سے پیچھے تھے اُن کو ابھی خبر بھی نہ ہونے پائی کہ یہاں لڑنے والوں کو قتل بھی کر دیا اور اُن کے اہل و عیال کو اسیر بھی کر لیا۔ مال اُن کے لوٹ لیے۔ مکانات اُن کے منہدم کر دیے۔ قیدی اور مال لیکر حضرتؑ مدینہ کی طرف متوجّہ ہو گئے۔ جبرئیلِ امین نے نازل ہو کر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو فتح کی خبر پہنچائی جو کہ خدا تعالےٰ نے علی مرتضےٰ علیہ السّلام اور اُن کے ساتھ کے مسلمانوں کو عطا فرمائی تھی۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر پر

تشریف لے گئے۔ خدا تعالےٰ کی حمد وثنا فرمائی اور لوگوں کو اُس فتح کی خبر سُنائی جو مسلمانوں کو میسّر آئی تھی اور یہ بھی اطلاع دیدی کہ مسلمانوں میں سے دو سے زیادہ شہید بھی نہیں ہوئے۔ اور منبر سے اُتر آئے۔ پھر موقعۂ مناسب پر مدینہ کے تمام مسلمانوں کو ساتھ لیکر علی مرتضےٰ علیہ السّلام کے استقبال کو نکلے اور تین میل آگے بڑھکر ملے۔ جب جناب علی مرتضےٰ علیہ السّلام کی نظر آنحضرت صلےَ اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی فوراً اپنی سواری سے اُتر پڑے اور آنحضرت صلےَ اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اُن کو دیکھکر اُتر پڑے اور بڑھکر نہایت محبّت سے اپنی چھاتی سے لگا لیا اور دونوں آنکھوں کے مابین بوسہ دیا۔ مسلمانوں کا سارا گروہ علی مرتضےٰ علیہ السّلام کی تعظیم کرنیکے لیے نیچے اُتر پڑا جہاں سے جناب رسولِ خدا صلےَ اللہ علیہ وآلہ وسلم اُترے تھے۔ جناب امیر علیہ السّلام نے تمام مالِ غنیمت اور قیدی اور جو کچھ اہلِ وادیے یابس کے ہاں سے خدا تعالےٰ نے دلوایا تھا وہ سب پیشکش کر دیا۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو سوائے روزِ فتح خیبر کے کبھی اتنا مالِ غنیمت نہ ملا تھا۔ اِس لیے کہ اہلِ وادیے یابس کا ساز وسامان اہلِ خیبر کی مانند تھا۔ یہ سورۂ وَالْعَادِیٰتِ خدا تعالےٰ نے جناب امیر علیہ السّلام کی اُسی فتح نمایاں کے بارے میں نازل فرمائی ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۹ متعلق صفحہ ۹۵۹

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب عیسےٰ ابنِ مریم علیہما السّلام کا ایک ایسی بستی پر گزر ہوا جس کے باشندے اور چرندے اور پرندے سب مرگئے تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ غضبِ الٰہی سے یہ سب ایک ہی وقت میں مرگئے ہیں۔ اگر متفرق اوقات میں مرے ہوتے تو اُنہوں نے ایک دوسرے کو دفن کیا ہوتا۔ حواریوں نے عرض کی کہ یا روح اللہ اور اے کلمۃ اللہ! آپ خدا سے دعا کیجیے کہ وہ اِن کو ہماری خاطر سے زندہ کر دے تاکہ یہ ہم کو اپنے اعمال کی اطلاع دیں کہ ہم ویسے اعمال سے اجتناب کریں۔ چنانچہ عیسےٰ علیہ السّلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی تو اُن کو مابین زمین وآسمان سے یہ آواز آئی کہ تم اُن کو آواز دو۔ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام رات کے وقت زمین کی بلندی پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے اِس بستی کے باشندو! اُن میں سے ایک جواب دینے والے نے جواب دیا کہ اے روح اللہ! اور اے کلمۃ اللہ! لبیک! (میں حاضر ہوں) حضرتؑ نے فرمایا وائے ہو تم پر۔ تمہارے اعمال کیسے تھے؟ اُس نے عرض کی طاغوت کی عبادت۔ دنیا کی محبّت۔ خوف بہت کم کرنا۔ امیدیں بڑی بڑی باندھنا اور لہو ولعب سے غفلت میں پڑے رہنا۔ فرمایا کہ دنیا کی محبّت کیسی تھی؟ اُس نے عرض کی جیسے بچّہ کو اپنی ماں سے ہوتی ہے کہ جب

اُس کا رُخ ہماری طرف ہوتا تھا تو ہم کو بہت فرحت اور مسرت ہوتی تھی اور بڑی خوشی مناتے تھے اور جب ہماری طرف سے مُنہ پھرا لیتی تھی تو ہم کو بہت رنج و الم ہوتا تھا اور ہم بہت روتے پیٹتے تھے۔ فرمایا کہ طاغوت کی عبادت تمہاری کیسی تھی؟ اُس نے عرض کی کہ گنہگاروں کی ہم اطاعت کیا کرتے تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا پھر تمہارا انجام کیا ہوا؟ اُس نے عرض کی کہ رات کو ہم بھلے چنگے سوئے اور صبح کو ہم نے اپنے تئیں ہاویہ میں پایا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہاویہ کیا چیز ہے؟ اُس نے عرض کی کہ سجّین۔ فرمایا سجّین کیا ہے؟ اُس نے عرض کی پہاڑ ہیں جن کے پتھر قیامت کے دن تک ہمارے لیے شعلہ ور رہینگے۔ فرمایا کہ جب تم ہاویہ میں پہنچے تو تم نے کیا کہا اور تم کو کیا جواب ملا؟ عرض کی ہم نے یہ کہا کہ ہم کو پھر دنیا میں بھیجد یا جائے ہم زہد اختیار کرینگے۔ جواب ملا کہ تم جھوٹے ہو۔ فرمایا وائے ہو تم پر تیرے سوائے ان میں سے اور کوئی مجھ سے بات کیوں نہیں کرتا؟ عرض کی اے روح اللہ! اِن سب کے دہانوں پر آتشیں لگامیں چڑھی ہوئی ہیں اور وہ نہایت سخت گیر اور غصہ ور فرشتوں کے ہاتھ میں ہیں اور میں تو ان لوگوں میں رہتا تھا اصلاً اِن میں سے نہ تھا۔ جب عذاب نازل ہوا تو اِن کے ساتھ میں بھی لپیٹ لیا گیا۔ (گویا وہی مثل ہوئی کہ گیہوؤں کے ساتھ گھُن بھی پس گیا) اِس وقت میری یہ حالت ہے کہ میں کنارہ جہنم کے ایک بال کے ذریعے سے لٹکا ہوا ہوں۔ یہ میں نہیں جانتا کہ میں اوندھے مُنہ اُس میں گرا دیا جاؤنگا یا نجات پا جاؤنگا۔ اُس وقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام حواریوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے دوستانِ خدا! دنیا و آخرت کی عافیت کی ساتھ اگر سوکھی روٹی نمک کے ساتھ ملے تو وہ بہت ہی اچھی ہے (بہ نسبت اِس کے کہ طرح بطرح کی نعمتیں کھانے پینے اور پہننے کو ملیں اور انجام ایسا ہو جیسا کہ اِس بستی والوں کا ہوا)۔

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۹۶۰

روضۃ الواعظین میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ تکاثر سے مراد بہت مال کا زیادہ ہونا اِس طرح کہ بطریق ناحق حاصل کر کے جمع کیا ہو۔ یا حقدار کا حق روک کر اکٹھا کیا ہو اور برتنوں میں اُس وقت تک روک روک کے رکھا ہو جب تک کہ موت نہ آگئی ہو۔

نیز تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

یہی سورت پڑھی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ فرزندِ آدم یہ کہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے حالانکہ اِس مال میں سے تیرا مال صرف اتنا ہی ہے جتنا تو کھا کر ہضم کرلے یا پہن کر پھاڑ دے یا خیرات کر کے اپنے ساتھ لیتا جائے۔

تفسیر اہلبیت علیہم السلام میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ کے دو مرتبہ ہونیکی وجہ یہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ زمانۂ رجعت میں تم کو علم حاصل ہوگا اور دوسری مرتبہ قیامت میں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۶۰

تفسیر برہان میں علامہ ابن بابویہ القمی سے روایت ہے کہ ابراہیم ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک روز جناب امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی حضور میں حاضر تھے۔ ہم نے یہ کہا کہ دنیا میں نعیم حقیقی تو موجود نہیں ہے۔ اُن لوگوں میں سے جو حضرتؑ کی حضور میں تھے ایک عالم نے خدائے تعالےٰ کا یہ قول پڑھ دیا ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ پھر یہ کہا کہ یہ نعیم تو دنیا میں موجود ہے اور اُس سے مراد ٹھنڈا پانی ہے۔ اِس پر جناب امام رضا علیہ السلام نے بلند آواز سے فرمایا کہ تم اِس کی یہی تفسیر کرتے ہو حالانکہ تم لوگوں نے اِس کی کئی تفسیریں کر دی ہیں۔ ایک گروہ تو ٹھنڈا پانی بتلاتا ہے اور دوسرا نفیس کھانا اور تیسرا میٹھی نیند۔ حالانکہ میرے والدِ ماجد نے میرے جدِ امجد جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث مجھ سے بیان فرمائی کہ اُن حضرتؑ کے روبرو تم لوگوں نے یہی اقوال خدائے تعالےٰ کے اِسی قول ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ کے بارے میں بیان کیے تھے تو حضرتؑ غضبناک ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ خدائے تعالےٰ اپنے بندوں سے اُن چیزوں کی بابت ہرگز سوال نہ فرمائیگا جو اُس نے بطور فضل و کرم و احسان کے اُن کو عطا فرمائی ہیں۔ احسان جتلانا تو مخلوق کے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔ بلکہ نعیم ہم اہلبیتؑ کی محبت و موالات ہے جس کی نسبت خود خدائے تعالےٰ بعد توحید و نبوت کے سوالات کے ہر بندہ سے سوال کریگا۔ اگر بندہ نے اُسے پورا کیا ہوگا تو اُسے اُس جنت کی نعیم تک پہنچا دیگا جو کبھی زائل نہ ہوگی۔ یہ میرے والدِ ماجد نے بروایت اپنے آباؤ اجداد کے خود جناب امیر علیہ السلام کی یہ حدیث مجھ سے بیان فرمائی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یا علیؑ! بندہ سے اُس کی موت کے بعد اوّل چیز جو دریافت کیجائیگی وہ شہادت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے اور یہ کہ تم کل مومنین کے ولی و مولا اُسی شان سے ہو جس شان سے خدا نے اور میں نے تم کو مقرر کیا ہے۔ پس جو شخص

اِس کا اقرار کریگا اور اِس کا اعتقاد بھی رکھتا ہوگا وہ اُس نعیم تک پہنچ جائیگا جس کے لیے کوئی زوال نہیں۔

نیز اُسی کتاب میں جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام عراق میں تشریف لائے۔ حیرہ میں نزولِ اجلال فرمایا۔ تو ابو حنیفہ بھی حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حضرتؑ سے اُس نے بہت سے مسئلے دریافت کیے۔ از آنجملہ یہ بھی تھا کہ میں قربان ہوجاؤں امر بالمعروف سے کیا مراد ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ اے ابو حنیفہ! اَلْمَعْرُوْف وہ ہے جسے آسمان والے بھی پہچانتے ہوں اور زمین والے بھی۔ اِس سے مراد جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السّلام ہیں (اور امر بالمعروف سے مُراد اُن حضرتؑ کی پیروی وتمسک کا حکم دینا ہے)۔ پھر اُس نے عرض کی میں قربان ہو جاؤں اَلْمُنْکَرُ کیا ہے؟ فرمایا وہی دونوں جنھوں نے اُن حضرتؑ کے حق کو دبالیا۔ اُن حضرتؑ کے معاملہ کو خراب کیا اور لوگوں کو اُن حضرتؑ کے برخلاف اُبھار دیا۔ (اور نہی عن المنکر سے مراد ہے لوگوں کو اُن دونوں کی اطاعت سے باز رکھنا)۔ ابو حنیفہ نے عرض کی کہ اگر کسی شخص کو خدا کی نافرمانی کرتے دیکھیں اور اُس سے اُسے باز رکھیں تو آیا یہ نہی عن المنکر نہیں ہے؟ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ یہ نہ نہی عن المنکر ہے اور نہ امر بالمعروف بلکہ یہ تو ایک نیکی ہے جو بندہ نے اپنے لیے کی۔ ابو حنیفہ نے عرض کی میں قربان ہو جاؤں مجھے خدا تعالےٰ کے اِس قول ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ کا مطلب بھی سمجھا دیجیے؟ فرمایا اے ابوحنیفہ! اب تک تو کیا سمجھا ہوا ہے پہلے یہ بتا؟ اُس نے کہا میں تو یہ سمجھے ہوئے ہوں کہ جان امان وامن میں ہو جسمانی صحت حاصل ہو اور کھانے کو ملتا ہو۔ فرمایا اے ابوحنیفہ! اگر خدا تعالےٰ یہ سب چیزیں تجھے عطا فرمادے اور قیامت کے دن تجھے کھڑا کرکے ایک ایک لقمہ کا حساب لے جو تو نے کھایا ہو اور ایک ایک گھونٹ کی بازپرس کرے جو تو نے پی ہو تو تو تیرا کھڑا ہونا بہت طولانی ہوگا! (اور اِس حساب سے کُل بندے کتنے عرصہ میں حساب دینگے؟) ابوحنیفہ نے گھبرا کے اس طرح عرض کی تو حضور میں قربان ہو جاؤں نعیم سے کیا مراد ہے؟ فرمایا نعیم سے ہم اہلبیتؑ مراد ہیں کہ ہمارے ذریعے سے خدا نے آدمیوں کو گمراہی سے نکالا۔ ہمارے ذریعے سے اندھے پن سے نکال کر بصیرت عطا فرمائی۔ ہمارے ذریعے سے تعلیم دیکر جہالت سے چھٹکارا عطا فرمایا۔ ابوحنیفہ نے عرض کی قربان ہوجاؤں قرآن مجید ہمیشہ نیا کیونکر رہیگا؟ فرمایا قرآن مجید کسی ایک زمانہ کے لیے

مقرر نہیں کیا گیا ہے کہ دوسرے زمانہ کے لیے نہ ہو اور بت سے دونوں کا گزر جانا اس کو پرانا کردے اور اگر ایسا ہوتا تو دنیا کے فنا ہونے سے قرآن مجید کہیں پہلے فنا ہوجاتا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۴ متعلق صفحہ ۹۶۱

امالی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب اَبرَہہ ابن صباح بادشاہِ حبشہ نے یہ ارادہ کیا کہ بیت اللہ کو منہدم کردے تو حبشیوں کا لشکر بہت ہی جلدی کرکے آیا اور لوٹ مار شروع کر دی چنانچہ حضرت عبدالمطلب ابنِ ہاشم کا گلہ بھی لوٹ کرلے آئے تو حضرت عبدالمطلب بادشاہ کے پاس آئے۔ اُس کی حضور میں حاضر ہونیکی اجازت مانگی۔ اجازت دیگئی۔ پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک تخت پر بیٹھا ہے جس کے اوپر چھوٹا سا دیبا کا شامیانہ کھنچا ہوا ہے۔ حضرت (عبدالمطلب) نے اُسے سلام کیا۔ اَبرَہہ نے جواب سلام دیا اور چہرۂ مبارک کی طرف دیکھنے لگا کہ آپ کا حسن وجمال اور ہیئت و شمائل دیکھنے کی چیز تھی۔ دریافت کرنے لگا کہ آیا آپ کے آباؤاجداد کا حسن وجمال بھی ایسا ہی تھا؟ فرمایا کہ ہاں اے بادشاہ! میرے آباؤاجداد میں سے ہر ایک کو ایسا ہی حُسن وجمال اور ایسا ہی نورِ بیمثال عطا کیا گیا تھا۔ اَبرَہہ بولا کہ آپ کا فخر و شرف بجا ہے اور آپ ہی کے لیے زیبا ہے کہ آپ اپنی قوم کے سردار رہیں۔ پھر حضرت (عبدالمطلب) کو تخت پر اپنی برابر جگہ دی اور اپنے سب سے بڑے ہاتھی کے ہاتھی بان سے کہا کہ اُس کو ہماری حضور میں لاؤ۔ یہ ہاتھی رنگ میں سفید تھا۔ جثہ میں بہت بڑا تھا۔ اور اسکے دو بڑے بڑے دانت تھے جن کو طرح طرح کے جواہرات اور موتیوں سے سجا رکھا تھا۔ اور یہ بادشاہ اُس کی وجہ سے باشاہانِ روئے زمین کے مقابل فخر کیا کرتا تھا اُس وقت مہاوت اُسے طرح طرح کی زینتوں سے مزین کرکے سامنے لایا۔ جیسے ہی وہ حضرت عبدالمطلب کے سامنے آیا اُس نے حضرت کو سجدہ کیا حالانکہ اُس نے کبھی اپنے بادشاہ کو بھی سجدہ نہیں کیا تھا۔ خدا تعالےٰ نے اُس کی زبان کھولدی۔ وہ صاف عربی بولنے لگا۔ اُس نے حضرت عبدالمطلب کو سلام کیا۔ بادشاہ نے جو یہ حال دیکھا کانپ اُٹھا اور گمان کرنے لگا کہ ہو نہو یہ جادو ہے۔ حکم دیا کہ ہاتھی کو تو تھان پر واپس لیجاؤ اور حضرت عبدالمطلب سے مخاطب ہوکر یہ دریافت کیا کہ آپ کا تشریف لانا کیونکر ہوا؟ آپ کے فضل وکرم جود و سخا کے حالات میں پہلے سُن چُکا ہوں اور ہیئت وصورت اور آپ کا جلال وجمال اب میں نے دیکھ لیا۔ اِن سب کا مقتضا یہ ہے کہ میں آپ کی درخواست کو نہ ٹالوں۔ جہانتک بن پڑے اُسے پورا کروں۔ اب جو آپ کی حاجت ہو وہ مجھ سے بیان فرمایئے؟ وہ یہ خیال

کرتا تھا کہ اِن کی خواہش یہ ہوگی کہ میں مکّہ پر حملہ نہ کروں۔ اور یونہی چلا جاؤں۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ تیرے ملازم میرا گلّہ لوٹ کر لے آئے ہیں۔ اُن کو حکم دیدے کہ وہ مجھے واپس دیدیں۔ حبشی بادشاہ کو یہ سُنکر بڑا ہی غصّہ آیا۔ حضرت عبدالمطلب سے کہنے لگا کہ آپ کا وقار میری نظروں سے گر گیا کہ آپ اپنے گلّے کی سفارش کرنے میرے پاس آئے حالانکہ میں اُس چیز کو منہدم کرنے آیا ہوں جو آپ کے اور آپ کی قوم کے شرف کا باعث ہے۔ اور وہی اُس عزت کا باعث ہے جس کے سبب سے آپ لوگ ہر قبیلۂ عرب سے ممتاز ہیں۔ اور وہی وہ گھر ہے کہ زمین کی ہر پستی و بلندی سے لوگ اُس کی حج کے لیے چلے آتے ہیں۔ آپ نے اُس کے بارے میں تو مجھ سے کوئی درخواست نہ کی اور درخواست کی تو اپنے گلّے کے بارے میں واہ واوا! حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ جس گھر کا آپ ارادہ کرکے آئے ہیں اور جس کا گرانا آپ کے خیال میں ہے میں اُس کا مالک نہیں ہوں۔ میں تو اُس گلّہ ہی کا مالک ہوں جس کو آپ کے ملازم پکڑ لائے ہیں۔ لہٰذا میں درخواست بھی اُسی چیز کی کر سکتا ہوں جس کا خود مالک ہوں۔ رہا اُس گھر کا مالک وہ تمام مخلوق سے اُس کو بچانے کی زیادہ قدرت بھی رکھتا ہے اور اُس کی حمایت کا زیادہ مستحق بھی وہی ہے۔ بادشاہ نے کہا اِن کا گلّہ واپس دیدو۔ گلّہ واپس دیدیا گیا۔ جس کو یہ لیکر مکّہ میں لوٹ آئے۔ اور بادشاہ نے بھی اُن کے پیچھے ہی پیچھے مع سارے لشکر اور بڑے ہاتھی کے بیت اللہ کے منہدم کرنیکے خیال سے تعاقب کیا۔ اِس بڑے ہاتھی کو جب ریلتے تھے کہ حرم میں جا گھسے تب تو اڑیل بنجاتا تھا اور جب چھوڑتے تھے تو مُنہ پھیر کر بھاگتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ ذرا میرے بیٹے کو تو بُلا لاؤ! وہ حضرت عباسؓ کو بُلا لائے فرمایا اِن سے میرا مطلب نہیں ہے۔ میرے بیٹے کو بُلاؤ۔ وہ حضرت ابوطالب کو لے آئے۔ فرمایا میں اِن کو بھی نہیں چاہتا۔ میرے پیارے بیٹے کو بُلاؤ۔ اُس وقت وہ حضرت عبداللہ والدِ ماجدِ جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو لائے۔ جب یہ سامنے آئے۔ فرمایا پیارے بیٹے! جاؤ۔ کوہِ ابوقبیس پر چڑھ جاؤ سمندر کی طرف نظر دوڑاؤ اور دیکھو کہ اُدھر سے کوئی چیز آ رہی ہے تو اُس کی مجھے خبر پہنچاؤ۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اِس حکم کی تعمیل میں حضرت عبداللہ کوہِ ابوقبیس پر جا چڑھے۔ زیادہ دیر نہ لگی تھی، دیکھتے کیا ہیں کہ ابابیلوں کے جھلڑ کے جھلڑ اِس طرح چڑھے چلے آ رہے ہیں جیسے بلندی کی طرف سے پانی کی رَو (آیا کرتی ہے) اور رات کی اندھیری آتی معلوم ہوا کرتی ہے۔ پہلے تو یہ کوہِ ابوقبیس پر آکر چھا گئے۔ پھر بیت اللہ کی طرف بڑھے۔ سات مرتبہ اُس کا

طواف کیا۔ پس صفا و مروہ کی طرف گئے اور سات ہی مرتبہ اُن کا طواف کیا۔ اِس اثنا میں حضرت عبد اللہ اپنے والدِ ماجد کی خدمت میں پہنچ گئے اور اُن کو اطلاع دیدی۔ اُنہوں نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا! دیکھتے رہو۔ اِس معاملہ کی انتہا کیا ہوتی ہے۔ پھر مجھے اِس کی بھی اطلاع دینا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ دیکھتے رہے کہ ابابیلوں نے یکایک حبشہ کے لشکر کو گھیر لیا۔ اُس وقت حضرت عبد المطلب کو خبر کی۔ حضرت عبد المطلب یہ کہتے ہوئے برآمد ہوئے کہ اے اہلِ مکہ! اب لشکر کی طرف جاؤ اور اُن کا مالِ غنیمت سب لوٹ لو۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ سب لشکر کی طرف گئے تو اہلِ لشکر کو گھُنی ہوئی لکڑی کے مانند پایا۔ ہر پرندہ کے ساتھ تین تین کنکریاں تھیں ایک ایک تو چونچ میں اور دو دو دونوں پنجوں میں اور ایک ایک کنکری سے ایک ایک ملعون کو ہلاک کر دیا۔ جب سب کا خاتمہ کر چکے تو وہ سب پرند وہاں سے چلدیے۔ نہ اِس سے پہلے اُن کو کسی نے دیکھا تھا نہ بعد میں دکھائی دیئے جب اِس سارے لشکر کا خاتمہ ہو گیا تو حضرت عبد المطلب بیت اللہ میں آئے اور اُس کا پردہ پکڑ کر یہ شعر فرمائے۔

یَا حَابِسَ الْفِیْلِ بِذِی الْمُغَمَّسِ ۔۔۔ حَبَسْتَهٗ کَاَنَّهٗ مُکَرْکَسُ

فِیْ مَجْلِسٍ تَزْهَقُ فِیْهِ الْاَنْفُسُ

(اے ہاتھیوں کے روکنے والے! جو لشکر کثیر کے ساتھ تھے تو نے اُن کو قیدی اونٹوں کی طرح سے ایسے موقع پر کہ جانیں نکلی جا رہی تھیں روک دیا)

اور جب بیت اللہ سے لوٹنے لگے تو قریش کے بھاگ جانے اور حبشہ والوں سے دو بدو ہونے کے بارے میں یہ شعر فرمائے۔

طَارَتْ قُرَیْشٌ اِذْ رَاَتْ خَمِیْسًا ۔۔۔ فَظَلْتُ فَرْدًا لَا اَرٰی اَنِیْسًا

وَلَا اُحِسُّ مِنْهُمْ حَسِیْسًا ۔۔۔ اِلَّا اَخًا لِیْ مَاجِدًا نَفِیْسًا

مُسَوَّدًا فِیْ اَهْلِهٖ رَئِیْسًا

{جس وقت قریش نے ایک بڑے لشکر کو دیکھا تو بھاگ گئے اور میں اِس طرح اکیلا رہ گیا کہ کوئی مددگار نہیں دیکھتا تھا۔ نہ اُن قریش کی آہٹ ہی معلوم ہوتی تھی لیکن ہاں ایک میرا بھائی جو بزرگ اور خوشخو اور اپنے گروہ میں سردار و رئیس ہے (صرف وہ باقی تھا)}

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۹۶۳

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ الطّاغوت سے مراد وہ

قرض بھی ہے جو تم لوگوں کو دیتے رہتے ہو اور وہ نیکی بھی ہے جو اوروں کے ساتھ کرتے رہتے ہو۔ اور اسباب خانہ داری بھی ہے جو مستعار دیدیا کرتے ہو اور زکوٰۃ بھی الماعون میں داخل ہے۔ کسی نے عرض کی کہ ہمارے پڑوسی ایسے بے احتیاط ہیں کہ جب ہم اُن کو برتنے کی چیزیں مستعار دیتے ہیں تو وہ اُن کو توڑ پھوڑ دیتے ہیں۔ پھاڑ چیر ڈالتے ہیں اور طرح طرح سے خراب کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں اگر ہم اُن کو نہ دیں تو ہم پر کوئی الزام تو نہیں؟ فرمایا جب یہ حالت ہے تو ایسوں کو نہ دینے میں تم پر کچھ بھی الزام نہیں ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۶۳

امالی میں حضرت عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب سورت اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ نازل ہوئی تو جناب امیر علیہ السلام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! یہ کوثر کیا چیز ہے؟ فرمایا کوثر ایک نہر ہے جس کی وجہ سے خدا تعالےٰ نے مجھے بزرگی بخشی ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ! اِس نہر شریف کے اوصاف بیان کیجیے؟ فرمایا کہ اے علیؑ! کوثر ایک نہر ہے جو عرش کے نیچے سے جاری ہوتی ہے۔ پانی اُس کا دودھ سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ شیرین۔ مسکہ سے زیادہ نرم ہے۔ سنگریزے اُس کے زبرجد و یاقوت و مرجان ہیں۔ گھاس اُس کی زعفران ہے۔ مٹی اُس کی مشک اذفر ہے۔ چشمے اُس کے عرش خدا کے نیچے ہیں۔ پھر میرے پہلو پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اے علیؑ وہ نہر میرے لیے اور تمہارے لیے اور تمہارے اُن دوستوں کے لیے ہے جو میرے بعد بھی تم سے محبت رکھینگے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوا تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوثر کے متعلق سوال کیا گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ وہ ایک نہر ہے جس میں خیر کثیر کا پروردگار عالم نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ وہ میرا حوض ہے۔ اُس پر قیامت کے دن میری تمام امت وارد ہوگی۔ ستارہائے آسمانی کے ہم عدد اُس پر پیالے رکھے ہوتے ہونگے۔ میری امت کا ایک بہت بڑا گروہ اُس کے کنارے سے ہٹا دیا جائیگا۔ میں عرض کرونگا کہ اے میرے پروردگار! یہ تو میری امت میں سے ہیں۔ ارشاد ہوگا کہ اے رسولؐ! تم کو خبر نہیں ہے کہ ان لوگوں نے تمہارے بعد کیسے کیسے حادثے برپا کیے ہیں۔

الخصال میں ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا روز قیامت میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حوض کوثر پر ہونگا اور میری عترت میرے ساتھ ہوگی۔ پس جو کوئی ہمارے ساتھ رہنا چاہے اُس کو لازم ہے کہ ہماری بات

ماننے اور ہمارے عمل کے موافق عمل کرے۔ کیونکہ ہر گروہ کا ایک سردار ہوتا ہے اور ہمارا بھی ایک سردار ہوگا۔ ہمیں شفاعت کرنیکا حق دیا ہے اور ہمارے دوستوں کو بھی شفاعت کرنیکا حق دیا ہے۔ تم سب کو چاہیئے کہ ہمارے ساتھ حوضِ کوثر پر ہونیکی خواہش کرو۔ اس لیے کہ ہم اُس کے کنارے سے اپنے دشمنوں کو ہٹا دینگے اور اپنے محبّوں اور دوستوں کو اُس کا پانی پلائینگے۔ جو کوئی ایک دفعہ بھی اُس کا پانی پی لیگا وہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اُس نہر کی دو شاخیں ہیں جو جنّت سے نکلی ہیں۔ ایک تو تسنیم سے نکلی ہے۔ دوسری مُعین سے۔ اُس کے کنارے پر زعفران ہے اور سنگریزے اُس کے موتی ہیں۔ اُسی کا نام کوثر ہے۔

حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خدا تعالے نے پانچ چیزیں عطا فرمائی ہیں اور پانچ ہی علیؑ ابن ابیطالب کو عنایت کی ہیں۔ خدا تعالے نے مجھ کو جوامع الکلم (قرآن مجید) عطا کیا ہے اور علیؑ کو جوامع العلم دیا ہے۔ مجھے نبی مقرر کیا ہے تو علیؑ کو میرا وصی۔ مجھے کوثر مرحمت فرمایا ہے تو علیؑ کو سلسبیل۔ مجھے وحی عطا فرمائی ہے تو علیؑ کو الہام۔ مجھے شب معراج آسمان پر بلایا تو علیؑ کے لیے آسمان کے دروازے کھولدیے اور حجاب اُٹھا دیے تاکہ میں اُن کی جانب دیکھوں اور وہ میری طرف دیکھیں۔ یہ فرما کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رونے لگے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر نثار ہوجائیں۔ اِس وقت رونے کا سبب کیا ہوا؟ فرمایا اے ابن عباسؓ! (عرش بریں پر) سب سے پہلے مجھے یہ حکم ہوا کہ اپنے نیچے کی سمت نظر کر۔ جونہی نظر کی تو دیکھا کہ پردے ہٹا دیے گئے ہیں اور آسمان کے دروازے کھُلے ہوئے ہیں اور علی بن ابیطالب علیہ السلام سر اُٹھائے ہوئے میری جانب دیکھ رہے ہیں۔ پس علیؑ نے بھی مجھ سے کلام کیا اور میرے پروردگار نے بھی مجھ سے کلام کیا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ! خدا تعالے نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ جواب دیا کہ خدا تعالے نے فرمایا کہ اے محمدؐ! (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے علیؑ کو تمہارا وصی اور وزیر اور تمہارے بعد خلیفہ قرار دیدیا۔ یہ خوشخبری علیؑ کو دیدو کہ وہ تمہاری باتیں سُن رہے ہیں۔ پس میں نے علیؑ کو خبر دیدی حالانکہ میں اپنے پروردگار (کے حجابِ قدرت) کے پاس تھا۔ علیؑ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ! میں نے قبول کیا اور میں آپ کا فرمانبردار ہوں۔ پس خدا تعالے نے ملائکہ کو حکم دیا کہ تم سب علیؑ پر سلام کرو۔ اُن سب نے سلام کیا اور علیؑ نے

اُن سب کو جواب سلام دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ فرشتے آپس میں اِس کی بابت ایک دوسرے کو بشارت و مبارکباد دے رہے ہیں۔ اور جس کسی فرشتہ کی طرف سے میرا گزر ہوتا تھا وہی مجھ کو مبارکباد دیتا تھا۔ اور وہ فرشتے کہتے تھے کہ یا رسولؐ اللہ! قسم ہے خدا کی جس نے آپ کو مبعوث بہ رسالت کیا۔ اِس بات کی ہم گروہِ ملائکہ کو بیحد خوشی ہے کہ آپ کے چچازاد بھائی کو خدا تعالےٰ نے آپ کا خلیفہ قرار دیا۔ اور میں نے حاملانِ عرش کو دیکھا کہ وہ زمین کی طرف سر جھکائے ہوئے ہیں۔ یہ حال دیکھکر میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ! حاملانِ عرش کے سر جھکانے کا سبب کیا ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا کہ یا رسول اللہ! کوئی فرشتہ ایسا نہیں ہے جس نے خوش ہو کے چہرۂ علی بن ابیطالب علیہ السّلام کی طرف نظر نہ کی ہو۔ مگر حاملانِ عرش نے ابھی ابھی خدا تعالےٰ سے اجازت حاصل کی ہے۔ اب وہ علیؑ بن ابیطالب کی طرف نظر کر رہے ہیں۔ (اے ابن عباسؓ) جب میں زمین پر آیا تو میں اِن واقعات کی اطلاع علی بن ابیطالب علیہ السّلام کو دیتا تھا اور وہ سب باتوں کی خبر مجھے سُناتے تھے۔ جس سے میں نے معلوم کر لیا کہ کوئی مقام ایسا نہیں رہا جہاں میں نے قدم رکھا ہو اور علیؑ پر وہ نہ کھُل گیا ہو۔ یعنی اُنہوں نے اُسے آنکھوں سے نہ دیکھ لیا ہو۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! مجھے کوئی نصیحت کیجیے؟ فرمایا کہ اے ابن عباسؓ! تم پر علیؑ بن ابیطالب کی مودّت واجب ہے۔ قسم ہے خدا کی جس نے مجھے برحق رسول بنا کر بھیجا ہے ہر شخص کی کوئی نیکی اُس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک کہ اُس سے محبتِ علیؑ بن ابیطالب کا سوال نہ کر لیا جائیگا۔ حالانکہ خدا تعالےٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ پس اگر بندہ علیؑ کی ولایت لیکر آیا ہے تو تو اُس کا عمل جیسا کچھ بھی ہوگا قبول ہو جائیگا اور اگر اُن کی ولایت لیکر نہیں آیا تو اور کوئی عمل پوچھا ہی نہ جائیگا۔ اور یہ حکم ہو جائیگا کہ اِسے سیدھا جہنم میں پہنچا دو۔ اے ابن عباس! اُسی کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا ہے دوزخ کی آگ بہ نسبت اُن لوگوں کے کہ جو خدا کے لیے بیٹا قرار دیتے ہیں اُن لوگوں پر زیادہ غضبناک ہوگی جو علیؑ سے دشمنی رکھتے ہونگے۔ اے ابن عباسؓ اگر تمام ملائکہ اور سارے انبیاء (بفرضِ محال) علیؑ کی عداوت پر متفق ہو جائیں تو اللہ تعالےٰ ضرور اُن کو دوزخ کے عذاب میں مبتلا کریگا۔ مگر وہ لوگ علیؑ سے ہرگز دشمنی نہ کرینگے۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا ایسا بھی کوئی ہوگا جو علیؑ سے عداوت رکھیگا؟ فرمایا ہاں! اے ابن عباسؓ! بہت سے لوگ ہونگے جو میری اُمت میں ہونیکا دعوےٰ کرینگے مگر اسلام سے اُن کو کچھ بھی تعلق نہوگا۔ اے ابن عباسؓ! اُن کی علامت ایک یہ بھی ہے کہ وہ علیؑ پر ایسے شخص کو فضیلت

دینگے جو اُن سے کہیں پست درجہ ہونگا۔ اُسی کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بناکر بھیجا ہے۔ خدا تعالےٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جو اُس کی نظر میں مجھ سے زیادہ معزز ہو۔ نہ کوئی وصی ایسا بھیجا جس کی عزت اُس کے نزدیک میرے وصی سے زیادہ ہو۔ ابنِ عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت اور حکم کے بموجب علی بن ابیطالب علیہ السّلام سے محبت کرتا رہا اور یہ کہ میرے نزدیک اِس سے بڑھکر اور کوئی عمل ہی نہ تھا۔ ابن رضؓ عباس کہتے ہیں کہ اِس واقعہ کو مدتیں گزر گئیں اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقتِ وفات قریب آگیا۔ ایک دن میں نے عرض کی یارسول صؐ اللہ! میرے ماں باپ حضور کے قدموں پر فدا ہوجائیں۔ آپ کی رحلت کا زمانہ بہت نزدیک رہ گیا ہے۔ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا اے ابنِ عباس رضؓ! علیؑ بن ابیطالب کے مخالفوں کی تم مخالفت کرنا اور ہرگز علیؑ کے مخالفوں کی مدد اور نصرت نہ کرنا۔ میں نے عرض کی یارسولؐ اللہ! لوگوں کو آپ کیوں نہیں حکم دیدیتے کہ علیؑ کی مخالفت نہ کریں؟ یہ سُنکر آنحضرتؐ اتنا روئے کہ غش کر گئے۔ جب افاقہ ہوا تو فرمایا اے ابن عباس رضؓ! علمِ خدا میں یہ پہلے ہی گزر چکا ہے۔ خدا کی قسم علیؑ بن ابیطالب کا کوئی مخالف اور منکر دنیا سے نہ اُٹھیگا مگر یہ کہ خدا تعالےٰ اُس کی نعمتوں کو متغیر کردیگا اے ابنِ عباس رضؓ! اگر تم خدا سے ایسے حال میں ملاقات کرنی چاہتے ہو کہ وہ تم سے راضی ہو تو تم علیؑ بن ابیطالب کی راہ پر چلتے رہنا۔ اور جس طرف کو تم اُن کا میلان دیکھو اُسی طرف تم بھی مائل ہوجانا۔ اور اپنی اولاد کو اُن کی امامت کی وصیت کرتے جانا اور اُن کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا اور اُن کے دوستوں کے دوست بننا۔ اے ابنِ عباس رضؓ! تم ہمیشہ اِس بات سے ڈرتے رہنا کہ کہیں علیؑ کی طرف سے تمہارے دل میں کوئی مخالف بات آجائے۔ کیونکہ علیؑ کے بارے میں شک کرنا خدا تعالےٰ کی جناب میں کفر کرنیکے برابر ہے

جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے بروایت اپنے پدرِ بزرگوار اور جدّ نامدار کے جناب امیر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ (مجھے جوامع الکلم عطا ہوا ہے) عطا ابن سائب نے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! جوامع الکلم کیا چیز ہے؟ فرمایا قرآن مجید۔

عکرمہ سے بروایتِ ابن عباس رضؓ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ کی تفسیر میں مروی ہے کہ کوثر ایک نہر ہے جس کی گہرائی ستر ہزار فرسخ ہے۔ پانی اُس کا دودھ سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ دونوں کنارے اُس کے موتی اور یاقوت اور زبرجد کے ہیں۔

خدائے منّان نے اپنے پیغمبر آخر الزمان اور اُن کے اہلبیت علیہم السلام کو خاص طور پر عطا فرمائی ہے۔ اَور انبیاء کا اُس میں کوئی اختیار نہیں۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں شب معراج ساتویں آسمان پر پہنچا تو جبرئیل ؑ نے مجھ سے کہا یا رسولؐ اللہ! آپ آگے جائیے اور جبرئیل ؑ نے مجھے کوثر دکھا کے بیان کیا کہ یا رسولؐ اللہ! یہ کوثر صرف آپ ہی کا حق ہے اِس میں اَور نبیوں کا کوئی اختیار نہیں۔ پس میں نے اُس کے کنارے بہت سے مکان موتی کے اور یاقوت کے اور جواہرات کے دیکھے۔ جبرئیلؑ نے مجھے بتایا کہ یہ آپ کے اور آپ کے وزیر و وصی علیؑ بن ابیطالب کے اور اُن کی ذرّیّت طاہرہ کے مکانات ہیں۔ میں نے اُس نہر کی مٹی ہاتھ میں لیکر سونگھی تو وہ مشک تھی۔ اور اُس کے کنارے میں نے مکانات دیکھے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنائے گئے ہیں۔

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک روز جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ صبح ادا کرنیکے بعد جناب امیر علیہ السّلام کی طرف متوجّہ ہوئے اور فرمایا یا علیؑ! یہ نور کیسا ہے جو تم پر چھایا ہوا ہے؟ عرض کی یا رسولؐ اللہ! آج شب کو مجھے جنابت عارض ہوئی۔ پس میں اِس جنگل میں پانی کی تلاش کو گیا مگر کہیں نہ ملا۔ جب میں واپس آیا تو ایک منادی نے مجھے آواز دی۔ یا امیر المؤمنین! اب جو میں نے پلٹ کے دیکھا تو ایک شخص کو پایا کہ ایک لوٹا اور ایک سونے کا طاس پانی سے بھرا ہوا لیے ہوئے تھا۔ اُس سے میں نے غسل کیا۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ آواز دینے والے جبرئیلؑ تھے اور وہ پانی ایک نہر کا تھا جس کا نام کوثر ہے۔ اُس کے کنارے بارہ ہزار درخت ہیں۔ ہر درخت میں تین سو ساٹھ گُدّے ہیں۔ جب اہلِ جنّت کا دل بہلانے کو جی چاہیگا تو ایک ہوا چلا کریگی تو اُن میں سے کوئی درخت اور کوئی گدّا ایسا نہیں رہیگا جس سے طرح طرح کی آوازیں پیدا نہوں کہ ایک سے دوسری بڑھ چڑھکر ہوگی۔ اور اگر خدا تعالےٰ نے یہ طے نہ فرما دیا ہوتا کہ اہلِ جنّت مرینگے نہیں تو اُن آوازوں کی لطف سے وہ ایسے مست ہوجاتے کہ مارے خوشی کے اُنکی جان نکل جاتی۔ یہ نہر جنّت عدن میں ہے اور میرے لیے اور تمہارے لیے اور فاطمہؑ اور حسنینؑ کے لیے (خدا تعالےٰ نے پیدا کی) ہے کسی اور کا اس میں بالکل حصّہ نہیں ہے۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ابوبکر و عمر سے فرمایا کہ تم دونوں علیؑ بن ابیطالب کی خدمت میں جاؤ تاکہ وہ شب کا واقعہ تم سے بیان کریں اور میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔ پس وہ دونوں دولتسرائے مرتضوی پر حاضر ہوئے اور اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ امیرالمؤمنین علیہ السّلام خود باہر آگئے! اور فرمایا کیا کوئی حادثہ برپا ہو گیا ہے؟ ہم نے عرض کی نہیں تو بلکہ ہمیں جناب رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ نے حکم دیا ہے کہ علیؑ کے پاس جاؤ تاکہ وہ تم سے شب کا قصّہ بیان کریں۔ (ہم لوگ یہ عرض ہی کر رہے تھے کہ) اتنے میں جناب رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھی تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ! رات کی سرگزشت ان دونوں کو سُنادو۔ عرض کی یارسولؐ اللہ! مجھے تو شرم آتی ہے۔ فرمایا بیان بھی کرو۔ حق بیان کرنے سے تو خدا بھی نہیں شرماتا۔ اُس وقت علی مرتضےٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ شب گزشتہ میں نے طہارت و غسل کے لیے پانی تلاش کیا مگر نہ ملا صبح نمودار ہو چکی تھی مجھے خوف ہوا کہ میری نماز قضا نہ ہو جائے۔ پس میں نے ایک طرف حسنؑ کو اور دوسری طرف حسینؑ کو پانی کی تلاش میں روانہ کیا۔ ان دونوں کی واپسی میں دیر ہوئی جس سے میرے دل کا رنج اور بڑھ گیا۔ میں اُسی بےچینی میں تھا کہ یکایک مکان کی چھت شگافتہ ہو گئی اور ایک طاس رومال سے ڈھکا ہوا اُترنا شروع ہوا۔ جب وہ زمین پر آگیا میں نے اُس پر سے رومال ہٹایا تو دیکھتا کیا ہوں کہ اُس میں پانی ہے۔ اُس سے میں نے طہارت بھی کی اور غسل بھی کر لیا اور نماز صبح ادا کی۔ پھر وہ طاس اور رومال اُٹھ گیا اور چھت برابر ہو گئی۔ جناب رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امیرالمؤمنین علیہ السّلام سے اور اُن دونوں سے فرمایا کہ وہ طاس جنّت کا تھا۔ وہ پانی کوثر کا اور وہ رومال بہشتی اِستبرق کا تھا۔ اے علیؑ! تمہاری مانند کون ہے کہ اس شب میں جبرئیلؑ نے تمہاری خدمت کی۔

احتجاج میں علّامہ طبرسی علیہ الرّحمہ نے وہ حدیث لکھی ہے جو جناب رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یہود کے ساتھ گزری۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہود نے کہا کہ حضرت نوحؑ آپ سے افضل ہیں۔ جناب رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا یہ کیوں؟ یہود نے جواب دیا اس لیے کہ وہ کشتی پر سوار ہوئے۔ وہ کشتی (طوفان سے محفوظ رہی اور) کوہ جودی پر جا کر ٹھہری۔ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ مجھے اُس کشتی سے افضل اور بہتر چیز خدا تعالےٰ نے دی ہے۔ یہود نے عرض کی وہ کیا ہے؟ فرمایا خدا تعالےٰ نے جنّت میں مجھے ایک نہر عطا فرمائی ہے جو عرش کے

نیچے سے جاری ہوئی ہے۔ اُس کے کنارہ پر لاکھوں قصر ہیں جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنائے گئے ہیں۔ اُس نہر کی گھانس زعفران ہے۔ سنگریزے اُس کے موتی اور یاقوت ہیں۔ زمین اُس کی سفید مُشک کی ہے۔ یہ میرے لیے اور میری اُمّت کے لیے (کشتیٔ نوحؑ سے) کہیں بہتر ہے۔ قولِ باریتعالےٰ اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ کا یہی مطلب ہے۔ یہودی نے عرض کی اے محمدؐ! (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم) آپ نے سچ فرمایا۔ توریت میں یونہی لکھا ہے کہ یہ نہر کوثر کشتیٔ نوحؑ سے کہیں بہتر ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۹۶۳

امالی میں بروایت جناب امیر علیہ السّلام اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ جب آیت فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دریافت کیا کہ اے جبرئیلؑ امین! یہ کونسی قربانی ہے! جس کا میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا؟ جبرئیلؑ نے عرض کی کہ یارسول اللہ! یہ کوئی قربانی نہیں ہے بلکہ اِس سے مراد ہے نماز میں ہاتھوں کا (کانوں تک) اُٹھانا۔ احتجاجِ طبرسی میں اتنا اور زیادہ ہے کہ جبرئیلؑ امین نے یہ عرض کی کہ خدا تعالےٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جب آپ نماز کے لیے تکبیرۃ الاحرام کہیں تب بھی اپنے دونوں ہاتھ بلند کریں اور جس وقت مابین نماز لفظِ اللہ اکبر زبان پر جاری کریں اور جب رکوع کریں اور جب رکوع سے سر اُٹھائیں اور جب سجدہ کریں تو ہر موقع پر رفع یدین کیا کریں اس لیے کہ ہماری نماز اور ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کی نماز اِسی صورت کی ہوتی ہے۔ اور یارسول اللہ! (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم) ہر چیز کے لیے ایک زینت ہوتی ہے۔ نماز کی زینت یہی ہے کہ ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اُٹھائے جائیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۶۳

اور بعض نے آیہ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ کے مکرر ہونیکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ پہلی آیت میں (صیغۂ اسم فاعل) عَابِدُوْنَ فعل مستقبل کے معنی میں ہے کیونکہ لائے نفی (بنا بر وضع) فعل مستقبل پر داخل ہوتا ہے۔ اور دوسری آیت میں عَابِدُوْنَ فعل حال یا فعل ماضی کے معنی میں ہے (اور لائے نفی کثرت استعمال کی وجہ سے اُسپر لایا گیا ہے)۔

قولِ مترجم۔ اِس آیت کے مکرر لانے سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہو گیا کہ قریش کے قول اور استدعا کا ردّ تینوں زمانوں کے متعلق ہو گیا۔ زمانۂ مستقبل کی بابت تو پہلی آیت سے اور ماضی اور حال کی بابت دوسری آیت سے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم لوگ نہ تو زمانۂ ماضی میں اُس کی عبادت کرتے تھے جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ زمانۂ حال میں عبادت

کرتے ہو اور نہ بعد میں عبادت کرو گے۔

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۹۶۴

جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ فتنہ کونسا ہے جس میں خدائی ہم پر جہاد واجب کیا ہے؟ فرمایا وہ فتنہ اُس قوم کا ہوگا جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو کہتی ہوگی۔ وحدانیت خدا اور میری رسالت کی بھی گواہی دیتی ہوگی حالانکہ وہ لوگ میری شریعت کے مخالف ہونگے اور میرے دین میں زبانِ طعن دراز کرتے ہونگے۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! پھر کس سبب سے میں اُن لوگوں کو قتل کرونگا جبکہ وہ توحید کے قائل ہونگے اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہونگے؟ فرمایا اس لیے کہ وہ لوگ دین میں احداث کرینگے اور میرے حکم کے مخالف ہونگے اور میری عترت کی خونریزی کو حلال سمجھینگے۔ عرض کی یا رسول اللہ! حضور نے مجھے شہادت کی خوشخبری دی ہے ثواب خدا سے دعا بھی کیجیے کہ جلد مجھے اس درجہ پر فائز فرمائے۔ آنحضرتؐ نے میرے سر اور ڈاڑھی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اے علیؑ! وعدہ تو میں نے کیا ہے مگر اُس وقت جبکہ اس (سر) کے خون سے یہ (ڈاڑھی) رنگین ہوگی تمہارا صبر کیسا ہوگا؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جبکہ شہادت میرے لیے مقرر ہو چکی ہے تو یہ موقع صبر ہی کا نہیں بلکہ خوش ہونے اور شکرِ خدا بجا لانے کا ہے۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ اے علیؑ! اب تم مخاصمت کے لیے تیار رہو کہ میرے بعد میری امت کے لوگ تم سے جھگڑا کرینگے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ایسی راہ بتائیے کہ مجھے کامیابی حاصل ہو۔ فرمایا جب تم اپنی قوم کو دیکھو کہ ہدایت سے ہٹکر گمراہی میں جا پڑی تو تم اُن سے جھگڑا کرنا اس لیے کہ ہدایت خدا کی طرف سے ہے اور ضلالت و گمراہی شیطان کی جانب سے۔ اے علیؑ! امر خدا کی اطاعت کا نام ہدایت ہے خواہشِ نفسانی اور اپنی رائے کی پیروی کرنا ضلالت ہے۔ اے علیؑ! گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسی قوم میں پھنس گئے ہو کہ جو قرآن مجید کے معنی تو اپنے مطلب کے موافق نکالتے ہیں اور محکم کو چھوڑ کر متشابہات پر عمل کرتے ہیں۔ نبیذ کے ذریعے سے شراب کو حلال قرار دیتے ہیں جو کسی قسم کا نقصان ہو جائے تو اُسے زکوٰۃ میں شمار کر لیتے ہیں اور رشوت وغیرہ کا نام ہدیہ رکھتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جب وہ لوگ ایسے ایسے افعال کے مرتکب ہونگے تو آیا اہلِ فتنہ ہونگے یا مرتد ہو جائینگے؟ فرمایا وہ اہلِ فتنہ ہونگے۔ اور برابر سرگرداں رہینگے یہانتک کہ (سلطانِ) عادل اُنہیں مغلوب کرے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ عادل ہم میں سے ہوگا یا کسی دوسرے

خاندان میں سے؟ فرمایا وہ ہم ہی میں سے ہوگا۔ ہم ہی سے خدا تعالےٰ نے ابتدا کی اور ہم ہی پر ختم کریگا۔ ہمارے ہی ذریعے سے خدا تعالےٰ نے (شرک کا تسلط) دور ہو جانیکے بعد لوگوں کے دلوں میں الفت پیدا کی تھی اور ہمارے ہی سبب سے اس فتنہ کے دور ہو جانیکے بعد بھی دلوں میں الفت پیدا کریگا۔ میں نے عرض کی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا وَهَبَ لَنَا مِنْ فَضْلِهٖ (خدا ہی کے لیے حمد و تعریف زیبا ہے کہ اُس نے اپنے فضل سے ہم کو ایسا کچھ عطا فرمایا)

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۹۶۴

تفسیر برہان میں جتنی مختلف روایتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اوّل و دوم کی متعلق درج ہیں اُن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جدِّ امجد حضرت عبد المطلب کی اولاد کو دو بار جمع فرمایا اور اُن کو کھلا پلا کر سیر و سیراب فرما کر اس طرح مخاطب کیا کہ اے اولادِ عبد المطلب! تم میری اطاعت کرو کہ تم زمین کے بادشاہ اور حاکم ہو جاؤ گے۔ اور اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ ایک شخص کو اُس کا وصی اور وزیر اور بھائی نہ مقرر کیا ہو۔ پس تم میں سے میرا بھائی۔ میرا وزیر۔ میرا وصی میرا وارث اور میرے قرض کا ادا کرنیوالا کون ہونا چاہتا ہے؟ سب خاموش رہے۔ صرف جنابِ علی مرتضےٰ علیہ السلام نے جو سب سے کم سن تھے اپنی مستعدی ظاہر کی۔ تین مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافت سب کے سامنے پیش کی۔ مگر جناب امیر علیہ السّلام ہر دفعہ آمادۂ نصرت ہوئے۔ بارِ آخر جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پاس بُلا کر چھاتی سے لگا لیا گردن پر ہاتھ رکھکر یہ ارشاد فرمایا کہ یہ دیکھو میرا بھائی ہے۔ میرا وصی ہے اور یہ تم لوگوں میں میرا خلیفہ ہے۔ پس اِس کی بات سنو اور مانو۔ کسی شخص نے جناب امیر علیہ السّلام سے کہا تھا کیا وجہ ہے کہ آپ تو چچا زاد بھائی کے وارث ہوگئے اور چچا رہ گئے؟ تو اُن حضرتؑ نے حدیث دعوت کا ذکر فرمایا ارشاد کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کا جواب دینے ایک بھی نہیں اُٹھا۔ صرف میں اُٹھا جو سب میں چھوٹا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ ہر دفعہ مجھے بیٹھنے کا حکم دیدیتے تھے۔ تاآنکہ آخری مرتبہ میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر معاہدہ واثق فرما دیا۔ یہ وجہ ہے کہ میں اپنے ابنِ عم کا وارث ہوا ہوں اور اُن کے چچا نہیں ہوئے۔

کافی میں ہے کہ جب قریش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ

کیا تو اُنہوں نے کہا کہ ابولہب کے بارے میں کیا کریں؟ اُمّ جمیل اُس کی زوجہ نے کہا کہ اُس کے لیے میں کافی ہوں۔ اُس نے میں کہدونگی کہ آپ تو مجھے یہی پسند ہے کہ تم گھر بیٹھے شراب پیتے رہو۔ جب دوسرا دن ہوا اور مشرکین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قتل کے درپے ہوئے۔ تو ابولہب اور اُس کی زوجہ اُمّ جمیل شراب ہی پیا کیئے۔ حضرت ابوطالب نے جناب علی مرتضےٰ علیہ السّلام کو بُلا کر فرمایا کہ بیٹا! تم اپنے چچا ابولہب کے پاس توجاؤ اور اُن کا دروازہ کھٹکھٹاؤ۔ اگر وہ کھولدیں تو اندر چلے جانا ورنہ اگر نہ کھولیں تو اُن کے دروازہ پر حملہ کرکے توڑ دینا اور اندر جا کر یہ کہنا کہ کسی شخص کا چچا اُس کی قوم میں ذلیل نہیں ہوسکتا۔ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے تعمیل حکم کی۔ جب ابولہب نے حضرتؑ کو دیکھا تو پوچھا بھتیجے! کیسے آئے؟ فرمایا کہ میرے والد ماجد نے ایسا اور ایسا فرمایا ہے۔ ابولہب نے کہا کہ تمہارے والد نے سچ فرمایا ہے بتاؤ تو معاملہ کیا ہوا؟ فرمایا تمہارے بھتیجے کے قتل کی تدبیر کیجارہی ہے اور تم بیفکری سے بیٹھے کھانے پینے میں مصروف ہو۔ یہ سُنتے ہی جھپٹ کے کھڑا ہوگیا۔ تلوار لے لی۔ اُمّ جمیل اُس سے چمٹ گئی۔ اُس نے ہاتھ اُٹھا کر اِس زور سے اُس کے ایک طمانچہ مارا کہ اُس کی ایک آنکھ نکل گئی اور وہ مرتے دم تک کانڑی رہی۔ اور ابولہب تلوار لیے ہوئے نکل آیا۔ قریش نے جب اُس کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے تو دریافت کرنے لگے کہ ابولہب یہ کیا؟ کہا کہ میں تو اپنے بھتیجے کے برخلاف تم سے عہد و پیمان کرچکا ہوں اور تم ہو کہ اُس کے قتل کے درپے ہوگئے۔ لات وعزّےٰ کی قسم میں تو یہ ارادہ کرچکا تھا کہ اسلام سے آؤں پھر تم دیکھتے کہ میں کیا کرتا؟ اُس وقت قریش نے عذر و معذرت کی اور یہ واپس چلا آیا۔ (اس سورہ کے نازل ہونیکا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بنی عبدالمطلب میں ہوکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمیشہ برخلاف رہنے کے لیے کفارِ قریش کے ساتھ معاہدہ اور محالفہ کرچکا تھا)۔

ضمیمہ نوٹ نمبرا متعلق صفحہ ۹۶۵

اور ارشاد فرمایا قُلْ ھُوَ (کہدو کہ وہ) اِس میں "ھ" تو اُس وجود کو ثابت کرتی ہے جو ثابت و قائم ہے۔ اور "و" ایسے غائب کی طرف اشارہ کرتی ہے جو نہ آنکھ سے دیکھنے کی چیز ہو اور نہ کسی اور حِس سے محسوس کرنے کی۔ وہ ان سب سے اعلےٰ اور بالا ہے۔ بلکہ بینائی کا ادراک کرنیوالا اور حواس کا ایجاد کرنیوالا ہے۔ پھر حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ آگے خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے اَللّٰہُ جس کے معنی ہیں ایسا معبود کہ مخلوق

اُس کی ماہیت دریافت کرنے سے اور اُس کی کیفیت کے سمجھ لینے سے عاجز و پریشان ہے
اور عرب کا دستور ہے کہ جب کسی معاملے میں متحیر ہوجائیں اور عقل و علم سے اُس پر
احاطہ نہ کرسکیں تو کہا کرتے ہیں اَلِہَ الرَّجُلُ (یہ شخص اس میں حیران رہ گیا) اور
جب کسی ایسی چیز کی طرف متوجہ ہوں جس سے ڈرتے بھی ہوں اور بچنا بھی چاہتے ہوں
تو یہ لفظ بولتے ہیں اور اِلٰہ کے معنی ہیں ایسا پوشیدہ جسے مخلوق کے حواس
نہ پاسکیں۔ پھر فرمایا اَحَدٌ کے معنی ہیں ذاتِ یکتا۔ اور اَحَدٌ اور وَاحِدٌ کے معنی تو
ایک ہیں مگر اَحَدٌ ایسے یکتا کو کہتے ہیں جس کی نظیر ہی نہ ہو۔ اور توحید کے معنی ہیں
یکتائی کا اقرار کرنا اور وَاحِدٌ ایسا منفرد و یکتا ہے کہ نہ اور کوئی چیز اُس سے نکلتی ہے اور
نہ وہ کسی چیز سے متحد ہوسکتا ہے۔ اِسی سے کہنے والوں نے کہا ہے کہ عدد کی بنا تو واحد
پر ہے مگر خود واحد عدد نہیں ہے۔ اِس لیے کہ لفظ عدد یعنی "گنتی" ایک کے لیے موزوں ہی
نہیں ہے (یعنی ایک۔ تو ایک ہے ہی اُس کو کوئی گننے لگا کیا؟) بلکہ گنتی دو یا دو سے زیادہ
پر راست آتی ہے۔ لہذا خدا تعالےٰ کے اِس قول اَللّٰہُ اَحَدٌ کے یہ معنی ہوئے کہ وہ
ایسا معبود ہے کہ جس کی ذات کے سمجھ لینے میں اور کیفیات کے احاطہ کرنے میں مخلوق متحیر و
پریشان ہے۔ وہ اپنی الٰہیت یعنی معبود ہونے میں یکتا ہے۔ اور اپنی مخلوق کی صفتوں
سے کہیں برتر ہے۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ میرے والد ماجد جناب علی بن الحسین زین العابدین
علیہ السّلام نے اپنے پدرِ بزرگوار جناب امام حسین علیہ السلام سے روایت فرمائی ہے کہ
صَمَدٌ کے معنی ہیں ایسا ٹھوس جس میں کھوکھلا پن نہ ہو۔ مراد اِس سے جسم نہیں ہے
کیونکہ خدا تعالےٰ جسم و جسمانیات سے بری ہے۔ بلکہ جیسے ٹھوس چیز میں کسی چیز کے
داخل کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی اِسی طرح کنہِ ذات و صفات کے سمجھنے میں کسی کی
عقل کو کوئی راہ نہیں ملتی۔ اور صَمَدٌ اُس کو بھی کہتے ہیں جس پر سرداری ختم ہوجائے
اُس سے بالاتر کوئی نہ ہو۔ اور صَمَدٌ وہ بھی ہے جو نہ کھائے اور نہ پیے۔ اور صَمَدٌ
وہ ہے جو سوئے بھی نہیں۔ اور صَمَدٌ ایسا ہمیشہ رہنے والا ہے جو نہ کبھی زائل ہوا
اور نہ ہو۔ اور جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ محمد ابن الحنفیہ یہ فرمایا کرتے تھے
کہ صَمَدٌ اُس کو کہتے ہیں جو اپنی ذات سے قائم ہو اور اپنے غیر سے مستغنی۔ نیز فرماتے
تھے کہ صَمَدٌ کون و فساد سے برتر ہے (یعنی یہ نہیں کہ اُس کا جسم کچھ بڑھتا رہے اور
کچھ گھٹتا رہے جیسے انسان کی حالت ہوتی ہے کہ غذا کے ہضم ہونے کے بعد نئے اجزا
پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پرانے مضمحل اور مُردہ ہو کر جسم سے الگ ہوتے رہتے ہیں)

اور صمدؑ ایسی ذات ہے جس میں تغیرات راہ نہیں پاتے۔ پھر امامؑ نے فرمایا کہ صمدؑ ایسے آقا اور سردار کو بھی کہتے ہیں جس سے بالاتر نہ کوئی حکم دینے والا ہو اور نہ منع کرنیوالا۔ پھر حضرتؑ فرماتے ہیں کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے کسی نے اَلصَّمَدُ کے معنی دریافت کیے تو اُن حضرتؑ نے فرمایا کہ اَلصَّمَدُ وہ ہے جس کا کوئی شریک نہو اور نہ کسی چیز کی حفاظت اُس کو تھکائے اور نہ کوئی چیز اُس کے احاطۂ علم سے خارج ہو۔ اِس حدیث کا راوی وہب ابن وہب قرشی بیان کرتا ہے کہ حضرت زید ابن علیؑ نے فرمایا کہ صمدؑ وہ ہے کہ جس وقت وہ کسی چیز کا ارادہ کرے اور اُس کے لیے فرمائے کہ ہو تو وہ فوراً ہو جائے۔ اور صمدؑ وہ ہے کہ اُس نے چیزوں کی ابتدا کی۔ پھر اُن کو اِس شان سے پیدا کیا کہ ایک دوسرے کی ضد بھی ہیں اور ایک دوسرے کی جوڑ بھی۔ اور شکلیں مختلف بھی ہیں اور ملتی جلتی بھی اور خود اپنی ذات میں ایسا یکتا ہے کہ نہ اُسکی کوئی ضد ہے اور نہ مثل اور نہ اُس کا کوئی شریک ہے اور نہ کوئی ہمشکل۔

یہی وہب ابن وہب قرشی بروایت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام اُنکے والد ماجد جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ اہل بصرہ نے جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عریضہ لکھکر اَلصَّمَدُ کے معنی دریافت کیے تو اُن حضرتؑ نے اُن کو یہ جواب لکھا:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اما بعد قرآن مجید کے بارے میں بغیر علم کے نہ تو باتیں بناؤ۔ نہ غور و خوض کرو۔ نہ کسی سے لڑو جھگڑو۔ اور نہ بغیر علم کے اُس میں کلام کرو کیونکہ میں نے اپنے جدِ امجد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جو شخص قرآن مجید کے بارے میں بغیر علم کے کچھ کہے تو اُسکے لازم ہے کہ اپنا ٹھکانا جہنم کو سمجھے۔ اور اَلصَّمَدُ کی تفسیر تو خدا تعالیٰ نے خود فرما دی ہے۔ جہاں یہ ارشاد فرمایا اَللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ وہاں تفسیراً یہ بھی فرمایا لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو اُس سے کوئی کثیف چیز نکلی ہے جیسے کہ بچہ ہوتا ہے اور اَور کثافتیں ہوتی ہیں جو مخلوق سے نکلتی رہتی ہیں اور نہ اُس سے کوئی لطیف چیز نکلی ہے جیسے سانس ہوتی ہے۔ اور نہ اُسے اَور چیزیں عارض ہوتی ہیں جیسے اونگھ اور نیند اور خطرہ اور ہم و غم اور خوشی اور ہنسی اور رونا اور بیم و امید اور رغبت و نفرت اور بھوک اور سیری۔ خدا تعالیٰ اِس سے برتر ہے کہ ایسی چیزیں اُس سے صادر ہوں۔ اور کوئی کثیف یا لطیف چیز

اُس سے پیدا ہو۔ وَلَمْ یُوْلَدْ کا یہ مطلب ہے کہ وہ خود بھی کسی چیز سے نہیں پیدا ہوا اور نہ کسی چیز سے اِس طرح نکل آیا جیسے کہ عناصر سے لطیف چیزیں نکلا کرتی ہیں اور ایک چیز سے دوسری چیز اور ایک چوپایہ سے دوسرا چوپایہ اور زمین سے نباتات اور چشموں سے پانی اور درختوں سے پھل نکلا کرتے ہیں۔ اور نہ اِس طرح نکل آیا ہے جیسے کہ لطیف چیزیں اپنے اپنے مرکز سے نکلتی ہیں جیسے آنکھ سے بینائی اور کان سے شنوائی اور ناک سے سونگھنے کی قوت اور مُنہہ سے چکھنے کی قوت۔ زبان سے کلام اور دل سے معرفت اور تمیز اور پتھر سے آگ۔ ان میں سے کسی کی مانند نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تو ایسا صَمَدؑ ہے کہ نہ کسی چیز سے بنا۔ نہ کسی چیز میں داخل ہے۔ نہ کسی چیز پر قائم ہے۔ تمام چیزوں کا ایجاد کرنیوالا اور اُن کا اپنی قدرت سے پیدا کرنیوالا وہی ہے۔ جس چیز کو فنا کرنیکے لیے پیدا کیا ہے اُس کو فنا کردیگا اور اپنے علم سے جن چیزوں کو باقی رکھنے کے لیے پیدا کیا ہے اُن کو باقی رکھیگا۔ بس یہ اللہ وہ صَمَدؑ ہے جس کی تعریف میں آیا ہے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۰

وہب ابن وہب قرشی کا بیان ہے کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ فلسطین کا ایک فیاہتی گروہ میرے والد ماجد جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اُس نے بہت سے مسئلے دریافت کیے جن کا اُن حضرتؑ نے جواب دیا۔ پھر اُن لوگوں نے اَلصَّمَدُ کی تفسیر دریافت کی تو اُن حضرتؑ نے اُس کی تفسیر یوں فرمائی کہ اَلصَّمَدُ کے بظاہر پانچ حرف ہیں۔ ازآنجملہ الف دلیل اِنّیت ہے (اِنّیت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو جتلانا کہ میں ہوں) یہ خدا تعالٰے کے اِس قول کے مطابق ہو شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (دیکھو صفحہ ۰۰ سطر ۱۱) یہ تنبیہ اور اشارہ ایسے غائب کی طرف ہے جو حواس سے محسوس نہیں ہوتا۔ دوسرا حرف لَام اُس کی اِلٰہیت پر دلیل ہے۔ یعنی یہ کہ وہی اللہ ہے اور لَام اور الف دونوں مدغم ہیں۔ نہ یہ دونوں زبان پر جاری ہوتے ہیں اور نہ کان ہی میں پڑتے ہیں۔ ہاں کتابت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جو اِس بات کی دلیل ہے کہ اُس کی الٰہیت ایسے پوشیدہ لطف کے ساتھ قائم ہے جو نہ حواس سے محسوس ہونے کی چیز ہے نہ کسی بیان کرنیوالے کی زبان پر جاری ہوتی ہے اور نہ کسی سُننے والے کے کان میں پڑتی ہے۔ اِس لیے اِلٰہٌ کی تفسیر ہی یہ ہے کہ وہ ایسی ذات ہے جس نے اپنی کیفیت اور ماہیت سمجھنے میں خواہ وہ حس کے ذریعے سے ہو یا وہم کے ذریعے سے مخلوق

کو متحیر کر دیا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کل اوہام کا موجد بھی وہی ہے اور حواس کا خالق بھی وہی ہے۔ اور لکھنے میں اِس بات کی دلیل بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ خدا تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا کرنیکے وقت اور اُن کی لطیف روحوں کو اُن کے کثیف جسموں کے ساتھ ترکیب دینے کے وقت اپنے رب ہونیکا اظہار فرما دیا۔ جب بندہ اپنے نفس کی طرف نظر ڈالے اور اپنی روح کو نہ دیکھے تو سمجھ لے کہ اِس کی ایسی حالت ہے جیسے اَلصَّمَدُ کا لام۔ کہ وہ ظاہر نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا حواسِ خمسہ میں سے کسی حاسّہ میں داخل نہیں۔ ہاں کتابت کی طرف دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہے جیساکہ خدا کا لطفِ خفی ظاہر ہے۔ پس جب بندہ اُس کی ماہیت اور کیفیت میں فکر کرتا ہے تو اُس کے بارے میں واللہ وہ حیران رہجاتا ہے۔ اور اُس کی فکر کسی ایسی چیز کے ذریعہ سے جو تصوّر میں آسکے احاطہ ہی نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ خدا تعالےٰ تو صورت و تصوّر سب کا پیدا کرنیوالا ہے۔ جب بندہ اُس کی مخلوق کی طرف نظر کریگا تو اُس کو یہ ثابت ہوتا چلا جائیگا کہ خدائے عزّوجلّ اُن کا خالق اور اُن کی روحوں کا اُن کے جسموں میں ترکیب دینے والا ہے۔ اب رہا میم یہ اُس کے صادق ہونیکی دلیل ہے یعنی اُس کا قول بھی صدق ہے اور اُس کا کلام بھی صدق ہے۔ اور اُس نے اپنے بندوں کو سچائی کے ساتھ پیروی کرنے کی دعوت دی ہے اور راستی کے گھر کا سچا سچا وعدہ فرمایا ہے۔ اب رہا دال یہ اُس کی ملک و ملکیت کی دلیل ہے اور یہ کہ وہ بادشاہِ برحق ہے۔ نہ کبھی زائل ہوا۔ نہ کبھی زائل ہوگا۔ نہ اُس کی سلطنت زائل ہوگی۔ رہی دال وہ اُس کی سلطنت کے دوام پر دلالت کرنیوالی ہے۔ اور اِس بات پر کہ اُس کی ذات بھی دائم ہے۔ اور اِس بات سے کہیں برتر ہے کہ کون و فساد اُس میں راہ پائے۔ بلکہ خدائے عزّوجلّ تمام کائنات کی تکوین کرنیوالا ہے۔ یعنی جو ہونیوالی مخلوق ہوتی ہے اُسی کے خلق کرنے سے ہوتی ہے۔ یہاں تک پہنچکر جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو علم اللہ تعالےٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے اگر مجھے ایسے لوگ ملتے جو اُس کی برداشت کی قابلیت رکھتے تو میں ایک لفظِ اَلصَّمَدُ سے توحید و اسلام و ایمان و دین و احکامِ شرعیہ کو ثابت کرکے اور پھیلا کے دکھلا دیتا۔ اور میری یہ حالت کیوں نہو جبکہ میرے جدّ امجد جناب امیر علیہ السّلام کو اپنی علم کے حاملین نملے یہاں تک کہ وہ حضرت ٹھنڈی سانسیں بھرتے تھے اور منبر پر یہ فرماتے تھے کہ لوگو! قبل اِس کے کہ تم مجھے گم کر بیٹھو مجھ سے پوچھ لو۔ اِس لئے کہ میری پسلیوں کے مابین بڑا علم جمع ہے۔ مگر افسوس! میں کسی کو اِس قابل نہیں پاتا کہ اُس کی برداشت کر سکے۔ خبردار ہو جاؤ! میں تم پر خدا تعالےٰ کی طرف سے حجّت بالغہ ہوں۔ تم ایسے لوگوں کے دوست نہ بنو جنپر

اللہ کا غضب نازل ہوا ہے اور جو آخرت کی طرف سے ایسے ہی مایوس ہو گئے ہیں جیسے کہ کافر مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے سے۔ پھر جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب تعریف اُس خدا تعالےٰ کے لیے زیبا ہے جس نے ہم پر احسان فرمایا اور ہم کو ایسی یکتا اور بے نیاز ذات کی عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائی جس سے نہ کوئی بیٹا پیدا ہوا اور نہ وہ خود کسی کا بیٹا ہے۔ اور جس کا سہیم و شریک و مانند کوئی بھی نہیں۔ اور ہم کو بتوں کی عبادت سے بچایا لہذا اُس کے لیے حمد دائمی ہے اور شکر واجبؐ لازم اور اُس کے قول لَمْ یَلِدْ کا یہ مطلب ہے کہ اُس کا کوئی بیٹا نہیں ہے کہ اُس کی سلطنت کا وارث ہو سکے اور وَلَمْ یُوْلَدْ کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا کوئی باپ نہیں ہے جو پروردگار ہونے میں اور ملک و سلطنت میں اُس کا شریک ہوتا۔ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ سے یہ غرض ہے کہ اُس کا ہمتا و ہمسر کوئی نہیں کہ اُس کی سلطنت میں اُس سے نزاع و فساد کر سکے۔

تفسیرِ قمی میں اِس سورت کے معنی میں یہ منقول ہے کہ اِس کی شانِ نزول یہ ہے کہ یہودی جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حضور میں آئے اور عرض کرنے لگے کہ آپ کے پروردگار کی نسبت کیا ہے؟ خدا تعالےٰ نے یہ سورہ نازل فرمایا۔ اِس میں اَحَدٌ کے معنی ہیں صفات میں یکتا۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایسا نور ہے جس میں کوئی ظلمت نہیں اور ایسا علم ہے جس میں کوئی جہالت نہیں۔ اور اَلصَّمَدُ کے یہ معنی ارشاد فرمائے کہ وہ ایسی ذات ہے جس کے سمجھنے کی کوئی راہ نہیں لَمْ یَلِدْ کے یہ معنی ہیں کہ ذات کے متعلق کوئی چیز حادث نہیں ہوئی اور وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ کے متعلق یہ فرمایا کہ نہ اُس کا کوئی ہمسر ہے۔ نہ ہمتا۔ نہ شریک نہ پشت و پناہ۔ نہ مددگار۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مکہ معظمہ میں قریش نے جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے یہ استدعا کی کہ اپنے پروردگار کی صفت ہمارے لیے بیان کیجیے تاکہ ہم اُس کو پہچان لیں اور اُس کی عبادت کریں۔ پس خدا تعالےٰ نے اپنے نبیؐ پر سورہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ نازل فرمایا۔ اَحَدٌ کے یہ معنی ہیں کہ اُس کے حصے اور اجزا نہیں ہو سکتے۔ اور نہ اُس میں کوئی کیفیت پائی جاتی ہے اور نہ اُس میں گنتی آسکتی ہے۔ اور نہ اُس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ پھر فرمایا اَللّٰہُ الصَّمَدُ کا مطلب یہ ہے کہ سرداری اُسی پر ختم ہے۔ اور کل آسمانوں کے اور زمین کے رہنے والے اپنی اپنی

حاجتوں کے سبب اُسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا لَمۡ یَلِدۡ کا یہ مطلب ہے کہ نہ تو عُزیرؑ اُس سے پیدا ہوئے جیسا کہ ملعون یہودی کہتے ہیں اور نہ مسیحؑ اُس سے پیدا ہوئے جیسا کہ نصارٰے کہتے ہیں۔ خدا اُن پر غضب نازل کرے۔ اور نہ سورج چاند اور ستارے اُس کی ذات سے نکلے جیسا کہ مجوسیوں کا قول ہے۔ خدا اُن پر لعنت کرے۔ اور نہ فرشتے اُس کی بیٹیاں ہیں جیسا کہ مشرکین عرب بکا کرتے تھے۔ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ کا یہ مطلب ہے کہ نہ اُس کا کوئی شبیہ ہے اور نہ نظیر اور نہ برابر والا۔ اور جو کچھ اُس نے اپنے فضل سے تم کو عطا کیا ہے اُس کی مخلوق میں سے کوئی بھی ویسا نہیں دے سکتا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۹۶۵

معانی الاخبار میں منقول ہے کہ جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ الفلق کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ آتشِ جہنم میں ایک دراڑ ہے جس میں ستر ہزار میدان ہیں اور ہر میدان میں ستر ہزار مکان ہیں اور ہر مکان میں ستر ستر ہزار کالے ناگ ہیں۔ اور ہر ناگ کے اندر اتنا اتنا زہر ہے کہ ستر ستر ہزار مٹکے ایک ایک کے زہر سے بھر جائیں۔ اور تمام دوزخیوں کو جبراً و قہراً اس فلق پر سے گزرنا پڑیگا۔

تفسیرِ قمی میں ہے کہ فلق جہنم کی ایک گھراں ہے جس کی حرارت کی شدت سے اہلِ جہنم بھی پناہ مانگتے رہتے ہیں۔ اِس فلق نے ایک دفعہ خدا تعالےٰ سے دم کشی کی اجازت مانگی تھی۔ اجازت ملنے پر جب دم کھینچا تو تمام جہنم بھڑک اُٹھا۔ اور اُس گہراں میں آگ کا ایک صندوق ہے جس کی حرارت سے اُس گہراں میں رہنے والے بھی پناہ مانگتے رہتے ہیں۔ اس صندوق میں چھ پہلوں میں سے ہونگے اور چھ پچھلوں میں سے۔ اوّل کے چھ یہ ہیں۔ آدمؑ کا وہ بیٹا جس نے اپنے بھائی کو سب سے پہلے قتل کیا تھا۔ نمرود جس نے ابراہیمؑ کو آگ میں ڈلوایا تھا۔ وہ فرعون جس نے موسٰےؑ سے مقابلہ کیا تھا۔ سامری جس نے سب سے پہلے گوسالہ پرستی سکھائی تھی۔ وہ شخص جس نے یہودیوں کو یہودی بنایا (یعنی اُن سے عُزیرؑ کو خدا کا بیٹا کہلوادیا) وہ شخص جس نے نصرانیوں کو نصرانی بنادیا (یعنی تثلیث کو اُن کے عقیدہ میں داخل کردیا اور حضرت عیسٰےؑ کو اُن سے خدا کا بیٹا کہلوادیا) اور پچھلوں میں سے چھ یہ ہونگے۔ حضرتِ اوّل۔ جنابِ ثانی۔ مسٹر ثالث۔ جس کو نواصب نے چہارم مانا۔ اور صفین کی لڑائی کے بعد سے اپنا خلیفہ تسلیم کیا حالانکہ خود اپنے ہاں کی احادیث میں مَلِک عضوض (کٹکھنا بادشاہ) تسلیم کرتے ہیں۔ وہ شخص جس نے گروہِ خوارج کی بُنیاد ڈالی۔ ابن ملجم۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۳ متعلق صفحہ ۹۶۵

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں آنحضرتؐ

صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اِس کام کو چلا اور زَروَان کے کنوئیں میں جاکر اُتر گیا تو اُس کا پانی جادو کے سبب سے ایسا ہو گیا تھا جیسے منہدی کا پانی۔ میں نے جلدی جلدی ڈھونڈا یہاں تک کہ کنوئیں کی تہ میں پہنچ گیا۔ مگر اُس کے پالینے میں کامیاب نہیں ہوا۔ پھر جو لوگ میرے ساتھ آئے تھے اُنہوں نے کہا کہ اِس میں کچھ نہیں ہے۔ اب نکلیے اور چلیے۔ میں نے جواب دیا کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا واللہ نہ میں نے کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ (معاذ اللہ) آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غلط فرمایا ہے اور قولِ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت میرے نفس کی حالت تم لوگوں کے نفس کی سی نہیں ہے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے سچ سچ تلاش کیا تو ایک ڈبہ نکالا جسے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا کہ اِسے کھولو۔ جب کھولا تو اُس میں کھجور کی چھال کا ایک ٹکڑا تھا۔ اُسکے بیچ میں ایک لمبا ریشہ تھا جس میں گیارہ گرہیں دی ہوئی تھیں۔ اور جبرئیلِ امینؑ یہ دونوں سورتیں یعنی مُعوّذتَین لا چکے تھے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا کہ یا علیؑ تم ان سورتوں کو اِس ریشہ پر پڑھو۔ پس جنابِ امیر علیہ السلام نے شروع کیا۔ جیسے ہی ایک آیت پڑھتے تھے ویسے ہی ایک گرہ کھُل جاتی تھی جب ان دونوں سورتوں کے پڑھنے سے فارغ ہوئے۔ خدا تعالےٰ نے سحر کے اثر کو دفع فرمادیا اور اپنے نبیؐ کو عافیت عطا فرمائی۔

دوسری روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ ایک تو آنحضرتؐ کے داہنی طرف بیٹھ گئے اور دوسرے بائیں طرف تو جبرئیلؑ نے میکائیلؑ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مرض کیا ہے؟ میکائیلؑ نے جواب دیا کہ اِن پر سحر کیا گیا ہے۔ جبرئیلؑ نے دریافت کیا کہ اِن پر سحر کیا کس نے ہے؟ میکائیلؑ نے کہا کہ لُبید ابنِ عاصم یہودی نے باقی روایت وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۹۶۵

اِس کے بعد حضرتؑ نے فرمایا کہ تو جانتا بھی ہے کہ مُعوّذتَین کے معنی کیا ہیں اور وہ نازل کس بارے میں ہوئی ہیں۔ یہ سمجھ لے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر لُبید ابنِ عاصم یہودی نے سحر کیا تھا۔ ابو بصیر نے دریافت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بھی سحر کا اثر ہوا؟ اور ہوا تو کس حد تک ہوا؟ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں ہوا اور اِس حد تک ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

گویا مباشرت فرما رہے ہیں حالانکہ درحقیقت ایسا نہوتا تھا۔ نیز دروازہ کا ارادہ کرتے تو وہ نظر نہ آتا۔ تا آنکہ ہاتھ سے ٹٹول کر محسوس کرتے۔ سحر برحق ہے۔ اور سحر سوائے آنکھوں کے اور اعضائے تناسل کے اور کسی چیز پر مسلط نہیں ہوتا۔ پس جبرئیلؑ امین نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضےٰ علیہ السّلام کو بلا کر بھیجا کہ قبیلہ زُرَیق زان کے کنوئیں سے اُسے نکال لاؤ۔ (مابقی روایت اوپر کے ضمیمہ میں بیان ہو چکی) عوام النّاس کی روایت بھی اسی کے قریب قریب ہے۔

کافی میں جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم نے نمازِ مغرب میں جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کی اقتدا کی تو اُن حضرتؑ نے بعدِ حمد مُعَوَّذَتین کی قرأت فرمائی اور بعدِ نماز یہ ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں سورتیں داخلِ قرآنِ مجید ہیں۔

قولِ مترجم۔ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود صحابیٔ رسولِؐ خدا جو منجملہ اُن لوگوں کی ہیں جنہوں نے عہدِ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ میں قرآنِ مجید جمع کیا تھا اور آنحضرتؐ سے وقتاً فوقتاً دریافت کر کرکے بہت کچھ تفسیری فوائد بھی اپنے اپنے قرآنِ مجید میں لکھے تھے۔ اور عہدِ خلیفۂ ثالث سیٹھ عثمان بن اپنا قرآنِ مجید۔ اُن کے مانگنے پر نہ دینے کی بدولت بازار کے بھاؤ پٹے بھی تھے اور وہ قرآنِ مجید بھی جبراً قہراً جلا دیا گیا تھا اُن کا خیال تھا کہ مُعَوَّذَتَین داخلِ قرآنِ مجید نہیں ہیں۔ جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام نے اُن کا یہ خیال رَدّ فرما دیا ہے۔ وَالسّلام علیٰ من اتبع الھدٰی وجنب الرّدٰی۔

عبدہ السیّد مقبول احمد عفے عنہ دہلوی
خادم الثقلین و مترجم القرآن۔

ضمیمے

وہ ضمیمے جن کا حوالہ تو مقبول ترجمہ کے حواشی میں تھا لیکن سلسلہ میں غلطی سے چھپنے سے رہ گئے

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۲۰۱

بروایت حضرت عمار بن یاسر جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے منقول ہے کہ مائدہ جو نازل ہوا تھا اس میں روٹیاں تھیں اور گوشت اور وجہ اسکی یہ تھی کہ ان لوگوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے ایسے کھانے کی درخواست کی تھی جو وہ کھائے جائیں اور ختم ہی نہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس پر ان سے یہ کہدیا گیا تھا کہ مائدہ تمہارے لیے اس وقت تک باقی رہیگا جب تک کہ تم اس میں خیانت نہ کرو اور کچھ اٹھا کر اور چھپا رکھیں۔ اور اگر تم نے ایسا کیا تو میں تم کو عذاب دونگا۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ ایک دن بھی پورا نہیں گزرا کہ انہوں نے اٹھا بھی چھپایا بھی اور خیانت بھی کی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ واللہ عیسےٰ علیہ السلام نہ تو کبھی کسی بری بات کے پاس پھٹکے اور نہ کبھی کسی چیز کو غنیمت جانا۔ نہ کبھی وہ کھل کھلا کر ہنسے نہ کبھی کسی مکھی کو اپنے چہرہ مبارک سے ہٹایا اور نہ کبھی کسی بدبو دار چیز کے پاس اپنی ناک بندکی اور نہ کبھی کوئی بیہودہ کام کیا۔ اور جس وقت حواریوں نے ان حضرتؑ سے یہ درخواست کی کہ آسمان سے ان کے لیے مائدہ نازل ہو تو انہوں نے صوفی اون کے کپڑے پہنے۔ گریہ فرمایا اور یہ عرض کی اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَۃً الخ (دیکھو صفحہ ۲۰۱ سطر ۵) چنانچہ ایک سرخ ڈھکا ہوا خوان دو بادلوں کے مابین ان کے دیکھتے دیکھتے نیچے اترتا چلا آیا۔ یہانتک کہ ان کے سامنے رکھا گیا۔ اس وقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے پھر گریہ فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا یَا اللہ! مجھے شکر گزاروں میں محسوب کیجیو۔ یا اللہ! اسے رحمت قرار دیجیو اور اسے عذاب و عقاب نہ قرار دیجیو۔ اس وقت یہودی اسکی طرف دیکھ رہے تھے اور ایسی چیزوں کی طرف دیکھ رہے تھے جیسی اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہیں دیکھی تھیں اور اسکی خوشبو سے بہتر خوشبو انہوں نے کبھی نہیں سونگھی تھی۔ اب جناب عیسےٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے۔ وضو فرمایا اور بڑی دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ نماز سے فارغ ہو کر بِسۡمِ اللّٰہِ خَیۡرِ الرّٰزِقِیۡنَ۔ فرماتے ہوئے اسپر سے خوان پوش اٹھایا تو کیا دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بھنی ہوئی مچھلی جس پر سے چھلکے اترے ہوئے تھے موجود ہے اور اس پر سے چکنائی کی دھار بہ رہی ہے اس کے سر کے پاس پسا ہوا نمک اور اس کی دم کے پاس سرکہ رکھا تھا اور اس کے آس پاس کئی طرح کی سبزیاں سوائے گندنے کے رکھی تھیں۔ نیز پانچ روٹیاں تھیں اور ایک پہ زیتون تھا دوسری پہ شہد۔ تیسری پہ مکھن چوتھی پہ پنیر اور پانچویں پہ کباب۔ اس وقت حضرت شمعونؑ نے عرض کی یا روح اللہ! آیا یہ کھانا دنیا کے کھانوں میں سے ہے یا آخرت کے کھانوں میں سے؟ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم دیکھتے ہو نہ یہ دنیا کے کھانوں میں سے ہے نہ

اور نہ آخرت کی کھانوں میں سے ہے بلکہ یہ تو ایک ایسی چیز ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ذرا سی وقت
تیار فرمادیا ہے۔ چونکہ تم نے سوال کیا تھا اس لیے اسے کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اس میں برکت دیگا اور اپنے فضل سے
تم کو روزی پہنچاتا رہیگا۔ اس پر حواریوں نے عرض کی یا روح اللہ! اگر آج ہی آپ اسی معجزہ میں سے ایک اور
معجزہ دکھلائیں (تو بہت ہی اچھا اور ہمارے اور زیادہ یقین کا باعث ہو) حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا
کہ اے مچھلی! بحکم خدا سے زندہ ہوجا۔ مچھلی ایک دفعہ ہی تڑپی اور اس کے فلوس اور کانٹے وغیرہ اس کی
اوپر بدستور آگئے اور لوگ اس سے ڈر کر بھاگے۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہیں یہ ہو کیا گیا ہے۔ تم خود ہی تو چیزوں کا
سوال کرتے ہو اور جب وہ عطا کیجاتی ہیں تو ان سے نفرت کرتے ہو اور بھاگتے ہو۔ مجھے تمہارے بارے میں اندیشہ
ہے کہ کہیں تم کو عذاب نہ دیا جائے۔ اے مچھلی تو جیسی تھی حکم خدا سے پھر ویسی ہی ہوجا۔ چنانچہ مچھلی ویسی ہی
بھنی ہوئی ہوگئی جیسی کہ تھی۔ اب وہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! آپ خود پہلے اس میں سے نوش فرمائیں پھر
ہم بھی کھائینگے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا خدا نہ کرے کہ میں اس میں سے کچھ بھی کھاؤں۔ یہ تو ان
لوگوں کو کھانا چاہیے جنہوں نے اس کی درخواست کی تھی۔ اب تو وہ اس میں سے کھانے سے اور بھی ڈرے۔
اس وقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے بھوکوں کو۔ پرانے بیماروں کو۔ نئے بیماروں کو اور جو طرح طرح کی بلاؤں
میں مبتلا تھے ان کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ تم اس میں سے کھاؤ کہ یہ تمہارے لیے تو برکت و شفا ہے اور
دوسروں کے لیے وبال و بلا۔ چنانچہ اس میں سے تیرہ سو مردوں اور عورتوں نے جو فقیر و مریض و مبتلا تھے
کھایا سب پیٹ بھر کے لگے ڈکاریں لینے۔ پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے مچھلی کی طرف دیکھا تو وہ جیسی
آسمان سے اتری تھی ویسی ہی ہوگئی اور خوان اٹھتا ہوا چلا اور وہ اس کی طرف دیکھتے رہے یہانتک کہ وہ
ان کی نظروں سے پوشیدہ ہوگیا۔ اس دن جس پرانے نئے بیمار نے اس میں سے کھایا تھا وہ صحیح و تندرست ہوگیا
اور جس فقیر و محتاج نے کھایا تھا وہ غنی ہوگیا اور مرتے دم تک غنی رہا۔ اور حواری اور وہ لوگ جنہوں نے
اس میں سے نہیں کھایا تھا بہت ہی نادم اور پشیمان ہوئے۔ اس کے بعد مائدہ جب کبھی اترتا تو اس پر امیر و
فقیر اور چھوٹے اور بڑے سب ٹوٹ پڑتے۔ عیسےٰ علیہ السلام نے جب یہ دیکھا تو ان کی باریاں مقرر کردیں۔
المختصر چالیس روز چاشت کے وقت اترتا رہا جس وقت تک لوگ کھاتے رہتے وہ قائم رہتا اور جب لوگ
فارغ ہوجاتے تو وہ بلند ہوتا چلا جاتا اور جب تک اس کی پرچھائیں نظر آتی رہتی لوگ دیکھتے رہتے یہانتک
کہ وہ ان کی نظروں سے غائب ہوجاتا۔ اور وہ ایک روز بیچ نازل ہوتا تھا یعنی ایک دن آتا تھا اور ایک دن نہیں۔
پھر خدا تعالیٰ نے عیسےٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میرے مائدہ کو محتاجوں اور فقیروں کے لیے مخصوص کردو۔
امیروں سے کچھ واسطہ نہیں۔ یہ بات امرا کو ناگوار گزری۔ اور انہوں نے شکایت کی۔ اور اور لوگوں نے بھی
اس کے بارے میں شکایت کی تو خدا تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ میں نے جھٹلانیوالوں
کے بارے میں پہلے ہی یہ شرط کرلی تھی کہ جو لوگ اسکے نزول کے بعد اس کے بارے میں کفران نعمت کرینگے

تو اُن کو میں ایسا عذاب دونگا کہ تمام اہلِ عالم میں کسی کو ویسا عذاب نہ دیا ہوگا۔ اُس وقت عیسےٰ علیہ السّلام نے عرض کی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (دیکھو صفحہ ۲۰۲ سطر ۱۰) چنانچہ اُن میں سے ۳۳۳ آدمی جو رات کے وقت اپنے اپنے گھروں میں اپنی اپنی ازواج کے پاس اپنے اپنے بستروں پر لیٹے تھے صبح کو مسخ ہو کر سؤر بن گئے۔ راستوں میں اور کوڑیوں پر دوڑتے پھرتے تھے اور مزبلوں پر پاخانہ کھاتے تھے۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو روتے پیٹتے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کے پاس آئے۔ جو مسخ ہو گئے تھے اُنکے عزیز تو بہت ہی روتے پیٹتے تھے۔ وہ تین دن زندہ رہے پھر ہلاک ہو گئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلّق صفحہ ۲۹۷

تفسیر عیاشی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے سورۂ برات (کی اوّل آیتیں) ابوبکر کو دیکر اُنہیں شرکت موسم روانہ فرمایا کہ وہاں لوگوں کو پڑھکر سُنا دے۔ اسپر جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور یہ حکم لائے کہ تبلیغ رسالت کا کام آپ کی طرف سے صرف علیؑ بن ابیطالب انجام دے سکتے ہیں۔ اسپر جناب رسولِ خدا نے علیؑ مرتضےٰ کو بُلایا اور یہ حکم دیا کہ ناقہ غضبا پر سوار ہوا اور یہ حکم دیا کہ ابوبکر سے جا ملیں اور سورۂ برأت اُس سے لے لو۔ اور مکّہ میں جاکر لوگوں کو خود سُنا دو۔ جب (علیؑ مرتضےٰ راہ میں) جا ملے تو ابوبکر نے پوچھا کہ آیا آنحضرتؐ کسی وجہ سے ناراض ہو گئے؟ فرمایا یہ بات نہیں ہے بلکہ آنحضرتؐ کو یہ حکم پہنچا کہ تبلیغ کوئی کر ہی نہیں سکتا سوائے اُس شخص کے جو تمہارا خاص الخاص ہو۔ پس جب علی مرتضےٰ مکہ پہنچے اور وہ قربانی کا دن تھا۔ ظہر کے بعد پہنچے ہیں اور وہ موقع بھی حج اکبر کا تھا۔ تو حضرتؑ کھڑے ہوئے اور یہ ارشاد فرمایا کہ لوگو! میں تم سب کی طرف جناب رسولؐ خدا کا رسول ہوں۔ پس اُن سب کو یہ پڑھکر سُنایا بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۞ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ الخ (دیکھو صفحہ ۲۹۷ سطر ۵)۔ یہاں چار مہینے سے مُراد ذی الحجہ کے باقی بیس دن۔ پورا مہینہ محرم کا۔ سارا ماہ صفر اور پورا ماہ ربیع الاوّل اور دس دن ماہ ربیع الآخر کے۔ پھر فرمایا کہ بیت اللہ کا کوئی مرد یا عورت برہنہ طواف نہ کرے اور نہ کوئی مشرک اُس کے پاس پھٹکے۔ سوائے اُس کے جس کا عہد جناب رسولِ خدا کے ساتھ ہو۔ سو اس کی مدّت بھی اِس بارے میں صرف چار مہینے ہے۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ محمد ابنِ مسلم کی روایت کے بموجب ابوبکر نے یہ دریافت کیا تھا کہ یا علیؑ! جس وقت سے میں جنابِ رسولِ خدا کی خدمت سے جُدا ہوا ہوں آیا میرے بارے میں کوئی حکم خاص نازل ہوا ہے؟ فرمایا نہیں! بلکہ اللہ کو یہ منظور ہی نہیں ہے کہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی

طرف سے سوائے اُن کے خاص الخاص آدمی کے کوئی اَور شخص تبلیغ رسالت کا کام انجام دے۔
اس کے بعد وہ حضرتؐ خود موسم میں تشریف لے گئے۔ اور خدا اور رسولؐ خدا کا پیغام مقام
عرفہ میں بھی پہنچایا۔ مقام مزدلفہ میں بھی پہنچایا۔ اور خاص قربانی کے دن جہاں کنکریاں پھینکی
جاتی ہیں وہاں ایامِ تشریق (قربانی کے دنوں) میں بہ روز بآواز بلند بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖٓ الخ پڑھکر پہنچایا۔ اور صاف صاف یہ کہہ دیا کہ آئندہ کوئی شخص برہنہ بیت اللہ
کے پاس طواف نہ کرے۔

تفسیر مجمع البیان میں علمائے شیعہ سے یہ بھی روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے
امیر حاج بھی حضرت امیر علیہ السلام ہی کو مقرر فرما دیا تھا اور یہ بھی کہ جب آن حضرتؑ نے
ابوبکر سے سورہ برات (کی آیتیں) لے لی تو ابوبکر واپس آگیا۔

نیز اس تفسیر میں اور تفسیر عیاشی میں بروایت جناب امام محمد باقر علیہ السلام
منقول ہے کہ جس وقت جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام نے لوگوں سے خطاب فرمایا ہے تو
اپنی تلوار بھی کھینچ لی تھی اور صاف فرمایا تھا کہ اب سے بیت اللہ کا کوئی شخص برہنہ طواف
نہ کرے۔ اور کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہ کرے جس کی مدت باقی ہے اس کی تو مدت ہے
اور جس کے لیے کوئی مدت نہیں اُسے صرف چار مہینے کی مہلت دی جاتی ہے۔ یہ مفصل خطبہ
حضرتؑ کا قربانی کے دن تھا اور چار مہینے سے مراد ذی الحجہ کے ۲۰ دن۔ محرم، صفر اور
ربیع الاول کے پورے تین مہینے اور ماہ ربیع الآخر کا اول کا عشرہ۔

تمت الطبع

مطبوعہ مقبول المطابع چتلی قبر دہلی
[illegible]

لطائف الآیات البینات فی کتاب مبین

انڈکس

یعنی

فہرست مضامین تفسیری مقبول ترجمہ

قرآن مجید

مندرجہ حاشیہ و ضمیمہ جات

مرتبہ

عالیجناب فضائل مآب، مہبط فیوض ربانی، دقیقہ شناس رموز قرآنی، نکتہ سنج حقائق

فرقانی متکلم و مناظر لاثانی حضرت مولانا مولوی حکیم السیّد مقبول احمد صاحب قبلہ

دھلوی مدظلہ العالی

بحسن سعی کارپردازان مقبول پریس دہلی مطبوع گردید

منشی سید ظفریاب علی جوہر پرنٹر اینڈ پبلشر

انڈکس میں کیا ہے؟

جس طرح ہندوستان میں اس وقت تک بہت سے ترجمے قرآن مجید کے اُردو زبان میں شایع ہو چکے ہیں اور اُن سب میں بفضلہ مقبول ترجمہ کو خاص امتیاز، فضیلت اور مقبولیت کا درجہ حاصل ہوا ہے، اور جس کا ہم کو فخر حاصل ہے اسی طرح ہم فخر اور دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ موجودہ انڈکس بالکل ایک نئی اور عجیب چیز ہے جس کی جانب اس وقت تک کسی نے توجہ ہی نہیں کی۔ قرآن مجید سے کسی مضمون کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے ضرورت کے وقت جتنی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اُن سب کو یہ انڈکس رفع کرتا ہے اور اس کی گارنٹی ہے کہ جس مضمون کا پتہ کتاب ہذا میں ڈھونڈنا منظور ہو دو منٹ میں اس انڈکس کے ذریعہ سے نکال لو۔ جس کی تفصیل یہ ہے :-

انڈکس کے خانۂ اول میں جو ہندسہ ہے وہ شمار کا نمبر ہے اور خانۂ مذکور کے بٹے کا نمبر اُس وقت تک مضامین کے شمار کو بتلاتا ہے جس کے ذیل میں وہ ہے مثلاً ١٨٥٦/٩٥ اس میں ١٨٥٦ تو سلسلہ کا نمبر شروع انڈکس سے ہے اور ۹۵ کا عدد یہ بتلاتا ہے کہ جہاں سے مبحث شروع ہوا ہے وہاں سے اب تک ۹۵ عنوان آچکے ہیں۔

خانہ نمبر ۲ میں عنوان مضمون ہے اور جس کی تلاش میں زیادہ دقت و پریشانی نہیں ہوتی۔

خانۂ نمبر ۳ میں پتہ ہے جو مقبول ترجمے کا ہے، اس میں بٹے کے اوپر کا ہندسہ صفحہ بتلاتا ہے اور نیچے کا نوٹ کا نمبر۔ اور جہاں مضمون نوٹ کے علاوہ ضمیمہ میں بھی مضمون ہے وہاں ضمیمہ کا حوالہ صرف ضمیمہ سے ظاہر کیا گیا ہے اور جس نوٹ کے متعلق وہ ضمیمہ ہے اُس نوٹ کے پتہ کو اور ضمیمہ کے صفحہ کے پتے کو بریکٹ میں بند کر دیا گیا ہے مثلاً (٧٦/٢ ضمیمہ ٣٣) اس سے مطلب یہ ہے کہ مقبول ترجمہ کے صفحہ ٧٦ کے نوٹ ٢ میں وہ مضمون ہے جس کے عنوان کے آگے یہ پتہ ہے اور اسی مضمون کا بقیہ ضمیمہ کے صفحہ ٣٣ پر بھی ہے۔

کسی عنوان کا پتہ دیکھکر اور جس نوٹ کا حوالہ ہو اُس کے شروع کو اُس مقصد کا مخالف دیکھکر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ پتہ غلط دیا گیا ہے بلکہ کل نوٹ کا مضمون پڑھنا چاہیئے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کس مصلحت سے یہ عنوان قائم کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کے صفحہ ٩١٥ کے متعلق چونکہ مضمون نوٹوں کا زیادہ تھا اور اس سے قبل کا حاشیہ خالی تھا اس لیے بقیہ مضمون حاشیہ صفحۂ مذکور صفحہ ٩٥٠ پر لیجایا گیا ہے۔

جوہر منیجر

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَبِهٖ نَسْتَعِيْنُ ۞

ب

ت

ٹ

ث

ج

چ

ح

(خ)

د

(ڈ)

(ذ)

ر

(س)

(ش)

(ص)

(ض)

(ط)

(ظ)

(غ)

(ف)

(ق)

نمبر	مضمون	حوالہ
۱۵۹۱/۸۰	قول وفعل کا ایک نہ ہونا کیسا؟	۸۸۰/۴ و ۵
۱۵۹۲/۸۱	قوم لوط	۳۶۶/کل و ۳۶۷/کل و ۴۲۲/کل و ۴۲۳/۱ و ۶۳/۳ و ۴۲۰/۳ و ۴۲۵/۲ و (۸۳۳/۲ صہ ۵۳۵) و ۸۴۶/۳
۱۵۹۳/۸۲	قوم نوح میں سے صرف آٹھ آدمی ایمان لائے تھے	۳۶۰/۱
۱۵۹۴/۸۳	قیامت میں ایمان رکھنے کا انجام	۲۲۰/۹
۱۵۹۵/۸۴	قیامت میں کل آدمی دو گروہوں میں تقسیم ہو جائینگے ...	۱۵۲/۱ و ۱۷۷/۳
۱۵۹۶/۸۵	قیامت میں لوگ کس حال سے حاضر ہونگے؟	۵۵۵/۴
۱۵۹۷/۸۶	قیامت کا دن	۴۵/۴ و ۵۳۸/۳ و ۶۶۲/۱ و ۴۴۴/۱ و ۲ و ۹۰۷/۴
۱۵۹۸/۸۷	قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا گیا	۲۷۷/۱ و ۸۵۵/۱
۱۵۹۹/۸۸	قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں	۴۷۱/۹
۱۶۰۰/۸۹	قیامت کے بارے میں شک کرنیوالے	۷۷۴/۳
۱۶۰۱/۹۰	قیامت کے دن اعضا کا گواہی دینا	۵۶۲
۱۶۰۲/۹۱	قیامت کے دن امام مقتدیوں کو اور مقتدی امام کو برا کہتے ہونگے اور ایک دوسرے سے تبرا کرتے ہونگے۔	۶۳۶/۱ و ۲ و ۷۳۶/۱
۱۶۰۳/۹۲	قیامت کے دن بازپرس سے کون کون بری رہینگے؟ ...	(۸۵۰/۴ صہ ۵۶۰)
۱۶۰۴/۹۳	قیامت کے دن بولنے کا اذن کن کن کو دیا جائیگا۔ ...	۹۳۱/۱
۱۶۰۵/۹۴	قیامت کے دن پہاڑوں کی کیفیت	۹۵۹/۷
۱۶۰۶/۹۵	قیامت کے دن جھوٹے معبود اپنے پوجنے والوں سے نفرت ظاہر کرینگے	۷۳۲/۱ و ۸۰۱/۲
۱۶۰۷/۹۶	قیامت کے دن زمین دوسری زمین سے بدل جائیگی	(۴۱۵/۱ صہ ۲۵۴)
۱۶۰۸/۹۷	قیامت کے دن سجدہ کا حکم اور اسکی تعمیل	۹۰۳/۲ و ۳
۱۶۰۹/۹۸	قیامت کے دن سواری صرف چار بزرگوں کو ملیگی	۲۱۰/۵
۱۶۱۰/۹۹	قیامت کے دن کن چار چیزوں کا سوال کیا جائیگا؟ ...	۷۱۴/۳
۱۶۱۱/۱۰۰	قیامت کے دن کون کون بھاگینگے اور کس کس سے؟ ...	۹۳۵/۳
۱۶۱۲/۱۰۱	قیامت کے دن لوگ کس کس حال میں اور کتنی کتنی دیر کھڑے رہینگے؟	۵۰۸/۱ و ۴
۱۶۱۳/۱۰۲	قیامت کے دن لوگ کس کس حال سے آئینگے؟	۹۵۸/۳

(ک)

(ن)

(و)

(ہ)

تمت بالخیر

دعوت مقبول
الیٰ مفہوم کتاب اللہ بعترۃ الرسولؐ
جس میں
قرآن مجید کے دوسرے مروّجہ اُردو ترجموں کا
مقبول ترجمہ
سے مُقابلہ کرکے اور مثالیں دیکے بیّن فرق دکھلایا گیا ہے
پھر فتاوے علمائے کرام و مجتہدین عظام سے جو حدیث جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وآلہ الاطیاب پر مبنی ہیں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ راہِ خدا
میں جو کچھ بھی صرف کرنا منظور ہو اُس کا بہترین مصرف
مقبول ترجمہ
کی اشاعت ہے

آج میں خاص طور سے حضرات شیعیانِ امامیہ اثنا عشریہ کثرہم رب البریہ کو "مقبول ترجمہ" کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ہے کیا چیز ؟ اور میں نے یہ ترجمہ کرکے دین و مذہب اور قوم و ملت کی کیا خدمت انجام دی ہے ، پھر یہ فیصلہ آپ حضرات کی رائے پر چھوڑتا ہوں کہ آپ کو اس سے کس کس طرح نفع اُٹھانا چاہیے ؟ زبانِ اُردو میں جتنے ترجمے تحت اللفظی اور بامحاورہ اس وقت تک برِّ اعظم ہندوستان میں ہو چکے اُن میں سے جو جو جن صاحب کے پاس موجود ہوں اُن سے مقبول ترجمہ کا مقابلہ کرکے دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ لفظی ترجمہ کی رعایت کے ساتھ ساتھ مضمون و مطالب کو کس فصاحت سلاست اور روانی سے صحیح صحیح معنوں میں ادا کیا گیا ہے اور خدا و رسولؐ کے منشاء کو کس حد تک سمجھا اور سمجھایا گیا ہے۔ حتی الامکان اس امر کی بھی رعایت ملحوظ رکھی ہے کہ الفاظ ایسے استعمال کیے جائیں جو دہلی اور لکھنؤ میں یکساں مستعمل ہوتے ہوں۔ چونکہ قرآن مجید خدا کا کلام ہے اسلئے اُسکے ترجمہ میں بازاری اور غیر مہذب الفاظ کا استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ دوسرے مروجہ اُردو ترجموں سے اس ترجمہ کا فرق دکھانے کے لیے تین مثالیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں :-

مثال (۱) وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝

[پارہ ۱۲ سورہ ہود ماہین رکوع ۶ و ۷]

ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی سنی :- اور اُس کی عورت کھڑی تھی، تب وہ ہنس پڑی پھر ہمنے خوشخبری دی اُس کو اسحاقؑ کی اور اسحاقؑ کے پیچھے یعقوبؑ کی۔

ترجمہ شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب بجنوری ثم الدہلوی سنی ابراہیم کی بی بی (سارہ) بھی کھڑی ہوئی تھیں، وہ (فرشتوں کے اطمینان کر دینے سے) خوش ہو گئیں تو ہمنے اُن کو (اُنھیں فرشتوں کے ذریعہ سے پہلے) اسحاقؑ اور اسحاقؑ کے بعد یعقوبؑ (کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دی +

ترجمہ مولوی حافظ فرمان علی صاحب مرحوم بہاری ۔ شیعہ ۔ اور ابراہیمؑ کی بی بی (سارہ) کھڑی ہوئی تھیں، وہ (یہ خبر سُنکر) ہنس پڑیں تو ہم نے (اُنھیں فرشتوں کے ذریعے سے) اسحاق (کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوبؑ کی۔

مقبول ترجمہ :- اور اُن کی زوجہ کھڑی ہوئی (یعنی یائسہ) تھی وہ اُسی وقت حائض ہوگئی پھر ہمنے اُس کو ولادتِ اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوبؑ کی خوشخبری دی۔

کتب قدیمہ نیز کتب سیر و تواریخ و تفاسیر و احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سارہؑ جناب ابراہیم علیہ السلام کی چچا زاد بہن تھیں، یعنی وہ خاندانِ نبوت سے تھیں لہذا وہ ایسی بے تمیز نہیں ہوسکتیں کہ فرشتوں کے خوشخبری دینے پر جاہل عورتوں کی طرح بطور مضحکہ اُڑانے کے ہنس پڑیں جیسا کہ دیگر ترجموں سے (علاوہ مقبول ترجمہ کے ثابت ہوتا ہے) اور جب **ضحک** کے معنی علاوہ ہنسنے اور خوش ہونے کے حائض ہونا بھی لغت میں موجود ہیں تو وہ معنی کیوں نہ اختیار کیے جائیں جن سے ولادت کی خوشخبری کی تصدیق عقلاً عملاً طبعاً ہوتی ہے کیونکہ حضرت سارہؑ بوجہ زیادہ سن ہونے کے یائسہ ہوچکی تھیں جو معنی لغت قَآئِمَۃٌ سے بھی ثابت ہیں اور خاصکر اُس صورت میں جبکہ اُن حضرات نے بھی یہی ترجمہ اختیار فرمایا ہے جن کے گھر میں قرآن مجید نازل ہوا اور جن کے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ رہنے کی پیشینگوئی خود جناب رسولِ خداؐ فرما گئے۔ اور تمام اُمت کو انھیں دونوں چیزوں (کتاب خدا اور اہلبیتؑ) سے متمسک ہونے کا حکم بھی دے گئے، ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے ترجمے سے مضحکہ کا پہلو تو نہیں نکلتا تاہم لغت کے وہ معنی جو حضرات اہلبیتؑ نے اختیار فرمائے ہیں ظاہر نہیں ہوتے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے نہ لغت کا تتبع کیا نہ اہلبیتؑ کی پیروی کی بلکہ پہلے ترجموں میں عقلاً جو نقص دیکھا اُس کی اپنے ذہن و خیال کے بموجب اصلاح کردی، مفہوم کلام خدا ادا نہیں ہوا۔

مثال (۲) اَلْخَبِيثٰتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ أُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۖ [پارہ ۱۸ سورۃ النور رکوع ۳]

ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب دہلوی سُنی گندیاں ہیں گندوں کے واسطے اور گندے واسطے گندیوں کے اور ستھریاں ہیں واسطے ستھروں کے اور ستھرے واسطے ستھریوں کے۔ وہ لوگ بے لگاؤ ہیں اُن باتوں سے جو یہ کہتے ہیں۔

ترجمہ شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب بجنوری ثم الدہلوی سُنی :- گندی عورتیں گندے مردوں کیلیے

ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے، اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے۔ بہتان باندھنے والے جو بکتے پھریں۔ یہ اُن کی تہمتوں سے (بالکل) بری ہیں۔

ترجمہ مولوی حافظ فرمان علی صاحب مرحوم بہاری شیعہ گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے (مناسب) ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے (موزوں) ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے۔ لوگ جو کچھ اُنکی نسبت بکا کرتے ہیں اُس سے یہ لوگ بری الذمہ ہیں۔

مقبول ترجمہ:۔ بُری بُری (باتیں) بُرے لوگوں کے لیے (زیبا) ہیں اور بُرے لوگ بُری بُری (باتوں) کے لیے (موزوں) ہیں اور اچھی اچھی (باتیں) اچھے لوگوں کے لیے (مناسب) ہیں او اچھے لوگ اچھی اچھی (باتوں) کے لیے (سزاوار) ہیں یہ (اچھے) لوگ اُن باتوں سے جو بُرے لوگ بکتے ہیں بری ہیں۔

اگر اوپر کے ترجمے صحیح مانے جائیں تو یہ آیت سورۃ التحریم پارہ ۲۸ کی مندرجہ ذیل آیتوں کی خلاف پڑتی ہے:۔

"ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۚ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ○ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۙ"

ترجمہ:۔ اللہ نے اُن لوگوں کے لیے جو کافر ہو گئے ہیں نوحؑ کی زوجہ کی اور لوطؑ کی زوجہ کی مثل بیان کی ہے کہ یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کی ماتحت تھیں پھر اُن دونوں نے اُن دونوں کے حق میں خیانت کی پس وہ دونوں خدا کے عذاب سے بچانے میں اُن دونوں کے کچھ (بھی) کام نہ آسکے اور اُن دونوں سے یہ کہا جائے گا کہ تم بھی جانیوالوں کے ساتھ جہنم میں چلی جاؤ۔ اور اللہ نے اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں فرعون کی زوجہ کی مثل بیان کی ہے کہ جس وقت اُس نے یہ عرض کی کہ اے میرے پروردگار! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک مکان بنادے اور مجھ کو فرعون سے اور اُسکی بدکاری سے نجات دے اور مجھے ان نافرمان لوگوں کے ہاتھ سے چھٹکارا دے۔" اگر گندے گندیوں کے لیے اور ستھرے ستھریوں کے لیے ہوتے تو یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ حضرت نوحؑ اور حضرت لوط علیہما السلام کی ازواج

کافر یا منافق ہوتیں، اور فرعون جیسے دشمنِ خدا اور واقعی کافر کی زوجہ ایسی مومنہ ہوتی۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ اوپر کے ترجمہ کرنے والوں نے ان حضرات کی تفاسیر دیکھے بغیر اپنے خیال سے ترجمے کر دیے ہیں جن کے گھر میں قرآن مجید نازل ہوا اور جن کو علمِ قرآن کریم سپرد کیا گیا۔

مثال (۳) وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ٥ (پارہ ۱۸ سورۃ النور ۳ابین رکوع ۴ (۴)

ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی سُنّی اور بیاہ دو رانڈوں کو اپنے اندر اور جو نیک ہوں تمہارے غلام اور لونڈیاں، اگر وہ ہوں گے مفلس اللہ ان کو غنی کریگا اپنے فضل سے اور اللہ سمائی والا ہے سب کچھ جانتا۔

ترجمہ شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب بجنوری ثم دہلوی سُنّی اور اپنی رانڈوں کے نکاح کر دو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں میں سے بھی ان کے جو نیک بخت ہوں، اگر یہ لوگ محتاج ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا اور اللہ گنجائش والا (اور سب کے حال سے) واقف ہے۔

ترجمہ مولوی حافظ فرمان علی صاحب مرحوم بہاری شیعہ اور اپنی (قوم کی) بے شوہر عورتوں اور اپنے نیکبخت غلاموں اور لونڈیوں کا بھی نکاح کر دیا کرو۔ اگر یہ لوگ محتاج ہوں گے تو خدا اپنے فضل (وکرم) سے انھیں مالدار بنا دے گا اور خدا تو بڑی گنجائش والا واقف کار ہے۔

مقبول ترجمہ:۔ اور تم میں سے جو مرد بے زوجہ ہوں اور جو عورتیں بے شوہر ہوں اُنکے اور تمہاری لونڈی غلاموں میں جو نکاح کے قابل ہوں ان کے نکاح کر دو اور اگر وہ محتاج ہوں گے تو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا اور اللہ صاحب وسعت (اور) صاحب علم ہے۔

اَیَامیٰ مقلوب بعض لفظ اَیَایِم کا ہے جو اَیِّم کی جمع ہے اور اَیِّم کے لغوی معنی ہیں مرد بے زن اور زنِ بے مرد جیسے کنوارا، کنواری، رنڈوا اور رانڈ سب آگئے۔ پہلے ترجموں کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے رانڈوں کے نکاح کرنے کا تو حکم دیدیا اور کنواریوں کو بھول گیا اور کنواروں اور رنڈوؤں سے تو گویا کوئی غرض ہی نہیں رکھی۔ حالانکہ قانونِ الٰہی سب کے لیے عام ہونا چاہیئے رہا صالحین تو وہ جمع سالم اسم فاعل صالح کی ہے جو صلاح سے بھی ہی ہوگا اور صلاحیت سے بھی

اگر صلاح سے جس کے معنی نیکی کے ہیں لیا جائے جیسا کہ دوسرے مترجموں نے لیا ہے تو اُس کے یہ معنی ہوں گے کہ ایک تو حالات کی تفتیش کریں جو حکم خدا "وَلَا تَجَسَّسُوْا" (مندرجہ سورۃ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶) کے برخلاف ہے - دوسرے نیکوں کا نکاح کر کے بدوں کو سرٹیفکٹ دینا پڑے گا کہ تمہارا جو جی چاہے کیا کرو کیونکہ نکاح کا تو تمہارے لیے حکم ہی نہیں دیا گیا - یہ شریعت غرّا کے حکم کے برخلاف ہے لہذا صلاحیت سے لینا اولےٰ ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو بلوغ کو پہنچ جائیں اور نکاح کے قابل ہو جائیں بلا تجسس و تحقیق اُن کے نکاح کر دو اور یہی معانی حضرات اہلبیتؑ کی تفسیر کے موافق ہیں جن کے گھر میں قرآنِ مجید نازل ہوا اور جن کو جناب رسولِ خدا نے اُس کا اصلی مفہوم سمجھایا اور اُن کی سپرد فرمایا۔

مندرجۂ بالا مثالوں کے ملاحظہ کے بعد یہ رائے تو آپ قائم فرما سکتے ہیں کہ جن حضرات کو اپنی عاقبت کی درستی کی فکر ہو اور قرآن مجید جیسی ایمان کی کتاب سے وہ اپنے اخلاق و اعمال کو صحیح کرنا چاہتے ہوں اُن کے لیے مقبول ترجمہ سے مدد لینے کی ضرورت ہے یا نہیں ؟ اور بعد اس کے کہ وہ اپنے ذاتی اعمال و اخلاق اور اپنے متعلقین کے اخلاق و اعمال درست کر چکیں اس کی بھی ضرورت ہے یا نہیں کہ جو لوگ کم استطاعت ہوں اور اپنے افلاس و غربت کے سبب اس بے بہا ترجمہ سے فائدہ نہ اٹھا سکتے ہوں اُن کو اپنی جیب سے کچھ خرچ کر کے نفع اُٹھانے کا موقع دیں۔

مجھ میں اگر یہ مقدرت ہوتی کہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں یہ ترجمہ مومنین میں عام طور سے مفت تقسیم کروں تو ضرور ایسا ہی کرتا لیکن اس بات کا خدائے تعالےٰ شاہد ہے کہ میں یہ استطاعت نہیں رکھتا ہاں جو کچھ میں کر سکتا تھا وہ صرف یہ کہ میں نے اسوقت تک ایک حبّہ نفع نہیں لیا ہے۔ مخالفین کی مخالفتوں سے، کام کرنے والوں کی بے عنوانیوں سے، خریداروں کے شوق بھرے تقاضوں اور طعن و تشنیع کی بھرماروں سے اور طرح طرح کے موانع پیش آجانے کے سبب دیر لگنے سے جو رنج و کلفت اور صدمے برداشت کرنے پڑے ہیں اُن کا پورا افسانہ اس مختصر رسالہ میں سما نہیں سکتا، مگر خدا کی راہ میں یہ سب کچھ گوارا کیا گیا اور عین مقبول ترجمہ کے ختم پر دو نوجوان ہونہار و لائق فرزندوں کا تین دن کے اندر گذر جانا اس ترجمہ کی مقبولیت کی کافی سند ہے- ہاں جو امر ناگوار ہے وہ یہ کہ ایک ہزار قرآن مجید سے زیادہ اسوقت تک ناقص و ناتمام و معطل پڑے ہوئے ہیں، کسی میں چار پارے کم ہیں تو کسی میں پانچ سات کسی میں دس بارہ کم ہیں، تو کسی میں دو تین پارہ - اسوقت اس رسالہ کو آپ کی خدمت میں بھیجنے کی غرض یہ ہے کہ ماہ مبارک رمضان عنقریب آنے والا ہے اس مہینہ کو قرآن مجید سے خاص تعلق ہے۔ بس اگر آپ حضرات

اتنی ہمت کریں کہ اشاعت علم دین کے خیال سے یا اپنے مرحوم بزرگوں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے جتنے قرآن مجید ہدیہ لیکر وقف کر سکیں تو ضرور وقف فرما دیں تاکہ ان تمام ناقص قرآنوں کی تکمیل ہو جائے اور جو مقصد اس ترجمہ کے کرنے سے مدنظر رکھا گیا تھا وہ اتمام کو پہنچ جائے۔ اس مد میں پیسہ خرچ کرنے کا ثواب کیا ہو سکتا ہے وہ مندرجۂ ذیل استفتا اور فتاوے سے ظاہر ہوگا جو مرزا محمد زکی قزلباش مراد آبادی نے علماء کرام سے دریافت کیا اور جوابات پائے ہیں۔

عبدہ السید مقبول احمد عفی عنہ (دہلوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بموجب حدیث شریف جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ صدقات چھ قسم پر ہیں جن میں سے ایک[۱] کا ثواب ایک اور ایک[۲] کا ثواب دس اور ایک[۳] کا ثواب ستر۔ اور ایک[۴] کا ثواب سات سو۔ اور ایک[۵] کا ثواب ستر ہزار اور ایک[۶] کا ثواب ایک لاکھ ہے۔ نمبر۱ ہٹے کٹے سائل کو دینا ہے۔ نمبر۲۔ واقعی محتاج اعانت کو دینا ہے۔ نمبر۳ مستحقِ اعانت کو دینا ہے جو معطی کا قرابتدار بھی ہو یا ایمانی رشتہ رکھتا ہو۔ نمبر۴۔ ماں باپ کی خدمت کرنا ہے۔ نمبر۵۔ اپنے مردہ عزیزوں کے نام پر خرچ کرنا ہے۔ نمبر۶۔ اعانتِ طلابِ علمِ دین واشاعتِ علوم میں صرف کرنا ہے۔

پس

اگر کوئی مومن قرآنِ مجید مترجمۂ جناب مولوی السید مقبول احمد صاحب قبلہ دہلوی کو اپنے فوت شدہ عزیزوں کے نام پر وقف کرے تو آیا وہ نمبر۵ و ۶ کے دونوں اجر پانے کا ایک وقت میں مستحق ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا وَ تُؤْجَرُوْا

المستفتی مرزا محمد زکی قزلباش مراد آبادی

جواب السیدین السندین العالمین الفاضلین الکاملین زبدۃ المحققین جناب مولانا مولوی سید سبط نبی صاحب قبلہ نوگانوی ثم النجفی مجتہد العصر والزمان دامت برکاتہم وقدوۃ المدققین جناب مولانا مولوی سید یوسف حسین صاحب قبلہ امروہوی

مجتہد العصر و الزمان عمت فیوضہم

باسمہ سبحانہ

بغرض ارسال ثواب بارواحِ اموات اعزہ قرآن مجید کے نسخے متعلمین کے لیے وقف کیے جائیں تو بیشک نمبرہ و ۶ کے ثواب کا استحقاق حاصل ہوگا۔

(دستخط) سید سبط نبی عفی عنہ بقلمہ (دستخط) سید یوسف حسین عفی عنہ

(مہر شریف)

جواب علماء الاعلام و فضلاء العظام و فقہاء الکرام الحبر الطمطام والبحر القمقام صدر المحققین شمس العلما حضرت مولانا مولوی سید ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر و الزمان و بدر العلماء حضرت مولانا مولوی سید محمد باقر صاحب قبلہ مجتہد العصر و الزمان و نجم العلماء حضرت مولانا مولوی سید نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد العصر و الزمان ... مولانا مولوی سید ظہور حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر و الزمان

ہو

الجواب و باللہ التوفیق

اگر اپنے عزیزان فوت شدہ کے ثواب کی غرض سے ترجمۂ مذکورہ قرآن مجید کو طلاب علم دین پر وقف کردے تو بلاشبہ ... کا ثواب ... انشاء اللہ حاصل ہوگا۔

واللہ اعلم

(دستخط) ناصر حسین عفی عنہ بقلمہ (دستخط) محمد باقر عفی عنہ بقلمہ

(مہر شریف) (مہر شریف)

(دستخط) نجم الحسن عفی عنہ بقلمہ (دستخط) ظہور حسین عفی عنہ بقلمہ

(مہر بوقت دستخط موجود نہ تھی) (مہر بوقت دستخط موجود نہ تھی)

مجموعۂ اقوال وارشادات حضرات علمائے اعلام و فقہائے کرام فرقۂ شیعہ اثنا عشریہ کثرہم رب البریہ نسبتِ مقبول ترجمہ وتفسیر مندرجہ حواشی وضمیمہ جات

تصدیق جناب سرکار شریعتمدار مجتہد العصر والزمن حضرت نجم العلما مولانا مولوی السید نجم الحسن صاحب قبلہ مدظلہم العالی

بسم اللہ ولہ الحمد

ایں ترجمہ وحواشی متعلق پارۂ اول قرآنِ مجید وفرقانِ حمید کہ جناب فضائل مآب معلی القاب حمید الضرائب جلیل المناقب زبدۃ الفضلا جناب مولوی سید مقبول احمد صاحب دام معالیہ بعباراتِ واضحہ بامحاورۂ اہلِ زبان تحریر فرمودہ اند بنظرِ قاصر رسید، باصل تطبیق کردم مطابق یافتم۔ خداوند عالم بمومنینِ موقنین توفیقِ استفادہ کرامت فرماید۔ حررہ المذنب السید نجم الحسن عفی عنہ

(مہر شریف)

(۲)

باسمہ سبحانہ۔ یہ ترجمہ وتفسیر جو طبع ہو کر مومنین کے دیدہ و دل کو روشن ومنور کرتی ہے میری نگاہ سے گذرتی رہتی ہے اور باوجودِ کثرتِ اشتغال جہاں تک ممکن ہوتا ہے اس کے مطالعہ میں

اپنے وقت کا ایک حصہ صرف کرتا رہتا ہوں لہٰذا چھبیسویں پارہ تک سن چکا ہوں۔ در حقیقت ترجمہ نہایت سخت و دشوار گذار مرحلہ ہے۔ علی الخصوص ایسی آسمانی و ربانی کتاب کا جو فصاحت و بلاغت میں بے مثل و نظیر ہے اور از اول تا آخر معجزہ ہو اس کے لیے لازم تھا کہ ایک ایک آیت میں کامل اہتمام ہوتا، لیکن اس قدر مہلت کہاں ممکن ہے، بہر طور جس عنوان شائستہ سے یہ ترجمہ ہوا ہے ایسا ترجمہ کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ خداوند عالم جناب مترجم کو اجر جمیل اور جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ مومنین کو لازم ہے کہ ماہ مبارک رمضان میں اس قرآن مجید میں پڑھکر تلاوت کا ثواب حاصل کریں اور ترجمہ و مطلب پڑھکر اپنے قلب کی نورانیت بڑھائیں۔

حررہ الاحقر نجم الحسن عفی عنہ ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ

(۳)

حواشی قرآن مجید جو مترجم صاحب نے بطور ضمیمہ قرار دیے ہیں، غالباً دس پارہ تک میری نظر قاصر سے گذرے ہیں۔ اس میں تفاسیر کی عبارات و اخبار کا ترجمہ ہے۔ اتنا موقع نہیں ملا کہ میں تنقیدی نظر سے دیکھتا، لیکن جس قدر بھی نگاہ سے گذرا ہے مومنین کی فائدہ رسانی کے لیے بہت ہے۔ حررہ السید نجم الحسن عفی عنہ بقلمہ

از لکھنو

۳ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

تصدیق جناب سرکار شریعتمدار نیر العلماء استاذ الکل فی الکل حضرت مولانا مولوی السید ظہور حسین صاحب مجتہد العصر والزمان دامت برکاتہم

بسم اللہ اسمی الاسماء و بحمدہ مالک الارض و السماء رب الارباب الذی انزل علی عبدہ الکتاب المحتوی مکارم الاخلاق و نفائس الآداب المشتمل علی ابلغ النہج الہادی الی الطریق الابلج قرآنا عربیا غیر ذی عوج و اشرف الصلوٰۃ و افضل السلام علی رسولہ المصطفیٰ المعتام المفخم و اشرہ نصوع بسواطع آیاتہ و بینات معجزاتہ ای افخام و علی آلہ الامجاد مصابیح الرشاد فی مشکل ناد و واد تراجمۃ وحیہ و حملۃ احکامہ من امرہ و نہیہ الناشرین

بسیرتہ والمتقین بھٰذا اگرچہ کسی زبان کے مقاصد واغراض کا دوسری زبان میں
ادا کرنا اور اُس کے مفہوم کا بدون کم و کاست محفوظ رکھنا علی العموم ایسا مشکل کام ہے جس کا
ہر ایک شخص بدیہی طور سے اعتراف کرتا ہے، خصوصاً کسی آسمانی کتاب یا ربانی کلام کے
رموز و نکات غوامض و اسرار۔ تلمیحات و ارشادات کا کسی دوسری زبان کے روزمرہ
میں ادا کرنا جیسا دشوار ہے اُس کا کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا۔ خصوصاً قرآن مجید کا ترجمہ
جو کتابِ آسمانی اور کلامِ ربانی ہونے کے علاوہ فصاحت و بلاغت۔ حُسنِ اسلوب۔ پیشینگوئی
وغیرہ کی حیثیت سے معجزہ ہے اور تا قیامت کسی بشر سے اُس کے مثل و نظیر کا بہم پہنچنا محال
ہے، جیسا سخت اور دشوار گذار ہے وہ خود ہی ظاہر و آشکار ہے، اس مہم کام پر اقدام کرنے
کے لیے وہی شخص موزوں ہے جو اُس کے معانی کی لطافت اور معارف حقہ کی غوامض تک
تعمیق کی نظر کر چکا ہو اور تفسیر اہلبیت علیہم السّلام پر تفصیلی اطلاع اور اُن کے فضائل و مناقب
کی آیات بیّنات پر احاطۂ تامہ رکھتا ہو۔ الحمد للہ کہ اس مبارک و مقبول ترجمہ میں جس کے
بعض مقامات کی زیارت کرنے اور مطالب عالیہ سے مستفید ہونے کا شرف احقر العباد کو
حاصل ہو چکا ہے۔ مترجم ممدوح یگانۂ روزگار۔ حامیِ ذمار۔ مالکِ رقابِ فخار۔ قائمِ ایمہ
وجاہت و وقار۔ صفوۃ البہالیل۔ وارث المجد الاثیل۔ المتنزہ المترفع عن القال و القیل
المتبحر البارع المصیب۔ والحائز من قداح المعالی بالمعلّی والرقیب۔ الجنیبِ النجیب ذی الجاہ
کریم المحتد۔ المؤید من عند اللہ الصمد **مقبول** المبشر بہ علی لسان کلمۃ اللہ برسول یاتی
بعدہ اسمہ **احمد** لازال وجودہ العالی غیرۃ عقائل اللآلی و غرۃ عواطل اللیالی
نے امورِ مذکورہ بالا کا پورا لحاظ فرمایا ہے، اگرچہ یہ مبارک ترجمہ اُردو کے نہایت سلیس و
عام فہم روزمرہ کے قالب میں اس حُسن و خوبی کے ساتھ ڈھالا گیا ہے جس کی وجہ سے اُس کا
رشکِ دُرِ شاہوار اور غیرتِ نصلِ بہار کہنا سزاوار ہے لیکن اُس میں ان مزیتوں کے علاوہ
خصوصی تفسیر اہلبیت علیہم السّلام کی خصوصیت کے ساتھ پوری مراعات اور اُن حضرات
با برکات کے آیاتِ فضائل و مناقب کی حواشی مفیدہ میں مبسوط شرح کی گئی ہے۔ یہی وہ
لطائف و خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے کسی ترجمہ یا کتاب کو مقبولیت عامہ کا شرف
حاصل ہو سکتا ہے +

اس مبارک و مقبول ترجمہ میں مذکورۂ بالا لطائف اور محاسن کے علاوہ مترجم مُستَنِج نے

اِس شائستہ خدمت کو جس اخلاص کے ساتھ انجام دیا ہے وہ علی العموم لوگوں کے دلوں پر مقناطیسی اثر رکھتا ہے جس سے قوتِ کشش کی خاصیت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ بحمدہٖ تعالےٰ اہلِ ایمان کے قلوب صافیہ علی العموم اُس کی طرف بالطبع مائل ہیں۔

اِس مبارک ترجمہ کی نسبت کسی مدح سرائی کی ضرورت نہیں ہے اس کی خوبی اور خوش اسلوبی مثل مشہور "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید" کا اصلی مصداق ہے۔ حق تعالےٰ عامۂ اہلِ ایمان کو اُس کے مطالبِ مفیدہ اور لطائفِ پسندیدہ سے متنفع ہونے اور اُس کے نشر و اشاعت میں سعی موفور کے مبذول کرنے کی توفیق کرامت فرمائے اور مترجم ممدوح کی عمر سعید میں ایسی برکت عطا کرے جو گردِشِ روزگار کے لیے گوہر آبدار اور گلزارِ اسلام کے لیے ہمیشہ بہار اور چشمِ حاسد کے لیے خار رہے۔ آمین ربّ العالمین۔

رسمہ الاقل المذنب۔ ظہور حسین عفی عنہ

(۲)

الحمد للہ علیٰ افضالہ والصلوٰۃ علےٰ محمد و آلہ۔ اما بعد احقر العباد نے گیارھویں پارہ سے پچیسویں ۲۵ پارہ تک کے ضمیموں کی زیارت اور اُن کے مطالبِ عالیہ سے استفادہ کرنے کا شرف حاصل کیا ہے جن کو یگانۂ روزگار۔ مالکِ ازمۂ عزّ و وقار صفوۃ الاماثل الاجلۃ حامی ذمار الدین والملۃ۔ کریم الشمائل الآتی لایضاح المقاصد بالمتن الدلائل حلیہ عاطل الزمن غرۃ وجہ المشرق الحسن المرتقی اعلیٰ قنن المفاخر والمحرز قصب السبق فی حلبات المآثر السمیدع الجحجاح وارثِ شرف الوضاح مشذب المتد و القرم المہذب المجد جناب مولانا سید **مقبول احمد** صاحب مد اللہ تعالےٰ فی عمرہ السعید مدًّا و جعل بینہ و بین الحادثات ردمًا و سدًّا کے قلم براعت شیم نے تالیف فرما کر گوہرِ شاہوار کی آب و تاب کو اُن میں ودیعت فرمایا ہے اور قالبِ بلاغت میں تازہ روح پھونکی ہے۔ اِن مبارک ضمیموں کا ماخذ وہ روایاتِ معتبرہ ہیں جو حضراتِ اہلبیتِ علیہم السلام سے منقول ہیں، اُردو زبان میں ایسا بے نظیر مجموعہ نظرِ قاصر سے نہیں گذرا بلکہ وہ حُسن و خوبی اور خوش اسلوبی میں اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ امید ہے کہ حضراتِ ناظرین اس دُرِّ خوش آب اور گوہرِ نایاب کی قدر فرمائیں گے اور اسکے مطالبِ مفیدہ سے منتفع ہونگے۔

رسمہ الاقل المذنب

ظہور حسین عفی عنہ

تصدیق جناب سرکار شریعتمدار بحر العلوم حضرت مولانا السید یوسف حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر امروہوی ثم النجفی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبسملاً و محمد لاً و مصلیاً و مسلماً

وبعد فقد تصفحت هذا التفسير وسرحت طرفي في ذاك التحرير فوجدت ترتيبه انيقاً وتهذيبه رشيقاً وتحقيقاته دقيقه وتدقيقاته عميقه فهو لب التفاسير ومحضها

وفي كل لفظ منه روض من الهدى　　وفي كل سطر منه عقد من الدرّ

كيف لا ومؤلفه وحيد عصره وفريد دهره وجامع اشتات الفنون والعلوم ومحرز قصب السبق في المنطوق والمفهوم مؤيد الشريعة المحمدية ومشيد اركان الطريقة العلوية من الله المؤيد جناب الامجد المجد المولوي مقبول احمد جعل الله ايامه مقرونة بالسرور وادام فلك سعده بالاقبال يدور

نمقه السيد يوسف حسين النجفي الامروهوي

تصدیق جناب سرکار شریعتمدار قمر الاقمار حضرت مولانا السید سبط نبی صاحب قبلہ مجتہد العصر نوگانوی ثم النجفی عم افاداتہم

بسم الله الرحمن الرحيم حمداً وشكراً وسلاماً وصلوة - اما بعد فهذا مؤلف فائق مشتمل على كل مفهوم رائق كالياقوت الاحمر بعبارات موجزه وفقرات محرزه نافع للخاص والعام من المفيدين والمستفيدين من ذوي الاحلام الذي الفه ناظم سلك البلاغه وقائد زمام البراعه الفاضل العريف والبارع الاديب ذو المجد السني والجلي مقبول الصمد جناب المستطاب المولوي مقبول احمد لازال

بینیز الانام بعلومه ویقر عیونهم بمنطوقه ومفهومه فلله درّہٗ و
علی الله اجرہٗ

حرّرہ السیّد سبط نبی امروهوي

توثیقِ جناب سرکارِ شریعتمدار فقیہ اہل البیت حضرت مولانا السیّد محمّد باقر صاحب قبلہ مجتہد العصر و الزّمان دام افاداتہم

الحمد لله سبحانه ترجمہ مقبولہ شریفہ قرآن مجید محشی بحواشی منیعہ جسکے مترجم المستغنی عن التعریف وارث تلید المجد والطریف عمدۃ الاجلا الافاخم ابو المفاخر والمحامد والمکارم الموفق المؤید المسدد من لدن الملک الصمد جناب المولوی الحکیم السید مقبول احمد نصر الله به الدین الحنیف نشید واقام به [illegible] [illegible] ہیں بعنوانِ ہدیہ بہیہ سنیہ شہیر مرسلہ جناب مترجم ممدوح پہنچا موجب کمال مسرت ہوا [illegible] مطالعہ سے نہایت محظوظ ہوا۔ خداوند کریم جناب موصوف کو اس خدمت جلیلہ [illegible] جزائے جمیل عطا فرمائے اور جملہ اہل ایمان کو توفیق عطا فرمائے کہ مطالعہ ترجمہ مذکورہ وحواشی ماثورہ سے ازدیاد ایمان و تنویر قلوب بالایقان فرمائیں۔ محمد باقر الرضوی عفی عنہ [illegible]

توثیقِ جناب سرکارِ شریعتمدار ناشرِ علوم الدین آقائے آقا سید محمّد ہادی صاحب قبلہ مجتہد العصر زید مجدہم

بسم الله الرحمن الرحیم وبہ نستعین۔ یک جلدِ قرآنِ مجید مترجمہ مقبولِ خاص وعام ناصر الاسلام وناشر فضائل اہلبیت علیہم السلام مروّج احکامِ حضرتِ سید الانام صلی الله علیہ وآلہ الکرام دافع الشبہات الفجرۃ واللئام قاطع اعناق الجہدۃ الطغام ابو المحاسن الجلیلہ والمفاخر الجمیلہ جناب السید السند المؤید المسدد من الله الاحد المولوی الحکیم سید مقبول احمد ادام الله لقاہ ومن شر الاعادی وقاہ نزد بحیث رسید دیدہ را نور وسینہ را سرور موفور بخشید ہر قدر زیادہ ملاحظہ نمودم حظ زیادہ حاصل گردید حق جلّ وعلا جناب موصوف الصدر را اجر جزیل وذخر جمیل عوضِ این خدمتِ نبیلِ جلیل وترجمہ بے عدیل ومثیل مرحمت فرماید وہموارہ در حفظ وحراست خود مکلو ومصئون ودر تائید وتسدید وتشئید حق مؤید وموفق بدارد وجمیع اخوان مومنین توفیق عطا کند کہ از مطالعہ معانی قرآن وملاحظہ حواشی آن استفادہ نور ایمان واجلاء قلوب

بالقان نمایند و دائما مترجم موصوف را بدعائے خیر واز دیاد توفیقات یاد کنند۔ واللہ الہادی

محمد ہادی الرضوی غفرلہ یوم الثنادی

توثیق جناب سرکار شریعتمدار قدوۃ العلماء مولانا السید آقا حسن صاحب قبلہ زید مجدہم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد واضح ہو کہ تمام کتب سماوی میں قرآن مجید و فرقان حمید ممتاز ہے، علاوہ بیان احکام شرعیہ و اخبار غیبیہ و اظہار قصص انبیاء و حالات اولیاء و تعلیمات علوم عدیدہ و ہدایات سدیدہ کے من حیث الفصاحۃ والبلاغۃ معجزہ بھی قرار پایا ہے اور ایسی فصاحت و بلاغت ہے کہ فصحائے عرب عاجز ہوئے اور اسکا مثل بلکہ اُس کی ایک سورۃ کا مثل بھی نہ لاسکے اور منصف مزاج مسلمان ہوگئے اور ایمان لائے۔ لا رطب ولا یابس الا فی کتٰبٍ مبین اس مختصر مجموعہ میں کیا کچھ نہیں، ایک ایک لفظ سے جو نکات پیدا ہوتے ہیں وہ اہل مذاق سلیم و ماہرین علوم عربیہ پر مخفی نہیں ہیں، پس ایسی کتاب کا ترجمہ کس قدر دشوار ہے، ایسے الفاظ ترجمہ میں کہاں سے ملیں کہ جن سے ویسی ہی لطافت و نکات حاصل ہوسکیں لیکن بمفاد المیسور لا یسقط بالمعسور ظاہری معنی کے ادا کا لحاظ ترجمہ میں مترجمین رکھتے ہیں اور اُس کے ادائے معانی ظاہری میں بقدر امکان و استعداد حفظ فصاحت و لحاظ بلاغت رہتا ہے، یوں تو بہت ترجمے فارسی اور اردو میں موجود ہیں لیکن جس قدر خیال و لحاظ اسکا جناب مستطاب معلی القاب فضائل مآب فواضل ایاب عمدۃ الانجاب زبدۃ الاطیاب جناب مولوی سید مقبول احمد صاحب قبلہ زید مجدہ نے فرمایا ہے میرے خیال میں درجۂ اتمام و کمال پر پہنچ گیا۔ واقعی نہایت فصاحت و بلاغت سے ادائے معانی فرمایا ہے۔ اور موافق احادیث اہلبیت علیہم السلام بیان مطالب کیا ہے۔ ترجمۂ مذکورہ نہایت قابل قدر اور لائق عمل ہے۔ حق تعالے جناب ممدوح کو اجر جزیل اور ثواب جمیل کرامت فرمائے

حررہ السید آقا حسن عفی عنہ بقلمہ مورخہ ۲۸ ماہ جمادی الاولے ۳۲ھ

(مہر شریف)

توثیق سرکار شریعتمدار صدر المحققین شمس العلماء حضرت مولانا مولوی السید ناصر حسین صاحب

قبلہ مجتہد العصر و الزمان دامت برکاتہم

باسمہ سبحانہ جناب عمدۃ الاجلۃ الاعلام اسوۃ الاماثل الفخام دام افضالکم العالی ۔ علیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد تسلیمات گذارش ہے کہ نامۂ گرامی وارد ہو کر سبب کمال امتنان ہوا۔ اور تحف ادعیہ عدیدہ ترجمۂ مرسلۂ عالیجناب موجب مزید تشکر ہوئے ضمیمہ جات ترجمۂ مقبول کا نسخۂ کاملہ بھی پہنچا جس سے نہایت مسرت حاصل ہوئی۔ درحقیقت ترجمۂ قرآن مجید کی خدمت دینی جو آپنے فرمائی ہے یہ اسکا بہترین تکملہ ہے جسمیں احادیث و اخبار اہلبیت علیہم السلام کا ایک عمدہ ذخیرہ پایا جاتا ہے۔ انشاء اللہ امید ہے کہ بفضل خدا مومنین موقنین اس سے بعنوان حسن مستفید و مستفیض ہونگے اور یہ عمل خیر جناب والا کا باقیات صالحات میں محسوب ہوگا۔ خداوند عالم آپکے افادات عالیہ سے ہمیشہ اہل ایمان و عرفان کو محظوظ و بہرہ ور فرماتا رہے والسلام خیر ختام

۱۰ شعبان سنہ ۱۳۳۶ھ ناصر حسین عفی عنہ بقلمہ

مقبول ترجمہ و ضمیمہ جات مقبول ترجمہ

جنکی نسبت علمائے اعلام کی ارشادات آپنے ملاحظہ فرمالیے اُن کے ہدیہ کی تفصیل یہ ہے کہ مقبول ترجمہ تو تین قسم کے کاغذ پر چھپا ہے فرق صرف کاغذ کی دبازت و پائداری کا ہے۔ کلاں تقطیع ۲۷×۱۷ (فلس کیپ سائز) جلی قلم چھپائی لکھائی بہت اعلیٰ صحت کی گارنٹی۔

ھدیہ کاغذ قسم اول صہ ۱۵ ۔ قسم دوم لعہ ۱۱ ۔ قسم سوم سے ۔

ضمیمہ جات مقبول ترجمہ مع انڈکس (فہرست مضامین حواشی تفسیری و ضمیمہ جات غیرہ بترتیب ہجی)

صرف ایک ہی قسم کے کاغذ پر طبع ہوئے ہیں۔ جو تفسیر مقبول ترجمہ کے صفحے کے حاشیہ پر نہیں آسکی وہ بصورت کتاب علٰحدہ چھاپی ہے۔ تمام اہم اسلامی تاریخی واقعات و معرکے معراج۔ اصحاب کہف انبیائے اولو العزم کے قصے جنکا ذکر مجمل طور پر قرآن شریف میں ہے ان کا تشریح تو کر معتبر و مستند تفسیروں سے بتفصیل درج ضمیمہ کیا گیا ہے تفسیری معلومات کا نادر و نایاب ذخیرہ مقبول ترجمہ کو ترجمہ و تفسیر کا مطالعہ اس ضمیمہ کے حاصل کیے بغیر بے لطف رہتا ہے۔ ضمیمہ جات بڑی کتابی تقطیع کے ۶۶۰ صفحوں پر اور انڈکس ۹۰ صفحوں پر ختم ہوتے ہیں ھدیہ ضمیمہ مع انڈکس وغیرہ مکمل للعہ

نوٹ (۱) جن حضرات نے انڈکس اب تک نہ لیا ہو انھیں علٰحدہ بھی دیا جاسکتا ہے ھدیہ ۸ر فی جلد ہے (۲) ضمیمہ مقبول ترجمہ بعض حضرات کے پاس صرف ۱۰ پاروں کا صفحہ ۱۹۲ تک پہنچا ہے۔ اس سے آگے ختم (۶۶۰ صفحہ) تک بھی دیا جاسکتا ہے۔ ھدیہ للعہ ہے

(۳) ہر چیز کی جلد بندی بھی ممکن ہے جس کی اجرت بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتی ہے

مینیجر احمد اینڈ کمپنی مقبول پریس چتلی قبر دہلی

الحمدللہ کہ قرآن مجید کا ترجمہ اردو میں بھی موافق روایاتِ اہلبیت علیہم السلام جسکی سخت ضرورت تھی نہایت خوبی سے تیار ہو گیا چنانچہ مقبول ترجمہ یعنی **قرآن مجید** مترجمہ جناب مولوی السید **مقبول احمد** صاحب قبلہ دہلوی ابتدا سے اس وقت تک تقریباً پانچ ہزار کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے۔ کیا یہ مقبولیت عام کی سند نہیں ہے؟ فرقۂ شیعہ میں اتنی کامیابی بڑی بات ہے اس تعداد کے شائع ہونے نے بتادیا کہ **مقبول ترجمہ یقیناً ایک قومی ضرورت** تھی اور مقبولیت عام اسے حاصل کیوں نہ ہو جبکہ اس کے مترجم عالیجناب مستطاب مولانا مولوی السید **مقبول احمد** صاحب قبلہ دہلوی مدظلہ العالی نے خالصاً لوجہ اللہ اس خدمت کو انجام دیا ہے اور ترجمہ کرنے میں اپنی ذاتی قابلیت و استعداد و شہرۂ آفاق ملکۂ خاص کو باوجود محض عنداللہ بری الذمہ ہونیکی خاطر علمائے اعلام ومجتہدین عظام علی الخصوص جناب نجم الملۃ والدین حضرت نجم العلماء المجتہد العصر والزمن مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ مدظلہ العالی اور استاذ الکل فی الکل حضرت حضرت مولانا السید ظہور حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر والزماں دامت برکاتہم کو اس کا ایک ایک لفظ سنا لیا۔ تب شائع کیا۔

مقبول ترجمہ کی نسبت ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ علاوہ خط نسخ و نستعلیق و چھاپے کی صفائی وغیرہ کے صحت **الفاظ** کا اتنا کافی اہتمام کیا گیا ہے کہ اغلاط نہایت احتیاط سے درست کرائی گئی ہیں، اور ہمارے علم و یقین کی رو سے اب **ایک غلطی** بھی باقی نہیں رہی۔ جو خوبی دوسرے قرآن شریفوں میں ملنی ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

اگر آپ کو احکام خدا و رسول و ائمہ پر عمل کر کے فلاح دارین حاصل کرنی منظور ہو تو اس کلام پاک کی تلاوت کا حظ حاصل کریں اور نہ صرف تلاوت کی حلاوت بلکہ ترجمہ و حواشی پڑھکر اس کے مطالب کو بھی سمجھیں اور گویا نکات **قرآن صامت** (کلام الٰہی) کو **قرآن ناطق** (معصومین علیہم السلام) کی زبان میں بھی سمجھ لیں۔ ہم سے **مقبول ترجمہ** منگا لیجیے اور اس میں تلاوت کیجیے پھر دیکھیے کہ کلام الٰہی کے ساتھ ساتھ **کلامِ رسولؐ** اور **کلامِ امامؑ** جو امام الکلام ہوتا ہے کیسا لطف دیتا ہے۔ شرح ہدیہ و اجرت جلد بندی و ذکر ضمیمہ وغیرہ مفصل حالات کے لیے فہرست کارخانہ طلب فرمائیے۔

ہدیہ قسم اوّل صہ؎ کاغذ قسم دوم لعہ؎ کاغذ قسم سوم ؎ فی جلد غیر مجلد علاوہ محصول ڈاک۔

مینیجر جوہر اینڈ کمپنی مقبول پریس چتلی قبر دہلی

مطبوعہ مقبول پریس دہلی منشی سید ظفر یاب علی جوہر پرنٹر و پبلشر